

طریقہ استعمال

- ۱۔ انگلی کے اشارے سے کتاب کے صفحوں کی طرح ان صفحوں کو پلٹایا جاسکتا ہے
- ۲۔ اگلے صفحہ پر جانے کے لئے صفحہ نمبر کو بھی کلک کر سکتے ہیں
- ۳۔ مینو باکس کو ہٹانے یا دوبارہ لانے کے لئے اسکرین یا مینوپر کلک کریں
- ۴۔ صفحہ کو نزدیک لانے کے لئے اسکرین پر ڈبل کلک کریں

فہرست فصل		
۳۰	۱۴۴۴ھ	پہلی فصل
۱۰	۱۴۴۵ھ	دوسری فصل
۶۸	۱۴۴۶ھ	تیسری فصل
۳۲	۱۴۴۷ھ	چوتھی فصل
۱۹۹	۱۴۴۸ھ	پانچویں فصل
۵۵۹	۱۴۴۹ھ	شیشویں فصل
۵۹۱	۱۴۵۰ھ	ساتھویں فصل
۲۶۵	۱۴۵۱ھ	آٹھویں فصل
۵۹۹	۱۴۵۲ھ	نہاویں فصل
۶۵۷	۱۴۵۳ھ	دسویں فصل
۶۶۴	۱۴۵۴ھ	گیارہویں فصل
۶۶۴	۱۴۵۵ھ	بارہویں فصل

ٹالا جائے تو پانی اس کو ہاک کر دیتا ہے۔
 مسئلہ: ۶۶۴: اگر کسی شخص کو کھانا جاری پانی میں ڈالا جائے
 اور تمنا اس کے سبب اس کا کھانا نہ ہو تو کیا اس کی پیدل

فہرست پر دوبارہ جانے کے لئے کلک
 پچھلے صفحے پر جانے کے لئے کلک کریں
 اگلے صفحے پر جانے کے لئے کلک

فہرست Contents	
۳۰	۱۴۴۴ھ
۱۰	۱۴۴۵ھ
۶۸	۱۴۴۶ھ
۳۲	۱۴۴۷ھ
۱۹۹	۱۴۴۸ھ
۵۵۹	۱۴۴۹ھ
۵۹۱	۱۴۵۰ھ
۲۶۵	۱۴۵۱ھ
۵۹۹	۱۴۵۲ھ
۶۵۷	۱۴۵۳ھ
۶۶۴	۱۴۵۴ھ
۶۶۴	۱۴۵۵ھ

فہرست سے مضمون پر جانے کے لئے کلک کریں

اظہارِ تشکر

صحیفہ کاملہ سجادِیہ جو ایک نایاب تحفہ ہے تمام امت مسلمہ کے لئے اور کئی زبانوں کی ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی کتاب کی شکل میں دستیاب ہے مگر اسکی کتابت بہت پرانی ہے اور اُسی کتابت کی کاپی کو مختلف وقتوں میں مختلف لوگوں نے بار بار چھاپہ، شاید یہی وجہ ہے کہ کتاب میں مختلف جگہوں پر پڑھنا اور سمجھنا تھوڑا مشکل ثابت ہوتا ہے جس کو خود محمد مہدی ازی صاحب نے بھی محسوس کیا اور انہوں نے صحیفہ کاملہ کو دوبارہ ٹائپنگ اور ڈیزائن کروایا تا کہ مومنین کو پڑھنے میں آسانی ہو اور مومنین زیادہ سے زیادہ صحیفہ کاملہ سے فیضیاب ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہم سب کی دعا ہے اس کام کا اجر حجتہ الاسلام
مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مدظلہ اور محمد مہدی از می
صاحب اور ان کے تمام اہل خانہ، رشتہ دار اور ان سب لوگوں
کو پہنچے جن کا تعاون اس کام میں حاصل رہا۔

التماس سورۃ فاتحہ



مرحوم محمد عقیل عباس بن حکیم محمد ہاشم

(فیض اللہ پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا)

Late Mohammed Aquil Abbasi Bin Hakeem
Mohammed Hashim, Faizullahpur, Azamgarh, U.P. India

التماس سورة فاتحه

Sakina Akhter Rizvi Binte Syed Akhter Husain,
Nizamabad Azamgarh

Hakeem Mohammed Hashim S/o Hakeem Ali Azhar
Abbas Bandi D/o Mazhar Husain
Abul Qasim S/o Hakeem Ali Azhar
Sajjad Bandi D/o Mazhar Husain

Mohammed Fazil Abbasi S/o Hakeem Mohammed
Hashim

Mohammed Wasil Abbasi S/o Hakeem Mohd
Hashim

Mohammed Bazil Abbasi S/o Hakeem Mohd Hashim

Amin Azhar Manzar S/o Abul Qasim

Adeel Akhter Gauhar S/o Abul Qasim

Kaneez Fatima Kishwar D/o Haroon Zaidi

Ruqaiya Khatoon Durdana D/o Hakeem Mohammed
Hashim

Weqar Fatima D/o Mohd Fazil Abbasi

فہرست

۱	طریقہ استعمال
۲	اظہارِ تشکر
۶	فہرست
۲۰	انجیلِ اہلبیتؑ
۲۲	پیش کش
۲۴	پیش لفظ!
۴۱	مقدمہ صحیفہ کاملہ
۴۶	صحیفہ اور طرز نگارش:
۵۰	صحیفہ اور اسلوب خطاب:

صحیفہ اور دُعا کی تعلیم: ۵۴

خوف و رجاء کی تلقین: ۵۹

دُعا کی خوف: ۶۶

حرکاتِ رجاء: ۷۲

صحیفہ کی جامعیت: ۷۹

صحیفہ کی غرض و غایت: ۸۱

دُعا کا مفہوم: ۸۴

دُعا کا حکم: ۸۷

دُعا کی ہمہ گیری و فطری اہمیت: ۹۲

دُعائے نفسیاتی فوائد: ۹۶

ایک شبہ اور اُس کا حل: ۱۰۴

عدم قبولیت دُعائے وجوہ و اسباب: ۱۰۷

منکرین دُعائے شبہات اور اُن کا رد: ۱۱۴

دُعائے قبل ابتلا: ۱۴۸

الفاظ دعا: ۱۵۰

دُعائے میں اسماءِ الہی کا انتخاب: ۱۵۲

دُعائے مغفرت میں ترتیب کا لحاظ: ۱۵۴

ہیئت دُعائے: ۱۵۷

۱۵۸ شرائطِ قبولیتِ دُعاء:

۱۶۰ شروع اور ختمِ دُعاء کے آداب:

۱۶۳ ذریعہ و توسّل:

۱۶۶ ادعیہ و اذکار میں عدد کی رعایت:

۱۶۸ اوقاتِ دُعا:

۱۷۰ مقاماتِ قبولیتِ دُعا:

۱۷۲ دُعائے مکارمِ الاخلاق کی جامعیت

۱۷۶ (۱) فضائل متعلقہ بقلب:

۱۷۷ (۲) فضائل متعلقہ بقلب:

(۳) فضائل متعلقہ بلسان: ۱۷۷

(۴) ردائل متعلقہ بلسان: ۱۷۷

(۵) فضائل متعلقہ بجوارح: ۱۷۸

(۶) ردائل متعلقہ بجوارح: ۱۷۹

صحیفہ سجادیہؑ کی بے مثال عظمت پر ۱۸۳

علمائے مصر کے محققانہ تبصرے ۱۸۳

استاد فیلیفوف طنطاوی جوہری ۱۸۶

یہ شیخ طنطاوی جوہری ۲۰۸

استاد محمد کامل حسین ۲۱۹

۲۳۳ احمد محمد جمعہ ایبوتی

۲۴۷ مسئلہ دُعاء

۲۴۸ آخر اس کاراز کیا ہے؟

۲۶۵ الصحیفة الکاملۃ السجادیہ

۳۵۳ خداوند عالم کی حمد و ستائش

۳۹۱ رسول اکرم پر درود و سلام

۴۰۳ حاملانِ عرش اور مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ

۴۲۸ انبیاء پر ایمان لانے والوں کے حق میں دُعاء

۴۵۰ اپنے اور اپنے خاص دوستوں کے لئے دُعاء

دُعائے صبح و شام ۴۶۲

مشکلات کے وقت پڑھنے کی دعا ۴۸۹

خواستگاری پناہ کے سلسلہ کی دعا ۴۹۹

طلب مغفرت کے سلسلہ میں دعا ۵۳۳

طلب پناہ کے سلسلہ میں دعا ۵۴۷

انجام بخیر ہونے کی دعا ۵۶۰

اعترافِ گناہ و طلبِ توبہ کے سلسلہ میں دعا ۵۷۳

طلب حاجات کے سلسلہ میں دعا ۵۹۲

داد خواہی کی بابت دعا ۶۱۰

۶۲۸ مرض کے دفعیہ کی دعا

۶۳۲ عذرو عفو تقصیر کے سلسلہ میں دعا

۶۶۸ شرّ شیطان کے دفعیہ کی دعا

۶۹۱ دفع بلیات کے سلسلہ میں دعا

۶۹۷ طلب باران کی دعا

۷۰۶ پاکیزہ اخلاق سے آراستگی کی دعا

۷۹۹ رنج و اندوہ کے موقع کی دعا

۸۶۶ شدّت و سختی کے وقت کی دعا

۸۳۶ طلب عافیت کی دعا

والدین کے حق میں دعا ۸۴۷

اولاد کے حق میں دعا ۸۶۳

دوستوں اور ہمسایوں کے حق میں دعا ۸۷۹

حدودِ مملکت کی حفاظت کرنے والوں کیلئے دعاء ۸۹۵

اللہ تعالیٰ سے تضرع و زاری کے سلسلہ میں دعا ۹۲۰

تنگیِ رزق کے موقع پر پڑھنے کی دعا ۹۳۰

ادائے قرض کی دعا ۹۳۹

دعائے توبہ ۹۴۷

نمازِ شب کے بعد کی دعا ۹۷۴

دعائے استخارہ ۹۹۹

گناہوں کی رسوائی سے بچنے کی دعا ۱۰۱۳

رضائے الہی پر خوش رہنے کی دعا ۱۰۲۲

بجلی کے کوند نے اور رد کے گرجنے کے وقت کی دعا ۱۰۳۳

شکر کے سلسلہ میں دعا ۱۰۴۳

عذر و طلب مغفرت کے سلسلے میں دعا ۱۰۶۰

طلب عفو و رحمت کی دعا ۱۰۷۲

موت کو یاد کرنے کے وقت کی دعا ۱۰۹۱

پردہ پوشی و نگہداشت کی دعا ۱۱۰۱

دعائے ختم القرآن ۱۱۰۷

دعائے رویتِ بلال ۱۱۲۳

استقبالِ ماہِ رمضان کی دعا ۱۱۷۷

وداعِ ماہِ رمضان کی دعا ۱۲۰۷

عیدین اور جمعہ کی دعا ۱۲۲۶

روزِ عرفہ کی دعا ۱۲۶۲

عیدِ قربان اور جمعہ کی دعا ۱۳۲۲

دشمن کے مکرو فریب سے بچنے کی دعا ۱۳۷۵

خوفِ الہی کے سلسلہ میں دعا ۱۳۹۲

عجز و زاری کے سلسلہ میں دعا ۱۴۰۸

تضرع و الحاح کے سلسلہ میں دعا ۱۴۲۴

عجز و فروتنی کے سلسلہ میں دعا ۱۴۳۷

رنج و اندوہ کے دور ہونے کے لئے دعا ۱۴۴۵

صحیفہ کاملہ کے بعض نسخوں میں درج کی گئی دعائیں۔ ۱۴۵۷

تسبیح و تقدیس ۱۴۵۷

بزرگی و عظمتِ الہی ۱۴۸۷

تذلل و عاجزی ۱۵۰۳

ذکرِ آلِ محمد ﷺ ۱۵۱۵

حضرت آدمؑ پر درود و صلوٰۃ ۱۵۲۶

کرب و مصیبت سے تحفظ اور لغزش و خطا سے معافی .. ۱۵۵۱

خوف و خطر کے موقع پر ۱۵۶۶

ہفتہ کے سات دنوں میں کے پڑھنے کی دعائیں ۱۵۷۹

دُعائے روز یک شنبہ ۱۵۷۹

دُعائے روز دو شنبہ ۱۵۸۹

دُعائے روز سه شنبہ ۱۶۱۱

دُعائے روز چهار شنبہ ۱۶۲۳

دُعائے روز پنجشنبه ۱۶۴۰

۴۳۹..... دُعائے روزِ جمعہ

۴۴۱..... دُعائے روزِ شنبہ

۴۴۰..... More Books Application

۴۴۱..... About

انجیل اہلبیتؑ

زبور آل محمدؐ

صحیفہ کاملہ

ادعیہ امام رابع

مولینا السجاد زین العابدین علی ابن الحسین

علیہما السلام

ترجمہ و حواشی از

حجت الاسلام مولینا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مدظلہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی دعاؤں اور
 پُر اثر مناجاتوں کا ایک نایاب مجموعہ جو اللہ
 کے نیک بندوں کیلئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔
 اَلوہیت کے راز ہائے سر بستہ اور عبودیت کے سچے
 موتیوں کا خزانہ جو اصلاح معاشرہ، دینداری اور
 خدا پرستی کے مضامین پر مشتمل ہے۔

پیش کش

میں معدنِ امامت کے لالی آبدار اور زبانِ عصمت کے الہامی کلمات کو اُردو کا لباس پہنا کر حضرت زین العابدین سید الساجدین ابن النخیر تین علی ابن الحسین صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیٰ آباءہ الاطہار وانباءہ الاخیار کی بارگاہِ عالی میں پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ ترجمہ سے روحِ معنی مضحل اور صہبائے تند بے کیف ہو گئی اور لالہ زارِ بلاغت سبدِ گل فروش میں سما نہ سکا اور سیلِ معانی تنگنائے الفاظ میں سمٹ نہ سکا مگر کیا بعید ہے کہ جن کی دست بوسی سے آبِ رواں کی آبرو اتنی بڑھ جائے کہ لعل ویا قوت و زمرد بھی اس کے سامنے شرم سے پانی پانی ہو جائیں ان کی نظر کی میا اثرانِ رشتہ عقیدت

میں پروئے ہوئے خزف ریزوں کو جلاء بخش کر حُسنِ قبول
کے تاج کا آویزہ بنادے اور پھر یہ انہی کے بارانِ فیض کے
قطرے اور انہی کے خوانِ کرم کے ریزے ہیں اور میری
حیثیت تو بس یہ ہے اور یہی بہت ہے کہ:-

”اُن کی زبان کے کلمے میری زبان پر ہیں“

پیش لفظ !

ترجمہ نہج البلاغہ کی تکمیل کے بعد کسی اور کتاب کے ترجمہ کا تصور تو ذہن میں تھا ہی کہ جناب سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ کے لاہور تشریف فرما ہونے پر مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو انہوں نے فرمایا کہ اب صحیفہ کاملہ کا بھی ترجمہ کر ڈالتے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر توفیق الہی شامل حال رہی، تو حسب ارشاد اس کام کو بھی انجام دوں گا۔ چنانچہ اس کے کچھ عرصہ بعد صحیفہ کے ترجمہ کی ابتداء کر دی مگر اس خیال سے کہ یہ ایک مختصر سی کتاب ہے اور وہ بھی دُعاؤں کی جس میں نہ پیچیدہ مباحث ہیں نہ اُلجھے ہوئے مطالب بلکہ صاف سادہ تحریر اور نکھری سنوری

ہوئی عبارت جس کا ترجمہ زیادہ سے زیادہ دو چار مہینوں
 میں ختم ہو جائے گا۔ اس کے ساتھ اصول کافی کا ترجمہ بھی
 شروع کر دیا اور یہ چاہا کہ ان دونوں کتابوں کا سلسلہ ایک
 ساتھ جاری رہے۔ مگر میری بے بضاعتی و کوتاہ قلمی نے چند
 گام سے زیادہ نہ چلنے دیا اور آخر اصول کافی کے کچھ اجزا کا
 ترجمہ کرنے کے بعد اسے دوسرے موقع کے لئے چھوڑ دیا
 اور ہمہ تن صحیفہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اس وقت یہ
 حقیقت بھی منکشف ہو کر سامنے آ گئی کہ جسے دو چار مہینوں کا
 کام سمجھا تھا وہ دو چار مہینوں کا کام نہ تھا کیونکہ ایک دن
 میں دو چار صفحات سے زیادہ نہ لکھ پاتا تھا۔ لیکن اس
 سست رفتاری سے میں شکستہ خاطر وہ دل برداشتہ نہ ہوا اور
 بایں خیال کہ ”قطرہ قطرہ بہم شود دریا“ اس کام کا سلسلہ اپنے
 دوسرے مشاغل کے ساتھ جاری رکھا اور کم و بیش ایک سال

کے عرصہ میں اس سے فراغت ہو گئی اور اب اسے ”ادارہ علمیہ پاکستان“ کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ ایک عام تاثر اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ کسی بلند پایہ علمی و ادبی کتاب کا ترجمہ نہ ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے اور نہ ادبی شہ پاروں کے اسلوب بیان کی لطافت ترجمہ کے بار کی متحمل ہو سکتی ہے کیونکہ ہر زبان کے کچھ اصطلاحات، محاورات اور خصوصیات ہوتے ہیں جو اسی زبان میں صحیح معنی و مفہوم کی نقاب کشائی کر سکتے ہیں۔ اور دوسری زبان میں منتقل ہونے سے ان کی صوری و معنوی خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ نہ ان میں وہ کیف انگیزی و اثر آفرینی باقی رہتی ہے اور نہ وہ حسن و شکوہ برقرار رہتا ہے اور بہت کم ایسے موارد ہو سکتے ہیں جہاں ایک زبان کا ذوق و اسلوب تعبیر دوسری زبان کے ذوق اسلوب تعبیر سے ہم آہنگ ہو اس

لئے مترجم کے دسترس سے یہ باہر ہے کہ وہ ترجمہ میں اصل کلام کی تڑپ پیدا کر دے سکے اور اُس کے خصوصیات کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے آب و رنگ کو بگڑنے نہ دے۔ اگر کوئی مترجم اپنی مترجمانہ اہلیت و صلاحیت سے کام لے کر ظاہر الفاظ کی عکاسی کر بھی لے تو وہ رُوح جو لفظوں کی ترکیب و ترتیب اور پیرایہ بیان میں مضمر ہوتی ہے اس کی تصویر کشی کیسے کر پائے گا۔

گر مصور صورتِ آں دلِ ستاں خواہد کشید

حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

اور اگر کہیں ترجمہ میں کچھ کیف و سرمستی باقی رہ جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ متکلم کے نفس کی پاکیزگی اور اس کی قوتِ روحانی کے تصرف کا کرشمہ ہے جو بادۂ تند و تیز کو تلچھٹ کی آمیزش کے باوجود خمار انگیزی و سرشاری سے بالکل بے

گانہ نہ بنادے سکی اور تابش جمال کی چھوٹ کو پردے کی دبیز
 تہوں کے باوجود جلوہ افگنی سے مانع نہ ہو سکی اسے مترجم کی
 ہنرمندانہ کاوش کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ اُس کے
 اختیار میں یہ ہے کہ وہ اصل کلام کی روحانی فضا ترجمہ کے
 گرد و پیش پیدا کر دے سکے۔ اس کا کام تو بس اتنا ہے کہ وہ
 ترجمہ کے لئے ایسے الفاظ کا انتخاب کرے جو اصل کلام کے
 مفہوم سے قریب تر ہوں اور اس سے کچھ آگے قدم بڑھائے
 تو ترجمہ کی پابندی کے ساتھ عبارت میں سلاست و روانی پیدا
 کر لے جائے اور بس اس دوسری خوبی کو ایک اضافی خوبی
 سمجھنا چاہیے۔ اصل خوبی یہی ہے کہ اصل کلام کا مفہوم بدلنے
 نہ پائے اور ہر مقام پر اس سے مطابقت برقرار رہے اور اس
 صورت میں تو اصل کلام کی مطابقت اور بھی ضروری ہو جاتی
 ہے جب وہ کسی ایسی ہستی کا کلام ہو جس کی زبان پروردہ

الہام اور شرعی احکام کی ترجمان ہو۔ ایسے موقع پر ظاہری
 خوبیوں کو ملحوظ رکھنے کے بجائے اس کی صحت پر نظر رکھنے
 کی زیادہ ضرورت ہے تاکہ اس کے تعلیمات دوسروں تک
 صحیح شکل و صورت میں پہنچیں اور معنوی لحاظ سے اس
 میں تغیر و تبدل نہ ہونے پائے۔ کیونکہ دیکھنے والے اسے
 ایک ہادی و رہبر کے کلام کی حیثیت سے دیکھیں گے اور
 اسے اپنے عمل کی سند قرار دیں گے۔ البتہ یہ دوسری بات
 ہے کہ کسی عبارت میں متعدد معانی کا احتمال ہو اور ایک
 ایک معنی کو ترجیح دے اور دوسرا دوسرے معنی کو یا کسی
 پیچیدہ عبارت کا مطلب ایک کچھ سمجھے اور دوسرا کچھ سمجھے۔ تو
 ایک معنی کو اختیار کرنے کی صورت میں دوسرے معنی کو
 غلط نہیں قرار دیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ظاہر و واضح معنی کو
 چھوڑ کر بعید معنی کو اختیار کرے تو اسے بدذوقی کا نتیجہ سمجھا

جاسکتا ہے۔ اور اگر اصل آسمان ہو اور ترجمہ ریسمان تو اسے غلط کہا جائے گا اور اس صورت میں طرزِ تحریر میں کوئی خوبی ہو بھی تو اس کی کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ ہاں اگر صحت کے ساتھ اسلوبِ بیان کی شائستگی، طرزِ تحریر کی شگفتگی اور زبان کی بلند معیاری ہو تو ترجمہ کا حسن بڑھ جائے گا اور اسے ایک معیاری حیثیت حاصل ہو سکے گی۔ بے شک صحت کے التزام کے ساتھ زبان کے معیار کو باقی رکھنا ایک مشکل کام ہے اور یہ الفاظ کے استحضار اور عصر حاضر کے معیارِ زبان پر نگاہ رکھنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ زبان اور طرزِ تحریر کا معیار ہر دور میں بدلتا رہتا ہے۔ ایک دور وہ تھا کہ مقفی و مستحج عبار توں کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا مگر اب وہی تحریریں متروک اور غیر معیاری سمجھی جاتی ہیں۔ اسی طرح دوسری زبانوں کا اسلوبِ نگارش بھی ہمیشہ بدلتا

اور بلند سے بلند تر ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے چند سالوں
 میں آغا سید صدر الدین بلاغی، آغا سید علی نقی اصفہانی اور آغا
 جواد فاضل کے قلم سے جو صحیفہ کاملہ کے تراجم ایران سے
 شائع ہوئے ہیں سابقہ تراجم کے مقابلہ میں انہیں زیادہ
 پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اور اپنے اسلوب
 نگارش و انداز تحریر کی وجہ سے خاصی مقبولیت حاصل کر چکے
 ہیں۔ اردو زبان میں بھی صحیفہ کے متعدد ترجمے شائع ہوئے
 ہیں۔ ان میں سے ایک تحت اللفظی ترجمہ ہے جو اُسی پرانی
 ڈگر پر ہے جو اب متروک اور موجودہ ذوق پر ایک بار ہے۔
 اور ایک نظامی پریس لکھنؤ کا شائع کردہ ہے جس میں عبارت
 آرائی کے لئے کہیں اصل الفاظ کا ترجمہ غائب اور کہیں ایسا
 اضافہ نظر آتا ہے جو اصل الفاظ میں نہیں ہے۔ اور ایک
 ترجمہ لاہور سے شائع ہوا ہے جو بیس دُعاؤں پر مشتمل اور

نا تمام ہے۔ یہ تراجم اغلاط سے بھی پاک نہیں ہیں اور بعض مواقع پر تو اصل کلام کے خدوخال ہی مسخ ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان تمام مقامات کی طرف ملتفت کرنا ایک طولِ امل ہے اور نہ محل کی تنگنائی اس کی اجازت دیتی ہے کہ ان تمام مقامات کا استقصا کیا جائے۔ صرف نمونہ کے طور پر دو ایک مقام دیکھ لیجئے۔

دُعائے مکارم الاخلاق میں حضرت کا ارشاد ہے والافضال علیٰ غیر المستحق۔ اس کا ایک ترجمہ تو یہ ہے ”اور بے استحقاق والے کو زیادہ دینے میں“۔ دوسرا ترجمہ یہ ہے۔ ”اور غیر مستحق پر (بھی) احسان کرنا“۔ اور تیسرا ترجمہ یہ ہے۔ ”غیر مستحق پر احسان کرنے۔“ قبل اس کے کہ یہ دیکھا جائے کہ الفاظِ عبارت کا مطلب کیا ہے اسے دیکھیے کہ غیر مستحق کو اپنی عنایات کا مورد قرار دینا کہاں تک دُرست

ہے۔ عقل و نقل ہمنوا ہیں کہ غیر مستحق حُسنِ سلوک کا مستحق نہیں ہے اس لیے کہ یہ مستحق کی حق تلفی اور صرف بے جا ہے جسے قرآن مجید میں تنذیر سے تعبیر کیا گیا ہے اور احادیث و آثارِ معصومین میں بڑی کثرت سے اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ تو کیا امام علیہ السلام کی اس پر نظر نہ تھی یا یہ کہ وہ قرآن و حدیث کے ایک واضح حکم کے خلاف تعلیم دینا چاہتے ہیں ایسا تو ممکن ہی نہیں ہے تو پھر اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اس کے لیے کم از کم شرح سید علی خاں ہی کو دیکھ لینا چاہیے تھا۔ جبکہ ایک صاحب نے دیباچہ میں یہ لکھا بھی ہے کہ شرحوں میں صرف شرح علامہ سید علی خاں پیش نظر رہی اور بس۔ ”علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں:-
والافضال علی غیر المستحق عطف علی التعییر
ای و ترک الافضال علی غیر المستحق

والا فضل علی غیر المستحق کا عطف التعمیر پر ہے جو ترک کے تحت میں واقع ہے اور معنی یہ ہیں کہ غیر مستحق پر احسان نہ کرنا۔ “مگر ان ترجموں میں اصل مفہوم کو بالکل اُلٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور میرا قرداماد اور ملا محسن فیض نے بھی حواشی صحیفہ میں یہی تحریر کیا ہے۔ دُعائے عرفہ میں حضرت کا ارشاد ہے ولم تلتفت کون مولودًا۔ ایک ترجمہ یہ ہے ”اور نہ پیٹ سے ہر گز پیدا ہوا ہے کہ کسی کا بیٹا بنے۔“ دوسرا ترجمہ یہ ہے۔ ”اور نہ یہ ہے (جیسا کہ ہوا کرتا ہے) کہ تُو کسی سے پیدا ہوتا کہ کسی کا بیٹا بنے۔“ تیسرے ترجمہ میں دُعائے عرفہ ہے ہی نہیں۔ اس جملہ میں لفظ ”لم تلد“ کا یہ ترجمہ کہ تُو کسی سے پیدا نہیں ہوا غلط ہے۔ اس مفہوم کے لیے لفظ لم تتولد یا لم

تولد ۵ ہے۔ اور ولد یلد فعل متعدی ہے جس کے معنی اولاد پیدا کرنے کے ہوتے ہیں نہ پیدا ہونے کے۔ چنانچہ علامہ سید علی خاں تحریر فرماتے ہیں ولد یلد من باب وعد اذا حصل منه ولد، ولد یلد باب وعد یعد سے ہے اور یہ اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کسی کے ہاں اولاد ہو، اور اسی معنی میں لمح یلد قرآن مجید میں آیا ہے اور صحیفہ کی عبارت کے معنی یہ ہیں کہ تیرے کوئی اولاد نہیں ہے کہ تیرے متعلق بھی کسی کی اولاد ہونے کا سوال پیدا ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اگر اس کے ہاں اولاد ہوگی تو اس کا اجزا سے مرکب ہونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ اولاد ایک جزو ہوتی ہے جو باپ سے الگ ہو کر نشوونما کی منزلیں طے کرتی ہے۔ اور جب وہ مرکب ہوگا تو اجزا کی احتیاج اس کے حدوث کی دلیل ہوگی۔ اور جو حادث ہوگا اس کا متولد

ہونا بھی ضروری ہو گا مگر ان دونوں ترجموں میں اصل
 مطلب ہی کو خبط کر دیا گیا ہے۔ دُعائے تجمید میں حضرت کا
 ارشاد ہے کہ الہی لك یرہب الہی ترہبون۔ اس کا ایک
 ترجمہ یہ ہے کہ ”اے معبود! تجھ ہی سے ڈرنے والے ڈرتے
 ہیں۔“ اور دوسرا ترجمہ یہ ہے:- ”اے میرے اللہ! تجھ
 سے ڈرنے والے ڈرتے ہیں۔“ اس مقام پر مترہبون
 کے معنی ”ڈرنے“ والے غلط ہیں۔ کیونکہ ترہب کے معنی
 بندگی و عبادت کے ہیں۔ مگر اسے رہب یرہب کے معنی
 میں سمجھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ صاحب قاموس لکھتے ہیں کہ
 الترہب، التعبد اور سید نعمۃ اللہ الجزائر ی تحریر فرماتے
 ہیں کہ یرہب ای یخاف والترہب التعبد ای یخافک
 العابدون۔ یرہب کے معنی یہ ہیں کہ وہ ڈرتے ہیں اور

ترہب کے معنی عبادت و پرستش کرنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ عبادت گزار تجھ سے ڈرتے ہیں۔

اور لاہور سے جو بیس دُعاؤں کا مجموعہ شائع ہوا ہے اس کے اغلاط کی نوعیت کا بھی نمونہ دیکھ لیجئے۔ اس میں کی مندرجہ دعاؤں کی پانچویں دُعا کا ایک جملہ ہے کہ اَجِرْ ہر بی یہ لفظ اجر اجارہ سے امر کا صیغہ ہے مگر اسے اجراء سے امر کا صیغہ سمجھ لیا گیا ہے کہ جو اَجِرْ ہے۔ چنانچہ اسی دُعا میں دوسری جگہ پر اَجِرْ ہے۔ تو اسے بھی اَجِرْ ہی لکھا گیا ہے اور اس جملہ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ ”میری دوڑ کو جاری رکھ۔“ دُعائے استقبال ماہِ رمضان میں ہے وَاِنْ نَنْصِفَ مِنْ ظَلَمَنَّا يَ ظَلَمْنَا فَعَلْ ماضی کا صیغہ ہے جس کے آخر میں ضمیر منصوب متصل ہے اور اس جملہ کے معنی یہ ہی کہ

”جس نے ہم پر ظلم کیا ہو اس سے بھی انصاف کریں۔
 مگر ظَلَمْنَا تحریر کرنے کے باوجود ترجمہ لفظ ظَلَمْنَا کا کیا
 جاتا ہے جو جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ چنانچہ اس کا ترجمہ یہ کیا
 گیا ہے کہ ”ہم نے اگر کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے انصاف
 کریں۔“ دُعَاۃُ وِدَاعِ ماہِ رَمَضَانَ میں ہے :- وَتَصَدَّقُوا
 لَكَ طَلِبًا لِمَزِيدِكَ۔ یہ لفظ تصدقوا، تصدق سے فعل
 ماضی کا صیغہ ہے اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے
 تیری نعمتوں میں اضافہ چاہنے کے لئے صدقہ و خیرات دی۔
 چنانچہ علامہ سید علی خاں نے تحریر کیا ہے کہ تصدق اعطی
 صدقة وہی ما یخرجہ الانسان من مالہ علی وجہ
 القربة (تصدق کے معنی یہ ہیں کہ اس نے صدقہ دیا اور
 صدقہ اس مال کو کہتے ہیں جسے انسان بہ نیت تقرب دیتا

(ہے) مگر اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے:- ”اور تیری تصدیق کرتے۔ اس سے مقصد تیرے احسانات ہیں۔“ غرض اس قسم کے واضح اغلاط اس مجموعہ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں جس کے بعد ایک مزید ترجمہ کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا جس میں صحت و مطابقت اصل کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ زیر نظر ترجمہ کے متعلق بھی یہ دعوے نہیں کیا جاسکتا کہ وہ خطا و لغزش اور کوتاہی تعبیر سے بری ہو گا۔ لیکن جہاں تک امکان تھا اُسے اغلاط سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے اور ہر مورد پر علامہ سید علی خاں قدس سرہ کی شرح صحیفہ ”ریاض السالکین“ پیش نظر رہی ہے اور بعض پیچیدہ اور مشکل عبارات کے سلسلہ میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ شروح و حواشی میں سے شرح نعمت اللہ الجزائری رحمہ اللہ، تعلیقات میر باقر داماد رحمہ اللہ، حواشی محسن فیض

رحمہ اللہ اور حدیقہ بلائیہ جناب شیخ بہاء الدین رحمہ اللہ بھی
 محل استفادہ رہے ہیں اور حواشی کے سلسلہ میں احیاء العلوم
 غزالی اور جامع السعادات شیخ محمد مہدی نراقی رحمہ اللہ سے
 استفادہ کے علاوہ ریاض السالکین کی شاداب روشوں سے بھی
 گل چینی کی گئی ہے اور اب ان پھولوں کو بے سلیقہ ہاتھوں
 سے سجا کر اس توقع کے ساتھ ناظرین کے سامنے پیش کیا
 جاتا ہے کہ وہ ان دُعاؤں کی تلاوت کے وقت مترجم کو
 دعائے خیر سے یاد کریں گے۔

مقدمہ صحیفہ کاملہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله عجیب الدعوات وفاعل الخيرات
والصلوة على محمد ﷺ وآله صلواة عالية على
الصلوات ومشرفة فوق التحيات۔ ”صحیفہ کاملہ“
اسلام کی ابتدائی دورِ تدوین و تالیف کی ایک الہامی تصنیف
ہے جو حضرت امام زین العابدین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
دُعاؤں اور مناجاتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی عظمت و اہمیت
اور اعتماد و وثوق کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ حضرتؑ نے
خود اس کی ترتیب و تدوین کا اہتمام فرمایا اور اپنے دونوں
صاحبزادوں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جناب زید

شہید رحمہ اللہ سے جبکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
 بھی اس موقع پر موجود تھے اسے قلمبند کروایا تاکہ اس کے
 ضبط و حفظ کا سامان مکمل ہو جائے اور اس کے ذریعہ تعلیم
 و ہدایت کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام
 نے اپنا تحریر کردہ صحیفہ امام جعفر صادقؑ کے سپرد فرمایا، اور
 آپ نے وہ دعائیں متوکل ابن ہارون کو لکھوا دیں۔ اور جناب
 زید کا نسخہ اُن کے فرزند یحییٰ کی طرف منتقل ہوا اور اُن سے
 محمد ابن عبد اللہ ابن حسن مثنیٰ اور اُن کے بھائی ابراہیم کے
 ہاتھوں میں پہنچا اور اس طرح حفظ و سماعت اور نقل
 و کتابت کے ذریعہ منتقل ہوتا ہوا دنیا سے اسلام میں پھیل
 گیا، اور ہر دور میں قبولیت عامہ نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور
 پرستارانِ حقیقت و حلقہ بگوشانِ امامت نے اسے آویزہ
 گوش عقیدت بنایا اور قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ ساتھ

اس کا ورد بھی اپنے معمول میں سے قرار دے لیا اور چھٹی
 صدی ہجری کے نصفِ اول میں اسے زبورِ آلِ محمدؐ و انجیل
 اہل بیت کے ناموں سے یاد کیا جانے لگا۔ یہ نام اس لحاظ
 سے تجویز کئے گئے کہ اس کے حکیمانہ ارشادات و بصائرِ موثر
 ادعیہ و اوراد اور دلنشین حکم و نصائحِ آسمانی صحیفوں کے
 اسلوب کے آئینہ دار اور اُن کی تعلیمی رُوح کے حامل ہیں۔
 چنانچہ صاحبِ ریاض السالکین نے بعض اہل عرفان کا یہ
 قول نقل کیا ہے کہ:-

انہا تجری ہجری التنزیلات السباویة وتسیر
 مسیر الصحف اللوحیة والعرشیة

”صحیفہ کاملہ آسمانی کتابوں کے اسلوب اور عرش و لوح
 کے صحیفوں کی روش کا مکمل نمونہ ہے۔“

اور دوسرے یہ کہ اس صحیفہ کی نسبت امام زین العابدینؑ کی

طرف اسی طرح شک و شبہ سے بالاتر ہے جس طرح زبور کی نسبت
 حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اور انجیل کی نسبت حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام کی طرف ہر قسم کے شبہ سے بلند تر ہے۔ چنانچہ اس
 موضوع پر بعد میں جتنی کتابیں تالیف ہوئی ان کے مؤلفین
 اپنے مجموعوں میں دُعاءِ علی ابن الحسین کے عنوان
 سے اس مجموعہ کی دُعاؤں کو نقل کرتے رہے اور ان میں سے
 کسی ایک نے بھی اس کی صحت نسبت کے متعلق کسی خدشہ کا
 اظہار نہیں کیا اور بغیر کسی پس و پیش کے اسے کلامِ امام تسلیم
 کیا ہے۔ اگر انہیں اس کے کسی پہلو میں کمزوری و خامی کا شائبہ
 نظر آتا تو وہ خاموشی کو اصولِ دیانت کے خلاف سمجھتے ہوئے
 اس کے خلاف آواز بلند کرتے اور اپنے شبہات کا اظہار کرتے
 مگر کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا۔ جس سے یہ حقیقت واضح

ہو جاتی ہے کہ ان سب کے نزدیک یہ کلام امام ہے جس
 میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ہر کلام
 کے کچھ خصوصیات ہوتے ہیں جن سے انتساب کے سلسلہ
 میں بڑی حد تک مدد لی جاسکتی ہے۔ اور لب و لہجہ و اسلوب بیان
 کو دیکھ کر متکلم کو پہچانا جاسکتا ہے۔ جب کلام، متکلم کا آئینہ بردار
 ہوتا ہے تو صحیفہ کے الفاظ کا حُسن، معنی کی کشش اور کلام کی دل
 آویزی اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے غیر کی طرف اس کی
 نسبت دی ہی نہیں جاسکتی۔ کیونکہ اس کے ایک ایک جملہ کی
 ساحرانہ بلاغت اور ایک ایک فقرہ کی معجزانہ فصاحت اس کی شاہد
 ہے کہ اس کا سرچشمہ وہی دو دمانِ رسالت ہے جس کا کلام فوق
 کلام البشر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ صحیفہ کاملہ اگر ایک طرف آلِ محمد
 علیہم السلام کی فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار ہے۔ تو دوسری

طرف اُن کے خصوصیات و ذاتی کمالات کا بھی ترجمان ہے چنانچہ اس کے صفحات پر ان کی حیاتِ طیبہ کے نقوش کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اگرچہ سیاسی مصالح نے دُنیا کو اُن سے پوری طرح روشناس نہ ہونے دیا اور ان کی علمی و عملی رفعت پر تعصب و تنگ نظری نے پردے ڈال دیئے مگر ان کے اقوال و ارشادات وہ ہیں جو اُن کی عملی زندگی کی پاکیزگی اور اُن کی علمی وسعت و بلندپائگی کی روشن دلیل ہے۔ چنانچہ اس صحیفہ میں دُعاؤں کے ضمن میں علم الہیات، فلکیات، اور عصری اکتشافات کی طرف جو اشارے کیے گئے ہیں وہ اُن کی وسیع النظری اور علمی ہمہ گیری کی وہ واضح برہان ہیں جسے عصبیت کا غبار چھپا نہیں سکتا۔

صحیفہ اور طرز نگارش:

دورِ جاہلیت اور اوائل اسلام کے طرزِ تحریر و انداز

نگارش کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اُس دور کا ادب دقیق اور بھاری بھر کم الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا اور تشبیہ و استعارہ اور تر صبیح و تجنیس وغیرہ سے کلام میں حسن و دل آویزی پیدا کی جاتی تھی۔ مگر آلِ محمدؐ نے جس کی امتیازی مثال صحیفہ کاملہ میں نظر آتی ہے، کلام میں سلاست و روانی سے کام لے کر سلیس و سادہ انشا پر دازی کی بنیاد رکھی اور طرزِ نگارش کو ایک نیا اسلوب بخش کر اہل قلم کو اس کے تتبع کی دعوت دی اور سجع و تر صبیح کی بندشوں کو توڑ کر تاویہ و تعبیر کی وسعتیں بڑھا دیں اور ہلکے پھلکے الفاظ کی وہ بستیاں آباد کیں، جن کے سامنے مقفیٰ و مسجع عبارتوں کے مزین کا شانے ویران ہو گئے اور سیدھی سادی لفظوں اور سادہ و دل نشین ترکیبوں میں وہ کیف بھر دیا کہ تجنیس و تر صبیح کا مصنوعی حُسن اس کی قدرتی و فطرتی سادگی کے آگے ماند پڑ

گیا۔ اور اصل جو ہر فصاحت یہی ہے کہ موضوعِ کلام کچھ بھی ہو، زبان کی روانی اور کلام کی سلاست میں لوچ نہ آئے اور الفاظ اپنی جزالت اور سحر آفرینی سے دل کی گہرائیوں میں اترتے چلے جائیں۔ اس سہل و دل نشیں طرزِ تحریر کا اصل محرک دُعاء و مناجات ہے اور دُعاء و مناجات کے کلمات تلفظ و ادائیگی اور صوتی کیفیت میں رقت و نرمی اور سوز و گداز کے مقتضی ہوتے ہیں اور ان میں ربط و ترتیب اور حسن آفرینی مقصود نہیں ہوتی کہ کلام کے خد و خال کو نکھارا اور اس کے نوک پلک کو سنوارا جائے اور اندوہ غم کے تاثرات اور رنج و الم کے جذبات میں اس کا موقع ہی کہاں ہوتا ہے کہ جملوں کی ساخت اور لفظوں کی تراش خراش کی طرف توجہ کی جاسکے۔ چنانچہ یہ صحیفہ اول سے لے کر آخر تک درد و غم کی آہوں اور کرب و اضطراب کی

صداؤں پر مشتمل ہے جس میں کچھ دُعا ئیں ہیں اور کچھ
 مناجاتیں۔ جن میں نہ تصنع کا شائبہ ہے اور نہ آورد کی جھلک،
 نہ فلسفیانہ اُلجھاؤ ہیں نہ منطقیانہ پیچ و خم بلکہ ہر مقام پر وہی
 سیدھا سادا انداز بیان ہے جو ایک دُعا کا ہونا چاہئے۔ مثال
 کے طور پر حضرت کی دُعا کے اس جُز کو دیکھیے کہ اس
 میں تضرّع والحاح کے ساتھ کتنی آمد، بے تکلفی اور سلاست
 کا فرما ہے:-

سَجَانِكَ نَحْنُ الْمُضْطَرُونَ الَّذِينَ أَوْجَبْتَ اجَابَتَهُمْ
 وَاهْلَ السُّوءِ الَّذِينَ وَعَدْتَ الْكَشْفَ عَنْهُمْ وَ
 أَشْبَهَ الْأَشْيَاءِ بِمَشِيَّتِكَ وَأُولَى الْأُمُورِ بِكَ فِي
 عَظَمَتِكَ رَحْمَةً مِنْ أَسْتَرْحَمَكَ وَغُوثٍ مِنْ
 اسْتَغَاثَ بِكَ فَارْحَمْ تَضَرَّعْنَا وَاغْنِنَا أَذْطَرَحْنَا
 أَنْفُسَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ۔

”پاک ہے تو ہم وہ پریشان و لاچار ہیں جن کی دُعاء کو قبول کرنا تو نے ضروری قرار دیا ہے اور وہ گرفتارِ انِ بلا ہیں جنکی مصیبتوں کو دور کرنے کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ تیری مشیت کے نہایت مناسب اور تیری عظمت کے بہت شایان یہ ہے کہ جو تجھ سے رحم کی التجا کرے اس پر تو رحم کرے اور جو تجھ سے فریاد کرے اس کی فریاد کو پہنچے۔ تو اب ہماری عجز و زاری پر رحم فرما اور جبکہ ہم نے اپنے کو تیرے سامنے پیش کر دیا ہے تو ہمیں (ہر فکر و غم سے) بے نیاز کر دے۔“

صحیفہ اور اسلوبِ خطاب:

اللہ کو پکارنے اور خطاب کرنے کے لئے الفاظ کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں ہے۔ کیونکہ اُسے گنے چنے ناموں اور مخصوص

صفتوں ہی سے یاد کیا جاسکتا ہے۔ اور ہر وہ لفظ جو کسی بلند
 صفت کا پتہ دیتی ہو ضروری نہیں کہ اس کا اطلاق اللہ کی ذات
 پر درست ہی ہو، ہو سکتا ہے کہ وہ اس کی شانِ علو و عظمت
 کے منافی ہو۔ جیسے عارف، عاقل، ذکی وغیرہ۔ اسی طرح
 عربوں کے بعض دُعائیہ کلمات میں جو اس قسم کے الفاظ
 پائے جاتے ہیں انہیں اللہ کی رفعت و عظمت کے لحاظ سے
 مناسب و موزوں نہیں سمجھا جاسکتا ہے جیسے یا ابا المکارم ”اے
 بزرگیوں کے باپ“ اب کے لغوی معنی باپ کے ہیں اور یہ
 اس کے ساحتِ قدس کے لیے زیبا نہیں ہے۔ اگرچہ
 یہاں پر اس کے معنی ’والے‘ کے ہیں۔ اسی طرح یا ”ابیض
 الوجہ“ اے روشن چہرے والے۔ اگرچہ وجہ انتساب کسی
 معنی سے اس کی طرف ہوا ہے۔ جیسے فاینما تو لوافتم وجہ اللہ۔
 ”تم جد ہر بھی رُخ کرو گے ادھر اللہ ہی اللہ ہے۔“ مگر اسے

اور اس جیسے دوسرے الفاظ کو جن کا اطلاق مجازاً اس کی ذات
 پر ہوا ہے ایسے اضافہ کے ساتھ استعمال کرنا جو دوسروں ہی
 کے لئے بولے جاتے ہیں، قدرت کے لئے موزوں
 نہیں ہیں۔ اگرچہ کہنے والے کی اس سے مراد یہ ہے کہ اس
 کی ذات ہر نقص و عیب سے بری ہے۔ اسی طرح یا عریض
 الجفۃ۔ ”اے بڑے پیالے والے“ اس سے استعارۃً کریم
 و سخی مراد لیا جاتا ہے۔ کیونکہ بڑے پیالے اُسی کے ہاں
 ہوں گے جس کے ہاں مہمانوں کا ہجوم رہتا ہو۔ مگر اللہ کے
 جود و کرم کی وسعتوں اور خوانِ کرم کی پہنائیوں کا اندازہ
 پیالوں اور پیمانوں سے نہیں لگایا جاسکتا کہ اس قسم کے
 استعارہ کو اس کے لیے مناسب و موزوں سمجھا جائے۔ اس
 کے مقابلہ میں صحیفہ کی دُعاؤں کے الفاظِ خدا اللہ کی عظمت
 و تقدیس کے آئینہ دار ہیں کہ نہ کوئی کلمہ اس کے ساحت

جلال کے منافی اور نہ کوئی جملہ اس کی شانِ رفعت کے خلاف
 نظر آتا ہے۔ بلکہ ہر کلمہ اس کے اوصافِ حسن و کمال کا
 ترجمان اور ہر جملہ اس کی شانِ تنزیہ و تقدیس کا حامل ہے۔
 چنانچہ دُعا و طلب گاری کے سلسلہ میں چند متفرق الفاظِ ندا کو
 دیکھئے کہ امام علیہ السلام کس اسلوب اور کس لب و لہجہ
 میں اسے والہانہ انداز سے پکارتے ہیں کہ معافی کا حسنِ قلب
 و رُوح کو جذب کرتا اور الفاظ کا ترنمِ نغمہ شریں کی طرح
 کانوں میں گونجتا معلوم ہوتا ہے۔

انت الکریم المتکرم انت الکریم الاکرم
 انت الجواد الکریم یا ولی الاحسان یا رحمن
 الدنیا والآخرۃ یا منتهی مطلب الحاجات ویا من
 عنده نيل الطلبات انک ذو الفضل العظیم
 والبن القدیم انک المتفضل بالاحسان

المتطول بالامتنان انك ذو الجلال ولا كرام۔
 تو کرم و بخشش کرنے والا اور ہر عیب سے پاک ہے تو جو دو
 سخا کرنے والا اور بزرگ و برتر ہے۔ تو سخی و کریم ہے اے
 احسان کرنے والے اے دنیا و آخرت میں رحم کرنے
 والے۔ اے وہ ذات جو حاجت طلبی کی آخری منزل ہے اور
 اے وہ ذات جس سے مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ بے شک تو
 بڑے فضل والا اور قدیم احسان والا ہے۔ اور تو بہت زیادہ
 احسان کرنے والا اور اپنے لطف و کرم سے بہت بخشش والا
 ہے۔ بے شک تو بزرگی اور اعزاز والا ہے۔“

صحیفہ اور دعا کی تعلیم:

صحیفہ کی دعاؤں نے جہاں دعاء کی عظمت و اہمیت
 سے دنیا کو آشنا کیا ہے وہاں دعاء کا طریقہ بھی تلقین کیا ہے

کہ طلب و سوال کے موقع پر کیا انداز اختیار کرنا چاہئے اور کس نہج اور کس اسلوب سے دعاء مانگنا چاہئے۔ مثلاً بیمار ہو تو طلبِ شفا کے لئے کس طرح دعاء مانگے۔ قرض سے سبکدوشی کے لئے کس طرح التجا کرے۔ مقصد و حاجات کے سلسلہ میں کیا اسلوب اختیار کرے؛ توبہ و استغفار کے لئے کس طرح اُس کے سامنے گڑ گڑائے؛ مصائب و آلام سے رہائی کے لئے کس طرح اُسے پکارے۔ چنانچہ ابن جوزی سے منقول ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ

ان علی ابن الحسین زین العابدین له حق
التعلیم فی الاملاء والانشاء و کیفیة المکالمۃ
و المخاطبة و عرض الحوائج الی اللہ تعالیٰ فانہ
لولاہ لم یعلم المسلمون کیف یتکلمون
و یتفہون سبحانہ فی حوائجہم فان ہذا الامام

عليهم بانه متى ما استغفرت فقل كذا و متى
استسقيت فقل كذا و متى ما خفت من عدو قل
كذا

حضرت زین العابدین علی بن الحسینؑ انشاء و تحریر اور اللہ سبحانہ
سے تکلم و خطاب اور اس کے حضور عرض حاجات کے سلسلہ
میں مسلمانوں پر حق تعلیم و اُستادی رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ
اگر حضرت نہ ہوتے تو مسلمان یہ نہ جان سکتے کہ وہ اللہ سبحانہ
سے کس طرح خطاب کریں اور کس طرح سے اپنی حاجتیں
طلب کریں اور حضرت ہی نے مسلمانوں کو سکھایا ہے کہ اگر
توبہ کرو تو یہ کہو اور طلبِ بارِاں کرو تو یہ کہو اور دشمن کا خطرہ
ہو تو یہ کہو۔“

(مقدمہ صحیفہ آغا سید شہاب الدین مرعشی)

اس کے علاوہ یہ تعلیم بھی ملتی ہے کہ کن کن

اوقات میں دعاء مانگے کے قبولیت اس کے خیر مقدم کے لئے بڑھے۔ چنانچہ صحیفہ کی وہ دعائیں جو مخصوص اوقات و ایام سے وابستہ ہیں وہ اُن کے اوقات قبولیت و استجابت ہونے کا پتہ دیتی ہیں۔ جیسے دُعاۓ روزِ عرفہ، دُعاۓ نمازِ شب، دُعاۓ روزِ جمعہ وغیرہ۔ ان دعاؤں میں جہاں قبولیت کے اوقات کا لحاظ رکھا گیا ہے وہاں انسان کے عمومی اوقات فراغت کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ جیسے صبح و شام، دوپہر اور شب کے اوقات کہ جن میں بندہ یکسوئی سے اپنے معبود سے راز و نیاز اور عرض و التجا کر سکتا ہے۔ اور اگر ایسا ہو کہ ان معینہ اوقات میں طبیعت دعاء کی طرف مائل نہ ہو یا دل و دماغ میں یکسوئی پیدا نہ ہو سکے تو صحیفہ میں ایسی دعائیں بھی ہیں جو کسی وقت اور زمانہ سے مقید نہیں ہیں تاکہ انسان اوقات و ساعات سے بے نیاز ہو کر جب بھی اُس سے لو لگانا

چاہے اس کے پاس لو لگانے کا سر و سامان موجود ہو اور جس مقصد کے لئے اُسے پکارنا چاہے پکار سکے چنانچہ اُن دعاؤں میں ہر مقصد و حاجات کی دعاء موجود ہے اور ہر درد کا درمان۔ ہر دکھ کا علاج، ہر اضطراب کی تسلی اور ہر مصیبت و اندوہ کا مدد اویا جاتا ہے۔ وہ کون سی مشکل ہے جس کے لئے یہ سپر نہ ہوں اور وہ کون سی مصیبت ہے جس کے دور کرنے کا سامان ان میں موجود نہ ہو۔ وہ دشمن کا خطرہ ہو یا غنیمت کا کھٹکا، قرض کی گرانباری ہو یا رزق کی تنگی، غموں کی فراوانی ہو یا بلاؤں کا ہجوم؛ درد و الم کی طوفان انگیزی ہو یا شدتِ مرض کی جانکاہی افکارِ دنیا کی کشمکش ہو یا روزِ آخرت کا دھڑکا، سب کی چارہ سازیوں کا سر و سامان ان میں موجود ہے۔ اب اس دولتِ فراوان کے ہوتے ہوئے کوئی اپنی بے چارگی و بے نوائی کا علاج نہ کرے تو وہ خود اپنی محرومی و

ناکامی کا باعث ہو رہا ہے اور کوئی اپنے فقر و احتیاج کو دور کرنے کے لئے کریم کے در پر دستک نہ دے تو وہ خود اپنے لئے افلاس و نکبت کو دعوت دے رہا ہے۔ یہ دستِ کریم کی بخیلی نہیں بلکہ طلب کرنے والے کی کوتاہی و سہل انگاری ہے

گر گدا کا ہل بود تقصیر صاحب خانہ چیست

خوف و رجاء کی تلقین:

عبودیت کی تکمیل کے لئے خوف و رجاء کے ملے جلے جذبات کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ خوف و رجاء سے فکر و اعتقاد میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور یہی پختگی عمل کی تحریک کرتی ہے اور نتیجہ میں انسان اپنی اعتقادی و عملی زندگی کو سنوار لے جاتا ہے۔ چنانچہ اُمید و رجاء سے وابستگی ہوگی تو

طلب و سعی میں سرگرمی پیدا ہو جائے گی اور وہ کسی حالت
 میں بھی عمل و اطاعت سے جی نہیں چرائے گا اور اُمید کے
 سہارے پر قدم آگے بڑھاتا چلا جائے گا۔ اور یہ اُمید و رجاء
 ہی کا کرشمہ ہے کہ اللہ کی راہ میں کلفتیں اور اذیتیں اسے پیش
 آتی ہیں اُنہیں خندہ پیشانی سے جھیل لے جاتا ہے۔ اور کسی
 موقع پر زبان کو شکوہ وہ شکایت سے آلودہ نہیں ہونے دیتا۔
 اور دل میں خوف بسا ہوا ہو گا تو وہ انجام کار کی کامیابی سے
 مطمئن ہو کر غفلت میں نہیں پڑے گا اور محاسبہ کے ڈر سے
 گناہوں کے خارِ زار میں پھاندنے سے جھجکے اور برائیوں کے
 بھنور میں اُترنے سے ڈرے گا کیونکہ خوف طبعاً محرمات سے
 عنناں گیر، اور نشہ باطل کی فریب خوردگی سے مانع ہوتا ہے
 اور اسے اپنے کسی عمل پر نازاں اور مغرور نہیں ہونے دیتا،
 چاہے وہ عمل کتنا بلند، پاکیزہ اور خلوص کا حامل ہو۔ چہ

جائے کہ پر فریب طفل تسلیوں سے نفس کو دھوکا دے اور اپنے عقبیٰ کی باز پرس سے بالاتر سمجھ لے۔ مگر یہ نتائج و اثرات اُس صورت میں مرتب ہو سکتے ہیں جب ان دونوں حالتوں میں توازن و اعتدال کا فرما ہو اور اُمید و رحمت کے احساس کے ساتھ قہر و غضب کا تصور اور قہر و غضب کے احساس کے ساتھ لطف و رافت کا تصور بھی قائم ہو۔ اور اگر صرف اُمید ہی لگائے رہے تو وہ خوشیوں کے ایسے خواب دیکھنا سیکھ جاتا ہے جو کبھی پورے نہیں ہوتے اور آخر اسے نقصان و ہلاکتِ ابدی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ

اللہ کے عذاب سے صرف گھٹا اٹھانے والے ہی مطمئن ہوتے ہیں۔

اور اگر دل و دماغ پر خوف ہی خوف چھایا رہے تو وہ اپنے لئے خوشگوار مستقبل کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور یاس و نامرادی کی ایسی گہرائیوں میں جا پڑتا ہے جہاں سے کوئی ہاتھ اُسے سہارا دے کر اُبھار نہیں سکتا۔ اور نتیجہ میں یقین کی روح پڑ مردہ اور ایمان کا سوتا خشک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے:

ولا یعایس من روح اللہ الا
اللہ کی رحمت و بخشش سے صرف کافر
القوم الکفرون ۵
ہی مایوس ہوتے ہیں۔

اور اگر ان دونوں متضاد سمتوں میں درمیانی راہ پیدا کر لے اس طرح کہ کسی سمت سے بے تعلق نہ ہونے پائے، تو نہ اُمید کی فتح مندیاں اُسے مغرور بنا سکیں گی اور نہ یاس کی نا

اُمیدیاں اُسے بھیانک اندھیروں میں بھٹکنے دیں گی بلکہ زندگی کے تمام گوشے تقویٰ و عبودیت کی تابندگیوں سے روشن و منور ہو جائیں گے اور امید و بیم کے سایہ میں حسنِ عمل کا کارواں کامیابی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہے گا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

انهم كانوا يسارعون في الخيرات ويدعوننا رغبا
ورهباً وكانوا ناخشين O

وہ لوگ نیکیوں کی طرف تیزی سے بڑھتے تھے اور ہمارے فضل و کرم سے اُمید لگاتے اور ہمارے عذاب سے ڈرتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے سامنے سرِ نیاز جھکاتے ہوئے تھے۔

اُمید و بیم کے سلسلہ میں یہودی و مسیحی نظریات اسلام کے نظریہ اعتدال کے خلاف ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے خدا کو قہر

و غضب کا ایک مرقع بنا کر پیش کیا جس کے ہاں رحمت و رافت اور عفو و درگزر کی اگر گنجائش ہے تو بہت ہی کم۔ اور عیسائیوں نے قہر و غضب کے مقابلہ میں لطف و رحمت کے عناصر اتنے بڑھادیے کہ مکافات عمل سے مطمئن ہو گئے۔ مگر اسلام نے ان دونوں کے درمیان ایک متوازن سطح قائم کی اور رحمت کے ساتھ عدالت اور عدالت کے ساتھ لطف و مرحمت کا تصور بھی برقرار رکھا تا کہ رحمت کا تصور انجام کار کی کامیابی سے مایوس نہ ہونے دے۔ اور عدالت کا عقیدہ اس کے احکام کی بجا آوری سے غفلت میں نہ ڈال دے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

انه ليس من عبد مومن الا وفي قلبه نوران نور خيفة ونور رجاء لو وزن هذا الميزد على هذا۔

ہر مومن کے دل میں دو نور ہوتے ہیں۔ ایک نور خوف اور

ایک نور رجاء۔ اس طرح کہ اگر ان دونوں کو وزن کیا جائے تو دونوں ترازو کے تول برابر اتریں گے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خوف و رجاء کو کس طرح نقطہ اعتدال پر لایا جاسکتا ہے اور کیونکر ان کی شدت کو کم کر کے ان میں ایک متوازن حالت پیدا کی جاسکتی ہے۔ تو یہ خوف و رجاء کے محرکات اور عوامل سے وابستہ ہے۔ اور اس سلسلہ میں صحیفہ کاملہ کی دعائیں اپنی اثر اندازی کے لحاظ سے انفرادی حیثیت کی حامل ہیں۔ چنانچہ صحیفہ کی جس دعاء پر نظر کی جائے، ہر دعاء میں خوف و رجاء کے دوائی و اسباب دوش بدوش نظر آئیں گے۔ جن سے خوف کی پڑمردگی کے ساتھ اُمید کی تروتازگی اور عفو و رحمت کی توقع کے ساتھ خوف و ہراس کی دھڑکن بھی برقرار رہتی ہے۔ وہ خوف و رجاء کے محرکات کیا ہیں۔ ذیل میں اُن کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اور

صحیفہ میں سے ایک آدھ دعاء کا جُز بھی بطور نمونہ و استشہاد درج کیا جاتا ہے تا کہ یہ امر واضح ہو سکے کہ یہ دُعائیں ان صفات کے پیدا کرنے میں کس حد تک کامیاب ہیں اور کس موثر پیرایہ سے ہیبت و جبروت الہی اور رحمت و رافت خداوندی کو نگاہوں کے سامنے پیش کرتی اور روح کو خوف و رجاء کے جذبات سے متاثر کرتی ہیں۔

دواعی خوف:

پہلا داعی یہ ہے کہ انسان اُن گناہوں کو یاد کرے جن کا مرتکب ہوتا رہا ہے، اور اُن حقوق کا خیال کرے جن سے عہدہ برآ ہونے کی اب کوئی صورت باقی نہیں رہی کیونکہ وہ افراد دنیا میں موجود ہی نہیں ہیں جن کے حقوق اس کے ذمہ تھے کہ وہ ان کا تدارک کر سکے یا اُن سے عفو و درگزر کی

درخواست کرے۔ تو اب اللہ کے گناہوں سے اگر توبہ کر
 بھی لے تو لوگوں کے حقوق و مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے
 کی کیا سبیل کر سکتا ہے۔ امام علیہ السلام اس داعی خوف کی
 طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ وَعَلَيْ تَبَعَاتٍ قَدْ حَفَظْتَهُنَّ وَتَبَعَاتٍ قَدْ
 نَسِيتَهُنَّ وَكَلِهْنَ بَعِينِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَعَلَيْكَ
 الَّذِي لَا يَنْسِي فَعَوِضْ عَنْهَا أَهْلَهَا وَاحْطُطْ عَنِّي وَ
 زَرِّهَا وَخَفِّفْ عَنِّي ثِقَلَهَا وَاعْصِمْنِي مِنْ أَنْ أَقَارِفَ
 مِثْلَهَا۔

اے اللہ میرے ذمہ کتنے ایسے حقوق ہیں جو مجھے یاد ہیں اور
 کتنے ایسے مظالم ہیں جو مجھے بھول چکے ہیں۔ لیکن وہ سب کے
 سب تیری ان آنکھوں کے سامنے ہیں جو خواب آلودہ نہیں
 ہوتیں اور تیرے اس علم میں ہیں جس میں فرو گزاشت

نہیں ہوتی لہذا جن لوگوں کا مجھ پر کوئی حق ہے اس کا انہیں
 عوض دے کر اس کا بوجھ مجھ سے برطرف اور اس کا بار ہلکا کر
 دے اور مجھے پھر ویسے گناہوں کے ارتکاب سے بچائے
 رکھ۔“

دوسرا داعی یہ ہے کہ اللہ نے اپنے قہر و غضب سے
 گنہگاروں اور مجرموں کے لئے جو سزا و عقوبت تجویز کی ہے
 اُس کی شدت و سختی کا تصور کرے، اور جہنم کے ان بھڑکتے
 ہوئے شعلوں کا نقشہ اپنی آنکھوں کے سامنے جمائے کہ جن
 میں وہ ایندھن کی طرح جلتا ہو گا اور ہر طرف سے سانپ بجھو
 منہ کھولے ہوئے اس پر حملہ آور ہوں گے۔ اور وہاں نہ
 کوئی فریاد سننے والا ہو گا اور نہ کوئی اس عذاب سے بچانے
 والا ہو گا۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

اعوذ بك من عقار بها الفأجرة افواها وحياتها

الصالحۃ بانیا بہا و شرابہا یقطع امعاء و افئدة
سکانہا و ینزع قلوبہم۔

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم کے ان بچھوؤں
سے جن کے منہ کھلے ہوں گے اور ان سانپوں سے جو دانتوں
کو پیس پیس کر پھنکار رہے ہوں گے اور اُس کے کھولتے
ہوئے پانی سے جو انتڑیوں اور دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر
دے گا اور (سینوں کو چیر کر) دلوں کو نکال لے گا۔“

تیسرا داعی یہ ہے کہ اس امر پر غور کرے کہ جب
وہ گرم ہوا کے جھونکوں سے پریشان ہو جاتا ہے، اور مجھڑ
ایسے معمولی جانوروں کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے تو جب
جہنم کے شعلے اس کی طرف لپکیں گے اور سانپ اور بچھو
اسے لپیٹیں گے تو کیا وہ قہر الہی کی بھڑکائی ہوئی آگ کی
تپش اور زہریلے جانوروں کے حملہ کو سہ لے گا، اور وہاں کے

قسم قسم کے عذابوں کو برداشت کر لے گا۔ بھلا یہ کہاں ممکن ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام جہنم کے عذاب کے مقابلہ میں اپنی بے بسی و لاچاری کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

هذه النفس الجزوة وهذه الرمة الهلوة التي لا تستطيع حرّ شمسك فكيف تستطيع حرّ نارك التي لا تستطيع صوت رعدك كيف تستطيع صوت غضبك۔

یہ میرا بیتاب نفس اور بے قرار ہڈیوں کا ڈھانچہ جو سورج کی تپش کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تیرے جہنم کی تیزی کو کیسے برداشت کر لے گا اور جو تیرے بادل کی گرج ہے کانپ اٹھتا ہے وہ تیرے غضب کی آواز کو کیسے سن سکتا ہے۔“

چوتھا داعی یہ ہے کہ خدا کی لامحدود قوت و طاقت کے مقابلہ میں اپنی کمزوری و لاچاری کا تصور کرے اور یہ

سوچے کہ وہ اس پر ہر طرح سے قدرت و اختیار رکھتا ہے اور جب چاہے اور جس طرح چاہے اسے اپنی گرفت میں لے سکتا ہے۔ اور یہ اس کے ادنیٰ اشارے کے سامنے اتنا بھی ٹھہر نہیں سکتا جتنا ایک تیکا طوفانی لہروں کے سامنے، اور ایک پر کاہ تند آندھیوں کے آگے۔ اور زمین و آسمان، سمندر، پہاڑ غرض کائنات کے کسی گوشہ میں پناہ نہیں لے سکتا۔ چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ اَنْتَ طَالِبِي اَنَا هَارِبَتُ وَاَمْدَرُ كِي اَنَا
فَرَرْتُ فَهَآ اَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ خَاضِعٌ ذَلِيلٌ رَاغِمٌ۔

اے اللہ! اگر میں بھاگنا چاہوں تو تو مجھے ڈھونڈ لے گا اگر راہ گریز اختیار کروں تو تو مجھے پالے گا۔ پھر دیکھ میں عاجز ذلیل اور شکستہ حال تیرے سامنے کھڑا ہوں۔“

محرماتِ رجاء:

پہلا محرم یہ ہے کہ اللہ کی اُن نعمتوں پر نظر کرے کہ جن کے لئے نہ کچھ کہنے سننے کی ضرورت پڑی اور نہ کسی سفارش کرنے والے کی احتیاج ہوئی بلکہ اس نے از خود پرورش و تربیت کے تمام سروسامان مہیا کر دیئے کہ جو شکمِ مادر سے لے کر زندگی کی آخری سانسوں تک ہر ضرورت اور ہر حالت کے مطابق ملتے رہتے ہیں۔ یہ اندازِ پرورش و نگہداشت اور بخشش و رحمت انسان کو آخرت کی کامرانی سے پر امید کر دے سکتی ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام اللہ کی ربوبیت و شفقت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

حَتَّىٰ اَنْتَهِيَتْ بِي اِلَىٰ تَمَامِ الصُّوْرَةِ وَ اَثْبَتَ فِي الْجَوَارِحِ كِبَانِعَتٍ فِي كِتَابِكَ نُطْفَةً ثُمَّ مَضْغَةً

ثم عظاما فكسوت العظام لحما ثم انشأتني
 خلقا اخر كما شئت حتى اذا احتجت الى رزقك
 ولم

یہاں تک کہ تو نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا۔ جہاں میری
 صورت کی تکمیل ہو گئی۔ پھر میرے اندر اعضاء و جوارح
 ودیعت کیے جیسا کہ تو نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے، کہ
 (میں) پہلے نطفہ تھا، پھر منجمد خون ہوا، پھر گوشت کا ایک
 لوتھڑا، پھر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ، پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی
 تہیں چڑھا دیں۔ پھر جیسا تو نے چاہا ایک دوسری طرح کی
 مخلوق بنا دیا اور جب

استغن عن غياث فضلك جعلت لي قوتا من
 فضل طعام و شراب اجرته لامتك التي
 اسكنتني جوفها و اودعتني قرار رحمها۔

میں تیری روزی کا محتاج ہوا اور تیرے لطف و احسان کی دستگیری سے بے نیاز نہ رہ سکا تو تو نے اس بچے کو دے کھانے پانی میں سے جسے تو نے اس کینز کے لئے جاری کیا تھا جس کے شکم میں تو نے مجھے ٹھہرایا اور جس کے شکم میں مجھے ودیعت کیا تھا میری روزی کا سر و سامان کر دیا۔“

دوسرا محرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کرم و فیضان کی ہمہگیری پر نظر کرے کہ اُس نے اپنی نعمتوں اور بخششوں سے نہ صرف زندگی کی راحت و آسائش اور جسم کی نشوونما کا سامان کیا بلکہ روح کی تطہیر نفس کی اصلاح اور اخلاق کی تربیت کا بھی لحاظ رکھا اور جسم و روح کی ہر ضرورت کو پورا کر کے اپنی نعمتوں کو تکمیل کی حد تک پہنچا دیا تو جب دنیا میں اس کا لطف و احسان اتنا مکمل اور ہمہ گیر ہے تو آخرت میں اس کی رحمت و رافت اور شفقت و

مرحمت کتنی کامل، وسیع اور ہمہ گیر ہوگی۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس کی نعمت و بخشائش کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

الہی احمدک وانت للحمد اہل علی حسن
صنیعک الی وسبوغ نبائک علی وجزیل
عطائک عندی و علی ما فضلتنی من رحمتک و
اسبغت علی من نعمتک فقد اصطنعت عندی
ما یعجز عنہ شکری ولولا احسانک الی وسبوغ
نبائک علی ما بلغت احراز حظی و اصلاح
نفسی ولکنک ابتداتنی بالاحسان و رزقتنی فی
اموری کلھا الکفایۃ۔

اے اللہ! میں تیری حمد کرتا ہوں اور تو ہی میرے ساتھ
اچھے سے اچھا سلوک کرنے اور مجھ پر اپنی نعمتوں کے کامل
کرنے اور بڑے عطیوں کے مرحمت فرمانے اور اس بنا

پر کہ تو نے اپنی رحمت سے مجھے زیادہ سے زیادہ دیا اور اپنی نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا، سزاوارِ حمد و ثنا ہے۔ تو نے مجھ پر وہ احسانات کئے ہیں جن کے شکر سے میں عاجز ہوں اور اگر تیرے احسانات نہ ہوتے اور مجھ پر تیری نعمتیں تمام نہ ہوتیں تو میں نہ اپنا خط و نصیب حاصل کر سکتا تھا اور نہ اپنے نفس کی اصلاح کر سکتا تھا۔ تو نے میرے ساتھ احسانات میں ابتدا کی اور تمام امور میں مجھے بے نیازی عطا فرمائی۔“

تیسرا محرک یہ ہے کہ اللہ کی رحمت و رافت بے پایاں پر نظر کرے کہ اس نے ورحمتی وسعت کلّ شئیء (میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے) کہہ کر سب کو اپنے فضل و عاطفت کے سایہ میں پناہ دی ہے، اور گنہگاروں اور خطاکاروں کو اپنی آمرزش و رحمت کی اُمید دلائی ہے۔ تو اس کی وسعتِ رحمت و وعدہٴ مغفرت کے بعد مایوسی کے

اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور اُمید کی کرنیں جگمگانے لگتی ہیں۔ چنانچہ امام علیہ السلام کا ارشاد ہے:

وانت الذی تسعی رحمتہ امام

تو وہ ہے جس کی رحمت اس کے غضب سے آگے چلتی
غضبه وانت الذی عطاؤہ اکثر من منعه وانت
الذی اتسع الخلائق کلہم فی وسعہ۔

ہے۔ اور تو وہ ہے جس کی عطائیں فیض و عطا کے روک لینے
سے زیادہ ہیں اور تو وہ ہے جس کے دامن وسعت میں تمام
کائنات ہستی کی سمائی ہے۔

چوتھا محرک یہ ہے کہ اس کے اجر و ثواب کی
وسعت کو دیکھے کہ جسے کبھی دس گنا، کبھی سات سو گنا، کبھی
اس کا بھی دگنا اور کبھی بے حد و حساب سے تعبیر کیا ہے۔ تو
کیا یہ اجرِ عظیم عمل کا نتیجہ اور استحقاق کا ثمرہ ہے؟ ایسا نہیں

بلکہ یہ اس کی بخشش و انعام ہے اور اُس کے جود و کرم کا تقاضا ہے کہ وہ عمل و استحقاق سے کہیں بڑھ چڑھ کر اجر و جزا دیتا ہے۔ تو جب اجر کے سلسلہ میں اس کا فضل و احسان اتنا بڑھا ہوا ہے تو وہ گناہوں اور خطاؤں سے درگزر کرنے میں کیوں کر اپنے تقاضائے کرم سے کام نہ لے گا۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس کی بخشش و ثواب کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

وانت الذی زدت فی السوم علی نفسک لعبادک
 ترید ربھم فی متاجر تھم لک وفوزھم بالوفادۃ
 علیک والزیادۃ منک فقلت تبارک اسمک و
 تعالیت من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔

تو وہ ہے جس نے اپنے بندوں کے لئے لین دین میں اونچے
 نرخوں کا ذمہ لیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ وہ جو سودا تجھ سے کریں

اس میں انہیں نفع ہو اور تیری طرف بڑھنے اور زیادہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ تو نے کہ جو مبارک نام والا اور بلند مقام والا ہے، فرمایا ہے کہ جو نیکی لے کر آئے گا اُسے اس کا دس گنا اجر ملے گا۔

صحیفہ کی جامعیت:

صحیفہ کاملہ دعاؤں اور مناجاتوں ہی کا ایک مجموعہ نہیں ہے بلکہ الوہیت کے رموز و اسرارِ عبودیت کے دُرہائے شہوار کا ایک خزانہ عامرہ ہے جو دل و دماغ کو عظمتِ الہی کے تصور سے معمور اور کاشانہ عبودیت کو جمالِ حقیقت کے پر تو سے روشن و پر نور کر دیتا ہے۔ اس سے خوف ورجا، محو و فنا، عشق و جذب، تسلیم و رضا اور بصیرت آگہی و عرفانِ حقیقت کے سوتے اُبل کر تشنگانِ علم و عرفان کو

سیراب کرتے اور یقین و طمانینت کے آبِ حیات سے
 قلب و روح کی پیاس بجھاتے ہیں۔ اس کے صفحات پر وہ
 حقائق و معارف پھیلے ہوئے ہیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ
 کچھ وہی افراد کر سکتے ہیں جنہوں نے فلسفہ الہیات کی پرپیچ
 وادیوں کے چکر کاٹے ہوں اور حکمت و اخلاق کی ضخیم
 کتابوں کی ورق گردانی کی ہو۔ اس میں مبداء و معاد اور
 دوسرے اصولِ مذہب کو دعائیہ پیرایہ میں اس طرح بیان
 کیا گیا ہے کہ ہر اصل روح عقیدہ بن کر دل و دماغ میں اتر
 جاتی اور قلب و روح میں سرایت کر جاتی ہے۔ اس کی
 دعائیں اور مناجاتیں کائناتِ قدرت و مظاہرِ فطرت میں غور و
 خوض کی دعوت دے کر بصیرت پر جلا کرتی، شکوک و
 شبہات کے دھند لکوں کو چھانٹ کر حقیقت کی طرف رہنمائی
 کرتی اور مایوسی، پست ہمتی اور دل شکستگی کے تصورات سے

علیحدہ کر کے اُمید ورجا اور بلند ہمتی واولوالعزمی کے جذبات سے آشنا کرتی ہیں۔ ان دعاؤں میں الہیاتی و نفسیاتی حقائق کے ساتھ اصلاح معاشرہ کے اصول، دین داری و خدا پرستی کے ہدایات، طہارتِ نفس و پاکیزگی قلب کے پیغامات اور فکری و اخلاقی ارتقاء کے وہ تعلیمات بھی پائے جاتے ہیں جو انسان کو اس بلندی پر پہنچا دیتے ہیں جہاں حکمت و اخلاق کی اونچی سے اونچی چوٹیاں اس کے قدموں کے لئے گزر گاہ بن جاتی ہیں اور زندگی کا ہر شعبہ اور فکر و عمل کا ہر گوشہ دینی و اخلاقی تنویروں سے جگمگا اٹھتا ہے۔

صحیفہ کی غرض و غایت:

صحیفہ کا نصب العین اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ

انسان میں خوف ورجاء کے جذبات پیدا کر کے اُسے روح

عبادت سے آشنا کرے اور دُعاے سحر گاہی و نالہ نیم شبی کی
 لذت سے ذوقِ نیاز مندی کو تسکین بخشے اور طلب و دعاء اور
 عجز و نیاز کا سلیقہ سکھائے اور تہذیبِ نفس، پاکیزگی، کردار،
 تعمیرِ اخلاق، تشکیلِ سیرت اور تطہیرِ قلب و روح سے
 انسانیت کے جوہر نکھارے اور اسلامی حقیقتوں کو ان کے
 صحیح خدو خال کے ساتھ ظاہر و آشکارا کرے۔ لیکن یہ مقاصد
 صرف دعاؤں کے الفاظ دہرانے سے حاصل نہیں ہو سکتے
 جب تک ان کے معنی و مطالب پر نظر نہ ہو۔ اور اس کے
 ساتھ طلب و دعاء میں جوش و ولولہ اور دل میں قصد و ارادہ بھی
 ضروری ہے۔ اور اگر صرف الفاظ کی ترکیب و ترتیب پر
 اکتفا کر لی جائے اور معنی و مفہوم کے سمجھنے کی ضرورت
 نہیں سمجھی جائے تو پھر نیت و ارادہ کے بغیر بھی دعائیں
 قبول ہو جایا کرتیں اور قصد و خواہش کے بغیر بھی سیرت و

کردار میں حسن پیدا ہو جایا کرتا۔ اور ایسا ہوتا تو یہ شعبہ
 گری کا ایک کرشمہ ہوتا کسی طلب و تاثر کا نتیجہ نہ ہوتا۔ ہاں
 اگر قصد و طلب کے ساتھ الفاظ بھی موقع و محل کے مناسب
 اور رفعت الوہیت کے شایانِ شان ہوں تو قبولیت میں
 معین اور استجابت پر اثر انداز ہو سکتے ہیں اور علی الخصوص وہ
 الفاظ جو ان خاصانِ خدا کی زبان سے نکلے ہوں جو عبودیت
 کے رمزِ آشا، الوہیت کے ادا شناس اور بارگاہِ ربوبیت میں
 آدابِ کلام سے واقف ہوں اور معنی و مفہوم کے سمجھنے کے
 ساتھ اگر طلب و دعاء کے آداب و شرائط اور ورد و مناجات
 کے اوقات و لمحات بھی ملحوظ رکھے جائیں تو دعاء کی اثر
 انگیزی اور بڑھ جائے گی اور استجابت و قبولیت سے جلد ہمکنار
 ہوگی۔ لہذا اس مقصد و مفاد اور موضوع صحیفہ کو دیکھتے
 ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و سنت اور آئمہ

معصومین کے ارشادات کی روشنی میں دعاء کے آداب و شرائط بیان کئے جائیں اور اس کی ضرورت و اہمیت کو بھی واضح کیا جائے اور اس سلسلہ میں جو ایرادات وارد کئے جاتے ہیں ان کا بھی ایک حد تک ازالہ کر دیا جائے۔

وما توفیقی الا باللہ وبہ استعین

دعاء کا مفہوم:

دعاء کے لغوی معنی بلانے اور پکارنے کے ہیں اور عرف میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز اور بارگاہِ الوہیت میں مقصد و حاجت کے پیش کرنے کو کہتے ہیں اور کبھی ان کلمات پر بھی دعاء کا اطلاق ہوتا ہے جو صرف حمد و ثنائے الہی پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان میں طلب و سوال اور عرضِ حال کی صورت نہیں ہوتی چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

ارشاد ہے:

خیر الدعاء دعائی و دعاء الانبیاء من قبلی و هو
لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ البک ولہ
الحمد یحیی و یمیت و هو حی لا یموت بیدہ الخیر
و هو علّٰ کلّ شیءٍ قدیر۔

بہترین دعاء میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی دعاء ہے اور وہ یہ
ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے جو یکتا و لا شریک
ہے۔ اسی کے لئے شاہی و جہانداری ہے اور اسی کے لئے
حمد و ستائش ہے۔ وہ زندگی و موت دینے والا ہے اور وہ ایسا
زندہ ہے جس کے لئے موت نہیں۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی
ہی بھلائی ہے اور ہر چیز پر اُسے قدرت حاصل ہے۔

ان تحمیدی کلمات کو دعاء سے اس لئے تعبیر کیا گیا
ہے کہ تعریف و ستائش کے اندر طلب و سوال کا پہلو بھی

پنہاں ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی نوعیت سوال کی نہیں ہوتی، مگر طلب و سوال سے خالی بھی نہیں ہوتی۔ اور یہ طلب و عرض حاجت کا ایک لطیف انداز ہے جس کے بعد کھلے الفاظ میں عرض و سوال کی احتیاج نہیں رہتی۔ اور سننے والا مزید کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی دولت مند کے جود و سخا کی تعریف کرتے ہوئے اپنی محتاجی و بے مانگی کا ذکر کرے تو اس کے بعد یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ اس کی لب تشنگی اس کے سرچشمہ جود و سخا سے سیرابی کی طلبگار ہے جب کہ اس مدح و توصیف اور اپنی بے نوائی کے ذکر کے بعد سوال مخفی نہیں رہا۔ اس مطلب کی طرف اُمیہ بن ابی الصلت اپنے اس شعر میں جو ابن جذعان کی مدح میں کہا ہے اشارہ کیا ہے:

اذا اثنی عليك المرء يوما

کفاه من تعرضه الثناء

”جب کوئی شخص تمہاری مدح و ثنا کرتا ہے تو یہ مدح و ثنا اسے دستِ طلب بڑھانے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔“

اسی طرح اگر کوئی شخص اللہ کی بارگاہ میں اپنی احتیاج و بے نوائی اور اس کے فیضانِ کرم اور شانِ استغنا و بے نیازی کا تذکرہ کرے تو اس کے بعد کون سی بات رہ جاتی ہے جو طلب کے سلسلہ میں نہ کہی گئی ہو کہ اب کہنے کی ضرورت محسوس ہو بلکہ یہی مدح و توصیف عین طلب و سوال ہے۔

دُعاء کا حکم:

اللہ سبحانہ نے اپنی بہت سی بخششوں اور نعمتوں

کو دعاء سے وابستہ کیا ہے اور یہ اس کا لطف و احسان ہے کہ اس نے نہ صرف دُعا کی طرف رہنمائی کی بلکہ حکماً دُعا کا فریضہ عائد کر دیا تاکہ اس کے بندے اس کے فیضانِ کرم سے بہرہ مند اور اس کے انعام و بخشش سے دامنِ مراد بھرتے رہیں۔ چنانچہ قرآن و حدیث و آثارِ آئمہ طاہرین میں دُعا کے متعلق بڑی تاکید وارد ہوئی ہے۔ اور ہر طرح سے اس پر ترغیب و تحریریں دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

(۱) وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي

جب میرے بندے میرے بارے میں تم سے پوچھیں
فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ اجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَا
فَلِیَسْتَجِیْبُوْا لِیَ۔

تو کہہ دو کہ میں اُن کے پاس ہی تو ہوں اور جب کوئی مجھ

سے دُعاء مانگتا ہے تو میں دُعاء کرنے والے کی دُعاء کو سنتا اور
(مناسب ہوتا ہے تو) قبول کرتا ہوں۔“

(۲) امن یجیب المضطر اذا دعاہ و یکشف
السوء۔

وہ کون ہے کہ جب مضطر و لاچار اُسے پکارے تو وہ سنتا ہے
اور ہر دُکھ درد کو دور کرتا ہے۔“

(۳) وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔

تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ مجھ سے دُعاء مانگو میں تمہاری
دُعاء قبول کروں گا۔“

(۴) ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة

تم اپنے پروردگار کو تضرع و عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے
پکارو۔“

(۵) هو الحی لا الہ الا ہو فادعوه مخلصین لہ

الدین۔

وہی تو ہمیشہ رہنے والا ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ لہذا تم صدق نیت سے عبادت کر کے اس سے دُعاء مانگو۔“

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:
الدعاء سلاح المؤمن وعمود الدین
دعاء مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے۔“

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:
الدعاء ترس المؤمن و متی تکثر قرع الباب
یفتح لك

دعا مومن کی سپر ہے۔ جب تم بار بار دروازہ کھٹکھٹاؤ گے تو وہ تمہارے لئے کھول دیا جائے گا۔“
امام زین العابدین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان الدعاء ليرد البلاء۔

دُعابلاو مصیبت کو ٹال دیتی ہے۔“

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:
افضل العبادۃ الدعاء۔

بہترین عبادت دُعاء ہے۔“

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:
الدعاء انفذ من السنان الحديد

دعا تیز دھار والی انی سے بھی زیادہ موثر و کارگر ہوتی ہے۔“

امام موئے کاظم علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عليكم بالدعاء فان الدعاء و الطلب الى الله يرد
البلاء۔

تمہیں لازماً دُعاء مانگنا چاہئے کیونکہ اللہ سے طلب و دُعاء بلا و
مصیبت کو برطرف کر دیتی ہے۔“

امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:

عليكم بسلاح الانبياء فقل وما سلاح
الانبياء؟ قال الدعاء

تمہیں انبیاء کے ہتھیار سے آراستہ ہونا چاہئے۔ پوچھا گیا کہ وہ
ہتھیار کیا ہے؟ فرمایا: دُعا!

امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے:
بالدعاء تدفع البلاء۔

دعا رُوبلا کا ذریعہ ہے۔“

دُعا کی ہمہ گیری و فطری اہمیت:

ہر شخص دعاء کی ضرورت کو شدت سے محسوس
کرتا ہے اور جس چیز کی ضرورت کا احساس شدید ہو وہ اپنے
مقام پر ایک مسلمہ حقیقت کی حامل اور انسان کی فطری طلب

اور قدرتی خواہش ہوتی ہے۔ اور اگر اس کی ضرورت و
 اہمیت پر کوئی دلیل قائم نہ بھی کی جاسکے تب بھی اس کی
 واقعیت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے بارے میں
 اطمینان و یقین میں کوئی فرق پڑ سکتا ہے۔ اس لئے کہ فطرت
 کی ہم آہنگی خود سب سے بڑی دلیل ہے۔ چہ جائے کہ اس کی
 اہمیت پر فطرت و وجدان کی شہادت کے علاوہ بے شمار
 دلائل بھی قائم ہو چکے ہیں۔ چنانچہ اس کی اہمیت کے ثبوت
 کے لئے یہ کافی ہے کہ عبادات میں سب سے بڑی عبادت
 نماز ہے اور وہ بھی طلبِ دُعاء پر مشتمل ہے؛ جسے ہر روز کم از
 کم پانچ مرتبہ بجالانا ضروری ہے۔ اور اذکارِ نماز میں سب سے
 اہم سورۃ فاتحہ ہے۔ اور وہ سراپا دُعاء ہے۔ اور قرآن مجید
 میں آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، ایوبؑ، شعیبؑ، یونسؑ،
 زکریاؑ، سلیمانؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور خود نبی اکرم ﷺ کی دُعاؤں

کا تذکرہ ہے۔ اور ان کے علاوہ آسیہ زنِ فرعون سحرہ مصر،
 لشکرِ طاوت، اصحابِ کہف اور دیگر اہل ایمان کی دعاؤں کا ذکر
 ہے۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دعاء انبیاء کی
 سیرت، اولیاء کا شیوہ اور خاصانِ خدا کا دستور ہے۔ علاوہ ازیں
 یہ صرف ملتِ اسلامیہ ہی کا شعار نہیں ہے بلکہ تمام ملل و
 ادیان اسے روحِ نیاز مندی اور حسنِ عبودیت سمجھتے ہیں اور
 فکر و عمل کے اختلاف کے باوجود اس نظریہ پر یک جہتی سے
 متفق ہیں کہ کوئی پکار سننے والا ہے اُسے پکارنا چاہئے اور کوئی
 دکھ درد کا مداوا کرنے والا ہے اس سے چارہ سازی کی التجا کرنا
 چاہئے۔ چنانچہ زبور کے ترانے، تورات کے نغمے، انجیل کے
 زمزمے، شام و وید اور شریمد بھگوت کی پدارتھنائیں، گرنتھ
 سپرا اور گیتا کی اپاسنائیں اور ژندادستا میں زردشت کی
 گاتھائیں اور دوسرے ادیانِ عالم کے مقدّس صحیفوں کی

دُعائیں اس کی شاہد ہیں۔ اور اسلام میں تو فریضہ دعاء کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے ترک پر جہنم کی وعید تک وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون من عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔

مجھ سے دعاء مانگو میں قبول کروں گا۔ وہ لوگ جو غرور و تکبر کی وجہ سے میری عبادت سے منہ موڑ لیتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم واصل ہوں گے۔“

مفسرین نے اس آیت میں عبادت سے دعاء کو مراد لیا ہے۔

کیونکہ دعاء عبادت ہی کا ایک شعبہ ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام بھی اس کی تائید میں فرماتے ہیں:

قسمیت دعائك عبادۃ و ترکہ استکبارا

و توعدت علی ترکہ دخول جہنم داخرین O

تو نے دُعا کا نام عبادت رکھا ہے اور اس کے ترک کو غرور
سے تعبیر کیا ہے اور اس کے ترک پر جہنم میں ذلیل ہو کر
داخل ہونے سے ڈرایا ہے۔“

دُعا کے نفسیاتی فوائد:

یہ حقیقت ہے کہ انسان جس قدر اپنے نفسیات پر
قابور کھتا ہے اسی قدر اجتماع خیالات پر قادر ہوتا ہے۔ اور
یہ دل و دماغ کی یک سوئی اور خیالات کی ہم آہنگی قوتِ
ارادی کی بنیاد ہے۔ اس قوت کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن اس
سے انکار نہیں ہو سکتا اور تجربہ شاہد ہے کہ اپنے مقصد میں
عموماً وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اس طاقت کے حامل
ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف پراگندہ خیال لوگ خیالات
کی ادھیڑ بن میں اپنی زندگی ختم کر دیتے ہیں اور منزل

مقصود تک رسائی انھیں نصیب نہیں ہوتی۔ اس قوتِ ارادی کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے یقین کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ارادہ کی پختگی یقین کی مضبوطی سے وابستہ ہے اس لئے کہ مشکوک و غیر یقینی چیزوں سے ارادہ کا حتمی تعلق نہیں ہوتا۔ لہذا جب تک یقین کامل نہ ہو گا ارادہ بھی کامل نہیں ہو سکتا۔ اور مقصد کے حصول کے لئے جو اسباب درکار ہیں ان کے عناصر صرف دو ہیں۔ ایک ارادہ اور دوسرے یقین۔ لیکن ہر شخص میں یہ قوت و طاقت نہیں ہوتی کہ وہ انہیں براہِ راست حاصل کر لے جائے اس لئے ایک ایسی چیز کی ضرورت ہے جو دل و دماغ کو عزم و یقین کے کیفیات قبول کرنے کے قابل بناسکے اور وہ دُعاء ہے جو ان دونوں کے مجموعے کی منزل تک پہنچانے میں معین ثابت ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کی دُعاء کی اصل حقیقت مبدا کائنات سے

رابطہ پیدا کرنا اور اس کی قوت و طاقت کو دیکھتے ہوئے کہ وہ
 ہر حاجت کے پورا کرنے اور ہر مشکل کے حل کرنے پر
 قادر ہے۔ اس سے اپنی حاجتوں اور آرزوؤں کو وابستہ کر دیتا
 ہے اور جوں جوں یہ رابطہ اور حل مشکلات پر اس کی قدرت
 کا تصور مضبوط ہوتا ہے شکوک کے دھند لکے چھٹنے اور یقین
 کی شعاعیں چمکنے لگتی ہیں اور خیالات ادھر ادھر بھٹکنے اور
 مختلف آستانوں کی طرف مڑنے کی بجائے ایک مرکز پر جمع
 ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں ایک متذبذب و غیر مستقل
 مزاج شخص جو ہر چیز میں شکوک پیدا کرنے کا عادی اور
 فکری استقامت سے محروم ہو چکا ہوتا ہے۔ یقینات کے
 لئے اپنے دل و دماغ میں جگہ پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح
 تمام ذرائع سے منہ موڑنے اور صرف ایک مرکز امید سے
 وابستہ ہونے سے جو ذہن میں یکجہتی و ہم آہنگی پیدا ہوتی

ہے۔ اس سے خیالات کے مجتمع کرنے کی قوتیں ابھر آتی ہیں جس کے نتیجہ قوتِ ارادی کے استحکام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ غرض دعاء، عزم و یقین کا سرچشمہ اور عزم و یقین کامیابی کا سنگِ بنیاد ہیں۔

دعاء کا دوسرا افادی پہلو یہ ہے کہ انسان کو لازماً اپنی زندگی کے نشیب و فراز میں ایسے لمحات سے دوچار ہونا پڑتا ہے جن میں تمنائیں اور آرزوئیں یا س کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں اور اضطراب کو تسلی دینے کے تمام سہارے اور اُمیدوں کے سارے بندھن ایک ایک کر کے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اس نامرادی و پریشانی کے عالم میں انسان فطرۃً کوئی سہارا ڈھونڈتا ہے جو اس کے قلق و اضطراب کے لئے تسلی و تسکین کا سامان فراہم کرے۔ اور اگر وہ یہ فیصلہ کر لے کہ اب کوئی چیز اسے بچا نہیں سکتی تو

پھر اسکے پاس کون سا سہارا رہ جاتا ہے جو اس کے ہاتھ تھام
 کر اسے زندگی کی شاہ راہ پر کھڑا کرے اور یاس کے گھٹا
 ٹوپ اندھیروں میں اُسے امید کے چراغ دکھائے اور اگر
 اس لاچاری و درماندگی کی حالت میں یہ یقین ہو کہ ایک
 بالادست طاقت اس الجھن و پریشانی سے نکال لے جاسکتی
 ہے تو اس کی طرف رجوع ہونے سے مضبوط تر سہارا کون
 ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ یقین ہی وہ چیز ہے جو پریشانیوں کے
 بادلوں کو چھانٹ دیتا ہے اور دنیا کی پیہم ناکامیوں کے بعد
 بھی مایوس نہیں ہونے دیتا اور وہ ناکامیوں اور نامرادیوں
 کے ہجوم میں انجام کار کی کامیابی کا یقین لئے ہوئے اللہ کی
 چارہ سازیوں کا اُمیدوار رہتا ہے۔ چنانچہ جب صبر انسانی کی
 بساط الٹ جاتی ہے اور متاع سکون لٹ چکتا ہے اور کامیابی و
 کامرانی کے تمام ذرائع مسدود اور وسائل ناپید ہو جاتے ہیں

تو اس وقت کرب و اضطراب کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو
 پکارنا، عجز و الحاح کا ہاتھ اٹھانا اور درد و غم روداد اور رنج و الم کی
 داستان اُسے سنانا دل کے لئے سرمایہ تسکین ثابت ہوتا ہے،
 اور یاس و قنوطیت کو امید ورجا سے بدل دیتا ہے جس سے
 انسان اپنی پاشان و پریشان قوتوں کو یکجا کر کے نئے عزم و
 ارادہ کے ساتھ حوادث سے ٹکرانے کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے اور
 ہمت شکنی کے ہولناک غار میں گرنے سے اپنے کو بچالے
 جاتا ہے۔

دعاء کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عبد و معبود کا
 رشتہ استوار اور عبودیت و الوہیت کا رابطہ مضبوط و مستحکم
 ہوتا ہے۔ کیونکہ جب سارے سہارے ختم ہو جاتے ہیں اور
 ہر طرف اُمید کے دیئے بجھے بجھے نظر آتے ہیں اور ذاتِ
 معبود کے علاوہ اور کوئی مرکز اُمید دکھائی نہیں دیتا تو احتیاج

و بے مانگی کا احساس اور عجز و بے کسی کا جذبہ دل و دماغ کو اس کے جلال و جبروت سے متاثر کر کے اس کے دروازہ پر جھکا دیتا ہے اور انسان کے سوتے ہوئے وجدان کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ تمام علّاق و اسباب سے بے نیاز ہو کر اُسے ہی پکارے گا اور اُسی سے اپنے درد کا درمان چاہے گا اور اس طلب و دُعاء کے ذریعہ اس سے لو لگائے رہے گا اور یہ ربط اور لگاؤ اُسے تقربِ معبود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دے گا۔

دُعاء کا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اس سے خدا کی قوت و طاقت پر اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے اور خود اپنی قوت و توانائی پر سے بھروسہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب انسان دُعاء کے نتیجہ میں کسی مصیبت سے چھٹکارا یا کسی مقصد میں کامیابی حاصل کرتا ہے تو اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ سب کچھ قدرت

کی کار فرمائی و کار سازی کا نتیجہ ہے جس میں خود اس کی قوت و طاقت اور کار کردگی کا ذرا نہیں ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ ہر موقع پر قدرت کی قوت و طاقت اور کار سازی پر بھروسہ کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنی کمزوری و لاچاری کو دیکھتے ہوئے کسی مرحلہ پر اپنی قوت و طاقت پر اعتماد نہیں کرتا۔ اور اصل جو ہر عبودیت یہی ہے۔ انسان کلیۃً اللہ تعالیٰ کی بالادستی پر یقین رکھے اور اپنی طاقت و توانائی پر سے اعتماد ختم کر دے اور یہ دُعاء کا ایک لازمی اثر ہے۔

دُعاء کا پانچواں فائدہ یہ ہے کہ اس سے کبر و انانیت کی طوفان انگیزیاں اور تمرّد و سرکشی کی طغیانیاں دب کر رہ جاتی ہیں۔ کیونکہ طلب و سوال کے موقع پر ایسے حرکات و اعمال کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جو سراسر عجز و نیاز اور تذلل و انکسار کے حامل ہوتے ہیں۔ جیسے ہاتھوں کو اوپر

اٹھانا، گڑ گڑا کر مانگنا، اپنے عجز و قصور کا اعتراف اور بے بضاعتی و لاچاری کا اظہار کرنا۔ یہ تمام چیزیں مستمر دانہ خیالات و جذبات کو فنا کر دیتی ہیں اور نتیجہ میں تمام اعمال و افکار عجز و نیاز کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

ایک شبہ اور اُس کا حل:

دُعاء کے سلسلہ میں یہ شبہ عام طور سے وارد کیا جاتا ہے کہ جب خداوند عالم نے قرآن مجید میں قبولیتِ دُعاء کا وعدہ کیا ہے تو پھر ہر دُعا کو قبول ہونا چاہئے حالانکہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ بہت سے دُعاء مانگنے والے مدتوں طلب و الحاح کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے اور اُن کی تمام دعائیں صدا بصر اِثابت ہوتی ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ولا یخلف اللہ وعدہ (خدا اپنے وعدے کے خلاف

نہیں کرتا) کے منافی نہیں ہے؟

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ قرآنی آیات دو قسم کے ہیں: ایک مطلق اور دوسرے مقید۔ مطلق وہ ہیں جن میں کوئی تقید و پابندی نہ ہو جیسے ادعویٰ استجب لکم (مجھ سے دعاء مانگو میں قبول کروں گا) اس میں قبولیت کے لئے کوئی قید و پابندی نہیں ہے۔ اور مقید وہ ہیں جن میں کوئی تقید و پابندی ہو جیسے بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شاء (بلکہ تم اسی سے دُعاء مانگتے ہو، اگر وہ چاہے تو تمہاری دعاء کو قبول کرے) اس میں قبولیتِ دُعاء کی مشیتِ الہی کی قید سے وابستہ کیا گیا ہے اور جب ایک ہی چیز کے لئے مطلق اور مقید دونوں قسم کی آیتیں ہوں تو تقید کو ایک توضیحی بیان تصور کرتے ہوئے مطلق آیتوں کے اندر

بھی تقید کا وجود مانا جایا کرتا ہے۔ لہذا جن آیات میں
 قبولیت دُعاء کا وعدہ قید مشیت کا پابند نہیں ہے ان میں
 مشیت کی پابندی لازماً متصور ہوگی۔ اگرچہ خود ان میں یہ تقید
 نہیں ہے مگر ایک آیت میں تقید کا ہونا اس کا ثبوت ہے کہ
 مطلق آیتیں بھی اس تقید کے حدود میں ہیں تو جب قبولیت
 دُعاء مشیت الہی کی پابند ہے تو پیش کردہ شبہ ختم ہو جاتا ہے۔
 کیونکہ جہاں مشیت الہی دُعاء کی قبولیت سے متعلق ہوگی
 وہاں دُعاء قبول ہو جائے گی اور جہاں مشیت مقتضی نہ ہوگی
 وہاں رد ہو جائے گی اور اللہ سبحانہ پر یہ پابندی عائد نہیں کی جا
 سکتی کہ وہ ہر دُعاء کو ضرور قبول کرے۔ اگر ایسا ہو تو پھر
 جہاں دو دعائیں باہم متصادم ہوں گی اس طرح کہ ایک
 شخص ایک چیز کا ”ہونا“ چاہے اور دوسرا اُس کا ”نہ ہونا“
 چاہے تو وہاں ان دو متضاد چیزوں کو کیونکر جمع کیا جاسکتا ہے

جب کہ یہ امر واضح ہے کہ ہست اور نیست کو جمع نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ خداوند عالم تو ہر چیز پر قادر ہے اور کوئی چیز اس کے احاطہ قدرت سے باہر نہیں ہے تو کیا وہ ایسا نہیں کر دے سکتا کہ ہست و نیست کو جمع کر دے تو یہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ قدرت کا تعلق صرف انہی چیزوں سے ہوتا ہے جن کا وقوع ممکن ہو۔ اور جس چیز کا وقوع عقلاً محال ہو اس سے قدرت کا تعلق بھی نہیں ہوتا۔ لہذا ایسی چیز کا اُسے پابند نہیں قرار دیا جاسکتا جس کی عقل میں کوئی گنجائش نہ ہو۔

عدم قبولیت دُعاء کے وجوہ و اسباب:

جب دُعاء کی مقبولیت مصلحت الہی سے وابستہ ہے، تو پھر جہاں مصلحت قبولیت کی مقتضی ہوگی وہاں دُعاء قبول

ہوگی اور جہاں مصلحت اس کے خلاف کی مقتضی ہوگی وہاں
دُعاء رد کر دی جائے گی۔ یہ مصلحتِ الہی مختلف اعتبارات سے
قبولیت میں مانع ہوتی ہے کبھی اس لئے کہ دُعاء مانگنے
والا اپنے نفع و نقصان سے بے خبر ہونے کی وجہ سے جس
میں بظاہر کوئی فائدہ یا خوبی دیکھتا ہے اُسے اللہ سے طلب کرتا
ہے۔ لیکن واقع میں وہ چیز اس کے لئے مضر و نقصان دہ
ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ
عَجُولًا

بسا اوقات انسان برائی کی دُعاء اس طرح مانگتا ہے جس طرح
اپنے لئے بھلائی کی دُعاء کرتا ہے (حالانکہ وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ
برائی ہے) اور انسان تو بڑا ہی جلد باز ہے۔“

ایسی صورت میں اس کے سوال کو رد کرنے ہی میں اس کی

بھلائی مضمر ہوگی اور اس سے وعدہ الہی پر آنچ نہیں آسکتی۔
 اس لئے کہ اس نے سائل کی مصلحت کو نظر انداز کر کے
 قبولیت دعاء کا وعدہ نہیں کیا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ
 میں کسی سائل کو ناکام نہیں پھیروں گا اور اس کے سامنے
 ایک ایسا سائل آجاتا ہے جو اپنی کم عقلی اور نافہمی کی وجہ سے
 ایسی چیز کا سوال کرتا ہے جو واقع میں اس کے لئے مہلک و
 تباہ کن ہوتی ہے تو اگر وہ شخص اس کے سوال کو پورا نہ
 کرے اور اس کی خواہش کو ٹھکرا دے، تو یہ وعدہ کی خلاف
 ورزی متصور نہ ہوگی کیونکہ وعدہ کرتے وقت اس کے پیش
 نظر سائل کی بہبودی تھی نہ کہ اس کی ہلاکت و تباہی۔ بلکہ ایسی
 صورت میں سائل کے سوال کو پورا کرنا اعتلاء کے نزدیک
 ایک قابل مذمت فعل ہوگا اور اس سے یہی کہا جائے گا کہ
 تم نے کیوں اس کے ایسے سوال کو پورا کیا جو اس کے لئے

مہلک و مضر تھا اور یہ کوئی نہ کہے گا کہ تم نے کیوں اپنے
 وعدہ کے خلاف کیا۔ اور کبھی مصلحت اس لئے قبولیت میں
 مانع ہوتی ہے کہ اگر دعاء مانگنے والے کی دعاء کو قبول کر لیا
 جائے تو وہ اس کے کسی اور اہم مقصد میں رکاوٹ پیدا کر
 دے گا یا اس کے کسی مفاد کے لئے ضرر رساں ہو گا۔ یا خود
 اس کے مفاد کے لئے تو ضرر رساں نہیں مگر مفادِ عمومی کو
 اس سے نقصان پہنچتا ہے۔ تو اس صورت میں مفادِ نوعی کو
 مفادِ شخصی پر ترجیح دے کر اس کی دعاء کو رد کر دیا جائے گا اور
 کبھی افعالِ ناشائستہ جیسے جھوٹ، ظلم، غصبِ حقوق، اکلِ حرام،
 ترکِ واجبات وغیرہ قبولیت میں سدِ راہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ
 یہ چیزیں خلوصِ نیت، حسنِ کردار اور صدقِ عمل کے منافی
 ہیں اور قبولیت و استجابتِ دعاء کے لئے اعمال کی پاکیزگی از
 بس ضروری ہے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

الداعی بلا عمل کالراہی بلا وتر۔

جو عمل نہیں کرتا اور دعاء مانگتا ہے وہ وہ ایسا ہے جیسے بغیر
چلہ کمان کے تیر چلانے والا۔“

بلاشبہ عمل کے بغیر دعاء کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی مرض
کے لئے دوا تو استعمال کرے مگر اس کے ساتھ ایسی
چیزیں بھی کھاتا پیتا رہے جو اس دوا کے اثر کو زائل کر دیں
یا ایک طرف زمین میں کھیلتی بوئے اور دوسری طرف اس
میں مویشی چھوڑ دے جو اُسے روندیں اور پامال کریں اور
کبھی حکمت و مصلحت دوا کے طبعی اثرات کی طرح دُعاء کے
نتائج کو ختم کر دیتی ہے اور جس طرح نزع کے وقت عموماً
دوا کارگر نہیں ہوتی اسی طرح دُعاء بھی بے اثر ہو کر رہ جاتی
ہے۔ اور کبھی مصلحت کچھ عرصہ کے لئے قبولیت کو تاخیر
میں ڈال دیتی ہے تاکہ جب مناسب موقع و محل آئے اس کی

حاجت کو پورا کیا جائے۔ مگر انسان اپنی طبیعت کے لحاظ سے چونکہ جلد باز واقع ہوا ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کی ہر خواہش جلد سے جلد پوری ہو جائے؛ اس لئے وہ اس تاخیر سے گھبرا کر چیخ اٹھتا ہے۔ حالانکہ جب بعد میں قبولیت کے موقع و محل کو دیکھتا ہے تو یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اگر اس موقع پر اس کی دعا، قبول ہو جاتی تو وہ فوائد و نتائج جو اب مرتب ہو رہے ہیں اس وقت مرتب نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس تعویق کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دعاء مانگنے والے کی لگن بھا جاتی ہے اور وہ یہ چاہتا ہے کہ بندہ اسی طرح سے دعاء مانگتا اور دامن پھیلاتا رہے۔ اور کبھی اس تاخیر سے اس کے صبر اور اللہ تعالیٰ سے اس کی وابستگی کی آزمائش مقصود ہوتی ہے کہ وہ قبولیت دعاء سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ تو نہیں توڑتا؛ اور اس سے رخ موڑ

کر غیر کے در پر جبہ سائی تو نہیں کرتا۔ لہذا قبولیت میں اگر
 تاخیر ہو تو اس کی رحمت و رافت سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔
 اس لئے کہ کریم کے در پر پکارنے والا کبھی ناکام نہیں رہتا۔
 ایک نہ ایک دن اُس کی سنی جائے گی اور منہ مانگی مراد اُسے
 ملے گی۔ لہذا قبولیت و عدم قبولیت کو اللہ پر چھوڑ کر اس
 سے اپنی حاجت مانگتا رہے اور اپنا دکھ درد اُسے سناتا رہے اور
 عبودیت و نیاز مندی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم اُسے پکاریں،
 اُس کے در پر صدا دیں؛ اس کے آگے جھولی پھیلائیں۔ قطع
 نظر اس کے کہ ہماری جھولی میں کچھ پڑتا ہے یا نہیں، ہماری
 پکار کی شنوائی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تو ایسا نہیں
 ہے کہ اُس کے کرم و جود کا تقاضا بدل گیا ہے؛ بلکہ یہ
 محرومی ہماری کوتاہی و تنگ دامانی کا نتیجہ ہے۔

اگر بزلِ دراز تو دستِ مانرسد

گناہ بخت پریشان و دستِ کوتہ ماست

منکرین دُعاء کے شبہات اور اُن کا رد:

بعض حکماء و متفلسفین دُعاء کی افادیت کے منکر

اور اسے بے ضرورت سمجھتے ہیں، اور اثباتِ مدعا کے لئے

چند دلیل نما شبہات پیش کرتے ہیں جن کا تجزیہ کیا جائے تو

اُن کا کوئی وزن باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ اُن کی پہلی اور سب سے

بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر چیز کے وقوع و عدم وقوع کا علم پہلے

ہی سے اللہ کو ہوتا ہے اور وہ تمام واقعات و حوادث کو قبل

وقوع جانتا ہے اور جس چیز کے وقوع و عدم وقوع پر اُس

کا علم حاوی ہو اس کے لئے دُعا مانگنا ایک بے نتیجہ

کوشش ہے۔ کیونکہ دعا، علم الہی پر اثر انداز ہو کر ہونے

والی چیز کو روک نہیں سکتی اور نہ ہونے والی چیز کو وجود میں

نہیں لاسکتی۔ اور اگر ایسا ہو تو قدرت کے لئے جہالت لازم آئے گی۔ کیونکہ اس کے علم میں یا تو یہ تھا کہ یہ چیز واقع نہیں ہوگی مگر دُعاء کی وجہ سے وہ واقع ہو گئی یا یہ کہ اس کے علم میں یہ تھا کہ یہ چیز واقع ہوگی مگر دُعاء اس کے لئے مانع ہو گئی۔ لہذا یا تو دُعاء کی افادیت سے انکار کیجئے یا اللہ کے لئے جہالت کو تجویز کیجئے۔

یہ شبہ ایک غلط نظریہ پر قائم کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ اس کے علم کو معلوم کا سبب قرار دے لیا گیا ہے۔ حالانکہ معلوم کا وقوع اس لحاظ سے اس کے علم سے وابستہ نہیں ہے کہ وہ اُس کا سبب ہو کیونکہ علم صرف معلوم کے ظہور و انکشاف کا نام ہے اور اسے معلوم کے وقوع و عدم وقوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمیں اگر یہ علم ہو کہ فلاں زمین زر خیز ہے اور فلاں بنجر یا فلاں کنویں کا پانی میٹھا ہے

اور فلاں کنویں کا پانی شور، تو ہمارا علم زر خیز کو زر خیز اور بنجر
 کو بنجر اور میٹھے کو میٹھا اور شور کو شور نہیں بناتا۔ اسی طرح ایک
 منجم اگر یہ خبر دیتا ہے کہ کل بارش ہوگی اور اس کے علم کے
 مطابق بارش ہو بھی جائے تو اس علم کو بارش کے ہونے یا نہ
 ہونے سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔ یہ بارش تو اس وقت بھی ہوتی
 جب اُسے بارش کے متعلق کچھ بھی علم نہ ہوتا۔ اور اگر اس کا
 علم ہی سبب ہوتا تو پھر عدم علم کی صورت میں بارش بھی نہ
 ہونا چاہئے تھی حالانکہ اس کے نہ جاننے کی صورت میں بھی
 بارش ہوتی۔ لہذا علم کو معلومات کے وقوع کا سبب نہیں
 قرار دیا جاسکتا۔ کیونکہ علم معلوم کے تابع کی حیثیت رکھتا
 ہے اور جو چیز تابع کی حیثیت رکھتی ہو وہ سبب نہیں قرار پا
 سکتی۔ کیونکہ سبب مسبب سے مقدم ہوتا ہے۔ خداوندِ عالم
 کا علم اگرچہ وہ معلومات کے تابع بائیں معنی نہیں ہے کہ

معلومات کے ذریعہ سے حاصل ہو۔ پھر بھی چونکہ علم نام
 اُسی کا ہے جو مطابق واقعہ ہو لہذا واقعہ پر ایک طرح کا ترتب
 اسے ضرور ہے۔ لہذا وہ بھی واقعہ کا سبب نہیں ہو سکتا۔ اسی
 سے اس استدلال کی رد ہوتی ہے جو جبر پر کیا جاتا ہے کہ جو
 کچھ انسان کے افعال ہوں وہ اللہ کے علم میں ازل سے ہیں۔
 لہذا اب ان افعال کا ہونا ضروری ہے۔ اور انسان کی حیثیت
 ایک مجبور محض قرار پائے گی۔ کہ جو نہ اپنے ارادہ و اختیار
 سے کچھ کر سکتا ہے اور نہ جس راستے پر وہ چلایا گیا ہے اس
 سے انحراف کر سکتا ہے۔ اس صورت میں بعثت انبیاء جزا و
 سزا وعدہ و وعید سب چیزیں بے معنی ہو جائیں گی اور
 بندوں کے تمام گناہوں کی ذمہ داری اگر اس صورت میں
 انہیں گناہ کہا جاسکے تو اسی کے سر ہوگی اس لئے کہ اس
 کے علم کے مطابق ان گناہوں کا وقوع ضروری تھا۔ چنانچہ

اسی نظرے کی ترجمانی کرتے ہوئے عمر خیام کہتا ہے:

من مے خورم و ہر کہ چوں من اہل بود

مے خوردن من نبرد او سہل بود

مے خوردن من حق ز ازل مے دانست

گر مے نہ خورم علم خدا جہل بود

اس قسم کا نظریہ رکھنے والوں کو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ

بھوک میں کھانے کی اور مرض میں علاج کی ضرورت

محسوس کرتے ہیں کہ اگر نہ کھائیں تو بھوکے رہیں اور علاج

نہ کریں تو شفا حاصل نہ ہو حالانکہ اس نظریہ کی رو سے انہیں نہ

کھانے کی ضرورت ہے نہ دوا کی حاجت۔ اس لئے کہ اللہ کے

علم میں اگر ان کا بھوکا یا بیمار ہونا ہے تو وہ بہر حال بھوکے

اور بیمار ہی ہوں گے اور اگر سیر ہونا ہے تو وہ بہر حال سیر

ہی ہوں گے چاہے کچھ کھائیں یا نہ کھائیں اور تندرست ہونا

ہے تو بہر حال تندرست ہی ہوں گے چاہے علاج کریں یا نہ کریں۔ لیکن اس کے باوجود بھوک میں وہ کھاتے بھی ہیں اور مرض میں دوا بھی کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ بھوک کھانے سے اور بیماری دوا سے زائل ہوتی ہے اور اللہ کو ان کی سیری و تندرستی کا علم ہے تو اس لئے کہ وہ کھائیں گے اور دوا کریں گے اور خود یہ علم ان کی سیری و شفا یابی کا سبب نہیں ہے۔ تو جس طرح اُس نے سیری کا سبب کھانے کو اور شفا کا سبب دوا کو قرار دیا ہے اسی طرح ہو سکتا ہے کہ اُس نے حصولِ مقصد کو دُعاء سے وابستہ کر دیا ہو اس طرح کہ اگر اس سے دُعاء کی جائے تو حاجت بر آئے گی اور دُعاء نہ کی جائے تو حاجت پوری نہ ہوگی۔ لہذا علم بالسبب کو سبب سمجھ کر اس شبہ کے لئے ذہن میں گنجائش پیدا نہ کرنا چاہئے۔

دوسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اگر مقدّراتِ الہیہ میں کسی امر کا واقع ہونا قرار پا چکا ہے تو وہ واقع ہو کر رہے گا۔ اور اگر اس کے خلاف طے پا چکا ہے تو وہ کسی طرح واقع نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا دُعاء اگر نوشتہ تقدیر کے مطابق ہے تو دُعاء کا فائدہ و نتیجہ ہی کیا۔ اور اگر نوشتہ تقدیر اس کے خلاف ہے تو دُعاء سے مقدّرات کو بدلنے کی کوشش کرنا سعیِ لاحاصل اور تقدیر کے خلاف چاہنا دریا کے رخ کے خلاف پیرنا ہے۔

یہ دلیل پہلی ہی دلیل کی ایک بدلی ہوئی صورت ہے۔ فرق یہ ہے کہ پہلی دلیل قضائے علمی پر مبنی ہے یعنی یہ کہ اُس کا علم ہمہ گیر اور روزِ ازل سے تمام چیزوں پر محیط ہے اور دوسری قضائے عینی پر مبنی ہے یعنی یہ کہ تمام چیزیں اس کے حکم سے لوحِ سماوی میں ثبت و مندرج

ہیں۔ احادیث میں اس قضائی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک اجل
مختوم جو لوح محفوظ میں ثبت اور حتمی و لازمی اور ناقابل
ترمیم ہوتی ہے۔ اس لوح کو اُم الکتاب اور کتاب مبین سے
بھی تعبیر کیا جاتا ہے؛ اور ایک اجل موقوف جو لوح محو و
ثبات میں درج اور قابل ترمیم و تنسیخ ہوتی ہے۔ جیسا کہ
ارشاد الہی ہے:

يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ۔

وہ جس چیز کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے
ثبت کر دیتا ہے اور اس کے پاس لوح محفوظ ہے۔“

چنانچہ خداوند عالم جس طرح احوال و ظروف کے
بدلنے سے یا احکام کی معینہ مدت کے ختم ہونے سے احکام
میں ترمیم کر دیتا ہے جسے نسخ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی
طرح حالات و مقتضیات کے بدلنے سے تکوینیات میں بھی ردّ

و بدل کرتا رہتا ہے اور جہاں محو کرنے میں مصلحت ہوتی ہے وہاں محو کر دیتا ہے اور جہاں ثبوت کرنے میں مصلحت ہوتی ہے وہاں ثبوت کر دیتا ہے۔ اور دُعاء کا تعلق اسی لوح محو و اثبات سے ہے جس میں تقدیر کے سانچے بنتے بگڑتے رہتے ہیں اور جو مختتم اور حتمی صورت ہوتی ہے وہ لوح محفوظ میں درج ہوتی ہے۔ اب اگر لوح محو و اثبات میں محرومی و نامرادی کسی کے پائے نام ہو چکی ہے تو قدرت نے اس کے بدلنے کی بھی گنجائش رکھی ہے۔ اس طرح کہ انسان دُعاء، صدقہ، برِّ والدین یا کسی اور عمل خیر کے ذریعہ اس محرومی کو کامرانی سے بدل دے سکتا ہے۔ چنانچہ جب وہ ان مذکورہ اعمال میں سے کوئی عمل بجا لاتا ہے تو قدرت اس کی حرماں نصیبی کو محو کر کے کامیابی و کامرانی ثبوت کر دیتی ہے۔ اور یہ تمام تغیر و تبدل کی صورتیں روزِ ازل ہی سے

اس کے سامنے آئینہ ہوتی ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ اسے اپنے پہلے فیصلہ میں غلطی کا احساس ہوا ہو اور اب اس میں تبدیلی و ترمیم کی ضرورت محسوس ہوئی ہو۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَا بَدَّلَ اللَّهُ فِي شَيْءٍ إِلَّا كَانَ فِي عِلْمِهِ قَبْلُ أَنْ يَبْدُو لَهُ۔
خداوند عالم کو جس چیز میں بد او واقع ہوتا ہے وہ اس کے واقع ہونے سے قبل اس سے آگاہ ہوتا ہے۔“

اور جب انسان کے کسی اختیاری عمل سے لوحِ محو و اثبات کا نوشتہ بدل جاتا ہے تو پھر جو مثبت ہوتا ہے وہی اس کے حالات کے اعتبار سے اس کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اب چاہے انسان حسنِ عمل سے اپنی تقدیر کو بنائے اور چاہے شومی و بد بختی کو دعوت دے۔ چنانچہ وہ صدقہ، صلہ رحمی، بر والدین سے آنے والی مصیبت کو ٹال سکتا ہے۔ عمر میں

اضافہ کر لے جاسکتا ہے، فقر و احتیاج کو دور کر دے سکتا ہے۔
 اسی طرح دعاء سے بھی قضا کا دھارا موڑ سکتا ہے۔ اور اس میں
 کوئی استبعاد نہیں کہ دعاء سے قضا کا رخ پلٹ جائے۔ اس لئے
 کہ جس نے قضا کو نافذ کیا ہے اُسی نے دعاء میں یہ اثرات
 ودیعت کئے ہیں کہ وہ قضا کے نقوش کو بدل دے اور تقدیر
 کے نئے سانچے تیار کر دے۔ اور قدرت جب چاہے
 مقدرات کو بدل دے سکتی ہے۔ نہ اُسے کوئی مجبوری لاحق ہو
 سکتی ہے اور نہ کوئی چیز اُس کے ارادہ میں حائل ہو سکتی
 ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

روی میسر ابن عبدالعزیز عن ابی عبداللہ قال
 قال لی یا میسر ادع ولا تقل ان الامر قد فرغ
 منه ان عند اللہ منزلة لا تنال الا بمسئلتہ ولو
 ان عبدًا سد فاه ولم یسئل لم یعط شیئاً

فاسئل تعط یا میسر انه لیس من باب یقرع الا
یوشک ان یفتح لصاحبه۔

میسر ابن عبد العزیز کہتے ہیں کہ مجھ سے امام جعفر صادق
علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میسر دعاء مانگا کرو اور یہ نہ کہا
کرو کہ جو ہونا ہے وہ پہلے سے طے ہو چکا ہے۔ اللہ کے یہاں
ایسے درجے ہیں جنہیں سوال ہی سے حاصل کر سکتے ہو۔ اگر
کوئی بندہ اپنی زبان بند رکھے اور سوال نہ کرے تو اُسے دیا
بھی نہیں جاتا۔ لہذا تم مانگو تا کہ تمہیں دیا جائے۔ دیکھو کوئی
دروازہ ایسا نہیں ہے کہ اُسے کھٹکھٹایا جائے اور وہ دستک
دینے والے کے لئے کھول نہ دیا جائے۔“

اب اگر کوئی شخص تقدیر پر قناعت کر کے اس
کے دروازے کو نہ کھٹکھٹائے اور اس کے سامنے ہاتھ پھیلانے
سے دریغ کرے۔ تو وہ خود اپنی نامرادی و حرماں نصیبی کا

سامان کر رہا ہے۔ ورنہ اُس کا فیضان کہیں رکتا نہیں اور نہ
 اُس کا درِ فیض کبھی بند ہوتا ہے۔ اور یہ سمجھ لینا کہ جو قضا و قدر
 میں لکھا جا چکا ہے ویسا ہو کر رہے گا اور اس میں رد و بدل کی
 گنجائش نہیں ہے، تعطل و مایوسی کو دعوت دینا ہے۔ جس
 کے نتیجے میں انسان اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ توڑ لے گا اور اُس
 سے التجا کا سلسلہ قطع کر لے گا۔ اور اگر یہ اس کے دل و دماغ
 میں راسخ ہو جائے کہ اللہ کے آگے طلب و الحاح کا ہاتھ اٹھا
 کر شقاوت و بد بختی کو خوشحالی و خوش نصیبی سے تبدیل کیا جا
 سکتا ہے تو اُس کی مایوسی کو اُمید سے اور جمود و سکون کو
 حرکت و عمل سے بدلا جاسکتا ہے۔ اور تقدیر پر تکیہ کر کے
 بیٹھ جانے کا نتیجہ تو یہ ہو گا کہ جو جس حد میں ہے اس سے
 آگے بڑھنے کی سعی و کوشش ترک کر دے۔ اگر کوئی
 محتاج ہے تو فقر و احتیاج کو دور کرنے کی فکر سے بے نیاز ہو

جائے۔ کوئی مریض ہے تو صحت کے لئے علاج معالجہ کی ضرورت محسوس نہ کرے اور کوئی رنج و مصیبت میں گھرا ہوا ہے تو اُس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی تدبیر نہ کرے اور اس کسل و اماندگی کے جو نتائج سامنے آئیں گے وہ وہی ہوں گے جو پورے معاشرے کے مفلوج و ازکار رفتہ ہونے کے ہو سکتے ہیں۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ دُعاء آئین تسلیم و رضا کے منافی ہے کیونکہ دُعاء اللہ کی تجویز کردہ چیز کے مقابلہ میں اپنی خواہش کو پیش کرنا اور اُسے منوانا ہے۔ حالانکہ بندگی و رضا کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی خواہشوں کے مقابلہ میں منشاء الہی پر خوش رہا جائے اور ہر آرزو و طلب کو مرضی مولا کے تابع قرار دے لیا جائے اور کسی مصیبت پر پیشانی پر شکن اور دل میں میل نہ آئے۔ کیونکہ جو مصیبت بھی وارد ہوتی ہے وہ

قضاؤ قدر کے تابع ہوتی ہے، اور قضائے الہی پر رضامندی

ضروری ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:

مَنْ لَمْ يَرْضَ بِقَضَائِي وَلَمْ يَصْبِرْ عَلَىٰ بَلَائِي وَلَمْ
يَشْكُرْ لِنِعْمَائِي فَلْيَخْرُجْ مِنْ أَرْضِي وَ سَمَائِي وَ
لِيَطْلُبْ رَبًّا سِوَائِي۔

جو شخص میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری آزمائش پر صبر نہ
کرے اور میری نعمتوں پر شکر ادا نہ کرے اُسے میری
زمین اور میرے آسمان سے باہر نکل جانا چاہئے اور میرے
علاوہ کوئی اور پروردگار ڈھونڈ لینا چاہئے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اگر دُعاء شیوۂ تسلیم و آئین
رضا کے خلاف ہوتی تو انبیاء و ائمہ جو رضا کے مرتبہ اعلیٰ پر فائز
تھے تو دعاء کو اپنی زندگی کا جزو نہ بناتے اور نہ اللہ سبحانہ دعاء
کا حکم دیتا۔ حالانکہ اس نے نہ صرف دعاء کی ہدایت کی بلکہ

اس کے ترک کو غرور و انانیت سے تعبیر کیا ہے۔ تو جو چیز حکم الہی کی بنیاد پر بجالائی جائے وہ اس کی رضا کے خلاف کیسے متصور ہو سکتی ہے اور در صورتیکہ اس نے صدقہ و خیرات اور طلب و دُعاء وغیرہ کو مقصد کی کامیابی کا سبب و واسطہ قرار دے دیا ہو جس طرح اُس نے دنیا میں اپنی قضا کے ظہور کو اسباب سے وابستہ کیا ہے تو رضائے الہی سے منافات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں جس مقصد کے لئے دُعاء مانگی جا رہی ہے وہ وہی فیصلہ قضا و قدر ہے جس کو دُعاء پر موقوف رکھا ہے۔ اور اگر قضا و قدر پر رضامندی کا مظاہرہ کرنا ہی ہے تو پھر کچھو کاٹ رہا ہو تو اُسے الگ نہ کیجئے؛ سانپ ڈس رہا ہو تو اُسے ڈسنے دیجئے؛ پیاس ہو تو پانی نہ پیجئے؛ بھوک نہ ہو تو کھانا نہ کھائیے کیونکہ یہ تمام چیزیں بھی تو قضا و قدر کے تابع ہیں۔ اگر یہ قضا و قدر کے تابع ہیں تو

پھر بچھو کو چھڑانا، سانپ سے بچنا، مرض کا علاج کرنا اور بھوک پیاس کے وقت کھانا پینا قضا و قدر کے حدود سے باہر کیسے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایک دیوار کی طرف گزرے جو گرا چاہتی تھی تو آپ نے خطرہ کے پیش نظر راستہ بدل دیا جس پر ایک شخص نے کہا: اتفر من قضاء اللہ ”کیا آپ اللہ کی قضا سے بھاگنا چاہتے ہیں۔“ فرمایا: افر من قضائہ الی قدرہ۔ ”میں قضا سے بھاگ کر قدر کے دامن میں پناہ لے رہا ہوں۔“ مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ نے میری زندگی کا فیصلہ کیا ہے تو اُس کا ظہور اس کے سبب سے وابستہ ہے اس طرح کہ میں گرتی ہوئی دیوار سے بچ کر چلوں۔ بہر حال جب قضائے الہی کا ظہور اسباب سے وابستہ ہے اور یہ اسباب اسی کے پیدا کردہ ہیں اور اُسی نے دُعاء کو مقصد بر آوری کا سبب قرار دیا ہے تو

یہ اس کی رضا سے متصادم نہیں ہو سکتی جبکہ دعا و رضانوں کا سرچشمہ ایک ہے۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ دنیا کے تمام حوادث و وقائع کی انتہا ایک ذات ازلی پر ہوتی ہے اور اس کی حکمت و مصلحت ازلی جس چیز کے وقوع کی مقتضی ہوگی وہ واقع ہو کر رہے گی اور جس کے وقوع کی مقتضی نہیں ہوگی وہ واقع نہیں ہو سکتی۔ تو جب اقتضائے ازلی کے بغیر کوئی امر واقع نہیں ہو سکتا تو دعاء کا فائدہ ہی کیا جب وہ اس کی مصلحت کے مقتضیات کو بدل نہیں دے سکتی اور بہر حال وہی ہونا ہے جو اس کے اقتضائے ازلی نے روزِ ازل سے فیصلہ کر دیا ہے۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے ہر چیز

کا ایک نظام اور ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے اور تمام چیزوں
 کو ایک ہمہ گیر سلسلہ میں اس طرح باندھ دیا ہے جس طرح
 ایک سلسلہ کی کڑیاں ایک دوسرے سے وابستہ اور مرتبط
 ہوتی ہیں جس سے عالم کا نظم و نسق اور دنیا کا کارخانہ ایک
 دھڑے پر چل رہا ہے۔ اس لئے حکمت ازلی جہاں کسی چیز
 کے وقوع کی مقتضی ہوتی ہے وہاں اس کے سبب اور واسطہ
 کے وجود کی بھی مقتضی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کی حکمت کا اگر
 تقاضا یہ ہے کہ زمین سیر و سیراب ہو تو وہ یہ بھی چاہتی ہے کہ
 سمندر سے بخارات اٹھیں اور فضا میں پھیل کر ہواؤں سے
 ٹکرائیں اور پیاسی زمین کی سیرابی کا سامان کریں تو جس
 طرح زمین کی سیرابی، سیرابی کے سر و سامان سے وابستہ ہے
 اسی طرح مصلحت ازلی نے حاجت بر آوری اور مقصد کی
 کامیابی کو بھی مختلف اسباب سے وابستہ کر رکھا ہے۔ اور منجملہ

ان اسباب کے ایک سبب دعاء بھی ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ اس کی حکمتِ ازلی کسی کی حاجت بر آری کی اس صورت میں مقتضی ہو جب اس کے سامنے گڑ گڑایا جائے اور اُس سے دُعاء کی جائے اور در صورتیکہ دُعاء نہ کی جائے حکمت کا تقاضا یہ ہو کہ اس مقصد میں ناکام رکھا جائے۔ اس کے علاوہ بندوں کی حاجتوں اور مقصدوں کو دُعاء سے وابستہ کرنا بھی تقاضائے حکمت ہے تاکہ وہ اپنی احتیاج و بے مانگی کے پیش نظر رابطہ برقرار رکھیں اور دعاء کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے اس سے لو لگائے رہیں۔

پانچویں دلیل یہ ہے کہ جب خداوند علام کو عالم الغیوب مانا جا چکا ہے اور یہ کہ کوئی چیز اس سے ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے اور وہ دلوں کے بھیدوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے تو پھر اپنی روداد اُسے سنانا اور

اپنے مقصد کو زبان پر لانا کیا ضروری ہے: جب کہ ہمارے بغیر اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اور وہ ہماری ہر خواہش اور ہر آرزو سے آگاہ ہے اور کوئی چیز اس سے مخفی و پوشیدہ نہیں ہے چنانچہ اسی بناء پر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا جانے لگا اور جبریل امین نے مدد کی پیش کش کی، اور آپ کے انکار پر جبریلؑ نے کہا کہ اگر مجھ سے کوئی حاجت و خواہش نہیں ہے تو جس سے ہے اُسی سے طلب کیجئے تو آپ نے فرمایا: علمہ بحالی حسبی من سوالی۔ ”اس کا میری حاجت سے آگاہ ہونا مجھے سوال سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے۔“

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ دُعاء سے یہ مقصد ہی کب ہوتا ہے کہ اُسے بے خبر تصور کرتے ہوئے اپنی حاجتوں اور خواہشوں کو اس کے علم میں لایا جائے۔ کیونکہ وہ

کسی مرحلہ پر ہمارے بتانے اور زبان سے کچھ کہنے کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہمارے دل کے ایک ایک ریشے کی پکار سے آگاہ اور ہمارے قلب کی تہوں میں لپٹی ہوئی آرزوؤں سے واقف ہے۔ یہ طلب و دُعاء تذلل و انکسار اور رجوع الی اللہ تو صرف عبودیت کا ایک مظاہرہ ہے تاکہ مانگنے کی خاطر اس سے رابطہ قائم رہے اور طلب و سوال کے پردہ میں اس سے لو لگی رہے اور اس خیال سے زبان کو بند رکھنا کہ وہ تو سب کچھ جانتا ہے ایک طرح سے انانیت و غرور کا مظاہرہ ہے جو بندوں کے سامنے تو قابل ستائش ہو سکتا ہے مگر اللہ کے سامنے اپنی رودادِ باطن پیش نہ کیجئے اور اسے اپنا درد دل نہ سنائے تو یہ شیوہ عبودیت کے خلاف اور عجز و نیاز مندی کے منافی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

قُلْ لَا يَعْْبُوْا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ

فسوف یكون لزاما ۝

اے رسول ﷺ! کہہ دو کہ اگر تم دُعا نہیں کرتے تو میرا پروردگار بھی تمہاری کوئی پروا نہیں کرتا۔ تم نے جھٹلایا جس کا وبال عنقریب تمہارے سر پڑے گا۔“

بلاشبہ دُعاء عبودیت کا ایک مظاہرہ اور فطرتِ انسانی کی ایک آواز ہے۔ چنانچہ جب بھی کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے یا ضرورت و احتیاج پریشان کرتی ہے تو بے ساختہ حرفِ مدعا زبان پر آہی جاتا ہے۔ اس کو بے ضرورت سمجھنا انسانی تقاضوں پر پہرا بٹھانا اور فطرت و وجدان کے خلاف صف آرا ہونا ہے۔ اور یہ سمجھنا کہ دُعاء بس اس لئے کی جاتی ہے کہ اپنی آواز اُسے سنائی جائے اور اپنی حاجت و آرزو اس کے علم میں لائی جائے۔ بلاغت کی راہوں سے بے خبری کی دلیل ہے۔ چنانچہ کلام و گفتگو میں ایسے بے شمار مواقع ہیں

جہاں زبان سے کچھ کہنا مخاطب کو صرف بتانے ہی کے لئے
 نہیں ہوتا مثلاً دن کی روشنی میں ٹھوکر کھا کر گرنے والے کو
 یہ کہنا کہ ”سورج نکلا ہوا ہے۔“ کیا یہ بتانے کے لئے ہوتا
 ہے کہ یہ دن ہے رات نہیں ہے یا کچھ اور مقصد ہوتا ہے یا
 خداوند عالم کا حضرت موسیٰؑ سے خطاب ما تلک بیمینک
 یٰموسیٰ ”موئے! یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے۔“ لاعلمی کی بنا
 پر تھا یا حضرت موسیٰؑ سے سلسلہ کلام جاری کرنے کے لئے
 تھا۔ اور موسیٰؑ کا طویل جواب اللہ کو عصا کے فوائد سے آگاہ
 کرنے کے لئے تھا یا ”لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم“ کے
 پیش نظر تھا۔ اسی طرح شاعر کی اپنے ساقی سے یہ فرمائش
 کہ:

الافاسقنی خمر او قل لی ہی الخمر ولا تسقنی سرا
 اذا امکن الجھر

”مجھے شراب پلا اور یہ کہہ کے پلا کہ یہ شراب ہے

اور خفیہ طور پر نہ پلا جبکہ کھلے بندوں پلانا ممکن ہے۔“

کیا یہ جاننے کے لئے ہے کہ یہ شراب ہے۔ ایسا

نہیں کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ سامنے شراب رکھی ہے اور

شراب ہی اُسے پلائی جائے گی بلکہ اس کا مقصد حصول لذت

سماعت ہے اور وہ دوسرے حواس کی طرح کانوں کو بھی

لذت اندوز کرنا چاہتا ہے کیونکہ آنکھیں اُسے دیکھ کر سرور و

کیف حاصل کر رہی ہیں۔ قوتِ شامہ اس کی خوشبو سے بہرہ

اندوز ہو رہی ہے۔ لب اس کے لمس سے اور زبان اس کے

ذائقہ سے آشنا ہو چاہتی ہے بس ایک قوتِ سامعہ محروم رہی

جاتی تھی۔ اس کی لذت اندوزی کا سامان اس طرح کیا کہ

ساقی سے کہا کہ تو شراب کہہ کے مجھے شراب پلاتا کہ اس

لفظ کی گونج سے حظ و نشاط کی تکمیل ہو جائے اور کوئی حاسہ

لذت اندوزی سے محروم نہ رہ جائے۔ یوں ہی کریم کے
 کانوں میں سائلوں کی آواز نغمہ شیریں بن کر گونجا کرتی ہے
 اور اس کا ذوق سماعت اور جذبہ کرم چاہتا ہے کہ اس سے
 مانگا جائے اور مانگنے والوں کی آوازیں اس کے کانوں میں
 پیہم گونجتی رہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور شاعر متنبی نے
 اپنے ممدوح کے متعلق کہا ہے:

فاذا سئلت فلا لانك محوج

واذا كتبت وشت بك الالاء

”جب تجھ سے سوال کیا جاتا ہے تو اس لئے نہیں
 کہ تو مانگنے والوں کو سوال کی زحمت دینا چاہتا ہے بلکہ اس
 لئے کہ تجھے سائلوں کی آواز اچھی معلوم ہوتی ہے اور جب
 تجھے پردوں میں چھپایا جائے تو تیری نعمتیں تیری غمازی
 کرتی ہیں۔“

اس سلسلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد

ہے کہ

ان المومن لیدعوا اللہ عزوجل فی حاجتہ فیقول
اللہ اخر و اجابتہ شوقاً الی صوتہ و دعائہ۔

مومن خدائے بزرگ و برتر سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے
اور قدرت اس کی دُعاء اور آواز کے اشتیاق میں یہ کہتی ہے
کہ ابھی اس کی حاجت کو تاخیر میں ڈال دو۔“

اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے اس طرح کہ اگر کسی
کی آواز اُسے ناگوار معلوم ہوتی ہے تو اس کی حاجت جلد روا
ہو جاتی ہے تا کہ وہ پھر اس کے در پر دستک دے اور نہ اُسے
پکارے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان العبد لیدعوا اللہ فیقول اللہ تبارک و تعالیٰ
عجلوا لہ حاجتہ فانی ابغض صوتہ۔

کوئی بندہ اس سے دُعاء مانگتا ہے تو اللہ سبحانہ کہتا ہے کہ اس کی حاجت کو جلد پورا کر دیا جائے کیونکہ مجھے اس کا پکارنا برا معلوم ہوتا ہے۔“

چنانچہ اسی لئے بعض ناہنجار و بد کردار اشخاص کو اس نے گونا گوں نعمتوں سے نوازا تا کہ مہلت دینے کے بعد انہیں جکڑا جائے اور نعمت کی سرشاریوں میں انہیں اللہ کی طرف رجوع ہونے کی توفیق ہی حاصل نہ ہو

دادا و فرعون راصد ملک و مال

تا نالہ سوئے حق آل بد سگال

در ہمہ عمرش نہ دید او در دِ سر

تا نگرید سوئے حق آل بد گہر

اب رہا سوال حضرت ابراہیمؑ کی بارگاہِ ایزدی میں

دست طلب نہ بڑھانا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب بلا و

مصیبت کی نوعیت خصوصی آزمائش کی ہو تو اس سے بچاؤ کا
 سوال کرنا شیوۂ تسلیم و رضا کے خلاف ہے۔ چنانچہ جس طرح
 وہ اپنے فرزند کو ذبح کے موقع پر خدا سے یہ خواہش نہیں
 کرتے کہ اس انوکھی اور نرالی قسم کی آزمائش کو اٹھالیا جائے
 بلکہ دل و جان سے اس کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں، اسی
 طرح آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو دیکھ کر سر تسلیم خم
 کر دیتے ہیں۔ نہ دُعاء کے لئے ہاتھ اُپر اُٹھتے ہیں اور نہ
 زبانوں سے کوئی ایسا جملہ نکلتا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ
 آگ کی لپٹوں کو دیکھ کر ہراساں و پریشان ہو گئے ہیں کہ
 ایک طرف کافروں کو طعنہ زنی کا موقع ملے اور دوسری
 طرف خلت و شیوۂ تسلیم و رضا پر حرف آئے بلکہ بڑے
 صبر و استقلال سے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں کود پڑتے ہیں
 اس تسلیم و رضا کی آزمائش اور صبر و استقلال کے امتحان کو

دُعاء سے بے نیازی کے ثبوت میں پیش نہیں کیا جاسکتا۔
 کیونکہ منزلِ راز و نیاز اور ہے اور منزلِ صبر و امتحان اور
 ہے۔

چھٹی دلیل یہ ہے کہ جو چیز انسان کے مصالح میں
 داخل اور اس کی سود و بہبود اس سے وابستہ ہوگی تو وہ مبدا
 فیض و سرچشمہ عطا کبھی اس میں فرو گذاشت نہیں کرے گا
 اور نہ اس کے عطا کرنے میں بخل سے کام لے گا اور جو چیز
 اس کے مصالح میں داخل نہیں ہے اسے طلب کرنا بھی
 مناسب و قرین صواب نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ اس کے
 معنی تو یہ ہوں گے کہ وہ اپنے مصالح کو اللہ سے بہتر سمجھتا
 ہے۔ اس لئے اس سے کوئی خواہش کرنا یا کوئی چیز طلب
 کرنا اس کی مصلحتِ بینی و کار سازی پر حرف رکھنا ہے۔
 اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی مصلحت عطا کرنے اور

بخشنے ہی میں ہوتی ہے چاہے انسان طلب کرے یا طلب نہ کرے؛ جیسے وسائل جن سے زندگی کی بقا وابستہ ہے اور کبھی مصلحت رد کرنے اور ناکام پھیرنے ہی میں ہوتی ہے جیسے وہ چیزیں جو ہلاکت و تباہی کے سبب اور شیرازہ حیات کے بکھرنے کا باعث ہوتی ہیں اور کبھی مصلحت دعاء و طلب سے وابستہ ہوتی ہے اس طرح کہ طلب وہ دعاء کی صورت میں اس میں مصلحت پیدا ہو جاتی ہے اور عدم طلب کی صورت میں اس میں مصلحت کار فرما نہیں ہوتی۔ لہذا طلب و دعاء سے پیدا ہونے والے مصالح اور ان کے فوائد و ثمرات سے اپنے کو محروم رکھنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے۔

ساتویں دلیل یہ ہے کہ دُعاء شانِ ادب شناسی کے خلاف ہے کیونکہ دُعاء میں ایک طرح سے امر و نہی کی جھلک ہوتی ہے اور بندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ پر حکم

چلائے اور یہ کہے کہ یہ کر اور یہ نہ کر، لہذا اسے ترک کرنا
چاہئے تاکہ اس کی بارگاہ میں سوء ادبی سے بچا جائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دُعاء کو از قبیل امر و نہی
سمجھنا اس لحاظ سے تو صحیح ہے کہ ان دونوں میں طلب کا
مفہوم ہوتا ہے۔ مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ امر و نہی میں
تفوق و برتری کا پہلو ہوتا ہے اور دُعاء میں انتہائی عجز و انکسار
اور پستی و تذلل کا اظہار ہوتا ہے۔ لہذا ایک کو دوسرے پر
قیاس کرنا غلط اور سوء فہمی کا نتیجہ ہے اور اگر مطلق طلب میں
سوء ادبی کو تجویز کیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ
ماں باپ سے کوئی چیز مانگنا، استاد سے کچھ دریافت کرنا اور
جاننے والے سے کچھ پوچھنا بھی سوء ادبی میں داخل سمجھا
جائے اور اگر یہ چیزیں سوء ادبی میں داخل نہیں ہیں تو پھر
اللہ تعالیٰ ہی سے طلب و سوال میں سوء ادبی کیوں ہو۔ جبکہ

طلب و سوال اپنے فقر و احتیاج اور اس کی عظمت و بالادستی کا ایک واضح اعتراف ہے۔

آٹھویں دلیل یہ ہے کہ حمد و ثنا اور ذکر الہی حاجت روائی کا زیادہ کامیاب و موثر ذریعہ ہے۔ لہذا بہتر ذریعہ کو چھوڑ کر طلب و سوال کا ہاتھ کیوں پھیلایا جائے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:

من شغله ذكرى و عن مسئلتى اعطيته افضل ما اعطى السائلين۔

جو شخص میرے ذکر میں اس طرح کھوجائے کہ اُسے دُعاء کا خیال نہ رہے تو میں جو سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں اس سے زیادہ اُسے دوں گا۔“

اس کا جواب یہ ہے کہ مقصدِ الہی اس سے یہ نہیں ہے کہ اس سے سوال نہ کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی حمد و ثنا میں

اس طرح ڈوب جائے کہ اسے یہ خیال نہ رہے کہ وہ اسے حاجت بر آری و مقصد طلبی کا ذریعہ قرار دینا چاہتا تھا اور اس محویت میں اپنی حاجت ہی کو بھول جائے تو خدا اُسے طلب و سوال کی فراموشی کی وجہ سے اس کے مقصد سے محروم نہیں کرتا۔ بلکہ دوسرے مانگنے والوں سے بڑھ چڑھ کر اُسے دیتا ہے تو خداوندِ عالم کی اس بخشش و افزائش کا سبب ترکِ سوال کو نہیں قرار دیا جاسکتا کہ اسے ترکِ دعاء کے ثبوت میں پیش کیا جائے بلکہ یہ دعاء کی فراموشی، حمد و ثنا میں محویت اور اللہ کی یاد میں استغراق کی وجہ سے ہے اور اس طرح دُعاء کو فراموش کر جانا اور چیز ہے اور سرے سے دُعاء ہی نہ کرنا اور چیز ہے۔ چنانچہ اسی مطلب کی وضاحت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

ان العبد لیکون له الحاجة الى الله فيبدأ بالثناء

عَلَى اللَّهِ وَالصَّلَاةُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ حَتَّى يَنْسَى
 حَاجَتَهُ فَيَقْضِيهَا اللَّهُ لَهُ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَسْأَلَهُ أَيَّاهَا -
 بندے کو اپنے اللہ سے کوئی حاجت ہوتی ہے اور وہ پہلے حمد و
 ثنا کرتا ہے اور محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ پر درود بھیجتا ہے
 اس طرح کہ اس حمد و ثنا میں کھو کر اپنی حاجت کو فراموش
 کر جاتا ہے تو اللہ اس کی حاجت روائی کر دیتا ہے بغیر اس
 کے کہ وہ اپنی حاجت طلب کرے۔

دُعاء قبل ابتلا:

جس طرح علاج کی دو قسمیں ہیں ایک علاج قبل از
 مرض یعنی حفظ ما تقدم کے طور پر ایسی تدابیر اختیار کرنا
 جس سے انسان مرض کے حملہ سے محفوظ رہ سکے اور طبیعت
 مرض کی پذیرائی سے انکار کر دے، یہ معالجہ احتیاطی ہے، اور

دوسری قسم یہ ہے کہ مرض میں مبتلا ہونے کے بعد علاج کیا جائے۔ اطباء کے نزدیک معالجہ احتیاطی زیادہ کارگر اور مفید ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ طبیعت صحیح حالت میں ہوتی ہے اس لئے معالجہ احتیاطی کے اثرات کو جلد قبول کر لیتی ہے۔ اسی طرح دُعا کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک دُعاء مصیبت کے وقت نازل ہونے سے پہلے اور ایک دُعاء مصیبت کے وارد ہونے کے بعد۔ اور وہ دُعاء جو قبل مصیبت ہو معالجہ احتیاطی کی طرح زیادہ موثر ہوتی ہے لہذا امن و عافیت کے دنوں میں ابتلاؤ مصیبت سے بچاؤ کے لئے اور فراخ روزی و خوشحالی کے زمانہ میں تنگدستی سے محفوظ رہنے کے لئے دُعاء کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اس طرح کی دُعاء آفت و ابتلا سے سپر بن جایا کرتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

من تقدم في الدعاء استجيب له اذا نزل به
البلاء۔

جو شخص مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے دُعا کرتا ہے
مصیبت پڑنے پر اس کی دُعا مستجاب ہوتی ہے۔“

الفاظ دعا:

دعا ہمیشہ سیدھی سادی عبارت اور ہلکے پھلکے الفاظ
میں مانگنا چاہئے۔ کیونکہ دُعا قلب و ضمیر کی آواز ہوتی ہے
جو بے ساختہ زبان سے اُبل پڑتی ہے اور مقصد کی ترجمانی
کے لئے لفظوں کی ترکیب و ترتیب کا سہارا اور لفاظی و
عبارت آرائی سے کام نہ لینا چاہئے اس لئے کہ بناوٹ اور
تکلف کی جھلک آتے ہی عجز و نیاز کا جذبہ مضمحل اور بندگی و
نیاز مندی کی روح ختم ہو جاتی ہے۔ اور ہمیشہ ایک سے الفاظ

بھی استعمال نہ کئے جائیں کہ وہ زبان پر چڑھ جانے کی وجہ سے قصد و ارادہ کے بغیر بھی نکل جایا کرتے ہیں۔ اس طرح کی دعاؤں کی آواز نہیں ہوتی بلکہ الفاظ ہی الفاظ ہوتے ہیں جن میں اخلاص کا جذبہ دل کی حضوری اور طلب گاری کا ولولہ نہیں ہوتا۔ اور جب تک طلب میں جوش، سوال میں تڑپ اور دعاء میں ولولہ نہیں ہوگا وہ دعاء قابل پذیرائی نہ ہوگی۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان الله لا يستجيب الدعاء من قلب لاۛ۔

جب دل دوسری طرف مشغول اور غافل ہو تو اللہ تعالیٰ دعاء کو قبول نہیں کرتا۔“

دعا میں ایسے الفاظ زیادہ موثر ہوتے ہیں جن میں عظمتِ الہی کے اعتراف کے ساتھ عجز و قصور کا اقرار اور عبودیت و نیاز مندی کا اظہار ہو اس لئے اپنی دعاؤں میں معصومین کی

دعاؤں کے کلمات دہراتے رہنا چاہئے کہ ان میں جلالِ الوہیت کا پرتو اور جمالِ عبودیت کا انعکاس پوری طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔

دعاء میں اسماءِ الہی کا انتخاب:

طلب و دُعاء کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کو اُس نام سے پکارنا چاہئے جو سائل کے مقصد و مراد سے مناسبت رکھتا ہو۔ یہ طریقِ خطاب صرف خطاب ہی نہیں ہو گا بلکہ خطاب و دلیل دونوں ہوں گے۔ اس طرح کہ جو فقر و احتیاج میں اُسے 'یا غنی' اور بیماری میں 'یا شافی' کہے گا تو ان الفاظ سے ذہن اس طرف قہراً ملتفت ہو گا کہ جب وہ غنی ہے تو غنی کے سوا اور کون ہو سکتا ہے جو فقر و احتیاج کو دور کرے اور جب وہ شافی ہے تو شافی کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جس سے شفائی

آس رکھی جائے۔ اور اُسے غنی ہونے کے لحاظ سے اپنے
 بندوں کی احتیاج کو دور کرنا چاہئے اور شافی ہونے کے اعتبار
 سے بیماروں کو صحت بخشنا چاہئے۔ اور اس کے ساتھ طلب و
 سوال کا استحقاق بھی واضح ہو جائے گا۔ یوں کہ اگر فقیر و نادار
 غنی سے نہ مانگے تو کیا اپنے ایسے ناداروں سے مانگے۔ اور
 بیمار شافی مطلق سے شفا کا طلب گار نہ ہو تو کس کے دار الشفا
 سے صحت کی بھیک مانگے۔ لہذا جب بھی اس ذات بے نیاز
 کی بارگاہ میں دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں تو جس نوعیت کا
 سوال ہو اسی نوعیت کے مطابق اللہ کے ناموں میں سے
 مناسب نام کا انتخاب کرے مثلاً ایک فقیر و نادار مالی وسعت
 کا سوال کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو الغنی، المغنی، یار ازیق و معطی
 کے نام سے پکارے۔ مریض صحت کے لئے دُعا کرے تو
 یا شافی کہے، مظلوم اسے پکارے تو یا منتقم کہے اور گنہگار

آمرزشِ گناہ کے لئے التجا کرے تو اُسے یا عفو، یا غفور کے نام سے یاد کرے اور حاجت مند کسی حاجت کے سلسلہ میں اُسے پکارے تو یا مجیب کہے۔ اسی طرح دوسرے مطالب و حاجات میں حاجت و مقصد کی نوعیت کے مطابق جو نام مناسب ہو اس نام سے پکارے۔

دعائے مغفرت میں ترتیب کا لحاظ:

جب ماں باپ، عزیز و اقارب اور صلحا و مومنین کے لئے دعائے مغفرت کی جائے تو انبیاء اور خاصانِ خدا کی تاسی میں پہلے اپنے لئے دعائے بخشش و آمرزش کرے اور پھر دوسروں کے لئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں قدرت کا پیغمبر اکرم ﷺ سے خطاب ہے واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات۔ ”اپنے لئے اور مومنین و

مومنات کے لئے طلبِ مغفرت کرو۔ ”حضرت نوحؑ کی دُعاء
 ہے۔ رب اغفر لی ولوالدی وللمن دخل بیتی
 مومناً وللمؤمنین والمؤمنات۔“ پروردگار! مجھے اور
 میرے ماں باپ کو اور جو مومن میرے گھر میں آئے اور
 تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بخش دے۔“
 حضرت ابراہیمؑ کی دُعاء ہے: ربنا اغفر لی ولوالدی
 وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ”اے ہمارے
 پالنے والے! جس دن اعمال کا حساب ہو گا مجھے اور میرے
 باپ اور تمام ایمان لانے والوں کو بخش دے۔“ حضرت
 موسیٰؑ کی دُعاء ہے: رب اغفر لی ولاخی وادخلنا فی
 رحمتک۔ ”اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی
 کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لے۔“ اہل

ایمان کی دُعاء ہے: ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین
سبقونا بالایمان۔ ”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور
ہمارے بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سابق تھے، بخش
دے۔

دعائے مغفرت میں اپنے کو مقدم کرنے میں
شاید یہ رمز ہو کہ انسان خود اپنے لئے دعائے مغفرت کر لے
تو پھر اُسے دوسروں کے لئے دعائے مغفرت کرنا زیب دیتا
ہے۔ اور جب خود دعائے مغفرت سے اللہ کے عفو و درگزر
کا مستحق ہو جائے تو پھر اوروں کے لئے دُعاء کرے گا تو زیادہ
موثر و مستجاب ہوگی۔ یوں سمجھئے کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کے
سامنے عفو کی درخواست پیش کرے تو اُس وقت تک
دوسروں کے حق میں اس کی سفارش مناسب نہ ہوگی۔ جب
تک وہ خود اپنے لئے معافی نہ مانگ لے اور جب اپنے لئے

معافی مانگ لے گا تو پھر دوسروں کے لئے اس کی
درخواستِ عفو مناسب و بر محل ثابت ہوگی۔

ہیئتِ دُعاء:

دعاء با وضو تشہد کی حالت میں بیٹھ کر اور رُوبہ قبلہ
ہو کر مانگے اس طرح کہ آواز نہ زیادہ بلند ہو اور نہ زیادہ
آہستہ۔ البتہ اگر ریا و نمود کا اندیشہ ہو تو پھر بہتر ہے کہ چپکے
چپکے سے دُعا کرے۔ دُعاء میں اگر شر نفس، وسوسہ شیطانی
اور حملہ دشمن سے پناہ مانگنا چاہے تو اپنے ہاتھ کی دونوں
ہتھیلیاں قبلہ کی طرف اس طرح پھیلانے جس طرح تلوار،
لاٹھی، پتھر وغیرہ کے وار کو روکا جاتا ہے اور طلبِ رزق و
حاجت کے لئے دونوں ہتھیلیوں کو چہرے کے بالمقابل
پھیلانے جس طرح ہاتھ پھیلا کر کوئی چیز طلب کی جاتی ہے

اور تضرع والِحاح کے سلسلہ میں دُعاء کرے تو اپنے ہاتھوں کو سر سے اونچا لے جا کر پھیلائے اور مصیبت و ابتلا اور خوف و خطر کے موقع پر ہاتھ کی ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کر لے۔ یہ ایک طرح سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اپنے اعمال کے پیش نظر کسی چیز کے حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہے۔ اور جب دُعا ختم کرے تو منہ، سینہ یا سر پر ہاتھ پھیرے کہ یہ اشرفِ اعضاء ہیں۔

شرائطِ قبولیتِ دُعاء:

شرائطِ قبولیتِ دُعاء میں سب سے مقدم شرط یہ ہے کہ لباس، غذا، جائے رہائش، ذریعہ معاش طیب و حلال ہو اور دل میں اطمینان و رجاء کی کیفیت پیدا کرے۔ کیونکہ رجاء، دُعاء کی محرک ہوتی ہے اور جب رجاء کا پہلو کمزور ہو تو

دُعاء میں اعتماد، خلوص اور ولولہ پیدا نہیں ہو سکتا کہ جو قبولیتِ دعاء کا ضامن ہوتا ہے۔ اس لئے قبولیتِ دعاء پر وثوق رکھتے ہوئے خلوصِ نیت رقتِ قلب اور تضرع و الحاح کے ساتھ بار بار دعاؤ التجا کرے۔ چنانچہ امام باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

والله لا يلح عبد مومن على الله تعالى في حاجة الا قضاها له

خدا کی قسم! جب بھی بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں الحاح و زاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو بر لاتا ہے۔

دوسروں کے ساتھ مل کر دعاء مانگنا بھی استجابت پر اثر انداز ہوتا ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ ان میں کوئی ایسا مرد صالح بھی ہو جس کی خاطر سب کی دعائیں قبول ہو جائیں اور دوسروں کو اپنی دُعاء میں شریک کرنا بھی استجابت

دعاء کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:
 اِذَا دُعَاۃُ اَحَدِكُمْ فَلَیْعَمَ فِی الدُّعَاۃِ فَاَنَّهُ اَوْجِبُ
 لِلدُّعَاۃِ۔

جب تم میں سے کوئی ایک دُعا کرے تو دوسروں کو بھی دُعا
 میں شریک کرے تا کہ وہ قبولیت دُعا کا مستحق قرار
 پائے۔“

شروع اور ختم دعاء کے آداب:

جب دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کی ابتداء حمد
 و تقدیس الہی سے کرے۔ کیونکہ اس سے طلب کرنا ایک
 طرح سے اُس کے کرم و فیضان کا اعتراف کرنا ہے اور کرم
 و بخشش کا اعتراف یہ چاہتا ہے کہ طلب و سوال سے پہلے زبان
 اس کی مدحت و ستائش میں کھلے اور تحمید و ثناء میں نغمہ ریز

ہو۔ یہ تحمید و ستائش ایسے الفاظ میں ہونا چاہئے جو اس کی پیش
گاہِ عظمت و جلال کے شایانِ شان ہو۔ اس لئے بہتر ہے کہ
انہی الفاظ میں حمد و ستائش کرے جو معصومین سے مروی
ہوں۔ چنانچہ کتابِ علی سے یہ کلماتِ حمد منقول ہیں جنہیں
دُعاء سے قبل پڑھنا چاہئے:

یا من ہو اقرب الیّ من حبل الوریذ یا فعلاً لما
یرید، یا من یحول بین المرء و قلبہ یا من ہو
بالمنظر الا علی یا من لیس کمثلہ شیء۔

اے وہ ذات جو شہِ رگ سے بھی زیادہ مجھ سے نزدیک ہے؛
اے وہ کہ جو وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے اے وہ کہ جو آدمی
اور اُس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے۔ اے وہ کہ جو بلند و
بالا شان والا ہے، اے وہ کہ جس کی کوئی مثل و نظیر نہیں
ہے۔“

حمد کے بعد اس کی نعمتوں اور احسانوں کو یاد کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کرے تاکہ لئن شکر تم لازیدنکم۔ ”اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں یقیناً تمہیں زیادہ دوں گا۔“ کی بنا پر اُسے زیادہ سے زیادہ نعمتیں حاصل ہوں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آل اطہار پر درود بھیجے تاکہ اس درود کی قبولیت کے ضمن میں دُعاء بھی قبول ہو جائے پھر اپنے گناہوں کا اعتراف کرے تاکہ احتسابِ نفس کا جذبہ پیدا ہو۔ پھر توبہ و استغفار کرے تاکہ گناہوں کی کثافت مانعِ قبولیت نہ ہونے پائے۔ پھر واضح الفاظ میں اپنی حاجت طلب کرے اور آخر میں درود پڑھے بلکہ وسط میں بھی درود پڑھے۔

ذریعہ و توسل:

تمام اُمیدوں کا مرکز اور تمام آرزوؤں کا منتہا اللہ سبحانہ کی ذات ہے اور اسی سے تمام حاجتیں اور ضرورتیں وابستہ کی جاتی ہیں اور اس کے علاوہ کسی کو مستقل طور پر حاجت روا سمجھ کر پکارنا صحیح نہیں ہے اور نہ آئین اسلام میں اس کی گنجائش ہے کہ دُعاء میں کسی دوسری ہستی کو پکار کر اُسے اللہ تعالیٰ کے صفات میں شریک ٹھہرایا جائے۔ مگر ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے عمل دخل کا عقیدہ رکھتے ہوئے کسی کو پکارنا اور مدد چاہنا شرک نہیں ہے اور نہ ان ہستیوں کو کہ جنہیں مشیت کا ہاتھ سفارش کے لئے چن چکا ہے وسیلہ قرار دینا شرک سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ شرک تو اس صورت میں ہوتا ہے جب انہی کو حاجت روائی کے لئے کافی

سمجھ لیا جاتا ہے اور مشیت باری کی ضرورت نہ سمجھی جاتی۔
 اور پھر انہیں وسیلہ قرار دینا تو ایک طرح سے اللہ کی عظمت کا
 اعتراف اور اپنی کوتاہ دستی کا اقرار ہے۔ اس طرح کہ اپنے
 کو براہِ راست پیش گاہِ سلطانی میں عرض معروض کرنے کا
 اہل نہ سمجھتے ہوئے اُن ہستیوں کو وسیلہ قرار دے رہا ہے جو
 وسیلہ بن سکتے ہیں اور جن کے نفوس قویہ ظاہری رابطہ حیات
 کے قطع ہونے کے بعد بھی عالم اسباب سے بے تعلق نہیں
 ہوتے۔ چنانچہ اسی بقائے ربط و تعلق کی وجہ سے ان کی
 قبروں کی زیارت کی جاتی ہے اور ان کے عتبات و مشاہد میں
 استجابتِ دُعاء کے اثرات ظہور میں آتے ہیں۔ تو جو شخص
 عمل و اعتقاد کے ذریعہ اُن سے علاقہ روحانی پیدا کر لیتا ہے
 وہ اس کے لئے استجابتِ دُعاء کا وسیلہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ امام
 موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے سماہ سے

فرمایا کہ حاجت طلب کرنے سے پہلے یہ کلمات تو سَل پڑھو
تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دُعاء کو جلد قبول کرے:

اللّٰهُمَّ اِنِیْ اَسْئَلُکَ بِمَحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَعَلٰی السَّلَام عَلَیْہِ فَان

لِہَا عِنْدَکَ شَانَا مِنْ الشَّانِ وَقَدْ رَامِنَ الْقَدْرَ
فَبِحَقِّ ذٰلِکَ الشَّانِ وَبِحَقِّ ذٰلِکَ الْقَدْرِ اِنْ تَصِلَّ عَلٰی
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔

اے اللہ میں تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی صلوات
اللہ علیہ کا واسطہ دیتا ہوں کیونکہ ان کی تیرے نزدیک بڑی
قدر و منزلت ہے۔ لہذا اسی قدر و منزلت کے پیش نظر تو
محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرما۔“

اور حضرت سید الساجدین علیہ السلام ایک دُعاء میں اس طرح
تو سَل فرماتے ہیں:

اللّٰهُمَّ فَاِنِیْ اَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِالْمَحْمَدِیَّةِ الرَّفِیْعَةِ

والعلوية البيضاء واتوجه اليك بهما ان تعينني
من شرّ كذا وكذا۔

اے میرے معبود! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منزلت
بلند پایہ اور علی علیہ السلام کے مرتبہ روشن و درخشاں کے
واسطہ سے تجھ سے تقرب کا خواستگار ہوں اور ان دونوں کے
وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوں تاکہ مجھے تو ان چیزوں کی
برائی سے پناہ دے جن سے پناہ مانگی جاتی ہے۔“

ادعیہ و اذکار میں عدد کی رعایت:

بعض اوراد و اذکار کے اوائل یا اواخر میں یہ وارد
ہوتا ہے کہ اتنی مرتبہ درود پڑھو یا اتنی دفعہ فلاں سورۃ
پڑھو تو اس موقع پر عدد کا لحاظ رکھنا چاہئے اور اسے گھٹانا
بڑھانا نہ چاہئے۔ کیونکہ اس مقام پر اس کے نتائج و اثرات کو

اس کے عدد سے وابستہ کیا گیا ہے جو کم و بیش کرنے کی صورت میں مرتب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ صاحب ریاض السالکین نے سید ابن طاووس الحسینی رحمہ اللہ سے نقل کیا

ہے کہ ادعیہ و اذکار میں عدد کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے ورنہ مطلوبہ فوائد اس سے حاصل نہ ہو سکیں گے۔ اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص کہ جس کی راست بیانی پر مکمل اعتماد و وثوق ہو اور وہ یہ کہے کہ فلاں مقام سے دس گز کے فاصلہ پر ایک خزانہ مدفون ہے اگر اسے کھودو گے تو وہ خزانہ تمہیں دست یاب ہو گا؛ تو اب کوئی شخص دس گز کے فاصلہ سے آگے یا اس فاصلہ سے پیچھے کھودے گا تو وہ خزانہ اس کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ بعینہ یہی صورت اذکار و ادعیہ کی ہے کہ ان سے مطلوبہ فوائد اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں جب ان میں عدد کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ لہذا گفتگو یاد دوسرے

کاموں میں مشغول ہوئے بغیر اس عدد کو تمام کرنا چاہئے اور اگر دورانِ ذکر میں کلام کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو پھر اسے از سر نو شمار کرے۔

اوقاتِ دعا:

صحیفہ کاملہ یا دوسری کتب ادعیہ میں جو دعائیں اوقات و ایام سے وابستہ ہیں جیسے روزِ عرفہ، عیدِ فطر، عیدِ اضحیٰ اور نمازِ شب کے بعد کی دعائیں؛ انہیں ان کے معینہ اوقات میں پڑھنا چاہئے کیونکہ وہی لمحات ان کے لئے مناسب اور قبولیت سے قریب تر ہوتے ہیں اور جو دعائیں دن اور وقت کی پابند نہیں ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور دُعاء مانگنا چاہے تو حسبِ ذیل اوقاتِ استجابت کے لحاظ سے بہتر ہیں؛ سحر سے لے کر طلوعِ آفتاب تک زوالِ آفتاب کے وقت، صبح، ظہر

اور مغرب کی نماز کے بعد، نمازِ وتر میں، شبِ ہائے قدر میں،
 جمعہ کے دن خطبہ اور نماز کے درمیانی وقفہ میں، جمعہ کے
 دن جب کہ سورج آدھا ڈوب چکا ہو، اذان اور اقامت کے
 درمیانی وقفہ میں، تلاوتِ قرآن کے موقع پر، بارش کے
 برسے اور ہواؤں کے چلنے کے وقت اور علی الخصوص نصف
 شب کے بعد کہ وہ دُعاء کا بہترین وقت ہے ۛ

دلا بسوز کہ سوزِ تو کار ہا بکند

دعائے نیم شبی دفعِ صد بلا بکند

چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام رات کے ایک
 حصہ میں اُٹھے اور ستاروں پر نظر کرنے کے بعد نوف ابن
 فضالہ بکالی سے فرمایا:

يَا نَوْفُ اِنْ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي مِثْلِ هَذِهِ
 السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ اِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُو فِيهَا

عبداللا استجیب له الا ان یکون عشارا او
عریفا او شرطیا او صاحب عرطبة او صاحب
کوبه

اے نواف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اُٹھے
اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دُعاء
مانگے مستجاب ہوگی سوائے اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس
وصول کرنے والا یا (کسی ظالم حکومت کی) پولس میں ہو یا
سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔“

مقاماتِ قبولیتِ دعا:

جس طرح اوقات و ساعات اور ازمنہ و ایام کو
قبولیتِ دُعاء میں دخل ہے اسی طرح محل و مقام میں بھی
قبولیتِ دُعاء پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وہاں پر دُعاء جلد

مستجاب ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل کے مقامات استجابِ دُعاء کے لئے مخصوص ہیں:

مسجد الحرام، عرفات، مشعر الحرام مکہ، مسجد نبوی ﷺ، مسجد کوفہ، مزاراتِ ائمہ، اہل بیت علیہم السلام اور علی الخصوص روضہ سید الشہدائین ابن علی علیہما السلام کہ اس کے متعلق وارد ہوا ہے کہ الاجابة تحت قبته۔
”ان کے گنبد مزار کے نیچے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔“
وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

دُعائے مکارم الاخلاق کی جامعیت

حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مدظلہ

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الخالق العباد الباسط الارزاق
و الصلوة على رسوله المبعوث ليتم مكارم
الاخلاق واله الشبوس الطالعة على الافاق
مادامت الجياد تجري على الاعراق۔

انسانی زندگی کو انسانیت کے بلند ترین اوصاف
سے معمور بنانا خالق انسان کا اہم مقصد ہے جس کے لئے انبیاء
مبعوث ہوئے، کتابیں نازل ہوئیں اور شریعتیں مقرر
ہوئیں۔ انہی بلند انسانی اوصاف کا نام ”مکارم الاخلاق“ ہے

اور مکارم الاخلاق کی تکمیل کرنا ہی سلسلہ انبیاء اور نظام
 ہدایت و تشریع کا ماحصل ہے۔ اسی لئے اس سلسلہ کی فرد
 اکمل اور رسول ﷺ خاتم نے اعلان فرمایا: انما بعثت
 لاتمّم مکارم الاخلاق۔ یعنی میں اس لئے بھیجا گیا
 ہوں کہ بلند ترین اخلاق انسانی کی عمارت کو پایہ تکمیل تک
 پہنچاؤں۔ اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک آپ
 خود اس کا مکمل ترین نمونہ نہ ہوتے اس لئے آپ خود اس
 کمال بشری کے درجہ پر فائز بنا کر بھیجے گئے جس کو حضرت
 احدیت کی جانب سے سند عطا ہوئی کہ انک لعلى خلق
 عظیمہ اور انہیں اخلاق کا بہترین نمونہ آنحضرتؐ نے اپنے
 بعد اپنے اہل بیت طاہرین علیہم السلام کو چھوڑا۔ ان کی
 سیرت زندگی کا ہر گوشہ اخلاقی کمالات کے جواہر سے آراستہ

تھا۔ لیکن اس کے دیکھنے، پرکھنے اور سمجھنے کے لئے بڑی چشم
 بینا کی ضرورت ہے اور اگر ہم سمجھ بھی لیتے تو ہمیں ان کے
 اظہار کے لئے مناسب لفظیں ملنا دشوار تھیں۔ مگر ان میں
 کی ایک فردِ کامل، شہیدِ کربلا کے فرزند حضرت امام زین
 العابدین، سید الساجدین علی بن الحسین علیہ وعلیٰ آباءہ و ابناءہ
 الصلوٰۃ والسلام نے ان اخلاقی کمالات کے تصور کو الفاظ کے
 قالب میں ڈھال کر دعاؤں کی شکل میں خلقِ خدا کی تعلیم
 کے لئے محفوظ کر دیا۔ ان دعاؤں کا مجموعہ ”زبورِ آلِ
 محمد ﷺ“ معروف بہ ”صحیفہ کاملہ یا صحیفہ سجادیہ“ شائع اور
 متداول ہے۔ ان دعاؤں میں سے ایک خاص دُعاء الداء فی
 مکارم الاخلاق و مرضی الافعال ہے۔ جس میں
 آپ نے بارگاہِ الہی میں عرض و معروض کے سلسلہ میں
 اپنے خالق سے اعمالِ خیر سے اتصاف اور برے اعمال سے

بچنے کی توفیق مانگتے ہوئے تفصیل کے ساتھ تمام اُن باتوں کا ذکر فرمادیا ہے جن سے ایک انسان کو متصف ہونا چاہئے اور تمام اُن اوصاف کو بھی بیان فرمادیا ہے جن سے ایک انسان کو خالی ہونا چاہئے۔ جہاں تک غور کیا جاتا ہے انسانی کمالات تین شعبوں میں منقسم ہیں۔ اعتقاد، قول اور عمل۔ پہلے کا تعلق دل سے، دوسرے کا زبان سے، تیسرے کا اعضا و جوارح سے ہے۔ اسی وجہ سے ایمان بھی تین ہی اجزا سے مرکب ہے۔ تصدیق بالجنان و اقرار باللسان و عمل بالارکان۔ اس لئے انسانی فضائل جن سے متصف ہونا چاہئے اور انسانی رذائل جن سے خالی ہونا چاہئے وہ بھی تین ہی قسمیں رکھتے ہیں۔ فضائل متعلقہ بقلب، رذائل متعلقہ بقلب، فضائل متعلقہ بلسان، رذائل متعلقہ بلسان، فضائل متعلقہ بجوارح، رذائل متعلقہ بجوارح۔

اس دُعاء میں امام علیہ السلام نے ان میں سے ہر قسم کے فضائل و رذائل کو انتہائی اختصار کے باوجود اتنی تفصیل سے بیان فرمادیا ہے جس کی توقع ایک مبسوط کتاب ہی سے کی جاسکتی تھی۔

ذیل میں ایک خاکہ ان تمام فضائل و رذائل کا جو اس دُعاء میں مذکور ہے درج کیا جاتا ہے:

(۱) فضائل متعلقہ بقلب:

ایمان، یقین، حسن نیت، احساسِ عبودیت، احساسِ تواضع، محبتِ خلق، اہلِ صلاح پر اعتماد، اطمینان، خیر خواہی، قدر شناسی، نرمی، اکتسابِ فضائل میں رغبت، اپنی نیکیوں کو کم سمجھنا، برائیوں کو زیادہ سمجھنا، ذکر، تفکر، پرہیزگاری، علم، باعمل، محبتِ خدا۔

(۲) رذائل متعلقہ بقلب:

غرور، خود بینی، ناز بے جا، شک، بغض، حسد،
بد گمانی، خوشامدانہ محبت، خوفِ خلق، عیب جوئی، گمراہی،
آرزوئے بے محل، فریفتگی، غفلت۔

(۳) فضائل متعلقہ بلسان:

حسن ذکر، شکرِ نعمت، اشاعتِ احسان، عیب پوشی،
حق گوئی، بارگاہِ الہی میں دعا، تضرع و زاری، حمد پروردگار، شکرِ
الہی، نطقِ ہدایت۔

(۴) رذائل متعلقہ بلسان:

احسان جتنا، غیبت کرنا، عیب لگانا، غیر خدا سے
مانگنا، غیر کے سامنے گڑ گڑانا، فحش، بے ہودہ لفظ، سب و شتم،

جھوٹی گواہی، غیر خدا کو اُس کا شریک سمجھ کر پکارنا، جو کچھ
دے اس کی تعریف جو نہ دے اس کی مذمت۔

(۵) فضائل متعلقہ بجوارح:

حسنِ عمل، فردا کی جوابدہی کا سامان، غرضِ خلقت
میں صرف اوقات، لوگوں کے ساتھ بھلائی، اطاعتِ خدا، رشتہ
داروں سے نیکی، اُن کی امداد، حسنِ معاشرت، ظالموں پر غلبہ،
اصلاح کرنے والے کی فرمانبرداری اور ہدایت کرنے
والے کی پیروی، محروم کرنے والوں پر بخشش، قطعِ رحم
کرنے والوں کے ساتھ صلہِ رحم، انصاف، الگ رہنے والوں
کو ملانا، باہمی عداوتوں کو دفع کرنا، جھک کر ملنا، نیک عادتیں
اختیار کرنا، فضیلت کی طرف بڑھنے میں سبقت، داد و دہش،
بر محل صرف، اتفاق و اتحاد کو قائم رکھنا، بدعت والوں کو

چھوڑنا، سیدھے راستے پر چلنا، میانہ روی، حق کی طرف
 رہنمائی، مال کے صرف کرنے میں نیکی کرنا، عبادت، زہد،
 علم کے مطابق عمل، روزی کی طلب میں اعتدال۔

(۶) رذائل متعلقہ بجوارح:

کج روی، شیطان کی اطاعت، معیوب عادتیں، رشتہ
 داروں کے حقوق میں کوتاہی، ساتھ رہنے والوں کو دھکیلنا،
 برادرانِ ایمانی سے قطع تعلقات، قطع رحم، بے جا غصہ سے کام
 لینا، عبادت میں کسل، جو لوگ خدا سے الگ ہو گئے ہیں اُن
 کے ساتھ بیٹھنا، اللہ والے لوگوں سے جدا ہونا، غیر خدا کے
 سامنے جھکنا، ظلم، سرکشی، مال دُنیا کی ہوس، فضول خرچی،
 کسبِ مال میں مصروف ہو کر عبادت سے غفلت۔

اس فہرست کو اگر دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی

ضخیم کتاب الاخلاق کی فہرست۔ مگر ان تمام ابواب کو امام علیہ السلام نے چند صفحات کی دُعاء میں اتنی بے نظیر متانت، جامعیت اور بلاغت کے ساتھ ادا فرمایا ہے جس کی نظیر ملنا غیر ممکن ہے۔

پھر ایک خاص بات یہ ہے کہ ان تمام اچھے اخلاق سے اتصاف اور ان برے اوصاف سے علیحدگی کو بطور دُعاء اللہ سبحانہ سے طلب کیا ہے۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر تائید الہی شامل حال نہ ہو تو تنہا انسان اس مرحلے کو آخر تک طے کرنے سے عاجز ہے۔

بے شک ابتدائی منزلِ ذوق و شوق میں قدم زنی کرنا انسان کا خود اختیاری فرض ہے۔ لیکن جب وہ لو لگاتا ہے تو پھر خود لطفِ الہی اس کی اصلاحِ حال اور تائید و تسدید کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے (والذین جاہدوا فینا

لہدینہم سبلنا) اس حقیقت کو اس مناجات میں دُعا کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ مادیات کا دور دورہ ہے خلقِ خدا کی آنکھوں سے غفلت کے پردے ہٹانے کے لئے آلِ محمد ﷺ کے بصیرت افروز کلمات بہترین نسخہ کی میا ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو باتیں دل سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں وہ دلوں پر اثر کر کے رہتی ہیں۔ ہم اگر اپنے لفظوں سے ان باتوں کو ظاہر کرنا بھی چاہیں تو ان کا قارئین کے دلوں تک پہنچنا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے کہ نہ دل میں درد ہو اور نہ سوزِ جگر اور نہ ذوقِ طلب اور نہ شوقِ قبول تو پھر تاثیر کیسے ہو۔

یہ خوش قسمتی ہے کہ اس مقصد کے حصول کے لئے ایک بہترین ذریعہ موجود ہے اور وہ آلِ رسول ﷺ

کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ اگر پڑھنے والے اور سننے والے میں کچھ بھی صلاحیت قبول ہے تو ممکن نہیں کہ یہ درد و سوز اور ذوق و شوق سے بھرے ہوئے کلمات اثر ڈال کر نہ رہیں۔

مبارک ہوں گے وہ جو معصومؑ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو اپنے اوراد و وظائف میں داخل کریں ان کے معانی پر غور کریں اور اُن سے صحیح فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔ والسلام!

صحیفہ سجادِیہؑ کی بے مثال عظمت پر

علمائے مصر کے محققانہ تبصرے

از جناب سید العلماء مدظلہ

تعصب اور تنگ نظری کو جانے دیا جائے اور
خوش اعتقادی سے بھی کوئی واسطہ نہ رکھا جائے، صرف
تاریخ اور درایت کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ امر بالکل
حقیقتِ ثابتہ معلوم ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ کی روایات اور
آپ ﷺ کی سیرت کے بہت سے خصوصیات اور آپ کے
ذاتی کمالات کے بہت سے نقوش آپ کی تربیت کردہ اولاد
اور ذریتِ طاہرہ کے ساتھ وابستہ تھے اور ضرورت تھی کہ
رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی رسمی عہدہ اور منصب کی
حیثیت سے نہ سہی لیکن شریعتِ اسلام اور احکامِ دین نیز

اسرارِ وحدانیت و رسالت کی تعلیمی حیثیت کا جہاں تک تعلق ہے ان حضرات کے اقوال و افعال کو پوری اہمیت دی جاتی۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ عام مسلمان فرقہ وارانہ تنگ نظری کا اس طرح شکار ہوئے کہ انہوں نے اہل بیت رسول ﷺ سے اجنبیت اختیار کر لی۔ اور چاہے برائے نام اُن سے عقیدت کا اظہار بھی قائم رکھا ہو لیکن عملی طور پر ان کے افادات و اقوال سے بالکل کنارہ کشی کر لی اور آلِ محمد ﷺ کو یا صرف شیعوں کے رسول ﷺ کے اہل بیت بن گئے۔

عام اسلام کی بہبودی کے لحاظ سے یہ صورتِ حال نہایت افسوس ناک تھی لیکن شکر ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز علم و شریعت، مصر آج اپنی علمی ترقیوں کے ساتھ ان جاہلانہ تنگ نظری سے آزاد ہو رہا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے علامہ شیخ محمد عبدہ نے جو ”مفتی دیارِ مصریہ“ کا درجہ رکھتے تھے۔ نہج البلاغہ کو جو امیر المومنین کے کلام کا مجموعہ ہے اپنے عالمانہ حواشی اور پرزور مقدمہ کے ساتھ اپنے اہتمام سے مصر میں شائع کرایا۔ جس کے بعد متعدد بار اس کی اشاعت ہو چکی اور مصر کے علمی و ادبی حلقہ میں اس کی اہمیت مسلم ہو گئی ہے۔

اب اس طرف دو برس سے مصر کے بلند پایہ علمی حلقوں میں ”صحیفہ سجادیہ“ کو ایک عجیب حیرت کی نگاہ سے دیکھا جا رہا ہے۔ چنانچہ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ یہ جلیل المرتبت کتاب جو کچھ کم تیرہ سو برس سے دنیائے اسلام میں موجود ہے اور سینکڑوں کتب خانوں میں محفوظ ہے اور متعدد بار چھپ بھی گئی ہے؛ مصر میں ایک بالکل نئی چیز سمجھی گئی۔ وہاں کے بڑے بڑے علماء اور پروفیسروں

نے اس پر مبسوط مقالے لکھے اور وہ مصر کے رسالوں میں شائع ہوئے۔ نیز آپ کو ہندوستان کے واحد عربی رسالہ ”الرضوان“ میں بھی درج ہوئے۔

(۱) پہلا مضمون

استاد فیلسفوف طنطاوی جوہری

کا ہے جس کا عنوان ہے: ”ادعیۃ علی زین العابدین

وماذا یستفید منها المسلمون۔“ حضرت زین

العابدین علی بن الحسینؑ کی دعائیں اور اُن سے مسلمانوں کو کیا

فوائد حاصل ہو سکتے ہیں؟

یہ مسلسل چند مقالات کا مجموعہ ہے جو رسالہ ”ہدی

الاسلام“ مصر کی متعدد اشاعتوں میں شائع ہوئے ہیں اور

مکمل صورت سے ”الرضوان“ میں درج ہوئے ہیں۔
موصوف تحریر فرماتے ہیں:

جامع ازہر کے نوجوان ہندوستانی طالب علم سید
مجتبے حسن نے مجھے ایک کتاب سے مطلع کیا جس میں کچھ
دعائیں، کچھ مناجاتیں، حضرت علی زین العابدین کی طرف
منسوب موجود ہیں۔ میں نے اس کتاب کو غور سے دیکھا، اور
اس کے مندرجات پر گہری نظر ڈالی تو مجھ پر ایک ہیبت
طاری ہو گئی اور اُن دعاؤں کی عظمت میرے دل میں
جاگزیں ہو گئی اور میں نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے! کیونکر
مسلمان اب تک اس ذخیرہ سے ناواقف رہے اور کس طرح
وہ صدیوں اور پھر صدیوں تک خوابِ غفلت میں مبتلا رہے
اور انہیں احساس نہ ہوا کہ اتنا بڑا علمی ذخیرہ خدا نے اُن کے
لئے مہیا کر رکھا ہے۔ اگر وہ ان خزانوں کو کھول کر دیکھیں

اور ان اسرار و رموز پر مطلع ہوں تو سمجھیں کہ سنی اور شیعہ فرقہ دونوں خواہ مخواہ کے لئے افتراقِ باہمی میں مبتلا ہیں اور باہمی عداوت کے نشہ میں سرشار ہیں۔

اس کتاب میں دو قسم کی دعائیں ہیں۔ ایک سلبی (یعنی بری باتوں سے دور ہونے کی تعلیم) دوسری اثباتی، (یعنی اچھی باتوں سے متصف ہونے کی تلقین) دوسرے لفظوں میں یہ کہنا چاہئے کہ یہ دعائیں ایک عجیب و مز و اشارہ کی صورت سے قرار دی گئی ہیں۔ جن دعاؤں میں ندامت اور پشیمانی اور تضرع و زاری اور مصائب کا دفعیہ اور مظالم سے نجات اور بیماریوں سے شفا کا ذکر ہے، وہ زیادہ تر کتاب کے ابتدائی حصہ میں ہیں اور جن دعاؤں میں خدا کے عظمت و جلال کا اظہار ہے اور اس کی صنعت اور عجائب قدرت کا تذکرہ ہے وہ زیادہ تر کتاب کے آخر میں ہیں۔

کیا یہ ایک عجیب بات نہیں ہے؟ کیا اس کے یہ
معنی نہیں ہیں کہ یہ حضرات بہت سے اسرار اور موز اور علوم
ومعارف کی طرف اشارہ کر رہے تھے جن سے مسلمان بالکل
غافل اور بے خبر ہو گئے ہیں۔

حقیقۃً انسانی افراد کے حالات بھی دو ہی صورتوں
پر منقسم ہیں ایک تخلی عن الرذائل (بری باتوں سے
علیحدگی) دوسرے تخلی بالفضائل (اچھے اوصاف سے
آراستگی) اور اس کے ساتھ بلند مرتبہ علوم و معارف کی تحصیل
جس سے نفس ناطقہ انسانی کی تکمیل ہو۔

ہم ان دونوں قسموں کی تشریح کریں گے۔ پھر
اسلامی اقوام کے لئے اس کے عملی نتائج جو برآمد ہوتے
ہیں پیش کریں گے۔

(پہلی قسم) اس میں یہ دُعا ہے جو امام زین

العابدینؑ مناجات میں پڑھتے تھے۔ اس کو امین الاسلام فضل بن حسنؒ طبرسی نے اپنی کتاب ”عدة السفر و عمدة الحضر“ میں بھی درج کیا ہے۔

”خداوند! اکثر میری آنکھیں خواب آلودہ ہو گئیں اُس وقت جب تیری نمازوں کا وقت تھا۔ تو میری حالت سے واقف ہے اور ایک محدود زمانہ تک چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ افسوس ہے ان آنکھوں کے حال پر یہ کیونکر صبر کریں گی اس وقت جب ان پر عذاب کیا جائے گا۔ خداوند! اکثر میرے پاؤں تیری اطاعت کے راستوں سے الگ گامزن ہوئے۔ تو اس پر مطلع ہے اور محدود زمانہ تک چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ افسوس ہے ان پیروں کے حال پر یہ کیونکر صبر کریں گے جب ان پر عذاب ہو گا۔ خداوند! بہت ایسا ہوا کہ میں نے ایسی باتوں کا ارتکاب کیا جن میں

میری نفسانی اغراض شریک تھے تو اس پر مطلع ہوا۔
 افسوس! یہ میرا جسم کیونکر صبر کرے گا۔ جب اس پر عذاب
 ہوگا۔ خداوند! کاش میں اپنی ماں کے بطن سے پیدا نہ ہوا
 ہوتا۔ خداوند! کاش! درندے پہاڑوں میں میرے ٹکڑے
 کر ڈالتے اور مجھے بحیثیت مجرم تیرے سامنے کھڑا نہ ہونا
 ہوتا۔ خداوند! کاش میرے پر پرواز ہوتے کہ تیرے
 خوف و ہیبت سے فضا میں پرواز کرتا۔ خداوند! افسوس
 میرے حال پر اگر آتش جہنم میں میری منزل ہو۔ خدا
 وند! افسوس در افسوس مجھ پر اگر جہنم کے زہریلے پھلوں
 سے مجھے کھانا نصیب ہو۔ خداوند! افسوس میرے حال پر اگر
 قطران (تار کول) کا میرا لباس ہو۔ خداوند! افسوس در
 افسوس میرے حال پر اگر آبِ گرم میرے پینے کے لئے
 ملے۔ خداوند! افسوس در افسوس میرے حال پر اگر میں

تیرے سامنے آؤں اس حال میں کہ تو مجھ سے ناراض ہو۔
 اس صورت میں کون ہے جو تجھ کو مجھ سے رضامند بنائے یا
 کون سے وہ اچھے اعمال میرے ہوں گے جن کے سبب
 سے میں تیرے سامنے سر اٹھاؤں اور جن کا تذکرہ اپنی
 زبان پر لاؤں۔ کچھ نہیں سوائے اس اُمید کے جو تیرے
 کرم سے ہے۔ کیونکہ تیری رحمت تیرے غضب سے آگے
 ہے اور تو نے کہا ہے کہ میرے بندوں کو بتلادیں کہ میں
 بڑا بخشش والا اور ترس کھانے والا ہوں اور یہ کہ میرا عذاب
 بہت سخت عذاب ہو گا۔ بالکل سچ کہا تو نے اے میرے
 مالک! تیرے غضب کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی سوائے
 تیرے ہی حلم کے اور تیرے عذاب سے کوئی چیز پناہ نہیں
 دے سکتی سوائے تیری رحمت کے اور تجھ سے کوئی چیز بھی
 نہیں مل سکتی سوائے تیری ہی بارگاہ میں گڑ گڑاہٹ کے۔

اچھا پھر میں تیرے سامنے کھڑا ہوں بالکل ذلیل، بے قدر،
 شکستہ حال اور بے سرو سامان۔ اگر تو مجھے معاف کر دے تو
 کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ ہمیشہ ہی سے تیری رحمت
 میرے شامل حال رہی اور تو نے صحت و سلامتی کا لباس مجھ
 کو پہنائے رکھا اور اگر تو مجھے سزا دے تو میں اس کا مستحق
 ہوں اور وہ تیری عدالت کا نتیجہ ہو گا۔ خداوند! مگر میں
 تیرے ہی پوشیدہ اوصاف اور تیرے ہی اس کمال ذات کا جو
 حجاب راز میں مضمر ہے، واسطہ دے کر یہ سوال کرتا ہوں
 کہ میرے اس بے تاب نفس اور اس مضطرب جسم اور اس
 نازک جلد اور ان کمزور ہڈیوں پر رحم کرنا۔ یہ میرا جسم جو
 اس تیرے آفتاب کی حرارت کو برداشت نہیں کر سکتا، تیری
 آگ کو کیسے برداشت کرے گا۔ یہ جو تیرے بادل کی گرج
 کی آواز سے تھرا اٹھتا ہے تیرے غضب کی آواز کو کیسے سن

سکتا ہے۔ معافی، معافی، معافی؛ بے شک گناہوں نے مجھے
 دھوکا دیا، تیری نعمتوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیرے
 رکھا مگر میں نے تیرا شکریہ بہت کم ادا کیا۔ میرے اعمال
 انتہائی کمزور ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جس پر میں بھروسہ
 کروں سوائے تیری رحمت کے اے سب رحیموں سے
 زیادہ رحیم۔

اس دُعاء میں جن قرآنی آیات کی طرف

اشارہ ہے

دیکھو امام علیہ السلام اس دُعاء میں آنکھوں کا ذکر
 کرتے ہیں اور اُن کے گناہوں کا؛ پیروں کا تذکرہ کرتے
 ہیں اور اُن کے جرائم کا؛ جسم کا اور اُس کے عذاب کا جو روزِ
 قیامت ہو گا؛ اور اس جسم کی کمزوری کا اس عذاب کے تحمل

سے۔ پھر اپنی خجالت کا اظہار خدا کی بارگاہ میں اور اس سلسلہ میں جہنم اور وہاں کا زہریلا کھانا اور وہاں کا مخصوص لباس اور اس سب سے بڑھ کر خدا کی ناراضگی اور بندہ کی بے بسی اور سب سے آخر میں یہ کہ صرف خدا کی رحمت پر تکیہ ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔

اس دُعاء پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بہترین مواعظ مضمحل ہیں جن سے شیعہ سنی سب ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس طرح کی دعاؤں کو حقیقۃً تعلیمی سبق سمجھنا چاہئے جو موعظہ و ہدایت کی خاطر مسلمانوں کے سامنے پیش کئے گئے ہیں۔ ورنہ درحقیقت یہ مقدس ذاتیں ہرگز گناہوں سے اس طرح آلودہ نہ تھیں۔ لیکن چونکہ بارگاہِ الہی میں ان کا تقرب زیادہ تھا اس لئے انہیں خدا کا خوف بھی سخت تھا۔ (انما یخشى الله من عباده العلماء) ”خدا سے ڈرتے

وہی زیادہ ہیں جنہیں خدا کی معرفت زیادہ ہوتی ہے۔“ اور چونکہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے اُنہوں نے مسلمانوں کے لئے مثال پیش کی اور یہی وہ طریقہ ہے جو دنیا کی ہدایت کے لئے بہترین صورت پر کامیاب ہو سکتا ہے۔

(دوسری قسم) یعنی فضائل کے ساتھ آراستگی اور علوم و کمال کی تحصیل کی ”اہمیت“۔ اس میں آپ کی یہ دُعاء ہے جو ۲۴ ماہِ رمضان کو آپ پڑھتے تھے۔

”اے سفیدۂ سحری کو ظاہر کرنے والے اور رات کو آرام و سکون کا ذریعہ بنانے والے اور آفتاب و ماہتاب کو مقررِ حساب کے ساتھ چلانے والے۔ اے عزّت کے مالک! اے بخشش و کرم اور قوّت و طاقت اور فضل و احسان اور جلال و بزرگی کے سرمایہ دار! اے اللہ! اے رحم والے

خدا! اے ایک اکیلے یگانہ! اے امن و اطمینان کے دینے
 والے! اے نگرانی و نگہداشت کرنے والے! اے اللہ، اے
 ظاہر! اے اللہ، اے باطن! اے اللہ، اے زندہ رہنے والے!
 سوائے تیرے کوئی معبود برحق نہیں۔ اے اللہ! اے اللہ!
 اے اللہ! تیرے لئے ہیں بہترین نام اور بلند ترین مثالیں
 اور بزرگی اور تمام نعمتیں؛ رحمت اپنی نازل کر محمد ﷺ اور
 ان کی آلؑ پر اور مجھے نہ قرار دے اُن لوگوں میں سے کہ جب
 وہ صحیح و سالم ہوں تو غافل ہو جائیں اور جب بیمار ہوں تو تجھ
 سے خوف کریں۔ جب مالدار ہوں تو فریبِ دنیا کا شکار
 رہیں اور جب فقیر ہوں تو تجھ سے لو لگائیں۔ جب بیمار ہوں
 تو گناہوں سے توبہ کریں اور جب اچھے ہوں تو پھر
 گناہوں میں مبتلا ہو جائیں۔ نہ اُن لوگوں میں سے قرار دے
 کہ جو اچھے آدمیوں کی محبت کا دعوے تو رکھتے ہوں مگر اُن

کے سے اعمال نہ کرتے ہوں اور برے آدمیوں سے
 نفرت کا اظہار تو کرتے ہوں مگر خود اپنے افعال کے لحاظ
 سے اُن ہی برے آدمیوں میں داخل ہوں جو اپنے
 دوسرے بھائیوں کی برائی تو ظاہر کرتے ہوں اور خود اپنی
 برائیوں پر پردہ ڈالتے ہوں۔ خداوند! میں تجھ سے سوال
 کرتا ہوں ہدایت اور پرہیز گاری اور عفت اور بے نیازی کا
 ان چیزوں سے جنہیں تو نے حرام قرار دیا ہے اور عمل کا
 تیری اطاعت کے ساتھ ان باتوں میں جو تجھے پسندیدہ ہیں۔
 پروردگار! میرے چہرے کو آتشِ جہنم سے موڑ دے۔
 خداوند! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! اے
 ایک، اے اکیلے، اے مالک، اے وہ کہ جس کے اولاد
 نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اس کا کوئی مد مقابل ہے۔
 اے جلالت و بزرگی کے مالک! اے حاجتوں کو پورا کرنے

والے، اے تکلیفوں کے دور کرنے والے، اے خواہشوں
 کے عطا کرنے والے، اے اہم مصیبتوں میں مدد کرنے
 والے، میری مدد کر اُس مہم میں جو مجھے درپیش ہے؛
 میرے قرضوں کو ادا کر دے اور میرے دل میں پاکیزگی
 پیدا کر دے اور میرے اعمال میں اضافہ کر دے اور
 میرے لئے آتشِ جہنم سے آزادی کی دستاویز لکھ دے اور
 عذاب سے امان کی سند اور صراطِ پر سے گزرنے کا پروانہ اور
 جنت میں حصہ پانے کا فرمان لکھ کر دے اور مجھ کو
 حق و صداقت کے احاطہ میں داخل کر اور محمد ﷺ و آلِ محمد
 ﷺ کی رفاقت نصیب کر جنت کے باغوں میں اور ہمیشہ
 رہنے والی مسرت میں۔ اے جلالت و بزرگی کے مالک
 خداوند! درود بھیج محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ پر اور میری دُعاء
 کو قبول کر اور میری تضرع و زاری پر رحم اور اپنی بارگاہ سے

میری اُمید کو قطع نہ کر۔ اے فریاد رس بے کساں میری
 فریاد کو پہنچ۔ اے ایمان لانے والے کے پناہ دہندہ! مجھے پناہ
 دے۔ اے نیکو کار اشخاص کے مددگار! میری امداد کر۔
 اے توبہ کرنے والوں کے دوست، میری توبہ قبول کر۔
 اے تہی دستوں کو رزق دینے والے! مجھے رزق عطا کر۔
 اے درد مندوں کی تکلیف کو دور کرنے والے! میری تکلیف
 کو دور کر۔ اے مضبوط طاقت و قوت کے مالک! محمد ﷺ و
 آل محمد ﷺ پر رحمت نازل کر اور میرے دل کو اپنے
 دین اور اپنی اطاعت پر مضبوطی سے قائم رکھ۔ یہاں تک کہ
 میں تیرے سامنے آؤں تو مجھ سے راضی ہو غضب ناک نہ
 ہو۔ تو ہی احسان اور بخشش کا مالک ہے۔ پروردگار! ہم کو دُنیا
 میں نعمت عطا کر، اور آخرت میں بھی اور ہم کو اپنی رحمت
 کے ساتھ آتشِ جہنم سے بچا دے اے سب رحیموں سے

زیادہ رحیم!

جو شخص اس دعاء میں غور کرے اس کو

حسب ذیل باتیں نظر آئیں گی:

(۱) شروع میں سفیدہ سحری کی نمود اور رات کے آرام و سکون اور آفتاب و ماہتاب کے حساب کے ساتھ چلنے کا تذکرہ ہے۔ یہ تمام آیات قرآنی کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) اس کے بعد اوصافِ الہی کا ذکر ہے۔ عزت بخش، فضل، نعمت، رحمت اس کے ساتھ وحدانیت، فردانیت وغیرہ مخصوص اوصاف کا ذکر ہے۔ یہ کہہ کر اس میں تعمیم پیدا کر دی گئی ہے کہ تمام بہترین نام اسی کے لئے ہیں۔ (۳) آخر میں ہدایت اور تقویٰ اور دل کی پاکیزگی کا تذکرہ ہے۔ امامؑ نے اس دُعا میں ایک راستہ دکھلایا ہے جو توضیح کا مستحق ہے

اور ہم تمام مسلمانوں کو اس کی جانب توجہ دلاتے ہیں۔

اس دُعا سے جو سبق حاصل ہوتا ہے

تمام مسلمانوں کو بلا تفریق میں مخاطب کرتا ہوں۔ دیکھو یہ بلند مرتبہ بزرگوار نبوت کے خاندان کے محترم فرد زین العابدینؑ تم سے کیا کہہ رہے ہیں کہ تم اپنے دلوں کو پاک کرو اور گناہوں سے ان کی حفاظت کرو۔ یہی نہیں بلکہ اس عالم کی مخلوقات اور اس وسیع دُنیا کے کائنات کو غور سے دیکھو۔ وہ آفتاب ہے جو حساب کے ساتھ چل رہا ہے اور ماہتاب ہے جو اپنی منزلوں میں سیر کرتا ہے۔ اس سے آپ سورۃ انعام کی ان آیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں جن میں حضرت ابراہیمؑ کا قصہ مذکور ہے کہ اُنہوں نے آسمان اور زمین کی نشانیوں کا مشاہدہ کیا تا کہ یقین کے درجہ پر

فائز ہوں۔ پھر اس سورۃ میں یہ ہے کہ خدا نے دانہ کو
 شگافتہ کیا اور گٹھلی سے درخت کو نمایاں کیا۔ وہ ذی حیات کو
 غیر ذی حیات سے اور غیر ذی حیات کو ذی حیات سے ظاہر
 کرتا ہے۔ یہ ہے اللہ کی قدرت۔ تم کہاں ادھر ادھر پھر
 رہے ہو۔ وہ سفید سحری کو ظاہر کرنے والا ہے اور اُس نے
 رات کو سکون و اطمینان کا وقت قرار دیا ہے اور آفتاب و
 مہتاب کو حساب کے ساتھ چلایا ہے۔ یہ اقتدار و حکمت رکھنے
 والے خدا کی قرارداد ہے۔ اسی نے تمہارے لئے ستاروں کو
 مقرر کیا ہے کہ تم ان کے ذریعہ سے راستہ حاصل کرو خوشی
 اور تری میں۔ یہ تمام نشانیاں تفصیل سے پیش کی ہیں ان
 لوگوں کے لئے جو علم سے کام لیں۔

اس دُعا کے متکلم امام علیہ السلام نے سورۃ انعام

کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ بھی اسی کتاب (صحیفہ کاملہ) کی

بعض دُعاؤں میں کیا ہے۔ جہاں آپ نے خدا کے اوصاف میں یہ بتلایا ہے کہ وہ نور اور ظلمت کا خالق ہے اور آفتاب و مہتاب بھی اُسی نے پیدا کئے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ اجرام سماویہ خدا نہیں ہیں جیسا کہ جناب ابراہیمؑ کے زمانہ میں صائبیہ کا خیال تھا۔ اور یہ کہ خود نور و ظلمت بھی خدا نہیں۔ جیسا کہ ایران کے ملک میں مانوی جماعت کا عقیدہ ہے۔

اللہ اکبر! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیتؑ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس منزل پر تھے، اور تمام مسلمان کس منزل پر ہیں۔ ان دعاؤں میں علم افلاک، حساب آفتاب و مہتاب، جہاز رانی وغیرہ کے طریقہ کی طرف اشارہ ہے جو بغیر کواکب کی حرکتوں کے دریافت کئے ہوئے نہیں حاصل ہو سکتا۔ آج یورپ کی ہر سلطنت میں اس کے لئے خاص درس گاہیں قائم

ہیں۔ مگر مسلمانانِ عالم اب تک ان علوم سے بے خبر رہے ہیں جن کی طرف اہل بیتؑ نے برابر اشارہ کیا ہے۔

چونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے متبعین اور اُن کے متبعین کے مخالف برابر اہل بیت کے بارے میں جنگ وجدال کرتے رہیں گے۔ مگر خود ان حضرات کے دل میں یہ تھا کہ ہم مشترک اسلامی روح کے شائع کرنے کے لئے اور بندوں کو خدا کی معرفت سے قریب کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس طرح کے اشارات اپنے کلام میں ودیعت کر دیئے ہیں جن سے تمام صاحبانِ عقل فائدہ اٹھائیں اور حکماء مصلحین ان کے ذریعہ سے ترقی کریں۔ وہ باتیں ایسی ہیں جو تمام خلق سے متعلق ہیں، اور ان میں کسی فرقہ سے خصوصیت نہیں ہے انہوں نے پہلی قسم میں گناہوں کا ذکر کیا ہے اور قرآن میں جو عذاب

مذکور ہوئے ہیں۔ جیسے زقوم، قطران وغیرہ، ان کا ذکر کیا ہے اور دوسری قسم میں اُن عجائباتِ قدرت کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا سورۃ انعام میں بھی تذکرہ ہے اور جن کی حقیقت بغیر علمِ فلکیات کے معلوم نہیں ہو سکتی اور علمِ فلکیات کے لئے حساب اور ہندسہ اور جبر و مقابلہ کی ضرورت ہے اسی طرح ان آیات میں جن کی طرف اس دُعاء میں اشارہ ہے۔ نباتات کا ذکر کیا ہے جس کے لئے علمِ النباتات اور علمِ زراعت کی ضرورت ہے، اور جنین کا بطنِ مادر میں تذکرہ ہے جس کے لئے علمِ تشریح اور علمِ الحیات (بیالوجی) ناگزیر ہے۔

گویا امامؑ کے پیشِ نظر تھا یہ عالم کہ دنیا میں دوسری قومیں ترقی کر رہی ہیں۔ مگر سنی شیعہ آپس کے جھگڑوں ہی میں مصروف ہیں اور کس بارے میں:؟ خود اہل بیتؑ کے

بارے میں۔ حالانکہ اہل بیت ان جھگڑوں سے الگ ہیں۔ کیا
 آسمان اور اُس کے ستارے، کیا زمین اور اُس کی ذراعتیں
 خدا کی مخلوقات میں داخل نہیں ہیں۔ کیا ان چیزوں میں
 غور و خوض کرنا خدا کی معرفت سے قریب نہیں کرے گا۔
 مگر افسوس مسلمان غفلت میں ہیں۔ انہوں نے
 اسلامی ممالک میں ان علوم کو چھوڑ رکھا ہے اور صرف آپس
 کے جھگڑوں بکھیروں سے مطلب رکھا ہے۔ وہ بھی ایسے
 معاملات میں جن کا وقت گزر چکا ہے اور وہ نسلیں گزر چکی
 ہیں۔ یہ زمانہ وہ ہے جب مسلمانوں کے عقول میں ترقی ہو
 گئی ہے اور علم کی محبت ان کے دل میں پیدا ہو چکی ہے۔

(۲) موازنہ حضرت نوحؑ کی آواز میں اور

امام زین العابدین علیہ السلام کی دعائیں

یہ شیخ طنطاوی جوہری

کا دوسرا مضمون ہے:

اے برادرانِ اسلام! میرا سلام قبول کرو۔ میں
نے اپنے گزشتہ مقالہ میں امام زین العابدینؑ کی بعض
دعاؤں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں
نے بتلایا ہے کہ کس طرح آپ نے علم اور عمل دونوں
پہلوؤں پر زور دیا ہے اور عالم کائنات کی طرف توجہ دلائی
ہے۔

اب ایک دعاء اور پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے جو

آپ تاریک راتوں میں پڑھتے تھے:

”اے پروردگار! مجھے بخش دے۔ اے پروردگار!

مجھ پر رحم کر۔ اے میرے مالک! میرے دل میں
پاکیزگی پیدا کر۔ اے میرے مالک مجھے ریاکاری سے
علیحدہ رکھ۔ پروردگار! تو نے رات کو ہماری راحت کا ذریعہ
بنایا ہے اور دل کو ہمارے کسبِ معاش کا موقع قرار دیا
ہے۔ تو نے آفتاب و ماہتاب کو حساب کے ساتھ جاری کیا
ہے۔ تو عالموں کا انتظام کرنے والا ہے۔ تو نے آفتاب،
ماہتاب اور ستاروں میں اپنے حسنِ صنعت کا مظاہرہ کیا
ہے۔ تو نے ان تمام سیاروں کو اپنے مخلوق کے فائدے
کے لئے اپنے حکم کا پابند بنایا ہے مجھ پر ایک نظر اپنی ڈال
دے۔ ایسی نظر جو میرے دل کو ریاکاری، خود بینی، کینہ وری
اور حسد کے جذبات سے خالی کر دے۔ اور جس سے مجھے

تیرے عذاب کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔

اس دُعاء میں امامؑ نے ایک طرف تو تہذیبِ اخلاق کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس سے نفس میں پاکیزگی پیدا ہو؛ دوسری طرف اس پاکیزگی نفس کی تکمیل پر زور دیا ہے۔ علم اور حکمت اور کائناتِ قدرت میں غور و خوض کے ساتھ حضرتؑ نے اپنی دعاؤں میں علم النفس اور علم الآفاق دونوں کو جمع کیا ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں وارد ہوا ہے کہ ہم انسانوں کو اپنی نشانیاں دکھلاتے ہیں۔ آفاق آسمان وزمین اور خود اُن کے نفوس میں تاکہ ان کو حق کی معرفت ہو۔ ”انفس“ کے لفظ میں بہت سے علوم کی طرف اشارہ ہے جن میں سے ایک علم الاخلاق ہے۔ اور ”آفاق“ کے لفظ میں ”علم الارض“ نباتات، جبال، بحار اور فلکیات وغیرہ سب داخل ہیں۔

نوحؑ کی آواز اپنی قوم کے لئے:

ہم دیکھتے ہیں نوحؑ کی آواز کو جو قرآن میں درج ہوئی ہے، نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا: ”اے میری قوم کے لوگو! میں تمہیں خوف دلاتا ہوں خدا کی عبادت کرو اور تقوٰے اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔ خدا تمہارے گناہوں کو معاف کرے۔ اور تمہیں معینہ مدت تک زندہ رکھے۔ وہ خدا کی مقرر کردہ مدت جب پوری ہو جاتی ہے تو اُس میں دیر نہیں ہوتی۔“ پھر نوحؑ نے خدا سے اپنی قوم کی شکایت کی۔ کہا ”میں نے اس قوم کو شب و روز دعوت دی۔ میری دعوت پر وہ بھاگتے ہی رہے۔ میں نے جب ان کو دعوت دی تا کہ وہ اپنی مغفرت کا سامان کریں، تو اُنہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے ڈالیں اور چادریں

سروں پر ڈال لیں اور اپنے جرائم پر اصرار کیا اور پورے
 تکبر سے کام لیا۔ پھر میں نے اُن کو کھلم کھلا آواز دی اور بلند
 آواز سے اعلان کیا اور آہستہ سے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا کہ
 خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ
 ابر کو تم پر پانی برسانے کے لئے بھیجتا ہے اور تم کو اموال اور
 اولاد کے ساتھ مدد پہنچاتا ہے۔ تمہارے لئے باغ قرار دیتا
 ہے اور نہریں جاری کرتا ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم
 خدا کی عزت نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اُسی نے تم کو مختلف
 صورتوں پر پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کیونکر خدا
 نے ساتوں آسمانوں کو طبق در طبق پیدا کیا ہے اور ماہتاب
 کو ان میں روشنی کے لئے قرار دیا ہے، اور آفتاب کو چراغ
 بنایا ہے۔ اور خدا نے زمین سے تمہیں مثل نباتات کے باہر
 نکالا ہے۔ پھر تم کو اسی زمین میں واپس لے جائے گا۔ اور

اس کے بعد پھر باہر نکالے گا۔ اور خدا نے تمہارے لئے زمین کو فرش قرار دیا ہے۔ تاکہ اس میں مختلف راہوں میں تم راستہ چلو۔“ نوحؑ نے کہا کہ ”پروردگار! ان لوگوں نے میری نافرمانی کی اور اس شخص کا طرزِ عمل اختیار کیا جس کو اس کے مال و اولاد سے سوائے نقصان کے کچھ حاصل نہ ہوا اور یہ لوگ بڑے مکرو فریب سے کام لیتے رہے۔“

اللہ اکبر! یہ حضرت نوحؑ کی دُعاء قابلِ لحاظ ہے۔ کس قدر انفس و آفاق کے علوم اس میں مجتمع ہیں۔ بالکل اسی طرح امام زین العابدینؑ نے اپنی دُعاء میں دونوں باتوں کو جمع کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ خدا سے دُعاء کرتے ہیں کہ میرے نفس میں پاکیزگی عطا کر تاکہ اس میں بلندی پیدا ہو سکے۔ دوسری طرف آسمان و زمین کی خلقت اور خدا کی قدرت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ صفحہ ۱۰۸ کتاب صحیفہ کاملہ میں

ایک دُعاء کی ذیل میں آپ کہتے ہیں:

”خداوند! میرے لئے ایسا دل قرار دے جو تجھ سے ڈرتا رہے اس طرح گویا اس نے تجھے دیکھا ہے یہاں تک کہ تجھ سے ملاقات کرے۔ اے مالک آسمانوں کے اور تمام اُن چیزوں کے جو آسمان کے اندر ہیں۔ روشن ہوں خواہ تاریک۔ اے مالک کشادہ زمینوں کے اور تمام اُس مخلوق کے جو اُن زمینوں کے اندر ہے۔“ اے مالک مضبوط بنیاد والے پہاڑوں کے؛ اے مالک چلنے والی ہواؤں کے۔ اے مالک اُن بادلوں کے جو زمین اور آسمان کے درمیان پیدا ہوتے ہیں۔ اے مالک اُن ستاروں کے جو آسمان میں تیرے تابع فرمان ہیں خواہ پوشیدہ ہوں اور خواہ ظاہر۔ اے مخفی باتوں سے باخبر اور اے آوازوں کے سننے والے۔“

صفحہ نمبر ۱۱۳ میں ہے:

”خداوند! میں تجھ سے مانگتا ہوں صاحبانِ علم کا خوف، اور عبادت کرنے والوں کا خشوع اور خضوع اور خلوص رکھنے والوں کی عبادت اور خشوع رکھنے والوں کا اخلاصِ قلب، اور توکل رکھنے والوں کا یقین اور بزرگ مرتبہ لوگوں کی کامیابی اور ذکرِ الہی کرنے والوں کا غور و خوض۔“

یہ بالکل مطابق ہے اس آیت کے ساتھ کہ آسمان وزمین کی خلقت اور شب و روز کی آمد و رفت میں نشانیاں ہیں۔ صاحبانِ عقل کے لئے وہ جو خدا کی یاد کرتے رہتے ہیں اُٹھتے اور بیٹھتے اور کروٹ کی حالت میں اور غور و خوض کرتے ہیں آسمان وزمین کی خلقت میں۔ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار تو نے ان کو غلط طور پر نہیں پیدا کیا ہے۔ تیری ہستی پاک ہے۔ ہم کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

حضرت کا یہ فقرہ کہ ”ذکرِ الہی کرنے والوں کا غور و خوض۔“ اسی آیت کا پتہ دیتا ہے اور اس امر کی اشارہ کرتا ہے کہ خدا کو یاد کرنے والا اگر اس کی مخلوقات میں غور و خوض نہ کرے تو وہ جاہل رہے گا اور اسے کوئی بصیرت حاصل نہیں ہو سکتی۔

یہی بتلایا گیا ہے اس آیت میں کہ:

”یہ لوگ قرآن میں غور و خوض کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں؟“
اور اس آیت میں کہ:

”وہ لوگ جنہیں توریت کا حامل بنایا گیا پھر انہوں نے اس کو برداشت نہ کیا۔ مثل گدھے کے ہیں جس کی پشت پر کتابوں کا بار لدا ہوا ہو۔ کیا بری مثال ہے اُن لوگوں کی جو خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور خدا جبری طور

پر ظالمین کو راہِ راست پر نہیں لاتا ہے۔

طنطاوی کا شکوہ خدا کی بارگاہ میں:

خداوند! یہ تیری کتاب موجود ہے قرآن، اور یہ اہل بیت میں سے ایک بزرگ ہستی کے ارشادات ہیں۔ یہ دونوں کلام وہ آسمان سے نازل شدہ کلام اور یہ اہل بیتؑ کے صدیقین میں سے ایک صدیق کی زبان سے نکلا ہوا کلام دونوں بالکل متفق ہیں۔ اب میں بلند آواز سے پکارتا ہوں ہندوستان میں اور تمام اسلامی ممالک میں اے فرزندِ انِ اسلام، اے اہل سنت، اے اہل تشیع۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ تم قرآن اور اہل بیت کے مواعظ سے سبق حاصل کرو۔ یہ دونوں تم کو بلا رہے ہیں۔ اُن علوم کے حاصل کرنے کی طرف جن سے عجائبِ قدرت منکشف ہوتے ہیں

اور خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

پہلے ان علوم کو حاصل کرو۔ انہی کے حاصل کرنے
کا تمہیں قرآن اور پیشوایانِ مذہب کے ارشادات میں حکم
ملا ہے۔ جب تم ان میں کامل ہو جانا تو پھر دوسرے امور
کی طرف متوجہ ہونا۔

تفرقہ انگیز مباحث سے باز آؤ اور ان ہدایات پر
عمل کرو۔ ان علوم سے استفادہ کرو اور سورج کے نیچے زمین
کے اوپر اپنے زندہ رہنے کا سامان کرو۔

(طنطاوی جوہری مصر)

(۳) امام زین العابدینؑ کی دعاؤں

سے میرے تاثرات

استاد محمد کامل حسین

کا مضمون ہے جو ”جامعہ مصریہ“ میں پروفیسر ہیں اور کتاب
”الادب فی مصر الاسلامیہ“ اور ”مروان بن ابی
حفصہ“ کے مصنف ہیں۔ یہ مضمون آپ کا گذشتہ سال
”الرضوان“ کے جمادی الثانی ور جب کے پرچہ میں شائع ہوا
ہے۔

کیا تمہارا خیال ہے کہ فرزوق نے امام زین
العابدینؑ کی تعریف کا حق ادا کر دیا اپنے ان شعروں میں جن
کا مضمون یہ ہے کہ:

”یہ وہ ہیں جن کے پیروں کی چاپ کو سر زمین مکہ پہچانے ہوئے ہے اور خانہ کعبہ اور اس کے حل و حرم سب ان سے واقف ہیں۔ یہ اس ہستی کے فرزند ہیں جو خلقِ خدا میں سب سے بہتر تھی۔ یہ متقی، پاکیزہ، پاک اور مشہور روزگار ہیں۔“

ہرگز نہیں۔ بخدا فرزوق اپنے ان شعروں میں ایک شتمہ بھی نظم نہیں کر سکا ہے۔ بلکہ مجھے تو ملتے ہی نہیں وہ الفاظ جو میرے دلی خیالات کا اظہار کر سکیں اور بتلا سکیں میرے تاثرات کو اس امامؑ کی عظمت کے بارے میں جس نے ایک طرف عرب قوم کے محاسنِ اخلاق اور اُن کی مذہبی کمالات کو حاصل کیا اور دوسری طرف ملکِ عجم کی سلطنت اور اس کی عزت کے جوہر کا حامل ہوا۔

اس صورت میں کوئی بے جا نہیں کہ ان کو ”ابن

الخیر تین“ (دو منتخب قوموں کا فرزند) کہا جائے۔ کیونکہ آپ کے جد بزرگوار حضرت رسول خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا نے اپنے بندوں میں سے دو ہی قوموں کو منتخب کیا ہے۔ عرب میں سے قبیلہ قریش اور غیر عرب میں سے فارس، اور بہت سے ایرانیوں نے اس حدیث کو اپنے لئے محلِ نازش میں پیش کیا ہے۔ مہیار و یلمی شاعر سید رضی (جامع نہج البلاغہ) کا شاگرد تھا۔ وہ اسی حدیث کو لیتا ہے اور پھر اپنی تعریف خود کرتے ہوئے کہتا ہے:

(شعر جس کا مضمون یہ ہے)

”میں نے عزت و بزرگی بہترین باپ دادا سے حاصل کی اور دین کی عزت بہترین نبی ﷺ سے حاصل کی۔ پس مجھے ہر حیثیت سے فخر کا موقع حاصل ہو گیا۔ عزت خاندانی فارس کی اور دینی عزت عرب کی۔“

یہ انتہائی فخر کی حد ہے جو ایک شاعر پیش کر رہا ہے۔ مہیار دہلی۔ جس کی دنیاوی عزت صرف اتنی ہے کہ وہ ملکِ فارس کا ایک مجوسی شخص تھا اور کسی شاہی خاندان سے بھی نہ تھا۔ پھر اپنے استاد سید رضی کے ہاتھ پر اسلام لایا تو دوسرے اسلام لانے والے غلاموں کا سا اُسے بھی درجہ حاصل ہو گیا۔ نہ اُس کو خاندانی کوئی امتیاز ہے نہ اسلام میں کوئی خاص درجہ۔ لیکن باوجود اسکے اپنی دو خصوصیتوں کے اجتماع پر فخر کرتا ہے کہ میں خاندانی حیثیت سے فارسی النسل ہوں اور دینی حیثیت سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کا پیرو۔ پھر اب میں کیا کہوں۔ اُس ہستی کے بارے میں جس کا دادا خود مسلمانوں کو رسول ﷺ ہو اور نانا خود ملکِ فراس کا بادشاہِ کسریٰ ہو۔ وہ کون زبان ہو سکتی ہے جو اس بزرگوار کی عزت و بزرگی کی حد بیان کر سکے۔ یہ ہستی امام

زین العابدینؑ علی بن الحسینؑ کی ہے جن کے بارے میں
فرزوق نے کہا ہے:

جب قبیلہ قریش کے لوگ ان کو دیکھ لیتے ہیں تو
کہنے والے کہہ اٹھتے ہیں کہ بس اس شخص کی عزتوں پر
عزت کی انتہا ہو جاتی ہے۔“

بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ میں کہوں۔ ”ان کے
عظیم اخلاق پر خلق کی انتہا ہے۔ ان کی خاندانی شرافت پر
شرافت کی انتہا ہے۔ اگر زبان یارادے اور مجھے الفاظ
ملے میں جن سے میں مطلب ادا کر سکوں تو پھر بھی میں یہ
کہوں کہ یہ کم تر تعریف ہے جو امام سجادؑ اور اہل بیت رسول
ﷺ کے بارے میں کی جاسکتی ہے۔

ممکن ہے لوگوں کو تعجب ہو یہ دیکھ کر کہ ایک سنی
مضمون نگار ائمہ شیعہ میں سے ایک امام کے بارے میں اس

طرح کے خیالات ظاہر کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر
 چہ ایک ایسے شہر میں پیدا ہوا ہوں جسے سنی مذہب سمجھا جاتا
 ہے اور ایک ایسی جماعت میں جو امام شافعی وغیرہ کے
 مذہب کی پیرو ہے۔ لیکن میں نے اپنے سنی شہر کو اور اس
 کے تمام لوگوں میں ہر طبقہ اور جماعت کو یہ دیکھا ہے کہ وہ
 اہل بیت رسول ﷺ کی عزت کرتے ہیں۔ آئمہ شیعہ کی
 عظمت کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح شیعہ ہیں۔ (یہ خدا
 کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے) اور محمد بن ادریس
 شافعی خود ہی فرما گئے ہیں:

اے جانے والے ناقہ پر سوار! ذرا سرزمین مکہ پر
 منیٰ کے قریب ٹھہر اور جو جو ادھر ادھر لوگ ہیں سب سے
 پکار کر کہہ دے صبح کے وقت۔ اس وقت جب حاجیان
 کعبی منیٰ کی سرزمین پر جمع ہوتے ہیں۔ اتنی کثرت سے کہ

جیسے بہتا ہوا موج زن دریا۔ ان سب سے کہہ دے کہ اگر
آل رسول ﷺ کی دوستی کا نام رافضی ہو جانا ہے تو دونوں
جہاں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔“

اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے کوئی فتنہ اسلام اور
مسلمانوں کے لئے اس سے زیادہ خطرناک نہیں معلوم ہوتا
کہ شیعہ سنی میں افتراق پیدا ہو جائے۔

ہم سب ایک دین کو مانتے ہیں جس کا نام ہے
اسلام۔ ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کے سوا کوئی
معبود برحق نہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کو تسلیم
کرتے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ وہ سرورِ انبیاء اور خاتم
المرسلین ﷺ ہیں۔ اور آپ کے اہل بیت طاہرین کو
واجب الاحترام سمجھتے ہیں جن کی شان میں یہ آیت نازل
ہوئی ہے: (انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس

اہل البیت و یطہرکم تطہیرا) جب تک ہم سب
 اس نقطہ پر قائم ہیں تو یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ ہم سب
 کو ہم دست ہونا چاہئے اور اس راستہ میں جہاد کرنا چاہئے۔
 اپنے دین کی حفاظت میں اور اس کو ترقی دینے میں اور اس
 مشترک نقطہ کی طرف سب کو دعوت دینا چاہئے اور اس راستے
 میں جہاد کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ اب ایسی اختلافی باتوں میں
 پڑیں جو تفرقہ انگیزی کا باعث ہیں۔ صرف ذاتی اغراض اور
 شخصی مفاد کی خاطر۔ اگر ہم حضرت علیؑ کے پیرو ہوتے کہ
 آپ نے دنیا کو طلاق دے دیا اور اس کی آرائشوں پر کوئی توجہ
 نہ کی۔ اور اگر آپ کی طرح یہ کہتے ہوتے کہ ”اے دنیا! جا
 کسی اور کو فریب دینا۔“ تو آج اسلام کی شان ہی دوسری
 ہوتی، اور مسلمانوں کو آج وہ عزت حاصل ہوتی جس کے
 مثل کوئی عزت ہو نہیں سکتی۔

لیکن دنیاوی خواہش اور ہوا و ہوس نے مسلمانوں کو اسلام کے بلند مقصد سے ہٹا دیا اور انہیں توحید و ایمان کی حقیقت سے دور کر دیا جس کی وجہ سے ان میں فرقہ بندیاں ہو گئیں اور مختلف جماعتیں قائم ہو گئیں جو آپس میں تصادم کرتی رہتی ہیں جس سے مسلمانوں کی عزت و ذلت کے ساتھ بدل گئی۔ اور قوت حاصل ہونے کے بعد ان میں کمزوری پیدا ہو گئی۔

یہ سب میں نے لکھ ڈالا اس حالت میں کہ میرے سامنے ایک کتاب ہے جو حجم کے لحاظ سے تو چھوٹی ہے مگر قدر و قیمت میں بہت بڑی ہے۔ یہ سیدنا امام زین العابدینؑ کی بعض دعاؤں کا مجموعہ ہے اور مجھے آرزو تھی کہ میں ان دعاؤں کی نسبت لکھتا اور بتلاتا کہ ان میں کتنی روشن دلیلیں موجود ہیں۔ اس بات کی کہ زین العابدینؑ مثل دوسرے

اہل بیت طاہرین کے بالکل رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی روح کے حامل اور عبادت و پرہیزگاری میں آپ کے تابع تھے۔ لیکن مجھے وہ الفاظ کہاں مل سکتے ہیں جو میرے تاثرات کو ظاہر کریں۔ اس وقت جب میں ان معجزہ نما کلمات کو پڑھتا ہوں جن کی تشریح میں زبان عاجز ہو کر ٹھہرتی اور عقل حیران ہو جاتی ہے اور قلم لرزہ بر اندام ہو کر رک جاتا ہے۔ لہذا اس موقع پر میں صرف اپنے عجز اور کوتاہ بیانی کا اعتراف ہی کر لینا اچھا سمجھتا ہوں بنسبت اس کے کہ میں قلم اٹھاؤں اور پھر موضوع کے حق کو ادا نہ کر سکو کیوں کہ میرا تاثر اور قلبی احساس حضرت سجادؑ کی دعاؤں کے پڑھنے کے موقع پر میری طاقتِ اظہار سے بالاتر ہے۔

لیکن مجھے ایک اور امر کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ وہ

یہ کہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے انشا پرداز اور ادبا اور ادبی

مورخین قدیم شعراء اور نثر نگاروں کے آثار کے مطالعہ اور
 درس و تدریس کی طرف متوجہ ہیں اور انہوں نے نثر میں
 اس ہنرمندانہ طرزِ تحریر کو اختیار کیا ہے جسے انشا پردازوں
 نے مقرر کیا ہے اور اسے اس طرح آراستہ کیا ہے کہ وہ
 بالکل قدرتی اور فطرتی حسن ادا سے علیحدہ ہو گیا ہے اور
 انہوں نے اس میں رنگ برنگ علم بدیع و بیان کی زینتیں
 اور سجاوٹیں بھی بھر دی ہیں جو کسی طرح تکلف اور تصنع سے
 خالی نہیں ہیں اور طبعی حسن کے کسی طرح مطابق نہیں ہیں۔
 لیکن ان لوگوں نے ان دعاؤں کے ایسے ادبی آثار کو چھوڑ
 رکھا ہے جو عربی ادب کے معجزات میں شمار کرنے کے
 قابل ہیں۔ اس لئے کہ وہ دعائیں ایک پاکیزہ اور صاف نفس
 سے برآمد ہوئی ہیں اور وہ امام کا نفس ہے اور مخاطب بھی
 ایک پاک اور صاف نفس ہے، اور وہ خدائے بزرگ کی ذات

ہے۔ اس لئے وہ حقیقتاً ایک قلبی احساس ہے جو خدا کی طرف سے اس کے بندہ کو عطا ہوا ہے اور جس کے ساتھ بندہ اپنے خدا کی جانب متوجہ ہوا۔ اس لئے ان مذہبی دعاؤں میں ایک بلند مثال ہے جذبہ دینی کے وحی اور تقویٰ کے الحام اور زہد و تقویٰ کی آواز کی۔ ان میں ایک شیریں موسیقیت بھی ہے جو روح کو جذب کرتی ہے۔ کانوں کو اس سے لذت حاصل ہوتی ہے اور دل اس کے جذّاب معانی اور دقیق الفاظ کے سننے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو رعب و جلال سے سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ دیکھو امام اپنے پروردگار کی تعریف کر رہے ہیں:

”ستائش ہے اُس خدا کے لئے جو اپنی عظمت کے ساتھ دلوں پر جلوہ افگن ہے اور اپنی عزت کے ساتھ آنکھوں سے پوشیدہ ہے اور تمام چیزوں پر اپنی قدرت کے ساتھ قابو

رکھتا ہے۔ پس نہ آنکھیں اس کے مشاہدہ کی تاب رکھتی ہیں اور نہ توہمات اس کی عظمت کی حقیقت حد تک پہنچ سکتے ہیں۔ وہ عظمت اور بزرگی کے ساتھ جبروت کا مالک ہے اور عزت اور احسان اور جلالت کے ساتھ خلق پر مہربان ہے۔ حسن و جمال کے ساتھ نقائص سے مبرا و منزہ ہے اور فخر و بلندی کے ساتھ بزرگی کی صفت کا مالک ہے۔

تم نے عربی کلام میں کبھی جاودانہ کیفیت اس کلام سے زیادہ بھی دیکھا ہے۔ اور کوئی کلام جو اپنے خوش نما الفاظ اور بڑے معانی کے ساتھ دل میں بیٹھ جائے اور نفس انسانی کو ان بلند مرتبوں تک پہنچائے جن میں صرف پاک و پاکیزہ اور ہوسِ دنیا سے خالی اور صاف دل ہی پہنچ سکتے ہیں، اس کلام سے زیادہ سنا ہے؟ یہ ہے دینی ادب جس سے دل چاشنی گیر اور لذت اندوز ہوتے ہیں اور اس کی بلندی کے سامنے

سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ کان اس کو سنتے ہیں تو اس کے
 نغموں کے ساتھ مترنم ہو جاتے ہیں اور عقل ان کے معانی
 پر غور کرتی ہے تو ایک دوسری فضا میں جو اس فضا کے
 علاوہ ہے، پرواز کرنے لگتی ہے۔

اس کے باوجود دنیا بدیع الزماں اور حریری اور ابو
 نواس اور متنبی کی گرویدہ ہو رہی ہیں۔ کہاں دینی ادب اور
 کہاں ان لوگوں کا ادب۔ لفظ و معنی دونوں حیثیتوں سے ان
 دونوں میں بڑا فرق ہے؛ اور خود ادبی رنگ کے لحاظ سے
 بہت بڑا تفرقہ ہے۔ ادباء کو چاہئے کہ وہ اس جلیل المرتبت
 ادبی سرمایہ کی طرف متوجہ ہوں۔ یقیناً ان کو اس میں بہت
 بڑا خزانہ دستیاب ہو گا جو اب تک زمین کے نیچے دفن ہے۔

(۴) امام زین العابدینؑ اور اُن کا فلسفہ

احمد محمد جمعہ ایہوتی

کا مضمون ہے جو کلیہ شریعتِ اسلامیہ مصر کے افاضل میں سے ہیں

کیا کہنا اس ربانی امامؑ اور روحانی پیشوا اور اخلاقی معلم کا جو افراد بشر کے نفوس اور اقوام و ملل کے دلوں کا حکمران ہے اور انسانی نسلوں کی دست گیری و رہنمائی کرنے والا ہے تیرہ صدی اس طرف سے لے کر اس وقت تک کہ جب کہ یہ دُنیا فنا ہو۔

وہ ان کا ہاتھ تھامتا ہے اور انہیں حقیقی زندگی کے راستوں پر لے جاتا ہے اور زندگانی کی تنگی اور اس کی کاوش بے جا سے ہٹاتا ہوا انہیں اصلی زندگی کے معنی اور عمر کی

قیمت اور زمانہ کی واقعی عزت کا سبق سمجھاتا ہے۔ وہ جدوجہد اور انتھک کوشش اور عمل کے اصول کو قائم کرتا اور بے کاری اور کاہلی سے نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ دیکھو وہ خدا سے دُعاء میں کہہ رہے ہیں:

”ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے اور ہمارے جسم کی پیکاری کے موقع کو بھی اپنی نعمتوں کے شکریہ میں صرف کر دے اور ہماری زبانوں کی گویائی کو اپنے احسان کی توصیف سے مخصوص بنادے۔“

کتنا بلند ہے آپ کا درجہ اے امام! اور کتنا صاف ہے آپ کا دل، اور کتنا روشن ہے آپ کا ضمیر اور کتنی پاکیزہ ہے آپ کی نیت، اور کتنا بزرگ ہے آپ کا نظریہ، اور کتنا مبارک ہے آپ کا نقطہ نگاہ۔

آپ نے سنا جی و قائم خدا کی آواز اور خالقِ قدیم کے

خطاب کو جو اُس نے اپنے حبیب ﷺ اور مقدس رسول ﷺ کے ساتھ کیا تھا۔

لیکن درحقیقت وہ رسول ﷺ کے لباس میں تمام اقوام اور نسلوں کو مخاطب کر رہا تھا۔ آپ نے اس پر لبیک کہی اور اطاعت کی اور نزدیک پہنچ گئے اور خدا کے قانون کے سامنے سر خم کر دیا۔ وہ خدا کی آواز یہ ہے کہ: ”اے رسول ﷺ! کہہ دو کہ غور کرو کہ آسمان وزمین میں کیا کیا عجائب مضمحل ہیں۔“ یہ لوگ کیوں نہیں سیر کرتے اور نظر ڈالتے؟ یہ لوگ کیوں نہیں غور کرتے؟ ”آسمان وزمین کی خلقت اور شب و روز کی آمد و رفت میں اہل عقل کے لئے نشانیاں مضمحل ہیں۔“ کیوں نہیں یہ لوگ زمین میں سیر و سیاحت کرتے اور دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو اُن کے پہلے تھے۔ وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے۔ اور انہوں

نے زمین میں ہنگامہ برپا کر رکھا تھا اور عمارتیں قائم کی تھیں اس سے زیادہ کہ جتنی اُنہوں نے عمارتیں بنائی ہیں اور پیغمبران کے پاس کھلی ہوئی دلیلوں کے ساتھ آئے خدا ہر گزان پر ظلم نہیں کرتا لیکن وہ لوگ تو خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔“

اور رسول ﷺ کا قول کہ ایک ساعت فکر و غور کرنا ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ ”خدا کے مخلوقات میں غور کرو اور خود خدا کی ذات میں فکر نہ کرو کیونکہ تم اس کے درجہ کی حد مقرر نہیں کر سکتے۔“

یہی تو آپ بھی کہہ رہے ہیں کہ ”ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے۔“

آپ دنیا کو آباد کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اپنی بے کاری کے اوقات کو بھی ایسی باتوں

میں صرف کریں جن سے حقیقی کامیابی کی بنیاد قائم ہوتی اور واقعی عزت حاصل ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لئے نام باقی رہتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بے کاری ہو ہی نہ اور تعطل پیدا ہی نہ ہو۔ اس وقت میں نہ خرابیاں ہوں گی نہ جرائم کیونکہ عرب شاعر کا شعر ہے کہ:

”جوانی اور بے کاری اور دولت مندی یہی انسان کے خراب کرنے کے بڑے اسباب یہ ہیں۔“

امام اعلان کر رہے ہیں کہ جتنی خدا کی نعمتیں ہیں اور اس کی دی ہوئی طاقتیں ہیں اور اعضاء و جوارح ہیں سب کو ان ہی مقاصد میں صرف کیا جائے جن کے لئے وہ خلق ہوئے ہیں تاکہ خدا کی نعمتوں کا شکر ادا ہو۔

یہی مطلب ہے آپ کے اس فقرہ کا کہ:

ہماری بے کاری کو بھی اپنی نعمت کے شکریہ میں
صرف کر دے۔“

اس کے بعد آپ چاہتے ہیں کہ آپ خداوندِ عالم
کے اس قول میں داخل ہوں کہ ”مَنْ اٰتٰنِيْ بٰتٍ كٰلِحٰظٍ
سے زیادہ بہتر ہو سکتا ہے اس شخص سے جو خدا کی طرف
دعوت دے اور اچھے اعمال کرے اور کہتا رہے کہ میں
مسلمان ہوں۔“ آپ کہتے ہیں:

”خداوند! ہم کو قرار دے اُن لوگوں میں سے جو
تیری طرف دعوت دینے والے ہیں اور تیری طرف کا
راستہ بتانے والے ہیں۔

یہ پر مغز جملے اور بیش بہا فقرے ہیں جن میں حسن
و عظمت اور بلاغت و ایجاز کے تمام اوصاف مجتمع ہیں۔
”سَنَاشِ اللّٰہِ تَعَالٰی کے لئے جو دلوں پر اپنی عظمت

کے ساتھ جلوہ افگن ہے اور آنکھوں سے اپنی عزت کے ساتھ
 پنہاں ہے۔ نہ آنکھیں اس کے دیدار کی تاب رکھتی ہیں اور نہ
 انسانی عقلیں اس کی عظمت کی حد تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ
 عظمت و کبریائی کے ساتھ شان و جبروت کا مالک اور عزت
 و احسان و بزرگی کے ساتھ خلق پر مہربان اور حسن و جمال کے
 ساتھ نقائص سے منزہ و مبرا اور فخر و کمال کے ساتھ شرف
 اور بزرگی کا سرمایہ دار اور بخشش و نعمت کے ساتھ تمام خلق کا
 امید گاہ ہے۔

تصوف کے ساتھ بلاغت، تضرع و مناجات میں
 ادبیت، عبودیت کے مظاہرہ میں سحر آفرینی، بیان کے
 جوہر کے ساتھ عقلی مغز اور اس پر بدیع کی آرائشیں۔

شرک کے خلاف جنگ:

آپ اپنے دل کی گہرائیوں کے ساتھ اور مطمئن
نفس کے بالکل مستحکم عقیدہ کے ساتھ شرک سے اور اس
کے مواد سے اس کا دعویٰ کرنے والوں اور اس کی حمایت
کرنے والوں سے سخت نفرت کرتے ہیں اور ازلی وابدی
وحدانیت کو خدا کے لئے ثابت کرتے ہیں اپنے ان الفاظ
میں:

”وہ خالق جس کا کوئی نظیر نہیں۔ وہ یکتا جس کا کوئی
مثل نہیں۔ وہ بزرگی کا مالک جس کا کوئی مد مقابل نہیں۔ وہ
سردار و حاکم جس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ خدا جس کا کوئی دوسرا
نہیں؛ اور وہ پیدا کرنے والا جس کا کوئی شریک نہیں اور وہ
رزق عطا کرنے والا جس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ سب سے

پہلے اور لازوال ہے۔ وہ ہمیشہ رہنے والا غیر فانی ہے وہ دائم و
 قائم ہے بغیر کسی زحمت اور مشقت کے۔ وہ باقی ہے بغیر
 کسی آخری حد کے۔ وہ صنعت آفرین ہے بغیر کسی پشت پناہ
 کے۔ وہ پروردگار ہے بغیر کسی شریک کے۔ وہ خلق کرنے
 والا ہے بغیر کسی تکلیف کے۔ وہ کام کرنے والا ہے بغیر کسی
 عاجزی کے۔ اس کا کوئی حد نہیں مکان میں اور نہ کوئی انتہا
 ہے زمانہ میں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یو نہی
 ہمیشہ ہمیشہ وہ خدا ہے زندہ قائم، دائم، قدیم، قادر، علم و حکمت
 کا مالک، زبردست اور حلیم، جس چیز کو چاہے روکنے والا اور
 جس کام کو چاہے کرنے والا ہے۔ اس کے لئے ہے خلق اور
 اس کے لئے ہے حکم۔ تمام زمین اس کے قبضہ قدرت میں
 ہے اور آسمان میں اس کے دست تصرف میں لپٹے ہوئے
 ہیں۔ پاک ہے وہ خدا اور بلند ہے ان خیالات سے جو

مشرکین نے قائم کئے ہیں۔ (صحیفہ خامسہ صفحہ ۲۱، ۲۲۔
مطبوعہ مطبع فیجاد مشق)

آپ دنیا کو وحدانیت کے معنی بتلا رہے ہیں اور
اپنے نفس پر اعتماد اور اپنے ضمیر کی نگرانی کا درس دے
رہے ہیں اور انسانی عقول کو ان کی گہری نیند سے بیدار کر
رہے ہیں اور انہیں فلاح حقیقی کے ایک بڑے اصول پر
متنبہ کر رہے ہیں۔ وہ بڑا رکن جس پر اس زندگی کی عمارت
قائم ہے اور اس کے لئے آپ بلند ترین مثال اپنے خالق کی
پیش کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ خلقت اور ایجاد کائنات میں تنہا
اور مستقل ہے۔

امام زین العابدینؑ جو پہلی صدی ہجری میں پیدا
ہوئے ہیں۔ حریت اور عزت و استقلال کی آواز بلند کرتے
ہیں تاکہ اسے چودھویں صدی اور اس کے بعد کے تمام

لوگ سنیں اور مادیت اور طبیعت کی زنجیروں کو اُتار پھینک
دیں۔

ایک عام مذہب کی ردّ:

بہت سی جماعتیں مسلمانوں میں سے ایک
شرمناک خیال اور کمزور مسلک پر متفق ہو گئی ہیں اور وہ یہ
ہے کہ انسان اپنے اقوال و افعال میں مجبور ہے اور خیر و شر
اور تمام جرائم اس کے ہاتھوں زبردستی خدا کی جانب سے
کرائے جاتے ہیں۔ وہ اس کے لئے بہت کمزور دلائل پیش
کرتے ہیں۔ ان پر بد بختی اس طرح غالب ہوئی ہے کہ خدا
کی ذات کی طرف جبر و قہر کی نسبت کو گوارا کر لیا ہے۔ یہ لوگ
چاہتے ہیں کہ اس تعلیم کے سایہ میں جرائم کا ارتکاب کریں
اور اس کی ذمہ داری خدا پر عائد کریں۔

یہ ایسا مذہب ہے جو زمین کو فساد سے لبریز کرنے
کا سبب ہے اور جو انتظامِ عالم کو برباد کر دینے کا ذریعہ ہے۔

امام زین العابدینؑ نے اپنے ان الفاظ میں اسی
ملحدانہ خیال کی بنیادوں کو ملیا میٹ کیا ہے۔ آپ فرماتے
ہیں:

”تمام کائنات اس بات کی معترف ہے کہ تو جس
کو سزا دے اس پر ظلم نہیں کرتا اور گواہ ہے اس بات کی کہ
جس کو تو معاف کر دے وہ تیرا احسان ہے اور ہر شخص اقرار
کرے گا۔ اپنے نفس کی کوتاہی کا ان فرائض کے ادا کرنے
میں جو تو نے عائد کئے ہیں۔ اگر شیطان انہیں فریب نہ دیتا
تیری اطاعت سے، تو کوئی تیری نافرمانی نہ کرتا۔ اور اگر
باطل کو ان کے سامنے حق کے لباس میں پیش نہ کرتا تو

تیرے راستے سے کوئی گمراہ نہ ہوتا۔“

”تو مبارک ہے اس بات میں کہ تیری تو صیغ

احسان ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے؛ اور بزرگ ہے تو اس امر
سے کہ تجھ سے اندیشہ ہو عدالت کے خلاف طریقہ کا۔ تجھ
سے ظلم و جور کا اندیشہ نہیں ہو سکتا اس شخص پر جو تیری
نافرمانی کرے اور تجھ سے حق تلفی کا خوف نہیں ہو سکتا اس
شخص کے بارے میں جو تیری اطاعت کرے۔“

”تو بڑا احسان کرنے والا صاحبِ کرم ہے۔ اے

وہ جس کی عظمت کے عجائب ختم ہونے والے نہیں۔ ہم کو
ملحدانہ خیالات سے اپنی عظمت کے پردوں میں چھپا کر
بچالے۔ اے وہ جس کی سلطنت کی مدت ختم ہونے والی
نہیں، اپنے غضب اور ناراضی سے ہمیں آزاد رکھ۔ اے وہ
جس کی رحمت کے خزانے ختم ہونے والے نہیں، اپنی

رحمت میں ہمارا بھی حصہ قرار دے۔ اے وہ جس کے نظارہ
کی آنکھوں کو تاب نہیں، اپنی بارگاہ سے ہم کو قریب کر لے۔
اے وہ جس کی عظمت کے سامنے تمام عظمتیں پست ہیں،
ہمیں عزت عطا کر۔ اے وہ جس کے سامنے باطنی راز کی
خبریں بھی ظاہر ہیں اپنے سامنے ہم کو رسوا نہ کرنا۔“

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مستلہ دُعاء

از حضرت سید العلماء مدظلہ

حقیقت یہ ہے کہ بارگاہِ الہی میں بندہ کا کسی سوال کو پیش کرنا ایک جرأت و جسارت کی حیثیت رکھتا ہے دو وجہوں سے۔ ایک تو عرضِ حال اس سے کیا جاتا ہے جو حالات سے ناواقف ہے؛ اور خداوندِ عالم بندہ کے تمام حالات اور مقاصد سے واقف ہے۔ دوسرے کسی بات کی خواہش اس سے کی جاتی ہے جو طرزِ عمل کے اختیار کرنے میں مشورہ اور رہنمائی کا محتاج ہو۔ لیکن جو خود ہی ہر امرِ خیر اور مصلحت کے انجام دینے کا ضامن ہو اور ہم پر مہربان بھی

انتہا سے زیادہ ہو اُس کو کچھ کہنا تو ہمارے لئے یہ کام انجام دے دے، ایک ناروا جہارت ہے۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ خود جناب باری عزّ اسمہ نے دُعا کرنے کا حکم دیا اور اسے ایک عبادت قرار دیا اور ارشاد کیا کہ ادعونی استجب لکم (تم دُعاء کرو تو میں قبول کروں گا۔) اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو افضل عبادات بنایا۔ کہا گیا ہے ”الدعاء مَحُّ العبادۃ۔“ یعنی دُعاء مغزِ عبادت ہے۔

آخر اس کا راز کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ تمام نظام تشریع کا ما حاصل خالق و مخلوق کے علاقہ کو پہنچنونا ہے۔ یعنی اس کی بے نیازی اور اپنی نیاز مندی۔ اسی کا مقتضا ہے کہ بندہ ہر موقع پر اس سے طلبگارِ امداد و اعانت رہے۔ تمام عبادات کا ما حاصل یہی ہے

کہ بندہ کو احساسِ عبودیت پیدا ہو اور وہ خالقِ بے نیاز کی
 بارگاہ میں اپنی نیاز مندی کا اقرار کرے اور دُعاء اُسی جذبہ
 نیاز مندی کا بہترین مظاہرہ ہے۔ بلکہ دُعا کے ذریعے سے
 اسلام نے مادی اغراض و مقاصد میں روحانیت کا جلا کا سامان
 کیا ہے۔ ظاہر میں کھانا پینا، لباس اور نکاح وغیرہ اس قسم کی
 مادی خواہشیں خدا کی یاد کو دل سے دور کرنے والی ہیں۔ مگر
 دُعاء کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان ان خالص مادی خواہشوں کے
 لئے بھی خالق کو یاد کرتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ پہلے تو از
 روئے مطلب بر آری اس کو یاد کرے اور پھر یہ یاد ایک
 مستقل حیثیت اختیار کر لے اور واقعی اس میں عبادت و
 اطاعت کا جذبہ پیدا کر دے۔ اسی لئے دُعاء پر کوئی قید نہیں
 عائد کی گئی یہاں تک کہ نماز کی حالت میں بھی ایک مطلب
 کے لئے اگرچہ وہ خالص دنیوی ہو شرط یہ ہے کہ امرنا

مشروع نہ ہو دُعاء کی جا سکتی ہے۔ اور وہ نماز میں محل نہیں
 ہوگی بلکہ اس کا ایک جزو قرار پا جائے گی۔ رہ گیا یہ کہ دُعاء کا
 فائدہ کیا جب قضا و قدر نے ہر امر کو پہلے ہی سے طے کر دیا
 ہے اور اب کسی بات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی مگر یہ
 اعتراض اُن لوگوں کو ہو سکتا ہے جو ”بداء“ کے منکر ہیں اور
 خدا کو اپنے ازلی فیصلوں کی بنا پر مجبور خیال کرتے ہیں۔
 قرآن مجید نے ان ہی لوگوں کے خیال کو یہودی زبانی نقل
 کر کے بڑی سختی سے اُس کی رد کی ہے: ”قَالَ الْيَهُودُ
 اللَّهُ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعْنُوا بِمَا قَالُوا بَل
 يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ۔“ یہودی کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ
 بندھے ہوئے ہیں وہ اب کچھ نہیں کر سکتا۔ خود انہی کے ہاتھ
 بندھے ہیں اور یہ اپنے اس قول کی وجہ سے مستحق لعنت
 ہیں۔ ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ ہر وقت کھلے

ہوئے ہیں۔“

ازلی فیصلوں کی مجبوری تو جب عائد ہوتی کہ جب وہ فیصلے مطلق طور پر ہوتے۔ لیکن اگر ان میں سے کچھ فیصلہ مشروط طور پر ہوں کہ اگر انسان دُعاء کرے گا تو ایسا ہو گا اور دُعاء نہ کرے گا تو ویسا ہو گا تو پھر دُعاء کرنا بے کار نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور جب کہ اُس نے خود وعدہ کیا ہے کہ ادعونی استجب لکم دُعاء کرو میں قبول کروں گا۔ اور اجیب دعوة الداع اذا دعان۔ میں پکارنے والے کی آواز کو سنتا ہوں جب وہ پکارے۔“ تو اسی سے ہم سمجھتے ہیں کہ بہت سے فیصلوں میں ہماری دُعاء کا لحاظ کیا گیا ہے اور اسی لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم ہر ضرورت پر اُسے آواز دیں اور اس سے مدد طلب کریں۔ جہاں حکم حتمی ہمارے

مطلب کے خلاف ہو گا وہاں ہماری دُعاء نہ قبول ہوگی لیکن جہاں ایسا نہ ہو گا اور ہماری دُعاء کے لئے گنجائش رکھی ہوگی وہاں وہ قبول ہوگی اور اس کا اثر ظاہر ہو گا کوئی شک نہیں کہ جناب باری نے حکم دُعاء دینے کے ساتھ قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر اوقات ہم دُعاء کرتے ہیں اور وہ دُعاء قبول نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے بعض اشخاص شکایت کرنے لگتے ہیں اور اُن کے دل میں مختلف شکوک گزرتے ہیں حالانکہ دُعاء جب نہیں قبول ہوتی تو اس کے کچھ خاص اسباب ہوتے ہیں۔ مجلاً یہاں اُن میں سے بعض اُمور کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) دُعاء کی قبولیت کا وعدہ بطورِ کلیہ نہیں ہوا ہے بلکہ اطلاق ہے جس کے ساتھ تقید کی گنجائش ہے۔ تقید خواہ لفظی ہو یا عقلی۔ ہم جہاں تک غور کرتے ہیں اس میں عقلی

طور پر عمومیت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اگر ہر شخص کی دُعاء
 بہر حال پوری ہوا کرے تو کبھی اس میں تناقض یا تضاد بھی
 پیدا ہو جائے گا۔ مثلاً ایک ہی شے ایک کے لئے مطلوب
 ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے ناگوار۔ اب اگر دونوں دُعاء
 کریں، ایک اس امر کے ہونے کی اور ایک نہ ہونے کی، تو
 دونوں کی دُعاء کا پورا ہونا محال ہے کیونکہ دونوں کی خواہش کا
 حاصل ہونا تناقض کا باعث ہے۔ لہذا لازم ہے کہ ایک کی
 دُعاء قبول ہو اور دوسرے کی مسترد ہو جائے۔ ایک یہ
 صورت بھی ہوتی ہے کہ ایک ہی شخص دو وقتوں میں دو
 دعائیں مانگتا ہے جن میں ایک باعتبار اسباب واقعہ کے
 دوسرے کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی۔ اور حقیقۃً ان دونوں
 میں تنافی ہوتی ہے مگر یہ اس تنافی کو نہیں سمجھتا۔ ایسی
 صورت میں یہ بات ممکن ہی نہیں ہو سکتی کہ ہر ایک کی دُعاء

ضرور قبول ہو۔ اس لئے عقلی طور پر استجابت دُعا میں یہ شرط قرار پاتی ہے کہ وہ دُعاء قبول ہونے کے قابل ہو۔

(۲) دُعاء صرف رسمی طور سے زبان پر کچھ الفاظ جاری ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے اپنے مطلب کو بارگاہِ الہی میں پیش کرنا اس احساس کے ساتھ کہ ہم اس کی بارگاہ میں پیش کر رہے ہیں۔ یہ احساس اگر بندہ کو پیدا ہو جائے تو پھر اس کے خضوع و خشوع اور تضرع و زاری کا عالم ہی دوسرا ہو گا۔ زیادہ تر جو دعائیں ہوتی ہیں وہ اس جوہر سے خالی ہوتی ہیں وہ صرف بطور عادت رسمی حیثیت سے ہوتی ہیں ان میں حقیقت دُعاء ہی کا وجود نہیں ہوتا، قبولیت کی منزل تو اس کے بعد ہے۔

(۳) دُعا کی قبولیت ایک خاص توجہ باری کا نتیجہ ہے۔ لیکن قرآن مجید میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اگر تم

ہمیں یاد رکھو تو ہم تمہیں یاد رکھیں گے۔ ”فاذ کرونی
 اذ کرکم۔“ بندہ کا خدا کو یاد رکھنا فرائض کو ادا کرنا ہے اور
 خدا کا بندہ کو یاد رکھنا رحمت کو متوجہ کرنا ہے۔ اکثر دُعاء
 کرنے والے انسان دعائیں مانگنے میں تو بڑے خدا پرست
 معلوم ہوتے ہیں مگر فرائضِ الہیہ کے احساس سے بالکل
 بے گانہ ہیں۔ اس صورت میں انہیں یہ استحقاق بھی نہیں کہ یہ
 خدا سے اپنی قبولیتِ دُعاء کے طالب ہوں۔

(۴) حقوق اللہ سے زیادہ اللہ کی نظر میں حقوق
 الناس قابلِ لحاظ ہیں اور قدرتِ اکثرا اپنے کمزور اور مایوس
 بندوں کا انتقام لیتی ہے۔ ہمیں کیا معلوم کہ کب کسی بے
 کس نے ہمیں آواز دی اور ہم نے اس کی آواز کا جواب نہیں
 دیا۔ کب کسی نے فریاد کی اور ہم نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسی
 کا نتیجہ ہے کہ قدرتِ ہماری فریاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتی

اور ہماری دُعا قبول نہیں کرتی۔

(۵) اس نے ہمیں ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے قوائے عمل مرحمت فرمائے ہیں۔ اگر وہ ہر موقع پر دُعا کو قبول ہی کر لیا کرے تو قوائے عمل معطل ہو جائیں اور انسان ذرائع و اسباب سے کام لینے کے بجائے صرف بابِ استجابت کے کھٹکھٹانے پر اکتفا کرے۔ اسی لئے ایسا ہوا ہے کہ کسی نے معصوم سے خواہش کی کہ آپ میرے لئے دُعا کر دیجئے۔ اور حضرتؑ نے فرمایا میں دُعا نہیں کروں گا۔ جاؤ محنت مشقت کرو اور سعی و کوشش کو کام میں لاؤ خدا برکت عطا فرمائے گا۔

(۶) وہ ہمارے مصالح کانگراں ہے۔ ہم نادانی سے اگر کوئی ایسا سوال کریں جسے ہم تو اپنے نزدیک بہتر اور مفید سمجھتے ہوں لیکن حقیقتہً وہ ہمارے لئے مضر اور تباہ

کن ہو تو اُس کی رحمت کا تقاضا ہے کہ وہ ہماری دُعا کو مسترد
 کر دے اور ہمارے لئے وہی کرے جو اُس کے علم میں
 ہمارے لئے بہتر ہے۔ خود قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے
 کہ عسیٰ ان تکرہوا شیئاً وهو خیر لکم و عسیٰ
 ان تحبوا شیئاً وهو شر لکم واللہ یعلم و انتم لا
 تعلمون ۝ بہت ممکن ہے کہ تم کسی بات کو ناپسند کرتے
 ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور بہت ممکن ہے کہ تم کسی
 چیز کو پسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ اصل یہ
 ہے کہ خدا تو ہر بات کا علم رکھتا ہے اور تم ہونا سمجھ، نادان،
 کچھ جانتے نہیں۔ ”یہی وہ سبب ہے جسے دعائے افتتاحِ ماہِ
 رمضان میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جب تم دُعاء کے قبول
 کرنے میں دیر کرتا ہے تو میں اپنی ناواقفیت سے تیرا شکوہ
 کرتا ہوں۔ حالانکہ بہت ممکن ہے کہ یہ دیر ہی میرے لئے

بہتر ہو اس لئے کہ تو ہر بات کے انجام سے واقف ہے۔“
 انسان ہر چیز کے وقتی نتیجہ پر نظر ڈالتا ہے لیکن وہ
 جو انجام کار سے واقف ہے وہ اس کے مستقل اور دیرپا نتیجہ کا
 لحاظ کرتا ہے۔ اس لئے جو چیز وقتی طور پر مفید ہے لیکن
 مستقبل میں اس سے نقصان پہنچنے والا ہے اسے انسان کے
 لئے اختیار نہیں کیا جاتا۔ یہ عین اُس کی لطف و مہربانی ہے
 جب کہ بندہ اس پر اظہار ناراضگی کرتا ہے، یہ اس کی نادانی
 ہے۔

(۷) کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ صلاح شخصی نظام عالم
 کے لئے نقصان رساں ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں اگرچہ وہ
 اس بندہ کے لئے انفرادی طور پر بہتر بھی ہو لیکن خالق کی
 طرف اس دُعاء کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ وہ
 بحیثیت حکیم مطلق کے نظام عام کی تکمیل کا ذمہ دار ہے اور

اس کا ارادہ اس شے سے متعلق ہی نہیں ہو سکتا جو نظام عالم کے لئے مضر ہو بلکہ اکثر محققین کے نزدیک تو ارادۃ الہیہ نام ہی ہے۔ علم بالنظام کا۔ اور اس لئے اس کا ارادہ وہی ہو گا جو نظام عالم کے لئے بہتر سے بہتر صورت ممکن ہو۔ اور اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ لیس فی الامکان اصلح مما کان۔ یہ شبہ کہ ”اگر ایسا ہوتا تو وہ چیزیں یا وہ اشخاص پیدا نہ ہوتے جو شر محض ہیں جیسے ابلیس، نمرود، فرعون وغیرہ۔“ درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وجود ذاتاً خیر ہے اور وہ شر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جو وجود شر نہیں تو ایجاد شر کہاں ہو سکتا ہے۔ بے شک وجود کے بعد یہ ذاتی اختیار کی خرابی ہے کہ اُسے برے کاموں میں صرف کیا جائے۔ اس سے خالق پر کوئی الزام نہیں عائد ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص خود اپنے لحاظ سے شر ہو مگر نظام عالم کے لحاظ

سے وہ شر نہ قرار پاسکے۔ مثلاً ابلیس، اس نے لاکھوں برس تک اطاعتِ پروردگار کی۔ اتنی طولانی اطاعت کے جن ہوتے ہوئے بھی صفِ ملائکہ میں جگہ پائی۔ اس کے بعد وہ سجدہ نہ کرنے سے مردودِ بارگاہ ہو گیا اور اس کے بعد سے وہ برابر معاصی کا ارتکاب کر رہا ہے، اور دوسروں سے ارتکاب کراتا ہے۔ یقینی بحالتِ موجودہ وہ ایک شر ہستی ہے کیونکہ اُس نے اپنی پچھلی طاعتوں کو بعد کے کفر و معاصیت سے مٹا دیا اور وہ طاعتیں اُس کیلئے مراد مند نہ رہیں۔ مگر نظامِ عالم میں تو اس کی وہ طاعتیں بھی داخل ہیں جو اس کے پہلے ہو چکی ہیں اور طولِ زمانہ کے لحاظ سے جہاں تک اندازہ کیا جاتا ہے اُس کے مقابلہ میں یہ بعد کی مدت بہت کم ہے۔ نظامِ عالم میں جب اس کے وجود کا درجہ دیکھا جائے گا تو ان تمام اچھے کاموں کو بھی پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔ جو اس کے

ہاتھوں ہو چکے ہیں، اور اس لحاظ سے ایجاد اس کا شرعہ قرار پا سکے گا۔ اسی طرح بہت سے ایسے آدمی جنہوں نے عمر بھر اچھے کام کئے اور بعد کو گمراہ اور مردودِ بار گاہ ہو گئے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص شرعاً باعتبار اپنی ذات کے لیکن سلسلہ نظام میں وہ جزو ہو بہت سی خیر ہستیوں کا۔ اس کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ایسے کافر، مشرک یا منافق جن کی اولاد میں بہت سے مومنین اور صلحا پیدا ہوئے۔ کوئی شک نہیں کہ وہ اشخاص خود اپنی جگہ بہت برے تھے۔ مگر نظام عالم کی مصلحت کو دیکھتے ہوئے اُس پورے سلسلہ کو دیکھنا پڑے گا۔ جس کے اجزاء وجود میں وہ قرار پاتے ہیں۔ اور اس کو دیکھتے ہوئے یہ شرط قرار نہ پاسکیں گے۔

تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص

اپنے لحاظ سے شر ہو لیکن شر ہوتے ہوئے بھی وہ نظامِ عالم کی تکمیل کا جزو بنے۔ مثلاً شیطان! کوئی شک نہیں کہ وہ اپنی ذات اور اپنے افعال کے لحاظ سے خراب ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ نظامِ عالم کا اصل ما حاصلِ خلّاق کا اپنے امکاناتِ محدود میں انتہائی ترقی کے نقطہ تک پہنچنا ہے۔ اور سلسلہ ارتقا میں انسان آخری کڑی ہے اور اس کا نقطہ ارتقاء تک پہنچنا اپنے قوتِ اختیار کے بہترین استعمال پر ہے، اور قوتِ اختیار کی آزمائش اور اس کی جلا ہمیشہ تصادم اور تضاد پر موقوف ہے۔ اگر متصادم طاقتیں نہیں ہوتیں تو طاقت میں جمود اور تعطل پیدا ہو جاتا ہے اور کم از کم اس کے جوہر کھلتے نہیں۔ اور اس بنا پر انسانیت کے تصادم کے لئے شیطنیت کی ضرورت ہے۔ اسی شیطنیت سے مقابلہ کر کے انسانیت معراجِ کمال پر پہنچتی ہے؛ اور اس لئے شیطان اپنی جگہ پر

بہت برا ہے۔ مگر نظامِ عالم میں اس کے وجود کی ضرورت
 تھی۔ تاکہ انسانیت معراجِ کمال پر پہنچ سکے۔ اور اسی طرح
 سمجھ لیجئے اس کو کہ فرعون بہت برا تھا۔ مگر موسیٰؑ کی
 تجلی کے لئے فرعون کی ضرورت۔ اور نمرود بہت برا تھا مگر
 ابراہیمؑ کی شعلہ افروزی کے لئے نمرود کی ضرورت اور
 یزید بہت برا مگر حسینؑ کے اظہار کے لئے یزید کی
 ضرورت تھی۔ ان میں سے ہر ایک ہستی اپنے مقام اور
 اپنے کردار کے لحاظ سے بہت بری؛ لیکن قدرت کو اس کے
 پیدا کرنے کی ضرورت تھی۔ تاکہ وہ اپنے اختیار سے
 برے افعال کا ارتکاب کر کے انسانیت کی خود اختیاری ترقی
 اور اس کے معراج کامیابی پر پہنچنے کے نظام کی تکمیل
 کرے۔ مگر انسان ضعیف البنیان نظام کی ان گہری
 مصلحتوں کو کیا سمجھے۔! اس لئے وہ چاہتا ہے کہ ہر اپنی

خواہش کو اور جسے وہ بہتر سمجھتا ہے اُس کی خدا سے تکمیل
 کرائے۔ یہ کیسے ممکن ہے اور ایسا ہو تو پھر خالق و مخلوق
 کے علم و حکمت میں فرق ہی کیا رہے؟ یہ وجہ بھی ہوتی ہے
 کہ دعائیں مسترد ہو جاتی ہیں اور نہیں قبول ہوتیں۔

پڑھ کر کھلا صحیفہ سجادیہ یہ راز
 ممکن نہیں خدائی میں تمثیل اہل بیتؑ
 قرآن کی طرح یہ بھی قمر بے مثال ہے
 اللہ رے فصاحتِ انجیل اہل بیتؑ

الصحيحة الكاملة السجادية

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَدَّثَنَا السَّيِّدُ الْأَجَلُّ نَجْمُ الدِّينِ بِهِاءَ الشَّرَفِ
أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ
مُحَمَّدَ بْنِ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْعُلُوِّيِّ الْحُسَيْنِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ
قَالَ أَخْبَرَنَا الشَّيْخُ السَّعِيدُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ
أَحْمَدَ ابْنَ شَهْرِيَّارَ الْخَازَنَ الْخَزَانَةَ مَوْلَيْنَا أَمِيرَ
الْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شَهْرِ
رَبِيعِ الْأَوَّلِ مِنْ سَنَةِ سِتِّ عَشْرَةَ وَخَمْسِمِائَةَ
قِرَاءَةً عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ قَالَ سَمِعْتُهَا عَلَى الشَّيْخِ
الصَّدُّوقِ أَبِي مَنْصُورٍ مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدَ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ
عَبْدِ الْعَزِيزِ الْعَكْبَرِيِّ الْمَعْدَلِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْ أَبِي

الفضل محمد بن عبد الله بن المطلب الشيباني
 قال حدثنا الشريف ابو عبد الله جعفر بن محمد
 بن جعفر بن الحسن بن جعفر بن الحسن بن
 الحسن ^{عليه السلام} بن امير المؤمنين علي ابن ابي طالب
 عليهم السلام قال حدثنا عبد الله بن عمر ابن
 خطاب

ہم سے سید اجل نجم الدین بہائی الشرف ابو الحسن محمد ابن
 حسن ابن احمد ابن علی ابن محمد ابن عمر ابن یحییٰ علوی حسینی
 رحمہ اللہ نے اس صحیفہ کی روایت کرتے ہوئے بیان فرمایا
 کہ ۱۵۶ھ میں شیخ سعید ابو عبد اللہ محمد ابن احمد ابن شہریار
 خزینہ دار آستانہ مولانا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ
 السلام کے سامنے صحیفہ پڑھا جاتا تھا اور میں سنتا تھا اور انہوں
 نے بیان کیا کہ میں نے اس صحیفہ کو شیخ صدوق ابی منصور محمد

ابن محمد ابن احمد ابن عبد العزيز العکبری المعدل رحمہ اللہ
 سے سنا ہے جب کہ وہ اُن کے سامنے پڑھا جا رہا تھا اور شیخ ابی
 منصور نے اس کی روایت ابو الفضل محمد ابن عبد اللہ ابن
 مطلب شیبانی سے کی ہے اور انہوں نے شریف ابو عبد اللہ
 جعفر ابن محمد ابن جعفر ابن حسن ابن جعفر ابن حسن ابن
 حسن ابن امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے اور
 انہوں نے ۲۶۵ھ میں عبد اللہ ابن عمر ابن خطاب زیات
 سے اور انہوں نے اپنے ماموں علی ابن نعمان اعلم سے اور
 انہوں نے عمیر ابن متوکل ثقفی بلخی سے اور انہوں نے اپنے
 باپ متوکل ابن ہارون سے متوکل کا بیان ہے کہ جب ۲ یحییٰ
 ابن زید ابن علی اپنے باپ کے شہید ہو

الزَّيَّاتُ سَنَةَ خَمْسٍ وَسِتِّينَ وَمِائَتَيْنِ قَالَ حَدَّثَنِي
 خَالِي عَلِيُّ بْنُ النُّعْمَانِ الْأَعْلَمُ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِيرُ

بن متوكل الثقفي البلخي عن ابيه متوكل بن
 هرون قال لقيت يحيى بن زيد بن علي عليه
 السلام بعد قتل ابيه وهو متوجه الى خراسان
 فسلمت عليه فقال لي من اين اقبلت قلت من
 الحج فسألني عن اهله وبنى عمه بالمدينة واحفي
 السؤال عن جعفر بن محمد عليه السلام
 فاخبرته بخبره وخبرهم وحزنهم على ابيه زيد
 بن علي عليه السلام فقال لي قد كان عمي محمد
 بن علي ^{عليه السلام} اشار على ابي بترك الخروج وعرفه ان
 هو خرج و فارق المدينة ما يكون اليه
 مصير امرة فهل لقيت ابن عمي جعفر ابن محمد
 عليه السلام قلت نعم قال فهل سمعته
 يذكر شيئاً من امري قلت نعم -

قال بما ذكرني خبرني قلت جعلت فداك

مَا أَحَبَّ أَنْ اسْتَقْبَلَكَ بِمَا سَمِعْتَهُ مِنْهُ فَقَالَ أَبَا
الْمَوْتِ تَخَوَّفَنِي هَاتِ مَا سَمِعْتَهُ فَقُلْتَ سَمِعْتَهُ
يَقُولُ إِنَّكَ تَقْتُلُ وَتَصْلُبُ

جانے کے بعد خراسان جا رہے تھے تو میں نے ان سے
ملاقات کی اور سلام عرض کیا۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں
سے آرہے ہو؟ میں نے کہا حج سے واپس آرہا ہوں۔ تیجی
نے اپنے عزیزوں اور چچا زاد بھائیوں کے حالات دریافت
کئے جو مدینہ میں تھے؛ اور جعفر ابن محمد علیہما السلام کے
متعلق بہت دیر تک پوچھتے رہے۔ میں نے اُن سب کا حال
بیان کیا اور اُن کے والد زید بن علی کی شہادت پر ان سب
کے حزن و تاثر کا ذکر کیا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ
میرے چچا محمد ابن علی الباقر علیہ السلام نے میرے والد کو
ترکِ خروج کا مشورہ دیا تھا، اور انہیں بتلایا تھا کہ اگر انہوں

نے خروج کیا اور مدینہ کو چھوڑا تو انجام کار کیا ہو گا۔ پھر
 فرمایا کہ تم نے میرے ابن عم جعفر ابن محمد علیہ السلام سے
 ملاقات کی تھی۔ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا کیا تم نے
 میرے بارے میں ان سے کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا جی
 ہاں۔ فرمایا جو کچھ میرے متعلق فرمایا ہو بتاؤ۔ میں نے کہا
 میری جان آپ پر نثار ہو مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ جو
 میں نے سنا ہے آپ کے سامنے عرض کروں۔ فرمایا مجھے
 موت سے ڈراتے ہو؟ جو سنا ہے بیان کرو۔ میں نے عرض
 کیا کہ میں نے حضرت کو فرماتے سنا ہے کہ آپ بھی قتل
 ہوں گے اور سولی پر لٹکائے جائیں گے جس طرح آپ کے
 والد قتل کئے گئے اور سولی پر لٹکائے گئے۔ یہ سن کر اُن کا
 چہرہ متغیر ہو گیا اور اس آیت کی تلاوت کی۔ ”وہ جس بات
 کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس بات کو چاہتا ہے نقش کر دیتا

ہے اور اُس کے پاس لوح محفوظ ہے۔“ اور فرمایا اے
متوکل اللہ

کہا قتل ابوک و صلب فتغیر وجهہ وقال یمحوا
للہ ما یشاء ویثبت و عندہ امّ الکتاب یا متوکل
ان اللہ عزّ و جلّ ایدّ هذا الامر بنا وجعل لنا
العلم و السیف فجمعنا لنا و خصّ بنو عمّنا
بالعلم و حده فقلت جعلت فداک ائی رايت
النّاس الی ابن عمّک جعفر علیہ السّلام امیل
منهم الیک و الی ابيک فقال انّ عمی محمد بن علی
و ابنه جعفرًا علیہما السّلام دعوا النّاس الی
الحیوة و نحن دعوناہم الی البوت فقلت یا بن
رسول اللہ ﷺ اہم اعلم ام انتم فاطرق الی
الارض ملیتّا ثم رفع راسہ وقال کلّنا لہ علم

غیر انہم یعلمون کلُّہا نعلم ولا نعلم کلَّ ما
یعلمون ثمَّ قال لی اکتبت من ابن عمِّی شیئاً
قلت نعم قال ارنیہ فأخرجت الیہ وجُوهًا من
العلم و اخرجت له دُعَاءً املاہ علی ابو عبد اللہ
علیہ السلام و حدَّثنی انَّ اباہ محمَّد بن علی
علیہما السلام املاہ علیہ و اخبرہ انَّہ من دُعَاءِ
ابیہ علی بن الحسین علیہم السلام مِنْ دُعَاءِ
الصَّحِيفَةِ الْکَامِلَةِ فنظر فیہ یحییٰ حتَّی اتی علی
آخرہ و قَالَ لی اتاذن فی نسخہ

تبارک و تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ اس دین کو تقویت
پہنچائی۔ اور ہمارے حصہ میں علم اور تلوار آئی ہے اور یہ
دونوں چیزیں ہمارے لئے فراہم ہیں۔ اور ہمارے چچا زاد
بھائی صرف علم سے مخصوص ہیں۔ میں نے کہا میں آپ پر

فدا ہو جاؤں، میں نے بہ نسبت آپ کے اور آپ کے والد کے لوگوں کو آپ کے ابن عم جعفر صادق علیہ السلام کی طرف زیادہ مائل پایا ہے۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے چچا محمد ابن علی الباقرؑ اور اُن کے فرزند جعفر صادق نے لوگوں کو زندگی و بقا کی دعوت دی ہے اور ہم نے انہیں موت کی جانب بلایا ہے۔ میں نے کہا اے فرزند رسول ﷺ وہ حضرات زیادہ علم رکھتے ہیں یا آپ۔ یہ سن کر کچھ عرصہ کے لئے زمین میں آنکھیں گاڑ دیں۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا کہ علم سے تو ہم سب ہی بہرہ مند ہیں مگر ہاں وہ ان تمام چیزوں کا علم رکھتے ہیں جن کا ہم علم رکھتے ہیں۔ اور جو وہ جانتے ہیں وہ سب کا سب ہم نہیں جانتے۔ پھر مجھ سے فرمایا کیا تم نے میرے ابن عم کے افادات میں بھی کچھ لکھے ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ ”جی ہاں!“ فرمایا جو کچھ لکھا

ہے مجھے دکھاؤ۔ میں نے مختلف علوم کے سلسلہ میں حضرت
 کے ارشادات دکھائے اور ایک دُعاء بھی دکھائی جو حضرت
 نے مجھے لکھوائی تھی اور فرمایا کہ میرے والدِ بزرگوار محمد
 ابن علی علیہما السلام نے مجھے لکھوائی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ یہ
 دُعاء میرے والد علی ابن الحسین علیہ السلام کی ادعیہ صحیفہ
 کاملہ میں سے ہے۔ تیجی نے اُسے آخر تک دیکھا اور فرمایا
 مجھے اس کے لکھنے کی اجازت دیتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔
 فقلت یا بن رسول اللہ اتستأذن فیما ہو عنکم
 فقال اما لأخرجن الیک صحیفۃ من الدُّعَاءِ
 الکامل ھما حفظہ ابی عن ابیہ و اَنَّ ابی اوصانی
 بصونھا و منعھا غیر اھلھا قال عمیر قال ابی
 فقلت الیہ فقبت رأسہ و قلت لہ واللہ یا بن
 رسول اللہ ﷺ انی لا دین اللہ بحبکم و طاعتکم و

أَنِّي لَا رَجْوَانَ يَسْعِدُنِي فِي حَيَاتِي وَهَمَاتِي بَوْلَايَتِكُمْ
 فَرَحِي صَحِيفَتِي الَّتِي دَفَعْتُهَا إِلَيْهِ الْغُلَامُ كَانَ مَعَهُ
 وَقَالَ أَكْتُبْ هَذَا الدَّعَاءَ بِخَطِّ بَيْنَ حَسَنٍ وَ
 أَعْرَضَهُ عَلَى لَعْلَى أَحْفَظْهُ فَإِنِّي كُنْتُ أَطْلُبُهُ مِنْ
 جَعْفَرٍ حَفَظَهُ اللَّهُ فَيَمْنَعُنِيهِ قَالَ الْمَتَوَكَّلُ
 فَتَدَمَّتْ عَلَى مَا فَعَلْتُ وَلَمْ أَدْرُ مَا أَصْنَعُ وَلَمْ يَكُنْ
 أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَقَدَّمَ إِلَى الْأَدْفَعَةِ إِلَى
 أَحَدَثَهُمْ دَعَا بَعِيْبَةً فَاسْتَخْرَجَ مِنْهَا صَحِيفَةً
 مَقْفَلَةٌ مَخْتُومَةٌ فَنَظَرَ إِلَى الْخَاتَمِ وَقَبَّلَهُ وَبَكَى ثُمَّ
 فَضَّضَهُ وَفَتَحَ الْقَفْلَ ثُمَّ نَشَرَ الصَّحِيفَةَ وَوَضَعَهَا
 عَلَى عَيْنِهِ وَأَمَرَهَا عَلَى وَجْهِهِ وَقَالَ وَاللَّهِ يَا مَتَوَكَّلُ
 لَوْلَا مَا ذَكَرْتُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عَمِّي أَنَّنِي أَقْتُلُ وَ
 أَصْلَبُ لَهَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكَ وَلَكُنْتُ بِهَا ضَنِينًا
 وَلَكِنِّي أَعْلَمُ

اے فرزندِ رسول ﷺ آپ مجھ سے ایسی چیز کی اجازت طلب فرماتے ہیں جو خود آپ ہی کے گھر کی ہے۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا میں بھی مکمل دعاؤں کا ایک صحیفہ تمہیں دکھاؤں گا جو میرے پدرِ گرامی نے اپنے والدِ بزرگوار سے یاد کی تھیں اور مجھے میرے والد نے ان کے محفوظ رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ نا اہل لوگوں سے انہیں پوشیدہ رکھوں۔ عمیر کہتے ہیں کہ میرے والد (متوکل) نے بیان کیا کہ میں نے اُٹھ کر ان کے سر کو بوسہ دیا اور عرض کیا خدا کی قسم اے فرزندِ رسول ﷺ میں تمہاری دوستی و اطاعت کے ساتھ اللہ کی پرستش کرتا ہوں اور اُمیدوار ہوں کہ وہ میری زندگی اور میرے مرنے کے بعد تمہاری محبت و دوستی کی وجہ سے سعادت و نیک بختی بخشے۔ پھر آپ نے وہ صحیفہ جو میں نے انہیں دیا تھا۔ ایک صاحبزادے کو دیا جو اُن

کے ہمراہ تھا۔ اور اس سے فرمایا کہ اس دُعا کو واضح و خوشخط لکھ لو اور مجھے دکھاؤ تا کہ میں اسے زبانی یاد کر لوں۔ کیونکہ میں نے حضرت جعفر صادق حفظہ اللہ سے اس دُعا کو طلب کیا تھا مگر انہوں نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ متوکل کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تو اپنے کتے پر پیشمان ہوا؛ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کروں (پھر خیال آیا کہ) حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے پہلے سے منع بھی تو نہیں فرمایا تھا کہ یہ دُعا کسی کو نہ دینا۔ اس کے بعد تیجی نے ایک صندوقچہ طلب کیا اور اس میں سے ایک قفل و سر بہر صحیفہ نکالا۔ اُس مہر کو دیکھا تو اُسے چوما اور گریہ فرمایا پھر اُسکی مہر توڑی قفل کھولا اور صحیفہ کو پھیلا کر اپنی آنکھوں سے لگایا

اِنَّ قَوْلَهُ حَقٌّ اَخَذَهُ عَنْ اَبَائِهِ وَاِنَّهُ سَيَصِحُّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ فَخَفْتُ اَنْ يَقَعَ مِثْلُ هَذِهِ الْعِلْمِ اِلَى بَنِي

اميَّة فيكتبوه ويدَّخروه في خزائِنهم لا نفسهم
 فاقبضها و اكفنيها و ترَبَّص بها فاذا قضى الله
 من امرى و امر هؤلاء القوم ما هو قاض فهي
 امانة لى عندك حتَّى توصلها الى ابن عمى محمَّد و
 ابراهيم ابني عبدالله بن الحسن بن الحسن بن
 على عليهما السلام فانَّهما القائمان في هذا الامر
 بعدى قال المتوكل فقبضت الصحيفة فلما
 قتل يحيى بن زيد صرت الى المدينة فلقيت ابا
 عبدالله عليه السلام فحدَّثته الحديث عن يحيى
 فبكى واشتدَّ واحده به وقال رحم الله ابن عمى و
 الحقه بأبائه واجداده والله يا متوكل ما منعنى من
 دفع الدَّعَاء اليه الا الذى خافه على صحيفه ابيه
 واين الصحيفة فقلت ها هي ففتحها وقال هذا
 والله خط عمى زيد ودعاء جدِّى على بن الحسين

عليهما السلام ثم قال لابنه قم يا اسمعيل فأتني
بالدعاء الذي امرتك بحفظه و صونه فقام
اسمعيل فاخرج صحيفة كأنها الصحيفة التي
دفعها اليّ يحيى بن

اور چہرے پر ملا اور فرمایا اے متوکل خدا کی قسم اگر تم
میرے ابن عم کے اس قول کو نقل نہ کرتے کہ میں قتل
کر دیا جاؤں گا اور سولی پر لٹکایا جاؤں گا تو میں ہر گز یہ صحیفہ
تمہارے حوالے نہ کرتا۔ اور اس کے دینے میں بخل سے
کام لیتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے
سچ ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ جو کچھ انہوں نے اپنے
آباؤ اجداد سے سنی ہے اور بہت جلد ہو کر رہے گی۔ اس
لئے میں ڈرتا ہوں کہ یہ علمی ذخیرہ بنی اُمیہ کے ہاتھ لگ
جائے اور وہ اسے چھپا ڈالیں۔ اور اپنے خزانوں میں صرف

اپنے لئے ذخیرہ کر لیں۔ لہذا تم اُسے اپنے پاس رکھو اور
 میری جگہ اس کی حفاظت کرو، اور منتظر رہنا۔ اور اس صحیفہ کو
 اپنے پاس امانت رکھنا۔ اور جب اللہ میرا اور اس قوم کا جو
 فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر دے تو اسے میرے چچا زاد بھائیوں
 محمد و ابراہیم کے پاس پہنچا دینا کیونکہ وہی میرے بعد اس
 سلسلہ میں میرے قائم مقام ہیں۔ متوکل کا بیان ہے کہ میں
 نے وہ صحیفہ لے لیا۔ اور جب یحییٰ بن زید شہید کر دیئے گئے
 تو میں مدینہ گیا اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت
 میں حاضر ہوا اور یحییٰ کا تمام واقعہ اُن سے نقل کیا۔ حضرت
 رونے لگے اور یحییٰ کے واقعات سن کر بہت غمگین
 ہوئے۔ اور فرمایا کہ خدا رحمت نازل کرے میرے ابن
 عم پر اور انہیں ان کے آباؤ اجداد کے ساتھ رکھے۔ اے
 متوکل خدا کی قسم مجھے اس دُعاء کے دینے میں وہی خوف

مانع تھا جو انہیں خود اپنے باپ کے صحیفہ کے بارے میں
 تھا۔ اچھا تو وہ صحیفہ کہاں ہے؟ میں نے کہا کہ یہ ہے۔ آپ
 زید فقبّلہا ابو عبد اللہ و وضعہا علیٰ عینہ و قال
 هذا خط ابی و املاہ جدی علیہا السلام بمشهد
 منی فقلت یا بن رسول اللہ ﷺ ان رایت ان
 اعرضہا مع صحیفۃ زید و یحییٰ فاذن لی فی ذالک و
 قال قدر رأیتک لذلك اھلاً فنظرت و اذا ہما امر
 واحد ولم اجد حرفاً منها یخالف ما فی الصحیفۃ
 الاخری ثم استأذنت ابا عبد اللہ ﷺ فی دفع
 الصحیفۃ الی ابنی عبد اللہ ابن الحسن فقال ان
 اللہ یأمرکم ان تؤدّوا الامانات الی اھلہا نعم
 فادفعہا الیہما فلما نہضت للقاءہما قال لی
 مکانک ثم وجّہ الی محمد و ابراہیم فجاءا فقال

ھذا میراث ابن عمکما یحییٰ من ابیہ قد خصکما
 بہ دون اخوتہ و نحن مشترطون علیکما فیہ
 شرطاً فقالا رحمک اللہ قل فقولک المقبول
 فقال لا تخرجنا بہذہ الصّحیفۃ من المدينة قال
 ولم ذاک قال ان ابن عمکما خاف علیہا امرا
 اخافہ انا علیکما قال انما خاف علیہا حین علم
 انہ یقتل فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام و انتما فلا تأمنا
 فواللہ انی لا علم انکما ستخرجان کما خرج
 وستقتلان کما قتل فقاما و ہما یقولان
 لا حول ولا

نے اسے کھولا اور فرمایا خدا کی قسم یہ میرے چچا زید کی تحریر
 نے اُسے کھولا اور فرمایا خدا کی قسم یہ میرے چچا زید کی تحریر
 ہے اور میرے دادا علی ابن الحسین علیہم السلام کی دعائیں

ہیں۔ پھر آپ سے اپنے فرزند اسماعیل سے فرمایا کہ جا کر وہ دعائیں لے آؤ جن کی حفاظت و نگہداشت کی میں نے تمہیں ہدایت کی تھی۔ اسماعیل گئے اور ایک صحیفہ لائے جو بالکل ویسا ہی تھا جیسا یحییٰ بن زید نے مجھے دیا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے اس صحیفہ کو بوسہ دیا۔ اپنی آنکھوں سے لگایا کہ یہ میرے والدِ بزرگوار کا خط ہے۔ جسے میرے سامنے میرے دادا (علی ابن الحسینؑ) نے لکھوایا تھا۔ میں نے عرض کیا اے فرزندِ رسولؐ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس صحیفہ کا زید و یحییٰ کے صحیفہ سے مقابلہ کر لوں۔ حضرت نے اجازت دی اور فرمایا کہ میں تم کو اس کا اہل پاتا ہوں۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونوں صحیفے ایک ہی ہیں۔ اور ایک حرف بھی دونوں کا ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہے۔ پھر میں نے حضرت سے اجازت مانگی کہ اسے عبد اللہ ابن حسن کے

دونوں بیٹوں کے حوالے کر دوں۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو۔“
 میں اُن دونوں کی ملاقات کے لئے اُٹھا تو حضرت نے فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ایک شخص کے ذریعہ محمد و ابراہیم کو بلوایا۔ جب وہ آئے تو ان سے فرمایا کہ یہ تمہارے ابن عم یحییٰ کی میراث ہے جو انہیں اپنے باپ سے ملی تھی۔ اور انہوں نے اپنے بھائیوں کی بجائے تم دونوں کو اس کے لئے مخصوص کیا ہے۔ مگر میں اس صحیفہ کے بارے میں تم دونوں سے ایک شرط کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا خدا آپ پر رحمت نازل کرے، فرمائیے۔ آپ کا جو ارشاد ہو گا وہ ہمارے لئے قابل قبول ہو گا۔ فرمایا کہ تم اس صحیفہ کو مدینہ سے باہر نہ لے جانا۔ انھوں نے کہا یہ کس لئے؟ فرمایا کہ
 قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ فَلَمَّا خَرَجَا قَالَ لِيْ اَبُو

عبدالله عليه السلام يا متوكل كيف قال لك
 يحيى ان عمى محمد بن على و ابنه جعفرأ دعوا
 الناس الى الحيوۃ و نحن دعوناهم الى الموت
 قلت نعم اصلحك الله قد قال لى ابن عمك يحيى
 ذالك فقال یرحم الله يحيى ان ابى حدثنى عن ابيه
 عن جدّه عن على عليه السلام ان رسول الله صلى الله عليه و
 اله وسلم اخذته نعسة وهو على منبره فرائى فى
 منامه رجألا ينزون على منبره نزو القردة و
 يردون الناس على اعقابهم القهقرى فاستوى
 رسول الله ﷺ جالساً و الحزن يعرف فى وجهه
 فاتاه جبريل عليه السلام بهذه الآية وما جعلنا
 الرؤيا التى اريناك الا فتنة للناس والشجرة
 الملعونة فى القران و نخوفهم فما يزيدهم الا
 طغياناً كبيراً يعنى بنى امية قال يا جبرئيل عليه السلام

اعلیٰ عہدی یکنون و فی زمنی قال لا و لکن تدور
 رحی الاسلام من مهاجرک فتلبث بذلک عشرًا
 ثم تدور رحی الاسلام علی راس خمسۃ و ثلاثین
 من مهاجرک فتلبث بذلک خمسًا ثم لا بدّ من
 رحی ضلالة هی قائمة علی قطبها ثم ملک
 الفراعنة قال و انزل اللہ تعالیٰ فی ذلک انا انزلناہ
 ہو گا ہمارے لئے قابل قبول ہو گا۔ فرمایا کہ تم اس صحیفہ کو
 مدینہ سے باہر لے جانا۔ انہوں نے کہا یہ کس لئے؟ فرمایا کہ
 تمہارے ابن عم کو اس کے متعلق جو خطرہ تھا وہی خطرہ مجھے
 اس کے بارے میں تم دونوں سے ہے۔ کہا کہ انہیں خطرہ تو
 اس وقت لاحق ہوا جب انہیں اپنے مارے جانے کا علم
 ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں بھی اس خطرہ سے مطمئن
 نہ رہو۔ خدا کی قسم میں بخوبی جانتا ہوں کہ تم دونوں بھی ایسا

اقدام کرو گے جیسا اُنہوں نے کیا تھا، اور تم بھی قتل کئے
 جاؤ گے جس طرح وہ قتل کئے گئے۔ وہ دونوں یہ سن کر
 لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کہتے ہوئے
 اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب وہ دونوں چلے گئے تو حضرت نے
 مجھ سے فرمایا اے متوکل! یتیمیٰ نے یہی تو کہا تھا کہ میرے
 چچا محمد ابن علی الباقرؑ اور اُن کے فرزند جعفر صادقؑ لوگوں کو
 زندگی و حیات کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ہم انہیں موت
 کی جانب بلاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں خدا آپ کے
 حالات سازگار رکھے۔ آپ کے ابن عم یتیمیٰ نے یہی کہا تھا۔
 فرمایا خدا یتیمیٰ پر رحم کرے میرے پدر گرامی نے اپنے
 والدِ بزرگوار جدِ امجد اور علی علیہ السلام کے سلسلہ سے روایت
 کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تھے کہ
 اُن پر غنودگی طاری ہو گئی۔ اور خواب میں کچھ لوگوں کو دیکھا

کہ وہ آپ کے منبر پر بندروں کی طرح کود رہے ہیں اور
لوگوں کو اُلٹے پیر واپس پلٹا رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی۔ اور سیدھے ہو کر بیٹھ
گئے۔ اس عالم میں کہ حزن و اندوہ کے

فی لیلۃ القدر وما ادریک ما لیلۃ القدر لیلۃ
القدر خیرٌ من الف شهر۔ ”یملکھا بنو امیہ لیس
فیہما لیلۃ القدر قال فاطلع اللہ بنیہ علیہ
السلام أن بنی امیۃ تملک سلطان هذه الامۃ و
ملکھا طول هذه المدۃ فلو طأ ولتہم الجبال
لطالوا علیہا حتی یأذن اللہ تعالیٰ بزوال ملکهم
وہم فی ذلک یستعشرون عداوتنا اهل البيت و
بغضنا اخبر اللہ نبیہ بما یلقى اهل بیت محمد ﷺ
واهل مودتہم وشیعتہم منهم فی ایامہم و

ملکھم قال و انزل اللہ تعالیٰ فیہم الم تر الی
الذین بدّلوا نعت اللہ کفرًا و احلّوا قومہم
دارالبوار جہنّم یصلونہا و بئس القرار و
نعت اللہ محمد ﷺ و اہلبیتہ حبہم ایمان
یدخل الجنّة و بغضہم کفرو نفاق یدخل النار
فأسرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلّم ذلک
الی علی و اہل بیتہ قال ثمّ قال ابو عبد اللہ ما
خرج ولا یخرج منّا اہل البیت الی قیام قائمنا
احد لی دفع ظلمًا او ینعش حقًا الا اصطلبہ
البلیّة و کان قیامہ زیادۃ فی مکروہنا و شیعتنا
قال

آثار آپ کے چہرے پر نمایاں تھیں۔ اتنے میں جبریل
امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے: وہ خواب جو ہم نے تم کو

دکھایا اس لئے دکھایا کہ وہ لوگوں کے لئے ایک آزمائش ہو اور اسی طرح وہ شجرہ جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر وہ اس ڈرانے کے باوجود سرکشی میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ “سَلِّ (شجرہ ملعونہ سے مراد بنی اُمیہ ہیں) پیغمبر اکرم نے جبریلؑ سے دریافت کیا کہ یہ لوگ میرے وقت اور زمانہ میں ہوں گے؟ کہا نہیں بلکہ آپ کی ہجرت کے بعد اسلام کا دور دورہ ہو گا جو دس برس تک برقرار رہے گا۔ پھر اسلام کا دور دورہ ہجرت کے پینتیسویں سال کے آغاز میں شروع ہو گا اور پانچ برس تک برقرار رہے گا اور پھر ایسی گمراہی کا چکر چل نکلے گا جو اپنے مرکز پر جم کر کھڑی ہو جائے گی اور پھر فرعونوں کی حکومت شروع ہو جائے گی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خداوندِ عالم نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی

ہے ”ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں اُتارا اور تم کیا جانو
 کے شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر
 ہے۔“ بنی اُمیہ ان ہزار مہینوں تک قابض رہیں گے مگر
 ان مہینوں میں شب قدر نہ ہوگی۔ پھر فرمایا کہ خداوند عالم
 نے اپنے نبی کو آگاہ کر دیا تھا کہ بنی اُمیہ ان ہزار مہینوں کی
 مدت تک مسلمانوں کے حل و عقد کے مالک اور برسر
 اقتدار رہیں گے۔ اس طرح کہ پہاڑ بھی ان کی سر بلندی سے
 مقابلہ کرنا چاہیں گے تو وہ ان سے بھی اونچے دکھائی دیں
 گے۔ یہاں تک کہ خداوند عالم اُن کے ملک و سلطنت کو
 زوال کا حکم دے گا اور وہ اس تمام عرصہ میں ہم اہلبیت کے
 بغض و عداوت کو اپنا شعار

المتوکل ابن ہرون ثم املی علی ابو عبد اللہ
 علیہ السلام الادعیۃ وہی خمسۃ و سبعون باباً

سقط عَنِّي مِنْهَا أَحَدُ عَشَرَ بَابًا وَحَفِظْتُ مِنْهَا نِيفًا
وَسِتِّينَ بَابًا وَحَدَّثَنَا أَبُو الْبَفْضَلِ قَالَ وَحَدَّثَنِي
مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ ابْنُ رَوْزْبِهِ أَبُو بَكْرٍ الْمَدَائِنِيُّ
الْكَاتِبُ نَزِيلَ الرَّحْبَةِ فِي دَارِهِ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ
بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مُسْلِمٍ الْبَطْهَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ
عَمِيرِ بْنِ مَتَوَكَّلٍ الْبَلْخِيُّ عَنْ أَبِيهِ الْمَتَوَكَّلِ ابْنِ
هُرُونَ قَالَ لَقِيتُ يَحْيَى بْنَ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِتَمَامِهِ إِلَى رُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الَّتِي ذَكَرَهَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ
عَنْ آبَائِهِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَفِي رِوَايَةِ الْبَطْهَرِيِّ
ذَكَرَ الْأَبْوَابَ وَهِيَ -

بنائے رکھیں گے اور اُن کے زمانہ حکومت میں اہل بیت
محمدؐ اور اُن کے دوستوں اور پیروں نے والوں پر جو

مصیبتیں نازل ہوں گی اُن سب پر اپنے نبیؐ کو مطلع کر دیا تھا۔ اور اُنہی بنی اُمیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے: ”کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بدلے ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو بلاکت کے گھر میں لا اُتارا کہ سب واصل جہنم ہوں گے اور وہ کیا برا اٹھکانا ہے۔“ (اس آیت میں) نعمت الہی سے مراد محمد ﷺ اور اُن کے اہل بیتؑ ہیں جن کی محبت عین ایمان ہے جو جنت میں لے جائے گی۔ اور اُن سے دشمنی سراسر کفر و نفاق ہے جو دوزخ میں لا پھینکے گی اور پیغمبر ﷺ نے علیؑ اور اہل بیت علیہم السلام کو اس امر سے آگاہ کر دیا تھا۔ متوکل کہتے ہیں کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ ظہور حضرت قائمؑ سے پہلے ہم اہل بیتؑ میں سے ظلم کو دور کرنے یا حق کو سر بلند کرنے کیلئے کسی نے خروج نہیں کیا

اور نہ کرے گا، مگر یہ کہ آفات و بلیات اس کی بیخ کنی کریں گے۔

اور اس کا یہ اقدام ہمارے اور ہمارے دوستوں کے رنج و آلام میں اضافہ کر دے گا۔ متوکل ابن ہارون کا بیان ہے کہ پھر حضرت نے وہ دعائیں مجھے لکھوا دیں اور وہ پچھتر دعائیں تھیں۔ گیارہ دعاؤں کے ضبط و حفظ سے قاصر رہا اور ساٹھ سے کچھ اوپر دعائیں میں نے زبانی یاد کر لیں۔

(شیخ عکبری جن کا ذکر پہلے آچکا ہے دوسری سند سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ) ہم سے ابوالفضل نے بیان کیا اور اُن سے محمد ابن حسن ابن روزبہ ابوبکر مدائنی کاتب ساکن رجبہ نے گھر کے اندر بیان کیا، اور انہوں نے محمد ابن احمد ابن مسلم مطہری سے روایت کی؛ اور انہوں نے اپنے باپ (احمد ابن مسلم) سے اور انہوں نے عمیر ابن

متوکل بلخی سے اور انہوں نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ میں یحییٰ ابن زید ابن علی علیہ السلام سے ملاقات کی اور پھر پیغمبر ﷺ کے خواب تک کا پورا واقعہ بیان کیا جسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین صلوات اللہ علیہم سے روایت کیا ہے۔ اور مطہری کی روایت میں دعاؤں کی فہرست کا بھی اس طرح ذکر ہے:

التَّحْمِيدُ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خُداوند عالم کی حمد و ستائش

الصَّلَاةُ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ وَآلِهِ رَسُوْلٍ اَكْرَمٍ پُر درود و سلام

الصَّلَاةُ عَلَى حَمَلَةِ الْعَرْشِ حَامِلَانِ عَرْشٍ اور مقرب

فرشتوں پر صلوٰۃ

الصَّلَاةُ عَلَىٰ مَصْدَقِ الرِّسْلِ انبیاء پر ایمان لانے والوں
کے حق میں دُعا

دُعَاؤُهُ لِنَفْسِهِ وَخَاصَّةً اپنے اور اپنے خاص دوستوں
کے لئے دعاء

دُعَاؤُهُ عِنْدَ الصُّبْحِ وَالْمَسَاءِ دُعاے صبح و شام

دُعَاؤُهُ فِي الْبَهَاتِ مشکلات کے وقت پڑھنے کی دعا

دُعَاؤُهُ فِي الْاِسْتِعَاذَةِ خواستگاری پناہ کے سلسلہ کی دعا

دُعَاؤُهُ فِي الْاِسْتِثْنَاءِ طلب مغفرت کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُهُ فِي الْجَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى طلب پناہ کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُہ بخواتم الخیر انجام بخیر ہونے کی دعا

دُعَاؤُہ فی الاعتراف اعترافِ گناہ و طلبِ توبہ

کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُہ فی طلب الحوائج طلبِ حاجات کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُہ فی الظلمات دادِ خواہی کی بابت دعا

دُعَاؤُہ عند المرض مرض کے دفعیہ کی دعا

دُعَاؤُہ فی الاستقالة عذر و عفوِ تقصیر کے سلسلہ

میں دعا

دُعَاؤُہ علی الشیطان شرّ شیطان کے دفعیہ کی دعا

دُعَاؤُہ فی المحذورات دفعِ بلیات کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُہ فی الاستسقاء طلب باراں کی دعا

دُعَاؤُہ فی مکارم الأخلاق پاکیزہ اخلاق سے آراستگی کی دعا

دُعَاؤُہ اذا حزنہ امر رنج و اندوہ کے موقع کی دعا

دُعَاؤُہ عند الشدّة شدّت و سختی کے وقت کی دعا

دُعَاؤُہ بالعافیۃ طلب عافیت کی دعا

دُعَاؤُہ لابویہ والدین کے حق میں دعا

دُعَاؤُہ لولدہ اولاد کے حق میں دعا

دُعَاؤُہ لجیرانہ دوستوں اور ہمسایوں کے

حق میں دعا

دُعَاؤُہ لاهل الثغور حدودِ مملکت کی حفاظت

کرنے والوں کیلئے دعاء

دُعَاؤُہِ فِی التَّفَرُّعِ اللہ تعالیٰ سے تضرع و زاری

کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُہِ اِذَا اقْتَرَعَلِیْہِ تنگی رزق کے موقع پر

پڑھنے کی دعا

دُعَاؤُہِ فِی الْمَعُونَةِ عَلٰی قِضَاءِ الدِّیْنِ ادائے

قرض کی دعا

دُعَاؤُہِ بِالتَّوْبَةِ دعائے توبہ

دُعَاؤُہِ فِی صَلَوةِ اللَّیْلِ نماز شب کے بعد کی دعا

دُعَاؤُہِ فِی الْاِسْتِخَارَةِ دعائے استخارہ

دُعَاؤُہ اِذَا ابْتَلِیْ وَرَاۤیْ مُبْتَلٰی بِفَضِیْحَةٍۢ بِذَنْبٍ گناہوں

کی رسوائی سے بچنے کی دعا

دُعَاؤُہ فِی الرِّضَاءِ بِالْقَضَاءِ رِضَاۤیَ اللّٰہِیِّ پَرِخُوش رہنے

کی دعا

دُعَاؤُہ عِنْدَ سَمَاعِ الرَّعْدِ بجلی کے کوندنے اور رعد کے

گرجنے کے وقت کی دعا

دُعَاؤُہ فِی الشُّکْرِ شکر کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُہ فِی الْاِعْتِذَارِ عذرو طلب مغفرت کے

سلسلے میں دعا

دُعَاؤُہ فی طلب العفو طلب عفو و رحمت کی دعا

دُعَاؤُہ عند ذکر الموت موت کو یاد کرنے کے

وقت کی دعا

دُعَاؤُہ فی طلب السّتر والوقایۃ پردہ پوشی و

نگہداشت کی دعا

دُعَاؤُہ عند ختم القرآن دعائے ختم القرآن

دُعَاؤُہ اذا نظر الى الهلال دعائے رویتِ ہلال

دُعَاؤُہ لدخول شهر رمضان استقبالِ ماہ

رمضان کی دعا

دُعاؤہ لوداع شہر رمضان وداع ماہ رمضان
کی دعا

دُعاؤہ للعیدین والجمعة عیدین اور جمعہ کی دعا

دُعاؤہ لعرفة روزِ عرفہ کی دعا

دُعاؤہ للاضحی والجمعة عید قربان اور جمعہ کی دعا

دُعاؤہ فی دفع کید الاعداء دشمن کے مکرو

فریب سے بچنے کی دعا

دُعاؤہ فی الرہبة خوفِ الہی کے سلسلہ میں دعا

دُعاؤہ فی التضرع والاستکانة عجز و زاری کے

سلسلہ میں دعا

تَضَرَّعُ وَالْحَاحُ كَ سِلْسِلَہ

دُعَاؤُہ فی الْاِلْحَاح

میں دعا

عِجْزُ وَفِرْوَتْنی كَ سِلْسِلَہ میں

دُعَاؤُہ فی التَّذَلُّلِ

دعا

دُعَاؤُہ فی اسْتِکْشَافِ الْهَيُومِ رَنْجُ وَاَنْدَوَہ كَ دَوْر

ہونے کے لئے دعا

وَبَاقِی الْاَبْوَابِ بَلْفِظْ اَبِی عَبْدِ اللّٰہِ الْحَسَنِ رَحْمَہُ اللّٰہُ
حَدَّثَنَا اَبُو عَبْدِ اللّٰہِ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِی قَالَ
حَدَّثَنَا عَبْدِ اللّٰہِ بْنُ عَمْرِو بْنِ خَطَّابِ الزَّیَّاتِ قَالَ
حَدَّثَنِی خَالِی عَلِیُّ بْنُ النِّعْمَانِ الْاَعْلَمِ قَالَ
حَدَّثَنِی عَمِیرُ بْنُ مَتَوَكَّلٍ الثَّقَفِیُّ الْبَلْخِیُّ عَنْ اَبِیہ

متوکل ابن ہرون قال املی علی سیدی الصادق
 ابو جعفر بن محمد قال املی جدی علی ابن
 الحسین علی ابن محمد بن علی علیہم اجمعین
 السلام بمشهد منی۔

اور دعاؤں کے اوپر کے عنوانات ابو عبد اللہ حسن کے الفاظ
 اور روایت کے مطابق ہیں۔ (ابو الفضل کی پہلی سند میں ان کا
 ذکر اس طرح ہو چکا ہے کہ): ہم سے ابو عبد اللہ جعفر ابن
 محمد حسنی نے کہا مجھ سے ابو عبد اللہ ابن عمر ابن خطاب زیات
 نے نقل کیا، اور انہوں نے اپنے ماموں علی ابن نعمان اعلم
 سے اور انہوں نے عمیر ابن متوکل ثقفی بلخی سے، اور انہوں
 نے اپنے باپ متوکل ابن ہارون سے روایت کی کہ انہوں
 نے بیان کیا کہ مجھے میرے سید و سردار ابو عبد اللہ جعفر
 ابن محمد علیہ السلام نے یہ دعائیں لکھوائیں اور فرمایا کہ

میرے دادا علی ابن حسینؑ علیہ السلام نے میرے والد محمد
ابن علی علیہ السلام کو میرے سامنے یہ دعائیں لکھوائی تھیں۔

۱۔ اسناد صحیفہ کے سلسلہ میں سید نجم الدین بہاء الشرف محمد ابن
حسن سے جن بزرگوار نے ’حدیثا‘ کہہ کر اسے روایت کیا ہے
وہ اکثر علماء و محدثین کے نزدیک عمید الرؤسا، ہبۃ اللہ ابن
حامد متوفی ۶۰۹ھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے علی ابن السکون
متوفی حد و ۶۰۶ھ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے صحیفہ پر جو اجازہ
روایت ابو جعفر ابن معیہ کے لئے تحریر فرمایا اس میں لکھتے
ہیں کہ ”رویتھا لہ علی السید بہاء الدین الشرف
ابی الحسن محمد ابن الحسن ابن احمد۔ میں نے ان
کے لئے سید بہاء الدین شرف ابوالحسن محمد ابن حسن ابن احمد
سے صحیفہ کی روایت کی۔“ اس اجازہ کی تاریخ تحریر ماہ ربیع

الاول ۶۰۳ھ ہے اور اسی ابن السکون کے نسخہ پر سے یہ
 اجازہ ۳۳۳ھ کے لکھے ہوئے ایک قدیمی نسخے پر نقل ہوا
 جس سے علامہ مجلسی رحمہ اللہ نے نقل کیا اور شہید اول
 متوفی ۷۶۱ھ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخہ پر بھی اسی ابن
 السکون کے نسخہ پر سے نقل ہوا۔ سید نجم الدین بہاء الشرف
 کا سلسلہ روایت ابوالفضل شیبانی پر منتهی ہوتا ہے اور
 ابوالفضل اسے دو طریق سے روایت کرتے ہیں۔ ایک ابو
 عبد اللہ جعفر ابن محمد کے سلسلہ سے اور دوسرے محمد ابن
 حسن ابن روزبہ کے طریق سے اور یہ دونوں اسناد متوکل ابن
 ہارون تک پہنچتے ہیں۔ اور متوکل ابن ہارون کو صادق آل محمد
 نے یہ دعائیں امام محمد باقر علیہ السلام کے تحریر کردہ نسخہ سے
 لکھوائی تھیں اور جناب زید کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ بھی جناب
 یحییٰ ابن زید کے ذریعہ ان کی نظر سے گزرا، اور ان دونوں کو

ایک دوسرے کے مطابق کر کے دیکھ بھی لیا تھا۔

۲ جناب زید ابن علی رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امامت کی درخشاں فضاؤں میں آنکھ کھولی اور عصمت کے سایوں میں پرورش پائی۔ علم و عمل، جود و سخا اور ہمت و شجاعت کے اعتبار سے بڑی اہم اور پر عظمت شخصیت کے مالک تھے۔ ہمہ وقت تلاوت قرآن و کثرت عبادت کی وجہ سے حلیف القرآن اور اسطوانۃ المسجد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

کان عابدا و رعا فقیہا سخیاً شجاعاً و ظہر
بالسيف بامر بالمعروف و ينہی عن المنکر و
یطلب بشارت الحسین علیہ السلام۔

وہ عابد متورع فقیہ سخی اور بڑے شجاع تھے۔ بھلائیوں کے

ار تقاء اور برائیوں کے استیصال اور خون سید الشہداء کے
قصاص کے لئے سر بکف کھڑے ہوئے۔

اس خروج کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ آپ ایک مرتبہ حاکم
مدینہ خالد ابن عبد الملک کے ذلت آمیز برتاؤ کی شکایت
ہشام ابن عبد الملک کے کانوں تک پہنچانے کے لئے
ر صافہ تشریف لے گئے۔ اور جب ہشام کے ہاں جاتے تو وہ
ملنے سے انکار کر دیتا، اور کوئی تحریر بھیجتے تو وہ اس کے نیچے
لکھ دیتا کہ تم واپس مدینہ چلے جاؤ۔ اور جو کہنا سننا ہو وہ خالد
ابن عبد الملک سے کہو۔ اس طرح ایک مدت گزر گئی اور
اُس نے ملاقات کا موقع نہ دیا۔ اور جب ادھر سے اصرار
زیادہ ہوا تو اس نے بالآخر ملاقات کی اجازت دی مگر اس
طرح کہ انہیں مجلس کے آخری کونے میں جگہ دی گئی۔ اور
گفتگو میں تہذیب و شرافت کے معیار کو پس پشت ڈال دیا۔

ابھی آپ بیٹھے ہی تھے کہ اس نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم حکومت و اقتدار کے خواب دیکھ رہے ہو حالانکہ تمہاری حیثیت یہ ہے کہ تم ایک کینز زادے ہو۔ آپ نے فرمایا تمہارا یہ کہنا کہ میں حکومت و خلافت کا خواہشمند ہوں؛ تو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ رہا میری ماں کا کینزی کا سوال تو ان الامہات لایقعدن بالرجال عن انعايات۔ ماؤں کی پستی مردوں کو بلندیوں کی انتہا تک پہنچنے سے بٹھا نہیں دیتی۔“ اور تم کینز زادہ کہہ کر مجھے نظروں سے گرانا اور لوگوں کی نگاہوں میں سبک کرنا چاہتے ہو حالانکہ جناب اسماعیلؑ بھی کینز کے بطن سے تھے مگر خدا نے انہیں منتخب قرار دیا اور ان ہی کی صلب سے پیغمبرؐ خدا پیدا ہوئے؛ اور اُن ہی کی نسل سے عرب پھولے پھلے اور اطرافِ عالم میں پھیلے۔ تم مجھے میری ماں کی کینزی پر کیا

طعنہ دے سکتے ہو۔ جبکہ میں علیؑ و فاطمہؑ کی اولاد ہوں۔ ہشام
 یہ سن کر تلملایا تو؛ مگر کچھ جواب نہ دے سکا۔ غصہ میں آکر
 حکم دیا کہ اس سر پھرے کو یہاں سے باہر نکال دو۔ چنانچہ
 چند آدمیوں کی حراست میں انہیں شام کے حدود سے خارج
 کر دیا گیا۔ جب وہ آدمی واپس چلے گئے تو آپ نے مدینہ
 کے بجائے عراق کا رخ کر لیا اور کوفہ میں قیام کے ارادہ سے
 ٹھہر گئے۔ یہاں کے حالات یہ تھے کہ لوگ حکومت سے
 بد دل اور ہشام کے ظلم و جور سے تنگ آئے ہوئے تھے
 انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ اور ان کے ہاتھ پر
 بیعت کرنا شروع کر دی۔ ان بیعت کرنے والوں میں
 اعیان و اشراف کوفہ کی بھی ایک کثیر جماعت تھی۔ جب
 حاکم عراق یوسف ابن عمر ثقفی نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ
 اس تحریک کو کچلنے کے لئے جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر سے

بھی جنگ کی تیاری شروع ہو گئی اور آخر کار دونوں طرف
 سے تلواریں نیاموں سے باہر نکل آئیں اور حرب و پیکار کے
 شعلے بھڑکنے لگے۔ جب اہل کوفہ نے جنگ کا رخ کچھ بدلا ہوا
 پایا تو وہ اپنی روایتی غداری کا ثبوت دیتے ہوئے چھٹنے لگے،
 اور صرف دو سو بیس آدمی ان کے ہمراہ رہ گئے۔ آپ انہی
 گئے چنے آدمیوں کو ساتھ لے کر بڑی جرأت و پامردی سے
 یوسف ثقفی کی کئی ہزار فوج کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک
 کہ لڑتے لڑتے اندھیرا چھا گیا اور جنگ روک دینا پڑی۔
 جناب زید زخموں سے نڈھال ہو چکے تھے؛ اور کینٹی پر ایک
 ایسا تیر لگا تھا۔ جو سر کی ہڈی کو توڑ کر دماغ میں پیوست ہو
 گیا تھا۔ جب اس تیر کو نکالا گیا تو اس کے نکلنے ہی روح بھی
 جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ موقعہ کی نزاکت کے پیش
 نظر انہیں اس وقت دفن کرنا ضروری تھا اور وہ بھی اس

طرح کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ چنانچہ پوری احتیاط کے
 ساتھ پانی کی ایک گزر گاہ میں گڑھا کھود کر انہیں دفن کر دیا
 گیا اور اس کے اوپر سے پانی بہا کر نشانِ قبر مٹا دیا گیا۔ مگر
 یوسف ثقفی نے ایک مخبر کی اطلاع پر قبر کا سراغ نکال لیا اور
 اُس کو کھدوا کر لاش نکلائی اور سر کو قطع کر کے ہشام کے
 پاس بھیج دیا جو دمشق کے دروازے پر نصب کیا گیا اور لاش
 کناسہ کوفہ میں سولی پر لٹکادی گئی جو چار برسوں تک اپنی
 مطلوبیت، خودداری اور آزادی ضمیر کی داستان دہراتی رہی۔
 ہشام کے بعد ولید ابن یزید برسرِ اقتدار آیا تو اس کے حکم
 سے یوسف ثقفی نے پہلے اس لاش کو جلایا اور پھر اس کی خاک
 کو ہوا میں اڑا دیا۔ جناب زید کی شہادت کا واقعہ روزِ دو شنبہ
 ۲ صفر ۱۲۱ھ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف
 بیالیس برس کی تھی۔ آپ نے اپنے بعد چار فرزند چھوڑے،

تیجی، ابو عبد اللہ حسین ذوالد معہ، ابو تیجی عیسیٰ، اور ابو جعفر
 محمد۔ جناب تیجی اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے موقعہ پر
 کوفہ میں موجود تھے مگر ان کے بعد وہ جنگ کا سلسلہ برقرار نہ
 رکھ سکے کیونکہ اس سانحہ کے بعد تمام اتباع و انصار متفرق
 ہو چکے تھے اور صرف دس آدمی آپ کے ہمراہ رہ گئے تھے۔
 اس وقت بنی اسد کے ایک شخص نے آپ کو مشورہ دیا کہ وہ
 خراسان چلے جائیں کیونکہ وہاں کے باشندے اہل بیتؑ نبوت
 سے خاص عقیدت و ارادت رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے
 ساتھیوں کو لے کر راتوں رات خراسان کے ارادہ سے مدائن
 کی طرف چل دیئے کیونکہ اس زمانہ میں خراسان مدائن ہی
 کے راستہ سے جانا ہوتا تھا۔ اسی سفر میں متوکل ابن ہارون
 آپ کی خدمت میں باریاب ہوئے اور آپ نے جناب زیدؑ
 کے ہاتھ کا لکھا ہوا صحیفہ کاملہ ان کے سپرد فرمایا تا کہ وہ اسے

محمد اور ابراہیم فرزند ان عبد اللہ المحض تک پہنچا دیں۔ اس موقع پر متوکل نے جناب زیدؑ کے دعوائے امامت کے متعلق بھی استفسار کیا۔ اس کا جواب جناب یحییٰ نے دیا اس سے جناب زیدؑ کے دعوائی امامت اور خروج کی نوعیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ متوکل کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ:

یا بن رسول ﷺ الله اما ان اباك قد ادعى الامامة
وقد جاء عن رسول ﷺ الله فيمن ادعى الامامة
كاذبًا فقال مه مه يا عبد الله ان ابى كان اعقل من
ان يدعى ما ليس له بحق انما قال ادعوكم الى
الرضا من آل محمد ﷺ عني بذلك ابن عمي جعفر
قلت فهم اليوم صاحب الامر قال نعم هو
افقه بنى هاشم۔ (كفاية الاثرقي)

اے فرزندِ رسول ﷺ کیا آپ کے والد بزرگوار نے
امامت کا دعویٰ نہیں کیا تھا؟ حالانکہ پیغمبرؐ نے امامت کا
جھوٹا دعویٰ کرنے والے کیلئے جو فرمایا ہے وہ فرمایا ہے۔
فرمایا خاموش اے بندہ خدا! میرے والد اس سے کہیں زیادہ
بافہم تھے کہ وہ کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرتے جس کا انہیں حق
نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے خود فرمایا تھا کہ میں لوگوں کو رضائے
آلِ محمدؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں؛ اور اس سے میرے ابن
عم جعفر صادقؑ مراد تھے۔ میں نے کہا کیا وہ اس زمانے
میں صاحب الامر ہیں؟ فرمایا ہاں۔ اور وہی تو تمام بنی ہاشم
میں سب سے بڑے عالم ہیں۔“ (کفایۃ الاثر قمی)
بہر حال جب یحییٰ نکل گئے اور یوسف ثقفی کو علم ہوا تو اس
نے حریث کلبی کو ان کی گرفتاری کے لئے مدائن بھیجا۔ جب
آپ کو اس کے تعاقب کا علم ہوا تو مدائن سے رے اور

رے سے سرخس کی طرف چل دیئے، اور سرخس میں زید
 ابن عمرو تمیمی کے ہاں چھ مہینے قیام کرنے کے بعد بلخ روانہ
 ہو گئے اور وہاں حریش ابن عبد الرحمن شیبانی کے ہاں اتنا
 عرصہ مقیم رہے کہ ہشام دنیا سے چل بسا، اور ولید ابن یزید
 برسرِ اقتدار آگیا۔ اب یوسف ثقفی نے نصر ابن سیار عامل
 خراسان کو لکھا کہ حریش کو پیغام بھیجو کہ وہ یحییٰ کو اپنی نگاہوں
 میں رکھے اور کہیں آنے جانے نہ دے۔ نصر ابن سیار نے
 عقیل ابن معقل عامل بلخ کو لکھا کہ حریش کو گرفتار کر لو۔ اور
 جب تک وہ یحییٰ کو تمہارے حوالے نہ کرے اسے نہ
 چھوڑو۔ عقیل نے حریش کو گرفتار کر لیا اور اُن سے سختی
 کے ساتھ یحییٰ کا مطالبہ کیا۔ اور اُن کے انکار کرنے پر چھ سو
 کوڑوں کی سزا دی گئی۔ مگر انہوں نے مہمان نوازی کے
 اقدار کا تحفظ کرتے ہوئے کسی طرح یحییٰ کا پتہ دینا گوارا نہ

کیا۔ بالآخر اُن سے کہا گیا کہ اگر تم تیجی کو ہمارے حوالے نہ کرو گے تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ حریش کے فرزند قریش نے جب یہ سنا تو عقیل سے کہا کہ تم میرے باپ سے کوئی تعرض نہ کرو۔ میں اس امر کا ذمہ لیتا ہوں کہ بہت جلد انہیں ڈھونڈ کر تمہارے حوالے کر دوں گا۔ یہ اپنی ایک جماعت کے ساتھ تلاش کے لئے نکلا اور تیجی اور اُن کے ایک ساتھی یزید ابن عمر کو گرفتار کر لیا اور نصر ابن سیار کے پاس روانہ کر دیا۔ نصر نے انہیں طوق و زنجیر میں جکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا اور تمام واقعہ یوسف ثقفی کو لکھا۔ ولید نے حکم دیا کہ تیجی اور اس کے ساتھیوں کو رہا کر دیا جائے۔ جب تیجی قید سے رہا ہوئے تو پھر سرخس کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں سے عمرو ابن زرارہ والی ابر شہر کے ہاں گئے۔ اُس نے آپ کو کچھ زادِ سفر دے کر خراسان کی آخری سرحد یمہق

کی طرف روانہ کر دیا۔ بیہق سے ستر آدمیوں کی ایک فوج
 ترتیب دے کر عمر ابن زرارہ سے مقابلہ کے لئے تیار ہو
 گئے۔ عمرو کو جب آپ کی نقل و حرکت کا علم ہوا تو اس نے
 نصر ابن سیار کو لکھا۔ نصر نے والی سرخس اور حاکم طوس کو
 پیغام بھیجا کہ وہ فوراً عمرو کی مدد کے لئے فوجیں روانہ کریں۔
 چنانچہ دس ہزار جنگ جو سپاہی عمرو کے پرچم کے نیچے جمع
 ہو گئے۔ تیجی اپنی مٹھی بھر فوج کے ساتھ میدان میں اتر
 آئے اور پوری ہمت و جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ نتیجہ
 میں عمرو ابن زرارہ مارا گیا اور اس کی تمام فوجیں تتر بتر ہو
 گئیں۔ یہاں سے دشمن کو شکست دے کر ہرات کی طرف
 روانہ ہو گئے اور ہرات سے جو زبان پہنچے جو مرو اور بلخ کے
 درمیان ایک چھوٹا سا شہر تھا۔ جب نصر ابن سیار کو اس
 شکست کا علم ہوا تو اس نے مسلم ابن احوز کو آٹھ ہزار کی فوج

دے کر اُن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور جوزجان کے
 قریب مقام ارغوا میں لڑائی چھڑ گئی۔ دونوں نے
 ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے اور تلواریں تلواروں
 سے ٹکرا کر چنکاڑیاں برسانے لگیں۔ تیجی تین شبانہ روز تک
 اپنی مختصر فوج کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں
 تک کہ آپ کی فوج کا ایک ایک آدمی مارا گیا۔ اور عیسے
 عتری نے ایک تیر آپ کی پیشانی پر ایسا مارا جو سر کی ہڈی کو
 توڑ کر نکل گیا اور آپ نے وہیں دم توڑ دیا۔ سورہ ابن حر
 نے آپ کے سر کو قطع کیا اور نصر کے پاس بھجوا دیا۔ نصر
 نے ولید کے پاس بھجوا اور ولید نے مدینہ روانہ کر دیا جو ان
 کی والدہ گرامی ریطہ بنت ابی ہاشم عبد اللہ ابن محمد حنیفہ کی گود
 میں لا کر ڈال دیا گیا۔ اور جسم نازنین کو جوزجان کے
 دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ جب اموی اقتدار مترزل ہوا تو

ابو مسلم خراسانی نے اُن کی لاش کو اتروا کر غسل و کفن دیا اور
 جو زجان میں ہمیشہ کے لئے سپرد خاک کر دیا۔ لیکن ابو جعفر
 طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ولید ابن یزید نے
 یوسف ثقفی کو لکھا کہ وہ اُن کی لاش کو جلادے اور خاکستر کو دریا
 میں بہادے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بہر حال اتنا ضرور ہوا کہ
 ابو مسلم خراسانی نے جناب یحییٰ کے قاتلوں کو چن چن کر
 قتل کیا بلکہ جس جس نے اس جنگ میں شرکت کی تھی اسے
 بھی تہ تیغ کر دیا۔ اب چونکہ وقتی طور پر فضا کا رنگ کچھ بدل
 گیا تھا اس نے خراسان اور اُس کے مضافات میں جناب
 یحییٰ کا ایک ہفتہ تک سوگ منایا گیا۔ اور اس سال خراسان
 میں جو بچہ پیدا ہوا اُس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ جناب یحییٰ کی
 شہادت کا واقعہ عصر روز جمعہ ۲۵ھ میں پیش آیا۔ اس
 وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ برس کی تھی۔

جناب یحییٰ نے اپنے سلسلہ کا قائم مقام محمد اور
 ابراہیم فرزند ان عبدالمحض ابن حسن مثنیٰ کو قرار دیا۔ اور
 حالات اس کی غمازی کرتے تھے کہ وہ اس سلسلہ میں کوئی نہ
 کوئی قدم ضرور اٹھائیں گے۔ چنانچہ انہی حالات کے پیش
 نظر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان دونوں کو
 متوکل ابن ہارون کی موجودگی میں طلب کیا اور یحییٰ کی
 وصیت کے مطابق صحیفہ کاملہ اُن کے حوالے کیا تو اُن سے
 فرمایا کہ تم اس صحیفہ کو مدینہ سے باہر نہ لے جانا کیونکہ مجھے
 نظر آرہا ہے کہ تم خروج کرو گے اور قتل کئے جاؤ گے۔
 حضرت ایسی ہی پیشینگوئی زید اور یحییٰ ابن زید کے بارے
 میں کر چکے تھے جو حرف بحرف پوری ہو چکی تھی۔ اور یہ چیز
 آپ کے علم مخفی کے حامل اور مرکز القاء والہام ہونے کی
 دلیل اور منجملہ آپ کے کرامات کے ہے۔ چنانچہ ابن

خلدون نے تحریر کیا ہے کہ:

كان جعفر الصادق اخبرهم بذلك كله وهي
معدودة في كراماته (مقدمہ)

حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے ان سب کو ان واقعات
سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا اور یہ چیز آپ کے کرامات میں
محسوب ہوتی ہے۔

جناب یحییٰ کی شہادت ایک ایسا واقعہ تھا جس نے اموی
حکومت کے خلاف ایک عام نفرت و بیزاری کی لہر دوڑادی
تھی جس کا حکومت پر اثر انداز ہونا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ
ان کا نیر اقبال گہنہا نے لگا اور ولید ابن یزید کے مارے
جانے کے بعد تو ان کا زوال یقینی ہو گیا۔ اس موقع پر بنی
عباس اور بنی ہاشم کے نمائندوں کا ماہ ذی الحجہ ۱۳۱ھ میں
مدینہ کے اندر ایک اجتماع ہوا اور اس بزم مشاورت میں یہ

طے کیا گیا کہ اموی اقتدار کے دم توڑتے ہی محمد ابن
 عبد اللہ المحض کی خلافت کا اعلان کر دیا جائے، اور اسی وقت
 اُن کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس معاہدہ کی تکمیل بھی کر لی
 گئی۔ ان بیعت کرنے والوں میں سفاح اور منصور دو انیتقی
 بھی تھے۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو امام جعفر صادقؑ کو بھی
 وہاں پر طلب کیا گیا۔ حضرت جب تشریف لائے اور
 صورتِ حال پر مطلع ہوئے تو آپ نے اُن کی رائے کے
 خلاف رائے دی۔ اور جب آپ کی بات نہ سنی گئی تو آپ محمد
 ابن عبد اللہ کے قتل اور آئندہ ہونے والے واقعات کی
 طرف اشارہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر وہ وقت آیا کہ
 اموی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور جن کے نام کی آڑ لے لے
 کر انقلابی ہنگامے کھڑے کئے گئے تھے وہ محروم کر دیئے
 گئے اور خلافت بنی عباس کے پائے نام ہو گئی اور محمد جن

کے ہاتھ پر بیعت کی گئی تھی اور اُن کے بھائی ابراہیم جنگلوں
 اور پہاڑوں میں روپوش ہو گئے یہاں تک کہ سفاح کا دور
 اپنے اقتدار کے استحکام اور بنی امیہ کے استیصال میں گزر
 گیا۔ اس کے بعد منصور دوانیقی تختِ خلافت پر متمکن ہوا۔
 اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی محمد و ابراہیم کی تلاش شروع
 کر دی۔ اور وہ دونوں بھائی اس کی گرفت سے بچنے کے لئے
 حجاز کے قبائل اور غیر معروف مقامات میں سر چھپائے
 پڑے رہے۔ ۱۴۰ھ میں منصور حج سے فارغ ہو کر مدینہ آیا
 اور عبد اللہ المحض کو طلب کیا۔ اور جب وہ آئے تو اُن سے
 محمد و ابراہیم کے متعلق پوچھا کہ وہ کہاں روپوش ہیں۔
 جناب عبد اللہ نے کہا مجھے ان دونوں کے بارے میں کوئی
 علم نہیں ہے۔ منصور یہ سن کر جھلا اٹھا اور بد زبانی پر اُتر آیا
 اور حکم دیا کہ انہیں لے جا کر بند کر دو۔ چنانچہ مروان کے

گھر کو زندان قرار دے کر انہیں بند کر دیا گیا اور ان کے
 علاوہ ساداتِ حسنیٰ کے دوسرے نمایاں افراد کو بھی گرفتار کر
 کے اسی قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جب ان اسیرانِ محن کو
 تین سال قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے گزر گئے تو ۱۴۴ھ میں
 منصور دوبارہ حج کے لئے مکہ آیا اور واپسی میں مدینہ جانے
 کے بجائے ربذہ میں اتر پڑا اور وہیں پر داروغہ جیل کے
 ذریعے تمام اسیروں کو طلب کر لیا۔ ان گرفتارانِ بلا میں
 جناب محمد دیباج ابراہیم کے خسر بھی تھے۔ منصور نے ان
 سب کو اپنے سامنے کھڑا کر کے تہدید و سرزنش کی اور محمد
 دیباج سے محمد و ابراہیم کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے اپنی لاعلمی کا
 اظہار کیا جس پر انہیں چار سو تازیانوں کی سزا دی گئی
 اور بعض دوسرے سادات کو بھی مختلف سزائیں دی گئیں۔
 پھر ان سب قیدیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر اور بے کجاوہ

اونٹوں پر سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ کر دیا۔ جہاں انہیں
 مجلس ہاشمیہ میں بند کر دیا گیا۔ یہ مجلس ایک تہ خانہ تھا جہاں
 شب و روز کی تمیز نہ ہو سکتی تھی۔ ان اسیروں میں سے کچھ
 قتل کر دیئے گئے اور کچھ قید و بند کی صعوبتیں برداشت نہ
 کر سکے اور ختم ہو گئے اور کچھ ان مصائب و آلام کے باوجود
 سخت جان ثابت ہوئے اور انتہائی سختیوں میں سکتے تڑپتے
 زندگی کی سانسیں لیتے رہے۔ جب مظالم کی انتہا ہو گئی اور
 امام حسنؑ کی اولاد میں سے کوئی شخص ایسا نہ رہا جو قتل یا قید نہ
 کیا گیا ہو تو ماہِ رجب ۴۵ھ میں محمد ابن عبد اللہ حکومت
 کے مظالم کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے اٹھ کھڑے
 ہوئے اور ڈھائی سو آدمیوں کی ایک مختصر جمعیت کے ساتھ
 خروج کر دیا۔ اور مدینہ میں وارد ہوتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ
 شاہی قید خانہ کے تمام دروازے توڑ ڈالے اور جتنے قیدی بند

پڑے تھے سب کو رہا کر دیا اور قید خانہ کے محافظ رباح ابن
 عثمان کو جیل میں ڈال دیا۔ اس کے بعد اہل مدینہ کے ایک
 عمومی اجتماع میں خطبہ دیا اور منصور کے گھنوںے کردار پر
 سے پردہ اٹھایا۔ اس کے ظلم و ستم کے لرزہ بر اندام کر دینے
 والے واقعات دہرائے جس سے حکومت کے خلاف نفرت
 و حقارت کے جذبات پوری شدت سے ابھر آئے۔ عباسی
 اقتدار کی بنیادیں متزلزل ہوتے نظر آنے لگیں۔ اور
 طبعیتیں ایک نئے انقلاب کی پذیرائی کے لئے آمادہ ہو
 گئیں۔ اگر کوئی مانع تھا تو یہ کہ منصور کے ہاتھ پر بیعت کی جا
 چکی ہے۔ مگر مالک بن انس نے فتویٰ دے دیا کہ وہ بیعت
 جبر و اکراہ کے نتیجہ میں ہوئی تھی۔ اس لئے اُسے توڑا جاسکتا
 ہے۔ ان کی تائید میں امام ابو حنیفہ، ابن عجلال اور عبد الحمید
 ابن جعفر نے بھی فتوے دیئے۔ جب یہ مانع بر طرف ہو گیا

تو اہل مدینہ محمد کے ہاتھوں پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے حجاز و یمن پر اُن کا پرچم لہرانے لگا۔ جب منصور کو ان واقعات کی اطلاع ہوئی تو وہ سخت پریشان ہوا اور فوراً کوفہ آیا۔ اور ایک خط بطور امان نامہ محمد کے پاس بھیجا اور سیاسی داؤں پیچ کھیلنے ہوئے صلح کی پیش کش کی۔ اور امان کا وعدہ کیا۔ محمد نے خط پڑھا اور اس کا ایک مفصل جواب لکھا۔ اور امان کے سلسلہ میں تحریر کیا کہ تم امان دینے والے ہوتے کون ہو، اور پھر تمہارا قول کا اعتبار ہی کیا ہے۔ تم نے ابن ہبیرہ اور اپنے چچا عبداللہ ابن علی اور ابو مسلم خراسانی سے بھی امان کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اس کا حشر کیا ہوا۔ یہی ناکہ سب کو موت کے گھاٹ اُتر وادیا اور اب مجھ سے امان کا وعدہ کرتے ہو۔ مجھ سے مخفی نہیں ہے کہ اس امان کے پردے میں تمہارا مقصد کیا ہے۔ جب منصور کا یہ

حربہ کار گر ثابت نہ ہوا تو اس نے عیسے ابن موسے کو چار ہزار
 سوار اور دو ہزار پیادوں کا ایک لشکر دے کر مقابلہ کے روانہ
 کیا۔ اس لشکر نے مدینہ پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور چاروں
 طرف سے رسد رسانی کے راستے بند کر دیئے۔ مدینہ کے
 سورماؤں نے جب چمکتی ہوئی تلواریں دیکھیں تو سخت
 ہراساں ہوئے اور انقلاب آفریں جذبات جس تیزی سے
 ابھرے تھے اُسی تیزی سے دب گئے۔ بیعت کا رشتہ پھر سے
 جوڑ لیا اور حکومت کے سامنے سر جھکا دیئے۔ ہزاروں میں
 سے صرف تین سو سولہ آدمی محمد کے ہمراہ رہ گئے جنہوں نے
 غسل کیا۔ جسموں پر حنوط ملا، سروں پر کفن باندھے اور جان
 دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اس مختصر فوج نے ابھی قدم اٹھایا
 ہی تھا کہ عیسیٰ نے کوہ سلع پر سے للکار کر محمد کو کہا اے محمد!
 تم ہتھیار رکھ دو تمہارے لئے امان ہے۔ محمد نے کہا کہ نہ

تمہارے وعدہ کا کوئی اعتبار ہے اور نہ اس کے وعدہ کا جو تخت امارت پر متمکن ہے۔ اور ہو بھی تو ہم ہمیشہ عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دیتے رہے ہیں۔ اب اس عار کو کیسے گوارا کر سکتے ہیں۔ ہم ایک ایک کر کے مرجائیں گے مگر اپنے خاندانی دستور کے خلاف نہیں کریں گے۔ اور یہ کہہ کر تلوار نیام سے نکال لی اور مٹھی بھر فوج کے ساتھ حملہ کر دیا۔ اور اس طرح جی توڑ کر لڑے کہ تین مرتبہ دشمن کو اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ دشمن کے ایک سپہ سالار حمید ابن قحطبہ نے دیکھا کہ اس طرح جیتنا مشکل ہے؛ اس نے خندق کی طرف سے بڑھنا چاہا۔ محمد کے ہمراہیوں نے تیر کمانوں میں جوڑ لئے اور دشمن کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مگر ان کی یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی اور وہ خندق کو عبور کر کے آگے بڑھ آیا اور

دست بدست جنگ شروع ہو گئی۔ عیسیٰ نے اپنی پوری فوج کو ایک دم حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ محمد کی فوج نے تلواروں کے نیام توڑ ڈالے اور ایسا شدید حملہ کیا کہ عیسیٰ کی فوج شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئی لیکن یہ پیچھے ہٹنا ایک دوسرے حملہ کا پیش خیمہ تھا؛ چنانچہ اس نے دوسری طرف سے پھر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ یہ مختصر سی فوج بے دست و پا ہو کر رہ گئی اور ایک ایک کر کے سب موت کے گھاٹ اتر گئے۔ حمید ابن قحطبہ نے محمد کے سینے پر نیزہ مارا اور انہیں شہید کر دیا اور سر کو قطع کر کے منصور کے پاس روانہ کر دیا جو کوفہ میں نصب کیا گیا اور مختلف شہروں میں پھرایا گیا اور لاش کو ان کی ہمیشہ زینب اور دختر فاطمہ نے مل کر اٹھایا اور جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۵ ماہ رمضان روز دو شنبہ ۱۲ھ میں پیش آیا۔ اُس وقت

محمد کی عمر صرف ۴۵ برس کی تھی۔

ادھر محمد کا تو یہ انجام ہوا اس طرف انہوں نے اپنے بھائی ابراہیم کو بصرہ روانہ کر دیا تھا تا کہ وہاں کی فضا ہموار کریں اور جب حالات سازگار ہوں تو خروج کر دیں۔ ابھی انہوں نے کوئی قدم نہیں اٹھایا تھا کہ محمد اور اُن کے تمام ہمراہیوں کے قتل کی خبر آگئی۔ آپ نے بغیر کسی تاخیر کے کچھ فوج فراہم کی اور یکم شوال ۴۵ھ کو خروج کر دیا۔ منصور کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت سٹیٹایا اور یہ عہد کیا کہ جب تک ابراہیم کو ٹھکانے نہیں لگالے گا بستر پر آرام نہیں کرے گا اور نہ عیش و تنعم سے کوئی سروکار رکھے گا۔ اگرچہ اس کی فوجیں مختلف محاذوں پر لڑ رہی تھیں اور شام، افریقہ اور خراسان ایسے دور دراز مقامات پر پھیلی ہوئی تھیں؛ پھر بھی اُس نے ایک فوج ترتیب دی اور عیسیٰ ابن موسیٰ کی

زیر قیادت اُسے ابراہیم کے تعاقب میں روانہ کر دیا۔ ابراہیم
 نے ابھی محاذِ جنگ کے لئے کچھ طے نہ کیا تھا کہ اہلِ کوفہ کی
 ایک جماعت ان کے پاس آئی اور اُن سے عرض کیا کہ
 آپ یہاں سے کوفہ تشریف لے چلئے وہاں ایک لاکھ جانباز
 آپ کے پرچم کے نیچے جمع ہیں۔ ابراہیم اہلِ بصرہ کے
 روکنے کے باوجود آمادہ ہو گئے اور اپنی فوج کو یکجا کر کے
 کوفہ کی طرف چل پڑے۔ ابھی کوفہ تقریباً پچاس میل کے
 فاصلہ پر ہو گا کہ مقامِ باخمری میں عیسیٰ کے لشکر سے مڈ بھڑ ہو
 گئی۔ اب نہ آگے بڑھنے کی کوئی صورت رہی اور نہ پیچھے پلٹنے
 کی۔ وہیں پر ٹکراؤ شروع ہو گیا۔ تلواریں بے نیام ہو کر
 نکل آئیں۔ تیر اندازوں نے کمائیں سیدھی کیں اور دیکھتے
 ہی دیکھتے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ ابراہیم کی فوج نے
 اس طرح بڑھ بڑھ کر حملے کئے کہ فوجِ مخالف کے قدم اکھڑ

گئے اور وہ میدان چھوڑ کر کوفہ کی حدوں کو چھونے لگے۔ عیسیٰ کے ہمراہ صرف سو آدمی رہ گئے اور قریب تھا کہ فوج کا ایک ریلا انہیں بھی بہا لے جائے کہ ابراہیم نے میدانِ جنگ کی کٹھن اور گرمی و تپش سے گھبرا کر بند قبا کھول دیئے اور سینہ کے اوپر سے پیرا ہن اٹھالیا۔ ایک تیر انداز نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ کے حلق پر ایک ایسا کاری تیر لگایا کہ آپ نے بے دم ہو کر گھوڑے کی گردن میں بائیں ڈال دیں۔ اور جب سنبھلانا جاسکا تو زمین پر گر پڑے اور دم توڑ دیا۔ ان کے دم توڑتے ہی جنگ کا پورا نقشہ بدل گیا۔ ہاری ہوئی فوج فاتح بن گئی، مرجھائے ہوئے چہرے شاداب ہو گئے، اور شاداب چہرے مرجھا گئے۔ عیسیٰ نے اُن کے سر کو قطع کر کے منصور کے پاس روانہ کر دیا۔ اس نے پہلے تو اُسے کوفہ میں آویزاں کیا اور پھر ربیع کے

ہاتھ اُن کے والد عبد اللہ المحض کے پاس بھیج دیا۔ جب ربیع
 اُن کا سر لے کر زندان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ عبد اللہ
 مصلاًتے عبادت پر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز
 سے فارغ ہوئے تو وہ سر اُن کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ
 نے اپنے فرزند کے سرِ بریدہ کو سینے سے لگایا اور فرمایا
 رحمک اللہ یا ابا القاسم واهلا بك وسهلا لقه و
 فیت بعہد اللہ و میثاقہ (اے ابراہیم اے میری
 آنکھوں کی ٹھنڈک مرحبا۔ بے شک تو نے اللہ تعالیٰ کے
 عہد و پیمان کو پورا کیا) اس کے بعد ربیع سے مخاطب ہو کر
 فرمایا کہ منصور سے بس اتنا کہنا کہ ہماری مصیبتوں کے دن
 ختم ہو گئے۔ تم تھوڑے دن اور عیش و عشرت کی زندگی بسر
 کر لو اور یاد رکھو کہ تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے۔ اب ہماری
 اور تمہاری ملاقات اللہ تعالیٰ کی معدلت گاہ میں ہوگی اور

وہی ہمارا اور تمہارا فیصلہ کرے گا۔

ابراہیم کی شہادت کا واقعہ روزِ دو شنبہ ماہِ ذی الحجہ ۱۴۵ھ میں پیش آیا۔ اس وقت آپ کی عمر اڑتالیس برس کی تھی۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اقدامات دفاعی حیثیت رکھتے تھے کہ ان کے بغیر جان و مال و ناموس کا تحفظ ممکن ہی نہیں تھا، یا جارحانہ حیثیت رکھتے تھے اور مقصد امنِ عالم کو خاک میں ملا کر ذاتی نفوذ و اقتدار حاصل کرنا تھا یا صحیح اسلامی حکومت کے قیام، حدودِ الہیہ کے اجرا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں تھے۔ اور اس صورت میں وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی اجازت سے تھے یا از خود۔ اگر از خود تھے تو امام علیہ السلام ان اقدامات پر خوش تھے یا ناراض کہ اُن کی اجازت و رضامندی کی صورت

میں مذہبی حیثیت سے یہ اقدامات صحیح سمجھے جائیں ورنہ غلط۔ ضرورت ہے کہ واقعات کو عقیدت کے دھند لکوں سے بچا کر ان تمام گوشوں کا ایک اجمالی جائزہ لیا جائے تاکہ ان شخصیتوں کا صحیح موقف معلوم ہو سکے۔ جناب زید کے بارے میں لکھا جا چکا ہے کہ وہ امام زین العابدین علیہ السلام کے ایک جلیل القدر فرزند تھے اور اس نسبی رفعت کے ساتھ علم و عمل کی بلندیوں پر بھی فائز تھے۔ لیکن ایک وقت وہ آتا ہے کہ حالات انہیں مجبور کر دیتے ہیں کہ ہشام ابن

عبد الملک کے سامنے اس کے عامل خالد ابن عبد الملک کی شکایت پیش کریں۔ مگر نخوت شاہی انہیں دربار میں حضوری کی اجازت نہیں دیتی۔ اور پیہم اصرار کے بعد موقع دیا جاتا ہے تو اس وقت جب دربار حاشیہ نشینوں اور اموی کارندوں سے کچا کھچ بھرا ہوا تھا تا کہ نہ انہیں بیٹھنے کو جگہ

ملے اور نہ کھڑے ہونے کو۔ اور لونڈی بچہ اور اس قسم کے
 دوسرے ناشائستہ الفاظ سے ان کی توہین و تذلیل کی جاتی
 ہے۔ اور پھر شکایت کا ازالہ تو درکنار اُس کا سننا بھی گوارا
 نہیں کیا جاتا اور ذلت کے ساتھ باہر نکال دیا جاتا ہے۔ اس
 طرزِ عمل نے انہیں مجبور کیا کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑ کر اس
 توہین اور اموی اقتدار کے ان مظالم کا بدلہ لیں جو اُن کے
 دادا امام حسین علیہ السلام اور اُن کے خاندان کے دوسرے
 افراد پر کئے گئے تھے اور ہر قلی و قیصری نظام کو ختم کر کے
 اقتدار کو اس کے صحیح مرکز پر قائم کریں۔ اس تحریک کو
 کامیاب بنانے کے لئے بظاہر اسباب بھی مہیا ہو گئے تھے اس
 طرح کہ مدائن بصرہ، واسط موصل، خراسان، جرجان اور جزیرہ
 کے باشندوں کے علاوہ صرف کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں
 نے اُن کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی مدد کا یقین دلایا۔ اب

صرف امام علیہ السلام کی اجازت کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آپ نے امام علیہ السلام سے خروج کے متعلق استفسار کیا تو حضرتؑ نے فرمایا:

یا عم ان رضیت ان تكون المقتول المصلوب
بالکناسة فشانک

اے چچا اگر آپ اس پر راضی ہیں کہ کناسہ کوفہ میں قتل کئے جائیں اور سولی دے جائیں تو پھر جیسے آپ کی مرضی۔“
اس سے اگرچہ واضح طور پر اجازت ظاہر نہیں ہوتی مگر رضا مندی کا پتہ ضرور چلتا ہے اور اس کے ساتھ انہیں انجام سے بھی مطلع کر دیا ہے اور یہ رضا مندی کے منافی نہیں ہے۔
اس رضائے امامؑ کے سلسلہ میں علامہ مغانی نے تنقیح المقال میں تحریر کیا ہے۔

هذا فی زید حق دل علیہ الاجماع من اصحابنا و

الاخبار المستفیضة التي کادت تبلغ حدّ
التواتر۔

یہ رضا مندی زید کے بارے میں تو صحیح ہے۔ اور اس کی
دلیل ہمارے اصحاب کا اجماع اور وہ احادیث ہیں جو حد
استفاضہ بلکہ قریب قریب حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔“

اور شہید علیہ الرحمہ نے قواعد میں امر بالمعروف و نہی عن
المنکر کے تحت اس کی تصریح کی ہے کہ جناب زید کا خروج
امام علیہ السلام کے اذن سے تھا۔“ اور جناب زید کی مصلحت
اندیشی تھی کہ انہوں نے اس اذن کو مخفی رکھنے کی
کوشش کی تا کہ اس زمانہ انقلاب و دورِ پُر فتن میں امام
علیہ السلام کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ تو اب کوئی وجہ نہیں کہ جناب
زید کے اقدام کو غلط اور جہاد اسلامی کے حدود سے خارج تصور
کیا جائے۔ اب رہے جناب یحییٰ، تو وہ اگرچہ فرقہ زیدیہ کے

نزدیک زیدی المسلک اور بسلسلہ امامت اپنے پدر گرامی کے جانشین تصور کئے جاتے ہیں اس لئے کہ زیدیہ کے نزدیک امام کے لئے صرف دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ فاطمی ہو خواہ امام حسنؑ کی اولاد میں سے ہو یا امام حسینؑ کی اولاد میں سے۔ اور دوسرے یہ کہ وہ خروج و معرکہ آرائی کرے۔ اور یہ دونوں باتیں جناب یحییٰ میں جمع تھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں فرقہ زیدیہ سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ وہ ائمہ اثنا عشر کی امامت کے قائل تھے۔ چنانچہ کتاب مقتضب الاثر سے صاحب تنقیح المقال نے یہ روایت نقل کی ہے:

عن یحییٰ ابن زید قال سئلت ابی عن الائمة فقال الائمة اثنا عشر اربعة من الماضین وثمانية من الباقین قلت فسبهم یا اباہ قال اما الماضین

فعلى عليه السلام ابن ابي طالب والحسن عليه السلام والحسين عليه السلام و
 على ابن الحسين عليه السلام و من الباقرين اخى الباقر و
 بعده جعفر الصادق ابنه و بعده موسى ابنه و
 بعده على ابنه و بعده محمد ابنه و بعده على ابنه و
 بعده الحسن عليه السلام ابنه و بعده المهدي ابنه فقلت
 يا ابا الست منهم قال لا ولكنى من العترة قلت
 فمن اين عرفت اسماءهم قال عهد معهود عهد
 الينار رسول ﷺ الله -

یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (زید بن علی) سے ائمہ
 کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا ائمہ بارہ ہیں چار گزر چکے
 اور آٹھ باقی ہیں۔ میں نے پوچھا اُن کے نام کیا کیا
 ہیں؟ فرمایا جو گزر گئے وہ علی ابن ابی طالب، حسن، حسین اور
 علی ابن الحسین ہیں۔ اور جو باقی ہیں اُن میں سے ایک

میرے بھائی محمد باقرؑ ہیں اور ان کے بعد ان کے فرزند جعفر صادقؑ اور ان کے بعد موسیٰ ابن جعفرؑ اور اُن کے بعد علیٰ ابن موسیٰؑ اور اُن کے بعد محمد ابن علیؑ اور ان کے بعد حسن ابن محمدؑ اور اُن کے بعد اُن کے فرزند حضرت مہدیؑ ہیں۔ میں نے کہا بابا کیا آپ ان میں سے نہیں ہیں؟ فرمایا میں نہیں ہوں۔ میں نے عرض کیا یہ نام آپ کو کس ذریعے سے معلوم ہوئے؟ فرمایا یہ ایک سلسلہ بسلسلہ عہد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم تک پہنچے ہیں۔“

اس روایت سے جہاں جناب زید کے عقائد پر روشنی پڑتی ہے وہاں جناب یحییٰ کے متعلق بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ امامت کے سلسلہ میں کیا عقیدہ رکھتے تھے اس لئے کہ یہ امر نہایت مستبعد ہے کہ وہ ایک روایت اپنے پدر گرامی سے نقل کریں اور بغیر کسی رد و قدح کے اسے بیان فرمائیں اور

خود اس کے معتقد نہ ہوں۔ یا جناب زید کے اس اقرار کے باوجود کہ وہ امام نہیں ہیں۔ ان کی امامت کے قائل ہو کر فرقہ زیدیہ کے ہمنوا ہو جائیں اور اُن کے جہاد بالسیف سے ان کے زیدی المسلمک ہونے پر استشہاد بھی صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے پدر گرامی سے انتقام یا حفظِ جان کے لئے جنگ کی ہو یا علانیہ فسق و فجور کو پروان چڑھتے اور ظلم و استبداد کو فروغ پاتے دیکھ کر یہ نظریہ قائم کیا ہو کہ یہ تلوار کے ساتھ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مورد ہے اور اس میں فرقہ زیدیہ کے معتقدات دخیل نہ ہوں۔ بہر حال ان کے جہاد بالسیف کی نوعیت کے متعلق ایک رائے نہیں قائم کی جاسکتی اور ان کا یہ اقدام کتنے بھی حق بجانب شکایات کا نتیجہ ہو کوئی استناد خاص نہیں رکھتا۔ البتہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا اُن کے حق میں دعائے

خیر کرنا، اور یہ فرمانارحم اللہ ابن عمی و الحقہ بآبائہ و
اجدادہ ”خدا رحمت کرے میرے ابن عم پر اور انہیں
اُن کے آباؤ اجداد کے ساتھ ساتھ رکھے۔“ ان کے حسن انجام
سے کاشف ہے۔

محمد و ابراہیم کے خروج کا پس منظر یہ ہے کہ جب
اموی اقتدار اپنے جبر و تشدد اور ظلم و استبداد کے نتیجہ میں
چراغ سحری کی طرح ٹمٹمانے لگا اور ملک میں بغاوت کے
آثار نمودار ہوئے تو محمد ابن عبد اللہ المحض کے ہاتھ پر بیعت
کر لی گئی اور یہ امر یقینی تصور کیا جانے لگا کہ بنی امیہ کا تختہ
الٹتے ہی اقتدار کی باگ ڈور اولادِ علیؑ کے ہاتھ میں آجائے گی۔
مگر سیاست نے اپنا کام کیا اور اقتدار اولادِ علیؑ کے بجائے بنی
عباس کی طرف منتقل ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں
میں کھٹک گئی۔ سفاح نے اپنی حکمت عملی سے کام لے کر

عبداللہ المحض کا منہ اپنی داد و دہش سے بند کر دیا اور شروع شروع میں محمد و ابراہیم کے متعلق کچھ پوچھ گچھ کی۔ مگر بعد میں بالکل سکوت اختیار کر لیا۔ سفاح کے بعد جب منصور تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس کے دل میں وہ بیعت کھٹکنے لگی جو اُس نے محمد کے ہاتھ پر کی تھی۔ اس نے چاہا کہ جس طرح ہو سکے محمد اور ابراہیم کا خاتمہ کر دے تاکہ یہ خلش مٹ جائے۔ ورنہ منصور کو محمد و ابراہیم کی تلاش و جستجو کی اتنی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس کے علاوہ اُسے اس خطرہ کا بھی پوری طرح احساس تھا کہ وہ کسی نہ کسی وقت شعلہ جوالہ بن کر بھڑک سکتے ہیں اور پورے ملک میں آگ لگا دے سکتے ہیں۔ اس خدشہ کے پیش نظر اُس نے تمام بنی حسن کو گرفتار کر لیا تاکہ اُن کے ذریعے محمد و ابراہیم کا کچھ کھوج نکل سکے مگر وہ دونوں اس طرح روپوش رہے کہ حکومت اُن تک

دسترس حاصل نہ کر سکی۔ لیکن وہ کب تک حکومت کے پنجہ
 استبداد سے محفوظ اور نظروں سے اوجھل رہ سکتے تھے۔ آخر
 انہوں نے خروج کا تہیہ کر لیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام
 جو روحانی سلطنت کے تاجدار اور علم نبوت کے خزانہ دار بھی
 تھے انہوں نے محمدؐ کے والد عبد اللہ المحض کو سمجھایا بجھایا اور
 محمدؐ کو خروج سے منع کیا اور اس کے انجام سے ڈرایا۔ مگر ان
 کی منجلی طبیعت نہ مانی اور گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ
 حکومت سے ٹکر لینے پر آمادہ ہو گئے؛ اور نتیجہ وہی ہوا جس کا
 ذکر حضرت زین العابدین علیہ السلام کے اس ارشاد میں
 ہے:

والله ما يخرج منا واحد قبل خروج القائم
 الا كان مثله مثل فرخ طائر طار من وكره قبل
 ان يستوى جناحه فاخذ الصبيان فعبثوا به۔

خدا کی قسم ظہور حضرت قائمؑ سے پہلے ہم میں سے جو خروج کرے گا اس کی مثال اُس پرندے کی سی ہے جس کے بال و پر پوری طرح مستحکم نہ ہوئے ہوں اور وہ گھونسلے سے اڑ کھڑا ہو اور بچے اُسے پکڑ لیں اور جس طرح چاہیں اُسے نوچیں گھسیٹیں۔“

اس سلسلہ میں جو چیز کھٹکتی ہے وہ یہ کہ یہ اقدام بلاشبہ امام علیہ السلام کی رضامندی کے خلاف تھا۔ اور مختلف موارد پر اُن کے حکم سے سرتابی کی گئی جس کے بعد اس جنگ کی دینی و مذہبی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ مگر با ایس ہمہ بعید نہیں کہ امام علیہ السلام چشم پوشی فرمائیں اور خداوند عالم ان کی مظلومیت و بے چارگی کے پیش نظر ان سے درگزر فرمائے۔ ان شہداء پر مختلف شعراء نے مرثیے کہے اور دعبل خزاعی نے اپنے مشہور قصیدہ نائیہ میں ان کا بھی ذکر

کیا ہے ان میں سے چند شعریہ ہیں ۷
افاطمہ قوہی یا ابنة الخیر فاندبی

نجوم السہوات بارض فلاق

اے فاطمہؑ اے پیغمبر ﷺ کی برگزیدہ بیٹی اٹھئے اور بیابان
میں بکھرے ہوئے آسمان کے تاروں کی صفِ ماتم
ہچکچائیے۔

قبور بکوفان و آخری بطیبة

و آخری بفتح نالہا صلواتی

کچھ قبریں کوفہ میں ہیں کچھ مدینہ میں اور کچھ مکہ کے نزدیک
مقام فح میں ان قبروں پر میرا سلام ہو۔

و آخری بارض الجوزان محلہا

وقبر بباخمری لدی الغربات

اور کچھ سرزمین جوزجان میں واقع ہیں اور کچھ غربات کے

پاس مقام باخمری میں۔
سابکیہم ما حج لله را کب

وما ناح قمری علی الشجرات

میرے آنسوؤں کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک
حاجی حج کیلئے سفر کرتے رہیں گے اور قمریاں درختوں پر نوہ
خوانی کرتی رہیں گی۔

۳۱ آیت قرآنی میں شجرہ ملعونہ سے مراد بنی اُمیہ ہیں۔ صادق
آل محمد ﷺ کی روایت کے علاوہ متعدد مفسرین نے اس کا
ذکر کیا ہے چنانچہ امام فخر الدین رازی نے تحریر کیا ہے:-
عن ابن عباس ان الشجرة الملعونة في القرآن هي
بنو امیة (تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۰۹)

حضرت ابن عباس سے وارد ہوا ہے کہ قرآن مجید میں شجرہ
ملعونہ سے مراد بنی اُمیہ ہیں۔

اور اس کی تائید میں حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ
 انہوں نے مروان سے خطاب کر کے فرمایا لعن اللہ اباک
 وانت فی صلبہ فانت من لعنة اللہ (خدا تیرے باپ
 حکم پر لعنت کی جبکہ تو بھی اس کی صلب میں تھا۔ لہذا تو بھی
 وہ ہے جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔“ اسی طرح تفسیر ابن
 جریر، تفسیر در منثور، شرح ابن ابی الحدید، تاریخ خطیب
 بغدادی وغیرہ میں ذکر ہے اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت
 ہے کہ اس شجر کے زیر سایہ نفسانیت و خواہش پرستی نے
 منزل کی، اس کی شاخوں میں فسق و بد کرداری نے اپنا آشیانہ
 بنایا، اور اس کے مسموم پھلوں نے اسلام کے کام و دہن کو
 تلخ کر دیا۔ اس دور نے اخلاقی اقدار یکسر ختم کر دیئے۔ حق
 طلبی کو جرم قرار دے کر آزادی رائے کو سلب کر لیا اور اپنے
 اقتدار کے تحفظ کے لئے اہل بیت رسول ﷺ اور اُن کے

دوستوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور اُمت کے لئے بلائے
 جان بن گئے۔ چنانچہ امیر المومنین لیه السلام کا ارشاد ہے
 لكل امة افة و افة هذه الامة بنو امية (کنز
 العمال) ”ہر امت کے لئے ایک آفت ہوتی ہے اور اس
 اُمت کے لئے بنو امیہ آفت ہیں۔“ چنانچہ سینکڑوں نہیں
 ہزاروں اسلام کی قیمتی شخصیتیں ان کی تیغ ظلم کی نذر ہوئیں،
 بے شمار شہیدوں کی مقدس لاشیں آگ میں جلائی اور دورِ
 جاہلیت کی رسمیں پھر سے زندہ کر دی گئیں۔ آخر اس ظلم و
 سفاکی کے نتیجہ میں اس مشنوم دور پر زوال آیا اور تراسی
 سال چار مہینے جو ہزار مہینوں کے برابر ہوتے ہیں حکومت
 کرنے کے بعد صفحہ عالم سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔

=====

التَّحْمِيدُ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ خُداوند عالم کی حمد و ستائش

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا ابْتَدَأَ
بِالدُّعَاءِ بَدَأَ بِالتَّحْمِيدِ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
وَالشَّنَاءِ عَلَيْهِ فَقَالَ

جب آپ دعا مانگتے تو اُس کی ابتدا خدائے بزرگ و برتر کی

حمد و ستائش سے فرماتے چنانچہ اس سلسلہ میں فرمایا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْأَوَّلِ بِلَا أَوَّلٍ كَانَ قَبْلَهُ وَالْآخِرِ بِلَا آخِرٍ
يَكُونُ بَعْدَهُ الَّذِي قَصَرْتُ عَنْ رُؤْيَيْهِ أَبْصَارُ
النَّاطِرِينَ وَعَجَزْتُ عَنْ نَعْتِهِ أَوْهَامُ الْوَاصِفِينَ
ابْتَدَعَ بِقُدْرَتِهِ الْخَلْقَ ابْتِدَاعًا وَاخْتَرَعَهُمْ عَلَى
مَشِيَّتِهِ اخْتِرَاعًا ثُمَّ سَلَكَ بِهِمْ طَرِيقَ إِرَادَتِهِ
وَبَعَثَهُمْ فِي سَبِيلِ مُحَبَّتِهِ لَا يَمْلِكُونَ تَاخِيرًا عَمَّا
قَدَّمَ لَهُمْ إِلَيْهِ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَقْدُّمًا إِلَى مَا

أَخْرَهُمْ عَنْهُ وَجَعَلَ لِكُلِّ رُوحٍ مِنْهُمْ قُوَّتًا مَعْلُومًا
 مَقْسُومًا مِنْ رِزْقِهِ لَا يَنْقُصُ مِنْ زَادِهِ نَاقِصٌ وَلَا
 يَزِيدُ مَنْ نَقَصَ مِنْهُمْ زَائِدٌ ثُمَّ ضَرَبَ لَهُ فِي الْحَيَاةِ
 أَجَلًا مَوْقُوتًا وَنَصَبَ لَهُ أَمَدًا مُحَدُودًا يَتَخَطَّأُ إِلَيْهِ
 بِأَيَّامِ عُمْرِهِ وَيَزْهَقُهُ بِأَعْوَامِ دَهْرِهِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ
 أَقْصَى أَثَرِهِ وَاسْتَوْعَبَ حِسَابَ عُمْرِهِ قَبَضَهُ إِلَى
 مَا نَدَبَهُ إِلَيْهِ مِنْ مَوْفُورٍ ثَوَابِهِ أَوْ مَحْذُورٍ

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو ایسا اول ہے جس کے
 پہلے کوئی اول نہ تھا اور ایسا آخر ہے جس کے بعد کوئی آخر نہ
 ہو گا۔ وہ خدا جس کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کی آنکھیں عاجز
 اور جس کی توصیف و ثنا سے وصف بیان کرنے والوں کی
 عقلیں قاصر ہیں۔ اس نے کائنات کو اپنی قدرت سے پیدا
 کیا، اور اپنے منشاءے ازلی سے جیسا چاہا انہیں ایجاد کیا۔ پھر

انہیں اپنے ارادہ کے راستہ پر چلایا اور اپنی محبت کی راہ پر
 اُبھارا۔ جن حدود کی طرف انہیں آگے بڑھایا ہے اُن سے
 پیچھے رہنا اور جن سے پیچھے رکھا ہے اُن سے آگے بڑھنا ان
 کے قبضہ و اختیار سے باہر ہے۔ اسی نے ہر (ذی) روح کے
 لئے اپنے (پیدا کردہ) رزق میں سے معین و معلوم روزی
 مقرر کر دی ہے۔ جسے زیادہ دیا ہے اُسے کوئی گھٹانے
 والا گھٹا نہیں سکتا اور جسے کم دیا ہے اُسے کوئی بڑھانے
 والا بڑھا نہیں سکتا۔ پھر یہ کہ اُسی نے اس کی زندگی کا ایک
 وقت مقرر کر دیا اور ایک معینہ مدت اس کے لئے
 ٹھہرا دی۔ جس مدت کی طرف وہ اپنی زندگی کے دنوں سے
 بڑھتا اور اپنے زمانہ زیست کے سالوں سے اُس کے نزدیک
 ہوتا ہے یہاں تک کہ جب زندگی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور
 اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو اللہ اُسے اپنے ثواب بے

پایاں تک جس کی طرف اُسے بلایا تھا یا خوفناک عذاب کی
جانب جسے بیان کر دیا تھا

عِقَابِهِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ
الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ عَذْلًا مِنْهُ تَقَدَّسَتْ
أَسْمَاؤُهُ وَتَظَاهَرَتْ الْأَوُّهُ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ
وَهُمْ يُسْأَلُونَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَوْ حَبَسَ عَنْ
عِبَادِهِ مَعْرِفَةَ حَمْدِهِ عَلَىٰ مَا أَبْلَاهُمْ مِنْ مِّنْهِ
الْمُتَتَابِعَةِ وَأَسْبَغَ عَلَيْهِمْ مِنْ نِّعَمِهِ الْمُتَظَاهِرَةِ
لَتَصَرَّفُوا فِي مِّنْهِ فَلَمْ يَحْمَدُوهُ وَتَوَسَّعُوا فِي رِزْقِهِ
فَلَمْ يَشْكُرُوهُ وَلَوْ كَانُوا كَذٰلِكَ لَخَرَجُوا مِنْ حُدُودِ
الْإِنْسَانِيَّةِ إِلَىٰ حِدِّ الْبَهِيمِيَّةِ فَكَانُوا كَمَا وَصَفَ فِي
مُحْكَمِ كِتَابِهِ إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ
سَبِيلًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ مَا عَرَّفْنَا مِنْ نَفْسِهِ

وَالْهَمْنَا مِنْ شُكْرِهِ وَفَتَحَ لَنَا مِنْ أَبْوَابِ الْعِلْمِ
بِرُبُوبِيَّتِهِ وَذَلَّلَنَا عَلَيْهِ مِنْ

قبض روح کے بعد پہنچا دیتا ہے تا کہ اپنے عدل کی بنا پر
بروں کو اُن کی بد اعمالیوں کی سزا اور نیکو کاروں کو اچھا بدلہ
دے۔ اس کے نام پاکیزہ اور اس کی نعمتوں کا سلسلہ لگاتار
رہے۔ وہ جو کرتا ہے اس کی پوچھ گچھ اس سے نہیں ہو سکتی
اور لوگوں سے بہر حال باز پرس ہوگی۔

تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے کہ اگر وہ اپنے بندوں کو حمد و
شکر کی معرفت سے محروم رکھتا اُن پیہم عطیوں پر جو اُس
نے دیئے ہیں اور اُن پے در پے نعمتوں پر جو اُس نے
فراوانی سے بخشی ہیں تو وہ اُس کی نعمتوں میں تصرف تو
کرتے مگر اُس کی حمد نہ کرتے اور اس کے رزق میں فارغ
الباالی سے بسر تو کرتے مگر اُس کا شکر بجا نہ لاتے اور ایسے

ہوتے تو انسانیت کی حدوں سے نکل کر چوپایوں کی حد میں آجاتے اور اُس تو صیغ کے مصداق ہوتے جو اس نے اپنی محکم کتاب میں کی ہے کہ وہ تو بس چوپایوں کے مانند ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ راہِ راست سے بھٹکے ہوئے۔“

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے کہ اُس نے اپنی ذات کو ہمیں پہنچنویا اور حمد و شکر کا طریقہ سمجھایا اور اپنی پروردگاری پر علم و اطلاع کے دروازے ہمارے لئے کھول دیے اور توحید میں تنزیہ و اخلاص کی طرف ہماری رہنمائی کی اور اپنے معاملہ میں شرک و کجروی سے ہمیں بچایا۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اُس کی مخلوقات میں سے حمد گزاروں میں زندگی بسر کریں اور اس کی خوشنودی و بخشش کی طرف بڑھنے والوں سے سبقت لے جائیں۔ ایسی حمد جس کی بدولت ہمارے لئے برزخ کی تاریکیاں چھٹ جائیں اور جو ہمارے

لئے قیامت کی راہوں کو آسان کر دے اور حشر کے مجمعِ عام
 میں ہماری قدر و منزلت کو بلند کر دے جس دن ہر ایک کو
 اسکے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور اُن پر کسی طرح کا ظلم نہ
 الْإِخْلَاصِ لَهُ فِي تَوْحِيدِهِ وَجَنَّبَنَا مِنَ الْإِلْحَادِ
 وَالشَّكِّ فِي أَمْرِهِ حَمْدًا نَعْمَرُ بِهِ فَيَمُنَّ حَمْدَهُ مِنْ
 خَلْقِهِ وَنَسْبِقُ بِهِ مَنْ سَبَقَ إِلَى رِضَاةٍ وَعَفْوِهِ حَمْدًا
 يُضِيئُ لَنَا بِهِ ظُلُمَاتُ الْبَرْزَخِ وَيُسَهِّلُ عَلَيْنَا بِهِ
 سَبِيلَ الْمَبْعَثِ وَيُشْرِفُ بِهِ مَنَازِلَنَا عِنْدَ
 مَوَاقِفِ الْأَشْهَادِ يَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا
 كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ
 مَوْلَى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ حَمْدًا يَرْتَفِعُ مِنَّا إِلَى
 أَعْلَى عِلِّيِّينَ فِي كِتَابٍ مَرْقُومٍ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ
 حَمْدًا تَقَرُّ بِهِ عُيُونُنَا إِذَا بَرَقَتِ الْأَبْصَارُ وَتَبَيَّضُ

بِهِ وَجُوهُنَا إِذَا اسْوَدَّتِ الْآبْشَارُ حَمْدًا اتُّعْتُقُ بِهِ
 مِنْ أَلِيمِ نَارِ اللَّهِ إِلَى كَرِيمِ جَوَارِ اللَّهِ حَمْدًا نُزَا حَمْدُ بِهِ
 مَلَائِكَتُهُ الْمُقَرَّبِينَ وَنُضَامُ بِهِ أَنْبِيَائِهِ
 الْمُرْسَلِينَ فِي دَارِ الْمَقَامَةِ الَّتِي لَا تَزُولُ وَفَحْلِ
 كَرَامَتِهِ الَّتِي لَا تَحُولُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اخْتَارَ لَنَا
 فَحَاسِنَ الْخَلْقِ وَأَجْرَى عَلَيْنَا طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ
 وَجَعَلَ لَنَا الْفَضِيلَةَ بِالْمَلَكَةِ عَلَى جَمِيعِ الْخَلْقِ
 فَكُلُّ خَلِيفَتِهِ مُنْقَادَةٌ لَنَا بِقُدْرَتِهِ وَصَائِرُهُ إِلَى
 طَاعَتِنَا بِعِزَّتِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَغْلَقَ عَنَّا بَابَ
 الْحَاجَةِ إِلَّ إِلَيْهِ فَكَيْفَ نُطِيقُ حَمْدَهُ أَمْ مَتَى نُودِي
 شُكْرَهُ لَأَمْتَى وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي رَكَّبَ فِينَا أَلَاتِ
 الْبَسْطِ وَجَعَلَ لَنَا أَدْوَاتِ الْقَبْضِ وَ مَتَّعَنَا
 بِأَرْوَاحِ الْحَيَاةِ وَأَثْبَتَ فِينَا جَوَارِحَ

ہو گا۔ جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا
 اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ ایسی حمد جو ایک لکھی ہوئی
 کتاب میں ہے جس کی مقرب فرشتے نگہداشت کرتے ہیں
 ہماری طرف سے بہشت بریں کے بلند ترین درجات تک
 بلند ہو۔ ایسی حمد جس سے ہماری آنکھوں میں ٹھنڈک آئے
 جب کہ تمام آنکھیں حیرت و دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ
 جائیں گی۔ اور ہمارے چہرے روشن جس دن کوئی دوست
 کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اُن کی کوئی مدد کی
 جائے گی ایسی حمد جو ایک لکھی ہوئی کتاب میں ہے جس کی
 مقرب فرشتے نگہداشت کرتے ہیں ہماری طرف سے
 بہشت بریں کے بلند ترین درجات تک بلند ہو ایسی حمد جس
 سے ہماری آنکھوں میں ٹھنڈک آئیں جبکہ تمام آنکھیں
 حیرت و دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ جائے گی اور ہمارے

چہرے روشن و درخشاں ہوں جبکہ تمام چہرے سیاہ ہوں
 گے۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی
 اذیت دہ آگ سے آزادی پا کر اس کے جوارِ رحمت میں
 آجائیں۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم اس کے مقرب
 فرشتوں کے ساتھ شانہ بشانہ بڑھتے ہوئے ٹکرائیں اور اس
 منزلِ جاوید و مقامِ عزت و رفعت میں جسے تغیر و زوال نہیں
 اس کے فرستادہ پیغمبروں کے ساتھ یکجا ہوں۔ تمام تعریف
 اس اللہ کے لئے ہے جس نے خلقت و آفرینش کی تمام
 خوبیاں ہمارے لئے منتخب کیں اور پاک و پاکیزہ رزق کا
 سلسلہ ہمارے لئے جاری کیا اور ہمیں غلبہ و تسلط دے کر تمام
 مخلوقات پر برتری عطا کی۔ چنانچہ تمام کائنات اس کی قدرت
 سے ہمارے زیرِ فرمان اور اس کی قوت و سر بلندی کی
 بدولت ہماری اطاعت پر آمادہ ہے۔ تمام تعریف اُس اللہ

تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اپنے سوا طلب و حاجت کا ہر دروازہ ہمارے لئے بند کر دیا تو ہم (اس حاجت و احتیاج کے ہوتے ہوئے) کیسے اُس کی حمد سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ اور کب اس کا شکر ادا کر سکتے ہیں۔ نہیں! کسی وقت بھی اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ تمام تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے (جسموں میں) پھیلنے والے اعصاب اور سمٹنے والے عضلات ترتیب دیے اور زندگی کی آسائشوں سے بہرہ مند کیا اور کار و کسب کے اعضا ہمارے اندر ودیعت فرمائے اور

الْأَعْمَالِ وَغَدَانِ بَطِيبَاتِ الرِّزْقِ وَاعْغَانَا بِفَضْلِهِ
وَاقْنَانَا بِمِنَّهِ ثُمَّ أَمَرْنَا لِيُخْتَبَرَ طَاعَتَنَا وَنَهَانَا
لِيُبْتَلَى شُكْرُنَا فَخَالَفْنَا عَنْ طَرِيقِ أَمْرِهِ وَرَكِبْنَا
مُتَوْنِ زَجْرِهِ فَلَمْ يَبْتَدِرْنَا بِعُقُوبَتِهِ وَلَمْ يُعَاجِلْنَا

بِنِعْمَتِهِ بَلْ تَأْتَانَا بِرَحْمَتِهِ تَكْرُمًا وَانْتَظَرَ
 مُرَاجَعَتَنَا بِرَأْفَتِهِ حِلْمًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي دَلَّنَا عَلَى
 التَّوْبَةِ الَّتِي لَمْ نُفِدْهَا إِلَّا مِنْ فَضْلِهِ فَلَوْلَمْ نَعْتَدِ
 مِنْ فَضْلِهِ إِلَّا بِهَا لَقَدْ حَسَنَ بِلَاؤُهُ عِنْدَنَا وَجَلَّ
 إِحْسَانُهُ إِلَيْنَا وَجَسَمَ فَضْلُهُ عَلَيْنَا فَمَا هَكَذَا
 كَانَتْ سُنَّتُهُ فِي التَّوْبَةِ لِمَنْ كَانَ قَبْلَنَا لَقَدْ وَضَعَ
 عَنَّا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَلَمْ يُكَلِّفْنَا إِلَّا وُسْعًا وَلَمْ
 يُجَشِّمْنَا إِلَّا يُسْرًا وَلَمْ يَدْعَ لِأَحَدٍ مِنَّا حُجَّةً وَلَا
 عُذْرًا فَالْهَالِكُ مِنَّا مَنْ هَلَكَ عَلَيْهِ وَالسَّعِيدُ مِنَّا
 مَنْ رَغِبَ إِلَيْهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ بِكُلِّ مَا حَمَدَهُ بِهِ أَذْنَى
 مَلَائِكَتِهِ إِلَيْهِ وَآكْرَمُ خَلِيفَتِهِ عَلَيْهِ وَأَرْضَى
 حَامِدِيهِ لَدَيْهِ حَمْدًا يَفْضُلُ سَائِرَ الْحَمْدِ كَفَضْلِ
 رَبِّنَا عَلَى جَمِيعِ خَلْقِهِ ثُمَّ لَهُ الْحَمْدُ مَكَانَ كُلِّ نِعْمَةٍ
 لَهُ عَلَيْنَا وَعَلَى جَمِيعِ

پاک و پاکیزہ روزی سے ہماری پرورش کی اور اپنے فضل و کرم کے ذریعہ ہمیں بے نیاز کر دیا اور اپنے لطف و احسان سے ہمیں (نعمتوں کا) سرمایہ بخشا۔ پھر اس نے اپنے اوامر کی پیروی کا حکم دیا تا کہ فرمانبرداری میں ہم کو آزمائے اور نواہی کے ارتکاب سے منع کیا تا کہ ہمارے شکر کو جانچے مگر ہم نے اس کے حکم کی راہ سے انحراف کیا اور نواہی کے مرکب پر سوار ہو لئے۔ پھر بھی اس نے عذاب میں جلدی نہیں کی، اور سزا دینے میں تعجیل سے کام نہیں لیا بلکہ اپنے کرم و رحمت سے ہمارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا اور حلم و رافت سے ہمارے باز آجانے کا منتظر رہا۔

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں توبہ کی راہ بتائی کہ جسے ہم نے صرف اس کے فضل و کرم کی بدولت حاصل کیا ہے۔ تو اگر ہم اس کی بخششوں میں سے اس

توبہ کے سوا اور کوئی نعمت شمار میں نہ لائیں تو یہی توبہ ہمارے حق میں اس کا عمدہ انعام، بڑا احسان اور عظیم فضل ہے۔ اس لئے کہ ہم سے پہلے لوگوں کے لئے توبہ کے بارے میں اس کا یہ رویہ نہ تھا۔ اس نے تو جس چیز کے برداشت کرنے کی ہمیں طاقت نہیں ہے۔ وہ ہم سے ہٹالی اور ہماری طاقت سے بڑھ کر ہم پر ذمہ داری عائد نہیں کی اور صرف سہل و آسان چیزوں کی ہمیں تکلیف دی ہے اور ہم میں سے کسی ایک کے لئے حیل و حجت کی گنجائش نہیں رہنے دی۔ لہذا وہی تباہ ہونے والا ہے جو اس کی منشاء کے خلاف اپنی تباہی کا سامان کرے، اور وہی خوش نصیب ہے جو اس کی طرف توجہ و رغبت کرے۔ اللہ کے لئے حمد و ستائش ہے ہر وہ حمد جو اس کے مقرب فرشتے بزرگ ترین مخلوقات اور پسندیدہ حمد کرنے والے بجالاتے ہیں۔ ایسی ستائش جو

دوسری ستائشوں سے بڑھی چڑھی ہوئی ہو جس طرح ہمارا
پروردگار تمام مخلوقات سے بڑھا ہوا ہے۔

عِبَادِهِ الْمَاضِينَ وَالْبَاقِينَ عَدَدَ مَا أَحَاطَ بِهِ عِلْمُهُ
مِنْ جَمِيعِ الْأَشْيَاءِ وَمَكَانَ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهَا عَدَدُهَا
أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً أَبَدًا سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ
حَمْدَ الْأَمْنَتِ لِيَحْدِثَ وَلَا حِسَابَ لِعَدَدِهِ وَلَا مَبْلَغَ
لِغَايَتِهِ وَلَا انْقِطَاعَ لِأَمَدِهِ حَمْدًا يَكُونُ وَصْلَةً إِلَى
طَاعَتِهِ وَعَفْوِهِ وَسَبَبًا إِلَى رِضْوَانِهِ وَذَرِيعَةً إِلَى
مَغْفِرَتِهِ وَطَرِيقًا إِلَى جَنَّتِهِ وَخَفِيرًا مِنْ نِقْمَتِهِ
وَأَمْنًا مِنْ غَضَبِهِ وَظَهِيرًا عَلَى طَاعَتِهِ وَحَاجَزًا عَنْ
مَعْصِيَتِهِ وَعَوْنًا عَلَى تَادِيَةِ حَقِّهِ وَوِطَائِفِهِ حَمْدًا
نَسْعُدُ بِهِ فِي السُّعَدَاءِ مِنْ أَوْلِيَاءِهِ وَنَصِيرُ بِهِ فِي
نَظْمِ الشُّهَدَاءِ بِسُيُوفِ أَعْدَائِهِ إِنَّهُ وَلِيُّ حَمِيدٍ ۝

پھر اُسی کے لئے حمد و ثنا ہے اُس کی ہر ہر نعمت کے بدلے
 میں جو اُس نے ہمیں اور تمام گزشتہ و باقی ماندہ بندوں کو
 بخشی۔ ان تمام چیزوں کے شمار کے برابر جن پر اُس کا علم
 حاوی ہے اور ہر نعمت کے مقابلہ میں دو گنی چو گنی جو
 قیامت کے دن تک دائمی و ابدی ہو۔ ایسی حمد جس کا کوئی
 آخری کنار اور جس کی گنتی کا کوئی شمار نہ ہو۔ جس کی حد و
 نہایت دسترس سے باہر اور جس کی مدت غیر مختتم ہو۔ ایسی
 حمد جو اس کی اطاعت و بخشش کا وسیلہ، اس کی رضامندی کا
 سبب، اس کی مغفرت کا ذریعہ، جنت کا راستہ، اس کے عذاب
 سے پناہ، اس کے غضب سے امان، اس کی اطاعت میں
 معین، اس کی معصیت سے مانع اور اُس کے حقوق و
 واجبات کی ادائیگی میں مددگار ہو۔ ایسی حمد جس کے ذریعہ ہم
 اس کے خوش نصیب دوستوں میں شامل ہو کر خوش

نصیب قرار پائیں اور ان شہیدوں کے زمرہ میں شمار ہوں
جو اس کے دشمنوں کی تلواروں سے شہید ہوئے۔ بے شک
وہی مالک و مختار اور قابل ستائش ہے۔

یہ کلمات دعاء کا افتتاحیہ ہیں جو ستائش الہی پر مشتمل
ہیں۔ حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے کرم و فیضان اور بخشش و
احسان کے اعتراف کا ایک مظاہرہ ہے اور دعاء سے قبل
اس کے جود و کرم کی فراوانیوں اور احسان فرمائیوں سے جو
تاثر دل و دماغ پر طاری ہوتا ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ
زبان سے اس کی حمد و ستائش کے نغمے اُبل پڑیں جس نے
ایک طرف **وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ** (اللہ سے اس کے
فضل کا سوال کرو) کہہ کر طلب و سوال کا دروازہ کھول دیا
اور دوسری طرف **أَدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ** (مجھ سے دعا

کرو میں قبول کروں گا) فرما کر استجابت دعا کا ذمہ لیا۔

اس تحمید میں خداوند عالم کی وحدت و یکتائی، جلال و عظمت، عدل و رافت اور دوسری صفات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ سرنامہ دُعاء میں خلاقِ عالم کی تین اہم صفوں کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں تنزیہ و تقدیس کے تمام جوہر سمٹ کر جمع ہو گئے ہیں۔ پہلی صفت یہ کہ وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی۔ لیکن ایسا اوّل و آخر کہ نہ اس سے پہلے کوئی تھا اور نہ اس کے بعد کوئی ہو گا۔ اسے اوّل و آخر کہنے کے ساتھ دوسروں سے اولیت و آخریت کے سلب کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی اولیت و آخریت اضافی نہیں بلکہ حقیقی ہے یعنی وہ ازلی و ابدی ہے جس کا نہ کوئی نقطہ آغاز ہے اور نہ نقطہ اختتام۔ نہ اس کی ابتداء کا تصور ہو سکتا ہے اور نہ اس کی انتہاء کا۔ نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ کب سے ہے، اور نہ یہ کہا جاسکتا

ہے کہ وہ کب تک ہے۔ اور جو ”کب سے“ اور ”کب تک“ کے حدود سے بالاتر ہو اس کیلئے ایک لمحہ بھی ایسا فرض نہیں کیا جاسکتا جس میں وہ نیستی سے ہمکنار رہا ہو اور جس کے لئے عدم و نیستی کو تجویز نہ کیا جاسکے وہ ہے ”واجب الوجود“ جو مبدا اول ہونے کے لحاظ سے اول، اور غایت آخر ہونے کے لحاظ سے آخر ہو گا۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دے سکتا کیونکہ کسی چیز کے دکھائی دینے کیلئے ضروری ہے کہ وہ کسی طرف میں واقع ہو۔ اور جب اللہ کسی طرف میں واقع ہو گا تو دوسری طرفیں اُس سے خالی ماننا پڑیں گی۔ اور ایسا عقیدہ کیونکر درست تسلیم کیا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں بعض جہالت کو اُس سے خالی ماننا پڑے اور دوسرے یہ کہ اگر وہ کسی طرف میں واقع ہو گا تو اُس طرف کا محتاج ہو گا اور

چونکہ وہ خالق اطراف ہے اس لئے کسی طرف کا محتاج نہیں ہو سکتا ورنہ اُس کا خالق نہ رہے گا۔ اور تیسرے یہ کہ جہت میں وہی چیز واقع ہو سکتی ہے جس پر حرکت و سکون طاری ہو سکتا ہو اور حرکت و سکون چونکہ ممکن کی صفات ہیں اس لئے اللہ کیلئے انہیں تجویز نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب وہ حرکت و سکون سے بری اور عرض و جوہر جسمانی کی سطح سے بلند تر ہے تو اس کے دکھائی دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر اس کے باوجود ایک جماعت اس کی رویت کی قائل ہے۔ یہ جماعت تین مختلف قسم کے عقائد کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے کچھ کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کی رویت صرف آخرت میں ہوگی۔ دنیا میں رہتے ہوئے اُسے دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور کچھ افراد کا نظریہ یہ ہے کہ وہ آخرت کی طرح دنیا میں بھی نظر آسکتا ہے اگرچہ ایسا کبھی ہوا نہیں۔ اور کچھ

لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جس طرح آخرت میں اس کی رویت ہوگی اسی طرح دنیا میں بھی دیکھا جا چکا ہے۔ پہلے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ رویت کا قرآن و حدیث میں صراحۃً ذکر ہے جس کے بعد انکار کا کوئی محل باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: **وَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاطِرَةٌ** (اس دن بہت سے چہرے تروتازہ و شاداب اور اپنے پروردگار کی طرف نگراں ہوں گے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قیامت میں نظر آئے گا اور دنیا میں اسلئے نظر نہیں آسکتا کہ یہاں ہمارے ادراکات و قویٰ کمزور ہیں جو تجلی الہی کی تاب نہیں رکھتے اور آخرت میں ہمارے حس و شعور کی قوتیں تیز ہو جائیں گی جیسا کہ ارشادِ الہی ہے **فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ**۔“ (ہم نے تمہارے

سامنے سے پردے ہٹا دیے اب تمہاری آنکھیں تیز ہو
گئیں (لہذا وہاں پر رویت سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر دنیا میں اس
کی رویت ممکن نہیں ہوتی تو حضرت موسیٰؑ ربّ ارنی انظر
الیک۔ (اے میرے پروردگار! مجھے اپنی جھلک دکھاتا کہ
میں تجھے دیکھوں) کہہ کر ایک انہونی اور ناممکن بات کی
خواہش نہ کرتے؛ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُسے استقرارِ جبل پر
موقوف کر کے امکانِ رویت کی طرف اشارہ کر دیا۔ اس
طرح اگر رویت ممکن نہ ہوتی، تو اسے پہاڑ کے ٹھہراؤ پر کہ
جو ایک امر ممکن ہے موقوف نہ کرتا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے
ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف
ترانی (اس پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہے
تو پھر مجھے بھی دیکھ لو گے) اور اگر اس سلسلہ میں لن ترانی

(تم مجھے قطعاً نہیں دیکھ سکتے) فرمایا تو اس سے صرف دُنیا میں وقوعِ رویت کی نفی مراد ہے نہ امکانِ رویت کی اور نہ اس سے رویتِ آخرت کی نفی مقصود ہے۔ کیونکہ جب یہ کہا جائے کہ ایسا کبھی نہیں ہو گا تو عرف میں اُس کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آخرت میں بھی ایسا نہیں ہو گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہود کے متعلق ارشاد ہے کہ لَنْ يَتِمَّتُوا (وہ موت کی کبھی تمنا نہیں کریں گے) تو یہ تمنا کی نفی دنیا کے لئے ہے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے موت کے خواہشمند کبھی نہیں ہوں گے اور آخرت میں تو وہ عذابِ جہنم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے بہر حال موت کی تمنا و آرزو کریں گے۔ تو جس طرح یہاں پر نفی کا تعلق صرف دُنیا سے ہے اُسی طرح وہاں بھی نفی کا تعلق صرف دنیا سے ہے نہ آخرت سے۔

تیسرے گروہ کی دلیل یہ ہے کہ جب بیان سابق سے دنیا میں اس کی رویت کا امکان ثابت ہو گیا تو اس کے وقوع کے لئے حسن بصری اور احمد بن حنبل وغیرہ کا یہ قول کافی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ الاسر میں اُسے دیکھا۔

جب ان دلائل کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ انتہائی کمزور اور اثبات مدعا سے قاصر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ پہلے گروہ کا یہ دعویٰ کہ قرآن و حدیث میں رویت کے شواہد بکثرت ہیں ایک غلط اور بے بنیاد دعوے ہے اور قرآن و حدیث سے قطعاً اس کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ قرآن کے واضح تصریحات اس کے خلاف ہیں اور قرآنی تصریحات کے خلاف اگر کوئی حدیث ہوگی بھی تو وہ موضوع و مطروح قرار پائے گی۔ چنانچہ قرآن مجید میں نفی رویت کے سلسلہ میں

ارشادِ الہی ہے کہ لا تدركه الابصار وهو يدرك
 الابصار وهو اللطيف الخبير۔ (آنکھیں اسے دیکھ
 نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ رہا ہے، اور وہ ہر چھوٹی
 سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے) اور جس آیت کو اثبات
 رویت کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اس میں لفظ ناظرۃ سے
 رویت پر استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اہل لغت نے نظر
 کے معنی انتظار، غور و فکر، مہلت، شفقت اور عبرت اندوزی
 کے بھی کئے ہیں اور جب ایک لفظ میں اور معنی کا بھی احتمال
 ہو تو اُسے دلیل بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ کچھ
 مفسرین نے اس مقام پر نظر کے معنی انتظار کے لئے ہیں
 اور اس معنی کے لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس دن
 اللہ کی نعمتوں کے منتظر ہوں گے اور اس معنی کی شاہد یہ

آیت ہے فناظرۃ بم يرجع المرسلون (وہ منتظر تھی کہ قاصد کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں) اور کچھ مفسرین نے نظر کے معنی دیکھنے کے کئے ہیں اور اس صورت میں لفظ ثواب کو یہاں محذوف مانا ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے ثواب کی جانب نگراں ہوں گے۔ جس طرح ارشادِ الہی و جاء ربك (تمہارا پروردگار آیا) میں لفظ امر محذوف مانا گیا ہے اور معنی یہ کئے گئے ہیں کہ تمہارے پروردگار کا حکم آیا۔ اور پھر یہ کہاں ضروری ہے کہ جہاں نظر صادق آئے وہاں رویت بھی صادق آئے۔ چنانچہ عرب کا مقولہ ہے کہ نظرت الی الهلال فلم ارہ (میں نے چاند کی طرف نظر کی مگر دیکھ نہ سکا) یہاں نظر ثابت ہے مگر رویت ثابت نہیں ہے۔ اب رہا یہ کہ وہ دنیا میں اس لئے نظر

نہیں آسکتا کہ یہاں انسانی ادراکات و قویٰ ضعیف ہیں اور
 آخرت میں یہ ادراکات قوی ہو جائیں گے تو یہ دنیا و آخرت کی
 تفریق اس بنا پر تو صحیح ہو سکتی ہے اگر اس کی ذات دکھائی
 دیے جانے کے قابل ہو اور ہماری نگاہیں اپنے عجز و قصور
 کی بنا پر قاصر رہیں۔ لیکن جب اس کی ذات کا تقاضا ہی یہ ہے
 کہ وہ دکھائی نہ دے تو محل و مقام کے بدلنے سے ناقابل
 رویت ذات قابل رویت نہیں قرار پا سکتی۔ اور اس سلسلہ
 میں جو آیت پیش کی گئی ہے اس میں تو یہ نہیں ہے کہ
 ادراکات و حواس کے تیز ہو جانے سے خدا کو بھی دیکھا جاسکے
 گا بلکہ آیت کے معنی تو یہ ہیں کہ اس دن پردے ہٹا دیے
 جائیں گے اور آنکھیں تیز ہو جائیں گی۔ جن کا واضح مطلب یہ
 ہے کہ وہاں پر تمام شبہات مٹ جائیں گے اور آنکھوں پر
 پڑے ہوئے غفلت کے پردے اُٹھ جائیں گے۔ یہ معنی

نہیں کہ وہ اللہ کو بھی دیکھنے لگیں گے۔ اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ غفلت کے پردے تو کافروں کی آنکھوں سے اٹھیں گے لہذا انہی کو نظر آنا چاہئے۔

دوسرے گروہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے رویت باری کی خواہش اس لئے نہیں کی تھی کہ وہ اس کی رویت کو ممکن سمجھتے تھے اور انہیں اس کے ناقابل رویت ہونے کا علم نہ تھا۔ یقیناً وہ جانتے تھے کہ وہ ادراک حواس و مشاہدہ بصری سے بلند تر ہے تو اس سوال کی نوبت اس لئے آئی کہ بنی اسرائیل نے کہا کہ یا موسیٰؑ لن نو من لك حتى نرى الله جهرة (اے موسیٰؑ! ہم اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں گے) تو موسیٰؑ علیہ السلام نے چاہا کہ ان پر ان کی بے راہروی ثابت کر دیں اور یہ واضح کر دیں کہ وہ کوئی

دکھائی دینے والی چیز نہیں ہے اس لئے اللہ کے سامنے ان کا سوال پیش کیا تا کہ وہ اپنے سوال کا نتیجہ دیکھ لیں اور اس غلط خیال سے باز آجائیں۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ
 فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا ائِرْنَا اللّٰهَ
 جَهْرَةً۔ (یہ لوگ تو موسیٰؑ سے اس سے بھی بڑا سوال کر چکے
 ہیں اور وہ یہ کہ موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمیں خدا کو ظاہر بظاہر
 دکھا دیجئے) جب موسیٰؑ نے ان کے کہنے پر سوال کیا تو اس
 موقع پر قدرت کا یہ ارشاد کہ تم اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ
 اپنی جگہ پر برقرار رہے تو مجھے دیکھ لو گے۔ “امکانِ رویت کا
 پتہ نہیں دیتا۔ اس لئے کہ موقوف علیہ صرف پہاڑ کا ٹھہراؤ
 نہیں تھا کیونکہ وہ تو اس وقت بھی ٹھہرا ہوا تھا جب رویت کو
 اس پر معلق کیا جا رہا تھا بلکہ تجلی کے وقت اس کا ٹھہراؤ
 مقصود تھا۔ اور جب تک اس موقع کے لئے اس کا ٹھہراؤ کا

امکان ثابت نہ ہو۔ اس ٹھہراؤ کو امکان رویت کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔ حالانکہ اس موقع پر تو یہ ہوا کہ جعلہ دکا وخر موسیٰ ضِعْقًا (بجلی نے اس پہاڑ کو چکنا چور کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) اور بنی اسرائیل پر ان کے بے محل سوال کی وجہ سے بجلی گری۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے فاخذ تہم الصاعقة بظلمہم (اُن کی شر پسندی کی وجہ سے بجلی نے انہیں جکڑ لیا) اگر خداوند عالم کی رویت ممکن ہوتی تو ایک ممکن الوقوع چیز سے ایمان کو وابستہ کرنا ایسا جرم نہ تھا کہ انہیں صاعقہ کے عذاب میں جکڑ لیا جائے اور اُن کی خواہش کو ظلم سے تعبیر کیا جائے۔ آخر حضرت ابراہیمؑ نے بھی تو اپنے اطمینان کو مردوں کو زندہ کرنے سے وابستہ کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ رب

ارنی کیف تھی البوٹی (اے میرے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو کیوں کر مردوں کو زندہ کرتا ہے) اس کے جواب میں قدرت نے فرمایا اولم تؤمن (کیا تم ایمان نہیں لاتے) ابراہیمؑ نے عرض کیا بلی ولكن لیطمئن قلبی (ہاں ایمان تو لایا! لیکن چاہتا ہوں کہ دل مطمئن ہو جائے) اگر حضرت ابراہیمؑ اپنے اطمینان کو مردوں کو زندہ ہونے سے وابستہ کر سکتے ہیں تو ان لوگوں نے اگر اپنے ایمان کو رویت باری پر معلق کیا تو جرم ہی کون سا کیا جس پر انہیں لرزہ بر اندام کر دینے والی سزا دی جائے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ سزا اس بنا پر نہ تھی کہ انہوں نے رویت باری کا مطالبہ کیا تھا بلکہ اُن کی سابقہ ضد، ہٹ دھرمی اور کٹ جھتی کے پیش نظر تھی۔ مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ مطالبہ تو وہ

کریں جو کیا جاسکتا ہے اور ممکن الوقوع ہے اور اس ذریعہ
 سے اپنے ایمان کی تکمیل چاہیں مگر ان کی کسی سابقہ ضد اور
 سرکشی کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں ایسی سزا دی جائے جو
 انہیں نیست و نابود کر دے، عقل میں آنے والی بات نہیں
 ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ رویت کے سلسلہ میں ان کی ضد
 پر انہیں سزا دی گئی تھی تو اس میں ضد کی کیا بات تھی۔ اگر
 انہوں نے موسیٰؑ کے قول کو مشاہدہ کے مطابق کر کے دیکھنا
 چاہا؛ اور اگر رویت مردوں کو زندہ کرنے کی طرح ممکن تھی
 تو اس میں مضائقہ ہی کیا تھا کہ اُن کی خواہشوں کو پورا کر دیا
 جاتا۔ اور جس طرح ابراہیمؑ کے ہاتھوں پر مردوں کو زندہ کر
 کے اُن کی خلش کو ہٹا دیا تھا، اسی طرح یہاں بھی رویت سے
 ان کے ایمان کی صورت پیدا کر دی ہوتی۔ اور اگر مصلحت
 اس کی مقتضی نہ تھی تو حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ انہیں سمجھا دیا

جاتا کہ دُنیا میں نہ سہی آخرت میں اُسے دیکھ لینا مگر اُن کا
 مطالبہ پورا کرنے کے بجائے انہیں موردِ عتاب ٹھہرایا جاتا
 ہے اور اُن کی خواہش کو ظلم و حد شکنی سے تعبیر کیا جاتا ہے
 اور آخر انہیں خرمن ہستی کو جلانے والی بجلیوں میں جکڑ لیا
 جاتا ہے۔ یہ صرف اس لئے کہ انہوں نے ایک ایسی خواہش
 کا اظہار کیا جس سے خدا کے دامن تنزیہ پر دھبہ آتا تھا۔ اور
 یہ ایک ایسی انہونی چیز کا مطالبہ تھا جس پر انہیں سزا دینا
 ضروری سمجھا گیا تا کہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ اور بنی
 اسرائیل کے انجام کو دیکھ کر رویت باری کا تصور نہ کریں۔
 چنانچہ اللہ سبحانہ نے اپنی رویت کو پہاڑ کے معلق کرنے سے
 پہلے واضح الفاظ میں فرمایا کہ لن ترانی (اے موسیٰ! تم مجھے
 ہرگز نہیں دیکھ سکتے) نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ کیونکہ
 لفظ لن نفی تابید کے لئے آتا ہے اور اس نفی تابید کے دوام

عرفی پر محمول کرنا غلط ہے۔ یہ دوام عرفی وہاں پر تو صحیح ہو سکتا ہے جہاں متکلم و مخاطب دونوں فانی اور معرض زوال میں ہوں اور جہاں متکلم ابدی سرمدی اور دائمی ہو وہاں نفی کے حدود بھی وہاں تک پھیلے ہوئے ہوں گے جہاں تک اس ذاتِ سرمدی کا دامن بقا پھیلا ہوا ہے۔ اور چونکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے اس لئے اس کی طرف سے جو نفی تابید وارد ہوگی وہ دنیا کی مدت بقا میں محدود نہیں کی جاسکتی اور جس آیت کی نفی کو دوام عرفی کے معنی میں پیش کیا گیا ہے اس سے استشہاد اس بنا پر صحیح نہیں کہ وہ اُن لوگوں کے متعلق ہے جو فانی و محدود ہیں۔ لہذا اس مقام کی نفی کا اس مقام کی نفی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور اگر آیت لَنْ يَتَمَنَّوْهُ (وہ موت کی ہر گز تمنا نہیں کریں گے) میں بھی تابید حقیقی کے معنی مراد لئے جائیں تو لئے جاسکتے ہیں کیونکہ آخرت میں

وہ موت کی تمنا کریں گے تو وہ درحقیقت موت کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اصل تمنا عذاب سے نجات حاصل کرنے کی ہوگی۔ جسے طلبِ موت کے پردے میں طلب کریں گے اور یہ موت کی طلب نہ ہوگی بلکہ راحت و آسائش اور عذاب سے چھٹکارے کی طلب ہوگی اور جبکہ عذاب کے بجائے انہیں راحت و سکون نصیب ہو تو وہ یقیناً زندگی کے خواہاں ہوں گے اور پھر جب اصل معنیِ تابیدِ حقیقی کے ہیں تو اس سے تابیدِ عرفی مراد لینے کے لئے کسی قرینہ کی ضرورت ہے اور یہاں کوئی قرینہ و دلیل موجود نہیں ہے کہ حقیقی معنی سے عدول کرنا صحیح ہو سکے۔

تیسرے گروہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر کچھ صحابہ و تابعین کا قول یہ ہے کہ پیغمبر اکرم نے لیلة الاسراء میں اپنے رب کو دیکھا تو صحابہ و تابعین کی ایک جماعت اس

کی بھی تو قائل ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ اور صحابہ کی ایک بڑی جماعت کا یہی مسلک ہے؛ لہذا چند افراد کی ذاتی رائے کو کیسے سند سمجھا جاسکتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں ویسے ہی افراد اس کے خلاف نظریہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ جناب عائشہؓ کا قول ہے:

من حدثك ان محمدا راى ربه فقد كذب وهو يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير (صحيح بخارى ج ۴، ص ۱۶۸)

جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اُس نے جھوٹ کہا۔ اور اللہ کا ارشاد تو یہ ہے کہ اُسے نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ و خبردار

ہے۔

تیسری صفت یہ ہے کہ عقول انسانی اس کے اوصاف کی نقاب کشائی سے قاصر ہیں کیونکہ زبان انہی معانی و مفاہیم کی ترجمانی کر سکتی ہے جو عقل و فہم میں سما سکتے ہوں اور جن کے سمجھنے سے عقلیں عاجز ہوں وہ الفاظ کی صورت میں زبان سے ادا بھی نہیں ہو سکتے اور خدا کے اوصاف کا ادراک اس لئے ناممکن ہے کہ اس کی ذات کا ادراک ناممکن ہے۔ اور جب تک اس کی ذات کا ادراک نہ ہو اس کے نفس الامری اوصاف کو بھی نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور ذات کا ادراک اس لئے نہیں ہو سکتا کہ انسانی ادراکات محدود ہونے کی وجہ سے غیر محدود ذات کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ لہذا اس سلسلہ میں جتنا بھی غور و خوض کیا جائے اس کی ذات اور اس کے نفس الامری اوصاف عقل و فہم کے ادراک سے

بالا تر ہی رہیں گے۔

الصَّلَاةُ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ وَآلِهِ رَسُولِ الْكَرَمِ بِرُودٍ وَسَلَامٍ

وَكَانَا مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ هَذَا التَّحْمِيدِ فِي
الصَّلَاةِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

تحمید و ستائش کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

درود و سلام کے سلسلہ میں آپ کی دعا:

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي مَنَّ عَلَيْنَا بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دُونَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالْقُرُونِ
السَّالِفَةِ بِقُدْرَتِهِ الَّتِي لَا تَعْجُزُ عَنْ شَيْءٍ وَإِنْ عَظُمَ
وَلَا يَفُوتُهَا شَيْءٌ وَإِنْ لَطَفَ فَخَتَمَ بِنَا عَلَى جَمِيعِ مَنْ
ذَرَأَ وَجَعَلَنَا شُهَدَاءَ عَلَى مَنْ يَحْدُو كَثَرْنَا بِمَنِّهِ عَلَى
مَنْ قَلَّ اللَّهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ أَمِينِكَ عَلَى وَحْيِكَ
وَنَجِيِّكَ مِنْ خَلْقِكَ وَصَفِيِّكَ مِنْ عِبَادِكَ

تمام تعریف اُس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اپنے

پیغمبرؐ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے ہم پر وہ احسان فرمایا جو نہ گزشتہ امتوں پر کیا اور نہ پہلے لوگوں پر اپنی اس قدرت کی کار فرمائی سے جو کسی شے سے عاجز و در ماندہ نہیں ہوتی اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی ہو؛ اور کوئی چیز اس کے قبضہ سے نکلنے نہیں پاتی اگرچہ وہ کتنی ہی لطیف و نازک ہو۔ اُس نے اپنے مخلوقات میں ہمیں آخری امت قرار دیا، اور انکار کرنے والوں پر گواہ بنایا، اور اپنے لطف و کرم سے کم تعداد والوں کے مقابلہ میں ہمیں کثرت دی۔ اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر جو تیری وحی کے امانتدار تمام مخلوقات میں تیرے برگزیدہ، تیرے بندوں میں پسندیدہ،

إِمَامِ الرَّحْمَةِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَمِفْتَاحِ الْبَرَكَاتِ كَمَا
نَصَبَ لِأَمْرِكَ نَفْسَهُ وَعَرَّضَ فِيكَ لِلْبُكْرَةِ وَهَبَدَنَهُ

وَكَاشَفَ فِي الدُّعَاءِ إِلَيْكَ حَامَّتَهُ وَحَارَبَ فِي
رِضَاكَ أَسْرَتَهُ وَقَطَعَ فِي إِحْيَاءِ دِينِكَ رَحْمَهُ وَأَقْصَى
الْأَدْنَيْنِ عَلَى جُحُودِهِمْ وَقَرَّبَ الْأَقْصَيْنِ عَلَى
اسْتِجَابَتِهِمْ لَكَ وَوَالَى فِيكَ الْآبَعْدَيْنِ وَعَادَى
فِيكَ الْأَقْرَبَيْنِ وَأَذَابَ نَفْسَهُ فِي تَبْلِيغِ رِسَالَتِكَ
وَاتَّعَبَهَا بِالْدُّعَاءِ إِلَى مِلَّتِكَ وَشَغَلَهَا بِالصُّحُوحِ لِأَهْلِ
دَعْوَتِكَ وَهَاجَرَ إِلَى بِلَادِ الْغُرْبَةِ وَفَحَّلَ النَّأْيَ عَنِ
مَوْطِنِ رَحْلِهِ وَمَوْضِعِ رِجْلِهِ وَمَسْقِطِ رَأْسِهِ
وَمَأْنِسِ نَفْسِهِ إِرَادَةً مِنْهُ لِإِعْزَازِ دِينِكَ
وَاسْتِنْصَارًا عَلَى أَهْلِ الْكُفْرِ بِكَ حَتَّى اسْتَتَبَ لَهُ
مَا حَاوَلَ فِي أَعْدَائِكَ وَاسْتَتَمَّ لَهُ مَا دَبَّرَ فِي
أَوْلِيَائِكَ فَهَذَا إِلَيْهِمْ مُسْتَفْتِحًا بِعَوْنِكَ وَمُتَقَوِّيًا
عَلَى ضَعْفِهِ بِنَصْرِكَ فَغَزَاهُمْ فِي عُقْرِ دِيَارِهِمْ
وَهَجَمَ عَلَيْهِمْ فِي بُحْبُوحَةِ قَرَارِهِمْ حَتَّى ظَهَرَ

أَمْرُكَ وَعَلَتْ كَلِمَتُكَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ اللَّهُمَّ
فَارْفَعْهُ بِمَا كَدَحَ فِيكَ إِلَى الدَّرَجَةِ الْعُلْيَا مِنْ
جَنَّتِكَ

رحمت کے پیشوا، خیر و سعادت کے پیشرو اور برکت کا
سرچشمہ تھے جس طرح انہوں نے تیری شریعت کی خاطر
اپنے کو مضبوطی سے جمایا اور تیری راہ میں اپنے جسم کو ہر
طرح کے آزار کا نشانہ بنایا اور تیری طرف دعوت دینے کے
سلسلہ میں اپنے عزیزوں سے دشمنی کا مظاہرہ کیا۔ اور تیری
رضامندی کیلئے اپنے قوم قبیلے سے جنگ کی اور تیرے دین
کو زندہ کرنے کیلئے سب رشتے ناٹے قطع کر لئے۔ نزدیک
کے رشتہ داروں کو انکار کی وجہ سے دور کر دیا اور دور والوں کو
اقرار کی وجہ سے قریب کیا۔ اور تیری وجہ سے دور والوں
سے دوستی اور نزدیک والوں سے دشمنی رکھی اور تیرا پیغام

پہنچانے کیلئے تکلیفیں اٹھائیں اور دین کی طرف دعوت
 دینے کے سلسلہ میں زحماتیں برداشت کیں اور اپنے نفس کو
 ان لوگوں کے پسند و نصیحت کرنے میں مصروف رکھا جنہوں
 نے تیری دعوت کو قبول کیا، اور اپنے محل سکونت و مقام
 رہائش اور جائے ولادت و وطن مالوف سے پردیس کی
 سرزمین اور دور و دراز مقام کی طرف محض اس مقصد سے
 ہجرت کی کہ تیرے دین کو مضبوط کریں اور تجھ سے کفر
 اختیار کرنے والوں پر غلبہ پائیں یہاں تک کہ تیرے
 دشمنوں کے بارے میں جو انہوں نے چاہا تھا وہ مکمل ہو گیا
 اور تیرے دوستوں (کو جنگ و جہاد پر آمادہ کرنے) کی
 تدبیریں کامل ہو گئیں تو وہ تیری نصرت سے فتح و کامرانی
 چاہتے ہوئے اور اپنی کمزوری کے باوجود تیری مدد کی پشت
 پناہی پر دشمنوں کے مقابلہ کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن

کے گھروں کے حدود میں ان سے لڑے اور اُن کی قیام گاہوں کے وسط میں اُن پر ٹوٹ پڑے۔ یہاں تک کہ تیرا دین غالب اور تیرا کلمہ بلند ہو کر رہا۔ اگرچہ مشرک اُسے ناپسند کرتے رہے۔ اے اللہ انہوں نے تیری خاطر جو کوششیں کی ہیں ان کے عوض انہیں جنت میں ایسے بلند درجہ عطا کر کہ کوئی مرتبہ اُن

حَتَّى لَا يُسَاوِي فِي مَنَزَلَةٍ وَلَا يُكَافَا فِي مَرْتَبَةٍ وَلَا يُوَازِيهِ لَدَيْكَ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ وَعَرَفُهُ فِي أَهْلِهِ الطَّاهِرِينَ وَأُمَّتِهِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ حُسْنِ الشَّفَاعَةِ أَجَلٌ مَا وَعَدْتَهُ يَا نَافِذَ الْعِدَّةِ يَا وَافِيَ الْقَوْلِ يَا مُبَدِّلَ السَّيِّئَاتِ بِأَصْعَافِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

کے برابر نہ ہو سکے اور نہ منزلت میں اُن کا ہم پایہ قرار پا

سکے۔ اور نہ کوئی مقرب بارگاہ فرشتہ اور نہ کوئی فرستادہ پیغمبر
تیرے نزدیک اُن کا ہمسر ہو سکے اور اُن کے اہل بیت اطہار
اور مومنین کی جماعت کے بارے میں جس قابل قبول
شفاعت کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے اس وعدہ سے بڑھ
کرا نہیں عطا فرما اے وعدہ کے نافذ کرنے والے قول کے
پورا کرنے اور برائیوں کو کئی گنا زائد اچھائیوں سے بدل
دینے والے بیشک تو فضل عظیم کا مالک ہے۔

یہ دعا کا دوسرا افتتاحیہ ہے جو پہلے افتتاحیہ کے لئے
ایک تکملہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے واؤ عطف کے
ذریعہ اس کا سلسلہ پہلے افتتاحیہ سے جوڑ دیا گیا ہے۔ پہلا
افتتاحیہ حمد و ثنائے الہی پر مشتمل تھا اور یہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کے سلسلہ میں ہے۔ حمد و ستائش

اور درود و سلام ایک دوسرے سے مرتبط اور ایک قدرتی
 ترتیب کے زیر اثر ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ
 جب خداوند عالم کے اس احسان و انعام پر نظر جاتی ہے کہ
 اس نے نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے پیغمبروں اور دین
 کے رہنماؤں کا سلسلہ جاری کیا تا کہ وحی و تنزیل کے ذریعے
 ہدایت کی تعلیم ہوتی رہے تو بے ساختہ زبان اس کی تحمید و
 ستائش کے استحقاق کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ
 جس نے مادی تربیت کے سروسامان کے ساتھ روحانی
 تربیت کے سامان کی بھی تکمیل کی۔ تو جب خدا کے
 انعامات اس کی حمد و ستائش کے محرک ہوتے ہیں تو جو
 عرفانِ الہی کا ذریعہ ہوں اور انسانی صلاحیتوں کو اس قابل
 بنائیں کہ ان میں ہدایت کے عناصر نشو و نما پا سکیں، تو تحمیدِ
 الہی کے بعد احسان شناسی کا تقاضا یہ ہو گا کہ ان ہستیوں سے

بھی درود و سلام کے ذریعہ اظہارِ عقیدت و ارادت کیا جائے۔
 اور ان ذواتِ مقدسہ میں سب سے اکمل و افضل ہستی رسول
 اکرم کی تھی جنہوں نے تہذیبِ نفس و ترقیِ روحانی کی راہیں
 بتائیں اور صداقت و روحانیت کی تعلیم سے مردہ انسانیت کو
 نشاۃ الثانیہ عطا کیا۔ لہذا حمد کے بعد درود و سلام کو نظر انداز
 نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ دعا کے ساتھ جس طرح حمد کو منضم کیا
 گیا ہے، اسی طرح درود و صلوٰۃ کو بھی استجابِ دعا کا ذریعہ
 قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد
 ہے:

اِذَا كَانَتْ لَكَ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ حَاجَةٌ فَاَبْدِ اَبْمَسْئَلَةِ
 الصَّلٰوةِ عَلٰی رَسُوْلِهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ثُمَّ
 سَلْ حَاجَتَكَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَكْرَمَ مَنْ اَنْ یَسْئَلَ
 حَاجَتَیْنِ

جب اللہ سے کوئی حاجت طلب کرو تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو پھر اپنی حاجت مانگو۔ کیونکہ خدا اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور ایک فیقضى احديہما ویمنع الاخریٰ۔
پوری کر دے اور ایک روک لے۔

امام علیہ السلام نے درود و صلوٰۃ کے سلسلہ میں آنحضرتؐ کی شخصیت پر اس طرح جنچے تلے الفاظ میں روشنی ڈالی ہے کہ ان کی زندگی کے تمام گوشوں کی مکمل تصویر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ ان کلمات سے آپ کی ہستی کے حسب ذیل اوصاف و کمالات واضح ہوتے ہیں۔
آپ وحی الہی کے حامل، پاکیزہ نسب اور برگزیدہ خلائق تھے۔ خداوند عالم نے آپ کو تمام انبیاء کے آخر میں بھیجا جس کے بعد سلسلہ نبوت ختم کر دیا۔ لہذا آپ آخری پیغمبرؐ

اور آپ کی اُمت آخری اُمت ہے، اور اُن کے اہل بیت
 لوگوں کے اعمال کے نگران اور اُن کے گواہ ہیں۔ آپ
 رحمت و رافت کا مجسمہ اور خیر و برکت کا سرچشمہ تھے۔ ان
 کی دوستی و دشمنی کا معیار صرف ایمان و عمل صالح ہے اور
 اس سلسلہ میں اپنے اور بیگانے میں کوئی امتیاز و تفرقہ روا
 نہیں رکھا۔ انہوں نے تبلیغ احکام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے
 لئے جان کی بازی لگادی۔ دین کی خاطر دکھ سہے۔ مصیبتیں
 جھیلیں۔ گھر بار چھوڑا اور ہجرت اختیار کی اور اپنی صلاحیت
 نظم و نسق سے مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی اور ان کی فلاح و
 نجات کا سامان کیا اور ہر طرح کے خطرات کا مقابلہ کرتے
 ہوئے دشمنوں سے صف آرا ہوئے اور کسی موقع پر اپنی
 قوت و طاقت پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ خدا کی نصرت و
 تائید کے خواہاں اور اس کی مدد کے طالب رہے اور آخر

حسن نیت و حسن عمل کی بدولت انجام کار کی کامیابی انہیں
نصیب ہوئی اور قبولیتِ شفاعت کے درجہ رفیعہ پر فائز
ہوئے۔

الصَّلَاةُ عَلَى حَمَلَةِ الْعَرْشِ حَامِلَانِ عَرْشٍ أَوْ مَقْرَبِ فَرَشَتَيْنِ بِرُكُوعٍ

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى حَمَلَةِ
الْعَرْشِ وَكُلِّ مَلَكٍ مُقَرَّبٍ

حاملانِ عرش اور دوسرے مقرب فرشتوں پر درود و صلوٰۃ

کے سلسلہ میں آپ کی دعاء:

اَللّٰهُمَّ وَحْمَلَةُ عَرْشِكَ الَّذِيْنَ لَا يَفْتَرُوْنَ مِنْ
تَسْبِيْحِكَ وَلَا يَسْأَمُوْنَ مِنْ تَقْدِيْسِكَ وَلَا
يَسْتَحْسِرُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ وَلَا يُؤْثِرُوْنَ التَّقْصِيْرَ
عَلَى الْجِدِّ فِيْ اَمْرِكَ وَلَا يَغْفُلُوْنَ عَنِ الْوَلَةِ اِلَيْكَ
وَاسْرَافِيْلُ صَاحِبُ الصُّوْرِ الشَّخِصُ الَّذِيْ
يَنْتَظِرُ مِنْكَ الْاِذْنَ وَحُلُوْلَ الْاَمْرِ فَيَنْبِهُ
بِالنَّفْخَةِ صَرْعَى رَهَائِنَ الْقُبُوْرِ وَمِيْكَائِيْلُ ذُو الْجَاهِ
عِنْدَكَ وَالْمَكَانِ الرَّفِيْعِ مِنْ طَاعَتِكَ

اے اللہ! تیرے عرش کے اُٹھانے والے فرشتے جو تیری تسبیح سے اُکھتاتے نہیں اور تیری پاکیزگی کے بیان سے تھکتے نہیں اور نہ تیری عبادت سے خستہ و ملول ہوتے ہیں اور نہ تیری تعمیل امر میں سعی و کوشش کے بجائے کوتاہی برتتے ہیں اور نہ تجھ سے لو لگانے سے غافل ہوتے ہیں اور اسرافیلؑ صاحبِ صور جو نظر اُٹھائے ہوئے تیری اجازت اور نفاذِ حکم کے منتظر ہیں تاکہ صور پھونک کر قبروں میں پڑے ہوئے مردوں کو ہوشیار کریں اور میکائیلؑ جو تیرے یہاں مرتبہ والے اور تیری اطاعت کی وجہ سے بلند منزلت ہیں اور جبرئیلؑ جو تیری وحی کے امانتدار اور اہلِ آسمان جن کے

وَجِبْرِيلُ الْاَمِيْنُ عَلٰى وَحْيِكَ الْمُطَاعُ فِيْ اَهْلِ
سَمٰوَاتِكَ الْمَكِيْنُ لَدَيْكَ الْمُقَرَّبُ عِنْدَكَ وَالرُّوْحُ

الَّذِي هُوَ عَلَى مَلَائِكَةِ الْحُجُبِ وَالرُّوحِ الَّذِي هُوَ
 مِنْ أَمْرِكَ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ وَعَلَى الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ
 مِنْ دُونِهِمْ مِنْ سُكَّانِ سَمَوَاتِكَ وَأَهْلِ الْأَمَانَةِ عَلَى
 رِسَالَاتِكَ وَالَّذِينَ لَا تَدْخُلُهُمْ سَاءَةٌ مِنْ دُوبٍ
 وَلَا إِعْيَاءٍ مِنْ لُغُوبٍ وَلَا فُتُورٌ وَلَا تَشْغُلُهُمْ عَنْ
 تَسْبِيحِكَ الشَّهَوَاتُ وَلَا يَقْطَعُهُمْ عَنْ تَعْظِيمِكَ
 سَهُوُ الْغَفَلَاتِ الْخُشْعُ الْأَبْصَارِ فَلَا يَرُومُونَ النَّظَرَ
 إِلَيْكَ النَّوَائِسُ الْأَذْقَانِ الَّذِينَ قَدْ طَالَتْ
 رَغْبَتُهُمْ قِيَمًا لَدَيْكَ الْمُسْتَهْزِءُونَ بِذِكْرِ الْآيَاتِ
 وَالْمُتَوَاضِعُونَ دُونَ عَظَمَتِكَ وَجَلَالِ كِبَرِيَّاتِكَ
 الَّذِينَ يَقُولُونَ إِذَا نَظَرُوا إِلَى جَهَنَّمَ تَزْفِرُ عَلَى أَهْلِ
 مَعْصِيَتِكَ سُبْحَانَكَ مَا عَبْدُكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ
 فَصَلِّ عَلَيْهِمْ وَعَلَى الرُّوحَانِيِّينَ مِنْ مَلَائِكَتِكَ
 وَأَهْلِ الزُّلْفَةِ عِنْدَكَ وَحُمَمَالِ الْغَيْبِ إِلَى رُسُلِكَ

وَالْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ وَحْيِكَ وَقَبَائِلِ الْمَلَائِكَةِ الَّذِينَ
اخْتَصَصْتَهُمْ لِنَفْسِكَ وَأَغْنَيْتَهُمْ

مطیع و فرمانبردار ہیں اور تیری بارگاہ میں مقام بلند اور
تقرب خاص رکھتے ہیں اور وہ روح جو فرشتگانِ حجاب پر
موکل ہے اور وہ روح جس کی خلقت تیرے عالمِ امر سے ہے
ان سب پر اپنی رحمت نازل فرما اور اسی طرح اُن فرشتوں
پر جو اُن سے کم درجہ اور آسمانوں میں ساکن اور تیرے
پیغاموں کے امین ہیں اور اُن فرشتوں پر جن میں کسی سعی و
کوشش سے بددلی اور کسی مشقت سے خستگی و درماندگی
پیدا نہیں ہوتی اور نہ تیری تسبیح سے نفسانی خواہشیں انہیں
روکتی ہیں اور نہ اُن میں غفلت کی رو سے ایسی بھول چوک
پیدا ہوتی ہے جو انہیں تیری تعظیم سے باز رکھے۔ وہ آنکھیں
جھکائے ہوئے ہیں کہ (تیرے نورِ عظمت کی طرف) نگاہ

اٹھانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے اور ٹھوڑیوں کے بل گرے ہوئے ہیں اور تیرے یہاں کے درجات کی طرف ان کا اشتیاق بے حد و بے نہایت ہے اور تیری نعمتوں کی یاد میں کھوئے ہوئے ہیں اور تیری عظمت و جلالِ کبریائی کے سامنے سراسر افگندہ ہیں۔ اور اُن فرشتوں پر جو جہنم کو گنہگاروں پر شعلہ ور دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: پاک ہے تیری ذات! ہم نے تیری عبادت جیسا حق تھا ویسی نہیں کی۔ (اے اللہ!) تو ان پر اور فرشتگانِ رحمت پر اور اُن پر جنہیں تیری بارگاہ میں تقرب حاصل ہے اور تیرے پیغمبروں کی طرف چھپی ہوئی خبریں لے جانے والے اور تیری وحی کے امانتدار ہیں۔ اور ان قسم قسم کے فرشتوں پر جنہیں تو نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور جنہیں تسبیح و تقدیس کے ذریعہ کھانے پینے سے بے نیاز کر دیا ہے اور جنہیں آسمانی طبقات

کے اندرونی حصوں میں بسایا ہے اور اُن

عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ بِتَقْدِيرِكَ وَاسْكَنْتَهُمْ
بُطُونِ أَطْبَاقِ سَمَوَاتِكَ وَالَّذِينَ عَلَى أَرْجَائِهَا إِذَا
أَنْزَلَ الْأَمْرُ بِتَمَامٍ وَعْدِكَ وَخُزَّانِ الْمَطَرِ وَزَوَاجِرِ
السَّحَابِ وَالَّذِي بِصَوْتِ زَجْرِهِ يُسْمَعُ زَجْلُ
الرَّعُودِ وَإِذَا سَبَحَتْ بِهِ خَفِيفَةُ السَّحَابِ التَّمَعَّتْ
صَوَاعِقُ الْبُرُوقِ وَمُشِيعِي الشَّلْجِ وَالْبَرَدِ
وَالهَاطِطِينَ مَعَ قَطْرِ الْمَطَرِ إِذَا نَزَلَ وَالْقَوَّامِ عَلَى
خَزَائِنِ الرِّيَّاحِ وَالْمُؤَكِّلِينَ بِالْجِبَالِ فَلَا تَزُولُ
وَالَّذِينَ عَرَفْتَهُمْ مَثَاقِيلَ الْبِيَاهِ وَكَيْلَ مَا تَحْوِيهِ
لَوَاجِحِ الْأَمْطَارِ وَعَوَاجِجِهَا وَرُسُلِكَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ بِمَكْرُوهِهَ مَا يَنْزِلُ مِنَ الْبَلَاءِ وَ
مَحَبُوبِ الرَّخَاءِ وَالسَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَّةِ وَالْحَفَظَةِ

الْكَرَامِ الْكَاتِبِينَ وَمَلِكِ الْمَوْتِ وَأَعْوَانِهِ وَمُنْكِرٍ
وَنَكِيرٍ وَرُومَانَ فَتَّانِ الْقُبُورِ وَالطَّائِفِينَ بِالْبَيْتِ
الْمَعْمُورِ وَمَالِكِ وَالْخَزَنَةِ وَرُضْوَانَ وَسَدَنَةَ الْجَنَانِ
وَالَّذِينَ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا
يُؤْمَرُونَ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَالزَّبَانِيَةَ الَّذِينَ إِذَا
قِيلَ لَهُمْ خُذُوا هُفْلُوهُ ثُمَّ

فرشتوں پر جو آسمانوں کے کناروں میں توقف کریں
گے۔ جب کہ تیرا حکم وعدے کے پورا کرنے کے سلسلہ
میں صادر ہوگا؛ اور بارش کے خزانہ داروں اور بادلوں کے
ہنکانے والوں پر اور اس پر جس کے جھڑکنے سے رعد کی
کڑک سنائی دیتی ہے اور جب اس ڈانٹ ڈپٹ پر گرجنے
والے بادل رواں ہوتے ہیں تو بجلی کے کوندے تڑپنے لگتے

ہیں۔ اور اُن فرشتوں پر جو برف اور اولوں کے ساتھ ساتھ
 رہتے ہیں اور جب بارش ہوتی ہے تو اس کے قطروں کے
 ساتھ اُترتے ہیں اور ہوا کے ذخیروں کی دیکھ بھال کرتے
 ہیں اور اُن فرشتوں پر جو پہاڑوں پر موکل ہیں تاکہ وہ اپنی
 جگہ سے ہٹنے نہ پائیں اور اُن فرشتوں پر جنہیں تو نے پانی
 کے وزن اور موسلا دھار اور تلاطم افزا بارشوں کی مقدار پر
 مطلع کیا ہے اور اُن فرشتوں پر جو ناگوار ابتلاؤں اور خوش
 آئند آسائشوں کو لے کر اہل زمین کی جانب تیرے فرستادہ
 ہیں اور اُن پر جو اعمال کا احاطہ کرنے والے گرامی منزلت
 اور نیکو کار ہیں اور اُن پر جو نگہبانی کرنے والے کراماتین
 ہیں اور ملک الموت اور اُس کے اعوان و انصار اور منکر، نکیر
 اور اہل قبور کی آزمائش کرنے والے رومان پر اور بیت
 المعمور کا طواف کرنے والوں پر اور مالک و جہنم کے

دربانوں پر اور رضوان اور جنت کے دوسرے پاسبانوں پر اور اُن فرشتوں پر جو خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے اُسے بجالاتے ہیں۔ اور اُن فرشتوں پر جو (آخرت میں) سلام علیکم کے بعد کہیں گے کہ دُنیا میں تم نے صبر کیا (یہ اسی کا بدلہ ہے) دیکھو تو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے اور دوزخ کے اُن پاسبانوں پر کہ جب اُن سے یہ کہا جائے گا کہ اسے گرفتار کر کے طوق و زنجیر پہنادو پھر اسے جہنم میں جھونک دو تو وہ اس

الْجَحِيمَ صَلُّوْهُ اَبْتَدَرُوْهُ سِرَاعًا وَلَمْ يُنْظَرُوْهُ وَمَنْ اَوْهَمْنَا ذِكْرَهُ وَلَمْ نَعْلَمْ مَكَانَهُ مِنْكَ وَبِآيٍ اَمْرٍ وَكَلَّتْهُ وَسُكَّانِ الْهَوَاِ وَالْاَرْضِ وَالْمَاءِ وَمَنْ مِنْهُمْ عَلَ الْخَلْقِ فَصَلِّ عَلَيْهِمْ يَوْمَ يَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ وَصَلِّ عَلَيْهِمْ صَلٰوةً تَزِيْدُهُمْ

كَرَامَةً عَلَىٰ كَرَامَتِهِمْ وَطَهَارَةً عَلَىٰ طَهَارَتِهِمْ۔
 اَللّٰهُمَّ وَاِذَا صَلَّيْتَ عَلٰی مَلَائِكَتِكَ وَرُسُلِكَ
 وَبَلَغْتَهُمْ صَلَوَاتِنَا عَلَيْهِمْ فَصَلِّ عَلَيْنَا بِمَا فَتَحْتَ
 لَنَا مِنْ حُسْنِ الْقَوْلِ فِيْهِمْ اِنَّكَ جَوَادٌ كَرِيْمٌ۔

کی طرف تیزی سے بڑھیں گے اور اُسے ذرا مہلت نہ دیں
 گے۔ اور ہر اُس فرشتے پر جس کا نام ہم نے نہیں لیا اور نہ
 ہمیں معلوم ہے کہ اُس کا تیرے ہاں کیا مرتبہ ہے اور یہ کہ
 تو نے کس کام پر اُسے معین کیا ہے اور ہوا، زمین اور پانی
 میں رہنے والے فرشتوں پر اور اُن پر جو مخلوقات پر معین
 ہیں ان سب پر رحمت نازل کر اس دن کہ جب ہر شخص اس
 طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہو گا اور ایک
 گواہی دینے والا اور ان سب پر ایسی رحمت نازل فرما جو ان
 کے لئے عزت بالائے عزت اور طہارت بالائے طہارت کا

باعث ہو۔ اے اللہ! جب تو اپنے فرشتوں اور رسولوں پر
رحمت نازل کرے اور ہمارے صلوٰۃ و سلام کو ان تک
پہنچائے تو ہم پر بھی اپنی رحمت نازل کرنا اس لئے کہ تو نے
ہمیں ان کے ذکر خیر کی توفیق بخشی۔ بے شک تو بخشنے
والا اور کریم ہے۔

اس دُعا میں امام علیہ السلام نے فرشتوں اور ملاء
اعلیٰ کے رہنے والوں اور درود و صلوٰۃ کے سلسلے میں ان کے
اوصاف و اقسام اور مدارج و طبقات کا ذکر فرمایا ہے اور یہ
حقیقت ہے کہ ملائکہ کے بارے میں وہی کچھ کہہ سکتا ہے
جس کی نگاہیں عالم ملکوت کی منزلوں سے آشنا ہوں۔ چنانچہ
اس سلسلہ میں سب سے پہلے جس نے تفصیل سے روشنی ڈالی
اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اس

کے لئے آپ کے خطبات شاہد ہیں جن میں ملائکہ کے صور و
 اشکال صفات و خصوصیات اور اللہ سے اُن کی والہانہ محبت و
 شیفنگی اور ان کی عبادت و وارفتگی کی مکمل تصویر کشی کی ہے۔
 جس کی نظیر نہ اگلوں کے کلام میں ملتی ہے نہ پچھلوں کے۔
 اسلام سے قبل اگرچہ کچھ افراد ایسے موجود تھے جو حقائق و
 معارف سے وابستگی رکھتے تھے۔ جیسے عبد اللہ بن سلام، اُمیہ
 ابن ابی الصلب، ورقہ ابن نوفل، قلس ابن ساعدہ، اکثم ابن
 صیفی وغیرہ۔ مگر اس سلسلہ میں وہ زبان و قلم کو حرکت نہ
 دے سکے۔ اور اگر کچھ کہتے بھی تو وہ طرزِ بیان اور کلام پر
 اقتدار انہیں کہاں نصیب تھا جو پروردہ آغوشِ نبوت امیر
 المومنین کو حاصل تھا۔ اور دوسرے ادباء و شعرائے عرب
 تھے تو ان کا موضوع کلام عموماً گھوڑا، نیل گائے، اُونٹ
 وغیرہ ہوتا تھا یا حرب و پیکار کے خونی ہنگاموں اور خود ستائی و

تفاخر کے تذکروں پر مشتمل ہوتا تھا یا اس میں باد و باران کے مناظرِ عشق و محبت کے واردات اور کھنڈروں اور ویرانوں کے نشانات کا ذکر ہوتا تھا اور مادیات سے بلند تر چیزوں تک ان کے ذہنوں کی رسائی ہی نہ تھی کہ ان کے متعلق وہ کچھ کہہ سکتے۔ اگرچہ وہ فرشتوں کے وجود کے قائل تھے مگر انہیں خدا کی چہیتی اور لاڈلی بیٹیاں تصور کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اُن کے غلط عقیدہ کا تذکرہ اس طرح ہے:

فاستفتحهم الربك البنات ولهم البنون۔ ام
خلقنا الملائكة اناثا وهم شاہدون۔

اے رسول ﷺ! ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے پروردگار کی بیٹیاں ہیں اور اُن کے بیٹے ہیں۔ کیا ہم نے فرشتوں کو طبقہ اناث سے پیدا کیا تو وہ دیکھ رہے تھے؟

امیر المومنین علیہ السلام کے بعد حضرت علی ابن الحسن علیہ السلام نے ملائکہ کے اصناف، ان کے درجات و مراتب کے تفاوت اور اُن کے فرائض و مظاہرہ عبودیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

مذاہبِ عالم میں فرشتوں کے متعلق مختلف نظریے پائے جاتے ہیں۔ کچھ تو انہیں نور کا مظہر قرار دیتے ہیں اور کچھ سعد ستاروں کو ملائکہ رحمت اور نحس ستاروں کو ملائکہ عذاب تصور کرتے ہیں۔ اور کچھ کا خیال ہے کہ وہ عقول مجردہ و نفوسِ فلکیہ ہیں اور کچھ کا مزعومہ یہ ہے کہ وہ طبائع و قویٰ ہیں یا دفع و جذب کی قوتیں ہیں۔ اور پھر جو انہیں کسی مستقل حیثیت سے مانتے ہیں ان میں بھی اختلافات ہیں کہ آیا وہ روحانی محض ہیں یا جسمانی محض یا جسم و روح سے مرکب ہیں۔ اور اگر جسمانی ہیں تو جسم لطیف رکھتے ہیں یا

جسم غیر لطیف۔ اور لطیف ہیں تو از قبیل نور ہیں یا از قبیل
 ہوا؛ یا ان میں سے بعض از قبیل نور ہیں اور بعض از قبیل
 ہوا۔ بہر حال ان کی حقیقت کچھ بھی ہو ہمیں یہ عقیدہ رکھنا
 لازم ہے کہ وہ اللہ کی ایک ذی عقل مخلوق ہیں جو گناہوں
 سے بری اور انبیاء و رسل کی جانب الہی احکام کے پہنچانے پر
 مامور ہیں۔ چنانچہ ان پر ایمان لانے کے سلسلہ میں قدرت
 کا ارشاد ہے:

أَمِنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ
 كُلٌّ أَمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَأَتْكَ۔

(ہمارے) پیغمبرؐ جو کچھ ان پر ان کے پروردگار کی طرف
 سے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور مومنین بھی
 سب کے سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر ایمان لائے۔
 حضرتؑ نے اس دعاء میں دس فرشتوں کو نام کے

ساتھ یاد کیا ہے جو یہ ہیں: جبرائیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ ملک
 الموت (عزرائیلؑ) روح (القدس) منکرؑ، نکیرؑ، رومانؑ،
 رضوانؑ، مالکؑ۔ ان میں پہلے چار فرشتے جن کے نام کا
 آخری جز ایل ہے جس کے معنی عبرانی یا سریانی زبان میں
 ”اللہ“ کے ہوتے ہیں، سب ملائکہ سے افضل و برتر ہیں۔ اور
 میکائیلؑ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کیل سے مشتق
 ہے جس کے معنی ناپنے کے ہوتے ہیں اور یہ چونکہ پانی کی
 پیمائش پر معین ہیں، اس لئے انہیں میکائیلؑ کہا جاتا ہے۔
 اس صورت میں اُن کے نام کا آخری جز ایل بمعنی ”اللہ“
 نہیں ہو گا۔ اور روح کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بعض
 روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک فرشتہ کا نام ہے جو
 تمام فرشتوں سے زیادہ قدر و منزلت کا مالک ہے اور بعض
 روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جبرائیلؑ ہی کا دوسرا نام روح

ہے۔ اور بعض روایات میں یہ ہے کہ روح ایک نوع ہے جس کا کثیر التعداد ملائکہ پر اطلاق ہوتا ہے اور منکر نکیر اور رومان قبر کے سوال و جواب سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ رومان، منکر و نکیر سے پہلے قبر میں آتا ہے اور ہر آدمی کو جانچتا ہے اور پھر منکر و نکیر کو اس کی اچھائی یا برائی سے آگاہ کرتا ہے اور رضوان جنت کے پاسبانوں کا اس ورئیس اور مالک جہنم کے دربانوں کا سرخیل ہے جن کی تعداد اُنیس ہے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے **وعلیہا تسعة عشر**۔ ”جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔“ ان کے علاوہ حسب ذیل اصناف ملائکہ کا تذکرہ فرمایا ہے:

(۱) **حاملان عرش**: یہ وہ فرشتے ہیں جو عرش

الہی کو اٹھاتے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان کے متعلق ارشادِ الہی

ہے: الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون
 بحمد ربہم۔ جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو
 اس کے گرد اگرد ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ
 تسبیح کرتے ہیں۔“

(۲) ملائکہ حجب: اس سے مراد وہ فرشتے ہیں
 جو عالم انوار و تجلیات سے تعلق رکھتے ہیں جس کے گرد
 سراق جلال و حجاب عظمت کے پہرے ہیں اور انسانی
 عمل و ادراک سے بالاتر ہیں۔“

(۳) ملائکہ سموات: اس سے مراد وہ فرشتے
 ہیں جو طبقات آسمانی میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا
 ارشاد ہے: وانا لمسناء السماء فوجدناھا ملئت
 حرسا شدیداً۔ ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو اسے قوی

نگہبانوں سے بھرا ہوا پایا۔“

(۴) ملائکہ روحانیین: اس سے مراد وہ

فرشتے ہیں جو آسمانِ ہفتم میں خطیرۃ القدس کے اندر مقیم ہیں اور شب قدر میں زمین پر اُترتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: **وتنزل الملائكة والروح فیہا باذن ربہم من کل امر۔** ”اس رات فرشتے اور روح (القدس) ہر بات کا حکم لے کر اپنے پروردگار کی اجازت سے اُترتے ہیں۔“

(۵) ملائکہ مقررین: یہ وہ فرشتے ہیں جنہیں

بارگاہِ الہی میں خاص تقرب حاصل ہے اور انہیں کروہیین سے بھی یاد کیا جاتا ہے جو کرب بمعنی قرب سے ماخوذ ہے۔ ان کے متعلق ارشادِ قدرت ہے: **لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملائكة**

المقربون۔ ”مسیح کو اس میں عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ اس کے مقرب فرشتوں کو۔“

(۶) ملائکہ رُسل: یہ وہ فرشتے ہیں جو

پیغامبری کا کام انجام دینے پر مامور ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے: الحمد لله فاطر السموات والارض جاعل الملائكة رسلا۔ ”سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو آسمان و زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو اپنا قاصد بنا کر بھیجنے والا ہے۔“

(۷) ملائکہ مدبرّات: یہ وہ فرشتے ہیں

جو عناصر بسیط و اجسام مرکبہ جیسے پانی، ہوا، برق، باد و باران، رعد اور جمادات و نباتات و حیوان پر مقرر ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فالمدبرات امراً۔ ”ان فرشتوں کی قسم جو

امورِ عالم کے انتظام میں لگے ہوئے ہیں۔“ پھر ارشاد ہے
 وَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا۔ ”جھڑک کر ڈانٹنے والوں کی قسم۔“
 ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو
 بادلوں پر مقرر ہیں۔

(۸) ملائکہ حفظہ: یہ وہ فرشتے ہیں جو افرادِ

انسانی کی حفاظت پر مامور ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:
 لَهُ مَعْقِبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَ
 مِّنْ أَمْرِ اللَّهِ۔ ”اس کے لئے اس کے آگے اور پیچھے
 حفاظت کرنے والے فرشتے مقرر ہیں جو خدا کے حکم سے
 اس کی حفاظت و نگرانی کرتے ہیں۔“

(۹) ملائکہ کا تبین: وہ فرشتے جو بندوں کے

اعمال ضبط تحریر میں لاتے ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے اذ

یتلقى المتلقیان عن الیمین وعن الشمال قعید وما یلفظ من قول
الالدیہ رقیب عتید۔ جب وہ کوئی کام کرتا ہے تو وہ لکھنے
والے جو اس کے دائیں بائیں ہیں لکھ لیتے ہیں اور وہ کوئی
بات نہیں کہتا مگر ایک نگران اُس کے پاس تیار رہتا ہے۔

(۱۰) ملائکہ موت: یہ وہ فرشتے جو موت کا

پیغام لاتے اور روح کو قبض کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی
ہے: والنازعات غرقا والناشطاط نشطا۔ ”ان
فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر انتہائی شدت سے کافروں کی روح
کھینچ لیتے ہیں اور اُن کی قسم جو بڑی آسانی سے مومنوں کی
روح قبض کرتے ہیں۔“

(۱۱) ملائکہ طائفین: وہ فرشتے جو عرش اور

عرش کے نیچے بیت المعمور کا طواف کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے: وترى الملكة حافين
حول العرش۔ ”تم عرش کے گردا گرد فرشتوں کو گھیرا
ڈالے ہوئے دیکھو گے۔“

(۱۲) ملائکہ حشر: وہ فرشتے جو میدانِ حشر
میں انسانوں کو لائیں گے اور ان کے اعمال و افعال کی
گواہی دیں گے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے: وجاءت كل
نفس معها سائق وشهيد۔ ”اور ہر شخص ہمارے
پاس آئے گا اور اُس کے ساتھ ایک فرشتہ ہنکانے والا اور
ایک اعمال کا شہادت دینے والا ہو گا۔“

(۱۳) ملائکہ جہنم: وہ فرشتے جو دوزخ کی
پاسبانی پر مقرر ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: علیہا ملئكة

غلاظُ شداد۔ ”جہنم پر وہ فرشتے مقرر ہیں جو تند خو اور تیز مزاج ہیں۔“

(۱۴) ملائکہ بہشت: وہ فرشتے جو جنت کے

دروازوں پر مقرر ہیں۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے: حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ وَهَا وَفَتْحَتْ اَبْوَابَهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ۔ ”یہاں تک کہ جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اس کے نگہبان اُن سے کہیں گے سلام علیکم تم خیر و خوبی سے رہے لہذا بہشت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ۔“

یہ وہ اصنافِ ملائکہ ہیں جن کا اس دُعاء میں تذکرہ

ہے اور ان کے علاوہ اور کتنے اقسام و اصناف ہیں تو اُن کا

احاطہ اللہ کے سوا کون کر سکتا ہے۔ وما یعلم جنود
ربک الا هو ”تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے
علاوہ کوئی نہیں جانتا۔“

الصَّلَوةُ عَلَىٰ مَصْدَقِ الرُّسُلِ انبیاء پر ایمان لانے والوں کے حق میں دُعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلَوةِ عَلَىٰ

اتِّبَاعِ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقِيهِمْ

انبیاء کے تابعین اور اُن پر ایمان لانے والوں کے حق میں

حضرت کی دعاء:

اَللّٰهُمَّ وَاتَّبَاعُ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقُوْهُمْ مِنْ اَهْلِ

الْاَرْضِ بِالْغَيْبِ عِنْدَ مُعَارَضَةِ الْمُعَانِدِيْنَ لَهُمْ

اے اللہ! تو اہل زمین میں سے رسولوں کی پیروی کرنے

والوں اور اُن مومنین کو اپنی مغفرت اور خوشنودی کے ساتھ

یاد فرما جو غیب کی رو سے اُن پر ایمان لائے۔ اس وقت کہ

بِالتَّكْذِيبِ وَالْاِشْتِيَاقِ اِلَى الْمُرْسَلِيْنَ بِحَقَائِقِ

الْاِيْمَانِ فِي كُلِّ دَهْرٍ وَزَمَانٍ اَرْسَلْتَ فِيْهِ رَسُوْلًا وَ

اَقَمْتَ لِاَهْلِهِ دَلِيْلًا مِّنْ لَّدُنْ اَدَمَ اِلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَيْمَّةِ الْهُدَى وَقَادَةِ أَهْلِ
 التَّقَى عَلَى جَمِيعِهِمُ السَّلَامُ فَادْكُرْهُمْ مِنْكَ
 بِمَغْفِرَةٍ وَرِضْوَانٍ اَللّٰهُمَّ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَاصَّةً الَّذِينَ أَحْسَنُوا
 الصَّحَابَةَ وَالَّذِينَ أَبْلَوْا الْبَلَاءَ الْحَسَنَ فِي نَصْرِهِ
 وَكَانُفُوهُ وَأَسْرَعُوا إِلَى وَفَادَتِهِ وَسَابَقُوا إِلَى دَعْوَتِهِ
 وَاسْتَجَابُوا لَهُ حَيْثُ أَسْمَعَهُمْ حُجَّةَ رِسَالَتِهِ
 وَفَارَقُوا الْأَرْوَاحَ وَالْأَوْلَادَ فِي إِظْهَارِ كَلِمَتِهِ
 وَقَاتَلُوا الْأَبَاءَ وَالْأَبْنَاءَ فِي تَثْبِيتِ نُبُوَّتِهِ
 وَانْتَصَرُوا بِهِ وَمَنْ كَانُوا مُنْطَوِينَ عَلَى مَحَبَّتِهِ
 يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ فِي مَوَدَّتِهِ وَالَّذِينَ هَجَرْتَهُمْ
 الْعَشَائِرُ إِذْ تَعَلَّقُوا بِعُرْوَتِهِ وَانْتَفَتْ مِنْهُمْ
 الْقَرَابَاتُ إِذْ سَكَنُوا فِي ظِلِّ قَرَابَتِهِ فَلَا تَنْسَ
 لَهُمُ اَللّٰهُمَّ مَا تَرَكُوا لَكَ وَفِيكَ وَأَرْضِهِمْ مِنْ

رِضْوَانِكَ وَبِمَا حَاشُو الْخَلْقَ عَلَيْكَ وَكَانُوا مَعَ
رَسُولِكَ دُعَاةً لَكَ إِلَيْكَ

جب دشمن اُن کے جھٹلانے کے درپے تھے اور اس وقت
کہ جب وہ ایمان کی حقیقتوں کی روشنی میں ان کے (ظہور
کے) مشتاق تھے۔ ہر اُس دور اور ہر اس زمانہ میں جس میں
تو نے کوئی رسول بھیجا اور اس وقت کے لوگوں کے لئے
کوئی رہنما مقرر کیا۔ حضرت آدمؑ کے وقت سے لے کر
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد تک جو ہدایت
کے پیشوا اور صاحبانِ تقویٰ کے سربراہ تھے (ان سب پر
سلام ہو) بارِ الہا! خصوصیت سے اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم میں سے وہ افراد جنہوں نے پوری طرح پیغمبرؐ کا ساتھ
دیا اور اُن کی نصرت میں پوری شجاعت کا مظاہرہ کیا اور اُن
کی مدد پر کمر بستہ رہے اور اُن پر ایمان لانے میں جلدی اور

اُن کی دعوت کی طرف سبقت کی۔ جب پیغمبرؐ نے اپنی رسالت کی دلیلیں ان کے گوش گزار کیں تو اُنہوں نے لبیک کہی اور اُن کا بول بالا کرنے کے لئے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا اور امرِ نبوت کے استحکام کے لئے باپ اور بیٹوں تک سے جنگیں کیں اور نبی اکرمؐ کے وجود کی برکت سے کامیابی حاصل کی۔ اس حالت میں کہ اُن کی محبت دل کے ہر رگ و ریشہ میں لئے ہوئے تھے اور ان کی محبت و دوستی میں ایسی نفع بخش تجارت کے متوقع تھے جس میں کبھی نقصان نہ ہو۔ اور جب اُن کے دین کے بندھن سے وابستہ ہوئے تو اُن کے قوم قبیلے نے اُنہیں چھوڑ دیا اور جب اُن کے سایہ قرب میں منزل کی تو اپنے بیگانے ہو گئے۔ تو اے میرے معبود! انہوں نے تیری خاطر اور تیری راہ میں جو سب کو چھوڑ دیا تو (جزا کے موقع پر) انہیں فراموش نہ کیجیو اور ان

کی اس فداکاری اور خلق خدا کو تیرے دین پر جمع کرنے اور
رسولؐ

وَأَشْكُرُهُمْ عَلَىٰ هَجْرِهِمْ فِيكَ دِيَارَ قَوْمِهِمْ
وَخُرُوجِهِمْ مِنْ سَعَةِ الْمَعَاشِ إِلَىٰ ضَيْقِهِ وَمَنْ
كَثُرَتْ فِي إِعْزَازِ دِينِكَ مِنْ مَظْلُومِهِمْ أَللَّهُمَّ وَ
أَوْصِلْ إِلَى التَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
خَيْرَ جَزَائِكَ الَّذِينَ قَصَدُوا سَمْتَهُمْ وَتَحَرَّوْا
وِجْهَتَهُمْ وَمَضَوْا عَلَىٰ شَاكِلَتِهِمْ لَمْ يَشْنِهِمْ رَبُّ
فِي بَصِيرَتِهِمْ وَلَمْ يَخْتَلِجْهُمْ شَكٌّ فِي قَفْوِ أَثَارِهِمْ
وَالْإِتِّمَامِ بِهَدَايَةِ مَنَارِهِمْ مُكَانِفَيْنِ وَمَوَازِيرَيْنِ
لَهُمْ يَدِينُونَ بِدِينِهِمْ وَيَهْتَدُونَ بِهَدْيِهِمْ
يَتَفَقُّونَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَتَّبِعُونَهُمْ قِيَمًا أَدَّوْا إِلَيْهِمْ

اَللّٰهُمَّ وَصِّلْ عَلَے السَّابِعِيْنَ مِنْ یَّوْمِنَا هَذَا اِلٰی یَّوْمِ
الدِّیْنِ وَ عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ وَ عَلٰی ذُرِّیَّاتِهِمْ وَ عَلٰی مَنْ
اَطَاعَكَ مِنْهُمْ صَلَوةً تَعْصِبُهُمْ بِهَا مِنْ مَعْصِیَّتِكَ
وَتَفْسَحُ لَهُمْ فِی رِیَاضِ جَنَّتِكَ وَ تَمْنَعُهُمْ بِهَا مِنْ
كَيْدِ الشَّیْطَانِ وَ تُعِیْنُهُمْ بِهَا عَلٰی مَا اسْتَعَاوُوكَ
عَلَيْهِ مِنْ بَرٍّ وَ تَقِیْهِمْ طَوَارِقَ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ اِلَّا
طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ وَ تَبْعَتْهُمْ بِهَا عَلٰی اِعْتِقَادِ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ داعی حق بن کر کھڑے
ہونے کے صلہ میں انہیں اپنی خوشنودی سے سرفراز و شاد
کام فرما اور انہیں اس امر پر بھی جزا دے کہ انہوں نے
تیری خاطر اپنی قوم قبیلے کے شہروں سے ہجرت کی اور
وسعتِ معاش سے تنگیِ معاش میں جا پڑے اور یونہی ان
مظلوموں کی خوشنودی کا سامان کر کہ جن کی تعداد کو تو نے

اپنے دین کو غلبہ دینے کے لئے بڑھایا بارِ الہا جنہوں نے
 اصحابِ رسولؐ کی احسن طریق سے پیروی کی انہیں بہترین
 جزائے خیر دے جو ہمیشہ یہ دعا کرتے رہے کہ ”اے
 ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بخش
 دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے۔“ اور جن
 کا مٹھ نظر اصحاب کا طریق رہا اور انہی کا طور طریقہ اختیار کیا
 اور انہی کی روش پر گامزن ہوئے۔ ان کی بصیرت میں کبھی
 شبہ کا گزر نہیں ہوا اور انہیں (راہِ حق سے) منحرف کرنا اور
 ان کے نقشِ قدم پر گام فرسائی اور ان کے روشن طرزِ عمل
 کی اقتداء میں انہیں شک و تردد نے پریشان نہیں کیا وہ
 اصحابِ نبیؐ کے معاون و دستگیر اور دین میں اُن کے پیروکار
 اور سیرت و اخلاق میں ان سے درس آموز رہے اور ہمیشہ اُن
 کے ہممنوار رہے اور اُن کے پہنچائے ہوئے احکام میں اُن پر

کوئی الزام نہ دھرا۔ بارِ الہا! ان تابعین اور ان کے ازواج اور
 آل و اولاد اور اُن میں سے جو تیرے فرمانبردار و مطیع ہیں
 اُن پر آج سے لے کر روزِ قیامت تک درود و رحمت بھیج۔
 ایسی رحمت جس کے ذریعے تو انہیں معصیت سے
 بچائے؛ جنت کے گلزاروں میں فراخی و وسعت دے۔
 شیطان کے مکر سے محفوظ رکھے اور جس کارِ خیر میں تجھ سے
 مدد چاہیں ان کی مدد کرے اور شب و روز کے

حُسْنِ الرَّجَاءِ لَكَ وَالطَّبَعِ قِيَمًا عِنْدَكَ وَتَرَكِ
 التُّهْمَةِ فِيمَا تَحْوِيهِ أَيْدِي الْعِبَادِ لِتَرْدَّهُمْ إِلَى
 الرَّغْبَةِ إِلَيْكَ وَالرَّهْبَةِ مِنْكَ وَتُزَهِّدَهُمْ فِي سَعَةِ
 الْعَاجِلِ وَتُحِبِّبَ إِلَيْهِمُ الْعَمَلَ لِلْأَجْلِ
 وَالْإِسْتِعْدَادَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَتُهَيِّوْنَ عَلَيْهِمْ كُلَّ
 كَرْبٍ يَحِلُّ بِهِمْ يَوْمَ خُرُوجِ الْأَنْفُسِ مِنْ أَبْدَانِهَا

وَتُعَافِيهِمْ مِمَّا تَقَعُ بِهِ الْفِتْنَةُ مِنْ مَحْذُورَاتِهَا
وَكِبَّةِ النَّارِ وَطُولِ الْخُلُودِ فِيهَا وَتُصَيِّرُ هُمْ إِلَى
أَمْنٍ مِنْ مَقِيلِ الْمُتَّقِينَ۔

حوادث سے سوائے کسی نویدِ خیر کے ان کی نگہداشت کرے
اور اس بات پر انہیں آمادہ کرے کہ وہ تجھ سے حسنِ امید کا
عقیدہ وابستہ رکھیں اور تیرے ہاں کی نعمتوں کی خواہش
کریں اور بندوں کے ہاتھوں میں فراخیِ نعمت کو دیکھ کر تجھ
پر (بے انصافی) کا الزام نہ دھریں تاکہ تو ان کا رخ اپنے
امید و بیم کی طرف پھیر دے اور دُنیا کی وسعت و فراخی سے
انہیں بے تعلق کر دے اور عملِ آخرت اور موت کے بعد
کی منزل کا ساز و برگ مہیا کرنا اُن کی نگاہوں میں خوش آئند
بنادے۔ اور روحوں کے جسموں سے جدا ہونے کے دن ہر
کرب و اندوہ جو اُن پر وارد ہو آسان کر دے اور فتنہ و

آزمائش سے پیدا ہونے والے خطرات اور جہنم کی شدت اور اس میں ہمیشہ پڑے رہنے سے نجات دے اور انہیں جائے امن کی طرف جو پرہیزگاروں کی آزمائش گاہ ہے منتقل کر دے۔

حضرت نے اس دُعاء میں صحابہ و تابعین بالاحسان اور سابقین بالایمان کے لئے کلمات ترحم ارشاد فرمائے ہیں اور حسب ارشادِ الہی کہ اہل ایمان گزرے ہوئے عہد کے مومنین کے لئے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔ ”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے اُن بھائیوں کو بخش دے جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے۔“ ان کے لئے دُعاء عفو و مغفرت فرماتے ہیں۔ امام علیہ

السلام کے طرزِ عمل اور اس آیتِ قرآنی سے ہمیں یہ درس حاصل ہوتا ہے کہ جو مومنین رحمتِ الہی کے جوار میں پہنچ چکے ہیں اُن کے لئے ہماری زبان سے کلماتِ ترحم نکلیں اور ان کی سبقتِ ایمانی کے پیشِ نظر ان کے لئے دعائے مغفرت کریں اور یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ایمان میں سبقت حاصل کرنا بھی فضیلت کا ایک بڑا درجہ ہے تو اس لحاظ سے سبقت لے جانے والوں میں سب سے زیادہ فضیلت کا حامل وہ ہو گا جو ان سب سے سابق ہو اور یہ امر مسلمہ امر ہے کہ سب سے پہلے ایمان میں سبقت کرنے والے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ چنانچہ ابن عبد البر مکی نے تحریر کیا ہے:

اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم عَلٰی ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ (استیعاب ج ۲،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وہ علی ابن ابی طالب تھے۔“

اسی بنا پر عبد اللہ ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ:
 فرض اللہ تعالیٰ الاستغفار لعلی فی القرآن علی
 کل مسلم بقولہ تعالیٰ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلَا خَوَانَنَا
 الذین سبقونا بِالْإِیمَانِ فکل من اسلم بعد علی
 فهو یستغفر لعلی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳۔ ص ۲۵۶)

خداوندِ عالم نے اپنے ارشاد: ”اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سابق تھے بخش دے۔ کی رُو سے ہر مسلمان پر اپنے کلام میں یہ فریضہ عائد کر دیا ہے کہ وہ علی ابن ابی طالب کے لئے دُعائے

مغفرت و رحمت کرتا رہے۔ لہذا ہر وہ شخص جو علی ابن ابی طالب کے بعد ایمان لائے وہ آپ کے حق میں دُعائے مغفرت کرے۔“

بہر حال جن صحابہ اور سابقین بالایمان کا اس دُعائے تندرہ ہے یہ وہ اصحاب تھے جنہوں نے ہر مرحلہ پر فداکاری کے جوہر دکھائے، باطل کی طاغوتی قوتوں کے سامنے سینہ سپر رہے؛ رسول اللہ کے اُسوۂ حسنہ کے سانچے میں اپنی زندگیوں کو ڈھال کے دوسروں کے لئے منار ہدایت قائم کر گئے اور جادۂ حق کی نشاندہی اور اسلام کی صحیح تعلیمات کی طرف رہنمائی کرتے رہے؛ دین کی خاطر ہر قربانی پر آمادہ نظر آئے۔ قوم قبیلے کو چھوڑا؛ بیوی بچوں سے منہ موڑا؛ گھر سے بے گھر ہوئے، جنگ کی شعلہ فشانوں میں تلوار کے وار سہے اور صبر و استقلال کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں جم کر لڑے

جس سے اسلام ان کا رہیں منت اور اہل اسلام ان کے زیر احسان ہیں۔ کیا سلمان، ابوذر، مقداد، عمار ابن یاسر، خباب ابن ارت، بلال ابن رباح، قیس ابن سعد، جاریہ ابن قدامہ، حجر ابن عدی، حذیفہ ابن الیمان، حنظلہ ابن نعمان، خزیمہ ابن ثابت، احنف ابن قیس، عمرو ابن الحمق، عثمان بن حنیف ایسے جلیل القدر صحابہ کو اہل اسلام فراموش کر سکتے ہیں جن کی جانفروشانہ خدمات کے تذکروں سے تاریخ کا دامن چھلک رہا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ دعا عہد نبوی کے تمام مسلمانوں کو شامل نہیں ہے کیونکہ اُن میں ایسے بھی تھے جو بنص قرآنی فاسق تھے جیسے ولید ابن عقبہ؛ ایسے بھی تھے جنہیں پیغمبرؐ نے فتنہ پروری و شرا انگیزی کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا۔ جیسے حکم ابن عاص اور اس کا بیٹا مروان۔ ایسے بھی تھے

جنہوں نے محض حصولِ اقتدار و طلبِ جاہ کے لئے اہل بیتؑ رسولؐ سے جنگیں کیں جیسے معاویہ، عمرو ابن عاص، بسر ابن ابی ارطاة، حلیب اب مسلمہ، عمر ابن سعد وغیرہ۔ ایسے بھی تھے جو پیغمبرؐ کو مسجد میں تنہا چھوڑ کر الگ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا۔

یہ وہ ہیں کہ جب کوئی تجارت یا بے ہودگی کی بات دیکھتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور تم کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔“

اور ایسے بھی تھے جن کے دماغوں میں جاہلیت کی بولسی ہوئی تھی اور پیغمبرؐ اکرم کی رحلت کے بعد اپنی سابقہ سیرت کی طرف پلٹ گئے۔ چنانچہ محمد ابن اسمعیل بخاری یہ حدیث

تحریر کرتے ہیں:-

قال يرد على يوم القيامة رهط من اصحابي
فيحلاؤن عن الحوض

فرمایا کہ قیامت کے دن میرے اصحاب کی ایک جماعت
میرے پاس آئے گی جسے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔
میں

فاقول يا رب اصحابي فيقول لا علم لك بما
احدثوا بعدك انهم ارتدوا على اعقابهم
القهقري۔

(صحیح بخاری باب الحوض)

اس موقع پر کہوں گا کہ اے میرے پروردگار! یہ تو میرے
اصحاب ہیں۔ ارشاد ہو گا کہ تمہیں خبر نہیں ہے کہ انہوں نے
تمہارے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔ یہ تو اُلٹے

پاؤں اپنے سابقہ مذہب کی طرف پلٹ گئے تھے۔
 ان حالات میں ان سب کے متعلق یکساں حسن عقیدت رکھنا
 اور ان سب کو ایک ساعادل قرار دے لینا ایک تقلیدی
 عقیدت کا نتیجہ تو ہو سکتا ہے مگر واقعات و حقائق کی روشنی
 میں پرکھنے کے بعد اس عقیدہ پر برقرار رہنا بہت مشکل
 ہے۔ آخر ایک ہوشمند انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ پیغمبرؐ
 کے رحلت فرماتے ہی یہ ایک دم انقلاب کیسے رونما ہو گیا
 کہ اُن کی زندگی میں تو اُن کے مراتب و درجات میں امتیاز
 ہو اور اب سب کے سب ایک سطح پر آکر عادل قرار پائیں
 اور انہیں ہر طرح کے نقد و جرح سے بالاتر سمجھتے ہوئے
 اپنی عقیدت کا مرکز بنا لیا جائے؛ آخر کیوں؟ بے شک بیعت
 رضوان کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق اپنی
 خوشنودی کا اظہار کیا چنانچہ ارشادِ الہی ہے: لقد رضی اللہ

عن المومنین اذیباً یعونک تحت الشجرة۔ ”جس وقت ایمان لانے والے تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو خدا ان کی اس بات سے ضرور خوش ہوا۔“ تو اس ایک بات سے خوشنود ہونے کے معنی یہ نہیں ہوں گے کہ بس اب ان کا ہر عمل اور ہر اقدام رضامندی ہی کا ترجمان ہو گا اور اب وہ جو چاہیں کریں یہ خوشنودی اُن کی شریکِ حال ہی رہے گی۔ اور پھر یہ کہ خداوندِ عالم نے اس آیت میں اپنی رضامندی کو صرف بیعت سے وابستہ نہیں کیا بلکہ بیعت اور ایمان دونوں کے مجموعے سے وابستہ کیا ہے۔ لہذا یہ رضامندی صرف اُن سے متعلق ہوگی جو دل سے ایمان لائے ہوں اور اگر کوئی منافقت کے ساتھ اظہارِ اسلام کر کے بیعت کرے تو اس سے رضامندی کا تعلق ثابت نہیں ہو گا۔ اور پھر جہاں یہ رضامندی ثابت ہو وہاں یہ کہاں

ضروری ہے کہ وہ باقی و برقرار بھی رہے گی۔ کیونکہ یہ
 خوشنودی تو اس معاہدہ پر مبنی تھی کہ وہ دشمن کے مقابلہ
 میں پیغمبر اکرم کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور جہاد کے موقع
 پر جم کر حریف کا مقابلہ کریں گے۔ تو اگر وہ اس معاہدہ کے
 تقاضوں کو نظر انداز کر کے میدان سے منہ موڑ لیں اور
 بیعت کے ماتحت کئے ہوئے قول و قرار کو پورا نہ کریں تو
 یہ خوشنودی کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ اور واقعات یہ بتاتے ہیں
 کہ ان میں سے ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے اس معاہدہ کو
 درخور اعتنا نہیں سمجھا اور حمایتِ پیغمبر کے فریضہ کو نظر
 انداز کر دیا۔ چنانچہ جنگ حنین اس کی شاہد ہے کہ جو اسلام کی
 آخری جنگ تھی۔ اگرچہ اس کے بعد غزوہ طائف و غزوہ
 تبوک پیش آیا۔ مگر ان غزووں میں جنگ کی نوبت نہیں
 آئی۔ اس آخری معرکہ میں مسلمانوں کی تعداد چار ہزار سے

زیادہ تھی جو دشمن کی فوج سے کہیں زیادہ تھی۔ مگر اتنی بڑی فوج میں سے صرف سات آدمی نکلے جو میدان میں جمے رہے اور باقی دشمن کے مقابلہ میں میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: **وَصَاقَتِ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلِیْتُم مَدَبَرِیْنَ۔** زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھرا کر چل دیے۔ یہ کوئی اور نہ تھے بلکہ وہی لوگ تھے جو بیعت رضوان میں شریک تھے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے اس معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے عباسؓ سے فرمایا:

اصْرُخْ بِالْمُهَاجِرِیْنَ الذِّیْنَ بَايَعُوا تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَبِالْاَنْصَارِ الذِّیْنَ اَوَّوْا وَنَصَرُوا (خصائص سیوطی ج ۱۔ ص ۲۷۰)

ان درخت کے نیچے بیعت کرنے والے مہاجرین کو پکارو اور

ان پناہ دینے والے اور مدد کرنے والے انصار کو لکارو۔“
 کیا اس موقع پر یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اللہ کی
 خوشنودی ان کے شامل حال رہی ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ
 وہ خوشنودی تو صرف معاہدہ سے وابستہ تھی اور جب اس
 معاہدہ کی پابندی نہ کی جاسکی تو خوشنودی کے کیا معنی۔ اور
 بیعت رضوان میں شامل ہونے والے بھی یہ سمجھتے تھے کہ
 اللہ کی خوشنودی بشرط استواری ہی باقی رہ سکتی تھی۔ چنانچہ
 محمد ابن اسماعیل بخاری تحریر کرتے ہیں:-

عن هلال ابن المسيب عن ابيه قال لقيت
 البراء ابن عازب فقلت طوبى لك صحبت
 النبي ﷺ و بايعته تحت الشجرة فقال يا ابن اخي
 انك لا تدري ما احدثنا بعده۔

(صحیح بخاری ج ۳۔ ص ۳۰)

بلال ابن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے براء ابن عازب سے ملاقات کی اور اُن سے کہا کہ خوشا نصیب تمہارے کہ تم نبیؐ کی صحبت میں رہے اور درخت کے نیچے اُن کے ہاتھ پر بیعت کی۔ فرمایا کہ اے برادر زادے! تم نہیں جانتے کہ ہم نے ان کے بعد کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔“

لہذا نہ محض صحابیت کوئی دلیلِ عدالت ہے اور نہ بیعتِ رضوان سے اُن کی عدالت پر دلیل لائی جاسکتی ہے۔

دُعاؤہ لِنَفْسِہٖ وَخَاصَّةً اِیْنِہٖ اَوْرِ اِیْنِہٖ خَاصِّ دُوسْتُوں کَے لَیْہٖ دُعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِنَفْسِهِ
وَاهْلٍ وَآلِيَتِهِ

اِیْنِہٖ لَیْہٖ اَوْرِ اِیْنِہٖ دُوسْتُوں کَے لَیْہٖ حُضْرَتِ کِی دُعا:
يَا مَنْ لَا تَنْقُضِي عَجَائِبَ عَظَمَتِهِ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ وَاحْجُبْنَا عَنِ الْإِلْحَادِ فِي عَظَمَتِكَ وَيَا مَنْ
لَا تَنْتَهِي مُدَّةَ مُلْكِهِ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
وَأَعِثْ رِقَابَنَا مِنْ نِقْمَتِكَ وَيَا مَنْ لَا تَفْغِي خَزَائِنَ
رَحْمَتِهِ صَلَّى عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ لَنَا نَصِيبًا فِي
رَحْمَتِكَ وَيَا مَنْ تَنْقُطُ دُونَ رُؤْيِيَتِهِ

اے وہ جس کی بزرگی و عظمت کے عجائب ختم ہونے والے
نہیں؛ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنی
عظمت کے پردوں میں چھپا کر کج اندیشیوں سے بچالے۔

اے وہ جس کی شاہی و فرمانروائی کی مدت ختم ہونے والی نہیں تو رحمت نازل کر محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہماری گردنوں کو اپنے غضب و عذاب (کے بندھنوں) سے آزاد رکھ۔ اے وہ جس کی رحمت کے خزانے ختم ہونے والے نہیں؛ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اپنی رحمت میں ہمارا بھی حصہ قرار دے۔ اے وہ جس کے مشاہدہ سے آنکھیں قاصر ہیں؛ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی

الْأَبْصَارُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلِّمْ وَأَذِنَا إِلَى قُرْبِكَ وَيَا مَنْ تَصْغُرُ عِنْدَ خَطَرَةِ الْأَخْطَارِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَكَرِّمْنَا عَلَيْكَ وَيَا مَنْ تَظْهَرُ عِنْدَهُ بَوَاطِنُ الْأَخْبَارِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تَفْضَحْنَا لَدَيْكَ اللَّهُمَّ اغْنِنَا عَنْ هِبَةِ الْوَهَّابِينَ بِهَبَّتِكَ وَاكْفِنَا وَاشَةَ الْقَاطِعِينَ بِصَلَّتِكَ حَتَّى لَا نَرْغَبَ

اِلَىٰ اَحَدٍ مَّعَٰ بَذْلِكَ وَلَا نَسْتَوْحِشُ مِنْ اَحَدٍ مَّعَٰ
 فَضْلِكَ اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَكَدَلْنَا وَلَا
 تَكِدْ عَلَيْنَا وَمَكُرْلَنَا وَلَا تَمْكُرْ بِنَا وَاَدِلْ لَنَا وَلَا
 تُدِلْ مِنَّا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَوَقِنَا مِنْكَ
 وَاحْفَظْنَا بِكَ وَاِهْدِنَا اِلَيْكَ وَلَا تُبَاعِدْنَا عَنْكَ اِنَّ
 مَنْ تَقِهٖ يَسْلَمْ وَمَنْ تَهْدِهٖ يَعْلَمْ وَمَنْ تُقَرِّبْهُ اِلَيْكَ
 يَغْنَمْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاكْفِنَا حَدَّ
 نَوَائِبِ الزَّمَانِ وَشَرَّ مَصَائِدِ الشَّيْطَانِ وَمَرَارَةَ
 صَوْلَةِ السُّلْطَانِ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا يَكْتَفِي الْمُكْتَفُونَ
 بِفَضْلِ قُوَّتِكَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاكْفِنَا وَاِنَّمَا
 يُعْطَى الْمُعْطُونَ مِنْ

آل پر اور اپنی بارگاہ سے ہم کو قریب کر لے۔ اے وہ جس کی
 عظمت کے سامنے تمام عظمتیں پست و حقیر ہیں، رحمت

نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں اپنے ہاں عزت عطا
 کر۔ اے وہ جس کے سامنے راز ہائے سر بستہ ظاہر ہیں رحمت
 نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں اپنے سامنے رسوا نہ
 کر۔ بارِ الہا! ہمیں اپنی بخشش و عطا کی بدولت بخشش کرنے
 والوں کی بخشش سے بے نیاز کر دے اور اپنی پیوستگی کے
 ذریعے قطع تعلق کرنے والوں کی بے تعلقی و ڈوری کی تلافی
 کر دے تاکہ تیری بخشش و عطا کے ہوتے ہوئے دوسرے
 سے سوال نہ کریں اور تیرے فضل و احسان کے ہوتے
 ہوئے کسی سے ہراساں نہ ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی
 آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے نفع کی تدبیر کر اور
 ہمارے نقصان کی تدبیر نہ کر اور ہم سے مکر کرنے والے
 دشمنوں کو اپنے مکر کا نشانہ بنا اور ہمیں اس کی زد پر نہ رکھ۔
 اور ہمیں دشمنوں پر غلبہ دے دشمنوں کو ہم پر غلبہ نہ دے۔

بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنی
 ناراضی سے محفوظ رکھ اور اپنے فضل و کرم سے ہماری
 نگہداشت فرما اور اپنی جانب ہمیں ہدایت کر اور اپنی رحمت
 سے دور نہ کر کہ جسے تو اپنی ناراضی سے بچائے گا وہی بچے گا
 اور جسے تو ہدایت کرے گا وہی (حقائق پر) مطلع ہو گا اور
 جسے تو (اپنی رحمت سے) قریب کرے گا وہی فائدہ میں
 رہے گا۔ اے معبود! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
 فرما اور ہمیں زمانہ کے حوادث کی سختی اور شیطان کے
 ہتھکنڈوں کی فتنہ انگیزی اور سلطان کے قہر و غلبہ کی تلحمّامی
 سے اپنی پناہ میں رکھ۔ بارِ الہا! بے نیاز ہونے والے تیرے
 ہی کمالِ قوت و اقتدار کے سہارے بے نیاز ہوتے ہیں۔
 رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں بے نیاز
 کر دے اور عطا کرنے والے تیری ہی

فَضْلِ جِدَّتِكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَعْطِنَا وَإِنَّمَا
 يَهْتَدِي الْمُهْتَدُونَ بِنُورِ وَجْهِكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ
 آلِهِ وَاهْدِنَا اللَّهُمَّ إِنَّكَ مَنْ وَالَيْتَ لَمْ يَضُرَّهُ
 خِذْلَانُ الْخَاذِلِينَ وَمَنْ أَعْطَيْتَ لَمْ يَنْقُصْهُ مَنَعُ
 الْمَانِعِينَ وَمَنْ هَدَيْتَ لَمْ يُغْوِهِ اضْلالُ الْبُضِلِّينَ
 فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَامْنَعْنَا بِعِزِّكَ مِنْ عِبَادِكَ
 وَأَغْنِنَا عَنْ غَيْرِكَ يَا فَادِكَ وَاسْلُكْ بِنَا سَبِيلَ
 الْحَقِّ يَا شَادِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ
 سَلَامَةَ قُلُوبِنَا فِي ذِكْرِ عَظَمَتِكَ وَفِرَاحَ أَبْدَانِنَا فِي
 شُكْرِ نِعْمَتِكَ وَانْطِلَاقِ السِّنِّتِنَا فِي وَصْفِ مِنَّتِكَ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَجْعَلْنَا مِنْ دُعَايِكَ
 الدَّاعِينَ إِلَيْكَ وَهُدَايَتِكَ الدَّالِّينَ عَلَيْكَ وَمِنْ
 خَاصَّتِكَ الْخَاصِّينَ لَدَيْكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

عطاء و بخشش کے حصہ وافر میں سے عطا کرتے ہیں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں بھی (اپنے خزانہ رحمت سے) عطا فرما۔ اور ہدایت پانے والے تیری ہی ذات کی درخشاں گیوں سے ہدایت پاتے ہیں۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں ہدایت فرما۔ بارِ الہا! جس کی تو نے مدد کی اُسے مدد نہ کرنے والوں کا مدد سے محروم رکھنا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور جسے تو عطا کرے اس کے ہاں روکنے والوں کے روکنے سے کچھ کمی نہیں ہو جاتی اور جس کی تو خصوصی ہدایت کرے اُسے گمراہ کرنے والوں کا گمراہ کرنا بے راہ نہیں کر سکتا۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اپنے غلبہ و قوت کے ذریعہ بندوں (کے شر سے) ہمیں بچائے رکھ اور اپنی عطا و بخشش کے ذریعہ دوسروں سے بے نیاز کر دے اور اپنی رہنمائی سے ہمیں راہِ حق پر چلا۔

اے معبود! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمارے دلوں کی سلامتی اپنی عظمت کی یاد میں قرار دے اور ہماری جسمانی فراغت (کے لمحوں) کو اپنی نعمت کے شکریہ میں صرف کر دے اور ہماری زبانوں کی گویائی کو اپنے احسان کی توصیف کے لئے وقف کر دے اے اللہ! تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو تیری طرف دعوت دینے والے اور تیری طرف کا راستہ بتانے والے ہیں اور اپنے خاص الخاص مقربین میں سے قرار دے اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔

یہ دعا جس کی ابتدا عظمتِ الہی کے تذکرے سے ہے بندوں کو اللہ کی عظمت و رفعت کے آگے جھکنے اور صرف اسی سے سوال کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ اگر انسان

ہر دروازے سے اپنی حاجتیں وابستہ کرے گا تو یہ چیز عزتِ نفس اور خودداری کے منافی ہونے کے علاوہ ذہنی انتشار کا باعث بن کر اسے ہمیشہ پریشانیوں اور الجھنوں میں مبتلا رکھے گی اور جو شخص قدم قدم پر دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا ہے اور ہر وقت یہ آس لگائے رہتا ہے کہ یہ مقصد فلاں سے پورا ہو گا اور یہ کام فلاں شخص کے ذریعہ انجام پائے گا تو کبھی کسی کی چوکھٹ پر جھکے گا اور کبھی کسی کے آستانہ پر سرِ نیاز خم کرے گا کبھی کسی سے توقع رکھے گا اور کبھی کسی سے اُمید باندھے گا۔ کہیں مایوسی کا سامنا ہو گا کہیں ذلت کا اور نتیجہ میں ذہن منتشر اور خیالات پر اگندہ ہو جائیں گے۔ نہ سکونِ قلب نصیب ہو گا نہ ذہنی یکسوئی حاصل ہو گی اور اگر اس کی تمام امیدوں آرزوؤں اور حاجتوں کا ایک ہی محور ہو تو وہ اپنے کو انتشارِ ذہنی سے بچالے جاسکتا ہے۔ اسے یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر

کوئی شخص چھوٹی چھوٹی رقموں کا بہت سے آدمیوں کا مقروض ہو اور صبح سے شام تک اسے مختلف قرضخواہوں سے پیٹنا پڑتا ہو تو وہ یہ چاہے گا کہ متعدد آدمیوں کا مقروض ہونے کے بجائے ایک ہی آدمی کا مقروض ہو۔ اگرچہ اس سے قرضہ کی مقدار میں کمی واقع نہیں ہوگی مگر متعدد قرضخواہوں کے تقاضوں سے تو بچ جائے گا۔ اب تقاضا ہوگا تو ایک کا اور زیرباری ہوگی تو ایک کی۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ وہ قرضخواہ زیادہ تقاضا کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہونے کی صورت میں درگزر کرنے والا بھی ہے تو اس سے ذہنی بار اور ہلکا ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی اپنی حاجتوں اور طلب گاریوں کا ایک ہی مرکز قرار دے لے اور صرف اسی سے اپنی توقعات وابستہ کرے اور تمام متفرق و پاشاں اور ناقابل اطمینان مرکزوں سے رُخ موڑ لے تو اس کے نتیجے

میں ذہنی آسودگی حاصل کر سکتا ہے اور دل و دماغ کو پریشان خیالی سے بچا لے جا سکتا ہے گویا کہ وہ متعدد قرضخواہوں کے چنگل سے چھوٹ کر اب صرف ایک کا زیر بار اور حلقہ بگوش ہے

اک در پہ بیٹھ گرے توکل کریم پر

اللہ کے فقیر کو پھیرا نہ چاہیے

اس دعا میں ہر جملہ کے بعد درود کا تکرار استجابِ دعا کے لئے ہے کیونکہ دعا میں محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود بھیجنا استجابِ دعا کا ذمہ دار اور اُس کی قبولیت کا ضامن ہے اور وہ دعا جس کا تکملہ درود نہ ہو وہ بابِ قبولیت تک نہیں پہنچتی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لا يزال الدعاء محجوبا حتى يصلى على محمد ﷺ
وآل محمد ﷺ -

دُعا اُس وقت تک رُکی رہتی ہے جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن
کی آل پر دُرود نہ بھیجا جائے۔

دُعَاوَةُ عِنْدَ الصُّبْحِ وَالْمَسَاءِ دُعَايَ صَبْحٍ وَشَامٍ

دُعَاوَةُ عِنْدَ الصُّبْحِ وَالْمَسَاءِ

دُعَايَ صَبْحٍ وَشَامٍ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ بِقُوَّتِهِ وَمَيَّزَ
بَيْنَهُمَا بِقُدْرَتِهِ وَجَعَلَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدًّا
مَحْدُودًا وَأَمَدًا مَمْدُودًا يُؤَلِّجُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا فِي
صَاحِبِهِ وَيُؤَلِّجُ صَاحِبَهُ فِيهِ بِتَقْدِيرٍ مِنْهُ لِلْعِبَادِ
فِيمَا يَغْذُوهُمْ بِهِ

سب تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی قوت و
توانائی سے شب و روز کو خلق فرمایا اور اپنی قدرت کی
کار فرمائی سے ان دونوں میں امتیاز قائم کیا اور ان میں سے
ہر ایک کو معینہ حدود مقررہ اوقات کا پابند بنایا۔ اور ان کے
کم و بیش ہونے کا جو اندازہ مقرر کیا اس کے مطابق رات کی

جگہ پر دن اور دن کی جگہ پر رات کو لاتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے

وَيُنْشِئُهُمْ عَلَيْهِ فَخَلَقَ لَهُمُ اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ
 مِنْ حَرَكَاتِ التَّعَبِ وَنَهَضَاتِ النَّصَبِ وَجَعَلَهُ
 لِبَاسًا لِيَلْبَسُوا مِنْ رَاحَتِهِ وَمَنَامِهِ فَيَكُونَ ذَلِكَ
 لَهُمْ جَمَامًا وَقُوَّةً وَلِيَنَالُوا بِهِ لَذَّةَ وَشَهْوَةً وَخَلَقَ
 لَهُمُ النَّهَارَ مُبْصِرًا لِيَبْتَغُوا فِيهِ مِنْ فَضْلِهِ
 وَلِيَتَسَيَّئُوا إِلَىٰ رِزْقِهِ وَيَسْرَحُوا فِي أَرْضِهِ طَلَبًا لِّمَا
 فِيهِ نَيْلُ الْعَاجِلِ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَدَرَكُ الْآجِلِ فِي
 آخِرِهِمْ بِكُلِّ ذَلِكَ يُصْلِحُ شَأْنَهُمْ وَيَبْلُو
 أَخْبَارَهُمْ وَيَنْظُرُ كَيْفَ هُمْ فِي أَوْقَاتِ طَاعَتِهِ
 وَمَنَازِلِ فُرُوضِهِ وَمَوَاقِعِ أَحْكَامِهِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ
 أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ

اللَّهُمَّ فَلكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا فَلَقْتَ لَنَا مِنَ الْإِصْبَاحِ
 وَمَتَّعْتَنَا بِهِ مِنْ ضَوْءِ النَّهَارِ وَبَصَرُتَنَا مِنْ مَطَالِبِ
 الْأَقْوَاتِ وَوَقَيْتَنَا فِيهِ مِنْ طَوَارِقِ الْأَفَاتِ
 أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحْتَ الْأَشْيَاءُ كُلَّهَا بِجُمْلَتِهَا لَكَ
 سَمَاوُهَا وَأَرْضُهَا وَمَا بَشَتْ فِي كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
 سَاكِنُهُ وَمُتَحَرِّكُهُ وَمُقِيمُهُ وَشَاخِصُهُ وَمَا عَلَا فِي
 الْهَوَاءِ وَمَا كَنَّ تَحْتَ الثَّرَى۔

بندوں کی روزی اور ان کی پرورش کا سر و سامان کرے۔
 چنانچہ اس نے ان کے لئے رات بنائی تاکہ وہ اس میں
 تھکا دینے والے کاموں اور خستہ کر دینے والی کلفتوں کے بعد
 آرام کریں اور اسے پردہ قرار دیا تاکہ سکون کی چادر تان کر
 آرام سے سوئیں اور یہ ان کے لئے راحت و نشاط اور طبعی
 قوتوں کے بحال ہونے اور لذت و کیف اندوزی کے ذریعہ

ہو اور دن کو ان کے لئے روشن و درخشاں پیدا کیا تا کہ اس
 میں (کار و کسب میں سرگرم عمل ہو کر) اس کے فضل کی
 جستجو کریں اور روزی کا وسیلہ ڈھونڈیں اور دنیاوی منافع اور
 اخروی فوائد کے وسائل تلاش کرنے کے لئے اس کی زمین
 میں چلیں پھریں۔ ان تمام کار فرمائیوں سے وہ ان کے
 حالات سنوارتا اور اُن کے اعمال کی جانچ کرتا ہے اور یہ
 دیکھتا ہے کہ وہ لوگ اطاعت کی گھڑیوں، فرائض کی منزلوں
 اور تعمیل احکام کے موقعوں پر کیسے ثابت ہوتے ہیں تا کہ
 بروں کو ان کی بد اعمالیوں کی سزا اور نیکو کاروں کو اچھا بدلہ
 دے۔ اے اللہ! تیرے ہی لئے تمام تعریف و توصیف ہے
 کہ تو نے ہمارے لئے (رات کا دامن چاک کر کے) صبح کا
 اُجالا کیا اور اس طرح دن کی روشنی سے ہمیں فائدہ پہنچایا اور
 طلبِ رزق کے مواقع ہمیں دکھائے اور اس میں آفات و

بلیات سے ہمیں بچایا۔ ہم اور ہمارے علاوہ سب چیزیں تیری ہیں۔ آسمان بھی اور زمین بھی اور وہ سب چیزیں جنہیں تو نے ان میں پھیلایا ہے۔ وہ ساکن ہوں یا متحرک، مقیم ہوں یا راہِ نور، فضا میں بلند ہوں یا زمین کی تہوں میں

پوشیدہ، ہم تیرے قبضہ قدرت میں ہیں اور تیرا اقتدار اور

أَصْبَحْنَا فِي قَبْضَتِكَ يَحْيَا مَوْلَانَا مُلْكُكَ وَسُلْطَانِكَ
وَتَضْمُنَا مَشِيَّتِكَ وَنَتَصَرَّفُ عَنْ أَمْرِكَ وَنَتَقَلَّبُ
فِي تَدْبِيرِكَ لَيْسَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ إِلَّا مَا قَضَيْتَ وَلَا
مِنَ الْخَيْرِ إِلَّا مَا أَعْطَيْتَ وَهَذَا يَوْمٌ حَادِثٌ جَدِيدٌ
وَهُوَ عَلَيْنَا شَاهِدٌ عَتِيدٌ إِنْ أَحْسَنَّا وَدَعْنَا بِحَمْدِ
وَإِنْ أَسَآءْنَا فَارْقَنَا بِذِمِّ اللَّهِ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَارْزُقْنَا حُسْنَ مُصَاحَبَتِهِ وَاعِصْمْنَا مِنْ سُوءِ
مُفَارَقَتِهِ بِإِرْتِكَابِ جَرِيرَةٍ أَوْ اقْتِرَافِ صَغِيرَةٍ

أَوْ كَبِيرَةٍ وَأَجْزُلَ لَنَا فِيهِ مِنَ الْحَسَنَاتِ وَأَخْلِنَا
 فِيهِ مِنَ السَّيِّئَاتِ وَأَمْلَأْنَا مَا بَيْنَ طَرَفَيْهِ حَمْدًا
 وَشُكْرًا وَأَجْرًا وَذُخْرًا وَفَضْلًا وَإِحْسَانًا اللَّهُمَّ يَسِّرْ
 عَلَى الْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ مَوْنَتَنَا وَأَمْلَأْنَا مِنْ
 حَسَنَاتِنَا صَحَائِفَنَا وَلَا تُخْزِنَا عِنْدَ هُمْ بِسُوءِ
 أَعْمَالِنَا اللَّهُمَّ اجْعَلْ لَنَا فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ
 سَاعَاتِهِ حَظًّا مِنْ عِبَادِكَ وَنَصِيبًا مِنْ شُكْرِكَ
 وَشَاهِدَ صِدْقٍ مِنْ مَلَائِكَتِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاحْفَظْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِينَا وَمِنْ خَلْفِنَا وَ
 عَنْ أَيْمَانِنَا وَعَنْ شَمَائِلِنَا وَمِنْ جَمِيعِ

تیری بادشاہت ہم پر حاوی ہے اور تیری مشیت کا محیط ہمیں
 گھیرے ہوئے ہے، تیرے حکم سے ہم تصرف کرتے اور
 تیری تدبیر و کارسازی کے تحت ہم ایک حالت سے

دوسری حالت کی طرف پلٹتے ہیں۔ جو امر تو نے ہمارے لئے
 نافذ کیا اور جو خیر اور بھلائی تو نے ہمیں بخشی اس کے علاوہ
 ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور یہ دن نیا اور تازہ وارد ہے
 جو ہم پر ایسا گواہ ہے جو ہمہ وقت حاضر ہے۔ اگر ہم نے
 اچھے کام کئے تو وہ تو صیف و ثنا کرتے ہوئے ہمیں رخصت
 کرے گا اور اگر برے کام کئے تو برائی کرتا ہوا ہم سے علیحدہ
 ہو گا۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
 ہمیں اُس دن کی اچھی رفاقت نصیب کرنا اور کسی خطا کے
 ارتکاب کرنے یا صغیرہ و کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہونے کی
 وجہ سے اس کی چیں بہ جیں ہو کر رخصت ہونے سے ہمیں
 بچائے رکھنا اور اس دن میں ہماری نیکیوں کا حصہ زیادہ کر۔
 اور برائیوں سے ہمارا دامن خالی رکھ۔ اور ہمارے لئے اس
 کے آغاز و انجام کو حمد و سپاس، ثواب و ذخیرہ آخرت اور

بخش و احسان سے بھر دے۔ اے اللہ! کراما کا تین پر
 (ہمارے گناہ قلمبند کرنے کی) زحمت کم کر دے اور ہمارا
 نامہ اعمال نیکوں سے بھر دے؛ اور بد اعمالیوں کی وجہ سے
 ہمیں اُن کے سامنے رسوا نہ کر۔ بارِ الہا! تو اس دن کے لمحوں
 میں سے ہر لمحہ و ساعت میں اپنے خاص بندوں کا حظ و
 نصیب اور اپنے شکر کا ایک حصہ اور فرشتوں میں سے ایک
 سچا گواہ ہمارے لئے قرار دے۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور اُن کی
 آلؑ پر رحمت نازل فرما اور آگے پیچھے اور داہنے اور بائیں
 اور تمام اطراف و جوانب سے ہماری حفاظت کر۔ ایسی
 حفاظت جو ہمارے

نَوَاحِيْنَا حِفْظًا عَاصِمًا مِّنْ مَّعْصِيَتِكَ هَادِيًا اِلَى
 طَاعَتِكَ مُسْتَعِيْلًا لِّمَحَبَّتِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
 وَاٰلِهِ وَوَفِّقْنَا فِى يَوْمِنَا هَذَا وَلَيْلَتِنَا هَذِهِ وَفِى جَمِيعِ

أَيَّامِنَا لِاسْتِعْمَالِ الْخَيْرِ وَهَجْرَانِ الشَّرِّ وَشُكْرِ
 النِّعَمِ وَاتِّبَاعِ السُّنَنِ وَهُجَانَةِ الْبِدْعِ وَالْأَمْرِ
 بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَحَيَاةِ الْإِسْلَامِ
 وَانْتِقَاصِ الْبَاطِلِ وَإِذْلَالِهِ وَنُصْرَةِ الْحَقِّ وَاعْزَازِهِ
 وَإِرْشَادِ الضَّالِّ وَمُعَاوَنَةِ الضَّعِيفِ وَادْرَاكِ
 اللَّهِيْفِ اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْهُ أَيْمَنَ
 يَوْمٍ عَهْدِنَاهُ وَأَفْضَلَ صَاحِبٍ صَحْبِنَاهُ وَخَيْرَ وَقْتٍ
 ظَلَلْنَا فِيهِ وَاجْعَلْنَا مِنْ أَرْضِي مَنْ مَرَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ
 وَالنَّهَارُ مِنْ جُمْلَةِ خَلْقِكَ أَشْكِرْهُمْ لِبَا أَوْلِيَّتِ
 مِنْ نِعَمِكَ وَأَقْوَمَهُمْ بِمَا شَرَعْتَ مِنْ شَرَائِعِكَ
 وَأَوْقَفَهُمْ عَمَّا حَذَرْتَ مِنْ نَهْيِكَ اَللَّهُمَّ إِنِّي
 أَشْهَدُكَ وَكَفَى بِكَ شَهِيدًا وَأَشْهَدُ سَمَائِكَ
 وَأَرْضِكَ وَمَنْ أَسْكَنْتَهُمَا مِنْ مَلَائِكَتِكَ وَسَائِرِ
 خَلْقِكَ فِي يَوْمِي هَذَا وَسَاعَتِي هَذِهِ وَلَيْلَتِي هَذِهِ

وَمُسْتَقَرِّيْ هَذَا اِنِّیْ

لئے گناہ و معصیت سے سدّ راہ ہو، تیری اطاعت کی طرف رہنمائی کرے اور تیری محبت میں صرف ہو۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ اور ہمیں آج کے دن اور آج کی رات اور زندگی کے تمام دنوں میں توفیق عطا فرما کہ ہم نیکوں پر عمل کریں، برائیوں کو چھوڑیں، نعمتوں پر شکر اور سنتوں پر عمل کریں، بدعتوں سے الگ تھلگ رہیں اور نیک کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ اسلام کی حمایت و طرفداری کریں، باطل کو کچلیں اور اُسے ذلیل کریں۔ حق کی نصرت کریں اور اُسے سر بلند کریں؛ گمراہوں کی رہنمائی، کمزوروں کی اعانت اور دردمندوں کی چارہ جوئی کریں۔ بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور آج کے دن کو اُن تمام دنوں سے جو

ہم نے گزارے زیادہ مبارک دن اور ان تمام ساتھیوں سے
 جن کا ہم نے ساتھ دیا اس کو بہترین رفیق اور ان تمام وقتوں
 سے جن کے زیر سایہ ہم نے زندگی بسر کی اور اس کو بہترین
 وقت قرار دے اور ہمیں ان تمام مخلوقات میں سے زیادہ
 راضی و خوشنود رکھ جن پر شب و روز کے چکر چلتے رہے ہیں
 اور ان سب سے زیادہ اپنی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر گزار اور
 ان سب سے زیادہ اپنے جاری کئے ہوئے احکام کا پابند اور
 ان سب سے زیادہ ان چیزوں سے کنارہ کشی کرنے والا قرار
 دے جن سے تو نے خوف دلا کر منع کیا ہے۔ اے خدا! میں
 تجھے گواہ کرتا ہوں اور تو ہی گواہی کے لئے کافی ہے اور
 تیرے آسمان اور تیری زمین کو اور ان میں جن جن
 فرشتوں اور جس جس مخلوق کو تو نے بسایا ہے۔ آج کے دن
 اور اس گھڑی اور اس رات میں اور اس مقام پر گواہ کرتا

ہوں کہ میں اس بات کا معترف ہوں

أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ قَائِمٌ
بِالْقِسْطِ عَدْلٌ فِي الْحُكْمِ رَوْوُفٌ بِالْعِبَادِ مَا لَكَ
الْمُلْكُ رَحِيمٌ بِالْخَلْقِ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ
وَخَيْرُكَ مَنْ خَلَقَكَ حَمَلَتْهُ رِسَالَتِكَ فَأَدَّاهَا
وَأَمَرَتْهُ بِالنُّصْحِ لِأُمَّتِهِ فَنَصَحَ لَهَا أَللَّهُمَّ فَصِّلْ
عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَكْثَرَ مَا صَلَّيْتَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ
خَلْقِكَ وَآتِهِ عَنَّا أَفْضَلَ مَا آتَيْتَ أَحَدًا مِنْ
عِبَادِكَ وَاجْزِهِ عَنَّا أَفْضَلَ وَآكْرَمَ مَا جَزَيْتَ أَحَدًا
مِنْ أَنْبِيَائِكَ عَنْ أُمَّتِهِ إِنَّكَ أَنْتَ الْمَنَّانُ
بِالْجَسِيمِ الْغَافِرِ لِلْعَظِيمِ وَأَنْتَ أَرْحَمُ مِنْ كُلِّ
رَحِيمٍ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ
الْأَخْيَارِ الْأَنْجَبِينَ۔

کہ صرف تو ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔
 انصاف قائم رکھنے والا حکم میں عدل ملحوظ رکھنے والا، بندوں
 پر مہربان، اقتدار کا مالک اور کائنات پر رحم کرنے
 والا ہے۔ اور اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے خاص بندے، رسول اور برگزیدہ
 کائنات ہیں۔ ان پر تو نے رسالت کی ذمہ داریاں عائد کیں تو
 انہوں نے اُسے پہنچایا، اور اپنی اُمت کو پسند و نصیحت کرنے کا
 حکم دیا تو انہوں نے نصیحت فرمائی ہماری طرف سے اُنہیں
 وہ بہترین تحفہ عطا کیا جو تیرے ہر اس انعام سے بڑھا ہوا
 ہو جو اپنے بندوں میں سے تو نے کسی ایک کو دیا ہو؛ اور
 ہماری طرف سے اُنہیں وہ جزا دے جو ہر اس جزا سے بہتر و
 برتر ہو جو انبیاء میں سے کسی ایک کو تو نے اس کی اُمت کی
 طرف سے عطا فرمائی ہو۔ بے شک تو بڑی نعمتوں کا بخشنے

والا اور بڑے گناہوں سے درگزر کرنے والا اور ہر رحیم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ لہذا تو محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ اور شریف و نجیب اولاد پر رحمت نازل فرما۔

اس دُعاء کا سرنامہ ”دُعائے صبح و شام“ ہے جس میں اختلافِ شب و روز کی کرشمہ سازی، اوقات کی تبدیلی و تنوع کی حکمت اور قدرت کے ارادہ و مشیت کی کارفرمائی کا ذکر فرمایا ہے اور حسنِ عمل، شکرِ نعمت، اتباعِ سنت، ترکِ بدعت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اسلام کی طرفداری و حفاظت، باطل کی تذلیل و سرکوبی، حق کی نصرت و حمایت، ارشاد و ہدایت میں سرگرمی اور کمزور و ناتواں کی خبرگیری کے لئے توفیقِ الہی کے شامل حال ہونے کی دُعاء فرمائی ہے تاکہ دُعاء کے تاثرات، عملی استحکام کا پیش خیمہ ثابت

ہوں اور زندگی کے لمحات مقصدِ حیات کی تکمیل میں صرف ہوں۔

یہ اوقات کا تبدل، طلوع و غروب کا تسلسل اور صبح کے بعد شام اور شام کے بعد سپیدہٴ سحر کی نمود کار فرمائے فطرت کی وہ حسین کار فرمائی ہے جو نگاہوں کے لئے حظ و کیف اور قلب و روح کے لئے سرور و نشاط کا سامان ہونے کے علاوہ بے شمار مصالح و فوائد کی بھی حامل ہے۔ چنانچہ شب و روز کی تعیین مہینوں اور سالوں کا انضباط اور کاروبار، معیشت اور آرام و استراحت کے اوقات کی حد بندی اسی سے وابستہ ہے اور پھر اس میں زندگی کی تسکین و راحت کا بھی سامان ہے کیونکہ وقت اگر ہمیشہ ایک حالت پر رہتا اور لیل و نہار کے سیاہ و سفید ورق نگاہوں کے سامنے اُلٹے نہ جاتے تو طبیعتیں بے کیف، دل سیر اور زندگی کے لئے دبستگی کے

تمام ذرائع ختم ہو جاتے اور حسنِ یک رنگ آنکھوں میں
 کھٹکنے لگتا۔ اور نغمہ بے زیر و بم و بال گوش ہو جاتا۔ کیونکہ
 انسان کی تنوع پسند طبیعت یکسانی و یک رنگی کی حالت سے
 جلدی اُکٹا جاتی ہے اس لئے قدرت نے انسانی طبیعت کے
 خواص کے مطابق شب و روز کی تفریق قائم کر دی تاکہ شام
 کے بعد صبح اور صبح کے بعد شام کا انتظار زندگی کی خستگیوں اور
 اس کی مسلسل الجھنوں اور پریشانیوں سے سہارا دیتا رہے،
 چنانچہ قدرت نے اختلافِ شب و روز کی مصلحت کی طرف
 متوجہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ان جعل علیکم النهار سرمداً الی یوم القیامة
 من الہ غیر اللہ یا تیکم بلیل تسکنون فیہ افلا
 تبصرون ۝ ومن رحمۃہ جعل لکم اللیل والنهار
 لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم

اگر خدا تمہارے لئے قیامت کے دن تک دن ہی رکھتا تو اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو تمہارے لئے رات لاتا کہ تم اس میں آرام کرو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے۔ اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن قرار دیئے ہیں تاکہ رات کو آرام کرو اور دن کو اس کا رزق تلاش کرو تاکہ اس کے نتیجہ میں تم شکر ادا کرو۔“

اس نظم اوقات کا نتیجہ ہے کہ جب صبح نمودار ہوتی ہے اور سورج کی تاب ناک کرنیں فضا میں پھیل کر کارگاہِ ہستی کے گوشہ گوشہ کو جگمگادیتی ہیں تو خاموش و پرسکون فضا میں گہما گہمی شروع ہو جاتی ہے۔ پرندے آشیانوں سے حیوان بھٹوں اور کھوؤں سے، کیڑے مکوڑے بلوں اور

سوراخوں سے اور انسان جھونپڑوں اور مکانوں سے نکل
 کھڑے ہوتے ہیں۔ حرکت و عمل کی دُنیا آباد ہو جاتی ہے
 اور ہر صنف اپنے کار و کسب میں مصروف اور اپنے مشاغل
 میں سرگرم عمل نظر آنے لگتی ہے۔ پرندے فضا میں،
 حیوان زمین کے اُوپر سے اور کیڑے مکوڑے زمین کے
 اندر سے اپنی روزی ڈھونڈنے لگتے ہیں اور چیونٹیاں بھی اپنی
 مختصر جسامت کے باوجود سعی پیہم و جہد مسلسل کا وہ مظاہرہ
 کرتی ہیں کہ انسانی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔ دھوپ ہو یا
 سایہ نہ محنت سے جی چراتی ہیں نہ مشقت سے منہ موڑتی ہیں
 اور ہر وقت دوڑ و دھوپ کرتی اور طلب و تلاش میں
 مصروف نظر آتی ہیں۔ غرض کائنات کی ہر چھوٹی سے چھوٹی
 اور بڑی سے بڑی مخلوق محنت و کاوش کو اپنا دستورِ حیات
 بنائے ہوئے پیٹ پالنے کے لئے بھاگ دوڑ کرتی ہے اور

کمزور سے کمزور حیوان بھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ جب تک
 اس کے ہاتھ پاؤں میں سکت ہے بیکار پڑا رہے اور اپنے ہم
 جنسوں سے بھیک مانگے اور ان کے آگے ہاتھ پھیلائے۔ یہ
 حیوانی سیرت انسانی غیرت کے لئے ایک تازیانہ ہے اور
 انسان کے لئے ایک داعیہ فکر ہے کہ جب حیوان اس کی سطح
 سے کہیں پست تر ہونے کے باوجود سوال میں عار محسوس
 کرتا ہے تو وہ اپنے ہم جنسوں کے آگے کس طرح ہاتھ
 پھیلانا گوارا کر لیتا ہے۔ انسانی بلندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ
 اپنے قوت بازو سے کمائے اور سوال کی ذلت اور احتیاج کی
 نکتہ سے عزت نفس پر حرف نہ آنے دے وہ افراد جو تن
 آسانی کی وجہ سے بے کار پڑے رہتے ہیں وہ آرام و سکون کی
 حقیقی لذت سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ سچی راحت اور اصلی
 سکون تو محنت و مشقت کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے۔ سایہ کی

قدر و قیمت کو وہی جان سکتا ہے جو سورج کی تمازت اور
 دھوپ کی تپش میں مصروف کار ہو اور ٹھنڈی ہوا کے
 جھونکوں سے وہی کیف اندوز ہو سکتا ہے جو گرمی و حدت کی
 شعلہ باریوں میں پسینہ سے شرابور ہو اور رات کے پرسکون
 لمحات اسی کے لئے سکون و راحت کا پیغام ثابت ہو سکتے
 ہیں۔ جس کا دن محنت و جفاکشی کا حامل ہو۔ چنانچہ ایک
 ٹوکری ڈھونے والا مزدور ایک چلچلاتی دھوپ میں ہل
 چلانے والا کسان جب دن کے کاموں سے فارغ ہوتا ہے تو
 فطرت پوری فراخ حوصلگی سے اس کے لئے سروسامان
 راحت مہیا کر دیتی ہے۔ سورج کا چراغ گل ہو جاتا ہے، چاند
 کی ہلکی اور ٹھنڈی شعاعوں کا شامیانہ تن جاتا ہے ستاروں کی
 قندیلی ٹمٹمانے لگتی ہیں۔ شفق کے رنگین پردے آویزاں
 ہو جاتے ہیں۔ ہری بھری گھاس کا مخلی فرش بچھ جاتا ہے

شاخیں جھوم کر مروحہ جنبانی کرتی ہیں اور پتے ہوا کے
 جھونکوں سے ٹکرا کر فضا کے دامن کو خواب آور نغموں سے
 بھر دیتے ہیں اور فرشِ زمین کے اوپر اور شامیانہ فلک کے
 نیچے سونے والی رات کی سیاہ چادر اوڑھ کر آرام سے سو جاتا
 ہے۔ کیا اس کے مقابلہ میں وہ کاہل و آرام طلب جس کے
 ہاں نرم و گداز گدے، آرام دہ مسہریاں، ہوا میں لہریں پیدا
 کرنے والے بجلی کے پٹکھے اور آنکھوں کو خیرگی سے بچانے
 والے ہلکے سبز رنگ کے قمقمے اور دوسرے مصنوعی و خود
 ساختہ سامانِ آسائش مہیا ہوں زیادہ پر سکون و پر کیف رات
 بسر کر سکتا ہے؟ بہر حال کارخانہ ہست و بود کی بوقلمونیاں اور
 فطرت کی متنوع رعنائیاں انسان کے حیات کی تسکین اور
 زندگی کی دلہستگی و آسائش کا مکمل سرو سامان لئے ہوئے
 ہیں؛ لیکن یہ عالم کے دل آویز نقوش اور راحت و آسائش کے

سامان کس لئے ہیں؟ کیا اس لئے ہیں کہ انسان چند دن کھائے پیے، گھومے، پھرے اور پھر قبر میں جاسوئے۔ اگر ایسا ہو تو زندگی کا کوئی مآل و مقصد ہی نہیں رہتا۔ حالانکہ دنیاے کائنات کی ہر چیز کا ایک مقصد اور ایک مدعا ہے تو پھر زندگی اور زندگی کے سرو سامان بغیر مقصد کے کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہئے اور وہ مقصد صرف آخرت کی زندگی ہے۔ جس کی سعادتوں اور کامرانیوں کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کو ایک ذریعہ اور امتحانگاہ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

ولكن لیبلوکم فیما اتاکم فاستبقوا الخیرات
 لیکن جو اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمانا چاہتا ہے لہذا نیکیوں کی طرف بڑھنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔“

یہ آزمائش اسی صورت میں آزمائش رہ سکتی ہے
 جب ان نیکیوں پر عمل پیرا ہونے اور ان میں سبقت لے
 جانے میں انسانی اختیار کا عمل دخل ہو اور اگر وہ ایمان و
 عمل صالح پر مجبور ہو تو آزمائش کے معنی ہی کیا بلکہ ایسی
 صورت میں تو ہر ایک کو ایمان لانا پڑتا اور اعمال بجالانے
 پڑتے کیونکہ قدرت اپنی بات کے منوانے پر مجبور و قاصر
 نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مِنَ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا
 اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو زمین میں بسنے والے سب کے
 سب اس پر ایمان لے آتے۔“

بے شک کائنات کا ہر ذرہ اس کی مشیت کے تابع
 ہے۔ اس طرح کہ کوئی اس کے محیط اقتدار سے باہر نہیں
 ہے وہ زمین ہو یا اس پر چلنے پھرنے والی مخلوق؛ پہاڑ ہوں یا

اُن کے دامن میں معدنیات؛ دریا ہوں یا اُن میں رہنے والی
 مچھلیاں؛ سمندر ہوں یا اُن میں عنبر مونگے اور موتیوں کے
 خزانے؛ فضا ہو یا اس میں پرواز کرنے والے پرندے؛
 بادلوں کے لکے ہوں یا اُن میں اُمڈتے ہوئے پانی کے
 ذخیرے؛ چاند سورج ہوں یا اُن کی جوہری شعاعیں ستارے
 ہوں یا اُن کی مخصوص تاثیریں؛ فرشتے ہوں یا اُن کی
 سرگرمیاں سب ہی تو اس کی مشیت کے اندر جکڑی بندھی
 ہوئی ہیں۔ اگر انسان بھی اعتقاد و اعمال میں اسی طرح بے
 بس ہوتا اور مشیت ہر ایک کو ایک مخصوص طریق کار کا
 پابند بنادیتی تو جزا و سزا بے کار ہو جاتی۔ حالانکہ قانون
 مکافات کی رو سے جزا و سزا سے دوچار ہونا ضروری ہے جیسا
 کہ ارشادِ الہی ہے:

لہاماً کسبت و علیہا ما اکتسبت

اگر اس نے اچھا کام کیا تو اپنے فائدہ کے لئے اور برا کام کیا تو اُس کا وبال اس کے سر پڑے گا۔

تو جب اپنے ہی اعمال سامنے آتے ہیں تو وہی اوقات و لمحات زندگی کا سرمایہ ہیں جن میں اعمال خیر کے ذریعے آخرت کا سرمایہ بہم پہنچا لیا گیا ہو اور وہی شب و روز مبارک و مسعود ہیں جن میں اخروی ہلاکت و تباہی سے بچنے کا سامان کر لیا گیا ہو۔ یہ دن اور یہ راتیں ہمارے اچھے اور بُرے اعمال کی نگراں ہیں۔ اگر ان کے سامنے ہماری نیکیاں آتی ہیں تو اُن کی پیشانی کی گرہیں کھل جاتی ہیں اور اُن کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی ہے اور وہ ہم سے خوش خوش رخصت ہوتے ہیں۔ اور اگر برائیوں کو دیکھتے ہیں تو اُن کی جبین پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور برائی کرتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ

السلام کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ يَوْمٍ يَمُرُّ عَلَى ابْنِ آدَمَ إِلَّا قَالَ لَهُ ذَلِكَ
الْيَوْمَ أَنَا يَوْمٌ جَدِيدٌ وَأَنَا عَلَيْكَ شَهِيدٌ فَقُلْ فِي
خَيْرٍ وَأَعْمَلْ فِي خَيْرٍ أَشْهَدُكَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

انسان کی زندگی کا جو دن گزرتا ہے وہ (زبانِ حال سے)
خطاب کرتے ہوئے اُس سے کہتا ہے کہ میں تیرے لئے
نیا دن اور تیرے اعمال کا گواہ ہوں۔ لہذا زبان اور اعضاء
سے نیک عمل کرو۔ میں اس کی قیامت کے دن گواہی دوں
گا۔

لہذا صبح کی پرسکون فضا اور ستاروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں
آنے والے دن کا استقبال اس دُعا سے کیا جائے تاکہ کم از کم
اس دن تو اس کے تاثرات ہماری زندگی پر چھائے رہیں۔
اور فکر و عمل کی پاکیزگی ہمارے تصورات پر محیط رہے اور

یہی اس دعا کا مرکزی نقطہ نگاہ ہے۔-----

دُعَاوہ فی البہات مشکلات کے وقت پڑھنے کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا عَرَضَتْ
لَهُ مُهِبَةٌ أَوْ نَزَلَتْ بِهِ مُلِيمَةٌ وَعِنْدَ الْكَرْبِ

جب کوئی مہم درپیش ہوتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی یا کسی

قسم کی بے چینی ہوتی تو حضرت یہ دعاء پڑھتے تھے:

يَا مَنْ تَحُلُّ بِهِ عَقْدُ الْمَكَارِهِ وَيَا مَنْ يُفْشَأُ بِهِ حَدُّ
الشَّدَائِدِ وَيَا مَنْ يُلْتَمَسُ مِنْهُ الْمَخْرَجُ إِلَى رَوْحِ
الْفَرَجِ ذَلَّتْ لِقُدْرَتِكَ الصَّعَابُ وَتَسَبَّبَتْ
بِلُطْفِكَ الْأَسْبَابُ وَجَرَى بِقُدْرَتِكَ الْقَضَاءُ وَ
مَضَتْ عَلَى أَرَادَتِكَ الْأَشْيَاءُ فَهِيَ بِمَشِيَّتِكَ دُونَ
قَوْلِكَ مُؤْتَمِرَةٌ وَبِأَرَادَتِكَ دُونَ نَهْيِكَ مُنْزَجِرَةٌ أَنْتَ
الْمَدْعُو لِلْبُهَاتِ وَأَنْتَ الْمَفْزَعُ فِي الْهَلَكَاتِ لَا
يَنْدَفِعُ مِنْهَا إِلَّا مَا دَفَعْتَ وَلَا يَنْكَشِفُ مِنْهَا إِلَّا مَا

كَشَفْتُ وَقَدْ نَزَلَ بِي يَارَبِّ مَا قَدْ تَكَادَنِي ثِقْلُهُ وَالْمَلَأَ
 بِي مَا قَدْ بَهْظَنِي حَمْلُهُ وَبِقُدْرَتِكَ أَوْرَدْتَهُ عَلَيَّ
 وَبِسُلْطَانِكَ وَجَّهْتَهُ إِلَيَّ فَلَا مَصْدِرَ لِي مَا أَوْرَدْتَ وَلَا
 صَارِفَ لِي مَا وَجَّهْتَ وَلَا فَاتِحَ لِي مَا أَغْلَقْتَ وَلَا مُغْلِقَ
 لِي مَا فَتَحْتَ وَلَا مُبَسِّرَ لِي مَا عَسَّيْتَ وَلَا نَاصِرَ لِي مَنْ
 خَذَلْتَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَافْتَحْ لِي يَارَبِّ بَابَ

اے وہ جس کے ذریعہ مصیبتوں کے بندھن کھل جاتے
 ہیں۔ اے وہ جس کے باعث سختیوں کی باڑھ کند ہو جاتی
 ہے۔ اے وہ جس سے (تنگی و دشواری سے) وسعت و فراخی
 کی آسائشوں کی طرف نکال لے جانے کی التجا کی جاتی ہے؛ تو
 وہ ہے کہ تیری قدرت کے آگے دشواریاں آسان ہو گئیں؛
 تیرے لطف سے سلسلہ اسباب برقرار رہا اور تیری قدرت سے
 قضا کا نفاذ ہوا اور تمام چیزیں تیرے ارادہ کے رُخ پر

گامزن ہیں۔ وہ بن کہے تیری مشیت کی پابند اور بن رو کے
 خود ہی تیرے ارادہ سے رُکی ہوئی ہیں۔ مشکلات میں تجھے ہی
 پکارا جاتا ہے اور بلیات میں تو ہی جائے پناہ ہے۔ ان میں سے
 کوئی مصیبت ٹل نہیں سکتی مگر جسے تو ٹال دے اور کوئی
 مشکل حل نہیں ہو سکتی مگر جسے تو حل کر دے۔ پروردگار!
 مجھ پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جس کی سنگینی نے
 مجھے گرانبار کر دیا ہے اور ایک ایسی آفت آپڑی ہے جس
 سے میری قوت برداشت عاجز ہو چکی ہے۔ تو نے اپنی
 قدرت سے اس مصیبت کو مجھ پر وارد کیا ہے اور اپنے اقتدار
 سے میری طرف متوجہ کیا ہے۔ تو جسے تو وارد کرے، اُسے
 کوئی ہٹانے والا، اور جسے تو متوجہ کرے اُسے کوئی پلٹانے
 والا اور جسے تو بند کرے اُسے کوئی کھولنے والا اور جسے تو
 کھولے اُسے کوئی بند کرے والا اور جسے تو دُشوار بنائے اُسے

کوئی آسان کرنے والا اور جسے تو نظر انداز کر دے اُسے کوئی

مدد

الْفَرَجِ بِطَوْلِكَ وَاكْثِرْ عَنِّي سُلْطَانَ الْهَمِّ بِحَوْلِكَ
وَأَنْلِنِي حُسْنَ النَّظَرِ قِيَمًا شَكُوتٌ وَأَذِقْنِي حَلَاوَةَ
الصُّنْعِ قِيَمًا سَأَلْتُ وَهَبْلِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَفَرَجًا
هَنِيئًا وَاجْعَلْ لِي مِنْ عِنْدِكَ فَخْرًا وَحِيًّا وَلَا
تَشْغَلْنِي بِالْإِهْتِمَامِ عَنْ تَعَاهِدِ فُرُوضِكَ
وَاسْتِعْمَالِ سُنَّتِكَ فَقَدْ ضِيقْتُ لَهَا نَزْلَ بِي يَا رَبِّ
ذُرْعًا وَامْتَلَأْتُ بِحِمْلِ مَا حَدَثَ عَلَيَّ هَبًّا وَأَنْتَ
الْقَادِرُ عَلَى كَشْفِ مَا مُنِيتُ بِهِ وَدَفْعِ مَا وَقَعْتُ
فِيهِ فَافْعَلْ بِي ذَلِكَ وَإِنْ لَمْ أَسْتَوْجِبْهُ مِنْكَ يَا ذَا
الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔

دینے والا نہیں ہے۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر

اور اپنی کرم نوازی سے اے میرے پالنے والے میرے
 لئے آسائش کا دروازہ کھول دے اور اپنی قوت و توانائی سے
 غم و اندوہ کا زور توڑ دے اور میرے اس شکوہ کے پیش نظر
 اپنی نگاہِ کرم کا رخ میری طرف موڑ دے اور میری حاجت کو
 پورا کر کے شیرینی احسان سے مجھے لذت اندوز کر۔ اور اپنی
 طرف سے رحمت اور خوشگوار آسودگی مرحمت فرما اور
 میرے لئے اپنے لطفِ خاص سے جلد چھٹکارے کی راہ پیدا
 کر اور اس غم و اندوہ کی وجہ سے اپنے فرائض کی پابندی اور
 مستحبات کی بجا آوری سے غفلت میں نہ ڈال دے۔ کیونکہ
 میں اس مصیبت کے ہاتھوں تنگ آچکا ہوں اور اس حادثہ
 کے ٹوٹ پڑنے سے دل رنج و اندوہ سے بھر گیا۔ جس
 مصیبت میں مبتلا ہوں اُس کے دور کرنے اور جس بلا میں
 پھنسا ہوا ہوں اس سے نکالنے پر تو ہی قادر ہے۔ لہذا اپنی

قدرت کو میرے حق میں کار فرما کر۔ اگرچہ تیری طرف
سے میں اس کا سزاوار نہ قرار پا سکوں۔ اے عرشِ عظیم
کے مالک۔

جب زہر غم رگ و پے میں اُترتا اور کرب و اندوہ
کے شراروں سے دل و دماغ پھنکتا ہے تو درد و الم کی ٹیسیں
سکون و قرار چھین لیتی ہیں اور صبر و شکیب کا دامن ہاتھ سے
چھوٹ جاتا ہے۔ نہ تسلی و تسکین کا کوئی سامان نظر آتا ہے نہ
صبر و ضبط کی کوئی صورت۔ ایسی حالت میں یاس و ناامیدی
کبھی جنون و دیوانگی میں مبتلا اور کبھی موت کا سہارا ڈھونڈنے
پر مجبور کر دیتی ہے۔ اگر انسان اس موقع پر بلند نظری سے
کام لے تو اسے ایک ایسا سہارا مل سکتا ہے جو حوادث و آلام

کے بھنور اور رنج و اندوہ کے سیلاب سے نکل لے جاسکتا ہے
 اور وہ سہارا اللہ ہے جو اضطراب کی تسلی اور درد و کرب کا چارہ
 کر سکتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: اذا
 اشتدّ الفزع فالى الله البزع۔ جب بیچینی حد سے بڑھ
 جائے تو پھر اللہ ہی تسکین کا مرکز ہے۔ ”اور اگر اللہ کی ہستی
 پر ایمان نہ بھی ہو جب بھی فطرتِ خوابیدہ کروٹ لے کر اس
 کا راستہ دکھا دیتی ہے اور مصیبت و بے چارگی کی کسی ان
 دیکھی ہستی کے آگے جھکنے اور اُس کا سہارا لینے کے لئے
 پکارتی ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ
 السلام سے وجود باری کے سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ نے اُس
 سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کشتی پر سوار ہونے کا کبھی اتفاق
 ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کبھی ایسا اتفاق بھی
 پیش آیا ہے کہ کشتی بھنور میں گھر گئی ہو اور سمندر کی تلملاتی

لہروں نے تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو؟ اُس نے کہا جی
 ہاں؛ ایسا بھی ہوا ہے۔ فرمایا کہ اُس وقت تمہارے دل میں
 کوئی خیال پیدا ہوا تھا؟ کہا کہ ہاں۔ جب ہر طرف سے
 مایوسی ہی مایوسی نظر آنے لگی تو میرا دل کہتا تھا کہ ایک
 ایسی بالادست قوت بھی موجود ہے جو چاہے تو اس بھنور سے
 مجھے نکال لے جا سکتی ہے۔ فرمایا بس وہی تو خدا تھا جو
 انتہائی مایوس کن حالتوں میں بھی مایوس نہیں ہونے
 دیتا۔ اور جب کوئی سہارا نہ رہے تو وہ سہارا ثابت ہوتا ہے۔
 چنانچہ جب انسان اللہ تعالیٰ پر مکمل یقین و اعتماد پیدا کر
 کے اس پر اپنے امور کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنی ذہنی قوتوں
 کو منتشر ہونے سے بچا لے جاتا ہے۔ اور جب ہمہ تن اُس کی
 یاد میں کھو جاتا ہے تو الجھنیں اور پریشانیاں اُس کا ساتھ چھوڑ
 دیتی ہیں۔ کیونکہ ذہن کا سکون اور قلب کی طمانینت اس

کے ذکر کا لازمی نتیجہ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے: **الابذکر
 اللہ تطبئن القلوب۔** ”دل تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے
 مطمئن ہو جاتے ہیں۔“ وہ لوگ جو اطمینان کو بظاہر غم غلط
 کرنے والی کیف انگیز مسرت افزا چیزوں میں تلاش
 کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کبھی سکون و اطمینان
 حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ عشرت
 کدوں میں اطمینان نظر آتا ہے، نہ تاج و دیہیم کے سایوں
 میں؛ نہ نغمہ و سرود کی محفلوں میں سکون و قرار بٹتا ہے، نہ ناؤ
 و نوش کی مجلسوں میں۔ بے شک ہر موقع پر ذکرِ عبادت
 کے لئے دل آمادہ اور طبیعت حاضر نہیں ہوتی خصوصاً جب کہ
 انسان کسی مصیبت کی وجہ سے ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو۔ اس
 لئے کہ مصیبت بہر صورت مصیبت ہے اور اس سے متاثر
 ہونا طبعی و فطری ہے۔ تو ایسے موقع پر نوافل سے دست کش

ہو جا سکتا ہے۔ مگر بہت سے لوگ ایسے بھی ملیں گے جو
 پریشان کن حالات میں فرائض تک سے غافل ہو جاتے
 ہیں۔ تو انہیں امام علیہ السلام کی اس دُعاء پر نظر کرنا چاہئے کہ
 وہ بارگاہِ الہی میں یہ دعا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ خواہ
 کتنے جانکاہ حوادث و آلام سے سابقہ پڑے مگر تیرے
 فرائض و نوافل سے غفلت نہ ہونے پائے۔ کیونکہ فرائض
 بہر صورت فرائض ہیں اور نوافل عبودیت کا تقاضا ہیں۔ اور
 ایسا نہ ہو کہ مصائب و آلام کے تاثرات عبودیت کے اظہار
 پر غالب آجائیں۔

دُعاؤہ فی الاستعاذہ خواستگاری پناہ کے سلسلہ کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
الِاسْتِعَاذَةِ مِنَ الْبَكَارَةِ وَسَيِّئِ الْإِخْلَاقِ
وَمَذَامِ الْأَفْعَالِ

مصیبتوں سے بچاؤ اور برے اخلاق و اعمال سے حفاظت

کے سلسلہ میں حضرت کی دعاء

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبُكَ مِنْ هَيِّجَانِ الْحِرْصِ وَسُوْرَةِ
الْغَضَبِ وَغَلْبَةِ الْحَسَدِ وَضَعْفِ الصَّبْرِ وَقِلَّةِ
الْقَنَاعَةِ وَشَكَاةِ الْخُلُقِ

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں حرص کی طغیانی، غضب
کی شدت، حسد کی چیرہ دستی، بے صبری، قناعت کی کمی، کج
اخلاقی، خواہش نفس کی فراوانی، عصبیت کے غلبہ،

وَالْحَاجَّ الشَّهْوَةَ وَمَلَكَهَ الْحَبِيَّةَ وَمُتَابِعَةَ الْهَوَى
وَمُخَالَفَةَ الْهُدَى وَسِنَةَ الْغَفْلَةِ وَتَعَاطَى الْكُلْفَةِ
وَإِثَارِ الْبَاطِلِ عَلَى الْحَقِّ وَالْإِصْرَارِ عَلَى الْمَآثِمِ
وَاسْتِصْغَارِ الْمَعْصِيَةِ وَاسْتِكْبَارِ الطَّاعَةِ
وَمُبَاهَاةِ الْكَثِيرِينَ وَالْإِزْرَاءِ بِالْمُقِلِّينَ وَسُوءِ
الْوِلَايَةِ لِمَنْ تَحْتَ أَيْدِينَا وَتَرْكِ الشُّكْرِ لِمَنْ
اصْطَنَعَ الْعَارِفَةَ عِنْدَنَا أَوْ أَنْ نَعُصِدَ ظَالِمًا أَوْ
نُخْذَلَ مَلْهُوفًا أَوْ نَرُومَ مَا لَيْسَ لَنَا بِحَقٍّ أَوْ نَقُولَ
فِي الْعِلْمِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَنَعُودُ بِكَ أَنْ نَنْطَوِيَ عَلَى
غِيْشٍ أَحَدٍ وَأَنْ نُعْجِبَ بِأَعْمَالِنَا وَنَمُدُّ فِي أَمَالِنَا
وَنَعُودُ بِكَ مِنْ سُوءِ السَّرِيرَةِ وَاحْتِقَارِ الصَّغِيرَةِ
وَأَنْ يَسْتَحُوذَ عَلَيْنَا الشَّيْطَانُ أَوْ يَنْكَبُنَا الزَّمَانُ
أَوْ يَتَهَضَّبُنَا السُّلْطَانُ وَنَعُودُ بِكَ مِنْ تَنَاوُلِ
الْإِسْرَافِ وَمِنْ فَقْدَانِ الْكَفَافِ وَنَعُودُ بِكَ مِنْ

شَمَاتَةِ الْأَعْدَاءِ وَمِنَ الْفَقْرِ إِلَى الْكَفَاءِ وَمِنَ
 مَعِيشَةٍ فِي شِدَّةٍ وَمَيْتَةٍ عَلَى غَيْرِ عُدَّةٍ وَنَعُوذُ بِكَ
 مِنَ الْحُسْرَةِ الْعُظْمَى وَالْمُصِيبَةِ الْكُبْرَى وَأَشْفَى
 الشَّقَاءِ وَسُوءِ الْمَبَإِ وَحِرْمَانِ الثَّوَابِ وَحُلُولِ
 الْعِقَابِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاعِزَّنِيْ مِنْ
 كُلِّ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِكَ وَجَمِيعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
 يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

ہوا و ہوس کی پیروی، ہدایت کی خلاف ورزی، خواب غفلت
 (کی مد ہوشی) اور تکلف پسندی سے نیز باطل کو حق پر ترجیح
 دینے، گناہوں پر اصرار کرنے، معصیت کو حقیر اور اطاعت
 کو عظیم سمجھنے، دو لہتمندوں کے سے تفاخر، محتاجوں کی تحقیر
 اور اپنے زیر دستوں کی بری نگہداشت اور جو ہم سے بھلائی
 کرے اس کی ناشکری سے اور اس سے کہ ہم کسی ظالم کی مدد

کریں اور مصیبت زدہ کو نظر انداز کریں یا اس چیز کا قصد
 کریں جس کا ہمیں حق نہیں یا دین میں بے جانے بوجھے
 دخل دیں۔ اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ
 کسی کو فریب دینے کا قصد کریں یا اپنے اعمال پر نازاں
 ہوں اور اپنی اُمیدوں کا دامن پھیلانیں۔ اور ہم تجھ سے پناہ
 مانگتے ہیں بد باطنی اور چھوٹے گناہوں کو حقیر تصور کرنے
 اور اس بات سے کہ شیطان ہم پر غلبہ حاصل کر لے جائے یا
 زمانہ ہم کو مصیبت میں ڈالے یا فرمانروا اپنے مظالم کا نشانہ
 بنائے اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں فضول خرچی میں پڑنے،
 اور حسب ضرورت رزق کے نہ ملنے سے اور ہم تجھ سے پناہ
 مانگتے ہیں دشمنوں کی شتمات، ہم چشموں کی احتیاج، سختی
 میں زندگی بسر کرنے اور توشہ آخرت کے بغیر مر جانے
 سے اور تجھ سے پناہ مانگتے ہیں بڑے تاسف، بڑی مصیبت،

بدترین بد بختی، برے انجام، ثواب سے محرومی اور عذاب کے وارد ہونے سے۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی رحمت کے صدقہ میں مجھے اور تمام مومنین و مومنات کو ان سب برائیوں سے پناہ دے اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

انسان اُس وقت تک مکارم اخلاق سے آراستہ نہیں ہو سکتا جب تک ایک صحت مند ذہنیت کی تخلیق نہ کرے اور امراضِ نفسانیہ کے جراثیم سے قلب و ضمیر کی تطہیر کر کے اپنے کو فضائل و فواضل کے قبول کرنے کے قابل نہ بنائے۔ اس دُعا میں جن معائب و رذائل کو گنویا گیا

ہے وہ وہی جراثیم ہیں جو امراض نفسانیہ کی تولید کرتے اور انہیں پروان چڑھاتے ہیں اور انسان کے ارفع و اعلیٰ احساسات کو ختم کر کے اسے خواہشات کا پرستار بنا دیتے ہیں جس کے بعد وہ اس سطح پر آجاتا ہے جو ایک عام حیوان کی سطح ہوتی ہے جہاں پر پہنچ کر فضائل کی بلندیاں اس کے دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں اور رذائل و قبائح اس کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں اور اسے اُن کی برائی کا احساس تک نہیں ہوتا کہ انہیں چھوڑنے کی ضرورت محسوس کرے۔ یوں تو اُن معائب میں سے ہر عیب ہلاکت آفرین و تباہ کن ہے مگر حرص، غضب، حسد اور شہوتِ سرِ فہرست اور سب برائیوں کا سرچشمہ ہیں۔

حرص یہ ہے کہ مالِ دُنیا کی ہوس حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے اور روپیہ پیسہ، گھر بار سب کچھ ہونے کے

باوجود طلب و خواہش بڑھتی ہی چلی جائے اور کہیں بھی اس
 میں کمی پیدا نہ ہونے پائے۔ حریص کا منتہائے مقصد یہ ہوتا
 ہے کہ جس طرح بن پڑے دنیا جہان کی دولت سمٹ لے
 چاہے اس کے لئے جو ساذریعہ بھی اختیار کرنا پڑے۔ چنانچہ
 اسی تگ و دو میں اپنی عمر اور قوتِ فکر و عمل کو ضائع کر دیتا
 ہے۔ اور چونکہ اپنی ہی سعی و کوشش پر اعتماد کرنے کا
 عادی ہو جاتا ہے اس لئے خدا پر سے اُس کا اعتماد اٹھ جاتا
 ہے۔ اور جہاں خدا پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے وہاں انسانی
 قدروں کی اہمیت بھی اس کی نظروں میں باقی نہیں رہتی۔
 اسے نہ کسی کے مفاد کا لحاظ ہوتا ہے نہ کسی کے نقصان کی پروا
 بلکہ دوسروں کے مفاد سے اگر تصادم ہوتا ہے تو ان کے
 بڑے سے بڑے نقصان کو نظر انداز کر کے اپنے تھوڑے
 سے فائدہ کو ترجیح دیتا ہے اور نتیجہ میں ایک ایسی خود غرضانہ

ذہنیت تشکیل پا جاتی ہے جو حسد، نفرت و بد خواہی ایسے جذبات پیدا کر کے اس کی زندگی کو تلخ کر دیتی ہے۔ وہ مال کی اندھی ہوس میں دوسروں سے الجھتا اور ٹکراتا ہے جس سے ایک طرف معاشرہ پر برا اثر پڑتا ہے اور دوسری طرف وہ اس خوش نما جال سے نکلنے کے بجائے اس میں پھنستا ہی چلا جاتا ہے چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مثل الحریص فی الدنیا مثل دودة القز کلبا
ازدادت من القز علی نفسہا لفا کانا بعد لها من
الخروج حتی تموت غمّا۔

دُنیا میں حریص ریشم کے کیڑے کے مانند ہے کہ جتنا اپنے اوپر ریشم لپیٹتا جاتا ہے اتنا ہی اس میں پھنستا چلا جاتا ہے اور نکلنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اسی میں گھٹ کر مر جاتا ہے۔“

اسلام نے مال کی پرستاری و سرمایہ اندوزی کے
 انسداد کے لئے جمع آوری کے بجائے دولت کی تقسیم پر
 زیادہ زور دیا ہے اور مالی فرائض، خمس، زکوٰۃ، ردّ مظالم وغیرہ
 کی صورت میں عائد کر دیئے تاکہ دولت آتی بھی رہے اور
 بٹی بھی رہے۔ اس طرح جمع آوری کا وہ جذبہ قہراً باقی نہیں
 رہتا۔ جسے حرص سے تعبیر کیا جاسکے۔

غضب، یہ ایک دفاعی جذبہ ہے جو انسانی فطرت
 میں ودیعت ہے جس سے انسان ان چیزوں کی روک تھام
 کرتا ہے جو اُسے ناگوار معلوم دیتی ہیں یا جن سے گزند پہنچتا
 ہے۔ چنانچہ جب ناگوار یوں سے دوچار ہوتا ہے تو اس کے
 غصہ کا پارہ چڑھ جاتا ہے اور قوتِ برداشت کم یا بالکل ختم ہو
 جاتی ہے۔ یہ ناگواری کی صورت اگر ایسے شخص کے مقابلہ
 میں ہو جو اس سے زیادہ طاقتور اور با اقتدار ہو اور اس سے

انتقام لینا اس کے لئے ممکن نہ ہو تو اس سے خون کا دباؤ دل کی طرف بڑھ جاتا ہے جس سے ایک گھٹن سی محسوس کرتا ہے۔ اس انقباضی کیفیت کا نام غم و حزن ہے اور اگر ایسے شخص کے مقابلہ میں ہو جو اسی کی سطح پر ہو تو اس سے انقباض و انبساط کی ایک ملی جلی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے وہ تلملاتا اور پیچ و تاب کھاتا ہے۔ اس حالت کو حقد (کینہ) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس شخص کے مقابلہ میں ہو جسے اپنے سے پست تر تصور کرتا ہے تو اس سے خون کھولتا اور باہر کی طرف جوش مارتا ہے جس سے گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں اور چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اس ہیجانی کیفیت کا نام غضب ہے جو بر محل اور حد اعتدال میں ہو تو ممدوح اور حد سے بڑھ جائے تو مذموم۔ افراط کی حالت میں پیش بینی و مآل اندیشی کے

اوصاف سلب ہو جاتے ہیں۔ دماغی رطوبتیں خشک ہو جاتی ہیں اور ذہنی توازن برقرار نہیں رہتا۔ چنانچہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا ارشاد ہے:

الحرّة ضرب من الجنون لان صاحبها يندم فان لم يندم فجنونه مستحكم۔

غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے۔ اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اس کی دیوانگی پختہ ہے۔

یہ ایک ایسی بہیمانہ خصلت ہے جو انسان کو مجسم حیوان اور سراپا درندہ بنا دیتی ہے۔ چنانچہ جب آدمی کو بے تحاشہ غصہ آتا ہے تو اس کی نگاہوں میں قہر کی گھٹائیں اُمنڈ آتی ہیں۔ منہ سے جھاگ بہنے لگتی ہے۔ سانس پھول جاتی ہے۔ حواس منتشر اور چہرہ بھیاںک ہو جاتا ہے بھوئیں چڑھ

جاتی ہیں۔ آنکھوں سے شرارے برسنے لگتے ہیں۔ جسم پر
 کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ زبان سے اول فول بکتا ہے۔ ذرا
 تصور تو کیجئے کہ غصہ میں اس کی ہیئت کدائی کیا سے کیا ہو
 جاتی ہے۔ اور اگر مد مقابل کو زیر نہ کر سکے تو اور عجیب و
 غریب قسم کی وحشیانہ حرکتیں کرتا ہے۔ کبھی کپڑے پھاڑتا
 ہے، کبھی منہ پر طمانچے مارتا ہے، بدحواسی میں ادھر سے
 ادھر دوڑتا ہے؛ چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکتا اور توڑ پھوڑ کر
 رکھ دیتا ہے اور گالیاں دینے پر آتا ہے تو درودیوار تک کو
 گالیاں دیتا ہے اور کبھی یہ غضب انتہائی خطرناک اقدامات کو
 جنم دیتا ہے اور قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اکثر و بیشتر
 قتل کی وارداتیں اسی غیظ و غضب کا نتیجہ ہوتی ہیں اور کبھی
 انتہائی طیش میں خود اس کی اپنی موت واقع ہو جاتی ہے۔
 ایسے موقع پر سمجھانا بجھانا اور غصہ کے نتائج بد سے آگاہ کرنا

عموماً بے کار ثابت ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات الٹا اثر کرتا ہے، اور سمجھانے والا خود اُس کے غصہ کی زد میں آجاتا ہے اس لئے سمجھانے بجھانے کے بجائے نفسیاتی طریقہ پر علاج کرنا چاہئے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا نفسیاتی علاج یوں وارد ہوا ہے کہ اگر غصہ کی حالت میں انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے؛ بیٹھا ہو تو ٹیک لگائے اور ٹیک لگائے ہو تو لیٹ جائے اور ٹھنڈے پانی سے جسم کو دھوئے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ غصہ کی حالت میں ایک سے لے کر دس تک انگلیوں پر گنتی کرے۔ اس طرح جسم کو الٹنے پلٹنے اور بدن کو تر کرنے اور گنتی گننے سے طبیعت پلٹا کھائے گی اور طبیعت کے ساتھ غصہ کا دھارا بھی مڑ جائے گا۔

حسد: یہ بھی ایک نفسانی مرض ہے جو انسان کو

گھٹن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ جاتا ہے۔ حاسد اپنی خود ساختہ طبیعت سے مجبور ہو کر دوسرے کی بلندی و برتری اور جاہ و اقبال کو دیکھتا ہے تو انگاروں پر لوٹتا اور پیچ و تاب کھاتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کی برتری ذلت میں، اور اقبال و دولت نکبت و ادبار میں بدل جائے۔ اور اگر یہ چاہے کہ یہ عزت و اقبال اسے بھی حاصل ہو جائے تو یہ غبطہ ہے۔ اور اگر اسے حاصل کرنے کے لئے عملاً تگ و دو بھی کرے تو یہ مناقہ ہے اور غطبہ اور منافسہ دونوں ممدوح صفتیں ہیں۔ اور حسد، پست ذہنیت و بد باطنی کی علامت ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ المؤمن یغبط المنافق یحسد۔ مؤمن غبطہ کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے؛ اور منافسہ کے متعلق ارشاد الہی ہے وفی

ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ اس کی طرف رغبت
 کرنے والوں کو شوق سے بڑھنا چاہئے۔ “اور اگر انسان یہ
 سوچے کہ اس کے حسد کرنے سے دوسرے کا کچھ نہیں بگڑ
 سکتا اور نہ اُس کے جلنے کڑھنے سے کسی کی قدر و منزلت اور
 مال و دولت میں کمی واقع ہو سکتی ہے تو وہ اپنے کو حسد کی
 آگ میں جھونکنے سے بچالے جاسکتا ہے اور یہ سمجھ لینا کہ اس
 کے حسد سے دوسرے کی نعمتیں زائل ہو جائیں گی انتہائی
 جہالت کا نتیجہ ہے۔ اس لئے کہ اگر حسد سے نعمتیں زائل
 ہونے لگتیں تو پھر دنیا میں کسی کے پاس نعمت و دولت نہ
 رہتی کیونکہ صاحبِ نعمت و ثروت دوسروں کے حسد سے بچ
 نہیں سکتا چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد
 ہے کل ذی نعمة محسود ”ہر صاحبِ نعمت محسود ہوتا
 ہے“ اور اس سے بڑھ کر یہ جہالت ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس

کے حسد سے تو دوسروں کی نعمت پر اثر پڑ سکتا ہے اور کوئی اس پر حسد کرے تو اس کا بال بھی بیکانہ ہو گا اور نہ اس کی نعمتوں پر زوال آئے گا۔

شہوت، ہوس و خواہشِ نفس کی پیروی کا نام ہے۔ خواہ خواہ اس خواہش کا تعلق شکم سے ہو یا جذبہِ نفسانی سے۔ یوں تو دونوں کشش کا مرکز اور حظ اندوزی کا سرچشمہ ہیں مگر نفسانی جذبہ سب جذبات سے زیادہ انسان کے ذہن و عواطف کو مغلوب و متاثر کرتا ہے؛ اور جب انسان اس میں منہمک رہنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو پھر اس سے دست کش ہونا اس کے لئے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک سوار ایسی تنگ گلی میں داخل ہونا چاہتا ہے جس میں سواری سمیت داخل تو ہو سکتا ہے مگر نہ آگے راستہ ہے نہ کہ گزر سکے اور نہ سواری کے موڑنے کی کوئی جگہ ہے تو

اب ایک صورت تو یہ ہے کہ گلی کے باہر سواری کو کھڑا کرے اور خود اندر داخل ہو جائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ سواری سمیت اندر داخل ہو جائے اور جب پلٹنا چاہے تو اسے باہر نکالنے کے لئے دم سے پکڑ کر گھسیٹے اور زور لگائے ظاہر ہے کہ پہلی صورت ایک آسان صورت ہے اور دوسری صورت مشکل۔ اور اگر سواری اڑیل اور منہ زور ہو تو دشواری اور بڑھ جائے گی اور اُسے نکال لے جانا طاقت و اختیار سے باہر ہو جائے گا۔ اسی طرح ابتدا میں نفس کو روکنا سہل ہو جاتا ہے مگر عادی و خوگر بنادینے کے بعد روکنا ایسا ہی ہے جیسے اڑیل جانور کو دم سے پکڑ کر پیچھے کی طرف گھسیٹنا۔ چنانچہ جب آدمی خوگر ہو جاتا ہے اور ہوس پرستی کا جذبہ حد سے بڑھ جاتا ہے تو وہ حلال و حرام کا امتیاز بھی ختم کر دیتا ہے اور اس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں نہ مذہبی قیود

آڑے آتے ہیں اور نہ اخلاقی حدود مانع ہوتے ہیں اور وہ
 نفس کی ذرا سی تحریک پر خواہشات کے بہاؤ میں بہتا ہوا چلا
 جاتا ہے۔ کسی کو خوف و خطر، شرم و حیا اور تحفظِ صحت کا
 خصوصی خیال مانع ہو تو ہو ورنہ عموماً یہ مرحلہ انتہائی شکیب
 آزما ہوتا ہے اور انسان حسن کی مسکراہٹوں اور جوانی کی
 انگڑائیوں میں کھو جاتا ہے اور اپنی سیرت کو داغدار بنا لیتا ہے
 اور جو نفس کی منہ زوری اور خواہشوں کی طغیانی پر قابو پا کر
 اپنے کردار پر دھبہ نہیں آنے دیتا اور اپنا دامن بچالے جاتا
 ہے وہ ایک شہیدِ راہِ خدا سے بھی بڑھ کر اجر و ثواب کا مستحق
 ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد
 ہے:

ما لبجہاد الشہید فی سبیل اللہ باعظم اجرا
 من قدر ففعلکاد العفیف ان یکون ملکامن

وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہوا اس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت و اختیار رکھتے ہوئے پاکدامن رہے۔ ’کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔‘

ان نفسانی جذبات کی اشتعال انگیزی کا سرچشمہ نگاہوں کا تصادم اور ان کا بے باکانہ ٹکراؤ ہے۔ چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے النظرۃ سہم مسموم ”نظر زہر میں بجھا ہوا ایک تیر ہے۔“ چنانچہ جس طرح سم آلودہ تیر کے زہر کا اثر جسم کے تمام رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے؛ اور صرف تیر خوردہ مقام ہی متاثر نہیں ہوتا اسی طرح نگاہوں کا تبادلہ فکر و خیال اور جذبات و حیات کو متاثر کرتا ہوا اپنی

خمار آگیاں کیفیتوں سے عقل و خرد پر چھا جاتا ہے۔ اسی کی
میر تقی میر نے ترجمانی کی ہے:

میر ان نیم باز آنکھوں میں

ساری مستی شراب کی سی ہے

اس لئے نظر کے مسموم اثرات سے بچنے کے لئے

نگاہوں کا احتساب ضروری ہے اور اس میں سہل انگاری سے

کام لینا ایک طرح سے مفسد کو دعوت دینا ہے۔ اور وہ مفسد

کیا ہیں؟ انہیں ایک مصری شاعر نے انتہائی اختصار کے

ساتھ ایک طبعی ترتیب سے اس شعر میں جمع کر دیا ہے جس

میں شاعری کے حسن کے ساتھ حقیقت کی رعنائی بھی جلوہ گر

ہے:

نظرة فابتسامة فسلام

فكلام فبوعد فلقاء

”پہلے ناوک نگاہ، پھر دلفریب مسکراہٹ، پھر سلام شوق، پھر باہمی گفتگو، پھر ایفائے عہد کے تحت ملاقات۔“

بہر حال حرص، غضب، حسد اور ہوائے نفس کے علاوہ جن دوسرے رذائل و اخلاقی معائب کا اس دعاء میں ذکر ہے ان کا سرچشمہ انہی چاروں عیوب میں سے کسی ایک نہ ایک کو سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ بے جا تنگ و دود، عدم قناعت، بے صبری اور طول امل حرص کی پیداوار ہیں اور جن رذائل میں تفوق و سر بلندی کا شائبہ ہے۔ جیسے خود پسندی، حمیت، جاہلیت، کج اخلاقی، غرور، اطاعت، احسان ناشناسی، فخر و مباہات، غریبوں کی تحقیر و تذلیل، زیر دستوں پر ظلم و تعدی یہ سب غضب کا شاخسانہ ہیں اس لئے کہ غضب کا تجزیہ کیا جائے تو اس کا اصلی سبب کبر و احساس برتری ہی نظر آئے گا اور اسی بنا پر غضب کا مظاہرہ ہمیشہ اس کے مقابلہ

میں کیا جاتا ہے جسے اپنے سے پست تر تصور کیا جاتا ہے۔
 اور یہ تفوق و سر بلندی کا جذبہ اُس آتشی کیفیت کا نتیجہ ہے جو
 غضب میں کار فرما ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا
 ہے کہ ان الغضب جمرۃ فی قلب بنی آدم۔ ”غضب
 آدم کے دل میں چنگاری کی صورت میں دھکتا ہے۔“ اور
 آگ طبعاً بلندی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مادہ
 ناری کی وجہ سے شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں غرور
 اور سر بلندی کا مظاہرہ کیا جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کا
 ارشاد ہے: فافتخر علی آدم بمخلقه و تعصب علیہ لا
 صلہ۔ اس نے اپنے مادہ تخلیق کی بنا پر آدمؑ کے مقابلہ میں
 گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے ان کے سامنے اکر گیا۔
 اور خبث باطن، غش و فریب اور شماتت، حسد کا کرشمہ ہیں

اور فضول خرچی، غفلت و بے اعتنائی، حق و ہدایت سے بے
 رخی اور چھوٹے گناہوں کو حقیر سمجھنا یہ سب ہوائے نفس کی
 کار فرمائی کا نتیجہ ہیں۔

ان تمام معائب و معاصی میں اطاعت پر غرور اور
 چھوٹے گناہوں کو حقیر تصور کرنا سب سے زیادہ خطرناک
 ہے اس لحاظ سے کہ غرور اطاعت کو عیب ہی تصور نہیں کیا
 جاتا کہ اس جذبہ کو ختم کرنے کی ضرورت محسوس کی جائے
 حالانکہ اطاعت پر غرور و افتخار کرنے اور اسے غیر معمولی
 اہمیت دینے سے عجز و خلوص کی روح ختم ہو جاتی ہے اور
 اطاعت اطاعت ہی نہیں رہتی کہ اسے سرمایہ نازش سمجھ لیا
 جائے۔ کیونکہ روح بندگی تو یہ ہے کہ اللہ کے حضور عجز و
 تقصیر کا اعتراف اپنی کوتاہی و بے بضاعتی کا اقرار اور اس
 کے جنبہ الوہیت کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی عبادت کو بھی

حقیر و پست تصور کیا جائے۔ اور چھوٹے گناہوں کو حقیر اور غیر اہم سمجھنا دو لحاظ سے خطرناک ہے۔ ایک تو یہ کہ یہی چھوٹے گناہ بڑے گناہوں کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ مثلاً زنا گناہ کبیرہ ہے مگر اس کا ارتکاب براہِ راست کم ہی ہوتا ہے بلکہ نظر، لمس وغیرہ جذبات میں تحریک پیدا کر کے اس منزل تک لے جاتے ہیں۔ اس لئے نبض شناس فطرت نے گڑھے میں گرنے سے روکنے کے لئے اس کے گرد چکر کاٹنے سے بھی منع کر دیا۔ کیونکہ جو آس پاس رہتا ہے وہی گرتا ہے۔ اور جو اس سے دور رہتا ہے اس کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ کبیرہ گناہ میں وہی مبتلا ہوتا ہے جس کے لئے صغیرہ گناہ راستہ ہموار کرتے، قدم بقدم چلاتے اور ہمت بڑھاتے اس مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں جہاں گناہ کبیرہ اپنی مقناطیسی کشش سے جذب کر لیتا ہے اور

انسان بے اختیار اس کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ اس لئے
ضروری ہے کہ صغیرہ گناہ سے بچا جائے تا کہ کبیرہ گناہ کی
نوبت ہی نہ آئے

سرچشمہ باید گرفتن بہ میل
چو پر شد نشاید گزشتن بہ پیل

اور دوسرے یہ کہ یہی صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتے
ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار۔
”اگر صغیرہ پر اصرار ہو تو وہ صغیرہ نہیں رہتا اور کبیرہ کے
ساتھ توبہ و استغفار ہو تو وہ کبیرہ نہیں رہتا۔“ مقصد یہ ہے کہ
اگر گناہ کبیرہ کے بعد صدقِ دل سے توبہ کر لی جائے تو خدا
اُس گناہ کو بخش دیتا ہے جس کے بعد وہ گناہ ہی نہیں رہتا۔
چہ جائے کہ کبیرہ اور صغیرہ کا اگر بار بار ارتکاب ہوتا رہے تو

وہ سنگینی میں کبیرہ کے ہم وزن ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ اس کے ہلاکت آفرین پہلو پر نظر نہیں کی جاتی اور اس سے توبہ کرنے میں سہل انگاری سے کام لیا جاتا ہے اس لئے توبہ کے بعد گناہ کبیرہ اتنا ہلاکت آفرین نہیں ہوتا جتنا صغیرہ پر اصرار مہلک ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر کسی پتھر پر قطرہ قطرہ کر کے پانی ٹپکتا رہے تو اس سے پتھر پر نشان سا پڑ جاتا ہے؛ اور اگر انہی قطروں کے مجموعی وزن کے برابر ایک دم اس پر پانی اُنڈیل دیا جائے تو اُس سے نہ پتھر پر کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ کوئی نشان اُبھرتا ہے۔ اسی طرح اگر صغیرہ گناہوں کا سلسلہ مسلسل جاری رہے تو وہ اپنا دیرپا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ اور کبیرہ گناہ کی ہلاکت آفرینی توبہ سے ختم ہو جاتی ہے۔

بہر حال وہ معائب جو بنیادی حیثیت رکھتے ہوں یا

وہ جو ان سے جنم لیتے ہیں سب ایسے ہیں جن سے نگہداشت
 ہی سے انسانیت کا جوہر باقی رہ سکتا ہے۔ چنانچہ امام علیہ
 السلام دوسروں کو ان عیوب کے عیوب ہونے سے آگاہ
 کرنے اور ان سے دامن بچانے کی تعلیم دینے کے لئے ان
 رذائل سے یکسر پاک ہونے کے باوجود اللہ سے دعا کرتے
 ہیں کہ وہ ان سے بچنے کی توفیق شامل حال رکھے۔ اور یہ
 خاصانِ خدا اور رہبرانِ حقیقی کا شیوہ ہے کہ وہ زیورِ کمال سے
 آراستہ ہونے کے باوجود کمالِ الوہیت کے آگے اپنے
 نقص کا اقرار اور پاکیزگی نفس کے ہر گوشے کی تکمیل کے
 بعد اس کے مقامِ تقدیس کے سامنے عجز و تقصیر کا اعتراف
 کرتے ہیں تا کہ ہدایت کا فریضہ بھی ادا ہوتا رہے اور
 عبودیت کا حسن بھی نکھر تا رہے۔ ورنہ اس قسم کے عیوب نہ
 اُن کے منصب کے لحاظ سے درست اور نہ اُن کے مزاج

امامت سے سازگار ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جب ابن عمیر سے ہشام ابن حکم نے عصمتِ آئمہ کی دلیل طلب کی تو انہوں نے کہا کہ تمام گناہوں کے محرک، حرص، غضب، حسد اور شہوت کے جذبات ہوتے ہیں اور دوسرے تمام گناہ انہی کی پیدوار ہیں تو جب یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان میں سے کسی چیز کا وجود امام میں نہیں پایا جاسکتا تو عصمت اپنے مقام پر ثابت ہو جائے گی۔ چنانچہ حرص اس لئے نہیں ہو سکتی کہ وہ ایسے خزانوں کے مالک ہوتے ہیں جن کے سامنے فرمانرواؤں کے خزانے ہیچ ہوتے ہیں۔ جس کے بعد ان سے حرص و طمع کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ شاہد ہے کہ عبدالملک جب حج کے لئے آیا تو اس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو یاد کیا۔ جب حضرت اس کے ہاں گئے تو اس نے کہا کہ آپ گاہے بگاہے ملتے رہا کیجئے

تاکہ اس کے ذریعہ سے آپ کی دنیوی ضرورتیں پوری ہوتی
 رہیں۔ آپؐ نے یہ سن کر دوش پر سے عبائٹاری اور اُسے
 زمین پر بچھا دیا اور کچھ ریت جمع کر کے اُس پر ڈال دی۔
 عبد الملک نے دیکھا کہ وہ ریت کے ذرے جواہرات کی
 صورت میں چمک رہے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ جسے اللہ کی
 طرف سے یہ دولت نصیب ہو وہ دنیا کے لئے کسی آستانے پر
 نہیں جھک سکتا۔ جس کے بعد عبد الملک خود اپنی پیش کش
 پر شرمسار ہوا۔ اور غضب آس لئے نہیں ہوتا کہ امام کے
 فرائض میں سے یہ ہے کہ وہ حق و انصاف کے ساتھ باہمی
 قضیوں کا تصفیہ کرے حدود شرعیہ کو نافذ کرے۔ تو اگر وہ
 اپنے ذاتی غضب سے متاثر ہو گا تو اس سے عدل و انصاف
 قائم کرنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے کہ ہو سکتا ہے
 کہ وہ اپنے ذاتی غضب سے مشتعل ہو کر کوئی بے جا اقدام کر

بیٹھے۔ اس لئے امام کا غضب کسی ذاتی جذبہ کے زیر اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ جہاں غضب کا مظاہرہ ہوتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہی پیش نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے شاہد یہ واقعہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے میدانِ جنگ میں ایک دشمن کو زمین پر گرا دیا اور اُس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ اُس نے طیش میں آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ آپ فوراً اُس کے سینہ سے اُتر آئے۔ جب وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ میں کسی مرحلہ پر بھی ذاتی غضب کو کارفرما کرنا نہیں چاہتا۔

اور حسد اس لئے نہیں ہوتا کہ حسد کا محل وہ ہے جہاں فریقِ مخالف اپنے سے بلند مرتبہ کا حامل ہو۔ لہذا امیر غریب پر، عالم جاہل پر، قوی کمزور پر اور بلند مرتبہ پست درجہ والے پر حسد نہیں کرے گا تو اس اصول سے امام اُسی

پر حسد کرے گا جو اس سے بلند درجہ کا مالک ہو۔ اور جب
 امامت سے بلند تر دوسرا منصب نہیں ہے تو اس منصب پر
 فائز ہونے والا کس پر حسد کرے گا اور منصبِ امامت کی
 رفعت کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
 امامت کا اعلان اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا کے ذریعے
 اُس وقت کیا جاتا ہے جب وہ نبوت و رسالت کے منصب
 پر فائز ہو چکے تھے۔ تو جو منصب، نبوت و رسالت اور خصوصی
 امتحان کی کامیابی کے بعد حاصل ہوا ہو اُس کی رفعت سے
 کون انکار کر سکتا ہے۔ لہذا اس بلند منزل پر فائز ہونے
 والا محمود ہو سکتا ہے مگر حاسد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ارشادِ الہی
 اَمْ یَحْسَدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَا اٰتٰهُمْ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔
 ”یا ان لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس نعمت پر جو خدا نے ان
 کو اپنے فضل سے عطا کی ہے۔“ کے ذیل میں امام جعفر

صادق علیہ السلام نے فرمایا: نَحْنُ وَاللّٰهُ الْمَحْسُودُونَ۔

”خدا کی قسم! ہم ہی وہ ہیں جن پر حسد کیا گیا۔“

اور ہوائے نفس کی چیرہ دستیوں سے اس لئے مغلوب نہیں ہوتا کہ یہ ایک فطری چیز ہے کہ پھولوں کو چھوڑ کر کانٹوں کے لئے دامن میں جگہ پیدا نہیں کی جاتی اور کوئے کی کائیں کائیں کی خاطر گلبانگ ہزار سے کان بند نہیں کئے جاتے تو جس کی نگاہوں کے سامنے جنت کے دلفریب نظارے اور حسین پیکروں کے محبوب اشارے ہوں وہ حسن دنیا پر وارفتہ اور نفس کی ترغیب سے متاثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ واقعہ اس کا شاہد ہے کہ ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو متہم کرنے کے لئے ان کے زمانہ اسیری میں ایک کنیز کو اُن کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ امام پر الزام عائد کر کے ان کے قتل کا جواز پیدا

کرے۔ امام علیہ السلام کو جب معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:
 لا حاجة لی الی ذلک ”مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں
 ہے۔“ مگر اسے تو بہر صورت بھیجنا تھا وہ بھیج دی گئی۔ اور
 پھر عصر کے وقت ایک شخص کو ٹوہ لگانے کے لئے تعاقب
 میں روانہ کیا۔ جب وہ زندان میں پہنچا تو دیکھا کہ کینز سجدہ
 میں پڑی ہے۔ اس نے پلٹ کر ہارون رشید کو اس کی اطلاع
 دی۔ ہارون نے اس کینز کو طلب کیا اور سجدہ کی وجہ دریافت
 کی۔ اس نے کہا کہ جب میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی تو
 دیکھا کہ وہ مصروفِ نماز ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو
 میں نے دیکھا کہ مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے یہ سن
 کر آپ نے ایک طرف ہاتھ کا اشارہ کیا۔ میں نے اُدھر
 دیکھا تو ایک عجیب منظر تھا۔ پھلوں سے لدے پھدے
 درختوں کے جھنڈ، بلند و بالا عمارتیں اور اُن میں ایسی تابناک

صورتیں کہ میری نگاہیں خیرہ ہو گئیں۔ انہوں نے کہا کہ
اے کنیز تو کیا خدمت کرے گی۔ ہم مدت سے منتظر ہیں
کہ یہ عبد صالح ہمیں کوئی حکم دے تو ہم اُسے بجالائیں۔ “یہ
دیکھ کر مجھ پر ایک دہشت سی طاری ہو گئی اور میں بے
اختیار سجدہ میں گر پڑی۔ یہاں تک کہ آپ کا آدمی آیا اور
مجھے یہاں لے آیا۔

دُعَاوَةُ فِي الْاِشْتِيَاقِ طَلَبِ مَغْفَرَتِ كَسَلْسَلَهٗ مِیٔ دَعَا

دُعَاوَةُ فِي الْاِشْتِيَاقِ اِلَى طَلَبِ الْمَغْفَرَةِ

طَلَبِ مَغْفَرَتِ كَسَلْسَلَهٗ مِیٔ حَضْرَتِ كَى دَعَا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَصَلِّ زُنَا اِلَى مَحْبُوْبِكَ مِّنَ
التَّوْبَةِ وَاَزِلْنَا عَنْ مَّكْرُوْهِكَ مِّنَ الْاِصْرَارِ اَللّٰهُمَّ
وَمَتِّ وَفَقْنَا بَيْنَ نَقْصَيْنِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْيَا فَاَوْقِعِ
النَّقْصَ بِاَسْرَعِهَمَا فَنَاءً وَّ اجْعَلِ التَّوْبَةَ فِیْ
اَطْوَلِهَمَا بَقَاءً وَّ اِذَا هَمَمْنَا بِهَمٍّ یُرِضِیْكَ
اَحَدُهُمَا عَنَّا وَیُسْخِطُكَ الْاٰخَرُ عَلَیْنَا فَمِلْ بِنَا اِلَى
مَا یُرِضِیْكَ عَنَّا وَاَوْهِنُ قُوَّتَنَا عَمَّا یُسْخِطُكَ عَلَیْنَا
وَلَا تُخَلِّ فِیْ ذٰلِكَ بَيْنَ نَفُوْسِنَا وَاخْتِیَارِهَا فَاِتْمَارِهَا
مُخْتَارَةً لِّلْبَاطِلِ اِلَّا مَا وَفَّقْتَ اَمَّارَةً بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا
رَحِمْتَ اَللّٰهُمَّ وَاِنَّكَ مِّنَ الضُّعْفِ خَلَقْتَنَا وَعَلَى

الْوَهْنِ بَنَيْتَنَا وَمِنْ مَاءٍ مَّهِينٍ ابْتَدَأْتَنَا فَلَا حَوْلَ
لَنَا إِلَّا بِقُوَّتِكَ وَلَا قُوَّةَ لَنَا إِلَّا بِعَوْنِكَ فَأَيَّدْنَا
بِتَوْفِيقِكَ وَسَدَّدْنَا بِتَسْدِيدِكَ وَأَعْمِ أَبْصَارَ
قُلُوبِنَا عَمَّا خَالَفَ مَحَبَّتَكَ وَلَا تَجْعَلْ لِشَيْءٍ مِّنْ
جَوَارِحِنَا نُفُودًا

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہماری
توجہ اس توبہ کی طرف مبذول کر دے جو تجھے پسند ہے اور
گناہ کے اصرار سے ہمیں دور رکھ جو تجھے ناپسند ہے۔ بارِ الہا!
جب ہمارا موقف کچھ ایسا ہو کہ (ہماری کسی کوتاہی کے
باعث) دین کا زیاں ہوتا ہو یا دُنیا کا تو نقصان (دنیا میں)
قرار دے کہ جو جلد فنا پذیر ہے اور عفو و درگزر کو (دین کے
معاملہ میں) قرار دے جو باقی و برقرار رہنے والا ہے اور
جب ہم ایسے دو کاموں کا ارادہ کریں کہ ان میں سے ایک

تیری خوشنودی کا اور دوسرا تیری ناراضی کا باعث ہو تو ہمیں اس کام کی طرف مائل کرنا جو تجھے خوش کرنے والا ہو۔ اور اس کام سے ہمیں بے دست و پا کر دینا جو تجھے ناراض کرنے والا ہو۔ اور اس مرحلہ پر ہمیں اختیار دے کر آزاد نہ چھوڑ دے؛ کیونکہ نفس تو باطل ہی کو اختیار کرنے والا ہے مگر جہاں تیری توفیق شامل حال ہو اور برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جہاں تیرا رحم کار فرما ہو۔ بارِ الہا! تو نے ہمیں کمزور اور سست بنیاد پیدا کیا ہے، اور پانی کا ایک حقیر قطرہ (نطفہ) سے خلق فرمایا ہے۔ اگر ہمیں کچھ قوت و تصرف حاصل ہے تو تیری قوت کی بدولت، اور اختیار ہے تو تیری مدد کے سہارے سے لہذا اپنی توفیق سے ہماری دستگیری فرما اور اپنی رہنمائی سے استحکام و قوت بخش اور ہمارے دیدہ دل کو ان باتوں سے جو تیری محبت کے خلاف

ہیں نابینا کر دے اور ہمارے اعضاء کے کسی حصہ میں
معصیت کے سرایت کرنے کی

فِي مَعْصِيَتِكَ اللَّهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ
هَمَسَاتِ قُلُوبِنَا وَحَرَكَاتِ أَعْضَائِنَا وَلَمَحَاتِ
أَعْيُنِنَا وَلَهَجَاتِ أَلْسِنَتِنَا فِي مُوجِبَاتِ ثَوَابِكَ
حَتَّى لَا تَفُوتَنَا حَسَنَةٌ نَسْتَحِقُّ بِهَا جَزَاءَكَ وَلَا
تَبْقَى لَنَا سَيِّئَةٌ نَسْتَوْجِبُ بِهَا عِقَابَكَ۔

گنجائش نہ پیدا کر۔ بارِ الہا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی
آلؑ پر اور ہمارے دل کے خیالوں، اعضاء کی جنبشوں، آنکھ
کے اشاروں اور زبان کے کلموں کو ان چیزوں میں صرف
کرنے کی توفیق دے جو تیرے ثواب کا باعث ہوں یہاں
تک کہ ہم سے کوئی ایسی نیکی چھوٹنے نہ پائے، جس سے ہم
تیرے اجر و ثواب کے مستحق قرار پائیں اور نہ ہم میں کوئی

برائی رہ جائے جس سے تیرے عذاب کے سزاوار ٹھہریں۔

یہ دعاء اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار حسنِ عمل کی
توفیق اور مغفرت و خوشنودی کے طلب پر مشتمل ہے۔
اگرچہ امام علیہ السلام معصوم اور آغوشِ عصمت کے پروردہ
تھے اور عصمت فکری و عملی و اعتقادی ہر قسم کے گناہ سے
حفاظت کا ذمہ دار ہوتی ہے مگر پھر بھی گناہ کا اعتراف
کرتے اور توبہ و استغفار کا دامن پھیلاتے ہیں؛ کیونکہ توبہ خود
ایک عبادت اور احساسِ عبودیت کا جوہر ہے۔ اور عصمت،
عبودیت و نیاز مندی سے بے نیاز نہیں کر دیتی کہ توبہ و
انابت کا ہاتھ نہ اٹھے جب کہ عبودیت کا تقاضوں کی تکمیل
ہی کا نام عصمت ہے۔ اس لئے آپ گناہوں کی آلودگیوں
سے محفوظ ہونے کے باوجود توبہ و استغفار میں مصروف

رہتے تاکہ توبہ کا ثواب بھی حاصل ہو اور دوسرے گنہگار توبہ
 کی تعلیم بھی پاسکیں۔ توبہ زبان سے گناہ کے اقرار اور اس
 کے ترک کے اظہار کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے گناہوں پر
 صدقِ دل سے ندامت اور آئندہ ترکِ گناہ کے عزم اور
 قابلِ تلافی امور کے تدارک کا نام ہے اور جب اس طرح
 سے توبہ ہوتی ہے تو خداوند عالم نہ صرف گناہوں سے درگزر
 کرتا ہے بلکہ توبہ پر مزید اجر و ثواب عطا کرتا ہے اور توبہ
 کرنے والے کو پسندیدگی و قبولیت کی سند دیتا ہے۔ چنانچہ
 ارشادِ الہی ہے: **إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ** ”اللہ توبہ کرنے
 والوں کو دوست رکھتا ہے“۔ اسی بنا پر امام علیہ السلام نے
 توبہ کو اللہ ایک کی ایک محبوب و پسندیدہ چیز قرار دینے کے
 ساتھ اصرارِ گناہ کو مکروہ و ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے۔ کیونکہ
 گناہ پر اصرار کے معنی ہی یہ ہیں کہ توبہ کو نظر انداز کیا جا رہا

ہے۔ اور جب کہ توبہ مطلوب و مرغوب ہے تو جو چیز ترک توبہ کا نتیجہ ہوگی وہ بہر حال مقبوض و ناپسند ہوگی۔ گناہ اور خصوصاً گناہ پر اصرار انسان کے ارد گرد ایک ایسی مسموم فضا پیدا کر دیتا ہے جہاں اخلاقی روح مردہ ہو جاتی ہے اور بہت سی بلاکت آفرین چیزوں کا اسے سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری خود اسی پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ جو چیزیں ظہور میں آتی ہیں وہ گناہ کے طبعی نتائج کی حیثیت رکھتی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وما اصابکم من مصیبة فَمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ۔
 جو مصیبت بھی تم پر وارد ہوتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں ہی کی کمائی ہوتی ہے۔“

”صورتِ اعمال ما است ہرچہ بمائے رسد“
 یہ گناہ کے نتائج و اثرات کبھی دینی نقصان کی صورت میں

رو نما ہوتے ہیں جیسے سلبِ توفیق عبادت سے بے رُخی، علم کی فراموشی وغیرہ جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

ان العبد لیذنب الذنب فیئسی بہ علم الذی کان قد علم و ان العبد لیذنب الذنب فیبتنع بہ من قیام اللیل۔

بندہ کبھی ایسے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے جس کے نتیجے میں سیکھے ہوئے علم پر نسیان طاری ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا گناہ کرتا ہے جس کے نتیجے میں عبادتِ شب کی سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔“

اور کبھی دنیوی نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے حوادث و آلام، تنگی معاش، زوالِ نعمت وغیرہ جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

وایم اللہ ماکان قوم قط فی خفص عیش فزال
عنہم الا بذنوب احترحوھا۔

خدا کی قسم وہ لوگ جو عیش و آرام میں زندگی بسر کرتے تھے
اور پھر اُن کی نعمتیں ان سے چھن گئیں، تو یہ اُن گناہوں کا
نتیجہ تھا جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے۔“

امام علیہ السلام نے اس دُعاء میں دینی و دنیوی
دونوں نقصانوں کا ذکر کیا ہے اور پھر دین کے دائمی نتائج اور
دُنیا کے عارضی نقصانات پر نظر کرتے ہوئے بارگاہِ الہی میں
عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے گناہ کے نتیجہ میں دین کا
زیاں ہوتا ہو یا دُنیا کا نقصان تو تمام نقصانات کا بوجھ دنیا پر
ڈال دے اور ہمارے دین کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ
کر دے کیونکہ دنیا کے نقصانات عارضی اور چند روزہ ہیں اور
دین کا نقصان اس زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے جو ہمیشہ رہنے

والی ہے اور دائمی فائدہ کی خاطر عارضی نقصان کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حسنِ عمل کی توفیق کا سوال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمیں بس اس عمل کی توفیق دے جو تیری خوشنودی و رضامندی کا باعث ہو، اور ایسے کاموں سے بچائے رکھ جو تیری ناراضی کا سبب ہوں۔ یہ ارشاد حضرتؑ کی بلند نظری کا آئینہ دار ہے کہ ان کی نظریں اٹھتی ہیں تو اللہ کی رضامندی پر اور یہ خاصانِ خدا کا تقاضائے وارفتگی ہے کہ ان کی نظر نہ جنت پر ہوتی ہے نہ نعیمِ جنت پر۔ ان کی منزل صرف رضائے الہی کی منزل ہوتی ہے جس کی طلب انہیں ہر کیف و لذت سے بیگانہ اور ہر رنج و تکلیف سے بے نیاز بنا دیتی ہے۔ وہ دکھ جھیلے، تکلیفیں اٹھاتے اور پوری لگن کے ساتھ برسرِ عمل رہ کر اس منزلِ رضا کا کھوج لگاتے ہیں اور یہی اُن کی عبادت کا مقصد اور یہی

ان کی زندگی کا مآل ہوتا ہے اور یہی کامرانی کی آخری منزل
 ہے۔ رہی جنت! تو وہ اللہ کے تفضل کا ایک کرشمہ ہے۔
 اصل فلاح و نجات اس کی رضامندی ہی سے وابستہ ہے اور یہی
 سب سے بڑی سعادت ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:
 ورضوان من اللہ اکبر ”اللہ کی رضامندی سب سے بڑی
 چیز ہے“ اس منزل رضامندی کی راہ میں سب سے بڑی
 رکاوٹ نفسِ امارہ کی کارفرمائی ہے جو لذت و عیش کے
 پردے میں جرم و معصیت کی دعوت دیتا اور اپنی فسوں
 کاریوں سے برائیوں کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ چنانچہ
 قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کی زبانی ارشاد ہے ان
 النفس لامارة بالسوء الامارحم ربی۔ بے شک نفس
 برائیوں پر ابھارنے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم

کرے۔“ لیکن جب انسان اس نفس کی فریب کاریوں پر
 متنبہ ہوتا اور غفلت کی اندھیروں سے نکلتا ہے تو اسے
 ندامت و شرمساری گھیر لیتی ہے۔ وہ اپنے کئے پر پچھتااتا
 ہے اور ضمیر و وجدان اُسے ملامت کرتا ہے۔ یہ نفس لواہ
 کی کار فرمائی ہے جس سے نفس امارہ کی فتنہ سامانیاں دب
 جاتی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: وَلَا اقْسَمُ بِالنَّفْسِ
 اللّٰوَامَةِ۔ ”برائیوں پر سرزنش کرنے والے نفس کی میں
 قسم کھاتا ہوں۔“ اس ضمیر کی ملامت اور شرمساری کے
 تاثرات سے نفس نیکی کی راہوں کو دیکھ لیتا ہے اور نیکی کو
 نیکی سمجھ کر اختیار کرتا اور برائی کو برائی سمجھ کر چھوڑ دیتا
 ہے۔ یہ نفس ملہمہ کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے
 فَالْهَبْهَا فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا۔ ”اس نے بد کرداری اور

پر ہیز گاری نفس کو سمجھادی۔“ اور جب انسان ہمہ تن نیک
 اعمال میں مصروف اور برائیوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے
 اور تمام علاقے سے قطع نظر کر لیتا ہے تو صبر و یقین کی روح
 اس کے اندر دوڑ جاتی ہے۔ جس کے بعد نہ کوئی مصیبت
 اُسے متزلزل کرتی ہے اور نہ اُس کا یقین ڈانواں ڈول ہوتا
 ہے۔ یہ نفس مطمئنہ کی منزل ہے جہاں اللہ کی رضا و
 خوشنودی اس کے دامن میں سمٹ آتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ
 الہی ہے یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک
 راضیة مرضیة۔ اے نفس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی
 طرف پلٹ آ اس حالت میں کہ تو اس سے خوش، وہ تجھ سے
 راضی۔“ بہر حال اس نفس امارہ کی چیرہ دستیوں سے بچ کر
 وہی آگے بڑھ سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے تائید حاصل ہو
 اور توفیق الہی اس کے شامل حال ہو۔ اسی لئے حضرتؑ نے

نفس امارہ کی ستیزہ کاریوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی
توفیق و تائید کا سہارا ڈھونڈا ہے۔ کیونکہ انسان ہر بری
تحریک کے آگے سر خم کر دیتا اور ہر نفسانی خواہش کے
ادنے اشارے پر ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ اسی بنا پر قدرت نے
انسان کو کمزور و ضعیف قرار دیا ہے جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

اللہ الذی خلقکم من ضعف ”اللہ وہ

ہے جس نے تمہیں کمزور و ضعیف پیدا کیا۔“

دُعَاؤُهُ فِي اللَّجَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى طلب پناہ کے سلسلہ میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اللَّجَاءِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى

اللَّهُ تَعَالَى سے پناہ طلب کرنے کے سلسلہ میں حضرت کی دعاء
اَللّٰهُمَّ اِنْ تَشَاءُ تَعْفُ عَنَّا فَبِفَضْلِكَ وَاِنْ تَشَاءُ
تُعَذِّبُنَا فَبِعَذْلِكَ فَسَهِّلْ لَنَا عَفْوَكَ بِمَنِّكَ وَاَجِرْنَا
مِنْ عَذَابِكَ بِتَجَاوُزِكَ فَاِنَّهُ لَا طَاقَةَ لَنَا بِعَذْلِكَ
وَلَا نَجَاةَ لِأَحَدٍ مِنَّا

بارِ الہا! تو چاہے تو ہمیں معاف کر دے تو یہ تیرے فضل
کے سبب سے ہے اور اگر تو چاہے کہ ہمیں سزا دے تو یہ
تیرے عدل کی رو سے ہے۔ تو اپنے شیوۂ احسان کے پیش
نظر ہمیں پوری معافی دے اور ہمارے گناہوں سے درگزر
کر کے اپنے عذاب سے بچالے۔ اس لئے کہ ہمیں تیرے
عدل کی تاب نہیں ہے، اور تیرے عفو کے بغیر ہم میں سے

کسی ایک کی بھی نجات

دُونَ عَفْوِكَ يَا غَنِيَّ الْأَغْنِيَاءِ هَا نَحْنُ عِبَادُكَ بَيْنَ
يَدَيْكَ وَأَنَا أَفْقَرُ الْفُقَرَاءِ إِلَيْكَ فَاجْبُرْ فَاقْتَنَ
يُوسُفَ وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِنَا بِمَنْعِكَ فَتَكُونَ قَدْ
أَشَقَّيْتَ مَنْ اسْتَسْعَدَ بِكَ وَحَرَمْتَ مَنْ اسْتَرْفَدَ
فَضْلَكَ فَإِلَى مَنْ حِينَعِدُ مُنْقَلِبُنَا عَنْكَ وَإِلَى أَيْنَ
مَذْهَبُنَا عَنْ بَابِكَ سُبْحَانَكَ نَحْنُ الْمُضْطَرُّونَ الَّذِينَ
أَوْجَبْتَ إِجَابَتَهُمْ وَأَهْلُ السُّوءِ الَّذِينَ وَعَدْتَ
الْكَشْفَ عَنْهُمْ وَأَشْبَهُ الْأَشْيَاءِ بِمَشِيَّتِكَ وَأُولَى
الْأُمُورِ بِكَ فِي عَظَمَتِكَ رَحْمَةً مِنَّا سَتَرْتَحْمَكَ وَغَوْتُ
مَنْ اسْتَغَاثَ بِكَ فَأَرْحَمُ تَصَرُّعَنَا إِلَيْكَ وَأَغْنَانَا إِذْ
طَرَحْنَا أَنْفُسَنَا بَيْنَ يَدَيْكَ. اللَّهُمَّ إِنَّ الشَّيْطَانَ
قَدْ شَمِتَ بِنَا إِذْ شَايَعَنَا عَلَى مَعْصِيَتِكَ. فَصَلِّ

عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ وَآلِهِ وَلَا تُشَبِّهْ بِنَا بَعْدَ تَرْكِنَا إِنِّي أَهْلُكَ وَرَغَبْتَنَا عَنْهُ إِلَيْكَ۔

نہیں ہو سکتی۔ اے بے نیازوں کے بے نیاز! ہاں تو پھر ہم سب تیرے بندے ہیں جو تیرے حضور کھڑے ہیں۔ اور میں سب محتاجوں سے بڑھ کر تیرا محتاج ہوں۔ لہذا اپنے بھرے خزانے سے ہمارے دامن فقر و احتیاج کو بھر دے، اور اپنے دروازے سے رد کر کے ہماری اُمیدوں کو قطع نہ کر۔ ورنہ جو تجھ سے خوشحالی کا طالب تھا وہ تیرے ہاں سے حرماں نصیب ہو گا اور جو تیرے فضل سے بخش و عطا کا خواستگار تھا وہ تیرے در سے محروم رہے گا۔ تو اب ہم تجھے چھوڑ کر کس کے پاس جائیں اور تیرا در چھوڑ کر کدھر کا رخ کریں۔ تو اس سے منزہ ہے (کہ ہمیں ٹھکرادے جب کہ) ہم ہی وہ عاجز و بے بس ہیں جن کی دعائیں قبول کرنا تو نے

اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور وہ درد مند ہیں جن کے دکھ دور
 کرنے کا تو نے وعدہ کیا ہے، اور تمام چیزوں میں تیرے
 مقتضائے مشیت کے مناسب اور تمام امور میں تیری بزرگی
 و عظمت کے شایان یہ ہے کہ جو تجھ سے رحم کی درخواست
 کرے تو اس پر رحم فرمائے اور جو تجھ سے فریاد رسی چاہے
 تو اس کی فریاد رسی کرے۔ تو اب اپنی بارگاہ میں ہماری
 تضرع و زاری پر رحم فرما۔ اور جب کہ ہم نے اپنے کو
 تیرے آگے (خاکِ مذلت پر) ڈال دیا ہے تو ہمیں (فکر و
 غم سے) نجات دے۔ بارِ الہا! جب ہم نے تیری معصیت
 میں شیطان کی پیروی کی تو اس نے (ہماری اس کمزوری پر)
 اظہارِ مسرت کیا۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلِ اطہر پر درود بھیج اور
 جب ہم نے تیری خاطر اُسے چھوڑ دیا اور اُس سے روگردانی
 کر کے تجھ سے لو لگا چکے ہیں تو کوئی ایسی افتاد نہ پڑے کہ وہ

ہم پر شمتات کرے۔“

یہ دعا طلب پناہ، خواستگاری رحمت اور عدل الہی کے تقاضوں سے بے بسی و ناپاقتی کے اعتراف کے سلسلہ میں ہے۔ رحمت و عدالت اللہ کی وہ صفتیں ہیں جو دو مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہیں۔ ایک پہلو بخشش و مغفرت کا ہے اور دوسرا پہلو تعزیر و عقوبت کا۔ رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ گنہگاروں اور مجرموں سے درگزر کرے اور عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے گناہوں اور جرموں کی انہیں سزا دے۔ جب اُس کے عفو و رحمت کی وسعت پر نظر جاتی ہے تو دل میں رجاء کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اور جب اُس کے غضب و انتقام کا تصور ہوتا ہے تو دل خوف سے لرز اٹھتا ہے۔ مگر اس خوف و رجاء کے ملے جلے جذبات میں رحمت کا

نقش پہلے دل و دماغ پر اُبھرتا ہے اور قہر و غضب کا احساس بعد میں ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کے ہر گوشہ میں اصل رحمت ہی کی کار فرمائی ہے اور تعزیر و انتقام تو بعض ناگزیر حالتوں کے لئے ہے جہاں سزا و عقوبت کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ چنانچہ امام علیہ السلام نے اپنے دانشین اور مخصوص انداز طلب میں پہلے رحمت کا تذکرہ کیا ہے اور بعد میں عدالت کا۔ اس طرح کہ اگر تو معاف کر دے تو یہ تیری رحمت کی کار سازی ہے اور اگر سزا دے تو یہ تیری عدالت کا تقاضا ہے۔ پھر اس کی رحمت و عدالت کے دونوں رُخوں کو سامنے رکھتے ہوئے بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں کہ اگر نجات کا فیصلہ تیرے عدل کی رو سے ہو تو دُنیا میں کوئی بھی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ اور کون ایسا ہو سکتا ہے جو تیری رحمت سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے اعمال کے بل بوتے

پر نجات و رستگاری کا پروانہ حاصل کر لے جائے۔ لہذا جب
 نجات تیرے دامنِ عفو و رحمت سے وابستہ ہے تو بغیر کسی
 محاسبہ و باز پرس کے ہمیں معاف کر دے اور اپنے فضل و
 احسان سے محروم نہ کر۔ اس لئے کہ ”اے بے نیازوں کے
 بے نیاز! ہم سب بندے تیرے حضور کھڑے ہیں اور میں
 سب محتاجوں سے بڑھ کر تیرا محتاج ہوں۔“ اس جملہ میں نہ
 معلوم طلب و نیاز کی کتنی منزلیں طے ہو گئی ہیں اور التجاؤ
 استرحام کے کتنے دفتر سمٹ آئے ہیں۔ سید نعمت اللہ
 جزائری رحمہ اللہ اس جملہ کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں کہ
 یمکن استخراج نہاء مائة لطيفة من هذه
 الفقرة الشريفة (اگر غور کیا جائے تو اس جملہ سے سو
 کے بقدر دقائق و نکات مستنبط ہو سکتے ہیں) چنانچہ پہلی نظر
 اس صنعت طباق و تضاد پر پڑتی ہے جو اغنیاء اور افقر

الفقراء میں ہے کہ جب اسے سب سے زیادہ غنی کہا ہے تو
 اُس کے مقابلہ میں اپنے کو بہت زیادہ فقیر کہہ کر پیش کیا
 ہے۔ اور اس سے طلب و سوال کے استحقاق پر بھی روشنی
 پڑتی ہے اس طرح کہ جب وہ غنی ہے تو کسی نعمت و دولت
 کے بخشے سے قاصر نہیں ہو سکتا۔ اور ادھر فقر ہے تو فقیر اپنی
 ضرورت و احتیاج کے پیش نظر مانگے گا اور جب کہ پانی کا
 بہاؤ اُدھر کا رخ کرتا ہے جدھر نشیب ہوتا ہے تو کریم کا
 دستِ کرم بھی اُدھر بڑھنا چاہئے جدھر فقر و احتیاج ہو۔ اور
 پھر وہ صرف غنی نہیں بلکہ غنی الاغنیاء ہے جس کے معنی یہ
 ہیں کہ وہ ہر لحاظ سے غنی و بے نیاز ہے۔ ایسا نہیں کہ ایک
 لحاظ سے غنی ہو اور ایک اعتبار سے محتاج کہ یہ کہا جاسکے کہ
 اس سوال کا تعلق اس پہلو سے ہے جس میں احتیاج کا فرما
 ہے اور اسی طرح دوسری طرف صرف احتیاج نہیں بلکہ حد

سے بڑھی ہوئی احتیاج ہے۔ تو اس کے فضل و کرم کا زیادہ محل وہی ہو گا جہاں احتیاج اپنی پوری بے سروسامانی کے ساتھ ہو۔ اس مقام پر لفظ ہآ سے جو حرف تنبیہ ہے قدرت کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ حالانکہ حرف تنبیہ اس محل پر استعمال ہوتا ہے جہاں مخاطب کو جھنجھوڑنا اور غفلت و بے تو جہی سے ہوشیار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مگر اللہ کو متنبہ و ہوشیار کرنے کے کیا معنی جب کہ اس پر نہ غفلت طاری ہو سکتی ہے اور نہ وہ بندوں کے حال سے غافل و بے خبر رہ سکتا ہے۔ تو اس محل پر اللہ کو متنبہ کرنا نہیں ہے بلکہ اس تنبیہ کے پردے میں اپنی غفلت و کوتاہی کا اعتراف مقصود ہے۔ اس طرح کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معنوی لحاظ سے دور ہو جاتا ہے اور جوں جوں گناہ میں بڑھتا جاتا ہے اس دوری کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے اور وہ یہ تصور

کرنے لگتا ہے کہ اب وہ اللہ سے اتنا دور ہو چکا ہے کہ وہ اُسے
 نظر انداز کر دے اور ناقابل التفات سمجھ کر اپنی توجہ کا رخ
 اُس سے موڑ لے۔ اس احساس کے پیش نظر جو خود اس کی
 غفلت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اللہ کو گویا اپنے سے غافل قرار دے
 لیتا ہے اور اس موقع پر خطاب کے لئے حرف تنبیہ کی
 ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اور جب تضرع و زاری اور دُعاء و
 مناجات سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہ دوری کا
 احساس ختم ہو جاتا ہے اور اُس کی طرف متوجہ ہونے سے
 اُسے اپنے سے قریب تر تصور کرنے لگتا ہے۔ چنانچہ جب
 اپنی غفلت کے پیش نظر دوری کا تصور ہوا تو لفظ ہآ سے اسے
 متوجہ کیا۔ اور جب اس کی طرف رجوع ہونے سے قرب کا
 احساس ہوا تو فرمایا بین یدیک ”ہم تیرے سامنے ہی تو
 ہیں“ اور اسی امر کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے:

من تقرب الی شبرا تقرب الیہ ذراعًا

جو ایک بالشت مجھ سے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب جاتا ہوں۔“

اور کبھی اس محل پر بھی حرف تنبیہ لایا جاتا ہے جہاں مخاطب کو خصوصی توجہ دلا کر کوئی اہم اور غیر معمولی بات کہنا ہوتی ہے اور اس طریقہ سے مقصد کی اہمیت کو واضح کرنا مقصود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس مقصد سے اہم مقصد کیا ہو سکتا ہے جو انسان کی دائمی فلاح و بہبود سے متعلق ہو۔ اور پھر مقصد کی اہمیت اس کی مقتضی ہوتی ہے کہ پوری عاجزی و سرافگندگی کے ساتھ سوال کیا جائے اور انتہائی تضرع و اصرار سے دامنِ طلب پھیلایا جائے تو اس مختصر اور دو حرفی لفظِ ہا میں اپنی غفلت اور اس کے نتیجہ میں اللہ کی طرف سے بے توجہی، مدعا و مقصد کی اہمیت اور اس کے لئے

گڑ گڑاہٹ سب معافی سمٹ کر جمع ہو گئے ہیں۔ حضرت
 نے اس مورد پر لفظ عباد استعمال کی ہے جو عبد کی جمع ہے۔
 تو یہ وہی اسلوب ہے جو ارشادِ الہی اِيَّاكَ نَعْبُدُ ”ہم تیری ہی
 عبادت کرتے ہیں۔“ کا ہے۔ کہ تنہا عبادت کرنے والا بھی
 عبودیت کا اظہار بصورتِ جمع کرتا ہے گویا وہ عبادت
 گزاروں کے زمرہ میں منسلک ہو کر اپنی عبادت کو اللہ کے
 حضور پیش کرتا ہے تا کہ ان میں سے قبول ہونے والی
 عبادتوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی قبولیت کا شرف حاصل کر لے
 جائے۔ اسی طرح حضرتؑ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر
 میں تیرے کرم و رحمت کا سزاوار نہیں تو ان بندوں میں
 جنہیں میں نے اپنے ساتھ شامل کیا ہے، بے گناہ، کمزور و
 ناتواں، بوڑھے، عاجز و در ماندہ افراد بھی ہیں۔ ان میں کوئی نہ
 کوئی تو تیری نظرِ کرم کا مستحق اور قابلِ شفقت و رحمت

ہو گا۔ تو میں بھی اُن کی صف میں کھڑا ہو جاتا ہوں تاکہ جب
 تیری رحمت جوش میں آئے اور تیرے فضل و انعام کی
 گھنگھور گھٹائیں برسیں تو میرا دامن بھی چھلک جائے کیونکہ
 ابر باراں جب برستا ہے بلا امتیاز برستا ہے۔ اور پھر لفظ عباد
 سے اس آیت کی طرف اشارہ بھی ہے کہ یا عبادی الذین
 اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔
 (اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتی کی
 ہے میری رحمت سے بے آس نہ ہو جاؤ) مقصد یہ ہے کہ
 جب تو نے اپنے عباد کو اپنی رحمت کا امیدوار بنایا ہے تو ہم
 وہی عباد تو ہیں جو جھولی پھیلانے، تجھ سے آس لگائے
 تیرے در پر ایستادہ ہیں۔ بلکہ طرحنا انفسنا بین
 یدیک (ہم نے اپنے کو تیرے آگے خاکِ مذلت پر ڈلادیا
 ہے) تو اب آگے تیری خوشی جو سرفراز کرے۔

دُعاؤہ بخواتم الخیر انجام بخیر ہونے کی دعا

دُعاؤہ بخواتم الخیر

انجام بخیر ہونے کی دعا

يَا مَنْ ذِكْرُهُ شَرَفٌ لِلدَّارِ كَرِيمٍ وَيَا مَنْ شُكْرُهُ فَوْزٌ
لِلشَّارِ كَرِيمٍ وَيَا مَنْ طَاعَتُهُ نَجَاةٌ لِلْمُطِيعِينَ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاشْغَلْ قُلُوبَنَا بِذِكْرِكَ عَنْ كُلِّ ذِكْرٍ
وَالسِّنَّتِنَا بِشُكْرِكَ عَنْ كُلِّ شُكْرٍ وَجَوَارِحَنَا
بِطَاعَتِكَ عَنْ كُلِّ طَاعَةٍ فَإِنْ قَدَّرْتَ لَنَا فَرَاغًا مِنْ
شُغْلٍ فَاجْعَلْهُ فَرَاغَ سَلَامَةٍ لَا تُدْرِكُنَا فِيهِ تَبِعَةٌ
وَلَا تُلْحِقُنَا فِيهِ سَامَةٌ حَتَّى يَنْصَرِفَ عَنَّا كُتُبُ
السَّيِّئَاتِ بِصَحِيفَةٍ خَالِيَةٍ مِنْ ذِكْرِ سَيِّئَاتِنَا
وَيَتَوَلَّى كُتَابُ الْحَسَنَاتِ عَنَّا مَسْرُورِينَ بِمَا
كُتِبُوا مِنْ حَسَنَاتِنَا وَإِذَا انْقَضَتْ أَيَّامُ حَيَاتِنَا

وَتَصَرَّمَتْ مُدَدُ أَعْمَارِنَا وَاسْتَحْضَرْتُنَا دَعْوَتَكَ
الَّتِي لَا بُدَّ مِنْهَا وَمِنْ إِبَابَتِهَا فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَاجْعَلْ خِتَامَ مَا تُحْصِي عَلَيْنَا كِتَابَةً

اے وہ ذات! جس کی یاد، یاد کرنے والوں کے لئے سرمایہ
عزت! اے وہ جس کا شکر، شکر گزاروں کے لئے وجہ
کامرانی؛ اے وہ جس کی فرمانبرداری فرمانبرداروں کے
لئے ذریعہ نجات ہے۔ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
اور ہمارے دلوں کو اپنی یاد میں اور ہماری زبانوں کو اپنے
شکر میں اور ہمارے اعضا کو اپنی فرمانبرداری میں مصروف
رکھ کر ہر یاد، ہر شکریہ اور ہر فرمانبرداری سے بے نیاز کر
دے۔ اور اگر تو نے ہماری مصروفیتوں میں کوئی فراغت کا
لمحہ رکھا ہے تو اُسے سلامتی سے ہمکنار کر، اس طرح کہ نتیجہ
میں کوئی گناہ دامن گیر نہ ہو اور نہ خستگی رونما ہوتا کہ برائیوں

کو لکھنے والے فرشتے اس طرح پلٹیں کہ نامہ اعمال ہماری
 برائیوں کے ذکر سے خالی ہو اور نیکیوں کو لکھنے والے فرشتے
 ہماری نیکیوں کو لکھ کر مسرور و شاداں واپس ہوں اور جب
 ہماری زندگی کے دن بیت جائیں اور سلسلہ حیات قطع ہو
 جائے اور تیری بارگاہ میں حاضر ہونے کا بلاوا آئے جسے بہر
 حال آنا اور جس پر بہر صورت لبیک کہنا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن
 کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے کاتبانِ اعمال
 ہمارے جن اعمال کا شمار کریں ان میں آخری عمل
 مقبول تو بہ کو

أَعْمَالِنَا تَوْبَةً مَّقْبُولَةً لَا تُوَقِّفُنَا بَعْدَهَا عَلَى ذَنْبٍ
 اجْتَرَحْنَاهُ وَلَا مَعْصِيَةٍ اقْتَرَفْنَاهَا وَلَا تَكْشِفْ
 عَنَّا سِتْرًا سَتَرْتَهُ عَلَي رُؤُوسِ الْأَشْهَادِ يَوْمَ تَبْلُو
 أَخْبَارَ عِبَادِكَ إِنَّكَ رَحِيمٌ مِّنْ دَعَاكَ

وَمُسْتَجِيبٌ لِّمَنْ نَادَاكَ۔

قرار دے کہ اس کے بعد ہمارے گناہوں اور ہماری معصیتوں پر جن کے ہم مرتکب ہوئے ہیں سرزنش نہ کرے اور جب اپنے بندوں کے حالات جانچے تو اس پردہ کو جو تو نے ہمارے گناہوں پر ڈالا ہے سب کے روبرو چاک نہ کرے۔ بے شک جو تجھے بلائے تو اس پر مہربانی کرتا ہے اور جو تجھے پکارے تو اس کی سنتا ہے۔

سرنامہ دُعا میں ذکرِ الہی کو کرنے والوں کے لئے سرمایہ عزّ و شرف قرار دیا ہے۔ کیونکہ جب بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اُسے یاد رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: - فاذکرونی اذکرکم۔ ”تم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد

رکھوں گا۔“ اور حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے:-
 من ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر من ملائہ
 ومن ذکرنی سر اذ کرتہ علانیۃ۔

جو شخص کسی بزم میں میرا ذکر کرتا ہے میں اس سے بہتر
 اجتماع میں اس کا ذکر کرتا ہوں، اور جو خفیہ طور پر میرا ذکر
 کرتا ہے میں اس کا علانیہ ذکر کرتا ہوں۔“

اور ظاہر ہے کہ خالق کا اپنے مخلوق کو اور معبود کا اپنے عبد
 کو یاد رکھنا اور اپنے الطاف کا مورد قرار دینا بندہ کے لئے
 باعث عز و افتخار ہے اور چونکہ یہ نتیجہ ہے کہ ذکرِ الہی کا، لہذا
 ذکرِ الہی بھی شرف میں محسوب ہو گا۔

اہل عرفان کے نزدیک ذکرِ الہی کے چار مرتبے
 ہیں۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید
 صرف زبان سے ہو اور دل اس کی یاد سے یکسر خالی ہو۔ یہ

ذکر کا پست ترین مرتبہ ہے تاہم فائدے سے یہ بھی خالی
 نہیں ہے؛ کیونکہ جتنی دیر زبان اس کے ذکر میں مصروف
 رہے گی، غیبت، بد گوئی، فحش کلامی اور دوسری بے ہودہ
 باتوں سے محفوظ رہے گی۔ اور ہو سکتا ہے کہ رفتہ رفتہ دل
 بھی زبان کا ساتھ دینے لگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو
 جائے؛ کیونکہ جب ذکر کی آوازیں پیہم کان کے پردوں سے
 ٹکرائیں گی تو کب تک دل متاثر نہ ہو گا۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے
 کہ دل زبان کا ساتھ تو دے مگر توجہ و انہماک نہ ہو۔ ایسا
 معلوم ہو کہ اُسے جبراً و قہراً اس طرف لایا جا رہا ہے۔ یہ مرتبہ
 پہلے مرتبہ سے کچھ بلند ہے کیونکہ دل کچھ تھوڑا بہت تو زبان
 کا ہم نوا ہے۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان کے ساتھ دل بھی
 اس کی یاد میں کھو جائے۔ لیکن دوسری طرف متوجہ کرنے
 سے متوجہ بھی ہو جائے؛ اگرچہ یہ توجہ وقتی و عارضی ہو۔ یہ

رسوخ کی منزل ہے۔ اور چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ دل میں ذکر
 اس طرح رچ بس جائے کہ خون کے ساتھ رگ و پے میں
 دوڑنے لگے اور حیات کا ہر لمحہ سوز و گداز کا لافانی مرقع اور
 جسم و جان کا ہر ریشہ محبت کی شعلہ فشانوں کا مرکز بن
 جائے۔ یہ عشق الہی کی منزل فنا فی اللہ کے درجہ اور عبودیت
 کا وہ بلند مقام ہے جس کے اندر ربوبیت کے جوہر پوشیدہ
 ہیں۔ حضرت کے ارشاد و اشغل قلوبنا بذکرک عن کل ذکر۔
 ہمارے دلوں کو اپنے ذکر کی بدولت ہر ذکر سے بے نیاز
 کر دے۔ “میں اسی مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ ذکر
 الہی میں حضرت کے انہماک کا یہ عالم ہوتا تھا کہ نہ کوئی
 خواہش آپ کے تصورات پر غالب آتی تھی اور نہ کوئی حادثہ
 توجہ کو موڑنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ کمال الدین ابن
 طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں تحریر کیا ہے کہ حضرات

محراب عبادت میں ایستادہ نمازِ شب پڑھ رہے تھے کہ شیطان ایک اژدھے کی صورت میں سامنے سے نمودار ہوا، مگر آپ حسبِ معمول نماز میں مصروف رہے۔ اس نے بڑھ کر آپ کے پیر کا انگوٹھا اپنے دانتوں میں دبایا۔ پھر بھی آپ کی توجہ کو ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ وہ اژدھے کی صورت میں شیطان ہے آپ نے اسے ٹھوکر لگائی اور پھر مصروفِ عبادت ہو گئے۔ اس منظر کو دیکھ کر ہاتھِ غیبی نے پکار کر کہا انت زین العابدین۔ آپ عبادت گزاروں کی زینت ہیں۔“

دوسری چیز یہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا شکر گزاروں کے لئے باعثِ کامرانی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے کہ لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم

ان عذابى لشديد۔ ”اگر تم شكر ادا كرو گے تو ميں تمہارى نعمتوں ميں اضافہ كروں گا اور اگر تم نے كفر ان نعمت كيا تو ياد ركھو كہ مير ا عذاب سخت عذاب ہے۔ لہذا جب كفر ان نعمت، نعمتوں سے محرومى اور عذاب كا باعث ہے تو شكر نعمتوں كى افزائش اور عذاب سے رہائى كا ذريعہ ہو گا۔ اور يہى فوز و كامرانى ہے جو ادائے شكر كى بدولت حاصل ہوتى ہے۔

تيسرى چيز يہ بيان كى ہے كہ اللہ تعالىٰ كى اطاعت، اطاعت گزاروں كے لئے نجات و رستگارى كى ضامن اور اخروى كامرانى كى ذمہ دار ہے۔ چنانچہ جب انسان ميں اطاعت كا جذبہ پيدا ہوتا ہے اور وہ اللہ كے احكام كى پابندى اور اس كے ممنوعات و محرمات سے كنارہ كرتا ہے تو قہراً اس كے افكار و اعمال ميں ايك خوشگوار اثر پڑتا ہے اور وہ اچھائى، برائى، درست و نادرست اور صحيح و غلط ميں امتياز كر

کے برائیوں سے علیحدگی اختیار کرتا اور اچھائیوں کو اپنے اندر نشوونما دیتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ عزت و کامرانی کی زندگی بسر کرتا اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے انعامات سے سرفراز ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وَمَنْ يَطْعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَاُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔

جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا ہے۔“

اور جو اُس کی اطاعت سے انحراف کرتا ہو اس کے حدود کو توڑتا اور گناہ و معصیت میں پڑا رہتا ہے وہ اپنے ناپاک عمل و کردار کی وجہ سے دلوں میں کوئی مقام و منزلت حاصل نہیں کر سکتا اور ان دنیوی ذلتوں اور تباہیوں

کے ساتھ آخرت کی بلاکتوں کے اسباب بھی فراہم کر لیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:-

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَ مَا فِى دَخْلِهِ نَارُ اِخْلَادٍ فِىْهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔

جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کے حدود سے تجاوز کرتے ہیں انہیں ہمیشہ کے لئے جہنم میں داخل کرے گا اور اُس کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔“

بہر حال ذکر، شکر اور اطاعت یہ وہ اعمال ہیں جو انسان کے دل، زبان اور اعضاء کو گناہ سے بچالے جاتے ہیں چنانچہ دل میں اگر اس کی یاد ہوگی تو خیالاتِ فاسدہ اور معتقداتِ باطلہ کے قبول کرنے کی گنجائش اس میں نہ رہے گی، اور زبان پر اس کا ذکر یا شکر ہو گا تو وہ جھوٹ، بہتان،

غیبت اور اس قبیل کے دوسرے عیوب سے بچا رہے گا۔
 اور اگر اعضاء اس کی اطاعت میں مصروف رہیں گے تو وہ
 گناہ جو ان اعضاء سے تعلق رکھتے ہیں جیسے ظلم، سرقہ، قتل،
 زنا وغیرہ اس سے سرزد نہ ہوں گے اور یہی دل، زبان اور
 اعضاء گناہ اور معاصی کا سرچشمہ ہیں۔ جب ان پر ذکر، شکر
 اور اطاعت کا پہرا بیٹھ جائے گا تو کلیۃً گناہوں کا انسداد ہو
 جائے گا اور یہی مقام مقام عصمت ہے۔

اس کے بعد خداوندِ عالم کی بارگاہ میں یہ التجا کی ہے
 کہ وہ ہمہ وقت ذکر، شکر اور اطاعت میں مصروف رہنے کی
 توفیق کرامت فرمائے اور اگر عبادت سے کچھ فراغت کے
 لمحات میسر ہوں تو اس فراغت کی وجہ سے دل میں تنگی کی
 صورت پیدا نہ ہو کہ پھر ذکر و عبادت کی طرف رجوع ہونا
 طبیعت پر شاق گذرے، اور کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جو

رضائے الہی کے خلاف ہو۔ مقصد یہ ہے کہ بے کاری اور
تعطل پیدا ہی نہ ہو۔ اور نہ کوئی لمحہ ایسا گزرے جس میں مقصدِ
حیات سے فراموشی ہونے پائے۔

دُعَاؤُهُ فِي الْإِعْتِرَافِ اعترافِ گناہ و طلبِ توبہ کے سلسلہ میں دعا

دُعَاؤُهُ فِي الْإِعْتِرَافِ وَطَلَبِ التَّوْبَةِ

اعترافِ گناہ اور طلبِ توبہ کے سلسلہ میں حضرت کی دُعا
اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ يَحْجُبُنِيْ عَنْ مَسْئَلَتِكَ خِلَالُ ثَلَاثٍ
وَتَحْدُوْنِيْ عَلَيَّهَا خَلَّةٌ وَاحِدَةٌ يَحْجُبُنِيْ اَمْرٌ اَمَرْتُ بِهٖ
فَاَبْطَأْتُ عَنْهُ وَنَهَيْتَنِيْ عَنْهُ فَاَسْرَعْتُ اِلَيْهِ
وَنِعْمَةً اَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ فَقَصَرْتُ فِيْ شُكْرِهَا
وَيَحْدُوْنِيْ عَلٰى مَسْئَلَتِكَ تَفْضُّلُكَ عَلٰى مَنْ اَقْبَلَ
بِوَجْهِهِ اِلَيْكَ وَوَفَدَ بِمُحْسِنِ ظَنِّهِ اِلَيْكَ اِذْ جَمِيعُ
اِحْسَانِكَ تَفْضُّلٌ وَاِذْ كُلُّ نِعْمِكَ اِبْتِدَاءٌ فَهَآ اَنَا ذَا يَآ

اے اللہ! مجھے تین باتیں تیری بارگاہ میں سوال کرنے سے
روکتی ہیں اور ایک بات اس پر آمادہ کرتی ہے۔ جو باتیں
روکتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس امر کا تو نے حکم

دیا میں نے اس کی تعمیل میں سستی کی۔ دوسرے یہ کہ
 جس چیز سے تو نے منع کیا اس کی طرف تیزی سے بڑھا۔
 تیسرے جو نعمتیں تو نے مجھے عطا کیں ان کا شکر ادا کرنے
 میں کوتاہی کی۔ اور جو بات مجھے سوال کرنے کی جرأت دلاتی
 ہے وہ تیرا تفضل و احسان ہے جو تیری طرف رجوع ہونے
 والوں اور حسن ظن کے ساتھ آنے والوں کے ہمیشہ شریک
 حال رہا ہے۔ کیونکہ تیرے تمام احسانات صرف
 تیرے فضل کی بنا پر ہیں اور تیری ہر نعمت بغیر کسی سابقہ
 استحقاق کے ہے۔ اچھا پھر اے میرے معبود! میں تیرے
 اِلٰہی وَاَقِفْ بِبَابِ عِزِّكَ وَقُوفَ الْمُسْتَسْلِمِ
 الذَّلِيلِ وَسَأْئِلُكَ عَلَى الْحَيَاءِ مِنْنِي سَوَالَ الْبَائِسِ
 الْمُعِيلِ مُقَرَّرُكَ بِأَنِّي لَمْ أَسْتَسْلَمْ وَقْتُ إِحْسَانِكَ
 إِلَّا بِالْإِقْلَاعِ عَنْ عَصِيَانِكَ وَلَمْ أَخْلُ فِي الْحَالَاتِ

كُلِّهَا مِنْ أَمْتِنَا نِكَ فَهَلْ يَنْفَعُنِي يَا إِلَهِي إِقْرَارِي
 عِنْدَكَ بِسُوءٍ مَا اكْتَسَبْتُ وَهَلْ يُنْجِينِي مِنْكَ
 اعْتِرَافِي لَكَ بِقَبِيحِ مَا ارْتَكَبْتُ أَمْ أَوْجَبْتَ لِي فِي
 مَقَامِي هَذَا سُخْطَكَ أَمْ لَزِمَنِي فِي وَقْتِ دُعَايِ
 مَقْتُكَ سُبْحَانَكَ لَا أَيْئَسُ مِنْكَ وَقَدْ فَتَحْتَ لِي بَابَ
 التَّوْبَةِ إِلَيْكَ بَلْ أَقُولُ مَقَالَ الْعَبْدِ الذَّلِيلِ
 الظَّالِمِ لِنَفْسِهِ الْمُسْتَخِفِّ بِحُرْمَةِ رَبِّهِ الَّذِي
 عَظُمَتْ ذُنُوبُهُ فَجَلَّتْ وَأَذْبَرَتْ أَيَّامُهُ فَوَلَّتْ حَتَّى إِذَا
 رَأَى مُدَّةَ الْعَمَلِ قَدْ انْقَضَتْ وَغَايَةَ الْعُمُرِ قَدْ
 انْتَهَتْ وَآيَقَنَ أَنَّهُ لَا فَحْيِصَ لَهُ مِنْكَ وَلَا مَهْرَبَ لَهُ
 عَنْكَ تَلَقَّكَ بِالْإِنَابَةِ وَأَخْلَصَ لَكَ التَّوْبَةَ فَقَامَ

دروازہ عز و جلال پر ایک عبد مطیع اور ذلیل کی طرح کھڑا
 ہوں اور شرمندگی کے ساتھ ایک فقیر و محتاج کی حیثیت سے

سوال کرتا ہوں اس امر کا اقرار کرتے ہوئے کہ تیرے احسانات کے وقتِ ترکِ معصیت کے علاوہ اور کوئی اطاعت (از قبیل حمد و شکر) نہ کر سکا۔ اور میں کسی حالت میں تیرے انعام و احسان سے خالی نہیں رہا۔ تو کیا اے میرے معبود! یہ بد اعمالیوں کا اقرار تیری بارگاہ میں میرے لئے سودمند ہو سکتا ہے اور وہ برائیاں جو مجھ سے سرزد ہوئی ہیں ان کا اعتراف تیرے عذاب سے نجات کا باعث قرار پا سکتا ہے۔ یا یہ کہ تو نے اس مقام پر مجھ پر غضب کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور دُعا کے وقت اپنی ناراضگی کو میرے لئے برقرار رکھا ہے۔ تو پاک و منزہ ہے۔ میں تیری رحمت سے مایوس نہیں ہوں اس لئے کہ تو نے اپنی بارگاہ کی طرف میرے لئے توبہ کا دروازہ کھول دیا ہے۔ بلکہ میں اس بندۂ ذلیل کی سی بات کہہ رہا ہوں جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اپنے

پروردگار کی حرمت کا لحاظ نہ رکھا۔ جس کے گناہِ عظیم اور روز
 افزوں ہیں جس کی زندگی کے دن گزر گئے اور گزرتے جا
 رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب اُس نے دیکھا کہ مدتِ عمل
 تمام ہو گئی اور عمر اپنی آخری حد کو پہنچ گئی اور یہ یقین ہو گیا
 کہ اب تیرے ہاں حاضر ہوئے بغیر کوئی چارہ اور تجھ سے نکل
 بھاگنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو وہ ہمہ تن تیری طرف
 رجوع ہوا اور صدقِ نیت سے تیری بارگاہ میں توبہ کی۔ اب
 وہ بالکل پاک و صاف دل کے ساتھ تیرے حضور کھڑا ہوا۔
 پھر لکپکپاتی آواز سے اور دبے لہجے میں تجھے پکارا اس حالت
 میں کہ خضوع و تذلل کے ساتھ

إِلَيْكَ بِقَلْبٍ طَاهِرٍ نَقِيٍّ ثُمَّ دَعَاكَ بِصَوْتٍ حَائِلٍ
 خَفِيِّ قَدْ تَطَاوَلَتْكَ فَأَمْنَحْنِي وَنَكَّسَ رَأْسَهُ فَأَنْشَنِي
 قَدْ أَرَعَشْتُ خَشْيَتَهُ رَجُلِيهِ وَغَرَّقْتُ دُمُوعَهُ

خَدَّيْهِ يَدْعُوكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَيَا أَرْحَمَ مَنْ
 انْتَابَهُ الْمُسْتَزْجِمُونَ وَيَا أَعْظَفَ مَنْ أَطَافَ بِهِ
 الْمُسْتَغْفِرُونَ وَيَا مَنْ عَفُوهُ أَكْثَرُ مِنْ نِقْمَتِهِ وَيَا مَنْ
 رِضَاهُ أَوْفَرُ مِنْ سَخَطِهِ وَيَا مَنْ تَحَمُّدُ إِلَى خَلْقِهِ بِحُسْنِ
 التَّجَاوُزِ وَيَا مَنْ عَوْدَ عِبَادَةٍ قَبُولُ الْإِنَابَةِ وَيَا مَنْ
 اسْتِصْلَاحُ فَايَسِدَهُمْ بِالتَّوْبَةِ وَيَا مَنْ رَضِيَ مِنْ
 فِعْلِهِمْ بِالْيَسِيرِ وَيَا مَنْ كَافَى قَلِيلَهُمْ بِالْكَثِيرِ
 وَيَا مَنْ ضَمِنَ لَهُمْ إِجَابَةَ الدُّعَاءِ وَيَا مَنْ وَعَدَهُمْ
 عَلَى نَفْسِهِ بِتَفْضُلِهِ حُسْنَ الْجَزَاءِ مَا أَنَا بِأَعْطَى مَنْ
 عَصَاكَ فَغَفَرْتَ لَهُ وَمَا أَنَا بِالْيَوْمِ مَنِ اعْتَذَرَ إِلَيْكَ
 فَقَبِلْتَ مِنْهُ وَمَا أَنَا بِأَظْلَمَ مَنْ تَابَ إِلَيْكَ فَعُدْتَ
 عَلَيْهِ أَتُوبُ إِلَيْكَ فِي مَقَامِي هَذَا تَوْبَةً نَادِمٍ

تیرے سامنے جھک گیا اور سر کو نیوڑھا کر تیرے آگے

خمیدہ ہو گیا۔ خوف سے اس کے دونوں پاؤں تھرا رہے ہیں
 اور سیل اشک اُس کے رخساروں پر رواں ہے۔ اور تجھے اس
 طرح پکار رہا ہے: اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم
 کرنے والے۔ اے ان سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے
 جن سے طلبگارِ انِ رحم و کرم بار بار رحم کی التجائیں کرتے
 ہیں۔ اے ان سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے جن کے
 گردِ معافی چاہنے والے گھیرا ڈالے رہتے ہیں۔ اے وہ جس کا
 عفو و درگزر اس کے انتقام سے فزوں تر ہے۔ اے وہ جس
 کی خوشنودی اس کی ناراضگی سے زیادہ ہے۔ اے وہ جو
 بہترین عفو و درگزر کے باعث مخلوقات کے نزدیک حمد و
 ستائش کا مستحق ہے۔ اے وہ جس نے اپنے بندوں کو قبول
 توبہ کا خوگر کیا ہے اور توبہ کے ذریعہ ان کے بگڑے
 ہوئے کاموں کی درستگی چاہی ہے۔ اے وہ جو ان کے ذرا سے

عمل پر خوش ہو جاتا ہے اور تھوڑے سے کام کا بدلہ زیادہ دیتا ہے۔ اے وہ جس نے ان کی دُعاؤں کو قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے۔ اے وہ جس نے از روئے تفضّل و احسان بہترین جزا کا وعدہ کیا ہے۔ جن لوگوں نے تیری معصیت کی اور تو نے انہیں بخش دیا میں اُن سے زیادہ گنہگار نہیں ہوں اور جنہوں نے تجھ سے معذرت کی اور تو نے اُن کی معذرت کو قبول کر لیا ان سے زیادہ قابلِ سرزنش نہیں ہوں اور جنہوں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی اور تو نے (توبہ کو قبول فرما کر) ان پر احسان کیا اُن سے زیادہ ظالم نہیں ہوں۔ لہذا میں اپنے اس موقف کو دیکھتے ہوئے تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اس شخص کی سی توبہ جو اپنے پچھلے گناہوں پر نادام اور

عَلَى مَا فَرَّطَ مِنْهُ مُشْفِقٍ مِمَّا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ خَالِصٍ

الْحَيَاءُ مِمَّا وَقَعَ فِيهِ عَالِمٌ بِأَنَّ الْعَفْوَ عَنِ الذَّنْبِ
 الْعَظِيمِ لَا يَتَعَاظَمُكَ وَ أَنَّ التَّجَاوُزَ عَنِ الْإِثْمِ
 الْجَلِيلِ لَا يَسْتَصْعِبُكَ وَ أَنَّ احْتِمَالَ الْجَنَائِيَّاتِ
 الْفَاحِشَةِ لَا يَتَكَادُكَ وَ أَنَّ أَحَبَّ عِبَادِكَ إِلَيْكَ مَنْ
 تَرَكَ الْإِسْتِكْبَارَ إِلَيْكَ وَ جَانَبَ الْإِصْرَارَ وَ لَزِمَ
 الْإِسْتِغْفَارَ وَ أَنَا أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِنْ أَنْ أَسْتَكْبِرَ
 وَ أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أُصِرَّ وَ أَسْتَغْفِرُكَ لِمَا قَصَرْتُ
 فِيهِ وَ أَسْتَعِينُ بِكَ عَلَى مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. اللَّهُمَّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِهِ وَ هَبْ لِي مَا يَجِبُ عَلَيَّ لَكَ وَ عَافِنِي
 مِمَّا أَسْتَوْجِبُهُ مِنْكَ وَ أَجِرْنِي مِمَّا يَخَافُهُ أَهْلُ
 الْإِسَاءَةِ فَإِنَّكَ مَلِيٌّ بِالْعَفْوِ مَرْجُوٌّ لِلْمَغْفِرَةِ
 وَ مَعْرُوفٌ بِالتَّجَاوُزِ لَيْسَ لِحَاجَتِي مَطْلَبٌ سِوَاكَ
 وَلَا لِذَنْبِي غَافِرٌ غَيْرُكَ حَاشَاكَ وَلَا أَخَافُ عَلَى
 نَفْسِي إِلَّا إِيَّاكَ إِنَّكَ أَهْلُ التَّقْوَى وَ أَهْلُ الْمَغْفِرَةِ

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

خطاؤں کے ہجوم سے خوف زدہ اور جن برائیوں کا مرتکب ہوتا رہا ہے ان پر واقعی شرمسار ہو اور جانتا ہو کہ بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دینا تیرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے اور بڑی سے بڑی خطا سے درگزر کرنا تیرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے اور سخت سے سخت جرم سے چشم پوشی کرنا تجھے ذرا گراں نہیں ہے یقیناً تمام بندوں میں سے وہ بندہ تجھے زیادہ محبوب ہے جو تیرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرے۔ گناہوں پر مصر نہ ہو اور توبہ و استغفار کی پابندی کرے۔ اور میں تیرے حضور غرور و سرکشی سے دستبردار ہوتا ہوں اور گناہوں پر اصرار سے تیرے دامن میں پناہ مانگتا ہوں اور جہاں جہاں کوتاہی کی ہے اس کے لئے عفو و بخشش کا طلب گار ہوں۔ اور جن کاموں کے انجام دینے سے عاجز ہوں اُن

میں تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں۔ اے اللہ! تو رحمت نازل
 فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور تیرے جو جو حقوق میرے ذمہ
 عائد ہوتے ہیں انہیں بخش دے اور جس پاداش کا میں
 سزاوار ہوں اُس سے معافی دے اور مجھے اس عذاب سے
 پناہ دے جس سے گنہگار ہر اسماں ہیں۔ اس لئے کہ تو معاف
 کر دینے پر قادر ہے؛ اور تجھ ہی سے مغفرت کی اُمید کی جا
 سکتی ہے۔ اور تو اس صفتِ عفو و درگزر میں معروف ہے۔
 اور تیرے سوا حاجت کے پیش کرنے کی کوئی جگہ نہیں ہے
 اور نہ تیرے علاوہ کوئی میرے گناہوں کا بخشنے والا ہے۔
 حاشا وکلا کوئی اور بخشنے والا نہیں ہے۔ اور مجھے اپنے بارے
 میں ڈر ہے تو بس تیرا۔ اس لئے کہ تو ہی اس کا سزاوار ہے
 کہ تجھ سے ڈرا جائے؛ اور تو ہی اس کا اہل ہے کہ بخشش و
 آمرزش سے کام لے۔ تو محمدؐ اور

وَالِ مُحَمَّدٍ وَاَقْضِ حَاجَتِي وَاَنْجِحْ طَلِبَتِي وَغْفِرْ ذَنْبِي
وَاَمِنْ خَوْفَ نَفْسِي اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَذَلِكَ
عَلَيْكَ يَسِيْرٌ اٰمِيْنَ يَا رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

اُن کی آل پر رحمت نازل رہا اور میری حاجت بر لا اور میری
مراد پوری کر۔ میرے گناہ بخش دے اور میرے دل کو
خوف سے مطمئن کر دے۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت
رکھتا ہے۔ اور یہ کام تیرے لئے سہل و آسان ہے۔ میری
دعا قبول فرما اے تمام جہان کے پروردگار۔

فرقہ امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء و ائمہ معصوم ہوتے
ہیں اور زندگی کے کسی لمحہ میں عمدہ و سہو اخطاء و گناہ کے
مر تکب نہیں ہوتے خواہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ مگر احساس
عبودیت کے پیش نظر وہ اللہ کی بارگاہ میں عفو و درگزر کی التجا

کرتے اور توبہ و انابت کا ہاتھ اٹھاتے تھے۔ کیونکہ اللہ کے حقوق اور اُس کے ان گنت احسانات و انعامات کے شکریہ سے کوئی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اس لحاظ سے ہر شخص خواہ وہ گناہوں سے محفوظ ہو توبہ و استغفار کا محتاج ہے۔ اسی بنا پر انبیاء و ائمہ علیہم السلام اس حق کی ادائیگی سے عجز کا اعتراف اور توبہ و استغفار کرتے تھے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: اِنِیْ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّةً۔ ”میں ہر روز ستر مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں۔“ ظاہر ہے کہ یہ توبہ و استغفار کسی گناہ کے نتیجہ میں نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ یہ ایک طرح سے عبودیت کا مظاہرہ ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الغمہ نے تحریر کیا ہے کہ انبیاء و ائمہ ہمہ وقت ذکر و عبادت میں مستغرق اور اُن کے قلوب و اذہان ملاءِ علیٰ سے وابستہ رہتے تھے اور جب وہ

اللہ کی عظمت و وجلال اور اس کے مقام رفیع کے تصور کے بعد اپنی عبادتوں اور ریاضتوں کا جائزہ لیتے اور زندگی کے ان لمحات کو دیکھتے جو عبادت و استغراق کے علاوہ دوسرے مشاغل میں بسر ہوتے تھے۔ جیسے کھانا پینا، آرام و استراحت وغیرہ۔ تو وہ ان مشغولیوں کو اللہ کے حقوق میں کوتاہی کا مرادف سمجھتے اور انہیں گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے توبہ و استغفار کا سہارا ڈھونڈتے تھے بہر حال یہ توبہ و انابت بلندی درجات اور حصولِ ثواب کی غرض سے ہوتی تھی اور وہ اپنے کو اس سے بے نیاز تصور نہ کرتے تھے کہ اللہ ان پر مزید لطف و احسان فرمائے اور اُن کے مراتب کو بلند سے بلند تر کرے۔ یہ امر قابلِ لحاظ ہے کہ جب معصوم افراد توبہ و انابت سے بے نیاز نہ رہ سکے تو وہ لوگ جو عاصی و خطاکار ہوں وہ کیونکر توبہ و استغفار سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ جبکہ توبہ ہی

عفو و درگزر کا ذریعہ اور اقرار گناہ ہی نجات کا وسیلہ ہے۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

واللہ ما ینجو من الذنوب الا من اقر بہا۔

خدا کی قسم! گناہوں کی پاداش سے وہی نجات حاصل کر سکتا ہے جو گناہوں کا اعتراف کرے۔“

اب امام علیہ السلام کی دُعا پر ایک نظر کیجئے اور دیکھئے کہ وہ گناہوں کی کثافت و آلائش سے یکسر پاک ہونے اور ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے لو لگانے اور اُس کی یاد میں کھوئے رہنے کے باوجود خوف و رجاء کے سنگھم پر کھڑے ہو کر کس طرح اُسے پکارتے اور مجرموں اور گنہگاروں کی طرح فریاد کرتے ہیں حالت یہ ہے کہ عظمتِ الہی کے تصور اور گناہ و تقصیر کے احساس نے پیروں میں رعشہ، آواز میں کپکپی اور جسم میں تھر تھری پیدا کر دی ہے

اور دل میں خوف و ہراس، آنکھوں میں اشکِ ندامت اور
نگاہوں میں غبارِ حسرت لئے اس کی بارگاہ میں سر شرم و حیا
سے جھکائے ہوئے ہیں۔ گویا زبانِ حال کی صدایہ ہے:

چگونہ سرزدِ خجالت بر آورم بر دوست کہ

خدا متے بسزا بر نیا مدد ستم

حیا ایک نفسیاتی کیفیت ہے جو کسی امر میں کوتاہی
یا کسی ایسے فعل کے نتیجہ میں انسان پر طاری ہوتی ہے جسے
وہ قابلِ مذمت و سرزنش تصور کرتا ہے۔ خداوندِ عالم سے
حیا کبھی گناہ، کبھی امورِ مستحبہ میں کوتاہی اور کبھی اس کے
جلال و جبروت سے متاثر ہونے کے نتیجہ میں محسوس ہوتی
ہے۔ چنانچہ انہی تاثرات کی بنا پر فرماتے ہیں کہ اے
معبود! میں کس منہ سے تیری بارگاہ کا رخ کروں اور کس
طرح سوال کرنے کی جرأت کروں جب کہ میں نے تیرے

احکام کے بجالانے میں سستی، محرمات و ممنوعات کی طرف پیش قدمی اور تیرے انعام و اکرام کے شکریہ میں کوتاہی کی اور پھر یہ جانتے ہوئے کہ احساسِ ندامت و اعترافِ گناہ سے اس کی رحمت کا ارادہ جوش میں آتا ہے کیونکہ:

رحمت یہ چاہتی ہے کہ اپنی زبان سے

کہہ دے گنہگار کہ تقصیر ہو گئی

اپنے گناہوں کی سنگینی و اہمیت کو نمایاں کرنے کے لئے بارگاہِ الہی میں بطور استفہام عرض کرتے ہیں کہ یہ میرے گناہ بھی اس قابل ہیں جن کا اعتراف میرے لئے سود مند اور جن کا اقرار بخشش و نجات کی صورت پیدا کر دے سکتا ہے۔ اس اقرار و اعتراف کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے عفو و بخشش کے لئے جھولی پھیلاتے ہیں کہ اے میرے

معبود! تیرا عفو و درگزر تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو اپنی رحمت کے پیش نظر گنہگاروں سے درگزر کرے گا جیسا کہ تیرا ارشاد ہے:

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلَى ظُلْمِهِمْ۔

اس میں شک نہیں کہ تمہارا پروردگار لوگوں کے ظلم کے باوجود ان سے بڑا ہی درگزر کرنے والا ہے۔“

یا گنہ گار کے عذر و اقرار کی پر درگزر سے کام لے؛ یا توبہ و استغفار کے نتیجہ میں بخشے گا۔ تو میں پہلا گنہگار، پہلا مجرم اور پہلا عاصی نہیں ہوں جسے بخشے میں تجھے تردد ہو اور تیری اس ہمہ گیر رحمت سے محروم رہوں۔ اور جن معذرت کرنے والوں کو تو نے بخش دیا ان سے زیادہ قابل سرزنش نہیں ہوں کہ اقرار و اعتراف کے بعد بھی مجھے نہ بخشے؛ اور جنہوں نے گناہ کے بعد تیری بارگاہ میں توبہ کی اور تو نے ان کے

گناہوں پر خطِ عفو کھینچ دیا اُن سے زیادہ گنہگار نہیں ہوں کہ
مجھ سے درگزر کرنے میں دریغ کرے۔ لہذا اپنی رحمت کی
فراوانی اور میرے اعترافِ گناہ اور توبہ و استغفار کے نتیجہ
میں میرے گناہوں سے درگزر فرما اور تیرے علاوہ اور
کون ہے جس سے بخشش کی اُمید کی جائے اور تیرے سوا کون
مغفرت کرنے والا ہے جس سے مغفرت کی بھیک مانگی
جائے۔

دُعاؤہ فی طلب الحوائج طلب حاجات کے سلسلہ میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي طَلَبِ
الْحَوَائِجِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى

خداوندِ عالم سے طلبِ حاجات کے سلسلہ میں حضرت کی دعا
اَللّٰهُمَّ يَا مُنْتَهٰى مَطْلَبِ الْحَاجَّاتِ وَ يَا مَنْ عِنْدَهُ
نَيْلُ الطَّلِبَاتِ وَيَا مَنْ لَا يَبِيْعُ نِعْمَهُ بِالْاَشْمَانِ
وَيَا مَنْ لَا يُكْدِرُ عَطَايَاهُ بِالْاُمْتِنَانِ وَيَا مَنْ يُسْتَغْنٰى
بِهِ وَلَا يُسْتَغْنٰى عَنْهُ وَيَا مَنْ يُرْغَبُ اِلَيْهِ وَلَا يُرْغَبُ
عَنْهُ وَيَا مَنْ لَا تُفْنٰى خَزَائِنُهُ الْمَسَائِلُ وَيَا مَنْ لَا
تُبَدِّلُ حِكْمَتَهُ الْوَسَائِلُ وَيَا مَنْ لَا تَنْقَطِعُ عَنْهُ
حَوَائِجُ الْمُحْتَاجِيْنَ وَيَا مَنْ لَا يُعْنِيْهِ دُعَاءُ الدَّاعِيْنَ
تَمَدَّحْتَ بِالْغِنَاءِ عَنْ خَلْقِكَ وَ اَنْتَ اَهْلُ الْغِنٰى
عَنْهُمْ وَ نَسَبْتَهُمْ اِلَى الْفَقْرِ وَهُمْ اَهْلُ الْفَقْرِ اِلَيْكَ

فَمَنْ حَاوَلَ سَدَّ خَلَّتِهِ مِنْ عِنْدِكَ وَرَامَ صَرْفَ
 الْفَقْرِ عَنْ نَفْسِهِ بِكَ فَقَدْ طَلَبَ حَاجَتَهُ فِي مَظَانِّهَا
 وَأَتَى طَلِبَتَهُ مِنْ وَجْهِهَا وَمَنْ تَوَجَّهَ بِحَاجَتِهِ إِلَى أَحَدٍ
 مِنْ خَلْقِكَ أَوْ جَعَلَهُ سَبَبَ نُجْحِهَا دُونَكَ فَقَدْ
 تَعَرَّضَ لِلْحِرْمَانِ وَاسْتَحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَوْتَ
 الْإِحْسَانِ اَللّٰهُمَّ وَلِيَّ اِلَيْكَ حَاجَةٌ قَدْ قَصَّرَ عَنْهَا
 جُهْدِيْ وَتَقَطَّعَتْ دُونَهَا حِيَلِيْ وَسَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ

اے معبود! اے وہ جو طلبِ حاجات کی منزل منتہا ہے؛ اے
 وہ جس کے یہاں مرادوں تک رسائی ہوتی ہے؛ اے وہ جو
 اپنی نعمتیں قیمتوں کے عوض فروخت نہیں کرتا اور نہ اپنے
 عطیوں کو احسان جتا کر مکدر کرتا ہے۔ اے وہ جس
 کے ذریعے بے نیازی حاصل ہوتی ہے اور جس سے بے نیاز
 نہیں رہا جاسکتا۔ اے وہ جس کی خواہش و رغبت کی جاتی ہے

اور جس سے منہ موڑا نہیں جاسکتا۔ اے وہ جس کے خزانے
 طلب و سوال سے ختم نہیں ہوتے اور جس کی حکمت و
 مصلحت کو وسائل و اسباب کے ذریعہ تبدیل نہیں کیا جا
 سکتا۔ اے وہ جس سے مجتہدوں کا رشتہ احتیاج قطع نہیں
 ہوتا اور جسے پکارنے والوں کی صداختہ و ملول نہیں کرتی۔
 تو نے خلق سے بے نیاز ہونے کی صفت کا مظاہرہ کیا ہے
 اور تو یقیناً ان سے بے نیاز ہے اور تو نے ان کی طرف فقر و
 احتیاج کی نسبت دی ہے، اور وہ بے شک تیرے محتاج
 ہیں۔ لہذا جس نے اپنے افلاس کے رفع کرنے کے لئے
 تیرا ارادہ کیا اور اپنی احتیاج کے دور کرنے کیلئے تیرا قصد کیا
 اُس نے اپنی حاجت کو اس کے محل و مقام سے طلب کیا اور
 اپنے مقصد تک پہنچنے کا صحیح راستہ اختیار کیا۔ اور جو اپنی
 حاجت کو لے کر مخلوقات میں سے کسی ایک کی طرف متوجہ

ہوایا تیرے علاوہ دوسرے کو اپنی حاجت بر آری کا ذریعہ
 قرار دیا وہ حرماں نصیبی سے دوچار اور تیرے احسان سے
 محرومی کا سزاوار ہوا۔ بارِ الہا! میری تجھ سے ایک حاجت
 ہے جسے پورا کرنے سے میری طاقت جواب دے چکی ہے
 اور میری تدبیر و چارہ جوئی بھی ناکام ہو کر رہ گئی ہے اور
 میرے نفس نے مجھے یہ بات خوش نما صورت میں دکھائی کہ
 رَفَعَهَا إِلَى مَنْ يَرْفَعُ حَوَائِجَهُ إِلَيْكَ وَلَا يَسْتَغْنِي فِي
 طَلِبَاتِهِ عَنْكَ وَهِيَ زَلَّةٌ مِّنْ زَلَلِ الْخَاطِئِينَ وَعَثْرَةٌ
 مِّنْ عَثَرَاتِ الْمُذْنِبِينَ ثُمَّ انْتَبَهَتْ بِتَذَكِيرِكَ لِي
 مِنْ غَفْلَتِي وَنَهَضَتْ بِتَوْفِيقِكَ مِنْ زَلَّتِي وَرَجَعْتُ
 وَنَكَصْتُ بِتَسْدِيدِكَ عَنْ عَثْرَتِي وَقُلْتُ سُبْحَانَ رَبِّي
 كَيْفَ يَسْأَلُ مُحْتَاجٌ مُحْتَاجًا وَأَنَّى يَرْغَبُ مُعْدِمٌ
 إِلَى مُعْدِمٍ فَقَصَدْتُكَ يَا إِلَهِي بِالرَّغْبَةِ وَأَوْفَدْتُ

عَلَيْكَ رَجَائِي بِالثِّقَةِ بِكَ وَعَلِمْتُ أَنَّ كَثِيرَ مَا
 أَسْأَلُكَ يَسِيرٌ فِي وُجْدِكَ وَأَنَّ خَطِيرَ مَا أَسْتَوْهِبُكَ
 حَقِيرٌ فِي وَسْعِكَ وَأَنَّ كَرَمَكَ لَا يُضِيقُ عَنْ سُؤَالِ
 أَحَدٍ وَأَنَّ يَدَكَ بِالْعَطَا يَا أَعْلَى مِنْ كُلِّ يَدٍ اَللَّهُمَّ
 فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاحْمِلْنِي بِكَرَمِكَ عَلَى
 التَّفَضُّلِ وَلَا تَحْمِلْنِي بِعَدْلِكَ عَلَى الْإِسْتِحْقَاقِ فَمَا
 أَنَا بِأَوَّلِ رَاغِبٍ رَغِبَ إِلَيْكَ فَأَعْطَيْتَهُ وَهُوَ يَسْتَحِقُّ
 الْمَنَعَ وَلَا بِأَوَّلِ سَائِلٍ سَأَلَكَ فَأَفْضَلْتَ عَلَيْهِ وَهُوَ
 يَسْتَوْجِبُ الْحَرَمَانَ اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 وَكُنْ لِدُعَائِي مُجِيبٌ

میں اپنی حاجت کو اس کے سامنے پیش کروں جو خود اپنی
 حاجتیں تیرے سامنے پیش کرتا ہے اور اپنے مقاصد میں تجھ
 سے بے نیاز نہیں ہے۔ یہ سراسر خطا کاروں کی خطاؤں میں

سے ایک خطا اور گنہگاروں کی لغزشوں میں سے ایک لغزش
 تھی۔ لیکن تیرے یاد دلانے سے میں اپنی غفلت سے ہوشیار
 ہوا اور تیری توفیق نے سہارا دیا تو ٹھوکر کھانے سے
 سنبھل گیا اور تیری راہنمائی کی بدولت اس غلط اقدام سے
 باز آیا اور واپس پلٹ آیا اور میں نے کہا واہ سبحان اللہ! کس
 طرح ایک محتاج دوسرے محتاج سے سوال کر سکتا ہے، اور
 کہاں ایک نادار دوسرے نادار سے رجوع کر سکتا ہے۔
 (جب یہ حقیقت واضح ہو گئی) تو میں نے اے میرے
 معبود! پوری رغبت کے ساتھ تیرا ارادہ کیا اور تجھ پر بھروسہ
 کرتے ہوئے اپنی اُمیدیں تیرے پاس لایا ہوں۔ اور میں
 نے اس امر کو بخوبی جان لیا ہے کہ میری کثیر حاجتیں تیری
 تو نگری کے آگے کم اور میری عظیم خواہشیں تیری وسعتِ
 رحمت کے سامنے ہیچ ہیں۔ تیرے دامنِ کرم کی وسعت

کسی کے سوال کرنے سے تنگ نہیں ہوتی اور تیرا دستِ کرم عطا و بخشش میں ہر ہاتھ سے بلند ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور اپنے کرم سے میرے ساتھ تفضل و احسان کی روش اختیار اور اپنے عدل سے کام لیتے ہوئے میرے استحقاق کی رو سے فیصلہ نہ کر کیونکہ میں پہلا وہ حاجت مند نہیں ہوں جو تیری طرف متوجہ ہوا اور تو نے اسے عطا کیا ہو حالانکہ وہ رد کئے جانے کا مستحق ہو اور پہلا وہ سائل نہیں ہوں جس نے تجھ سے مانگا ہو اور تو نے اس پر اپنا فضل کیا ہو حالانکہ وہ محروم کئے جانے کے قابل ہو۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور میری دعاء کا قبول

وَمَنْ نِدَائِي قَرِيبًا وَلِتَضُرُّ عِيَّ رَاجِمًا وَلِصَوْتِي سَامِعًا
وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِي عَنْكَ وَلَا تَبْتَ سَبَبِي مِنْكَ وَلَا

تَوَجَّهْنِي فِي حَاجَتِي هَذِهِ وَغَيْرِهَا إِلَى سِوَاكَ وَتَوَلَّنِي
بِنُجْحِ طَلِبَتِي وَقَضَاءِ حَاجَتِي وَنَيْلِ سُؤْلِي قَبْلَ
زَوَالِي عَنْ مَوْقِفِي هَذَا بِتَيْسِيرِكَ إِلَى الْعَسِيرِ
وَحُسْنِ تَقْدِيرِكَ لِي فِي جَمِيعِ الْأُمُورِ وَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَوةً دَائِمَةً نَامِيَةً لَا انْقِطَاعَ لِابْدِهَا
وَلَا مُنْتَهَى لِأَمَدِهَا وَاجْعَلْ ذَلِكَ عَوْنًا لِي وَسَبَبًا
لِنَجَاحِ طَلِبَتِي إِنَّكَ وَاسِعٌ كَرِيمٌ وَمَنْ حَاجَتِي يَا
رَبِّ كَذَا وَكَذَا وَتَذَكَّرْ حَاجَتَكَ ثُمَّ تَسْجُدُ وَتَقُولُ
فِي سُجُودِكَ فَضْلَكَ أَنْسِنِي وَإِحْسَانَكَ دَلَّنِي
فَأَسْأَلُكَ بِكَ وَبِمُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَوَاتِكَ عَلَيْهِمْ أَنْ لَا
تَرُدَّنِي خَائِبًا۔

کرنے والا، میری پکار پر التفات فرمانے والا، میری عجز و
زاری پر رحم کرنے والا اور میری آواز کا سننے والا ثابت ہو

اور میری اُمید جو تجھ سے وابستہ ہے اُسے نہ توڑ اور میرا وسیلہ
 اپنے سے قطع نہ کر۔ اور مجھے اس مقصد اور دوسرے مقاصد
 میں اپنے سوا دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہونے دے۔ اور
 اس مقام سے الگ ہونے سے پہلے میری مشکل کشائی اور
 تمام معاملات میں حسنِ تقدیر کی کار فرمائی سے میرے
 مقصد کے بر لانے، میری حاجت کے روا کرنے اور میرے
 سوال کے پورا کرنے کا خود ذمہ لے۔ اور محمدؐ اور اُن کی آلؑ
 پر رحمت نازل فرما؛ ایسی رحمت جو دائمی اور روز افزوں ہو؛
 جس کا زمانہ غیر مختتم اور جس کی مدت بے پایاں ہو۔ اور
 اسے میرے لئے معین اور مقصد بر آری کا ذریعہ قرار
 دے۔ بے شک تو وسیع رحمت اور جود و کرم کی صفت کا
 مالک ہے۔ اے میرے پروردگار! میری کچھ حاجتیں یہ ہیں
 (اس مقام پر اپنی حاجتیں بیان کرو۔ پھر سجدہ کرو اور سجدہ

کی حالت میں یہ کہو) تیرے فضل و کرم نے میری دل جمعی اور تیرے احسان نے رہنمائی کی، اس وجہ سے میں تجھ سے تیرے ہی وسیلہ سے اور محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے (اپنے در سے) ناکام و نامراد نہ پھیر۔

اس دُعا میں خداوند عالم کو حاجت روائیوں کی انتہاء اور مقصد برآیوں کی حد آخر قرار دیا ہے۔ یہ اس لحاظ سے کہ جب انسان اپنے کو ہر دروازہ سے ناکام ہوتے دیکھتا ہے اور کہیں سے حاجت روائی و مقصد براری کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور ہر طرف سے راہ چارہ و تدبیر مسدود ہو جاتی ہے تو وہ انجام کار اللہ کی طرف رجوع ہوتا اور اس سے حاجت روائی کا طالب ہوتا ہے یا اس اعتبار سے کہ جتنی بھی حاجتیں بظاہر دوسروں سے پوری ہوتی ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی

کار سازی و کار فرمائی کا کرشمہ ہے کیونکہ تمام مقصدوں اور
 حاجتوں کے بر آنے کے اسباب و وسائل اسی کی ذات پر منتہی
 ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کو کچھ دیتا ہے تو اسی
 میں سے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کو دیا ہے اور کسی کے لئے تگ
 و دود کرتا ہے تو اُسی قوت و طاقت سے جو اللہ کی بخشی ہوئی
 ہے۔ اس لحاظ سے جو کچھ بھی دوسروں کے ہاتھ سے ملتا ہے
 وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتا ہے اور جو کام اوروں
 کے ذریعہ انجام پاتا ہے در حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی کار سازی
 کا نتیجہ ہے ورنہ جو خود سر اپا احتیاج ہو وہ دوسرے کی احتیاج
 کیا دور کر سکتا ہے اور جو خود عاجز و درماندہ ہو وہ دوسرے
 کی کیا مدد کر سکتا ہے۔ لہذا تمام احتیاجوں اور بے نوائیوں
 کا علاج اسی ذات بے نیاز سے ہو گا جس سے تمام کائنات کا
 دامن احتیاج وابستہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيدُ۔

اے لوگو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ غنی و
بے نیاز اور ہر لحاظ سے قابل ستائش ہے۔“

جب وہی ذات (جل شانہ) تمام نعمتوں کا سرچشمہ اور حاجت
روائیوں کا نقطہ آخر ہے تو پھر دستِ سوال بھی اسی کے
سامنے بڑھنا چاہئے نہ اُن کے سامنے جو خود مانگنے والے اور
سراپا احتیاج ہیں۔

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ يَحْرُمُوهُ وَسَأَلَ اللَّهَ لَا يَخِيبُ
”جو لوگوں سے مانگے گا وہ اُسے محروم رکھیں گے
اور اللہ سے مانگنے والا کوئی محروم نہیں ہوتا۔“

اور پھر اللہ کے فیضان و بخشش اور دوسروں کی داد و دہش میں
فرق یہ ہے کہ لوگوں کی عطا و بخشش عوض و بدل کی حیثیت

رکھتی ہے اور وہ کسی نہ کسی موقع پر احسان جتا کر تفوق و
 برتری کا مظاہرہ ضرور کریں گے۔ مگر اللہ صرف اپنے
 تفضل و احسان کی بنا پر نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور اُن
 کے مقابلہ میں کسی اجر و عوض کا طلبگار نہیں ہوتا اور نہ وہ
 احسان جتاتا ہے کہ میں نے یہ دیا اور یہ دیا۔ اور اگر وہ اپنی
 نعمتوں کا ذکر کرتا ہے تو اس لئے کہ بندوں میں شکر گزاری
 کا جذبہ پیدا ہو اور اس کے نتیجہ میں انہیں زیادہ سے زیادہ
 نعمتیں حاصل ہوں۔ اس سے مقصد احسان جتانا نہیں ہے
 کیونکہ احسان تو وہ جتاتا ہے جو اپنی عطا کو بڑا تصور کرتا اور
 معمولی بخشش کو بھی اہم سمجھتا ہو؛ اور خداوندِ عالم خواہ کتنی
 نعمتیں بخشے اور کتنے احسانات کرے وہ اُس کے کرم و
 وسعت کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتے اور نہ اس کے
 غیر متناہی مقدورات کو دیکھتے ہوئے اس کے ہاں کمی کا تصور

ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ نہ خود احسان جتاتا ہے اور نہ احسان
 جتانے کو پسند کرتا ہے کیونکہ یہ دنیایت و کم ظرفی کی علامت
 اور حاجت مندوں کی دل شکنی کا و تشفر کا باعث ہے۔ چنانچہ
 ارشادِ الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَن
 وَالْأَذَى۔

اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتانے اور اذیت
 پہنچانے سے رائیگاں نہ کرو۔“

اس دُعاء میں انسان کی اس کی طبعی کمزوری کا بھی
 ذکر ہے کہ جب اسے اپنی کوششیں رائیگاں اور تدبیریں
 بے نتیجہ نظر آتی ہیں تو وہ ادھر ادھر سے وسائل و ذرائع
 ڈھونڈتا ہے تاکہ اپنے مقصدوں اور حاجتوں میں کامیابی
 حاصل کرے۔ یہ چیزیں اس پر نظر کرتے ہوئے کہ دُنیا

عالم اسباب ہے اور ایک کا کام دوسرے سے نکلتا ہی ہے
 مذموم نہی ہے۔ بشرطیکہ اصل کار فرما اور حقیقی حاجت روا
 اللہ ہی کو مانے اور اسی کی مشیت کے عمل دخل کا عقیدہ
 رکھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یوسفؑ کے متعلق ہے
 کہ انہوں نے قید خانے کے دو ساتھیوں میں سے جس کے
 متعلق یہ سمجھا کہ یہ بچ رہے گا کہا کہ اذکرنی عند ربک ”
 اپنے آقا سے میرا ذکر کیجیو“ مگر حضرتؑ اسے توکل اور
 انقطاع الی اللہ کے منافی سمجھتے اور اپنے مقام رفیع کے پیش
 نظر اسے خطا و لغزش سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگرچہ اس حد
 تک یہ لغزش و خطا نہیں ہے۔ لیکن جب ان وسائل و ذرائع
 پر وثوق و اعتماد کر لیا جائے تو پھر اس سے بڑھ کر دوسری
 لغزش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ یہ اللہ پر سے بے اعتمادی اور
 اس کے دروازہ سے منہ موڑ کر دوسروں کے آستانوں کی

پرستاری ہے اس لغزش و کجروی سے اگر کوئی چیز بچالے جا
 سکتی ہے تو وہ یہ کہ اپنے دل و دماغ میں یہ تصور راسخ
 کرے کہ اس بے نیاز کے علاوہ کوئی حاجت روا اور مشکل کشا
 نہیں ہے اور محتاج، محتاج کے اور بے نوا، بے نوا کے کچھ
 کام نہیں آسکتا۔ چنانچہ جب یہ تصور پختہ اور نیت و ارادہ
 مضبوط اور یقین مستحکم ہو جاتا ہے تو غفلت کے پردے
 چاک اور لڑکھڑاتے قدم سنبھل جاتے ہیں۔ اور ہر طلب و
 نیاز اسی کی بارگاہ کے لئے مخصوص ہو کر رہ جاتی ہے اور
 خداوند عالم جب یہ دیکھتا ہے کہ وہ سب سے منہ موڑ کر
 میرے آستانہ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو چکا ہے تو وہ اپنے
 فضل و کرم سے اس کی حاجتیں بر لاتا اور مشکلیں حل کر دیتا
 ہے۔

یہ دُعاء طلبِ حاجات کا ایک افتتاحیہ ہے جب اسے

پڑھ لے تو اُس کے خاتمہ پر اپنی حاجتیں بیان کرے۔
 اگرچہ خداوندِ عالم سب کی حاجتوں اور خواہشوں کو جانتا ہے
 مگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے سامنے حاجتوں کو پیش کیا
 جائے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان الله تبارك و تعالیٰ يعلم ما يريد العبد من
 ربه اذا دعاہ ولكنہ يحب ان تبث اليه الحوائج
 فاذا دعوت فسم حاجتك۔

خداوندِ عالم بخوبی جانتا ہے کہ جب بندہ دُعا کرتا ہے تو وہ اپنے
 پروردگار سے کیا چاہتا ہے۔ لیکن اللہ اس چیز کو پسند کرتا ہے
 کہ تم اپنی حاجتیں کھل کر اس کے سامنے پیش کرو۔ لہذا دعا
 کرو تو اپنی حاجتوں کا نام بنام ذکر کرو۔“

دعا کے بعد سجدہ کرے اور سجدہ میں حضرت کے
 فرمودہ کلمات پڑھے تاکہ دُعاء جلد شرفِ قبولیت حاصل

کرے اس لئے کہ سجدہ تضرع والِحاح کی آخری صورت اور
عجز و نیاز مندی کی خاص علامت ہے، اور عجز والِحاح قبولیت
دعا کا ذریعہ اور بارگاہِ الہی میں تقرب کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ امام
جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اقرب ما یکون العبد من ربہ اذا دعا ربہ وهو
ساجدٌ

بندہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس وقت زیادہ تقرب پر
فائز ہوتا ہے جب سجدہ کی حالت میں اپنے پروردگار کو
پکارے اور اس سے دُعا مانگے۔“

دُعَاؤُهُ فِي الظَّلَامَاتِ دَاخِلِي كِي بَابَت دَعَا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا اعْتَدَى
عَلَيْهِ أَوْ رَأَى مِنَ الظَّالِمِينَ مَالٌ يُحِبُّ

جب آپ پر کوئی زیادتی ہوتی یا ظالموں سے کوئی ناگوار بات
دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے:-

يَا مَنْ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ أَنْبَاءُ الْمُتَظَلِّمِينَ وَيَا مَنْ لَا
يَحْتَاجُ فِي قَصَصِهِمْ إِلَى شَهَادَاتِ الشَّاهِدِينَ
وَيَا مَنْ قَرَّبَتْ نُصْرَتُهُ مِنَ الْمَظْلُومِينَ وَيَا مَنْ بَعَدَ
عَوْنُهُ عَنِ الظَّالِمِينَ قَدْ عَلِمْتَ يَا إِلَهِي مَا نَأْلِنِي مِنْ
فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ مِمَّا حَظَرْتَ وَانْتَهَكَهُ مِنْ مِمَّا
حَجَرْتَ عَلَيْهِ بَطْرًا فِي نِعْمَتِكَ عِنْدَهُ وَاعْتَزَّارًا
بِنِكَيرِكَ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَخُذْ
ظَالِمِي وَعَدُوِّي عَنْ ظُلْمِي بِقُوَّتِكَ وَافْلُلْ حَدَّه

عَبِّئِي بِقُدْرَتِكَ وَاجْعَلْ لَهُ شُغْلًا قِيَمًا يَلِيهِ وَعَجْزًا عَمَّا
يُنَاوِيهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَلَا تُسَوِّغْ لَهُ
ظُلْمِيْ وَاَحْسِنْ عَلَيْهِ عَوْنِيْ وَاَصْمِنِيْ مِنْ مِّثْلِ
اَفْعَالِهٖ وَلَا تَجْعَلْنِيْ فِيْ مِثْلِ حَالِهٖ اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَعِدْنِيْ عَلَيْهِ عَدُوٰى حَاضِرَةً تَكُوْنُ مِنْ
غِيْظِيْ بِهٖ شِفَاءً وَمِنْ حَنْقِيْ عَلَيْهِ وَفَاءً اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ

اے وہ جس سے فریاد کرنے والوں کی فریادیں پوشیدہ نہیں
ہیں۔ اے وہ جو ان کی سرگزشتوں کے سلسلہ میں گواہوں
کی گواہی کا محتاج نہیں ہے۔ اے وہ جس کی نصرت
مظلوموں کے ہم رکاب اور جس کی مدد ظالموں سے کوسوں
دور ہے۔ اے میرے معبود! تیرے علم میں ہیں وہ
ایذا میں جو مجھے فلاں ابن فلاں سے اُس کے تیری نعمتوں پر

اترانے اور تیری گرفت سے غافل ہونے کے باعث پہنچی
 ہیں۔ جہنمیں تو نے اس پر حرام کیا تھا اور میری ہتک عزت
 کا مرتکب ہوا۔ جس سے تو نے اُسے روکا تھا۔ اے اللہ
 رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اپنی قوت و توانائی
 سے مجھ پر ظلم کرنے والے اور مجھ سے دشمنی کرنے والے کو
 ظلم و ستم سے روک دے اور اپنے اقتدار کے ذریعے اُس
 کے حربے کند کر دے اور اُسے اپنے ہی کاموں میں
 الجھائے رکھ اور جس سے آمادۂ دشمنی ہے اس کے مقابلہ میں
 اسے بے دست و پا کر دے۔ اے معبود! رحمت نازل فرما
 محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اُسے مجھ پر ظلم کرنے کی کھلی چھٹی نہ
 دے اور اُس کے مقابلہ میں اچھے اسلوب سے میری مدد
 فرما اور اس کے برے کاموں جیسے کاموں سے مجھے محفوظ
 رکھ اور اُس کی حالت ایسی حالت نہ ہونے دے۔ اے اللہ

محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور اس کے مقابلہ میں
ایسی بروقت مدد فرما جو میرے غصہ کو ٹھنڈا کر دے اور
میرے غیظ و غضب کا بدلہ چکائے۔ اے اللہ رحمت نازل
فرما محمدؐ اور اُن

وَعَوِّضْنِي مِنْ ظُلْمِهِ لِي عَفْوِكَ وَأَبْدِلْنِي بِسُوءِ
صَنِيعِهِ بِرَحْمَتِكَ فَكُلُّ مَكْرُوهٍ جَلَلٌ دُونَ سَخَطِكَ
وَكُلُّ مَرَزِيَّةٍ سِوَاءٍ مَعَ مَوْجِدَتِكَ اللَّهُمَّ فَكَمَا
كَرِهْتَ إِلَيَّ أَنْ أَظْلَمَ فَقِنِي مِنْ أَنْ أَظْلَمَ اللَّهُمَّ لَا
أَشْكُو إِلَى أَحَدٍ سِوَاكَ وَلَا أَسْتَعِينُ بِحَاجِمٍ
غَيْرِكَ حَاشَاكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصِلْ دُعَائِي
بِالْإِجَابَةِ وَاقْرَأْ شِكَايَتِي بِالتَّغْيِيرِ اللَّهُمَّ لَا تَفْتِنَنِي
بِالْقُنُوطِ مَنْ أَنْصَافِكَ وَلَا تَفْتِنَهُ بِالْأَمْنِ مَنْ
انْكَارِكَ فَيُصِرَّ عَلَى ظُلْمِي وَيُحَاضِرَنِي بِحَقِّي وَعَرِّفْهُ

عَمَّا قَلِيلٍ مَّا أَوْ عَدَّتِ الظُّلُمِينَ وَعَرَّفَنِي مَّا
وَعَدْتَ مِنْ إِبَابَةِ الْمُضْطَرِّينَ اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلَيَّ
مُحَمَّدٍ وَّ اِلٰهٍ وَوَفِّقْنِي لِقَبُولِ مَّا قَضَيْتَ لِيْ وَعَلَيَّ
وَرَضِيْنِيْ بِمَا آخَذْتَ لِيْ وَمِيْنِيْ وَاهْدِنِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ
وَاسْتَعْمِلْنِيْ بِمَا هُوَ اَسْلَمُ اَللّٰهُمَّ وَاِنْ كَانَتْ الْخِيَرَةُ
لِيْ عِنْدَكَ فِيْ تَاخِيْرِ الْاِخْذِ لِيْ وَتَرْكِ الْاِنْتِقَامِ مِنْ
ظَلَمْتَنِيْ اِلَى يَوْمِ الْفَصْلِ وَجَمْعِ الْخُصْمِ فَصِّلْ

کی آل پر اور اس کے ظلم و ستم کے عوض اپنی معافی اور اس
کی بد سلوکی کے بدلے میں اپنی رحمت عطا فرما کیونکہ ہر ناگوار
چیز تیری ناراضی کے مقابلہ میں بھیج ہے اور تیری ناراضی ہو
تو ہر (چھوٹی بڑی) مصیبت آسان ہے۔ بارِ الہا! جس طرح
ظلم سہنا تو نے میری نظروں میں ناپسند کیا ہے یونہی ظلم
کرنے سے بھی مجھے بچائے رکھ۔ اے اللہ! میں تیرے سوا

کسی سے شکوہ نہیں کرتا اور تیرے علاوہ کسی حاکم سے مدد
 نہیں چاہتا۔ حاشا کہ میں ایسا چاہوں تو رحمت نازل فرما محمدؐ
 اور اُن کی آلؑ پر اور میری دُعاء کو قبولیت سے اور میرے
 شکوہ کو صورتِ حال کی تبدیلی سے جلد ہمکنار کر۔ اور میرا
 اس طرح امتحان نہ کرنا کہ تیرے عدل و انصاف سے
 مایوس ہو جاؤں اور میرے دشمن کو اس طرح نہ آزمانا کہ
 وہ تیری سزا سے بے خوف ہو کر مجھ پر برابر ظلم کرتا رہے
 اور میرے حق پر چھایا رہے اور اُسے جلد از جلد اُس عذاب
 سے روشناس کر جس سے تو نے ستمگروں کو ڈرایا دھمکایا ہے
 اور مجھے قبولیتِ دُعاء کا وہ اثر دکھا جس کا تو نے بے بسوں سے
 وعدہ کیا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
 فرما اور مجھے توفیق دے کہ جو سود و زیاں تو نے میرے
 لئے مقدر کر دیا ہے اُسے (بطیب خاطر) قبول کروں، اور جو

کچھ تو نے دیا ہے اور جو کچھ لیا ہے اس پر مجھے راضی و خوشنود رکھ اور مجھے سیدھے راستہ پر لگا اور ایسے کام میں مصروف رکھ جو آفت و زیاں سے بری ہو۔ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک میرے لئے یہی بہتر ہو کہ میری دادرسی کو تاخیر میں ڈال دے اور مجھ پر ظلم ڈھانے والے سے انتقام لینے کو فیصلہ کے دن اور دعوے داروں کے محل اجتماع کے لئے اٹھار کھے تو پھر محمدؐ

عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَيِّدْنِي مِنْكَ بِنِيَّةٍ صَادِقَةٍ وَصَبْرٍ دَائِمٍ وَأَعِزَّنِي مِنْ سُوءِ الرَّغْبَةِ وَهَلَجِ أَهْلِ الْحِرْصِ وَصَوِّرْ فِي قَلْبِي مِثَالَ مَا ادَّخَرْتَ لِي مِنْ ثَوَابِكَ وَأَعَدَدْتَ لِحَصْبِي مِنْ جَزَائِكَ وَعِقَابِكَ وَاجْعَلْ ذَلِكَ سَبَبًا لِقِنَا عَتِيٍّ بِمَا قَضَيْتَ وَثَقَّتِي بِمَا تَخَيَّرْتَ أَمِينَ يَا رَبِّ الْعَالَمِينَ إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ

الْعَظِيمِ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

اور اُن کی آل پر رحمت نازل کر اور اپنی جانب سے نیت کی
سچائی اور صبر کی پائیداری سے میری مدد فرما اور بری
خواہش اور حریصوں کی بے صبری سے بچائے رکھ اور جو
ثواب تو نے میرے لئے ذخیرہ کیا ہے اور وہ سزا و عقوبت
میرے دشمن کے لئے مہیا کی ہے اس کا نقشہ میرے دل
میں جمادے اور اسے اپنے فیصلہ قضا و قدر پر راضی رہنے کا
ذریعہ اور اپنی پسندیدہ چیزوں پر اطمینان و وثوق کا سبب قرار
دے۔ میری دعا کو قبول فرما اے تمام جہان کے پالنے
والے؛ بے شک تو فضل عظیم کا مالک ہے اور تیری قدرت
سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

ہر مذہب و ملت اس پر متفق ہے کہ ظلم و جور

انسانی سیرت کے دامن پر ایک بد نما دھبہ ہے اور ظالم اپنی
 خوبصورتی کے لحاظ سے انسانی صف میں کھڑا کئے جانے کے
 بجائے حیوانی صف میں کھڑا کئے جانے کے زیادہ لائق ہے
 اور اس سے زیادہ بہیمانہ خصلت کا اور کیا مظاہرہ ہو گا کہ
 انسان طاقت کے بل بوتے پر عاجزوں اور ناتوانوں کو
 ستائے۔ اور دولت و اقتدار کے نشہ میں کمزور و شکستہ حال
 لوگوں کو اپنے مظلوم کا نشانہ بنائے۔ حضرت علی ابن الحسینؑ
 نے اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں میں اپنے فرزند حضرت
 امام محمد باقر کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:-

یا بنی ایّاک و ظلم من لا یجد علیک ناصر الا اللہ۔

اے فرزند! اس عاجز و بے کس پر ظلم کرنے سے ڈرو جو
 تمہارے مقابلہ میں اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں رکھتا۔
 ظلم ایسا سنگین جرم ہے جو عفو و درگزر کے قابل ہے ہی

نہیں۔ کیونکہ خداوند عالم ان گناہوں کو تو بخش دے سکتا ہے جو خود اس کی ذات سے متعلق ہوں۔ لیکن وہ گناہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے وہ اس وقت تک بخشے نہیں جاسکتے جب تک صاحب حق خود نہ بخشے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

وَمَا الظُّلْمُ الَّذِي لَا يَتْرُكُ الْعِبَادَ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا الْقِصَاصَ هُنَاكَ شَدِيدٌ۔

اور وہ گناہ کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائے گا۔

ظلم کے برے نتائج دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں اس طرح کے ظالم کبھی پھلتا پھولتا اور کامیاب و کامران نہیں ہوتا جیسا کہ ارشاد الہی ہے:- اِنَّهٗ لَا يَفْلَحُ الظَّالِمُوْنَ۔

”ظالم کبھی فلاح و کامرانی حاصل نہیں کرتا۔“ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے:- بالظلم تزول النعم۔ ”ظلم کے نتیجے میں نعمتیں چھن جاتی ہیں۔“ اور آخرت میں بھی موردِ عتاب و گرفتارِ عذاب ہو گا۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:-

انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون في الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب اليم۔
گرفت اُن لوگوں کی ہو گی جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق شر و فساد کرتے پھرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

اور ان سختیوں سے کہیں زیادہ سختیوں سے دوچار ہو گا جو دنیا میں اس نے مظلوم و بے کس افراد پر روا رکھی تھیں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

یوم المظلوم علی الظالم اشد من یوم الظالم
علی المظلوم۔

مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ
سخت ہو گا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا
ہے۔“

تحمّل کن اے ناتواں از قوی

کہ روزے تو انا ترا زوے شوی

اس کے مقابلہ میں مظلوم اپنی مظلومیت و ستم زدگی
کا صلہ دنیا میں بھی پاتا ہے اور آخرت میں بھی پائے گا۔ دنیا
میں اس طرح کہ ظالم سے نفرت کرتے ہوئے اُسے دل و
جان سے چاہنے لگتے ہیں اور اُن کی ہمدردیاں اُسے حاصل ہو
جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اس کی مظلومیت کی بنا پر اس کی
فریاد کو سنتا اور اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ چنانچہ امام محمد

باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اتقوا الظلم فان دعوة المظلوم تصعد الى السماء۔

ظلم سے ڈرو کیونکہ مظلوم کی پکار سب سے پہلے آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے۔

بترس از آہِ مظلوماں کے ہنگامِ دُعاء کردن

اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

اور آخرت میں اسے بلند سے بلند درجات حاصل ہوں گے اور وہاں پر مظلومیت کی متاعِ گرانبہا کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو گا۔ چنانچہ ربیع الابراز ز محشری میں ہے کہ جب حجاج نے ایک بے گناہ شخص کو سولی پر لٹکایا تو عامر ابن بہد لہ تڑپ اٹھا اور اللہ سے مخاطب ہو کر کہا یا رب ان حلیک عن الظلمین اضرباً المظلومین۔ ”پروردگار! یہ ظالموں کو

ڈھیل دینے کا نتیجہ ہے کہ مظلوم اس طرح تختہ دار پر کھینچے جا رہے ہیں۔ ”کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر اسی رات خواب دیکھا کہ قیامت کا میدان ہے اور ہر شخص اپنی فکر میں لگا ہوا ہے۔ لیکن وہ مظلوم حساب و کتاب سے فارغ ہو کر جنت کے طبقہ اعلیٰ میں پہنچ چکا ہے۔ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ غیب سے آواز سنی کہ حلمی عن الظالمین احل المظلومین فی اعلیٰ علیین۔ ”ظالموں کو ڈھیل دینے اور میرے حلم اختیار کرنے ہی نے مظلوموں کو اس بلند ترین درجہ پر پہنچایا ہے۔“

ہر مظلوم کی آخری اُمید گاہ اللہ کی بارگاہ ہوتی ہے جہاں وہ گڑ گڑاتا اور ظالم کے پنچوں سے چھوٹنے کی التجا کرتا ہے۔ اس موقع پر دعاء کا انداز کیا ہونا چاہئے؟ اس کے لئے حضرت کی یہ دعاء ایک بہترین نمونہ و مثال ہے جس میں صبر

ورضا اور توکل علی اللہ کی تعلیم اور ثوابِ آخرت اور نصرتِ
 الہی پر یقین کے ساتھ مظلوم کی نفسیاتی کیفیت کی ترجمانی بھی
 ہے کیونکہ یہ اس مظلوم و ستم رسیدہ کی دُعا ہے جس کی پوری
 زندگی مظلومیت و ستم زدگی کی ایک مسلسل داستان تھی جو ظلم
 سہتے رہے مگر ظلم کا جواب ظلم سے دینا گوارا نہ کیا۔ جور و ستم
 کا تختہ مشق بنے رہے مگر صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے جانے نہ
 دیا اور کرب و اضطراب کے شعلوں میں پھنکتے رہے مگر
 زبان کو شکوہ و شکایت سے آلودہ نہ ہونے دیا۔ اگر زبان پر
 حرفِ شکایت آتا ہے تو یہ کہ اللہ لا اشکوا لی احد
 سواک۔ ”اے اللہ! میں تیرے سوا کسی سے گلہ نہیں
 کرتا۔“ اور اللہ تعالیٰ سے شکایت آئینِ صبر و تحمل کے
 منافی نہیں ہے۔ بلکہ عبودیت و نیاز مندی کا ایک مظاہرہ
 ہے۔ اور خاصانِ خدا کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ اللہ سے اپنے دُکھ

درد بیان کرتے ہیں اور اپنی بے تابی و بے قراری کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں حضرت یعقوبؑ کی زبانی ارشاد ہے: انما اکشوا بطنی و حزنی الی اللہ۔ ”میں صرف اللہ تعالیٰ سے اپنے غم و اندوہ کا شکوہ کرتا ہوں۔“ اور حضرت ایوبؑ کے متعلق ارشاد ہے: وایوب اذ نادى ربه انى مسنى الضر و انت ارحم الراحمين۔ ”اور ایوبؑ کو دیکھو جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ میں دکھیا ہوں اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“ اگرچہ مظلومیت کا تقاضہ یہ ہے کہ مظلوم اپنی ستم زدگی و بے چارگی کی داستان دہرائے اور دوسروں کی ہمدردیوں کا سہارا ڈھونڈے مگر یہاں صبر و ضبط دوسروں کے سامنے زبان کھولنے سے مانع ہے۔ اس لئے اسی کے

سامنے گڑ گڑاتے ہیں جو اُن شکووں کا سننے والا ہے اور اُسی
 سے ظلم و جور کے شکنجوں کو توڑنے کی التجا کرتے ہیں جو
 انہیں توڑ کر نکال لے جاسکتا ہے۔ پھر عموماً ستائے جانے
 کے بعد انتقامی جذبات مشتعل ہو جایا کرتے ہیں اور دشمن کی
 تباہی و بربادی کی خواہش زبان پر آئے بغیر نہیں رہا کرتی۔
 مگر اس دُعاء میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں ہے جس سے کینہ
 توڑی و بدخواہی کے جذبات کا اظہار ہوتا ہو بلکہ ظالم کے
 بارے میں کچھ چاہتے ہیں تو یہ کہ وہ ظلم سے کنارہ کش ہو
 جائے اور میرے دلِ صد پارہ پر ظلم کے آشیانے تعمیر نہ
 کرے رہی ظلم کی پاداش تو اُسے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر
 دیتے ہیں کہ وہ جو چاہے کرے۔ خواہ دُنیا میں انتقام لے یا
 آخرت میں۔ البتہ اپنے لئے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ان ظلموں
 کے جھیلنے کے صلہ میں اپنی خوشنودی و رضامندی عطا

فرمائے چاہے جور و ستم کے تیر دل کی ایک ایک رگ کو توڑ
دیں اور ظلم و استبداد کے تمام ترکش خالی ہو جائیں مگر اللہ
تعالےٰ کی ناراضی سے دوچار ہونا نہ پڑے۔ کیونکہ دُنیا کی ہر
تلخی و ناگواری کو برداشت کیا جاسکتا ہے مگر اس کی ناراضی
کے نتیجہ میں جس یاس و قنوطیت سے دوچار ہونا پڑے گا وہ
ناقابل برداشت ہے۔

دُعاؤہ عند البرض مرض کے دفعیہ کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا مَرِضَ أَوْ نَزَلَ
بِهِ كَرْبٌ أَوْ بَلِيَّةٌ

جب کسی بیماری یا کرب و اذیت میں مبتلا ہوتے تو یہ دعا پڑھتے :-
اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا لَمْ اَزَلْ اَتَصَرَّفُ فِيْهِ مِنْ
سَلَامَةٍ بَدَنِيْ وَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا اَحْدَثْتَ بِيْ مِنْ
عِلَّةٍ فِیْ جَسَدِيْ فَمَا اَدْرِیْ یَا اِلٰهِيْ اَمِّی الْحَالِیْنَ اَحَقُّ
بِالشُّكْرِ لَكَ وَاَمِّی الْوَقْتِیْنَ اَوْ لِی بِالْحَمْدِ لَكَ اَوْ قُتِ
الصِّحَّةَ الَّتِیْ هَنَّا تِنِیْ فِیْهَا طِیِّبَاتِ رِزْقِكَ
وَنَشْطَتِنِیْ بِهَا لِابْتِغَاءِ مَرْضَاتِكَ وَفَضْلِكَ وَ
قَوِّیْتِنِیْ مَعَهَا عَلٰی مَا وَفَّقْتِنِیْ لَهٗ مِنْ طَاعَتِكَ اَمْ
وَقُتِ الْعِلَّةُ الَّتِیْ مَحَّصْتِنِیْ بِهَا وَالنِّعَمَ الَّتِیْ
اَتَّخَفْتِنِیْ بِهَا تَخْفِیْفًا لِّمَا ثَقُلَ عَلٰی ظَهْرِيْ مِنْ

الْخَطِيئَاتِ وَتَطْهِيرًا لِّمَا انْغَمَسْتُ فِيهِ مِنْ
 السَّيِّئَاتِ وَتَنْبِيْهَا لِتَنَاوُلِ التَّوْبَةِ وَتَذَكِيرًا
 لِّمَحْوِ الْحَوْبَةِ بِتَقْدِيْمِ النِّعْمَةِ وَفِي خِلَالِ ذَلِكَ
 مَا كَتَبْتَ لِي الْكَاتِبَانِ مِنْ زَيِّ الْأَعْمَالِ مَا لَا
 قَلْبٌ فَكَّرَ فِيهِ وَلَا لِسَانٌ نَطَقَ بِهِ وَلَا جَارِحَةٌ
 تَكَلَّفَتْهُ بَلْ إِفْضَالًا مِنْكَ عَلَيَّ وَإِحْسَانًا مِنْ
 صَنِيعِكَ إِلَيَّ۔ اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَحَبِيْبٍ
 اِلَيَّ مَا رَضِيْتَ لِيْ وَيَسِّرْ لِيْ مَا اَحْلَلْتَ لِيْ وَطَهِّرْ لِيْ
 مِنْ دَنَسٍ مَا

اے معبود! تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے اس صحت و
 سلامتی بدن پر جس میں ہمیشہ زندگی بسر کرتا رہا اور تیرے
 ہی لئے حمد و سپاس ہے اس مرض پر جو اب میرے جسم
 میں تیرے حکم سے رونما ہوا ہے۔ اے معبود! مجھے

نہیں معلوم کہ ان دونوں حالتوں میں سے کون سی حالت پر
 تو شکریہ کا زیادہ مستحق ہے اور ان دونوں وقتوں میں سے کون
 سا وقت تیری حمد و ستائش کے زیادہ لائق ہے۔ آیا صحت
 کے لمحے جن میں تو نے اپنی پاکیزہ روزی کو میرے لئے
 خوشگوار بنایا اور اپنی رضا و خوشنودی اور فضل و احسان کے
 طلب کی اُمنگ میرے دل میں پیدا کی اور اس کے ساتھ اپنی
 اطاعت کی توفیق دے کر اس سے عہدہ براہونے کی قوت
 بخشی یا یہ بیماری کا زمانہ جس کے ذریعہ میرے گناہوں کو
 دور کیا اور نعمتوں کے تحفے عطا فرمائے تاکہ ان گناہوں کا
 بوجھ ہلکا کر دے جو میری پیٹھ کو گراں بار بنائے ہوئے ہیں
 اور ان برائیوں سے پاک کر دے جن میں ڈوبا ہوا ہوں اور
 توبہ کرنے پر متنبہ کر دے اور گزشتہ نعمت (تندرستی) کی
 یاد دہانی سے (کفرانِ نعمت کے) گناہ کو محو کر دے اور اس

بیماری کے اثنا میں کاتبانِ اعمال میرے لئے وہ پاکیزہ اعمال بھی لکھتے رہے جن کا نہ دل میں تصور ہوا تھا نہ زبان پر آئے تھے اور نہ کسی عضو نے اس کی تکلیف گوارا کی تھی۔ یہ صرف تیرا تفضل و احسان تھا جو مجھ پر ہوا۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور جو کچھ تو نے میرے لئے پسند کیا ہے وہی میری نظر میں پسندیدہ قرار دے اور جو مصیبت مجھ پر ڈال دی ہے اسے

أَسْلَغْتُ وَأَفْحُ عَنِّي شَرَّ مَا قَدَّمْتُ وَأَوْجِدُنِي حَلَاوَةً
الْعَافِيَةِ وَأَذِقْنِي بَرْدَ السَّلَامَةِ وَاجْعَلْ مَخْرَجِي عَنْ
عِلَّتِي إِلَى عَفْوِكَ وَمُتَحَوِّلِي عَنْ صَرْعَتِي إِلَى تَجَاوُزِكَ
وَحَلَاصِي مِنْ كَرْبِي إِلَى رَوْحِكَ وَسَلَامَتِي مِنْ هَذِهِ
الشَّدَةِ إِلَى فَرَجِكَ إِنَّكَ الْمُتَفَضِّلُ بِالْإِحْسَانِ
الْمُتَطَوِّلُ بِالْإِمْتِنَانِ الْوَهَّابُ الْكَرِيمُ ذُو الْجَلَالِ

وَالْاِكْرَامَ۔

سہل و آسان کر دے اور مجھے گزشتہ گناہوں کی آلائش سے پاک اور سابقہ برائیوں کو نیست و نابود کر دے اور تندرستی کی لذت سے کامران اور صحت کی خوشگواری سے بہرہ اندوز کر اور مجھے اس بیماری سے چھڑا کر اپنے عفو کی جانب لے آ اور اس حالتِ اُفتادگی سے بخشش و درگزر کی طرف پھیر دے اور اس بے چینی سے نجات دے کر اپنی راحت تک اور اس شدت و سختی کو دور کر کے کشائش و وسعت کی منزل تک پہنچا دے اس لئے کہ تو بے استحقاق احسان کرنے والا اور گرانہما نعمتیں بخشنے والا ہے اور تو ہی بخشش و کرم کا مالک اور عظمت و بزرگی کا سرمایہ دار ہے۔

غریبی، امیری، دُکھ، آرام اور بیماری و صحت وہ

لوازمِ حیات ہیں جن سے زندگی کے لمحات کبھی خالی نہیں
 رہتے۔ کبھی نکبت و افلاس ہے تو کبھی ثروت و اقبال۔ کبھی
 رنج و الم ہے تو کبھی عیش و آرام۔ کبھی مرض کی جان کا ہی ہے
 تو کبھی صحت کی کیف افزائی۔ اگرچہ یہ دو مختلف کیفیتیں اور
 الگ الگ حالتیں ہیں جن کے تاثرات بھی جدا جدا ہیں۔ اس
 طرح کہ صحت و رفاہیت سے شکریہ کے اور بیماری و کلفت
 سے شکوہ و شکایت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں مگر جن کے
 آب و گل میں رضائے الہی کا عنصر شامل ہو وہ ہر حالت میں
 یکساں شکر گزار رہتا ہے۔ اور کسی وقت اپنی زبان کو شکوہ و
 شکایت سے آلودہ نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ جب بستر بیماری
 پر بے قراری کی کروٹیں بے چین کرتی اور کرب و اذیت
 کی ٹیسیں سکون و قرار چھین لیتی ہیں تو اس کی زبان پر صبر و
 شکر اور حمد و ثناء ہی کا ترانہ گونجتا ہے۔ کیونکہ اسے یہ یقین

ہوتا ہے کہ صحت ہو یا مرض دونوں شکر و ستائش کے قابل
 ہیں۔ بے شک صحت ایک گراں مایہ دولت ہے جس کی
 صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اُسے ہی ہو سکتا ہے جو اُسے ہاتھ سے
 کھو چکا ہو۔ لیکن اتنا تو ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہ صحت ہی کے
 خوشگوار احساس کا نتیجہ ہے کہ انسان چاک و چوبند اور آمادۂ
 عمل نظر آتا ہے اور جوش، جرأت، حوصلہ، احساسِ خودداری
 اور ولولہ سب اسی کا کرشمہ ہیں۔ اسی سے کسبِ معیشت اور
 عبادت و اطاعت کی سرگرمی وابستہ ہے اور اسی کی بدولت
 دنیا کی لذتوں سے حظ اندوز ہوا جاتا ہے۔ مگر مرض بھی
 اپنے نتائج و اثرات کے لحاظ سے فائدوں سے خالی
 نہیں ہے۔ چنانچہ حضرتؑ نے اس کے چند فوائد کی طرف
 اس دُعا میں اشارہ کیا ہے۔

پہلا فائدہ یہ ہے کہ مرض گناہوں سے تطہیر اور

گناہوں کی گرانباری سے سبکدوشی کا باعث ہوتا ہے۔
چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان المرض يحط السيئات ويحتهاحت الاوراق
مرض گناہوں کو دور کرتا اور اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس
طرح پتے جھڑتے ہیں۔“

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ انسان حالتِ مرض میں
اپنے گناہوں پر نادم ہوتا، توبہ و انابت کرتا ہے اور اللہ
تعالیٰ سے لو لگاتا ہے چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

اذا مس الانسان الضر دعانا الجنبه اوقا عدا
اوقائما

جب انسان دکھیا ہوتا ہے تو اپنے پہلو پر لیٹا ہو یا بیٹھا ہو یا
کھڑا ہو ہمیں پکارتا ہے۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے صحت و عافیت کی صحیح

قدرو قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور بھولی ب سری نعمت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ ورنہ اس نعمتِ تندرستی کو نعمت ہی تصور نہ کیا جاتا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ نعمتان مھجھولتان الامنّ والعافیۃ۔ ”دو نعمتیں ایسی ہیں جنہیں نعمت ہی نہیں سمجھا گیا۔ ایک امنّ اور دوسرے عافیت۔“ اور چونکہ نعمت کی فراموشی و ناقدری ایک گناہ ہے اور بیماری اس نعمت کی طرف متوجہ کرتی اور کفرانِ نعمت سے بچا کر شکر گزاری کا جذبہ پیدا کرتی ہے اس لئے یہ بھی نعمت کی یاد دہانی کی وجہ سے نعمت میں محسوب ہوگی۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ جب مرض کی وجہ سے انسان کے عمل کی رفتار سست ہو جاتی ہے یا عمل کے قابل ہی نہیں رہتا تو وہ جن اعمال کو صحت کی حالت میں بجا لایا کرتا تھا وہ اس کے نامہ اعمال میں برابر درج ہوتے رہتے

ہیں۔ چنانچہ حدیثِ نبوی ہے کہ:

يقول الله عز وجل للملك المؤكل بالمؤمن اذا
مرض اكتب له ما كنت تكتب له في صحته فاني
انا الذي صيرته في حبالى۔

جب مومن بیمار ہوتا ہے تو خداوند تعالیٰ اس فرشتہ کو جو اس
پر مقرر ہوتا ہے حکم دیتا ہے کہ مرض میں بھی اس کے وہ
اعمال جنہیں وہ بجالایا کرتا تھا لکھتے رہو کیونکہ اُسے مرض
کے شکنجہ میں اسیر کرنے والا میں ہی ہوں۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ جب انسان مرض میں
مبتلا ہوتا ہے تو دفعیہ کے لئے صدقہ و خیرات کرتا ہے اور یہ
بھی ایک کارگر علاج ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کا
ارشاد ہے: الصدقة دواء منجح۔ ”صدقہ ایک کامیاب
دوا ہے۔“ اور داد و دہش سے طبیعت کا رخ بخل و حرص اور

زر اندوزی کی خواہش سے جود و سخا کی طرف مڑ جاتا ہے اور
نفسانی روگ انخطاط پذیر ہو جاتا ہے۔

چھٹا فائدہ یہ ہے کہ مرض دُنیا کی بے ثباتی و
ناپائیداری اور موت کی یاد دلاتا ہے۔ کیونکہ صحت جسمانی کا
فقدان موت کا پیش خیمہ ہے اور موت کا تصور انسان کو اللہ
سے نواگانے اور اس کی طرف رجوع ہونے پر آمادہ کر
دیتا ہے بلکہ دُنیا کی ہر اُفتاد اور ہر کلفت اللہ کی طرف جھکاتی
اور اُسے پکارنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:
ثم اذا مسكم الضر فاليه تجارون

جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اس کے سامنے
گڑ گڑاتے ہو۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ اکثر گناہوں کا سرچشمہ
قوتِ غضبیہ و شہوانیہ ہوتی ہے۔ اور بیماری سے جہاں اور

قوائے بدنی میں کمزوری آجاتی ہے وہاں ان دونوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان بہت سے گناہوں کے ارتکاب سے بچ جاتا ہے۔

آٹھواں فائدہ یہ ہے کہ اگر بے صبری و بے قراری کا اظہار نہ کرے اور صبر و ضبط سے کام لے تو اس مشقت و زحمت کشی کے نتیجہ میں اجر و ثواب کا بھی مستحق ہو گا۔

نواں فائدہ یہ ہے کہ اگر کسی گناہ کے ارتکاب کی عادت جڑ پکڑ چکی ہو تو طولِ مرض سے اس عادت کے چھوٹ جانے کا بھی امکان پیدا ہو جاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے اس سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔

دسواں فائدہ یہ ہے کہ بعض چھوٹے موٹے امراض اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ وہ کسی بڑے مرض

کے لئے روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ موجودہ مرض بھی کسی دوسرے مرض کی روک تھام کر دے۔ چنانچہ اطباء کا یہ متفق علیہ نظریہ ہے کہ زکام و مل بخار وغیرہ سے بدن انسانی کو مختلف فائدہ پہنچتے ہیں اور بعض زہریلے مادے خارج ہو جاتے ہیں جو دوسرے امراض کے لئے حفظِ مائع کا کام دے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا فوائد کے باوجود پھر انسان صحت کو مرض پر ترجیح دیتا اور تندرستی کا خواہاں ہوتا ہے اور کسی طرح مرض کو گوارا نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحت و عافیت حبِ طبعی کا کرشمہ ہے اور مرض حبِ عقلی کے تقاضے حبِ طبعی حبِ عقلی سے زیادہ انسانی احساسات کو متاثر کرتی ہیں اور اُس کے بشری جذبات سے سازگار رہتی ہے اس لئے وہ مرض کے فائدہ بخش نتائج کے باوجود صحت

وسلامتی ہی کا خواہشمند رہتا ہے مگر جس میں حب عقلی کے تقاضے حب طبعی کے تقاضوں پر غالب ہوں وہ اپنی ہر مادی طلب و خواہش کو بھی رضائے الہی سے وابستہ کر دیتا ہے اور اس رضائے الہی کے علاوہ اس کا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں حضرتؑ کی زندگی کے اطوار عام انسانی زندگی کے اطوار سے بلند تر نظر آتے ہیں۔

دُعَاؤُہ فی الاستقالة عذرو عفو تقصیر کے سلسلہ میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا اسْتَقَالَ
مِنْ ذُنُوبِهِ أَوْ تَضَرَّعَ فِي طَلَبِ الْعَفْوِ عَنْ عِيُوبِهِ
جب گناہوں سے معافی چاہتے یا اپنے عیبوں سے درگزر کی التجا
کرتے، تو یہ دعا پڑھتے:-

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ بِرَحْمَتِهِ يَسْتَغِيْثُ الْمُذْنِبُوْنَ وَيَا مَنْ
اِلٰى ذِكْرِ اِحْسَانِهِ يَفْزَعُ الْمُضْطَرُّوْنَ وَيَا مَنْ لِّخَيْفَتِهِ
يَنْتَحِبُ الْخَاطِئُوْنَ يَا اَنْسَ كُلِّ مُسْتَوْحِشٍ غَرِيبٍ
وَيَا فَارِجَ

اے خدا! اے وہ جسے گنہگار اس کی رحمت کے وسیلہ سے
فریاد رسی کے لئے پکارتے ہیں۔ اے وہ جس کے تفضل و
احسان کی یاد کا سہارا بے کس و لاچار ڈھونڈتے ہیں۔ اے وہ
جس کے خوف سے عاصی و خطا کار نالہ و فریاد کرتے ہیں۔

اے ہر وطن آوارہ و دل گرفتہ کے سرمایہ انس، ہر غمزدہ و
 کُلِّ مَكْرُوبٍ كَيْيَبٍ وَيَا غَوْتَ كُلِّ مُخْذُولٍ فَرِيدٍ
 وَيَا عَضْدَ كُلِّ مُحْتَاجٍ طَرِيدٍ أَنْتَ الَّذِي وَسَّعْتَ كُلَّ
 شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا وَأَنْتَ الَّذِي جَعَلْتَ لِكُلِّ مَخْلُوقٍ
 فِي نِعَمِكَ سَهْمًا وَأَنْتَ الَّذِي عَفَوْتَ أَعْلَى مِنْ عِقَابِهِ
 وَأَنْتَ الَّذِي تَسْعَى رَحْمَتُهُ أَمَامَ غَضَبِهِ وَأَنْتَ
 الَّذِي عَطَاؤُهُ أَكْثَرُ مِنْ مَنَعِهِ وَأَنْتَ الَّذِي اتَّسَعَ
 الْخَلَائِقُ كُلُّهُمْ فِي وَسْعِهِ وَأَنْتَ الَّذِي لَا يَرِغَبُ فِي
 جَزَاءٍ مَنْ أَعْطَاهُ وَأَنْتَ الَّذِي لَا يُفْرِطُ فِي عِقَابِ
 مَنْ عَصَاهُ وَأَنَا يَا إِلَهِي عَبْدُكَ الَّذِي أَمَرْتَهُ بِالدُّعَاءِ
 فَقَالَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ - هَا أَنَا ذَا يَا رَبِّ مَطْرُوحٌ
 بَيْنَ يَدَيْكَ أَنَا الَّذِي أَوْقَرْتَ الْخَطَايَا ظَهْرَهُ وَأَنَا
 الَّذِي أَفْلَتَ الذُّنُوبُ عُمَرُهُ وَأَنَا الَّذِي بِجَهْلِهِ

عَصَاكَ وَلَمْ تَكُنْ أَهْلًا مِنْهُ لِذَاكَ هَلْ أَنْتَ يَا إِلَهِي
 رَاحِمٌ مَنْ دَعَاكَ فَأُبْلِغْ فِي الدُّعَاءِ أَمْ أَنْتَ غَافِرٌ لِمَنْ
 بَكَكَ فَأَسْرِعْ فِي الْبُكَاءِ أَمْ أَنْتَ مُتَجَاوِزٌ عَمَّنْ
 عَفَرَكَ وَجْهَهُ تَذَلُّلاً أَمْ أَنْتَ مُغْنٍ مَنْ شَكَا إِلَيْكَ
 فَقَرَهُ تَوَكُّلاً إِلَهِي لَا تُخَيِّبْ مَنْ لَا يَجِدُ مُعْطِيًا
 غَيْرَكَ وَلَا تَخْذُلْ مَنْ لَا يَسْتَغْنِي عَنْكَ

دل شکستہ کے غم گسار ہر بے کس و تنہا کے فریاد رس
 اور ہر راندہ و محتاج کے دست گیر تو وہ ہے جو اپنے علم و
 رحمت سے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے اور تو وہ ہے جس نے اپنی
 نعمت میں ہر مخلوق کا حصہ رکھا ہے۔ تو وہ ہے جس کا عفو و
 درگزر اس کے انتقام پر غالب ہے۔ تو وہ ہے جس کی رحمت
 اس کے غضب سے آگے چلتی ہے۔ تو وہ ہے جس کی
 عطائیں فیض و عطا کے روک لینے سے زیادہ ہیں۔ تو وہ ہے

جس کے دامن وسعت میں تمام کائناتِ ہستی کی سمائی ہے۔
 تو وہ ہے کہ جس کسی کو عطا کرتا ہے اس سے عوض کی توقع
 نہیں رکھتا اور تو وہ ہے کہ جو تیری نافرمانی کرتا ہے اُسے
 حد سے بڑھ کر سزا نہیں دیتا۔ خدایا! میں تیرا وہ بندہ ہوں
 جسے تو نے دُعا کا حکم دیا تو وہ لبیک لبیک پکار اٹھا۔ ہاں تو وہ
 میں ہوں اے میرے معبود! جو تیرے آگے خاکِ مذلت
 پر پڑا ہے۔ میں وہ ہوں جس کی پشت گناہوں سے بوجھل
 ہو گئی ہے۔ میں وہ ہوں جس کی عمر گناہوں میں بیت چکی
 ہے۔ میں وہ ہوں جس نے اپنی نادانی و جہالت سے تیری
 نافرمانی کی۔ حالانکہ تو میری جانب سے نافرمانی کا سزاوار نہ
 تھا۔ اے میرے معبود! جو تجھ سے دعا مانگے آیا تو اُس پر
 رحم فرمائے گا تا کہ میں لگاتار دُعا مانگوں۔ یا جو تیرے آگے
 روئے اُسے بخش دے گا تا کہ میں رونے پر جلد آمادہ ہو

جاؤں یا جو تیرے سامنے عجز و نیاز سے اپنا چہرہ خاک پر ملے
 اس سے درگزر کرے گا۔ یا جو تجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے
 اپنی تہی دستی کا شکوہ کرے اسے بے نیاز کر دے گا بارِ الہا!
 جس کا دینے والا تیرے سوا کوئی نہیں ہے اُسے نا اُمید نہ کر
 اور جس کا

بِأَحَدٍ دُونَكَ إِلَهِي فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تُعْرِضْ
 عَنِّي وَقَدْ أَقْبَلْتُ عَلَيْكَ وَلَا تَحْرِمْنِي وَقَدْ رَغِبْتُ
 إِلَيْكَ وَلَا تَجْهَنْنِي بِالرَّدِّ وَقَدْ انْتَصَبْتُ بَيْنَ يَدَيْكَ
 أَنْتَ الَّذِي وَصَفْتَ نَفْسَكَ بِالرَّحْمَةِ فَصَلِّ عَلَى
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْحَمْنِي وَأَنْتَ الَّذِي سَمَّيْتَ نَفْسَكَ
 بِالْعَفْوِ فَاعْفُ عَنِّي قَدْ تَرَى يَا إِلَهِي فَيْضَ دَمْعِي مِنْ
 خَيْفَتِكَ وَوَجِيبَ قَلْبِي مِنْ خَشْيَتِكَ وَانْتِقَاضَ
 جَوَارِحِي مِنْ هَيْبَتِكَ كُلُّ ذَلِكَ حَيَاءً مِنْكَ لِسُوءِ

عَمِلِي وَلِذَاكَ خَمَدَ صَوْتِي عَنِ الْجَارِ إِلَيْكَ وَكَلَّ
 لِسَانِي عَنْ مُنَاجَاةِكَ يَا إِلَهِي فَلَكَ الْحَمْدُ فَكُمُ مِنْ
 عَائِبَةٍ سَتَرْتَهَا عَلَيَّ فَلَمْ تَفْضَحْنِي وَكُمُ مِنْ ذَنْبٍ
 غَطَّيْتَهُ عَلَيَّ فَلَمْ تَشْهَرْنِي وَكُمُ مِنْ شَائِبَةِ الْمَمَاتِ
 بِهَا فَلَمْ تَهْتِكْ عَنِّي سِتْرَهَا وَلَمْ تُقْلِدْنِي مَكْرُوهَ
 شَنَائِرِهَا وَلَمْ تُبَدِّلْ سَوَائِهَا لِمَنْ يَلْتَبِسُ مَعَائِبِي
 مِنْ جِيرَتِي وَحَسَدَةِ نِعْمَتِكَ عِنْدِي ثُمَّ لَمْ يَنْهَنِي
 ذَلِكَ عَنْ أَنْ جَرَيْتُ إِلَى سُوءٍ مَا عَهَدْتَ مِنِّي فَمَنْ
 أَجْهَلُ مِنِّي

تیرے علاوہ اور کوئی ذریعہ بے نیازی نہیں ہے اُسے محروم نہ
 کر۔ خداوند! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھ
 سے روگردانی اختیار نہ کر جب کہ میں تیری طرف متوجہ ہو
 چکا ہوں۔ اور مجھے ناامید نہ کر جب کہ تیری طرف خواہش

لے کر آیا ہوں اور مجھے سختی سے دھتکار نہ دے جب کہ میں
 تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ تو وہ ہے جس نے اپنی توصیف
 رحم و کرم سے کی ہے۔ لہذا محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
 نازل فرما اور مجھ پر رحم فرما اور تو نے اپنا نام درگزر کرنے
 والا رکھا ہے لہذا مجھ سے درگزر فرما۔ بارِ الہا تو میرے
 اشکوں کی روانی کو جو تیرے خوف کے باعث ہے، میرے
 دل کی دھڑکن کو جو تیرے ڈر کی وجہ سے ہے اور میرے
 اعضاء کی تھر تھری کو جو تیری ہیبت کے سبب سے ہے دیکھ
 رہا ہے۔ یہ سب اپنی بد اعمالیوں کو دیکھتے ہوئے۔ تجھ سے
 شرم و حیا محسوس کرنے کا نتیجہ ہے یہی وجہ ہے کہ تصرّع و
 زاری کے وقت میری آواز رک جاتی ہے اور مناجات کے
 موقع پر زبان کام نہیں دیتی۔ اے خدا تیرے ہی لئے حمد و
 سپاس ہے کہ تو نے میرے کتنے ہی عیبوں پر پردہ ڈالا اور

مجھے رسوا نہیں ہونے دیا اور کتنے ہی میرے گناہوں کو چھپایا اور مجھے بدنام نہیں کیا اور کتنی ہی برائیوں کا مرتکب ہوا مگر تو نے پردہ فاش نہ کیا اور نہ میرے گلے میں ننگ و عار کی ذلت کا طوق ڈالا اور نہ میرے عیبوں کی جستجو میں رہنے والے ہمسایوں اور ان نعمتوں پر جو مجھے عطا کی ہیں حسد کرنے والوں پر ان برائیوں کو ظاہر کیا۔ پھر بھی تیری مہربانیاں مجھے ان برائیوں کے ارتکاب سے جن کا تو میرے بارے میں علم رکھتا ہے

يَا اَلِهٰى بِرُّشْدِهٖ وَمَنْ اَغْفَلَ مِىَّ عَنْ حَظِّهٖ وَمَنْ اَبْعَدُ مِىَّ مِنْ اِسْتِصْلَاحِ نَفْسِهٖ حِيْنَ اُنْفِقُ مَا اَجْرَيْتَ عَلٰى مِنْ رِزْقِكَ فَيَمَا نَهَيْتَنِى عَنْهُ مِنْ مَعْصِيَتِكَ وَمَنْ اَبْعَدُ غَوْرًا فِى الْبَاطِلِ وَاَشَدُّ اِقْدَامًا عَلٰى السُّوْءِ مِىَّ حِيْنَ اَقْفَبَيْنَ دَعْوَتِكَ وَدَعْوَةَ

الشَّيْطَانِ فَاتَّبِعْ دَعْوَتَهُ عَلَى غَيْرِ عَمَى مِثْنِي فِي مَعْرِفَةٍ
 بِهِ وَلَا نِسْيَانٍ مِنْ حِفْظِي لَهُ وَأَنَا حِينَئِذٍ مُوقِنٌ بِأَنَّ
 مُنْتَهَى دَعْوَتِكَ إِلَى الْجَنَّةِ وَمُنْتَهَى دَعْوَتِهِ إِلَى
 النَّارِ۔ سُبْحَانَكَ مَا أَجْجَبَ مَا أَشْهَدُ بِهِ عَلَى نَفْسِي
 وَأَعِدُّهُ مِنْ مَكْتُومٍ أَمْرِي وَأَجْجَبُ مِنْ ذَلِكَ
 أَنَا تُكَ عَنِّي وَإِبْطَاؤُكَ عَنْ مُعَاجَلَتِي وَلَيْسَ ذَلِكَ
 مِنْ كَرَمِي عَلَيْكَ بَلْ تَأَنِّيَا مِنْكَ لِي وَتَفْضُلًا مِنْكَ
 عَلَيَّ لِأَن أُرْتَدِعَ عَنْ مَعْصِيَتِكَ الْمُسْخِطَةِ وَأُقْلِعَ
 عَنْ سَيِّئَاتِي الْمُخْلِقَةِ وَلِأَنَّ عَفْوَكَ عَنِّي أَحَبُّ
 إِلَيْكَ مِنْ عُقُوبَتِي بَلْ أَنَا يَا إِلَهِي أَكْثَرُ ذُنُوبًا وَأَقْبَحُ
 أَثَارًا وَ أَشْنَعُ أَفْعَالًا وَأَشَدُّ فِي الْبَاطِلِ تَهَوُّرًا
 وَأَضْعَفُ عِنْدَ طَاعَتِكَ

روک نہ سکیں۔ تو اے میرے معبود! مجھ سے بڑھ کر کون

اپنی صلاح و بہبود سے بے خبر، اپنے حظ و نصیب سے غافل
 اور اصلاحِ نفس سے دور ہو گا جب کہ میں اس روزی کو جسے تو
 نے میرے لئے قرار دیا ہے ان گناہوں میں صرف کرتا
 ہوں جن سے تو نے منع کیا ہے اور مجھ سے زیادہ کون باطل
 کی گہرائی تک اُترنے والا اور برائیوں پر اقدام کی جرأت
 کرنے والا ہو گا جب کہ میں ایسے دورا ہے پر کھڑا ہوں کہ
 جہاں ایک طرف تو دعوت دے اور دوسری طرف شیطان
 لعین کو آواز دے؛ اور اس کی شرانگیزیوں کو ذہن میں محفوظ
 رکھتے ہوئے اس کی آواز پر لبیک کہتا ہوں۔ حالانکہ مجھے اس
 وقت بھی یقین ہوتا ہے کہ تیری دعوت کا مآل جنت اور
 اُس کی آواز پر لبیک کہنے کا انجام دوزخ ہے۔ اللہ اکبر! کتنی
 یہ عجیب بات ہے جس کی گواہی خود اپنے خلاف دے
 رہا ہوں اور اپنے پیچھے ہوئے کاموں کو ایک ایک کر کے

گن رہا ہوں اور اس سے زیادہ عجیب تیرا مجھے مہلت دینا اور عذاب میں تاخیر کرنا ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ میں تیری نظروں میں باوقار ہوں، بلکہ یہ میرے معاملہ میں تیری بردباری اور مجھ پر تیرا لطف و احسان ہے تاکہ میں تجھے ناراض کرنے والی نافرمانیوں سے باز آجاؤں اور ذلیل و رسوا کرنے والے گناہوں سے دست کش ہو جاؤں اور اس لئے ہے کہ مجھ سے درگزر کرنا سزا دینے سے تجھے زیادہ پسند ہے۔ بلکہ میں تو اے میرے معبود! بہت گنہگار، بہت بد صفات و بد اعمال اور غلط کاریوں میں پیداک اور تیری اطاعت کے وقت سست گام اور تیری تہدید و سرزنش سے غافل

تَيَقُّظًا وَاَقْلًا لِّوَعِيدِكَ اُنْتَبَاهًا وَاَرْتِقَابًا مِنْ اَنْ
اُحْصِيَ لَكَ عُيُوبِي اَوْ اَقْدِرَ عَلٰى ذِكْرِ ذُنُوبِي وَاِنَّمَا اَوْصَحُّ

بِهَذَا نَفْسِي طَمَعًا فِي رَأْفَتِكَ الَّتِي بِهَا صَلَاحُ أَمْرِ
 الْمُنْذِبِينَ وَرَجَاءٌ لِرَحْمَتِكَ الَّتِي بِهَا فَكَافُ رِقَابِ
 الْخَاطِئِينَ. اللَّهُمَّ وَهَذِهِ رَقَبَتِي قَدْ أَرَقَّتْهَا
 الذُّنُوبُ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاعْتِفْهَا بِعَفْوِكَ
 وَهَذَا ظَهْرِي قَدْ أَثْقَلْتُهُ الْخَطَايَا فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 وَآلِهِ وَخَفِّفْ عَنْهُ بِمَنِّكَ يَا إِلَهِي لَوْ بَكَيْتُ إِلَيْكَ
 حَتَّى تَسْقُطَ أَشْفَارُ عَيْنَيَّ وَانْتَحَبْتُ حَتَّى يَنْقَطِعَ
 صَوْتِي وَقُمْتُ لَكَ حَتَّى تَتَنَشَّرَ قَدَمَايَ وَرَكْعَتُ لَكَ
 حَتَّى يَنْخَلِعَ صُلْبِي وَسَجَدْتُ لَكَ حَتَّى نَتَفَقَّأَ
 حَدَقَتَايَ وَآكَلْتُ تُرَابَ الْأَرْضِ طُولَ عُمْرِي
 وَشَرِبْتُ مَاءَ الرَّمَادِ آخِرَ دَهْرِي وَذَكَرْتُكَ فِي خِلَالِ
 ذَلِكَ حَتَّى يَكِلَ لِسَانِي ثُمَّ لَمْ أَرْفَعْ طَرْفِي إِلَى أَفَاقِ
 السَّمَاءِ اسْتَحْيَاءً مِنْكَ مَا اسْتَوْجَبْتُ بِذَلِكَ مَحْوِ
 سَيِّئَةٍ وَاحِدَةٍ مِنْ سَيِّئَاتِي وَإِنْ كُنْتُ تَغْفِرُ لِي حِينَ

أَسْتَوجِبُ مَغْفِرَتَكَ وَتَعْفُو عَنِّي

اور اس کی طرف بہت کم ننگراں ہوں تو کس طرح میں اپنے
عیوب تیرے سامنے شمار کر سکتا ہوں یا اپنے گناہوں کا
ذکر و بیان سے احاطہ کر سکتا ہوں اور جو اس طرح میں اپنے
نفس کو ملامت و سرزنش کر رہا ہوں تو تیری اس شفقت و
مرحمت کے لالچ میں جس سے گنہ گاروں کے حالات اصلاح
پذیر ہوتی ہیں اور تیری اس رحمت کی توقع میں جس کے
ذریعہ خطا کاروں کی گردنیں (عذاب سے) رہا ہوتی ہیں۔ بارِ
الہا! یہ میری گردن ہے جسے گناہوں نے جکڑ رکھا ہے۔ تو
رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آل پر اور اپنے عفو و درگزر
سے اسے آزاد کر دے۔ اور یہ میری پشت ہے جسے گناہوں
نے بوجھل کر دیا ہے۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی
آل پر اور اپنے لطف و انعام کے ذریعہ اسے ہلکا کر دے۔ بارِ

الہا! اگر میں تیرے سامنے اتار دوں کہ میری آنکھوں کی
 پلکیں جھڑ جائیں، اور اتنا چیخ چیخ کر گریہ کروں کہ آواز بند ہو
 جائے اور تیرے سامنے اتنی دیر کھڑا رہوں کہ دونوں
 پیروں پر ورم آجائے اور اتنے رکوع کروں کہ ریڑھ کی
 ہڈیاں اپنی جگہ سے اُکھڑ جائیں اور اس قدر سجدے کروں کہ
 آنکھیں اندر کودھنس جائیں اور عمر بھر خاک پھانکتا رہوں اور
 زندگی بھر گدلا پانی پیتا رہوں، اور اس اثنا میں تیرا ذکر اتنا
 کروں کہ زبان تھک کر جواب دے جائے پھر شرم و حیا کی
 وجہ سے آسمان کی طرف نگاہ نہ اٹھاؤں تو اس کے باوجود
 میں اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ کے بخشے جانے کا بھی
 سزاوار نہ ہوں گا۔ اور اگر تو مجھے بخش دے جب کہ میں
 تیری مغفرت کے لائق قرار پاؤں اور مجھے معاف کر دے
 جب کہ میں تیری معافی

حِينَ اسْتَحِقُّ عَفْوَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ غَيْرُ وَاجِبٍ لِي
 بِاسْتِحْقَاقٍ وَلَا أَنَا أَهْلٌ لَهُ بِاسْتِيجَابٍ إِذْ كَانَ
 جَزَائِي مِنْكَ فِي أَوَّلِ مَا عَصَيْتُكَ النَّارُ فَإِنْ تُعَذِّبْنِي
 فَأَنْتَ غَيْرُ ظَالِمٍ لِي إِلَهِي فَإِذَا قَدْ تَغَمَّدْتَنِي
 بِسِتْرِكَ فَلَمْ تَفْضَحْنِي وَتَأْنَيْتَنِي بِكَرَمِكَ فَلَمْ
 تُعَاجِلْنِي وَحَلَمْتَ عَنِّي بِتَفَضُّلِكَ فَلَمْ تُغَيِّرْ
 نِعَمَتَكَ عَلَيَّ وَلَمْ تُكْذِبْ مَعْرُوفَكَ عِنْدِي فَأَرْحَمَ
 طَوْلَ تَضَرُّعِي وَشِدَّةَ مَسْكَنتِي وَسُوءَ مُوقِفِي اللَّهُمَّ
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَقِنِي مِنَ الْمَعَاصِي
 وَاسْتَعْمِلْنِي بِالطَّاعَةِ وَارْزُقْنِي حُسْنَ الْإِنَابَةِ
 وَطَهِّرْنِي بِالتَّوْبَةِ وَأَيِّدْنِي بِالْعِصْمَةِ وَاسْتَصْلِحْنِي
 بِالْعَافِيَةِ وَأَذِقْنِي حَلَاوَةَ الْمَغْفِرَةِ وَاجْعَلْنِي طَلِيقَ
 عَفْوِكَ وَعَتِيقَ رَحْمَتِكَ وَاكْتُبْ لِي أَمَانًا مِنْ
 سُخْطِكَ وَبَشِّرْنِي بِذَلِكَ فِي الْعَاجِلِ دُونَ الْآجِلِ

بُشْرَىٰ أَعْرِفْهَا وَعَرِّفْنِي فِيهِ عَلَامَةً أَتَبَيَّنْهَا إِنَّ
ذَلِكَ لَا يَضِيقُ عَلَيْكَ فِي وَسْعِكَ وَلَا يَتَكَدُّكَ فِي
قُدْرَتِكَ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

کے قابل سمجھا جاؤں تو یہ میرے استحقاق کی بنا پر لازم نہیں
ہو گا اور نہ میں استحقاق کی بنا پر اس کا اہل ہوں کیونکہ جب
میں نے پہلے پہل تیری معصیت کی تو میری سزا جہنم طے
تھی۔ لہذا تو مجھ پر عذاب کرے تو میرے حق میں ظالم
نہیں ہو گا۔ اے میرے معبود! جب کہ تو نے میری پردہ
پوشی کی اور مجھے رسوا نہیں کیا اور اپنے لطف و کرم سے نرمی
برتی اور عذاب میں جلدی نہیں کی اور اپنے فضل سے
میرے بارے میں حلم سے کام لیا اور اپنی نعمتوں میں تبدیلی
نہیں کی اور نہ اپنے احسان کو مکدر کیا ہے تو میری اس
طویل تضرع و زاری اور سخت احتیاج اور موقف کی بد حالی پر

رحم فرما۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما
 اور مجھے گناہوں سے محفوظ اور اطاعت میں سرگرم عمل
 رکھ اور مجھے حسنِ رجوع کی توفیق دے اور توبہ کے ذریعہ
 پاک کر دے اور اپنے حسنِ نگہداشت سے نصرت فرما اور
 تندرستی سے میری حالت سازگار اور مغفرت کی شیرینی سے
 کام و دہن کو لذت بخش اور مجھے اپنے عفو کارہاشدہ اور اپنی
 رحمت کا آزاد کردہ قرار دے اور اپنے عذاب سے رہائی کا
 پروانہ لکھ دے اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں نجات کی
 ایسی خوشخبری سنا دے جسے واضح طور سے سمجھ لوں اور اس کی
 ایسی علامت دکھا دے جسے کسی شائبہ ابہام کے بغیر پہچان
 لوں اور یہ چیز تیرے ہمہ گیر اقتدار کے سامنے مشکل اور
 تیری قدرت کے مقابلہ میں دشوار نہیں ہے۔ بے شک
 تیری قدرت ہر چیز پر محیط ہے۔

یہ دعاء اُمید و بیم کا ایک مرقع ہے جس کے نقوشِ زندگی کو خوف و رجاء کے خطوط پر چلانے کے لئے شمعِ ہدایت کا کام دیتے ہیں۔ خوف و رجاء دونوں عملی زندگی کی بنیاد اور اُخروی کامرانی کا پیش خیمہ ہیں۔ اگر خوف نہ ہو تو انسان پاداشِ عمل سے غافل ہو جائے گا اور اُمید نہ ہو تو عمل میں سرگرمی پیدا نہ ہونے پائے گی اور یہ خوف و رجاء کی کیفیت خدا کی صفت عدالت و رحمت کے تصور سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ جو اس کے دروازہ رحمت پر دستک دے، توبہ و انابت کا ہاتھ پھیلائے، اور اس سے عفو و درگزر کا سوال کرے اُسے بے آس نہ کرے جس سے اُمید کا سوتا پھوٹے گا اور مغفرت کی آس مایوسیوں سے بچا کر برسرِ عمل رکھے گی۔ یہ اس کی رحمت ہی کی کار فرمائی ہے کہ وہ بڑے بڑے گناہوں پر بھی سزا و

عقوبت میں تعجیل سے کام نہیں لیتا اور سخت سے سخت جرم کی پاداش میں فوری گرفت نہیں کرتا۔ اور اگر وہ سزا دینے میں جلدی کرتا تو توبہ و انابت کا وقت کہاں ملتا۔ بلکہ توبہ کا وسیلہ ڈھونڈنے اور انابت کا ہاتھ پھیلانے سے پہلے ہی ہلاکت و تباہی گھیر لیتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وَلَوْ يَعْلَمُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقَضَىٰ إِلَيْهِمْ أَجْلَهُمْ۔

اور جس طرح لوگ اپنی بھلائی کے لئے جلدی کرتے ہیں اسی طرح اگر خدا (ان گناہوں کی) سزا میں جلدی کرتا تو ان کا مقررہ وقت کب کا آچکا ہوتا۔“

اگر وہ گناہ کے فوراً بعد اپنے غضب سے کام لیتا اور مجرم کو اس کے جرم کی سزا دیتا تو یہ اس کے عدل و انصاف کے منافی تو نہ ہوتا لیکن تقاضائے رحمت کے خلاف ضرور

ہوتا۔ حالانکہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔
 چنانچہ جہاں غضب و رحمت میں کشمکش ہوتی ہے وہاں
 رحمت کے آگے بڑھ جاتی ہے اور غضب کو پیچھے چھوڑ جاتی
 ہے۔ کیونکہ رحمت اس کی ذات کا تقاضا ہے اور غضب
 مخالفت و نافرمانی کا نتیجہ۔ چنانچہ غضب خاص خاص
 موقعوں کے لئے ہے اور رحمت عام و ہمہ گیر ہے اس طرح
 کہ اگر دنیا میں سرکشی و طغیان اور کفر و عصیان کا وجود نہ
 ہوتا تو پھر رحمت ہی رحمت ہوتی اور قہر و غضب کا نام و
 نشان بھی نہ ہوتا۔ کیونکہ اصل رحمت ہی کار فرمائی ہے اور
 غضب ایک تبعی و فرعی حیثیت رکھتا ہے جو صرف
 بد اعمالیوں کا نتیجہ میں مشتعل ہوتا ہے۔ اور پھر ایسا نہیں کہ
 ایک دفعہ مشتعل ہو جائے تو پھر فرو نہ ہو۔ بلکہ اس
 کے غضب کی صورت تو یہ ہے کہ ادھر کسی نے اپنی غفلتوں

اور کوتاہیوں کا اعتراف کر کے اصلاحِ عمل کا عہد کیا
 غضب کا رخ مڑ گیا اور کسی نے اپنے گناہوں پر پشیمان ہو
 کر اس کی بارگاہِ کارِخ کیا، رحمت کا ارادہ جوش میں آ گیا اور
 گناہوں کو اس طرح ملیا میٹ کر دیا گویا اس کے دامن پر
 کبھی دھبا پڑا ہی نہ تھا۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے۔

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ
 ہو۔“

اب اس دعا پر ایک نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ حضرت
 کے کلمات میں خوف و رجاء کی جو روح مضمر ہے وہ کس طرح
 غفلت سے جھنجھوڑتی اور دل و دماغ کو متاثر کرتی ہے۔ وہ
 اللہ کے سامنے عبودیت کے تقاضوں میں کوتاہی کا اعتراف
 کرتے ہیں مگر خوف و خشیت سے حالت یہ ہے کہ پیروں

میں ریشہ، بدن میں تھر تھری اور جسم پر کپکپی طاری ہے،
 بوجھل پلکوں میں آنسو تیر رہے ہیں اور دل کی دھڑکنیں
 کپکپاتی آواز سے ہم آہنگ ہیں اور فریاد کا انداز یہ ہے کہ
 ”اے معبود! اگر روتے روتے پلکیں جھڑ جائیں، کھڑے
 کھڑے پیر سوج جائیں، رکوع کرتے کرتے پشت خم ہو
 جائے، سجدوں میں عمر بیت جائے، زندگی بھر خاک پھانکوں
 اور خاک بسر زندگی بسر کروں پھر بھی تیری رحمت ہی کا
 سہارا ہے۔ اور میں کسی استحقاق کی بنا پر عفو و مغفرت کا
 مستحق نہیں ہو سکتا۔“ ان الفاظ میں عجز و نیاز کی جو تصویر کھینچی
 ہے وہ آپ کی زندگی کا ہو بہو نقشہ ہے چنانچہ تاریخ شاہد ہے
 کہ جب آپ وضو کرتے تو چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا اور
 مصلائے عبادت پر کھڑے ہوتے تو لرزہ بر اندام ہو جاتے
 اور شب و روز کے قیام سے پیروں پر ورم آ جاتا۔ جب کسی

نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے جب کوئی نعمت ملتی تو
 سجدہ کرتے، جب کسی کارِ خیر کا ارادہ کرتے تو سجدہ کرتے۔
 جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اور اُس
 وقت تک سجدہ سے سر نہ اٹھاتے جب تک پسینہ میں تر بتر
 نہ ہو جاتے۔ اور ماہِ رمضان میں تسبیح و استغفار کے علاوہ کوئی
 کلمہ آپ کی زبان سے نہ نکلتا تھا، اور اکثر و بیشتر غشی کی حالت
 طاری ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ابنِ عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ
 کے راستہ میں دیکھا کہ آپ نے سواری کو روک کر احرام
 باندھنا چاہا تو جسم کا نپنے لگا۔ چہرے پر زردی چھا گئی اور زبان
 سے کلماتِ تلبیہ نہ کہہ سکے۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض
 کیا کہ آپ تلبیہ کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا اندیشہ ہے کہ
 میں لبیک کہوں اور ادھر سے لالبیک ولا سعد یک کی آواز
 آئے۔ اور جب سنبھل کر تلبیہ کیا تو غش کھا کر گر پڑے

اور حج کے اختتام تک برابر یہی صورت رہی کہ کبھی سنبھل گئے اور کبھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بہر حال اگر ایک طرف زندگی کے چہرے پر خوف و خشیت کا غبار چھایا ہوا تھا تو دوسری طرف اُمید کی مسکراتی ہوئی کرنیں نور و نکہت بکھیر رہی تھیں اور قدم رجا کی اُس منزل پر تھے جہاں کبھی یاس و ناامیدی کی پرچھائیں بھی نہیں پڑیں اور روح اس مقامِ تقرب سے وابستہ تھی جہاں دل کا ریشہ ریشہ ندائے حق کے لئے گوشِ بر آواز اور سامعہ نویدِ رحمت کا منتظر تھا کہ کب ادھر سے آمرزش و رحمت کا پیغام آتا ہے کہ

ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبحگاہی

بہ پیام آشنائے بزا زد آشارا

چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ:

الذین آمنوا وکانوا یتقون لہم البشریٰ فی

الحیوة الدنیا و فی الآخرة۔

وہ لوگ جو ایمان لائے اور خوف کھاتے رہے اُنہیں دُنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔“

یہ بشارت روایاتِ صالحہ کے ذریعہ ہوتی ہے چنانچہ ابوالدرداء سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس آیت میں بشریٰ سے کیا مراد ہے آپؐ نے فرمایا: **ہی الرویاء الصالحة** یراھا المسلم او تری لہ۔ ”وہ روایاتِ صالحہ ہے جسے مومن خود اپنے لئے دیکھتا ہے یا کوئی اس کے لئے دیکھتا ہے۔“ یہ روایاتِ صالحہ پاکیزگی، نفس و صفائے باطن اور عالمِ قدس سے اتصال کے نتیجہ میں دیکھا جاتا ہے۔ اس طرح کہ مردِ مومن اپنے حسن انجام کو خواب میں دیکھتا یا اس کے متعلق خواب میں ندائے غیب سنتا ہے یا دوسرا اُس کے بارے

میں خواب دیکھتایا خواب میں کوئی آواز سنتا ہے۔ چنانچہ اس
قسم کے خواب صلحا و متور عین کے متعلق کتب میں مذکور
ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس دعاء میں بشریٰ سے ایسی ہی بشارت
مراد ہو یا کسی دوسری قسم کی بشارت جو اس عام بشارت سے
بلند تر ہو۔

دُعاؤہ علی الشیطان شرّ شیطان کے دفعیہ کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا ذُكِرَ
الشَّيْطَانُ فَاسْتَعَاذَ مِنْهُ وَمِنْ عَدَاوَتِهِ وَكَيْدِهِ
جب شیطان کا ذکر آتا تو اُس سے اور اُس کے مکر و عداوت سے بچنے
کے لئے یہ دعا پڑھتے:-

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَزَاغَاتِ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ
وَمَكَايِدِهِ وَمِنْ الثَّقَةِ بِاَمَانِيْهِ وَمَوَاعِيْدِهِ وَغُرُوْرِهِ
وَمَصَائِدِهِ وَاَنْ يُطْبِعَ نَفْسِهٖ فِىْ اِضْلَالِنَا عَنْ
طَاعَتِكَ وَاْمْتِهَانِنَا بِمَعْصِيَّتِكَ اَوْ اَنْ يُّحْسِنَ عِنْدَنَا
مَا حَسَنَ لَنَا اَوْ اَنْ يُّثْقَلَ عَلَيْنَا مَا كَرَّهَ اِلَيْنَا
اَللّٰهُمَّ اَخْسَاهُ عَنَّا بِعِبَادَتِكَ وَاَكْبَتْهُ بِدُؤْبَانَا فِى
مَحَبَّتِكَ وَاَجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ سِتْرًا لَا يَهْتِكُهُ
وَرَدَّمًا مُّصَبَّتًا لَا يَفْتِكُهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَالِیْهِ وَاشْغُلْهُ عَنَّا بِبَعْضِ اَعْدَائِكَ وَاعْصِمْنَا مِنْهُ
 بِحُسْنِ رِعَايَتِكَ وَاکْفِنَا خَيْرَهُ وَوَلِّنَا ظَهْرَهُ وَاقْطَعْ
 عَنَّا اِثْرَهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِیْهِ وَامْتِنْعَنَا مِنَ
 الْهُدٰی بِمِثْلِ ضَلٰلَتِهِ وَزَوِّدْنَا مِنَ التَّقْوٰی ضِدَّ
 غَوَايَتِهِ وَاسْلُكْ بِنَا مِنَ التُّقٰی خِلَافَ سَبِیْلِهِ مِنَ
 الرَّدٰی اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لَهُ فِیْ

اے اللہ! ہم شیطان مردود کے وسوسوں، مکروں اور حیلوں
 سے اور اس کی جھوٹی طفل تسلیوں پر اعتماد کرنے اور اُس
 کے ہتھکنڈوں سے تیرے ذریعے پناہ مانگتے ہیں اور اس
 بات سے کہ اس کے دل میں یہ طمع و خواہش پیدا ہو کہ وہ
 ہمیں تیری اطاعت سے بہکائے اور تیری معصیت کے
 ذریعہ ہماری رسوائی کا سامان کرے یا یہ کہ جس چیز کو وہ
 رنگ و روغن سے آراستہ کرے وہ ہماری نظروں میں کھب

جائے یا جس چیز کو وہ بد نما ظاہر کرے وہ ہمیں شاق گزرے۔ اے اللہ! تو اپنی عبادت کے ذریعہ اسے ہم سے دور کر دے اور تیری محبت میں محنت و جانفشانی کرنے کے باعث اسے ٹھکرا دے اور ہمارے اور اس کے درمیان ایک ایسا پردہ جسے وہ چاک نہ کر سکے اور ایک ایسی ٹھوس دیوار جسے وہ توڑ نہ سکے حائل کر دے۔ اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور اسے ہمارے بجائے اپنے کسی دشمن کے بہکائے میں مصروف رکھ، اور ہمیں اپنی حسن نگہداشت کے ذریعہ اس سے محفوظ کر دے۔ اس کے مکر و فریب سے بچالے اور ہم سے روگردان کر دے اور ہمارے راستے سے اس کے نقش قدم مٹا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ویسی ہی (محفوظ) ہدایت سے بہرہ مند فرما جیسی اس کی گمراہی (مستحکم) ہے

اور ہمیں اس کی گمراہی کے مقابلہ میں تقویٰ و پرہیزگاری کا
زادِ راہ دے

قُلُوبَنَا مَدْخَلًا وَلَا تُوطِّنَنَّ لَهُ قِيَمًا لَدَيْنَا مَنْزِلًا
اَللّٰهُمَّ وَمَا سَوَّلَ لَنَا مِنْ بَاطِلٍ فَعَرَّفْنَاهُ وَاِذَا
سَرَفْتَنَاهُ فَقِنَاهُ وَبَصِّرْنَا مَا تُكَايِدُهُ بِهِ وَالْهِمْنَا مَا
نُعِدُّهُ لَهُ وَاَيِّقُظْنَا عَنْ سِنَةِ الْغَفْلَةِ بِالرُّكُونِ اِلَيْهِ
وَاحْسِنْ بِتَوْفِيقِكَ عَوْنَنَا عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ وَاشْرِبْ
قُلُوبَنَا اِنْكَارَ عَمَلِهِ وَالطُّفَّ لَنَا فِي نَقْضِ حِيلِهِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَحَوِّلْ سُلْطَانَهُ عَنَّا
وَاقْطَعْ رَجَائِهِ مِنَّا وَاذْرَاهُ عَنِ الْوُلُوعِ بِنَا اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَجْعَلْ اَبَاءَنَا وَاُمَمَّاتِنَا
وَاَوْلَادَنَا وَاَهَالِيَنَا وَذَوِي اَرْحَامِنَا وَقَرَابَاتِنَا
وَجِيْرَانَنَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مِنْهُ فِي حِرْزِ

حَارِزٍ وَحِصْنٍ حَافِظٍ وَكَهْفٍ مَانِعٍ وَالْبِسْهُمُ مِنْهُ
 جُنْنَاً وَاقِيَةً وَأَعْطَاهُمْ عَلَيْهِ أَسْلِحَةً مَا ضِيَّةً
 اللَّهُمَّ وَاغْمُ بِذَلِكَ مَنْ شَهِدَ لَكَ بِالرُّبُوبِيَّةِ
 وَأَخْلَصَ لَكَ بِالْوَحْدَانِيَّةِ وَعَادَاةُ لَكَ بِحَقِيقَةِ
 الْعُبُودِيَّةِ

اور اس کی ہلاکت آفرین راہ کے خلاف رشد و تقوے کے
 راستے پر لے چل۔ اے اللہ ہمارے دلوں میں اسے عمل
 دخل کا موقع نہ دے اور ہمارے پاس کی چیزوں میں اس
 کے لئے منزل مہیا نہ کر۔ اے اللہ وہ جس بے ہودہ بات کو
 خوشنما بنا کے ہمیں دکھائے وہ ہمیں پیچنوادے۔ اور جب
 پیچنوادے تو اس سے ہماری حفاظت بھی فرما۔ اور ہمیں
 اس کو فریب دینے کے طور طریقوں میں بصیرت اور اس
 کے مقابلہ میں سروسامان کی تیاری کی تعلیم دے اور اس

خواب غفلت سے جو اس کی طرف جھکاؤ کا باعث ہو ہو شیار
 کر دے اور اپنی توفیق سے اس کے مقابلہ میں کامل نصرت
 عطا فرما۔ بارِ الہا! اس کے اعمال سے ناپسندیدگی کا جذبہ
 ہمارے دلوں میں بھر دے، اور اس کے حیلوں کو توڑنے
 کی توفیق کرامت فرما۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور
 اُن کی آلؑ پر اور شیطان لعین کے تسلط کو ہم سے ہٹا دے اور
 اس کی اُمیدیں ہم سے قطع کر دے اور ہمیں گمراہ کرنے کی
 حرص و آرزو سے اُسے دور کر دے۔ اے اللہ محمدؐ اور اُن کی
 آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے باپ داداؤں، ہماری
 ماؤں، ہماری اولادوں، ہمارے قبیلہ والوں، عزیزوں، رشتہ
 داروں اور ہمسایہ میں رہنے والے مومن مردوں اور مومنہ
 عورتوں کو اس کے شر سے ایک محکم جگہ حفاظت کرنے
 والے قلعہ اور روک تھام کرنے والی پناہ میں رکھ اور اس

سے بچا لے جانے والی زر ہیں انہیں پہنا اور اس کے مقابلہ میں تیز دھار والے ہتھیار انہیں عطا کر۔ بارِ الہا! اس دُعاء میں ان لوگوں کو بھی شامل کر جو تیری ربوبیت کی گواہی دیں اور دوئی کے تصور کے بغیر تجھے یکتا سمجھیں اور حقیقتِ عبودیت کی روشنی میں تیری خاطر

وَاسْتَظْهَرَبِكَ عَلَيْهِ فِي مَعْرِفَةِ الْعُلُومِ الرَّبَّانِيَّةِ
 اَللّٰهُمَّ احْلِلْ مَا عَقَدَ وَافْتُقْ مَا رَتَقَ وَاْفْسَحْ مَا
 دَبَّرَ وَ وَثِّبْطُهُ اِذَا عَزَمَ وَاَنْقُضْ مَا اَبْرَمَ
 اَللّٰهُمَّ وَاَهْزِمْ جُنْدَهُ وَاَبْطِلْ كَيْدَهُ وَهْدِمْ كَهْفَهُ
 وَاَرْغِمْ اَنْفَهُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا فِي نَظْمِ اَعْدَائِهِ
 وَاَعِزِّلْنَا عَنْ عَدَادِ اَوْلِيَّائِهِ لَا نُطِيعُ لَهُ اِذَا
 اسْتَهْوَانَا وَلَا نَسْتَجِيبُ لَهُ اِذَا دَعَانَا مُرِّمِنَا وَاَتِهِ
 مَنْ اَطَاعَ اَمْرَنَا وَنَعِظُ عَنْ مُتَابَعَتِهِ مَنْ اتَّبَعَ

زَجَرْنَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ
 وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ
 الطَّاهِرِينَ وَأَعِزَّنَا وَأَهَالِينَا وَإِخْوَانَنَا وَجَمِيعَ
 الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ هِمَّا اسْتَعِزَّنَا مِنْهُ وَأَجِرْنَا
 هِمَّا اسْتَجَرْنَا بِكَ مِنْ خَوْفِهِ وَاسْمَعْ لَنَا مَا دَعَوْنَا بِهِ
 وَأَعْطِنَا مَا أَعْفَلْنَاهُ وَاحْفَظْ لَنَا مَا نَسِينَاهُ
 وَصَيِّرْنَا بِذَلِكَ فِي دَرَجَاتِ الصَّالِحِينَ وَمَرَاتِبِ
 الْمُؤْمِنِينَ أَمِينَ رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

اسے دشمن رکھیں اور الٰہی علوم کے سیکھنے میں اس کے
 برخلاف تجھ سے مدد چاہیں۔ اے اللہ! جو گرہ وہ لگائے اسے
 کھول دے، جسے جوڑے اسے توڑے اور جو تدبیر کرے
 اُسے ناکام بنادے، اور جب کوئی ارادہ کرے اسے روک دے
 اور جسے فراہم کرے اُسے درہم و برہم کر دے۔ خدایا اس

کے لشکر کو شکست دے، اس کے مکر و فریب کو ملیا میٹ
 کر دے؛ اس کی پناہ گاہ کو ڈھا دے اور اس کی ناک رگڑ
 دے۔ اے اللہ! ہمیں اس کے دشمنوں میں شامل کر اور
 اس کے دوستوں میں شمار ہونے سے علیحدہ کر دے تاکہ وہ
 ہمیں بہکائے تو اس کی اطاعت نہ کریں اور جب ہمیں
 پکارے تو اس کی آواز پر لبیک نہ کہیں اور جو ہمارا حکم مانے
 ہم اس سے دشمنی رکھنے کا حکم دیں اور جو ہمارے روکنے سے
 باز آئے اُسے اس کی پیروی سے منع کریں۔ اے اللہ
 رحمت نازل فرما محمدؐ پر جو تمام نبیوں کے خاتم اور سب
 رسولوں کے سر تاج ہیں اور اُن کے اہل بیتؑ پر جو طیب و
 طاہر ہیں اور ہمارے عزیزوں، بھائیوں اور تمام مومن
 مردوں اور مومنہ عورتوں کو اس چیز سے پناہ میں رکھ جس
 سے ہم نے پناہ مانگی ہے اور جس چیز سے خوف کھاتے

ہوئے ہم نے تجھ سے امان چاہی ہے اس سے امان دے
 اور جو درخواست کی ہے اسے منظور فرما اور جس کے طلب
 کرنے میں غفلت ہو گئی ہے اُسے مرحمت فرما اور جسے
 بھول گئے ہیں اسے ہمارے لئے محفوظ رکھ اور اس وسیلہ سے
 ہمیں نیکو کاروں کے درجوں اور اہل ایمان کے مرتبوں تک
 پہنچا دے۔ ہماری دعا قبول فرما اے تمام جہان کے
 پروردگار۔

وہ محرکاتِ شر جو انسان پر ہر طرف سے ہجوم کئے
 ہوئے ہیں۔ ان میں وہ خطرات و وساوس بھی شامل ہیں جو
 انسان کے دل میں پیدا ہوتے اور اُسے متاثر کرتے ہیں۔
 فلاسفہ کے نزدیک یہ خیالاتِ فاسدہ قوتِ واہمہ کے تسلط کا
 نتیجہ ہیں جو انسانی حیات کو متاثر کرتی اور عقل کے تقاضوں

سے متصادم رہتی ہے اور بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ جسم
 سے الگ ہونے والی روحوں میں جو اچھی روحیں ہوتی ہیں
 وہ نیکو کارانہ زندگی کا راستہ ہموار کرتی اور حق و صداقت کی راہ
 کا سالک بناتی ہیں۔ اور جو بری ہوتی ہیں وہ برائیوں کی طرف
 لے چلتی ہیں اور گناہوں پر ابھارتی ہیں۔ ان اچھی روحوں کو
 وہ جنات سے اور بری روحوں کو شیاطین سے تعبیر کرتے ہیں
 اور خیالاتِ فاسدہ کو انہی ارواحِ خبیثہ کی تحریک کا نتیجہ سمجھتے
 ہیں۔ مگر اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ برے افکار و تخیلات
 چاہے وہ کسی عمل بد کے محرک ہوں یا صرف خیالات تک
 محدود ہوں ایک ناری مخلوق کی وسوسہ انگیزی سے پیدا
 ہوتے ہیں۔ جو حسد و خود پسندی کی وجہ سے مردودِ بارگاہِ قرار
 پائی اور ایک معینہ عرصہ تک ضلالت و معصیت کی طرف
 دعوت دیتی رہے گی۔ اُسے شیطان کے نام سے پکارا جاتا

ہے۔ اور اچھے خیالات و جذبات خواہ وہ کسی عمل خیر کا پیش
 خیمہ ہوں یا صرف خیالات تک محدود ہوں، فیضانِ الہی کا
 کرشمہ ہیں جسے القاء و الہام سے تعبیر کی جاتا ہے۔ چنانچہ
 پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

فی القلب لمتان لمة من الملك ايعاد بالخير
 وتصديق بالحق ولمة من الشيطان ايعاد بالشر و
 تكذيب بالحق۔

انسان کے دل میں دو طرح کے خیالات و افکار وارد ہوتے
 ہیں۔ ایک ملک کی جانب سے اور وہ دل میں نیکی کا ارادہ اور
 حق کی تصدیق کا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور دوسرے شیطان
 کی طرف سے۔ اور وہ گناہ و شر اور حق کی تکذیب پر آمادہ
 کرتے ہیں۔“

اور انسان کا دل ان دونوں قسم کے خیالات کی

آماج گاہ ہے اور دونوں کی یکساں صلاحیت رکھتا ہے۔ البتہ
 کبھی بد اعمالیوں میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے توفیق
 سلب کر لی جاتی ہے اور نورِ ہدایت سے محروم ہو کر تاریکیوں
 میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اور کبھی خوش اطواریوں کے نتیجہ میں
 توفیقات بڑھ جاتے ہیں اور شیطان کی فریب کاریوں کے
 بندھن ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ ان اچھی اور بری تحریکات کے
 اثرات اس کے اقوال و اعمال اور حرکات و سکنات سے ظاہر
 ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں تک ان اچھے اور برے کاموں کا
 تعلق ہے وہ اسی کے حسنِ اختیار و سوءِ اختیار کا نتیجہ ہیں۔ نہ
 توفیق بہ جبر اسے نیکی کی طرف لاتی ہے اور نہ وسوسہ بہ جبر
 اُسے برائی کی جانب لاتا ہے کہ اُسے مجبور و معذور قرار دے
 لیا جائے۔ کیونکہ انسانی افعال و اعمال کی نوعیت یہ ہے کہ
 وہ ایک طبعی ترتیب سے وابستہ ہیں اس طرح کہ پہلے کسی چیز

میں لذت و منفعت کا تصور پیدا ہوتا ہے اس تصور کا نام
 داعی ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان اس کے حصول کی طرف
 مائل ہوتا ہے۔ اس میلان کا نام ارادہ ہے۔ پھر قدرت و
 اختیار کے زیر اثر اعضاء میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ
 فعل ظہور میں آتا ہے جس سے اس شے کا حصول وابستہ
 ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی چیز میں لذت و منفعت کا
 تصور ہو گا تو اس کی طرف میلان کا ہونا ایک لازمی و طبعی امر
 ہے، اور اگر کوئی مانع ہو تو ارادہ و قدرت کے اجتماع سے
 فعل کا ظہور بھی ضروری ہے۔ لہذا ان میں سے کسی ایک
 میں بھی شیطان کا عمل دخل نہیں مانا جاسکتا۔ اب صرف
 ایک صورت رہ جاتی ہے کہ جس چیز میں لذت و منفعت کا
 تصور پیدا ہوا ہے وہ شیطان کے بہکانے کا نتیجہ ہو۔ چنانچہ
 یہی وہ محل ہے جہاں وہ اپنے فریبوں اور حیلوں سے کام لیتا

ہے اور زہر بلاہل کو شہد و شکر کہہ کر پیش کرتا ہے اور اس کے بعد کے مراحل اس کے ارادہ و اختیار سے وابستہ ہیں اس لئے اُسے معذور نہیں قرار دیا جاسکتا کہ یہ کہہ کر چھوٹ جائے کہ شیطان کے بہکانے میں آگیا۔ کیونکہ ایک طرف عقل کا چراغ روشن ہے، اور دوسری طرف آسمانی تعلیم ہدایت کے لئے موجود ہے۔ اب وہ ان دونوں کے سدّ راہ ہونے کے باوجود برائی کی طرف قدم اٹھاتا اور حصولِ لذت کی دُھن میں عواقب و نتائج سے آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اس ہلاکت آفرینی کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں شیطان کی زبانی وارد ہوا ہے:

مَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي۔

مجھے تم پر کوئی تسلط نہ تھا سو اس کے کہ میں نے تمہیں پکارا

تو تم نے میری آواز پر لبیک کہی۔“

ان شیطانی تحریصات و ترغیبات کا سلسلہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ پہلے وہ انسان کے دل میں فاسد خیالات کے لئے راہ پیدا کرتا ہے اور جب انسان کا دل و دماغ ان فاسد خیالات کو بغیر روک ٹوک کے قبول کر لیتا ہے۔ تو اس کے تحت شعور میں لذت اندوزی کی خواہش بیدار ہوتی ہے مگر اخلاقی قوانین، شرعی احکام اور ماحول کے اثرات سے گناہ کی جرأت نہیں ہونے دیتے۔ اس موقع پر وہ انسان کی خواہش پرست طبیعت کو گناہ صغیرہ کی طرف مائل کرتا ہے اس طرح کہ ایک طرف اس گناہ کی اہمیت کو کم کر کے دکھاتا ہے اور دوسری طرف اس کی ہمت و جرأت بڑھاتا ہے اور جب گناہ کی خواہش اسے گناہ صغیرہ کی منزل میں لاکھڑی کرتی ہے تو پھر وہ گناہ کبیرہ کی دعوت دیتا ہے اور

جب وہ اس کے ارتکاب سے ہچکچاتا اور پاداشِ عمل سے
 ڈرتا ہے تو یہ ڈھارس دیتا ہے کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔
 جب چاہو توبہ کر سکتے ہو۔ اور جب وہ توبہ کے سہارے پر
 گناہ کر لیتا ہے تو پھر دوبارہ یہ کہہ کر اُکساتا ہے کہ جہاں
 ایک دفعہ گناہ کیا ہے وہاں ایک دفعہ اور سہی اور دونوں
 سے ایک ساتھ توبہ ہو جائے گی۔ اور جب دوسری دفعہ
 ارتکابِ گناہ کے بعد توبہ کا قصد کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ
 ابھی زندگی بہت باقی ہے۔ ایک آدھ مرتبہ اور سہی پھر توبہ
 کر لینا؛ یہاں تک کہ گناہ کی عادت اس حد تک پختہ ہو جاتی
 ہے کہ گناہ سے دست بردار ہونا مشکل ہو جاتا ہے اور بھولے
 سے بھی توبہ کا خیال نہیں آتا۔ اور جس طرح وہ ناسور جس کا
 شروع شروع میں علاج نہ کیا جائے اپنے زہریلے اثرات
 تمام جسم میں پھیلا دیتا ہے۔ اسی طرح گناہ کے مسموم

اثراتِ رگ و پے میں سرایت کر جاتے ہیں اور گناہ کا احساس تک باقی نہیں رہتا اور وہ بے جھجک گناہوں میں پھاندتا، گمراہی میں بھٹکتا اور اپنی سرمستیوں میں کھویا رہتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

زین لهم الشيطان اعمالهم

شیطان نے ان کے لئے ان کے کاموں کو سج دیا۔
فصدھم عن سبیل فھم لا یھتدون۔

چنانچہ وہ سیدھے راستے سے بے راہ ہو گئے۔“

یوں ہی کسی عملِ خیر سے روکنا چاہتا ہے تو پہلے سہل انگاری کی طرف لاتا ہے پھر غفلت کی راہ پر ڈال دیتا ہے چنانچہ صبح کے وقت جب فطرت کی مسرت آمیز تروتازگی ہر چیز میں دوڑتی ہے اور فضا تکبیر کی صداؤں سے گونج اُٹھتی ہے تو وہ بستر پر کروٹیں بدلنے والے کو تھپکیاں دے کر سلاتا ہے کہ

ابھی وقت بہت کم ہے کچھ دیر اور آرام کر لو۔ یہاں تک کہ
 جب وقت تنگ رہ جاتا ہے تو وہ کسمساتا اور آنکھیں ملتا ہوا
 اٹھتا ہے اور بمشکل صبح کا دو گانہ ادا کر پاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ
 ہوتا ہے کہ وقت گزر جاتا ہے اور اُسے بستر سے اٹھنا دو بھر
 ہو جاتا ہے۔ اور جب سورج نکلنے کے بعد بستر سے اٹھتا ہے
 تو نماز قضا کر کے پڑھتا ہے۔ پھر اس میں بھی سستی
 ہونے لگتی ہے اور ظہر کی نماز کے ساتھ نمازِ صبح قضا کر کے
 پڑھی جاتی ہے۔ اور جب ظہر و عصر کی نماز بھی قریب
 غروب پڑھی جاتی ہے تو صبح کی نماز کو کل پر ٹال دیا جاتا ہے
 یہاں تک کہ صبح کی نماز کی یہ صورت ہو جاتی ہے کہ کبھی قضا
 پڑھ لی اور کبھی چھوڑ دی۔ اب اس سہل انگاری کا اثر
 دوسری نمازوں پر بھی پڑنا شروع ہوا اس طرح کہ دوست و
 احباب کی باتوں میں لگے رہے اور وقت کھو دیا۔ کچھ طبیعت

میں اضمحلال محسوس کیا اور نماز چھوڑ دی۔ رفتہ رفتہ ناغوں میں اضافہ ہونے لگا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صرف عید و بقر عید کی نماز رہ گئی اور باقی ختم! اور وہ بھی اس لئے کہ ذرا عید گاہ کی چہلپہل دیکھ لیں اور اعزہ و احباب سے ملاقات ہو جائے۔

اسی طرح جب مالی عبادات سے روکنا چاہتا ہے تو یہ فریب دیتا ہے کہ فی الحال خمس وزکوٰۃ وغیرہ کو اپنے ذمہ کر لو جب فلاں مدد کار روپیہ آئے گا تو ادا کر دینا اور اس وقت ادا کرنے سے کاروبار پر برا اثر پڑے گا اور اسلام یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی اقتصادی حالت کو خراب ہونے دو۔ اگرچہ فقراء و مساکین موجود ہیں مگر ان کا انحصار ہم ہی پر تو نہیں ہے انہیں کہیں اور سے مل جائے گا۔ اور پھر ان محتاجوں اور فقیروں کو دینے سے خود بھی تو محتاج ہونے کا اندیشہ ہے

لہذا ان میں سے اگر ایک محتاج کم ہو گا تو اس کی جگہ دوسرا
آجائے گا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

الشیطن یعدکم الفقر ویأمرکم بالفحشاء
شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور برے کاموں کا حکم دیتا
ہے۔“

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حالات کے سازگار ہونے کا
منتظر رہتا ہے اور وہ کبھی سازگار ہوتے ہی نہیں کہ وہ
صدقاتِ واجبہ اور مالی عبادات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ بہر
حال شیطان کی پر فریب عشرت انگیز دعوت کے مقابلہ میں
گناہ کی آلود گیوں سے حفاظت کرنا مشکل ہے اور اس کے
حیل و وسوسے سے ایک عام انسان بچ کر نہیں رہ سکتا۔ مگر وہ
نفوسِ قدسیہ جو جوہرِ عصمت سے آراستہ اور ملکوتی صفات
کے حامل ہوتے ہیں وہ کسی مرحلہ پر اُس کے فریب میں

نہیں آتے اور نہ اُس کا کوئی حربہ اُن پر چل سکتا ہے۔ چنانچہ
 ارشادِ الہی ہے: ان عبادی لیس لك علیہم
 سلطان۔ میرے خاص بندوں پر تجھے غلبہ و تسلط حاصل
 نہیں۔“ اور شیطان نے بھی الا عبادك منهم
 المخلصین۔ مگر تیرے مخلص بندے۔“ کہہ کر ان کے
 مقابلہ میں اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔ مگر پھر بھی انہیں
 قدرت نے شیطان سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ نبی
 اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا: واذا قرأت القرآن
 فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم۔ جب تم قرآن
 پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو۔“ یہ استعاذہ
 دعا ہی کی ایک قسم ہے۔ اور جس طرح بعض امور دعاء سے
 وابستہ ہیں۔ اسی طرح شیطانی حربوں سے حفاظت کا ایک

ذریعہ استعاذہ بھی ہے اور انبیاء و آئمہ کے استعاذہ کا مقصد دوسروں کو تعلیم دینا بھی ہوتا ہے کہ جب وہ اس کے فریب سے مامون اور اس کے تسلط سے آزاد ہونے کے باوجود پناہ مانگتے ہیں تو جو اس کی زد پر ہیں اور بآسانی اس کے قابو میں آجاتے ہیں، وہ کس طرح استعاذہ سے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ اس دعاء میں استعاذہ کے علاوہ اس کے وسوسوں کو مضحل کرنے کے لئے وہ چیزوں کی تعلیم بھی دی گئی ہے۔ ایک محبتِ الہی، اور دوسرے بندگی و عبادت۔ کیونکہ جب دل اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہو گا تو اس کے دشمن کی فریب کاریاں بہکا نہ سکیں گی۔ اور جب عبادت میں انہماک ہو گا تو نفس میں عجز و تذلل کی کیفیت پیدا ہوگی اور یہ کیفیت شیطانی وساوس سے سدِ راہ ہو جاتی ہے۔

دُعَاؤُهُ فِي الْمَحْذُورَاتِ دَفْعُ بَلِيَّاتِ كَسَلِهِ فِي دُعَا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا دُفِعَ عَنْهُ مَا
يَحْذَرُ أَوْ عَجَّلَ لَهُ مَطْلَبُهُ

جب کوئی مصیبت برطرف ہوتی یا کوئی حاجت پوری ہوتی تو یہ دعا پڑھتے :-
اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰی حُسْنِ قَضَائِكَ وَبِمَا صَرَفْتَ
عَنِّيْ مِنْ بَلَائِكَ فَلَا تَجْعَلْ حَظِّيْ مِنْ رَّحْمَتِكَ مَا
عَجَّلْتَ لِيْ مِنْ عَافِيَّتِكَ فَاَكُوْنَ قَدْ شَقِيْتُ بِمَا
اَحْبَبْتُ وَسَعِدَ غَيْرِيْ بِمَا كَرِهْتُ وَاِنْ يَكُنْ مَا
ظَلَلْتُ فِيْهِ اَوْ بَتُّ فِيْهِ مِنْ هَذِهِ الْعَافِيَةِ بَيْنَ يَدَيَّ
بَلَاءٍ لَا يَنْقَطِعُ وَوَزِرٍ لَا يَرْتَفِعُ فَقَدِّمْ لِيْ مَا اَخَّرْتَ
وَآخِرْ عَنِّيْ مَا قَدَّمْتَ فَغَيْرُ كَثِيْرٍ مَا عَاقِبَتُهُ الْفَنَاءُ
وَغَيْرُ قَلِيْلٍ مَا عَاقِبَتُهُ الْبَقَاءُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَآلِهِ۔

اے اللہ! تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے تیرے بہترین فیصلہ پر اور اس بات پر کہ تو نے بلاؤں کا رخ مجھ سے موڑ دیا۔ تو میرا حصہ اپنی رحمت میں سے صرف اس دنیوی تندرستی میں منحصر نہ کر دے کہ میں اپنی اس پسندیدہ چیز کی وجہ سے (آخرت کی) سعادتوں سے محروم رہوں اور دوسرا میری ناپسندیدہ چیز کی وجہ سے خوش بختی و سعادت حاصل کر لے جائے۔ اور اگر یہ تندرستی کہ جس میں دن گزارا ہے یا رات بسر کی ہے کسی لازوال مصیبت کا پیش خیمہ اور کسی دائمی وبال کی تمہید بن جائے تو جس (رحمت و اندوہ) کے تو نے موخر کیا ہے اُسے مقدم کر دے اور جس (صحت و عافیت کو مقدم کیا اُسے موخر کر دے کیونکہ جس چیز کا نتیجہ فنا ہو وہ زیادہ نہیں اور جس کا انجام بقا ہو وہ کم نہیں۔ اے اللہ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔

دُنیا کے مصائب و آلام ابدی عیش و آرام کا پیش
 خیمہ ہیں اس لئے خداوند عالم اپنے مخصوص بندوں کو رنج و
 زحمت میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ
 السلام کا ارشاد ہے: مَا أَحَبَّ اللَّهُ قَوْمًا إِلَّا ابْتَلَاهُمْ۔
 ”خدا جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے انہیں مصیبت و بلا میں
 جکڑ لیتا ہے۔“ اور جس کا مرتبہ جتنا بلند ہوتا ہے اسی قدر
 اسے رنج و محن سے سابقہ پڑتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ
 السلام کا ارشاد ہے: أَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءَ الْأَنْبِيَاءِ ثُمَّ
 الْأَوْصِيَاءِ ثُمَّ الْأُمَمِ الْفَالِا مِثْلِ۔ سب سے زیادہ
 مصیبت میں انبیاء مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر اوصیاء پھر علی
 المرتبہ دوسرے برگزیدگانِ خدا۔“ اور اس مصیبت کے
 لحاظ سے ان کے اجر و ثواب میں اضافہ اور ان کے درجات

میں بلندی ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ان عظیم البلاء یکافی بہ عظیم الجزاء فاذا احب الله عبدا ابتلاه بعظیم البلاء۔ بڑی مصیبت کی جزا بھی بڑی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو اپنی محبت کا مرکز بناتا ہے تو اُسے سختیوں سے آزماتا ہے۔ چنانچہ خاصانِ خدا بڑی سے بڑی مصیبتوں میں ڈالے گئے، طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوئے مگر محبت و رضا کے جذبہ بے پایاں کے زیر اثر رنج و مصیبت کے کڑوے گھونٹ خوشی سے پیتے رہے۔ نہ اُن کے چہروں پر کڑواہٹ کھلی نہ اُن کی پیشانیوں پر بل آئے اور نہ زبان شکوہ و شکایت سے آلودہ ہوئی۔ بلکہ مصیبت کے پھندوں سے رہائی نصیب ہوتی یا کسی مرض سے شفا حاصل ہوتی تو جہاں اُن کے دل میں شکر کا جذبہ پیدا ہوتا تھا وہاں یہ

اندیشہ بھی دامن گیر ہوتا تھا کہ کہیں یہ آسائش و عافیت آخرت کی کسی کامرانی اور عقبی کی کسی سعادت سے محرومی کا باعث نہ بن جائے۔ چنانچہ امام علیہ السلام اس دُعاء میں ایک طرف صحت و عافیت کے حصول اور ابتلاء و مصیبت سے رہائی پر شکریہ ادا کرتے ہیں تو دوسری طرف یہ اندیشہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ اگر عافیت کا دور طویل ہو جائے تو یہ کہیں صبر و ضبط کے ثواب سے محرومی کا باعث نہ بن جائے۔ مقصد یہ ہے کہ دُنیا کے کسی آرام و راحت کا اثر آخرت کی زندگی پر نہ پڑے۔ اور اگر پڑتا ہے تو پھر وہاں کی تکلیف کے بجائے دُنیا میں مجھ پر تکلیف ڈال دی جائے۔ کیونکہ دُنیا کی تکلیفیں خواہ کتنی شدید ہوں اُنہیں جھیلا جاسکتا ہے۔ اس لئے کہ اُنہیں ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہے۔ اور آخرت کی تکلیفوں اور صعوبتوں کو برداشت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ان کا

سلسلہ خدا جانے کہاں پر ختم ہونے والا ہے۔ لہذا یہ صحت و
تندرستی اور آسائش و راحت جو دُنیا میں مجھے نصیب ہوئی ہے
اس پر اسی صورت میں خوش ہوں کہ یہ مصیبت پر اجر و
ثواب اور آخرت کی سعادت و کامرانی سے محرومی کا سبب نہ
بنے۔

دُعَاوۃ عِنْدَ الْاِسْتِسْقَاءِ

قحط سالی کے موقع پر طلب باراں کی دعاء

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَاَنْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِغَيْثِكَ

بارِ الہا! ابر باراں سے ہمیں سیراب فرما اور ان ابروں کے ذریعہ ہم پر دامنِ رحمت پھیلا جو موسلا دھار بارشوں کے ساتھ الْمُغْدِقِ مِنَ السَّحَابِ الْمُنْسَاقِ لِنَبَاتِ اَرْضِكَ الْمُوْنِقِ فِيْ جَمِيْعِ الْاَفَاقِ وَاْمُنْ عَلٰى عِبَادِكَ يَا بَيْنَاعِ الشَّمْرِۃِ وَاَحْيِ بِلَادَكَ بِبُلُوْغِ الزَّهْرَةِ وَاَشْهَدْ مَلَائِكَتِكَ الْكَرَامَ السَّفَرَةَ بِسَقْيٍ مِنْكَ نَافِعٍ دَائِمٍ غُزْرُهُ وَاَسِجْ دَرْرُهُ وَاِبْلِ سَرِيْعٍ عَاجِلٍ تُحْيِيْ بِهٖ مَا قَدَمَاتٍ وَتُرْدُّ بِهٖ مَا قَدَفَاتٍ وَتُخْرِجُ بِهٖ مَا هُوَاتٍ وَتُوَسِّعُ بِهٖ فِي الْاَقْوَاتِ سَحَابًا مُّتَرَاكِبًا هَنِئًا

مَرِيْعًا طَبَقًا مُجَلَجَلًا غَيْرَ مُلِثٍ وَدُقَّةً وَلَا خُلْبٍ
 بَرَقَهُ اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْعًا مُهْرَعًا
 عَرِيْضًا وَاسِعًا غَزِيْرًا تُرْدُ بِهِ التَّهِيْضَ وَتَجْبِرُ بِهِ
 التَّهِيْضَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا سَقِيًّا تُسِيْلُ مِنْهُ
 الظَّرَابَ وَتَمْلَأُ مِنْهُ الْجِبَابَ وَتُفَجِّرُ بِهِ الْأَنْهَارَ
 وَتُنْبِتُ بِهِ الْأَشْجَارَ وَتُرْخِصُ بِهِ الْأَسْعَارَ فِي جَمِيْعِ
 الْأَمْصَارِ وَتَنْعَشُ بِهِ الْبَهَائِمَ وَالْخَلْقَ وَتُكْبِلُ لَنَا
 بِهِ طَيِّبَاتِ الرِّزْقِ وَتُنْبِتُ لَنَا بِهِ الزَّرْعَ وَتُدِرُّ بِهِ
 الصَّرْعَ وَتَزِيْدُنَا

زمین کے سبزہ خوش رنگ کی روئیدگی کا سرو سامان لئے
 ہوئے اطرافِ عالم میں روانہ کئے جاتے ہیں اور پھلوں کے
 پختہ ہونے سے اپنے بندوں پر احسان فرما اور شگوفوں کے
 کھلنے سے اپنے شہروں کو زندگی و نو بخش اور اپنے معززو

باوقار فرشتوں اور سفیروں کو ایسی نفع رساں بارش پر آمادہ
 کر جس کی فراوانی دائم اور روانی ہمہ گیر ہو۔ اور بڑی بوندوں
 والی تیزی سے آنے والی اور جلد برسنے والی ہو جس سے تو
 مردہ چیزوں میں زندگی دوڑا دے۔ گزری ہوئی بہاریں پلٹا
 دے اور جو چیزیں آنے والی ہیں انہیں نمودار کر دے اور
 سامانِ معیشت میں وسعت پیدا کر دے ایسا ابر چھائے جو
 تہہ بہ تہہ، خوش آئند و خوش گوار زمین پر محیط اور گھن گرج
 والا ہو اور اس کی بارش لگاتار نہ برسے (کہ کھیتوں اور مکانوں
 کو نقصان پہنچے) اور نہ اس کی بجلی دھوکا دینے والی ہو (کہ
 چمکے، گرے اور برے نہیں) بارِ الہا! ہمیں اس بارش سے
 سیراب ک جو خشک سالی کو دور کرنے والی (زمین سے)
 سبزہ اُگانے والی (دشت و صحرا کو) سرسبز کرنے والی، بڑے
 پھیلاؤ اور بڑھاؤ اور اُن تھاہ گہراؤ والی ہو جس سے تو مرجھائی

ہوئی گھاس کی رونق پلٹا دے اور سوکھے سڑے سبزے
 میں جان پیدا کر دے۔ خدایا! ہمیں ایسی بارش سے سیراب
 کر جس سے تو ٹیلوں پر سے پانی کی دھارے بہا دے، کنویں
 چھلکا دے، نہریں جاری کر دے؛ درختوں کو تروتازہ و شاداب
 کر دے، شہروں میں نرخوں کی ارزانی کر دے، چوپاؤں اور
 انسانوں میں نئی روح پھونک دے، پاکیزہ روزی کا
 سرو سامان ہمارے لئے مکمل کر دے؛ کھیتوں کو سرسبز و
 شاداب کر دے اور چوپاؤں کی تھنوں کو دودھ سے

بِهٖ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِنَا اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ ظِلُّهُ عَلَيْنَا سَمُومًا
 وَلَا تَجْعَلْ بَرْدَهُ عَلَيْنَا حُسُومًا وَلَا تَجْعَلْ صَوْبَهُ
 عَلَيْنَا رُجُومًا وَلَا تَجْعَلْ مَائِهِ عَلَيْنَا اُجَاجًا۔
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَرْزُقْنَا مِنْ
 بَرَكَاتِ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ

بھر دے اور اُس کے ذریعہ ہماری قوت و طاقت میں مزید قوت کو اضافہ کر دے بارِ الہا! اس ابر کی سایہ افگنی کو ہمارے لئے جھلسا دینے والی لو کا جھونکا اس کی خنکی کو نحوست کا سرچشمہ اور اس کے برسنے کو عذاب کا پیش خیمہ اور اس کے پانی کو (ہمارے کام و دہن کے لئے) شور نہ قرار دینا۔ بارِ الہا! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور ہمیں آسمان و زمین کی برکتوں سے بہرہ مند کر اس لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

جب بارش کے رُک جانے سے خشک سالی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو اس سے سب ہی متاثر ہوتے ہیں زمین پر تشنگی و بے آبی کی وجہ سے خاک اُڑتی ہے اور سیرابی

کے نہ ہونے سے مردہ ہو جاتی ہے، ہرے بھرے کھیت
 مرجھا کر رہ جاتے ہیں۔ حیوان بو کھلائے ہوئے پریشان حال
 پھرتے ہیں۔ کسان حسرت بھری نظروں سے آسمان کو
 دیکھتا اور مایوسی سے سر جھکا لیتا ہے۔ غرض ہر چہرہ قحط
 زدگی سے اُداس اُداس نظر آتا ہے۔ اُس موقع پر گناہوں
 سے توبہ و استغفار کرنا، اللہ سے لو لگنا اور اس سے بارش کی دُعا
 مانگنا چاہئے کہ یہی اس کا حل ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ نماز کے
 بعد دُعا مانگے کہ وہ جلد مستجاب ہوتی ہے اور اس سے بہتر یہ
 ہے کہ نمازِ استسقاء کی صورت میں دعا کرے۔ نمازِ استسقاء کا
 طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے دن خطیب یہ اعلان کرے کہ لوگ
 اپنے اخلاق و اطوار شائستہ بنائیں، توبہ و استغفار کریں۔
 حقوق سے سبکدوش ہوں اور کل سے تین روزے مسلسل
 رکھیں اور تیسرے دن عجز و انکسار کے ساتھ توبہ و استغفار

کرتے ہوئے صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوں اس طرح کہ
 جوتے اُتار کر ہاتھوں میں اٹھالیں۔ بچے، بوڑھے، بوڑھی
 عورتیں اور چوپائے بھی ساتھ ہوں اور بچوں کو ماؤں سے
 علیحدہ کر دیا جائے اور صحرا میں پہنچ کر موذن تین مرتبہ
 الصلوٰۃ پکارے اور امام دور کعت نماز استسقاء کی نیت کرے
 اور حمد و سورۃ بلند آواز سے پڑھے۔ سورۃ ختم کرنے کے بعد
 پانچ مرتبہ تکبیر کہے اور ہر تکبیر کے بعد قنوت کے لئے ہاتھ
 اٹھائے اور یہ دعا پڑھے:

اللّٰهُمَّ اسق عبادك وامائك وبهائمك وانشر
 رحمتك واحي بلدك الميت۔

بار الہا! تو اپنے بندوں، کینزوں اور چوپاؤں کو سیراب فرما
 اور اپنے دامنِ رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مردہ شہروں
 میں پھر سے زندگی پیدا کر دے۔

پھر چھٹی تکبیر کہے کہ رکوع میں جائے اور دونوں سجدوں
 کے بعد دوسری رکعت کے لئے اُٹھ کھڑا ہو اور حمد و سورۃ
 کے بعد چار تکبیر کہے اور ہر تکبیر کے بعد یہی دعائے قنوت
 پڑھے اور پانچویں تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور سجدہ اور
 تشہد کے بعد نماز ختم کرے اور ختم نماز کے بعد منبر پر
 جائے اور عبادایاں حصہ بائیں طرف اور بایاں حصہ دائیں
 طرف کر لے۔ عبا کو اس طرح اُلٹنے سے اس طرف اشارہ ہے
 کہ خداوند عالم اسی طرح موسم میں تبدیلی کر دے سکتا اور
 خشک سالی کو شادابی و سیرابی سے بدل سکتا ہے۔ پھر دو خطبے
 پڑھے اور خطبوں سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ رخ ہو کر سو
 مرتبہ اللہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر دائیں طرف رخ کرے اور سو
 مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ کہے۔ پھر بائیں طرف منہ کر کے
 سو مرتبہ سبحان اللہ کہے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے سو

مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔ اور دوسرے لوگ بھی ان کلمات کو
ساتھ ساتھ دہراتے جائیں۔ یہ نماز طلوعِ آفتاب سے لے کر
زوالِ آفتاب تک پڑھی جاسکتی ہے۔

دُعَاؤُهُ فِي مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ پاکیزہ اخلاق سے آراستگی کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَكَارِمِ
الْإِخْلَاقِ وَمَرْضَى الْأَفْعَالِ

پسندیدہ اخلاق و شائستہ کردار کے سلسلہ میں حضرت کی دعاء
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَبَلِّغْ بِاِيْمَانِيْ اَكْمَلَ
الْاِيْمَانِ وَاَجْعَلْ يَقِيْنِيْ اَفْضَلَ الْيَقِيْنِ وَاَنْتَه
بِنَيْتِيْ اِلٰى اَحْسَنِ النَّيَّاتِ وَبِعَمَلِيْ اِلٰى اَحْسَنِ
الْاَعْمَالِ اَللّٰهُمَّ وَفِّرْ بِلُطْفِكَ نَيْتِيْ وَصَحِّحْ بِمَا
عِنْدَكَ يَقِيْنِيْ وَاَسْتَصْلِحْ بِقُدْرَتِكَ مَا فَسَادَ مِنِّيْ -
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَكْفِنِيْ مَا يَشْغَلُنِيْ
الْاِهْتِمَامِ بِهِ وَاَسْتَعْمِلْنِيْ بِمَا تَسْأَلُنِيْ غَدًا عَنْهُ
وَاَسْتَفْرِغْ اَيَّامِيْ قِيَمًا خَلَقْتَنِيْ لَهُ وَاَغْنِنِيْ وَاَوْسِعْ
عَلَيَّ فِي رِزْقِكَ وَلَا تَفْتِنْنِيْ بِالنَّظَرِ وَاَعِزَّنِيْ وَلَا

تَهْتَلِيْنِيْ بِالْكِبْرِ وَعَبْدِيْ لَكَ وَلَا تُفْسِدْ عِبَادَتِيْ
 بِالْعُجْبِ وَاجْرِ لِلنَّاسِ عَلٰى يَدِيْ الْخَيْرَ وَلَا تَمْحَقْهُ
 بِالْمَنِّ وَهَبْ لِيْ مَعَالِيَ الْاَخْلَاقِ وَاعْصِمْنِيْ

بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے
 ایمان کو کامل ترین ایمان کی حد تک پہنچا دے اور میرے
 یقین کو بہترین یقین قرار دے اور میری نیت کو پسندیدہ
 ترین نیت اور میرے اعمال کو بہترین اعمال کے پایہ تک
 بلند کر دے، خداوند! اپنے لطف سے میری نیت کو خالص
 و بے ریا اور اپنی رحمت سے میرے یقین کو استوار اور اپنی
 قدرت سے میری خرابیوں کی اصلاح کر دے۔ بارِ الہا! محمدؐ
 اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اُن مصروفیتوں
 سے جو عبادت میں مانع ہیں بے نیاز کر دے اور انہی
 چیزوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے جن کے بارے

میں مجھ سے کل کے دن سوال کرے گا، اور میرے ایام
زندگی کو غرض خلقت کی انجام دہی کے لئے مخصوص
کردے۔ اور مجھے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے اور
میرے رزق میں کشائش و وسعت عطا فرما۔ احتیاج و دست
نگری میں مبتلا نہ کر۔ عزت و توقیر دے، کبر و غرور سے
دوچار نہ ہونے دے۔ میرے نفس کو بندگی و عبادت کے
لئے رام کر اور خود پسندی سے میری عبادت کو فاسد نہ ہونے
دے اور میرے

مِنَ الْفَخْرِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَتَرَفَعْنِیْ فِی
النَّاسِ دَرَجَةً اِلَّا حَطَطْتَنِیْ عِنْدَ نَفْسِیْ مِثْلَهَا وَلَا
تُحَدِّثْ لِیْ عِزًّا ظَاهِرًا اِلَّا اَحَدْتُ لِیْ ذِلَّةً بَاطِنَةً
عِنْدَ نَفْسِیْ بِقَدَرِهَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ
مُحَمَّدٍ وَمَتَّعْنِیْ بِهٖدِّ صَالِحٍ لَا اَسْتَبْدِلُ بِهِ وَطَرِیْقَةً

حَقٍّ لَا أَرْيَغُ عَنْهَا وَنِيَّةٍ رُشِدٍ لَا أَشْكُ فِيهَا وَعَمَّرَنِي
 مَا كَانَ عُمْرِي بِذِلَّةٍ فِي طَاعَتِكَ فَإِذَا كَانَ عُمْرِي
 مَرْتَعًا لِلشَّيْطَانِ فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ قَبْلَ أَنْ يَسْبِقَ
 مَقْتُكَ إِلَيَّ أَوْ يَسْتَحْكِمَ غَضَبُكَ عَلَيَّ اللَّهُمَّ لَا
 تَدَعْ خَصْلَةً تُعَابُ مِنِّي إِلَّا أَصْلَحْتَهَا وَلَا عَائِبَةً
 أَوْنَبُ بِهَا إِلَّا حَسَنْتَهَا وَلَا أُكْرُومَةً فِي نَاقِصَةٍ إِلَّا
 أَتَمَمْتَهَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَأَبْدِلْنِي
 مِنْ بَغْضَةِ أَهْلِ الشَّنَانِ الْمَحَبَّةَ وَمِنْ حَسَدِ أَهْلِ
 الْبَغْيِ الْمَوَدَّةَ وَمِنْ ظَنَّةِ أَهْلِ الصَّلَاحِ الثِّقَةَ وَمِنْ
 عَدَاوَةِ الْأَذْنَيْنِ الْوَلَايَةَ وَمِنْ عُقُوقِ ذَوِي
 الْأَرْحَامِ الْمَبَرَّةَ وَمِنْ خِذْلَانِ الْأَقْرَبِينَ النُّصْرَةَ
 وَمِنْ حُبِّ الْمُدَارَيْنِ تَصْحِيحَ الْبِقَةِ وَمِنْ رَدِّ
 الْمُلَابِسَيْنِ كَرَمَ الْعِشْرَةِ وَمِنْ مَرَارَةِ خَوْفِ
 الظَّالِمِينَ حَلَاوَةَ

ہاتھوں سے لوگوں کو فیض پہنچا اور اُسے احسان جتانے سے
 رائیگاں نہ ہونے دے۔ مجھے بلند پایہ اخلاق مرحمت فرما اور
 غرور اور تفاخر سے محفوظ رکھ۔ بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
 رحمت نازل فرما اور لوگوں میں میرا درجہ جتنا بلند کرے اتنا
 ہی مجھے خود اپنی نظروں میں پست کر دے اور جتنی ظاہری
 عزت مجھے دے اتنا ہی میرے نفس میں باطنی بے وقعتی کا
 احساس پیدا کر دے۔ بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
 نازل فرما اور مجھے ایسی نیک ہدایت سے بہرہ مند فرما کہ جسے
 دوسری چیز سے تبدیل نہ کروں اور ایسے صحیح راستہ پر لگا جس
 سے کبھی منہ نہ موڑوں، اور ایسی پختہ نیت دے جس میں ذرا
 شبہ نہ کروں اور جب تک میری زندگی تیری اطاعت
 و فرمانبرداری کے کام آئے مجھے زندہ رکھ اور جب وہ شیطان
 کی چراگاہ بن جائے تو اس سے پہلے کہ تیری ناراضگی سے سابقہ

پڑے یا تیرا غضب مجھ پر یقینی ہو جائے مجھے اپنی طرف
 اٹھالے۔ اے معبود! کوئی ایسی خصلت جو میرے لئے
 معیوب سمجھی جاتی ہو اس کی اصلاح کئے بغیر نہ چھوڑا اور کوئی
 ایسی بُری عادت جس پر میری سرزنش کی جاسکے۔ اُسے
 درست کئے بغیر نہ رہنے دے اور جو پاکیزہ خصلت ابھی مجھ
 میں نا تمام ہو اُسے تکمیل تک پہنچا دے۔ اے اللہ! رحمت
 نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری نسبت کینہ
 وردِ شمنوں کی دشمنی کو الفت سے سرکشوں کے حسد کو محبت
 سے، نیکوں سے بے اعتمادی کو اعتماد سے، فریبیوں کی
 عداوت کو دوستی سے، عزیزوں کی قطع تعلقی کو صلہ رحمی سے
 ، قرابت داروں کی بے اعتنائی کو نصرت و تعاون سے،
 خوشامدیوں کی ظاہری محبت کو سچی محبت سے اور ساتھیوں
 کے اہانت آمیز برتاؤ کو حسن معاشرت سے اور ظالموں کے

خوف کی تلخی کو امن کی شیرینی سے بدل دے۔ خداوند! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور جو مجھ پر ظلم کرے اُس پر مجھے

الْأَمْنَةَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ لِي يَدًا عَلَى مَنْ ظَلَمَنِي وَلِسَانًا عَلَى مَنْ خَاصَمَنِي وَظَفَرًا بِمَنْ عَانَدَنِي وَهَبْ لِي مَكْرًا عَلَى مَنْ كَايَدَنِي وَقُدْرَةً عَلَى مَنْ اضْطَهَدَنِي وَتَكْذِيبًا لِمَنْ قَصَبَنِي وَسَلَامَةً لِمَنْ تَوَعَّدَنِي وَوَفْقَيْنِي لِمَنْ طَاعَنِي مَنْ سَدَّدَنِي وَمُتَابِعَةً مَنْ أَرْشَدَنِي اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَدِّدْنِي لِأَنْ أَعَارِضَ مَنْ غَشَّيْتُ بِالنُّصْحِ وَأَجْزِي مَنْ هَجَرَنِي بِالْبِرِّ وَأُثِيبَ مَنْ حَرَمَنِي بِالْبَذْلِ وَأُكَافَى مَنْ قَطَعَنِي بِالصِّلَةِ وَأُخَالِفَ مَنْ اغْتَابَنِي إِلَى حُسْنِ الذِّكْرِ وَأَنْ أَشْكُرَ الْحَسَنَةَ وَأُغْضِيَ عَنِ السَّيِّئَةِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَحَلِّبْنِي بِحِلْيَةِ الصَّالِحِينَ
 وَالْبِسْنِي زِينَةَ الْمُتَّقِينَ فِي بَسْطِ الْعَدْلِ وَكُظْمِ
 الْغِيْظِ وَإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ وَضَمِّ أَهْلِ الْفُرْقَةِ وَ
 إِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَإِفْشَاءِ الْعَارِفَةِ
 وَسِتْرِ الْعَائِبَةِ وَلِيْنِ الْعَرِيْكََةِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ
 وَحُسْنِ السِّيَرَةِ وَسُكُونِ الرِّيحِ وَطِيبِ الْمَخَالِقَةِ
 وَالسَّبْقِ إِلَى الْفَضِيلَةِ وَإِثَارِ التَّفْضُلِ وَتَرْكِ
 التَّعْيِيرِ وَالْإِفْضَالِ عَلَى غَيْرِ الْمُسْتَحَقِّ وَالْقَوْلِ
 بِالْحَقِّ وَإِنْ

غلبہ دے۔ جو مجھ سے جھگڑا کرے اس کے مقابلہ میں زبان
 (حجت شکن) دے، جو مجھ سے دشمنی کرے اس پر مجھے فتح و
 کامرانی بخش جو مجھ سے مکر کرے اس کے مکر کا توڑ عطا کر،
 جو مجھے دبائے اس پر قابو دے۔ جو میری بد گوئی کرے

اسے جھٹلانے کی طاقت دے اور جو ڈرائے دھمکائے، اس سے مجھے محفوظ رکھ۔ جو میری اصلاح کرے اس کی اطاعت اور جو راہِ راست دکھائے اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اس امر کی توفیق دے کہ جو مجھ سے غش و فریب کرے میں اس کی خیر خواہی کروں۔ جو مجھے چھوڑ دے اس سے حسنِ سلوک سے پیش آؤں۔ جو مجھے محروم کرے اُسے عطا و بخشش کے ساتھ عوض دوں اور جو قطع رحمی کرے اُسے صلہ رحمی کے ساتھ بدلہ دوں اور جو پس پست میری برائی کرے میں اس کے برخلاف اس کا ذکر خیر کروں اور حُسنِ سلوک پر شکریہ بجا لاؤں اور بدی سے چشم پوشی کروں۔ بارالہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور عدل کے نشر، غصہ کے ضبط اور فتنہ کے فرو کرنے، متفرق و پراگندہ لوگوں کو ملانے،

آپس میں صلح صفائی کرانے، نیکی کے ظاہر کرنے، عیب پر پردہ ڈالنے، نرم خوئی و فروتنی اور حسن سیرت کے اختیار کرنے، رکھ رکھاؤ رکھنے حسن اخلاق سے پیش آنے، فضیلت کی طرف پیش قدمی کرنے، تفضل و احسان کو ترجیح دینے، خورد گیری سے کنارہ کرنے اور غیر مستحق کے ساتھ حسن سلوک کے ترک کرنے اور حق بات کے کہنے میں اگرچہ وہ گراں گزرے، اور اپنی گفتار و کردار کی بھلائی کو کم سمجھنے میں اگرچہ وہ زیادہ ہو اور اپنے قول و عمل کی برائی کو زیادہ سمجھنے میں اگرچہ وہ کم ہو۔ مجھے نیکو کاروں کے زیور اور پرہیز گاروں کی سجدہج سے آراستہ کر اور ان تمام چیزوں کو دائمی اطاعت اور

عَزَّ وَاسْتَقْلَالَ الْخَيْرِ وَإِنْ كَثُرَ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي
وَاسْتَكْثَرَ الشَّرِّ وَإِنْ قَلَّ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي وَأَكْبَلُ

ذَلِكَ لِيْ بِدَوَامِ الطَّاعَةِ وَلُزُومِ الْجَمَاعَةِ وَرَفُضِ
 أَهْلِ الْبِدْعِ وَمُسْتَعْبِلِ الرَّايِ الْمُخْتَرِعِ اَللّٰهُمَّ
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَجْعَلْ أَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَيَّ إِذَا
 كَبُرْتُ وَأَقْوَى قُوَّتِكَ فِيَّ إِذَا نَصَبْتُ وَلَا تَبْتَلِيْنِيْ
 بِالْكَسَلِ عَنْ عِبَادَتِكَ وَلَا الْعَنَى عَنْ سَبِيلِكَ وَلَا
 بِالتَّعَرُّضِ لِخِلَافِ مَحَبَّتِكَ وَلَا مُجَامَعَةِ مَنْ تَفَرَّقَ
 عَنْكَ وَلَا مُفَارَقَةِ مَنْ اجْتَمَعَ إِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ
 أَصُولُ بِكَ عِنْدَ الصَّرُورَةِ وَاسْئَلُكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ
 وَاتَضَرَّعُ إِلَيْكَ عِنْدَ الْمُسْكَنَةِ وَلَا تَفْتِنْنِيْ
 بِالْإِسْتِعَانَةِ بِغَيْرِكَ إِذَا ضُطِرْتُ وَلَا بِالْخُضُوعِ
 لِسُؤَالِ غَيْرِكَ إِذَا افْتَقَرْتُ وَلَا بِالتَّضَرُّعِ إِلَى مَنْ
 دُونَكَ إِذَا رَهَبْتُ فَاسْتَحِقْ بِذَلِكَ خِذْلَانَكَ
 وَمَنْعَكَ وَإِعْرَاضَكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ
 اجْعَلْ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِي رُوعِي مِنَ التَّمَنِّي

وَالْتَّظَنِّي وَالْحَسَدِ ذِكْرًا لِعَظَمَتِكَ وَتَفَكُّرًا فِي
قُدْرَتِكَ وَتَدْبِيرًا عَلَى عَدُوِّكَ وَمَا أَجْرُنِي عَلَى
لِسَانِي مِنْ لَفْظَةٍ فُحْشٍ أَوْ هُجْرٍ أَوْ شَتْمٍ عَرَضٍ أَوْ

جماعت سے وابستگی اور اہل بدعت اور ایجاد کردہ رایوں پر
عمل کرنے والوں سے علیحدگی کے ذریعہ پایہ تکمیل تک
پہنچادے۔ بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
جب میں بوڑھا ہو جاؤں تو اپنی وسیع روزی میرے لئے
قرار دے اور جب عاجز و در ماندہ ہو جاؤں تو اپنی قوی طاقت
سے مجھے سہارا دے اور مجھے اس بات میں مبتلا نہ کر کہ تیری
عبادت میں سستی و کوتاہی کروں، تیری راہ کی تشخیص
میں بھٹک جاؤں تیری محبت کے تقاضوں کی خلاف ورزی
کروں۔ اور جو تجھ سے متفرق و پراگندہ ہوں اُن سے میل
جول رکھوں اور جو تیری جانب بڑھنے والے ہیں اُن سے

علیحدہ رہوں۔ خداوند! مجھے ایسا قرار دے کہ ضرورت کے
 وقت تیرے ذریعہ حملہ کروں، حاجت کے وقت تجھ سے
 سوال کروں اور فقر و احتیاج کے موقع پر تیرے سامنے
 گڑ گڑاؤں اور اس طرح مجھے نہ آزمانا کہ اضطرار میں تیرے
 غیر سے مدد مانگوں اور فقر و ناداری کے وقت تیرے غیر
 کے آگے عاجزانہ درخواست کروں اور خوف کے موقع پر
 تیرے سوا کسی دوسرے کے سامنے گڑ گڑاؤں کہ تیری
 طرف سے محرومی ناکامی اور بے اعتنائی کا مستحق قرار پاؤں۔
 اے تمام رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم
 کرنے والے خدا یا! جو حرص، بدگمانی اور حسد کے جذبات
 شیطان میرے دل میں پیدا کر دے۔ انہیں اپنی عظمت کی
 یاد میں اپنی قدرت میں تفکر اور دشمن کے مقابلہ میں تدبیر
 و چارہ سازی کے تصورات سے بدل دے اور فحش کلامی یا بے

ہودہ گوئی، یاد شام طرازی یا جھوٹی گواہی یا غائب مومن کی
 غیبت یا موجود سے بد زبانی اور اس قبیل کی جو باتیں میری
 زبان پر لانا چاہے انہیں اپنی حمد سرائی، مدح میں
 کوشش اور انہماک تجمید و بزرگی کے بیان،

شَهَادَةِ بَاطِلٍ أَوْ اِغْتِيَابِ مُؤْمِنٍ غَائِبٍ أَوْ سَبِّ
 حَاضِرٍ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ نُطْقًا بِالْحَمْدِ لَكَ وَإِغْرَاقًا فِي
 الثَّنَاءِ عَلَيْكَ وَذَهَابًا فِي تَمْجِيدِكَ وَشُكْرٍ اِلَى نِعْمَتِكَ
 وَإِعْتِرَافًا بِإِحْسَانِكَ وَإِحْصَاءٍ لِبَنِّكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا أَظْلَمَنَّ وَأَنْتَ مُطِيقٌ لِلدَّفْعِ عَنِّي
 وَلَا أَظْلَمَنَّ وَأَنْتَ الْقَادِرُ عَلَى الْقَبْضِ مِنِّي وَلَا
 أَضِلُّنَّ وَقَدْ أَمَكَّنْتَكَ هِدَايَتِي وَلَا أَفْتَقِرَنَّ وَمِنْ
 عِنْدِكَ وَسُعْيِي وَلَا أَطْغَيْنَنَّ وَمِنْ عِنْدِكَ وَجِدِي
 اَللّٰهُمَّ اِلَى مَغْفِرَتِكَ وَفَدْتُ وَإِلَى عَفْوِكَ قَصَدْتُ

وَالِی تَجَاوَزَكَ اَشْتَقْتُ وَبِفَضْلِكَ وَثِقْتُ وَلَيْسَ
عِنْدِي مَا يُوجِبُ لِي مَغْفِرَتَكَ وَلَا فِي عَمَلِي مَا
اَسْتَحِقُّ بِهِ عَفْوَكَ وَمَا لِي بَعْدَ اَنْ حَكَمْتُ عَلٰی
نَفْسِي اِلَّا فَضْلُكَ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَتَفَضَّلْ
عَلٰی اَللّٰهُمَّ وَاَنْطِقْنِي بِالْهُدٰی وَالْهِنٰی التَّقْوٰی
وَوَفِّقْنِي لِلَّتِي هِيَ اَزْ كٰی وَاَسْتَعِیْنِي بِمَا هُوَ اَرْضٰی
اَللّٰهُمَّ اَسْلُكْ بِي الطَّرِیْقَةَ الْمُسْلٰی وَاَجْعَلْنِي عَلٰی
مِلَّتِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ
وَمَتِّعْنِي بِالْاِقْتِصَادِ وَاَجْعَلْنِي مِنْ اَهْلِ السَّدَادِ
وَمِنْ اَدِلَّةٍ

شکرِ نعمت و اعترافِ احسان اور اپنی نعمتوں کے شمار سے
تبدیل کر دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
فرما اور مجھ پر ظلم نہ ہونے پائے جب کہ تو اُس کے دفع

کرنے پر قادر ہے، اور کسی پر ظلم نہ کروں جب کہ تو مجھے
 ظلم سے روک دینے کی طاقت رکھتا ہے اور گمراہ نہ ہو جاؤں
 جب کہ میری رہنمائی تیرے لئے آسان ہے اور محتاج نہ
 ہوں جب کہ میری فارغ البالی تیری طرف سے ہے اور
 سرکش نہ ہو جاؤں جب کہ میری خوشحالی تیری جانب سے
 ہے۔ بارالہا! میں تیری مغفرت کی جانب آیا ہوں۔ اور
 تیری معافی کا طلب گار اور تیری بخشش کا مشتاق ہوں۔ میں
 صرف تیرے فضل پر بھروسہ رکھتا ہوں اور میرے پاس
 کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میرے لئے مغفرت کا باعث بن
 سکے اور نہ میرے عمل میں کچھ ہے کہ تیرے عفو کا سزاوار
 قرار پاؤں اور اب اس کے بعد کہ میں خود ہی اپنے خلاف
 فیصلہ کر چکا ہوں تیرے فضل کے سوا میرا سرمایہ اُمید کیا
 ہو سکتا ہے لہذا محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور مجھ

پر تفضل فرما۔ خدایا! مجھے ہدایت کے ساتھ گویا کر، میرے
 دل میں تقویٰ و پرہیزگاری کا القاء فرما، پاکیزہ عمل کی
 توفیق دے، پسندیدہ کام میں مشغول رکھ۔ خدایا مجھے بہترین
 راستہ پر چلا اور ایسا کر کہ تیرے دین و آئین پر مروں اور اسی
 پر زندہ رہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
 فرما اور مجھے (گفتار و کردار میں) میانہ روی سے بہرہ مند فرما
 اور درست کاروں اور ہدایت کے رہنماؤں اور نیک بندوں
 میں سے قرار دے اور آخرت کی کامیابی اور جہنم سے سلامتی
 عطا کر۔ خدایا میرے نفس کا ایک حصہ اپنی (ابتلاؤ آزمائش
 کے) لئے مخصوص کر دے تاکہ اسے (عذاب سے) رہائی دلا
 سکے اور ایک حصہ کہ جس سے اس کی (دنیوی) اصلاح و
 درستی وابستہ ہے میرے

الرَّشَادِ وَمِنْ صَالِحِ الْعِبَادِ وَأَرْزُقْنِي فَوْزَ الْمَعَادِ

وَسَلَامَةَ الْبِرِّ صَادِ اللَّهُمَّ خُذْ لِنَفْسِكَ مِنْ نَفْسِي
مَا يُخْلِصُهَا وَأَبْقِ لِنَفْسِي مِنْ نَفْسِي مَا يُصْلِحُهَا
فَإِنَّ نَفْسِي هَالِكَةٌ أَوْ تَعْصِمُهَا اللَّهُمَّ أَنْتَ عُدَّتِي
إِنْ حَزَنْتَ وَأَنْتَ مُنْتَجِعِي إِنْ حُرِمْتُ وَبِكَ
اسْتِغَاثَتِي إِنْ كَرِهْتُ وَعِنْدَكَ مِمَّا فَاتَ خَلْفُ
وَلِمَّا فَسَدَ صَلَاحٌ وَفِيمَا أَنْكَرْتَ تَغْيِيرٌ فَاْمُنْ عَلَى
قَبْلِ الْبَلَاءِ بِالْعَافِيَةِ وَقَبْلِ الْطَلَبِ بِالْجِدَّةِ وَقَبْلِ
الضَّلَالِ بِالرَّشَادِ وَاكْفِنِي مُؤَنَةَ مُعَرَّةِ الْعِبَادِ
وَهَبْ لِي أَمْنَ يَوْمِ الْمَعَادِ وَامْنِحْنِي حُسْنَ
الْإِرْشَادِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَادْرَأْ عَنِّي
بِلُطْفِكَ وَاغْذِنِي بِبِنْعَمَتِكَ وَأَصْلِحْنِي بِكَرَمِكَ
وَدَاوِنِي بِصُنْعِكَ وَأَظِلَّنِي فِي ذَرَاكَ وَجَلِّلْنِي بِرِضَاكَ
وَوَفِّقْنِي إِذَا اشْتَكَتُ عَلَى الْأُمُورِ لِأَهْدَاهَا وَإِذَا
تَشَابَهَتْ الْأَعْمَالُ لِأَزْكَاهَا وَإِذَا تَنَاقَضَتْ الْبِلَلُ

لَا رِضَاهَا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَتَوَجِّنِيْ
 بِالْكِفَايَةِ وَسُمِّنِيْ حُسْنَ الْوَلَايَةِ وَهَبْلِيْ صِدْقَ
 الْهِدَايَةِ وَلَا تَفْتِنِّيْ بِالسَّعَةِ وَاْمِنْحِنِيْ حُسْنَ الدَّعَةِ
 وَلَا تَجْعَلْ عَيْشِيْ كَدًّا كَدًّا وَلَا

لئے رہنے دے کیونکہ میرا نفس تو ہلاک ہونے والا ہے مگر
 یہ کہ تو اسے بچالے جائے۔ اے اللہ! اگر میں غمگین ہوں تو
 میرا ساز و سامان (تسکین) تو ہے۔ اور اگر (ہر جگہ سے)
 محروم رہوں تو میری اُمید گاہ تو ہے۔ اور اگر مجھ پر غموں
 کا بھوم ہو تو تجھ ہی سے داد و فریاد ہے۔ جو چیز جاچکی اس کا
 عوض اور جو شے تباہ ہو گئی اس کی درستی اور جسے تو ناپسند
 کرے اُس کی تبدیلی تیرے ہاتھ میں ہے۔ لہذا بلا کے نازل
 ہونے سے پہلے عافیت، مانگنے سے پہلے خوشحالی، اور گمراہی
 سے پہلے ہدایت سے مجھ پر احسان فرما۔ اور لوگوں کی سخت

ودرشت باتوں کے رنج سے محفوظ رکھ اور قیامت کے دن
 امن و اطمینان عطا فرما اور حسنِ ہدایت و ارشاد کی توفیق
 مرحمت فرما، اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
 فرما اور اپنے لطف سے (برائیوں کو) مجھ سے دُور کر دے اور
 اپنی نعمت سے میری پرورش اور اپنے کرم سے میری
 اصلاح فرما اور اپنے فضل و احسان سے (جسمانی و نفسانی
 امراض سے) میرا مداوا کر۔ مجھے اپنی رحمت کے سایہ میں
 جگہ دے۔ اور اپنی رضا مندی میں ڈھانپ لے۔ اور جب
 امورِ مشتبہ ہو جائیں تو جو ان میں زیادہ قرینِ صواب ہو اور
 جب اعمال میں اشتباہ واقع ہو جائے تو جو ان میں پاکیزہ تر ہو
 اور جب مذاہب میں اختلاف پڑ جائے تو جو ان میں پسندیدہ
 تر ہو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ!
 محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے بے نیازی کا

تاج پہنا اور متعلقہ کاموں اور احسن طریق سے انجام دینے پر مامور فرما اور ایسی ہدایت سے سرفراز فرما جو دوام و ثبات لئے ہوئے ہو اور غنا و خوشحالی سے مجھے بے راہ نہ ہونے دے اور آسودگی و آسائش عطا فرما، اور زندگی کو سخت دشوار بنا

تَرُدُّ دُعَائِي عَلَى رَدًّا فَإِنِّي لَا أَجْعَلُ لَكَ ضِدًّا وَلَا
 أَدْعُوا مَعَكَ نِدًّا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ
 وَامْنَعْنِيْ مِنَ السَّرَفِ وَحَصِّنْ رِزْقِيْ مِنَ التَّلَفِ
 وَوَفِّرْ مَلَكْنِيْ بِالْبَرَكَۃِ فِيْهِ وَاَصِبْ بِيْ سَبِيْلَ
 الْهِدَايَةِ لِلْبِرِّ فَيَمَّا اُلْفِقْ مِنْهُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
 وَاٰلِهٖ وَاكْفِنِيْ مُوْنَةً اِلَّا كِتْسَابٍ وَاَرْزُقْنِيْ مِنْ غَيْرِ
 اِحْتِسَابٍ فَلَا اَشْتَغِلْ عَنْ عِبَادَتِكَ بِالطَّلَبِ وَلَا
 اَحْتِمِلْ اِضْرَ تَبِعَاتِ الْبَكْسَبِ اَللّٰهُمَّ فَاطِلْبِنِيْ

بِقُدْرَتِكَ مَا أَطْلُبُ وَأَجِرْنِي بِعِزَّتِكَ مِمَّا أَرْهَبُ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصُنْ وَجْهِي بِالْيَسَارِ
 وَلَا تَبْتَدِلْ جَاهِي بِالْإِقْتَارِ فَاسْتَرْزِقْ أَهْلَ رِزْقِكَ
 وَأَسْتَعِطِي شِرَارَ خَلْقِكَ فَأَفْتِنَ بِحَمْدِكَ مَنْ
 أَعْطَانِي وَأُبْتَلِيَ بِذِمِّهِ مَنْ مَنَعَنِي وَأَنْتَ مِنْ دُونِهِمْ
 وَلِيُّ الْإِعْطَاءِ وَالْمَنْعِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 وَارْزُقْنِي صِحَّةً فِي عِبَادَةٍ وَفَرَاغًا فِي زَهَادَةٍ وَعِلْمًا فِي
 اسْتِعْمَالٍ وَوَرَعًا فِي إِجْمَالٍ اللَّهُمَّ اخْتِمْ بِعَفْوِكَ
 أَجَلِي وَحَقِّقْ فِي رَجَائِ رَحْمَتِكَ أَمَلِي وَسَهِّلْ إِلَيَّ
 بُلُوغَ رِضَاكَ سُبُلِي وَحَسِّنْ فِي جَمِيعِ أَحْوَالِي عَمَلِي
 اللَّهُمَّ

دے۔ میری دعا کو رد نہ کر کیونکہ میں کسی کو تیرا مد مقابل
 نہیں قرار دیتا اور نہ تیرے ساتھ کسی کو تیرا ہمسر سمجھتے

ہوئے پکارتا ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
 نازل فرما۔ اور مجھے فضول خرچی سے باز رکھ اور میری روزی
 کو تباہ ہونے سے بچا اور میرے مال میں برکت دے کر
 اس میں اضافہ کر اور مجھے اس میں سے اُمور خیر میں خرچ
 کرنے کی وجہ سے راہِ حق و صواب تک پہنچا۔ بارِ الہا! محمدؐ اور
 اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے کسبِ معیشت کے
 رنج و غم سے بے نیاز کر دے۔ اور بے حساب روزی عطا
 فرماتا کہ تلاشِ معاش میں اُلجھ کر تیری عبادت سے
 رُوگرداں نہ ہو جاؤں اور (غلط و نامشروع) کار و کسب کا
 خمیازہ نہ بھگتوں، اے اللہ! میں جو کچھ طلب کرتا ہوں اسے
 اپنی قدرت سے مہیا کر دے اور جس چیز سے خائف ہوں اس
 سے اپنی عزت و جلال کے ذریعہ پناہ دے۔ خدایا میری آبرو
 کو غنا و تو نگرگی کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگ دستی سے

میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا۔ کہ تجھ سے رزق پانے والوں سے رزق مانگنے لگوں۔ اور تیرے پست بندوں کی نگاہ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اس کی مدح و ثنا اور جو نہ دے اُس کی برائی کرنے میں مبتلا ہو جاؤں۔ اور تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے نہ کہ وہ۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسی صحت دے جو عبادت میں کام آئے اور ایسی فرصت دے جو دنیا سے بے تعلقی میں صرف ہو اور ایسا علم جو عمل کے ساتھ ہو اور ایسی پرہیزگاری جو حدِ اعتدال میں ہو (کہ وسواس میں مبتلا نہ ہو جاؤں) اے اللہ! میری مدتِ حیات کو اپنے عفو و درگزر کے ساتھ ختم کر اور میری آرزو کو رحمت کی اُمید میں کامیاب فرما اور اپنی خوشنودی تک پہنچنے کے لئے راہ آسان کر

صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَنَبِّهْنِي لِذِكْرِكَ فِي أَوْقَاتِ
 الْغَفْلَةِ وَاسْتَعْمِلْنِي بِطَاعَتِكَ فِي أَيَّامِ الْمُهَلَّةِ
 وَانْهَجْنِي إِلَى مَحَبَّتِكَ سَبِيلًا سَهْلَةً أَكْبِلُنِي بِهَا
 خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 كَأَفْضَلِ مَا صَلَّيْتَ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ قَبْلَهُ
 وَأَنْتَ مُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ بَعْدَهُ وَاتِّنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً
 وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِيْنِي بِرَحْمَتِكَ عَذَابَ النَّارِ۔

اور ہر حالت میں میرے عمل کو بہتر قرار دے۔ اے اللہ
 ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے غفلت کے
 لمحات میں اپنے ذکر کے لئے ہوشیار کر اور مہلت کے دنوں
 میں اپنی اطاعت میں مصروف رکھ اور اپنی محبت کی سہل و
 آسان راہ میرے لئے کھول دے اور اس کے ذریعہ
 میرے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی کو کامل کر دے۔ اے اللہ

! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر بہترین رحمت نازل فرما۔ ایسی رحمت جو اس سے پہلے تو نے مخلوقات میں سے کسی ایک پر نازل کی ہو اور اس کے بعد کسی پر نازل کرنے والا ہو اور ہمیں دنیا میں بھی نیکی عطا کر اور آخرت میں بھی اور اپنی رحمت سے ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

بادی النظر میں نیکی و بدی میں امتیاز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نیک و بد اعمال ظاہری صورت کے لحاظ سے یکساں ہوتے ہیں اور ان میں کوئی امتیازی فرق نظر نہیں آتا۔ چنانچہ زن و مرد کے تعلقات وہ جائز ذریعہ سے ہوں یا ناجائز طریقہ سے دونوں ایک سے ہیں۔ اسی طرح دروغ مصلحت آمیز و دروغ بے مصلحت، اکل حلال اور اکل حرام، قتل بے گناہ اور قتل خطاکاران میں بظاہر کوئی فرق نہیں ہے۔ وہاں بھی ایک

خلافِ واقع چیز کا بیان کرنا ہے اور یہاں بھی۔ وہاں بھی پیٹ
 بھرنا ہے اور یہاں بھی، وہاں بھی انسانی جان سے کھیلنا ہے
 اور یہاں بھی یونہی متکبر کے مقابلہ میں تکبر کرنے اور عام
 طور سے اترانے اور ماہِ رمضان میں دن کے وقت کھانے
 پینے اور دوسرے دنوں میں کھانے پینے میں فعل کی
 نوعیت یکساں ہے۔ تو اس یکسانیت کے باوجود ایک کو
 اچھائی اور ایک کو برائی، اور ایک کو کارِ ثواب اور دوسرے
 کو گناہ سے تعبیر کرنے کی کیا وجہ اور دونوں میں تفریق
 کرنے کی کیا ضرورت؟ اگرچہ حدود و قیود سے آزاد نگاہیں
 ان میں تفرقہ نہیں کر سکتیں مگر جو لوگ کسی آئین
 و شریعت و ضابطہٴ اخلاق کے پابند ہوتے ہیں وہ اُن کی
 ظاہری ہیئت اور صورت اور یکسانیت اور یک رنگی پر نظر
 نہیں کرتے بلکہ ان دونوں کے درمیان جو حدِ فاصلِ حائل

ہے اس پر نظر کرتے ہوئے دونوں کو بالکل جدا جدا تصور کرتے ہیں اور اسی حدِ فاصل سے خیر و شر کی حدیں قائم ہوتیں اور عیوب و محاسن کے پیمانے مقرر ہوتے ہیں اور یہ حدِ فاصل اُسی وقت نظر آتی ہے۔ جب ایمان کے ساتھ تقویٰ اپنا نورانی پردہ ڈالتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ان تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَكُمْ فِرْقَانًا۔

اے ایماندارو! اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (نیک و بد میں) ایک حدِ فاصل قرار دے گا۔“

اگر اس حدِ فاصل کو نظر انداز کر کے اخلاقِ فاضلہ اور اوصافِ رزیلہ کا معیار عوامی عقل کو قرار دے لیا جائے تو اگرچہ وہ ایک حد تک اخلاقی اصولوں کی طرف راہنمائی کرتی

ہے مگر اخلاق کا عملی لائحہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔
 چنانچہ جنہوں نے عقل پر اخلاق کی بنیاد رکھی۔ وہ یہ نہیں
 کہتے کہ راست گفتاری و عدل گستری معیوب اور سخاوت
 و شجاعت بری چیز ہے اور اس کے مقابلہ میں کذب و ظلم اور
 بخل و بزدلی اچھی صفیتیں ہیں مگر ان کے حدود اور مواقع
 استعمال کیا ہیں۔ تو اس میں ان کی رائیں مختلف نظر آتی ہیں
 اور ایک، ایک راہ پر چلتا ہے تو دوسرا اس سے بالکل الگ
 راستہ اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ مختلف عقول و افہام کے قائم
 کردہ نظریات کسی ایک مرکزی نقطہ پر مجتمع نہیں ہو سکتے۔
 ایسی صورت میں ان کی پیروی کرنے میں قدم قدم پر
 رکاوٹیں پیدا ہوں گی، اور مختلف نظریات میں سے صحیح نظریہ
 کا انتخاب مشکل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ عقل کا دائرہ عمل
 محدود ہے وہ دنیا کے محسوسات سے الگ ہو کر کسی قسم کا کوئی

قطعی فیصلہ نہیں کر سکتی اور قدم قدم پر حواس کا سہارا
 ڈھونڈنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور اس کے مقابلہ میں
 خواہشات و جذبات بھی پر اجماعے ہوئے ہیں اور جو اُسے سپر
 انداختہ ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں چٹنا نچہ جب انسان میں
 خواہشات اور جذبات اُبھرتے ہیں تو وہ عقل کے مقابلہ میں
 اُن سے جلد مغلوب ہو جاتا ہے اور عقل کے صریحی احکام کو
 ٹھکرا کر ہوائے نفسانی کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ لہذا تنہا عقل نہ
 کسی صورت میں کافی ہو سکتی ہے اور نہ ہر جگہ اسے معیار قرار
 دیا جاسکتا ہے۔ اور اس کی روشنی میں اجتماعی زندگی کا نصب
 العین تو درکنار انفرادی زندگی کا بھی کوئی یقینی، صحیح اور
 ناقابلِ ترمیم آئینِ اخلاق ترتیب نہیں دیا جاسکتا۔ ان حالات
 میں ایک ایسے معیار کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا جو
 عقل کی درماند گیوں میں رہنمائی کر سکے اور ایک ایسا

ناقابلِ تغیر آئین پیش کرے جو حیاتِ انسانی کے ہر دور میں قابلِ عمل ہو۔ اور وہ معیارِ وحیِ تنزیل ہے جس کی روشنی میں ترتیب دیا ہوا آئین وہ ہے جس کے اصول منضبط اور ضوابط ناقابلِ ترمیم ہیں اور جسے حاملانِ نبوت و رسالت ہر دور میں پیش کرتے رہے اور اس کے ذریعہ تہذیبِ نفس و تزکیہٴ اخلاق کا درس دیتے رہے ہیں۔ ان معلمینِ اخلاق میں سب سے بلند مرتبت حضرت ختمی مرتبت ہیں۔ جنہوں نے زیورِ اخلاق سے آراستہ کرنے اور انسانیت کی زلفِ پریشاں کو سنوارنے کے لئے وہ تعلیمات دیئے جو محاسنِ اخلاق کا سرچشمہ ہیں یہ تعلیمات صرف قول تک محدود نہ تھے بلکہ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پاکیزگیِ سیرت کا ایک ضابطہ اور حسنِ اخلاق کا ایک زندہ قانون تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ

وہ علماء و عملاً اخلاقِ حسنہ کی تکمیل فرمائیں۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے کہ بعثت لا تمم مکارم الاخلاق ”میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں تا کہ مکارم الاخلاق کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں۔“ اور ان اخلاقی تعلیمات کو زندہ رکھنے کے لئے ان کے اوصیاء و نائبین جو سیرت و کردار اور اخلاق و اطوار میں ان کے ورثہ دار اور علم و عمل میں اُن کے آئینہ دار تھے ان تعلیمات کو نشر کرتے اور اپنے قول و عمل سے ان کا احیاء کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے چوتھے وصی و جانشین حضرت زین العابدین علیہ السلام نے اس دُعائے مکارم الاخلاق میں اخلاقیات کے وہ درس دیئے ہیں جو اخلاقِ نبویؐ کے آئینہ دار اور الہامی تعلیمات کے حامل ہیں اور ان تمام جواہر پاروں کو سمیٹ لیا ہے جو تحلی بالفضائل (علمی و عملی اوصاف سے آراستگی) اور تحلی عن الرذائل (قلیح و پست عادات سے

علیحدگی) پر مشتمل ہیں۔ ان دونوں جنبوں میں سے اگر ایک جنبہ کمزور ہے تو اس سے دوسرے جنبہ کا متاثر ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اخلاقی تکمیل کے لئے ان ایجابی و سلبی دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے وہ ایجابی صفات جو اس دُعا میں بیان ہوئے ہیں یہ ہیں:-

ایمان: یہ تمام محاسنِ اخلاق کا سرچشمہ ہے اس لئے اسے سرفہرست جگہ دی ہے۔ ایمان کے معنی تصدیق کے ہیں اور کبھی تصدیق و عمل دونوں کے مجموعہ پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے متعدد درجات ہیں اور اہل ایمان کے مراتب و درجات میں جو تفاوت ہوتا ہے وہ ایمان ہی کے درجات کے بلند و پست ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ زیری کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کہا کہ:

ان للایمان درجات ومنازل یتفاضل
المؤمنون فیہا عند اللہ قال نعم

ایمان کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں جن کے اعتبار سے
ایمان لانے والے اللہ کے نزدیک ایک دوسرے سے
فضیلت لے جاتے ہیں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی
ہے۔“

چنانچہ پہلا درجہ یہ ہے کہ صرف زبان سے اللہ کی
الوہیت اور پیغمبرؐ کی رسالت کا اقرار کیا جائے اور بس۔ یہ
ایمان اسلام کا مرادف ہے۔ جب انسان یہ اقرار کر لیتا ہے
تو مسلم کہلانے لگتا ہے اور اس کا ذبیحہ حلال اور جان و مال
محفوظ ہو جاتا ہے۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ زبان سے اقرار کیا جائے
اور دل سے اعتقاد بھی رکھا جائے۔ مگر اسلام کے تعلیمات

اور اس کے اوامر و نواہی پر عمل نہ کیا جائے۔

تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس اقرار و اعتقاد کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے اور ان فرائض کو پورا کیا جائے جنہیں ترک کرنا کبائر میں داخل ہے۔ جیسے نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔ یہ واضح رہے کہ احادیث میں جو نماز و حج و زکوٰۃ کے تارک کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اس مرتبہ ایمان سے خارج ہو گیا ہے، یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ تمام مراتب ایمان سے خارج ہو گیا ہے کہ اب اُس پر کفر کے احکام عائد ہونے لگیں۔

چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ اقرار و اعتقاد کے ساتھ تمام واجبات بھی بجالائیں اور تمام محرمات سے اجتناب بھی کیا جائے۔

پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ واجبات کے ساتھ مستحبات

بھی ادا کئے جائیں اور محرمات کے ساتھ مکروہات سے بھی پرہیز کیا جائے۔

چھٹا مرتبہ یہ ہے کہ بعض مباحات کو بھی اس خیال سے چھوڑ دیا جائے کہ مبادا یہ کسی برائی کا پیش خیمہ بن جائیں اور کوئی غلط قدم اٹھ جائے، جیسے زیادہ باتیں کرنے سے اس لئے اجتناب کیا جائے کہ زبان سے کوئی ناشائستہ کلمہ یا جھوٹی بات نہ نکل جائے۔ یا کسی کی غیبت و بد گوئی نہ ہو جائے۔ یہ انبیائے و اوصیاء کے ایمان کا درجہ ہے اور اسی درجہ کو امام علیہ السلام نے اکمل الایمان سے تعبیر کیا ہے۔

ایمان صرف عقبی ہی کا سرمایہ نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی فلاح و بہبود اس سے وابستہ ہے۔ چنانچہ جب انسان کے دل و دماغ میں ایک بالادست ہستی کا تصور پیدا ہوتا ہے اور خدا پرستی کا

جذبہ اُبھرتا ہے، تو اُسے کچھ ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے جس کے پیش نظر وہ چوری، رشوت، خیانت، ظلم اور اس قسم کے دوسرے اخلاقی عیوب سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور خود غرضی و مفاد پرستی کی سطح سے بلند ہو کر سیرت و کردار کے وہ اعلیٰ نمونے پیش کرتا ہے جس سے اجتماعی زندگی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی اور بڑی حد تک معاشرے کی بے اعتدالیاں کم ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ حکومت کا قانون اور اس کا احتساب ایک حد تک ان مفسد کی روک تھام کرتا ہے۔ مگر قانون کا خوف انسان کے باطن میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ اور اقتدار اُسی حد تک حفاظت کر سکتا ہے جہاں تک اس کی دسترس ہے۔ وہ بازاروں، کوچوں، عام گزرگاہوں اور مفسد کے مرکزوں سے برائیوں کو دور کر سکتا ہے۔ مگر گھر کے گوشوں اور رات کے

اندھیروں میں اس کا بس نہیں چلتا اور برائی کا چلن بدستور باقی رہتا ہے۔ اس موقع پر خدا کا خوف ہی قلب و روح کو متاثر کر سکتا اور برائیوں سے مانع ہو سکتا ہے۔ حکومت کے کارندے کبھی نظروں سے اوجھل بھی ہو جاتے ہیں اور کبھی ان کی بے راہ روی کی وجہ سے خود ان پر نگران چھوڑنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ مگر اخلاقی وجدان جو ایمان کی بدولت طاقتور ہوتا ہے ہر دم نگرانی و حفاظت کا فریضہ انجام دیتا ہے خواہ دن کا اجالا ہو یا رات کا اندھیرا خلوت ہو یا جلوت، آبادی ہو یا ویرانہ۔

یقین:۔ کسی چیز کا علم اس طرح ہو جائے کہ اس کے خلاف کوئی احتمال نہ رہے یقین کہلاتا ہے۔ اس لحاظ سے یقین دو علموں کا مجموعہ ہو گا۔ ایک معلوم کا علم اور دوسرے اس کے خلاف کے محال ہونے کا علم۔ اور یہ ایمان ہی کا دوسرا نام

ہے چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:
 الیقین الايمان كله۔ ”یقین ہی ایمانِ کامل ہے۔“ اُس
 یقین کے تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ دھوئیں کو
 دیکھ کر آگ کی موجودگی کا علم ہو۔ یہ اہل نظر و استدلال کا
 یقین ہے۔ جو انہیں ترتیبِ مقدمات سے حاصل ہوتا ہے، یہ
 علم الیقین کہلاتا ہے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ اُس آگ کو آنکھ سے دیکھ
 لیا جائے۔ یہ خواص کو چشمِ بصیرت و دیدہ باطن کے مشاہدہ
 سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ ذعلبِ یمان نے امیر المومنین
 علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہل رایت ربك کیا آپ
 نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ فرمایا الحمد اعبد ربّالحم
 ارہ ”میں اس رب کی پرستش نہیں کرتا جس کی جلوہ طرازی

میری آنکھوں کے سامنے نہ ہو۔“ یہ عین الیقین کہلاتا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ آگ کے شعلوں میں کود کر آگ کا علم حاصل ہو۔ یہ اہل شہود کا یقین ہے جو انہیں مبداء فیض سے اتصالِ معنوی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ یہ حق الیقین کہلاتا ہے۔ امام علیہ السلام نے اسی یقین کو افضل الیقین فرمایا ہے اور اسی مرتبہ عالیہ پر فائز ہونے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کی ہے۔

نیت: کسی عمل کی انجام دہی کے قصد و ارادہ کا نام نیت ہے۔ اور یہ علم و عمل کے درمیان ایک واسطہ ہے جو ایک طرف علم سے وابستہ ہے اور دوسری طرف عمل سے کیونکہ علم نہ ہو تو قصد نہیں ہو سکتا اور قصد نہ ہو تو عمل واقع نہیں ہو سکتا۔ اور قوائے عمل کے استعمال کے موقع پر یہ

ایک ناگزیر اور طبعی چیز ہے۔ چنانچہ شارع کی طرف سے اگر بغیر نیت کے اعمال و عبادات کے بجالانے کا حکم ہوتا تو اس سے کوئی بھی عہدہ برآ نہ ہو سکتا۔ اس سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ نیت ان الفاظ کا نام نہیں ہے جس کسی عمل کے بجالانے کے وقت زبان سے کہے جاتے ہیں۔ کیونکہ نیت کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور ان الفاظ کا تعلق زبان سے۔ اس لئے زبان کے الفاظ بجائے دل کے قصد و ارادہ کو نیت تصور کرنا چاہئے۔ اس نیت کے مختلف درجات ہیں جن کے لحاظ سے اعمال میں رفعت یا پستی پیدا ہوتی ہے۔ اگر نیت میں صدق و خلوص ہے تو عمل بلند اور اگر ریاء و نمود ہے تو عمل فاسد۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:- اَمَّا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ ”نیت پر عمل کا انحصار ہے۔“ ان درجات میں پہلا درجہ یہ ہے کہ اس میں

ریاء و نمود کار فرما ہو۔ اس نیت کے ماتحت جو عمل واقع ہو گا اس پر ثواب کا مرتب ہونا تو درکنار گناہ عاید ہو گا۔ عبادات میں جو ریا کار فرما ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ نفسِ عبادت میں تو ریا نہ ہو۔ لیکن اس کے دوسرے اوصاف میں نمائش مقصود ہو۔ اس طرح کہ گھر پر نماز پڑھی جائے تو مختصر اور گھر سے باہر دوسروں کے سامنے پڑھی جائے تو طویل۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مستحب عبادتوں میں ریا کرے اس طرح کہ گھر میں یا تنہائی میں تو نوافل بجا نہ لائے مگر کہیں دوسری جگہ ہو تو نوافل بھی پڑھے اور نماز شب بھی بجا لائے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ واجب عبادتوں میں ریا کرے۔ اس طرح کہ گھر میں تو نہ نماز پڑھے اور نہ روزے رکھے اور جب دکھلاوے کا موقع ہو تو نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے۔ ریا کی یہ صورت سب

سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے۔

نیت کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ جنت کی خواہش اور عذاب سے بچاؤ کے لئے عمل کرے۔ یہ نیت اخلاص کے منافی نہیں ہے کیونکہ شارعؑ نے خود ترغیب و ترہیب سے کام لیا ہے۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ شکر و سپاس کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمل کرے تاکہ اس شکر کے نتیجہ میں اس کی نعمتوں میں اضافہ ہو۔ یہ عمل بھی خلوص کا حامل ہو گا۔ اسی طرح اُن عبادات میں جو دنیوی اغراض سے وابستہ ہوتی ہیں ان میں رزق، اولاد وغیرہ کا قصد کرنا صحت اخلاص کے منافی نہ ہو گا۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ حیاء کے احساس سے متاثر

ہو کر عبادت کرے۔

پانچواں درجہ یہ ہے کہ خدا کے جلال و جبروت کے اثر سے متاثر ہو کر اعمال بجالائے۔

چھٹا درجہ یہ ہے کہ تعمیل حکم کے لحاظ سے عبادت کرے۔

ساتواں درجہ یہ ہے کہ اُسے عبادت کا اہل و سزاوار سمجھتے ہوئے اس کے آگے سر نیازِ خم کرے۔ یہ نیت ان بندوں سے مخصوص ہے جو تقرب کے مدارجِ عالیہ پر فائز ہوتے ہیں اور اسی کو حضرتؑ نے احسن النیات سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اس کے اندر حسن و خوبی اور اظہار و عبودیت کے علاوہ اور کوئی جذبہ نہیں ہوتا۔ اسی کا ذکر

امیر المؤمنین علیہ السلام کے اس ارشاد میں ہے:-
ما عبدتك خوفا من نارك ولا طمعا في جنتك

ولكن وجدتك اهلا للعبادة فعبدتك

میں نے تیری پرستش جہنم کے ڈر سے اور جنت کی طمع سے
نہیں کی بلکہ تجھے عبادت کا سزاوار پایا ہے اس لئے تیری
پرستش کی ہے۔“

سایہ طوبیٰ و دلجوئی حور و لبِ حوض

بہوائے سر کوئے تو برفت از یادم

عمل: اسلام نے اگرچہ علم کو بڑی اہمیت دی
ہے مگر عمل کی اہمیت بھی ناقابل انکار ہے مگر علم کی
اہمیت بھی اسی صورت میں ہے جب اس کے مقتضیات پر
عمل کیا جائے اور اگر اس کے تقاضوں کو ٹھکرا دیا جائے تو
وہ علم جہل بلکہ جہل سے بھی بدتر ہے۔ کیونکہ جہالت کبھی
معذوری کا سبب پا جاتی ہے مگر علم کے بعد تو کوئی عذر
مسموع نہیں ہوتا۔ لہذا علم اسی صورت میں سودمند سمجھا جا

سکتا ہے جب اس کے ساتھ عمل بھی ہو۔ اور عمل چونکہ
 نیت سے وابستہ ہے۔ اس لئے جس مرتبہ پر نیت ہوگی اسی
 مرتبہ پر عمل ہوگا۔ اگر اس میں نمود و ریا ہو تو وہ عمل وبالِ
 جان ہے۔ اور اگر صدق و خلوص کا حامل ہو تو وہ اُخروی فوز و
 کامرانی کا پروانہ ہے۔ خداوند عالم عمل کی ظاہری شکل
 و صورت اور اس کی کمیت و مقدار کو نہیں دیکھتا بلکہ اس جذبہ
 اخلاص کو دیکھتا ہے جس کے ماتحت وہ عمل بجالایا گیا ہو۔
 اگر خلوص کے ساتھ کم عبادت ہو تو وہ اس طویل ذکر و
 ریاضت سے بہتر ہے جس میں خلوص کا فرمانہ ہو۔ ایسے
 اعمال ہی کو امام علیہ السلام نے احسن الاعمال سے یاد کیا
 ہے اور قدرت نے انہیں اعمالِ صالحہ سے تعبیر کیا ہے۔
 چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا

ولایشرك بعبادة ربہ احدا۔

جو شخص لقائے پروردگار کی آرزو رکھتا ہے اسے عمل صالح بجالانا چاہئے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہئے۔“

عدل:- افراط و تفریط کی دو مختلف سمتوں کے درمیان حد وسط کا نام عدل ہے۔ اس حد وسط کے التزام سے فضائل اور اس سے انحراف کے نتیجہ میں رذائل وجود میں آتے ہیں۔ چنانچہ اخلاق کے بنیادی عناصر چار ہیں: حکمت، عفت، شجاعت اور عدالت۔ اور ان میں سے ہر عنصر وسط اور نقطہ اعتدال پر واقع ہے۔ اور اگر مرکز اعتدال سے اُسے ہٹا دیا جائے تو ایک دوسری ہی نوعیت کی چیز پیدا ہو جائے گی۔ حکمت میں اگر افراط کی صورت ہو تو وہ خباثت اور چالاکي بن جاتی ہے۔ اور تفریط کی صورت ہو تو وہ نافہمی و کمند

ذہنی ہو جاتی ہے۔ عفت میں اگر افراط ہو تو وہ خمود و بے
 حسی ہے اور تفریط ہو تو ہوس رانی و شہوت پرستی کہلاتی
 ہے۔ شجاعت میں اگر افراط ہو تو وہ قہر و تہور ہے اور تفریط
 ہو تو بزدلی و کم ہمتی کے نام سے پکاری جاتی ہے؛ اور عدالت
 حد و وسط سے انحراف کی صورت میں ظلم یا ذلت و خواری کی
 شکل اختیار کرے گی۔ اسی طرح دوسرے اخلاقِ فاضلہ میں
 عدل و توازن ہی باعثِ حسن و خوبی ہے۔ چنانچہ اقتصاد و
 میانہ روی میں خوبی اسی لئے ہے کہ وہ بخل اور اسراف کے
 وسط میں ہے۔ اور تواضع میں حسن اسی لئے ہے کہ وہ نہ غرور
 کی حد تک پہنچتی ہے اور نہ ذلت نفس کی سطح پر اتر آتی ہے۔
 غرض ہر فضیلت وہ قول سے متعلق ہو یا عمل سے یا اعتقاد
 سے، عدل ہی اس کا اصل جوہر ہے۔ اور چونکہ ہر چیز میں حد
 و وسط سے انحراف کی صورت میں متفرق راہیں پیدا ہو جاتی

ہیں اس لئے ضلالت کے راستے متعدد اور ہدایت کا راستہ
ایک ہو گا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا
السَّبِیْلَ فَتَفْرَقَ بَکُمْ عَنْ سَبِیْلِهِ۔

یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرو۔ اور دوسرے
متعدد راستوں کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ وہ تمہیں حق کی راہ سے
منتشر کر دیں گے۔

ذکر و فکر:- ذکر یہ ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی یاد
سے غافل نہ رہے اور فکر یہ ہے کہ انسان خلقتِ کائنات و
مظاہرِ فطرت پر نظرِ غائر ڈال کر صانع کے حسنِ صنعت کا
کرشمہ دیکھے۔ ذکر سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور غفلت کے
پردے چاک ہو جاتے ہیں اور فکر سے علم و یقین کی روشنی
بڑھتی ہے۔ چنانچہ جب وہ تعقل و تفکر سے کام لیتا ہے اور

اپنے اندر اور باہر کی کائنات میں غور و فکر کرتا ہے تو اُسے
 ہر چیز کی تہ میں ایک حکیمانہ تدبیر و فہم کار فرمانظر آتا ہے۔
 خود اپنی ذات پر نظر کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نطفہ کے ایک
 حقیر قطرہ سے اس کے وجود کی بنیاد رکھی گئی اور ایک معینہ
 مدت تک شکم مادر میں اس کے نشوونما کے سامان ہوتے
 رہے اور دنیا سے ہست و بود میں قدم رکھتے ہی سانس لینے
 کے لئے ہوا، تشنگی بجھانے کے لئے پانی اور گر سگی دور
 کرنے کے لئے ہر طرف رزق کے انبار فراوانی سے موجود
 اور جسمانی ساخت کا ایسا مستحکم نظام جس میں ذرہ بھر نقص
 نہیں۔ اس طرح کہ ہڈیوں کے سہارے جسم کو کھڑا کیا گیا۔
 اس میں رگوں کا جال اس طرح پھیلایا گیا کہ از سر تا پا خون
 کی گردش ہوتی رہے اور ہر عضو کو اس کی ضرورت کے
 مطابق غذا ملتی رہے اور ہڈیوں کے جوڑ بند اس طرح ملائے

کہ اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں ذرار کاوٹ نہ ہو اور تمام
 وظائف خوش اسلوبی سے انجام پاتے رہیں۔ اس منظم
 کارخانہ اور اس کے نظم و نسق کو دیکھنے کے بعد وہ یہ تسلیم
 کرنے کے لئے کبھی آمادہ نہ ہو گا کہ یہ بے شعور مادہ کی
 کار فرمائی اور بعض عناصر کے اتفاقی تصادم کا نتیجہ ہے۔
 اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو کائنات میں یکسانیت اور نظم
 خلقت میں وحدت نظر نہ آتی جب کہ یہ مسلم ہے کہ اتفاق نہ
 حدود کا پابند ہوتا ہے نہ قیود کا۔ لہذا یہ نظم و انضباطِ عالم اس کی
 قوی دلیل ہے کہ دیکھ بھال کرنے والی کوئی مدبر ہستی
 موجود ہے اور جوں جوں غور و فکر میں ترقی ہوگی اللہ تعالیٰ
 کی ہستی کا یقین دل کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کرتا
 جائے گا اور اس کے رخ مستور سے شک و ابہام کا پردہ اٹھ
 جائے گا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

العجب من مخلوق يزعم ان الله يخفى على عباده و
هو يرى اثر الصنع في نفسه بتركيب يهت عقله و
يبطل حجة۔

تعجب ہے اس پر جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی
نظروں سے اوجھل ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اندر اس کی صنعت
کے ایسے آثار دیکھتا ہے جن کی ترکیب و ترتیب اس کی
عقل کو حیران اور اس کے خلاف اس کی ہر دلیل کو توڑ دیتی
ہے۔“

یونہی کائناتِ عالم کی طرف نگاہ دوڑاتا ہے تو دیکھتا
ہے کہ کس حکمت کا ملہ سے سورج، چاند اور ان گنت ستارے
ضیا پاشی کا سامان کر رہے ہیں، اور فضا میں ہر طرف ہوائیں
پھیلی ہوئی ہیں تاکہ زمین کے ہر حصہ پر سانس لی جاسکے اور
اس کی متموج لہروں کے ذریعہ شرق و غرب عالم کی

آوازوں کو سمیٹا جائے اور اس کے فرشِ زمین پر کس طرح
 انسانی بود و ماند کے قابل بنایا گیا ہے کہ نہ اتنا سخت کہ چلنے
 پھرنے میں تکلیف ہو اور نہ اتنا نرم کہ پیراں دردھنسنے لگیں۔
 اور اجزائے ارضی میں قوتِ نامیہ و دیعت کر کے اس کی
 عریانی کو سبزے سے ڈھانپا اور اس کی گود کو پھلوں اور
 خوش رنگ پھولوں سے بھرا گیا ہے۔ اور اس کی سیرابی کے
 لئے بادلوں سے مینہ برسائے گئے اور پہاڑوں سے آبِ
 شیریں کے چشمے جاری کئے گئے اور اس کی تہہ میں قیمتی
 دھاتوں کے خزانے بھر دیئے گئے۔ کیا یہ سب کچھ خود بخود
 ہو گیا ہے یا کسی صانع کی اعجازِ نمائی ہے۔ جب وہ اپنے اندر
 اور عالم میں بکھری ہوئی نشانیوں کو دیکھتا تو اس میں شک و
 تذبذب کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا اور اس کی ہستی کا یقین دل
 میں راسخ ہو جاتا ہے چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا
تَبْصُرُونَ۔

یقین رکھنے والوں کے لئے زمین میں بے شمار نشانیاں ہیں
اور خود تمہارے اندر بھی تو کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے۔“

پھر دنیا کے تغیرات و انقلابات کو دیکھتا ہے کہ جو
بنتا ہے وہ بگڑتا ہے، جو کھلتا ہے وہ مرجھاتا ہے اور جو پیدا
ہوتا ہے وہ مرتا ہے۔ تو کیا یہ تمام کارخانہ شکست و ریخت
بغیر کسی مقصد کے ہے۔ غور و فکر اسے اس نتیجہ تک
پہنچائے گا کہ جب ہر چیز کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے تو اس دنیا
کی عظیم زندگانی کا بھی کوئی مقصد ہونا چاہئے۔ اور جب کہ ہر
بگاڑ کے پیچھے بناؤ اور سلجھاؤ ہے تو اس فانی زندگی کے پیچھے
بھی کوئی باقی و جاوداں زندگی ہونا چاہئے جسے دنیوی زندگی کا
مقصد قرار دیا جاسکے اور جب ان دونوں زندگیوں میں

موازنہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ ایک کا نتیجہ فنا اور ایک کا انجام بقا ہے تو وہ آخرت کی دائمی راحت کو دنیا کی چند روزہ زندگی پر ترجیح دے گا۔ جب غور و فکر سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے تو عمل کی تحریک اور آخرت کے سروسامان کی فکر دامن گیر ہوتی ہے اور اس طرح وہ ذخیرہ آخرت فراہم کرنے اور عمل صالح بجالانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

التفکر یدعو الی البر والعمل بہ

تفکر، نیکی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دیتا ہے۔“

تقویٰ نام ہے اس تاثر کا جو عظمت و اقتدار الہی

کے تصور سے انسان کے دل و دماغ پر طاری ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور ادائے فرض پر آمادہ ہوتا ہے تاکہ عقبیٰ کی باز پرس اور جہنم کے عذاب سے اپنا

تحفظ کر سکے۔ خداوند عالم نے بہت سے محامد و اوصاف کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے جن میں چند یہ ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں:

(۱)

تقویٰ ایک ممدوح صفت ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور ”اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بے شک یہ بڑے حوصلے کے کام ہیں۔“

(۲)

یہ کید و مکر سے حفظ و نگہداشت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: وان تصبروا واتقوا لا يضرکم کیدہم شیئاً ”اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہیں ان کا

مکر ذرا نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“

(۳)

یہ تائید و نصرتِ الہی کا وسیلہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ان اللہ مع الذین اتقوا۔ ”اللہ تعالیٰ تو بس ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔“

(۴)

یہ سختیوں سے رہائی اور رزق کی فراوانی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ومن یتق اللہ يجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب۔ ”جو خدا سے ڈرے گا تو خدا اس کے لئے رہائی کی صورت پیدا کر دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے سان گمان بھی نہ ہو۔“

(۵)

یہ اصلاحِ عمل کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: اتقوا اللہ
وقولوا قولا سديدا يصلح لكم اعمالكم۔ ”خدا
سے ڈرتے رہو اور جب کہو تو درست بات کہو تو خدا تمہارے
اعمال درست کر دے گا۔“

(۶)

یہ محبتِ الہی کا پیشِ خیمہ ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے: ان اللہ
يحب المتقين۔ ”بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا
ہے۔“

(۷)

اس پر قبولیتِ اعمال کا انحصار ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی
ہے: انما يتقبل الله من المتقين۔ ”اللہ تعالیٰ صرف

پر ہیز گاروں کے اعمال قبول کرتا ہے۔“

(۸)

یہ دشواریوں کے حل کرنے کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔ **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا** ”جو خدا سے ڈرتا ہے خدا اس کے کام میں سہولت و آسانی پیدا کر دیتا ہے۔“

(۹)

یہ عفو گناہ اور اجر عظیم کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: **وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمْ لَهُ أَجْرًا**۔ ”جو خدا سے ڈرتا رہے گا تو وہ اُس کے گناہ دور کر دے گا اور اُسے بڑا اجر دے گا۔“

(۱۰)

یہ فلاح و کامرانی کا باعث ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: واتقوا
اللہ لعلکم تفلحون۔ ”خدا سے ڈرو تا کہ تم فلاح و
کامرانی حاصل کرو۔“

(۱۱)

یہ عزت و سرفرازی کا سبب ہے چنانچہ ارشاد ہے: ان
اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ بے شک خدا کے نزدیک
تم میں سب سے زیادہ باعزت وہی ہے جو بڑا پرہیزگار ہو۔“

(۱۲)

یہ موت کے وقت نوید و بشارت کا سبب ہے۔ چنانچہ ارشاد
الہی ہے: الذین آمنوا وکانوا یتقون لهم البشرى
فى الحیوة الدنیا والآخرۃ۔ وہ لوگ جو ایمان لائے اور

خوف کھاتے رہے اُنہیں دُنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے
اور آخرت میں بھی۔“

(۱۳)

یہ نجات کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ثم ننجی الذین
اتقوا۔ ”پھر انہی کو نجات دیں گے جو ڈرتے رہے ہیں۔“

(۱۴)

یہ فوزِ اخروی کا ضامن ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: والعاقبة
للتقویٰ۔ ”پرہیز گاری ہی کا تو انجام بخیر ہے۔“

محبت و مودّت:- دُنیا میں زندگی بسر کرنے
کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سب سے زیادہ
ضروری چیز تعلقات کی خوشگوا ری اور باہمی تعاون و ساز گاری
ہے۔ کیونکہ انسان اپنے ضروریات میں ایک دوسرے کا

محتاج ہے اور دوسروں سے بے نیاز رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اور محبت و باہمی وابستگی کی صورت میں باآسانی ان ضروریات کو پورا کیا جاسکتا ہے اور محبت کے ہوتے ہوئے کسی کو کسی سے شکایت کا موقع نہ ملے گا۔ کیونکہ محبت ایثار کی مقتضی ہوتی ہے اور روابط محبت کی استواری کے بعد اگر کوئی نقصان ہوتا بھی ہو تو اُسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ اسی لئے شارع اسلام نے نماز پنجگانہ، جمعہ کے اجتماع، مصافحہ اور میل ملاقات کو خاص اہمیت دی ہے تاکہ لوگوں میں اُلفت و یگانگت کے رابطے بڑھیں، اور ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہوں؛ دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کریں اور اپنے بنی نوع کے کام آئیں۔

صلہ رحمی:- صلہ رحمی یہ ہے کہ اپنے عزیزوں اور قریبیوں سے قطع تعلق نہ کرے؛ نہ انہیں کسی قسم کا گزند

پہنچائے اور نہ اُن کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو رنجش و
 دل شکستگی کا باعث ہو۔ بلکہ ہر طرح سے اُن کی دلجوئی و
 ہمدردی کرے۔ احتیاج و ضرورت کے موقع پر اگر
 استطاعت رکھتا ہو تو اُن کی مدد کرے۔ کسی مصیبت میں
 مبتلا ہوں تو اُن کی رہائی کے لئے تگ و دوں کرے؛ بیمار
 ہوں تو عیادت کے لئے جائے، غمی خوشی میں شرکت
 کرے۔ اس صلہ رحمی کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے محبت و
 موانست کے جذبات قوی ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے
 وابستہ کر دیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں وہ وقت پر کام آتے
 ہیں۔ دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور اس اجتماع و اتحاد
 سے قوت پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ اور احادیث میں وارد
 ہوا ہے کہ اس سے عمر میں اضافہ اور فقر و پریشانی کا ازالہ
 ہوتا ہے۔

احسان:- کسی کے ساتھ نیکی کرنا احسان کہلاتا

ہے احسان کا پھل دُنیا میں ملتا ہے اور آخرت میں بھی۔

چنانچہ انسان جب دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے تو

”الانسان عبید الاحسان۔ انسان بندۂ احسان ہے۔“

کی بنا پر دوسرا اس حسنِ سلوک و ہمدردی سے متاثر ہو گا اور

اس کے دل میں محبت و خیر سگالی کے جذبات پیدا ہوں گے

اور وہ اس احسان کے بدلہ میں اپنی تمام ہمدردیوں کو اس

کے لئے وقف کر دے گا۔ اور وہ خود بھی جب نام و نمود اور

ذاتی اغراض کے جذبات سے الگ ہو کر کسی کے ساتھ نیکی

کرتا ہے مثلاً کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے یا کسی نادار کی مدد

کرتا ہے تو ایک ایسی ملکوتی مسرت محسوس کرتا ہے جو

مادی لذائذ سے کہیں زیادہ کیف افزا ہوتی ہے۔ اور اگر اس

کے احسان کو ناقدری و ناشکری کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تو اُسے اس پر کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ اس کا احسان رائیگاں نہیں گیا۔ اس لئے کہ اس نے روحانی مسرت کے ساتھ محبت الہی کی دولت حاصل کر لی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: **والله يحب المحسنين**۔ ”اللہ تعالیٰ کی محبت اُن کے لئے ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔“

چشم پوشی: اگر انسان دوسروں کے عیوب ہی پر نظر رکھے اور کسی موقع پر چشم پوشی سے کام نہ لے تو وہ کبھی زندگی کو خوشگوار نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ انسانوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ اگر اُن کی ہر ہر غلطی پر نظر رکھی جائے اور ہر بات سے اثر لیا جائے تو وہ ان کی نظروں میں کھٹکنے لگے گا اور تعلقات کی خوشگواری ختم ہو جائے گی اور اس طرح وہ اپنے

ہاتھ سے اپنے دوستوں کو کھودے گا اور وقت پر اُسے کوئی
معاون و مددگار نہ مل سکے گا۔

خوش خلقی:- یہ وہ جو ہر ہے جو اپنی تابانیوں

سے چاروں طرف مسرت پھیلاتا اور دل و دماغ کو غم و غصہ
کے مضر جذبات سے بچا کر ایک کیف افزا ماحول میں پہنچا
دیتا ہے۔ چنانچہ جو خوش خوئی و نرم روی کے صفات رکھتا
ہے وہ نہ تنہا اپنی ذہنی فضا کو پر مسرت بناتا ہے بلکہ دوسروں
کے لئے بھی بساطِ مسرت چن دیتا ہے اور اس طرح وہ بڑی
آسانی سے دوسروں کا تعاون حاصل کرتا ہے اور اپنے
بگڑے کاموں کو بنا لیتا ہے۔

اصلاح ذات البین:- باہم غلط فہمیوں کو دور

کر کے دو شخصوں کو آپس میں ملا دینا ”اصلاح ذات البین“

کہلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اگر کوئی بات خلاف واقع کہنی
 پڑے اس طرح کہ ایک کو دوسرے کی طرف سے یہ کہے
 کہ وہ تمہارے متعلق بڑے اچھے خیال کا اظہار کرتا تھا اور
 دوسرے سے یہ کہے کہ وہ تمہارے فلاں کام کی بڑی تعریف
 کرتا تھا تو یہ باتیں اگرچہ خلاف واقع ہیں لیکن مقصد کی
 اہمیت کے پیش نظر اس دروغِ مصلحت آمیز کی شرعاً
 اجازت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دونوں طرف سے دل
 صاف ہو جائیں گے اور کدورتیں ختم ہو جائیں گی۔ اسی
 اہمیت کے پیش نظر قدرت کا ارشاد ہے: انما المؤمنون
 اخوة فاصلحوا بین اخویکم۔ مومن آپس میں بھائی
 بھائی ہیں لہذا اپنے دو بھائیوں میں (اگر رنجش ہو تو) میل
 کرادیا کرو۔“

راست گوئی: علم و یقین کے مطابق کسی بات
 کے کہنے کا نام سچ اور خلاف واقعہ کا اظہار کا نام جھوٹ
 ہے۔ خواہ یہ خلاف واقعہ اظہار زبان سے ہو یا سر کی حرکت
 سے یا ہاتھ کے اشارہ سے۔ سچ اخلاقی تعمیر کی بنیاد اور خود
 اعتمادی و ذہنی سکون کا سرچشمہ ہے اور جھوٹ سے اطمینان و
 ذہنی اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سچ فطری اور جھوٹ
 فطرت سے بغاوت ہے۔ چنانچہ ایک بچے سے جو ابھی غلط
 ماحول سے متاثر نہ ہوا ہو، کوئی بات دریافت کی جائے تو بے
 ساختہ اس کی زبان پر سچی بات آئے گی اور جب پہلے پہل کسی
 سے کوئی خلاف واقعہ بات سنتا ہے تو اُسے ایک طرح سے
 حیرت ہوتی ہے کہ یہ کیا؟ اور اس کی صاف و سادہ طبیعت پر
 یہ چیز گراں گزرتی ہے۔ سچا انسان بغیر کسی ہتھیار کے اپنے
 اندر اتنی قوت رکھتا ہے کہ اُس کا مقابلہ مشکل ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف جھوٹا آدمی جھوٹ کو ظاہر ہو جانے کے اندیشہ سے غیر مطمئن اور ذہنی الجھاؤ میں مبتلا اور متذبذب و متزلزل رہتا ہے۔ اور چونکہ لوگ اس کی بات پر اعتماد نہیں کرتے اس لئے وہ اُن کی نگاہوں میں بھی ذلیل اور خود اپنی نظروں میں بھی حقیر ہو جاتا ہے۔ اسلام اصلاحِ معاشرہ اور باہمی تعاون و اعتماد کا داعی ہے اور یہ دونوں چیزیں سچائی سے وابستہ ہیں اس لئے وہ ایک مسلمان کو زندگی کے ہر شعبہ میں سچائی کی راہ پر گامزن دیکھنا چاہتا ہے۔ خواہ سچائی بہت سے منافع سے محرومی اور جھوٹ بہت سے فوائد کا باعث کیوں نہ ہو۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

علامة الايمان ان توثر الصدق حيث يضرك على
الكذب حيث ينفعك

ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچائی سے نقصان اور جھوٹ

سے کچھ فائدہ بھی حاصل ہو رہا ہو، سچائی ہی کو اختیار کرے۔
وہ اوصاف جن سے انسان کو خالی ہونا چاہئے تاکہ
اخلاق کی تربیت باحسن طریق ہو سکے، یہ ہیں:

بدعت: بدعت کے لغوی معنی نئی چیز کے ہیں
اور اصطلاحاً اس چیز کو کہتے ہیں جو قرآن و سنت کے خلاف
ہونے کے باوجود دین میں داخل کر لی گئی ہو۔ یہ حرام اور
سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔ جیسے نوافل میں جماعت، جمعہ
کے دن اذان میں اضافہ، قبل از وقت افطار، اعضائے مسح کو
مسح کے بجائے دھونا، امام حق کے خلاف بغاوت وغیرہ۔
اور ہر نئی چیز پر بدعت کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ شہید
رحمۃ اللہ علیہ نے قواعد میں تحریر کیا ہے کہ صرف انہی
چیزوں کو بدعت سے تعبیر کیا جائے گا جو اولہ تحریم کے
تحت میں آتی ہوں۔ اور جو اس کے تحت میں نہ آتی ہوں

انہیں حرام نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ اُن میں سے بعض واجب ہیں۔ جیسے کتاب و سنت کی تدوین جب کہ اُن کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور بعض مستحب ہیں۔ جیسے دینی مدارس کی تاسیس اور بعض مکروہ ہیں، جیسے تزیین مساجد اور بعض مباح ہیں جیسے آرام و رہائشیت کی زندگی بسر کرنا۔

قیاس: دین میں قیاس کے معنی یہ ہیں کہ کسی امر مشترک کی وجہ سے ایک چیز کا حکم دوسری چیز پر جاری کرنا کیونکہ وہ امر مشترک ہی اس حکم کی علت ہے اور علت کا اتحاد حکم کے اتحاد کا مقتضی ہوتا ہے۔ اس قیاس کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم قیاس منصوص العلّہ ہے جیسے ارشاد نبوی حرمت الخمر لا سکارھا۔ (شراب نشہ آور ہونے کے سبب سے حرام ہے) سے ہر نشہ آور چیز کو حرام قرار دینا۔ یہ

قیاس صحیح ہے۔ کیونکہ شارع نے خود علت کو بیان کر دیا ہے۔

دوسری قسم قیاس بطریق اولیٰ ہے۔ جیسے ارشادِ الہی: وَلَا تَقْلُ لِهَآءِف ”ماں باپ کو اف تک نہ کہو۔“
سے گزند و اذیت کا حرام قرار دینا۔ یہ قیاس بھی اپنی اولویت کی بنا پر درست ہے۔

تیسری قسم قیاس مستنبط العلہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی رائے سے علت کا استنباط کر لیا جائے اور اُسے مناطِ حکم قرار دے لیا جائے۔ یہ قیاس شیعہ نقطہ نظر سے صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس و رائے کی تجویز کی ہوئی علت کا علت ہونا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ چور کا ہاتھ اور ایک چو تھائی دینار کی وجہ سے کاٹا جاتا ہے تو از روئے قیاس غاصب کا ہاتھ بھی اس مقدار پر قطع ہونا چاہئے؛ حالانکہ وہ ہزار دینار بھی

غضب کر لے جب بھی اس کے ہاتھ قطع نہیں ہوں گے۔
 اس لئے آئمہ معصومین علیہم السلام نے اس قسم کے قیاس
 سے منع کیا ہے تاکہ انسانی رایوں سے شریعت کے
 خدوخال مسخ نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ
 السلام کا ارشاد ہے:

والسنة اذا قيست بحق الدين

سنت میں اگر قیاس کیا جائے تو دین ہی ختم ہو جائے گا۔
 البتہ ایک گروہ اس قسم کے قیاس کو صحیح سمجھتا اور اُسے
 شرعی ماخذ قرار دیتا ہے۔ ابن قتیبہ نے المعارف میں اس
 گروہ کے نمایاں افراد کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں ابن ابی
 لیلیٰ، ابو حنیفہ، ربیعہ بن ابی عبد الرحمن، زفر بن حزیل،
 عبد الرحمن ابن عمرو، اوزاعی، سفیان ثوری، مالک بن انس،
 قاضی ابو یوسف اور محمد ابن الحسن الفقیہ ان سب میں حضرت

ابو حنیفہ کو ایک خاص شہرت و امتیاز حاصل ہے۔ چنانچہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور دمیری نے حیۃ الجنان میں انہیں اہل قیاس و رائے کا امام تحریر کیا ہے اور زمخشری نے ربیع الابرار میں یوسف ابن اسباط کا یہ قول نقل کیا ہے:

رد ابو حنیفہ علی النبی اربع مائة حدیث او اکثر۔ امام ابو حنیفہ نے چار سو یا اس سے زیادہ حدیثوں کو قیاس کے مقابلہ میں ناقابل عمل قرار دیا۔“

عجب و کبر: عجب (خود بینی) یہ ہے کہ انسان اپنی کسی خوبی پر ناز کرتے ہوئے دوسروں سے اپنے کو بلند و برتر تصور کرے۔ عام اس سے کہ وہ خوبی اس میں پائی جاتی ہو یا نہ پائی جاتی ہو یا جسے وہ خوبی سمجھ رہا ہے وہ واقع میں خوبی ہو یا صرف اسے خوبی تصور کر لیا ہو۔ اور کبر (غرور) یہ ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں ایسے افعال و حرکات کا

مظاہرہ کرے جس میں اپنی بلندی اور دوسروں کی تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔ مثلاً کسی کے ہاتھ کھانے پینے میں ناک بھوں چڑھائے، غریب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور تعلقات پیدا کرنا پسند نہ کرے۔ راستہ چلنے میں ساتھ والوں سے آگے رہنے کی کوشش کرے۔ دوسروں سے سلام کا منتظر رہے اور بات چیت میں بے رخی و بے التفاتی کا رویہ اختیار کرے۔ یہ تمام چیزیں تکبر کی علامت ہے ایسا شخص فیضانِ رحمت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ چنانچہ جب مینہ برستا ہے تو سر بلند چوٹیوں سے پانی گزر جاتا ہے اور جہاں نشیب ہوتا ہے وہاں جمع ہوتا ہے اور اس کے رگ و ریشہ کو سیراب کر دیتا ہے۔ اس غرور و خود پسندی کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے آغاز و انجام کو دیکھے کہ اَوَّلُهُ نطفۃ وَاٰخِرُهُ جیفۃ۔ اس کی ابتداء نطفہ اور انتہا مردار ہے۔ ”اور اپنی شکستگی و درماندگی پر نظر

کرے کہ وہ زندگی کے ہر گوشہ میں سراپا احتیاج ہے اور ہر
 مرحلہ پر دوسروں کے سہارے کا منتظر۔ جب پیدا ہوا اُس
 وقت دوسروں کی تربیت و نگرانی کا دست نگر، جب مرے گا
 اس وقت دوستوں کے قبر تک پہنچانے کا محتاج؛ اور جب
 تک زندہ رہا لباس، رہائش، غذا، دوا، غرض زندگی کے تمام
 ضروریات میں دوسروں کا سہارا ڈھونڈتا رہا۔ اس کے
 مقابلہ میں حیوان کا دائرہ احتیاج کہیں محدود ہے۔ وہ اپنی
 جائے رہائش خوراک خود مہیا کر لیتا ہے، لباس کی اُسے
 احتیاج نہیں۔ مرض کا حملہ اس پر بہت کم ہوتا ہے اور جب
 ہوتا ہے تو اپنی دوا خود تلاش کر لیتا ہے، اگر انسان کو اپنے
 حسب و نسب پر غرور ہو تو اُسے غور کرنا چاہئے کہ اس میں
 اس کی کارکردگی کا کیا دخل ہے کہ بلند نسب اس کے لئے
 سرمایہ اختیار بن سکے۔ اُسے یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ اپنے آباء

کے کمالات کا ورثہ دار ہے یا ننگِ اسلاف۔ اگر ورثہ دار ہے
 تو یہی ذاتی جوہر کیا کم ہے کہ وہ قصرِ عز و افتخار کی تعمیر کے
 لئے بوسیدہ ہڈیوں کا سہارا ڈھونڈھے۔ اور اگر باعثِ ننگ
 ہے تو ان پر افتخار موجبِ عار ہے۔ اور اگر مال و دولت کی
 وجہ سے غرور ہو تو یہ دیکھے کہ یہ تو مبروص اور کوڑھی لوگوں
 کے پاس بھی فراوانی کے ساتھ ہو سکتی ہے اور کافرو بے
 دین بھی اس میں سے زیادہ حصہ سمیٹ سکتا ہے۔ تو اس پر
 فخر ہی کیا جس میں ایک کافر بھی بڑھ جائے اور قوت و طاقت
 پر ناز ہو تو ایک چیونٹی کو دیکھے کہ وہ دن بھر چلتی پھرتی اور
 اپنے سے چار سو گنا بوجھ اٹھالیتی ہے مگر تھکتی نہیں۔ اور
 شہد کی مکھی ایک قطرہ شہد تیار کرنے کے لئے تین سو
 پھولوں کا رس چوستی ہے مگر تھکن محسوس نہیں کرتی۔ اور
 مچھر انتہائی قلیل غذا کے باوجود دن بھر پرواز کر سکتا ہے اور

اُسے چند گھنٹے بھی پیدل چلنا پڑے تو ہلکان ہو جائے۔

حسد: یہ ایک شدید قسم کا نفسانی مرض ہے جو حاسد کو گھن کی طرح اندر ہی اندر چاٹ لیتا ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ حسد سے نہ محسود کا کچھ بگڑ سکتا ہے نہ اس کی نعمتیں اور آسائش سلب ہو سکتی ہیں۔ پھر جلنا اور کڑھنا تقاضائے ہوشمندی کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ دوسروں کو نقصان پہنچنے کے بجائے خود اس کے لئے تلخیوں کے ایسے اسباب فراہم ہو جاتے ہیں جو اُسے ہمیشہ قرار سکون سے محروم اور ذہنی الجھنوں میں مبتلا رکھتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اقل الناس لذة الحسود۔ حاسد سب سے بڑھ کر تلخ کام ہوتا ہے۔ “اگر اُسے یہ یقین ہو کہ خداوندِ عالم جو کچھ کرتا ہے اس میں خیر و مصلحت ہی کار فرما

ہوتی ہے: اگر کسی کو عزت و اقبال اور جاہ و ثروت سے وافر حصہ دیتا ہے؛ تو اُس میں بھی اس کی حکمت و مصلحت ہوتی ہے۔ لہذا حسد کرنا حکمت و مصلحتِ الہی کے خلاف چاہنا ہے اور یہ ایک طرح سے سرکشی و الحاد ہے جو خیر و سعادت سے محرومی کا باعث ہوتا ہے۔

غیظ و غضب: یہ بھی ایک نفسانی مرض ہے جس کے نتیجہ میں انسان بے قابو ہو جاتا ہے اور زبان سے ایسے نازیبا کلمات نکل جاتے ہیں یا ہاتھ سے ایسی حرکت سرزد ہو جاتی ہے جس کے نتائج عموماً ناخوشگوار ہوتے ہیں۔ اگر اس ہیجانی کیفیت پر صبر و ضبط کے ذریعہ غلبہ پالیا جائے تو بہت سے مفسد کا سد باب ہو جاتا ہے اور دوسرے فریق پر یہ اثر پڑتا ہے کہ وہ اس زیادتی پر جو غصہ دلانے کا باعث ہوئی ہے خود نادام و شرمسار ہوتا ہے اور اپنی خطا کا اعتراف

کرتے ہوئے معذرت پر آمادہ ہو جاتا ہے جس سے تلخی پھر خوشگواہی سے بدل جاتی ہے۔

غیبت: کسی مومن کی پس پشت برائی کرنا غیبت

کہلاتا ہے۔ یہ ایک ایسی ناشائستہ خصلت ہے کہ انسان دوسروں کے عیوب کی ٹوہ میں لگا رہتا ہے تاکہ اپنی عادت کو پورا کرنے کے لئے اُسے مواد حاصل ہو تا رہے۔ قدرت نے اس خصلت کو مردار خواری سے تعبیر کیا ہے تاکہ انسان کو فطری کراہت کو اُبھار کر اُسے نفرت دلائے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

ولا یغتب بعضکم بعضا یحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً۔

تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی یہ گوارا کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔

غیبت سے منع کرنے اور اس سے نفرت دلانے کے لئے اس سے بہتر کیا تعبیر ہوگی کہ یہ غیبت کرنا ایسا ہی ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ یہ قید اس لئے ہے کہ مردہ نہ زبان سے کچھ کہہ سکتا ہے اور نہ ہاتھ سے روک سکتا ہے جس طرح چاہو اُسے چیر و پھاڑو اور اُس کی بوٹیاں نوچو۔ یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے جس کی غیبت کی جاتی ہے کہ وہ نہ غیبت کرنے والے کی زبان روک سکتا ہے اور نہ اُسے منع کر سکتا ہے کیونکہ یہ سب برائی اُس کے پس پشت ہوتی ہے۔ اس غیبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے آپس میں نفرت بڑھتی ہے، پھر رفتہ رفتہ اس نفرت کا دائرہ اتنا وسیع ہو جاتا ہے کہ خاندانوں اور قوموں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جس سے ایسے مفسد جنم لیتے ہیں جو تباہی و بربادی کی تکمیل کر دیتے ہیں۔

تعمیر: کسی شخص کو اس کے عیب یا گناہ کی بنا پر
 مطعون قرار دینا تعمیر کہلاتا ہے یہ بھی بعض لوگوں کا
 دلچسپ مشغلہ ہے کہ وہ جس میں کوئی بری بات دیکھتے ہیں،
 اس کی تنقیص شروع کر دیتے ہیں اور بعض تو اپنی نقشف
 پسندی و تنک مزاجی کی وجہ سے اُسے نہی عن المنکر کے قبیل
 سے تصور کرتے ہوئے موقع بے موقع زبان طعن کھول
 دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ خود اپنا جائزہ لیں تو اس جیسے کتنے ہی
 عیوب ان کے اندر موجود ہوں گے۔ درحقیقت یہ عیب
 بینی و نکتہ چینی اپنی ہی خامی ہوتی ہے جو دوسروں کے اندر
 نظر تھی ہے۔

اے بسا علیے کہ بینی در کساں

خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں

اگر یہ گناہ سے نفرت دلانے اور نصیحت و خیر

خواہی کے عنوان سے ہو تو یہ نہی عن المنکر کے قبیل سے سمجھی جائے گی جو اپنے محل و مورد سے وابستہ ہے۔ مگر یہ نکتہ چینی تو علاج کے بجائے دوسرے کی تحقیق و تہلیل کے لئے ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ وہ خود اس عیب سے بری ہیں۔ لیکن بری ہوں بھی تو اس کا ذمہ تو نہیں لے سکتے کہ ان کا دامن کبھی داغدار نہ ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ جو آج دوسروں میں کیڑے ڈال رہے ہیں کل ان میں بھی پڑ جائیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

من غیر مومن اذن بلم یمت حتی یرکبہ

جو کسی مومن پر اس کے کسی گناہ کی وجہ سے عیب لگاتا ہے وہ ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو کر مرتا ہے۔“

سوء ظن: کسی مسلم و مومن کے متعلق خود ساختہ

قرآن کی بنا پر خیال فاسد قائم کرنا سوء ظن کہلاتا ہے۔ یہ چیز خبث فطرت و سوء باطن کی دلیل ہے جس کے نتیجہ میں باہمی تعاون و اعتماد کا ماحول ختم ہو جاتا ہے اس لئے قدرت نے بد گمانی کو گناہ سے تعبیر کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثْمٌ

اے ایمان والو! بہت سی بد گمانیوں سے بچے رہا کرو کیوں کہ بعض گمان بد گناہ ہوتے ہیں۔“

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِ دَمَهُ وَعَرْضَهُ وَأَنْ يَظُنَّ بِهِ ظَنُّ السَّوِّءِ۔

خداوند عالم نے مسلم کا خون بہانے، اس کی عزت پر حملہ آور

ہونے اور اس کے متعلق سوء ظن رکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔

بد گمانی کو وہی شخص اپنے دل میں جگہ دے گا جس کا دل خود صاف نہ ہو گا اس لئے کہ انسان ہر آئینہ میں اپنی ہی صورت دیکھتا ہے؛ اور جیسا وہ خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کے متعلق تصور قائم کرنے لگتا ہے۔ اور جس کا دل پاک و صاف ہو گا وہ بد گمانی کو اپنے دل میں نہ آنے دے گا اور نہ زبان سے کوئی ایسی بات کہے گا جس سے بد گمانی کا اظہار ہو۔ اس قسم کی بد گمانی صرف اغوائے شیطانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اندرونی کیفیت و باطنی حالت پر خداوند علیم و خبیر کے علاوہ کوئی دوسرا آگاہ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی دوسرے کے اندر جھانک کر نیت کی اچھائی یا برائی کو دیکھ سکتا اور دل کا حال جان سکتا ہے۔ لہذا کسی کے متعلق بے جانے بے دیکھے

ایک خیال قائم کر لینا صرف اس وجہ سے ہو سکتا ہے کہ شیطان نے اس کی قوت واہمہ میں نیکی کا تصور قائم کرنے کے بجائے برا تصور قائم کر دیا ہے اور جو تصور شیطانی

و سو سے کا نتیجہ ہو اس پر اثرات مرتب کرنا غلط ہو گا۔ اس

طرح کہ کسی کو خیرات کرتے دیکھیں تو یہ خیال قائم کر لیں کہ یہ نام و نمود کے لئے ایسا کر رہا ہے یا کوئی اور عمل خیر کر رہا ہو تو اُسے اس کی ذاتی غرض پر محمول کیا جائے۔ ہمیں ظاہر کو دیکھتے ہوئے حسن ظن ہی سے کام لینا چاہئے۔ رہا نیت کا سوال تو اس کا محاسبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب حسن ظن ہی پر بنیاد ہے تو پھر جو ہو اس پر اعتماد کر لینا چاہئے۔ جسے چاہیں گھر میں چھوڑ

جائیں جسے چاہیں اپنے مال سپرد کر دیں اور جو شخص کوئی دعویٰ کرے اُسے بغیر دلیل و سند کے تسلیم کر لیں تو یہ حزم

و احتیاط اور تقاضائے عقل کے خلاف ہو گا۔ ایسے موارد پر
 حسن ظن کو بنیاد نہیں قرار دیا جاسکتا اور نہ ہر ایک پر پرکھے
 بغیر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا
 ارشاد ہے:

الطمانینۃ علی کل احد قبل الاختبار عجز
 پر کھے بغیر ہر ایک پر بھروسہ کر لینا عجز و کمزوری کی دلیل
 ہے۔“

فحش کلامی : یہ بازاری لوگوں کا وطیرہ ہے کہ وہ
 اپنے جیسے لوگوں میں اُٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اول فول بکنے
 کے عادی ہوتے ہیں۔ مگر ایک شریف و معیاری انسان کبھی
 یہ گوارا نہیں کرتا کہ وہ اپنی زبان سے کوئی فحش کلمہ آنے
 دے۔ اور اگر کسی موقع پر ایسی ضرورت پڑ جائے کہ کوئی
 فحش کلمہ کہنا پڑے تو وہ اسے اشارے کنائے سے ادا کرے

گا اور کھل کر کہنے سے ہچکچائے گا۔

دشنام طرازی: یہ عادت نفس کی خباثت و دنائیت

کی علامت ہے۔ اس سے مقصد دوسروں کو گزند پہنچانا ہوتا ہے اور کبھی برے لوگوں میں اُٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے اس کی عادت پڑ جاتی ہے۔ بہر حال یہ کسی کو گزند پہنچانے کے لئے ہو یا بر بنائے عادت، انتہائی اشتعال انگیزی کا باعث ہوتی ہے جس سے جھگڑے فساد اور خون خرابے تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور کبھی قتل ایسے سنگین جرم کا بھی ارتکاب ہو جاتا ہے۔ لہذا کوئی گالی دے تو گالی کا جواب گالی سے دینے کے بجائے صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے، اور گالی گلوچ سے اپنی زبان کو بچائے رکھنا چاہئے تاکہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے۔

اسراف: جہاں جتنا صرف کرنا چاہئے اس سے

زیادہ مقدار میں صرف کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ اور بعض
 اسے دریادلی سمجھتے ہوئے جہاں ایک صرف کرنا چاہئے
 وہاں دس صرف کرتے ہیں اور دعوتوں اور نمائشی کاموں
 میں دل کے حوصلے نکالتے ہیں اور جہاں کسی غریب و نادار کی
 اعانت اور کسی بیوہ و یتیم کی مدد کا سوال آتا ہے تو مالی
 کمزوری و کساد بازاری کا رونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ایسی
 دریادلی نام و نمود کی ہوس کا نتیجہ ہوتی ہے اور یہی اسراف
 ہے۔ یہ اسراف اگر کھانے پینے کے سلسلہ میں ہو تو اس
 کے نتیجہ میں طرح طرح کے امراض سے دوچار ہونا پڑتا
 ہے اور دوسرے امور میں ہو تو اس کا نتیجہ تباہی و بد حالی کی
 صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسی مثالوں کی کمی نہیں
 کہ کسی منجلی طبیعت والے نے کسی تقریب میں نام و نمود کی
 خاطر یار سم و رواج کو نباہنے کے لئے زمین یا مکان کو رہن

رکھا اور ایک آدھ دن خوب چہل پہل اور تزک و احتشام
 دکھانے میں گزرا۔ اور ہوایہ کہ جو رہا سہا پاس تھا وہ ختم ہوا؛
 سودر سود کی بدولت مکان نیلام ہوا۔ اب نہ کوئی ٹھکانا رہا اور
 نہ سر چھپانے کی کوئی جگہ۔ انسان راحت و آسائش کی زندگی
 اسی صورت میں گزار سکتا ہے جب وہ اعتدال و میانہ روی
 سے کام لے۔ ورنہ اسراف کے نتیجہ میں اقتصادی الجھن اور
 تنگ دستی و پریشانی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

تنبذیر: جہاں صرف نہ کرنا چاہئے وہاں صرف
 کرنا تنبذیر کہلاتا ہے۔ اس بے محل جود و سخا کے مظاہرہ کا
 نتیجہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص کے گرد خوشامدیوں اور بازاری
 قسم کے لوگوں کا ایک حلقہ پیدا ہو جاتا ہے جو اس کی بے جا
 تعریف و خوشامد کر کے اُسے خود پسند بنا دیتے ہیں اور وہ
 انہیں اپنا خیر خواہ دوست سمجھ کر دیتا دلاتا رہے؛ اور غریب و

نادار اور مستحق و فقیر اُس کے ہاں سے محروم رہتے ہیں۔ یہ بے محل داد و دہش بد بختی کی علامت اور اخروی سعادت سے محرومی کا باعث ہوتی ہے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اذا اردت ان تعلم اشقى الرجل ام سعيد فانظر
 سيبه و معروفه الى من يصنعه فان كان يصنعه
 الى من هو اهله فاعلم انه الى خير وان كان
 يصنعه الى غير اهله فاعلم انه ليس له عند الله
 خير۔

جب تم یہ جاننا چاہو کہ فلاں شخص بد بخت ہے یا نیک، تو اس کی داد و دہش کو دیکھو کہ وہ کن سے حسن سلوک کرتا ہے اگر وہ اہل و مستحق افراد کو دیتا ہے تو وہ بھلائی کی راہ پر گامزن ہے اور اگر نا اہل سے سلوک کرتا ہے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ

کے نزدیک اُس کے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے۔

سوال: دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانا اپنی

عزت سے ہاتھ اٹھانا ہے۔ اس لئے کوئی باعزت انسان

انتہائی تنگی و عسرت کے باوجود سوال کرنا گوارا نہیں کر

سکتا۔ یہ دُنیا میں بھی روسیاهی کا سبب ہے اور آخرت میں

بھی۔ اس سے جوابدہی ہوگی۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ

السلام کا ارشاد ہے:

ایاکم وسوال الناس فانه ذل فی الدنیا و فقر

تعجلونه وحساب طویل یوم القيامة۔

لوگوں سے سوال کرنے اور مانگنے سے بچے رہو کیونکہ یہ دنیا

میں ذلت و فقر کا باعث ہے اور آخرت میں حساب کتاب دینا

ہوگا۔“

سوال کی عادت عموماً فقر و ناداری کی وجہ سے پیدا

ہوتی ہے جس سے انسان عزتِ نفس کھو بیٹھتا ہے۔ اسی
 چیز کے پیش نظر صلحاً، واپس اور احتیاج و تنگ دستی سے پناہ
 مانگتے رہے ہیں کہ مبادا یہ تنگ دستی سوال پر مجبور
 کر دے۔ اور اخلاق کی پاکیزگی ختم ہو جائے۔ مال و دولت
 سے بھی اگر اس کا مصرف صحیح ہو تو اخلاق کی نگہداشت کی
 جاسکتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 ارشاد ہے کہ نعم العون علی تقوی اللہ الغناء۔
 وسعت مالی تقوائے الہی میں معین و معاون ہوتی ہے۔
 اسی مال و دولت کی وجہ سے انسان مالی عبادات کو سرانجام
 دیتا ہے اور حج، خمس، زکوٰۃ، کفارہ، صلہ رحم و صدقات سب
 اسی سے وابستہ ہیں۔

دُعاؤہ اذا حزنه امر رنج واندوہ کے موقع کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا حَزَنَهُ
أَمْرٌ وَأَهْبَتْهُ الْخَطَايَا

جب کسی بات سے غمگین یا گناہوں کی وجہ سے پریشان

ہوتے تو یہ دعا پڑھتے

اَللّٰهُمَّ يَا كَافِيَ الْفَرْدِ الضَّعِيفِ وَ وَاٰفِيَ الْاَمْرِ
الْمَخُوْفِ اَفْرَدْتَنِي الْخَطَايَا فَلَا صَاحِبَ مَعِيَ
وَضَعُفْتُ عَنْ غَضَبِكَ فَلَا مُوَيِّدِلِيْ وَاَشْرَفْتُ عَلَى
خَوْفِ لِقَائِكَ فَلَا مُسَكِّنَ لِرَوْعَتِيْ وَمَنْ يُؤْمِنُنِيْ
مِنْكَ وَاَنْتَ اَخَفْتَنِيْ وَمَنْ يُسَاعِدُنِيْ وَاَنْتَ
اَفْرَدْتَنِيْ وَمَنْ يُوَقِّوْنِيْ وَاَنْتَ اَضَعَفْتَنِيْ لَا يُجِيْرُنِيْ
اِلٰهِيْ اِلَّا رَبُّ عَلٰى مَرْبُوْبٍ وَلَا يُؤْمِنُ اِلَّا غَالِبٌ عَلَى
مَغْلُوْبٍ وَلَا يُعِيْنُ اِلَّا

اے اللہ! اے یکہ و تنہا اور کمزور و ناتوان کی (مہموں میں) کفایت کرنے والے اور خطرناک مرحلوں سے بچالے جانے والے! گناہوں نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ اب کوئی ساتھی نہیں ہے اور تیرے غضب کے برداشت کرنے سے عاجز ہوں۔ اب کوئی سہارا دینے والا نہیں ہے۔ تیری طرف بازگشت کا خطرہ درپیش ہے؛ اب اس دہشت سے کوئی تسکین دینے والا نہیں ہے۔ اور جب کہ تو نے مجھے خوفزدہ کیا ہے تو کون ہے جو مجھے تجھ سے مطمئن کرے۔ اور جب کہ تو نے مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے تو کون ہے جو میری دستگیری کرے۔ اور جب کہ تو نے مجھے ناتواں

طَالِبٌ عَلَى مَطْلُوبٍ وَبِيدِكَ يَا إِلَهِي جَمِيعُ ذَلِكَ
السَّبَبِ وَإِلَيْكَ الْمَفَرُّ وَالْمَهْرَبُ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَالِهِ وَأَجْرُ هَرَبِي وَأُنْجِحْ مَطْلَبِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ إِنْ
صَرَفْتَ عَنِّي وَجْهَكَ الْكَرِيمَ أَوْ مَنَعْتَنِي فَضْلَكَ
الْجَسِيمَ أَوْ حَظَرْتَ عَلَيَّ رِزْقَكَ أَوْ قَطَعْتَ عَنِّي
سَبَبَكَ لَمْ أَجِدِ السَّبِيلَ إِلَى شَيْءٍ مِنْ أَمَلِي غَيْرَكَ
وَلَمْ أَقْدِرْ عَلَى مَا عِنْدَكَ بِمَعُونَةِ سِوَاكَ فَإِنِّي
عَبْدُكَ وَفِي قَبْضَتِكَ نَاصِيَّتِي بِيَدِكَ الْأَمْرُ لَا أَمْرِي
مَعَ أَمْرِكَ مَاضٍ فِي حُكْمِكَ عَدْلٌ فِي قَضَاؤِكَ وَلَا
قُوَّةَ لِي عَلَى الْخُرُوجِ مِنْ سُلْطَانِكَ وَلَا أَسْتَطِيعُ
مُجَاوَزَةَ قُدْرَتِكَ وَلَا أَسْتَمِيلُ هَوَاكَ وَلَا أَبْلُغُ
رِضَاكَ وَلَا أَنْالُ مَا عِنْدَكَ إِلَّا بِطَاعَتِكَ وَبِفَضْلِ
رَحْمَتِكَ إِلَهِي أَصْبَحْتُ وَأَمْسَيْتُ عَبْدًا ذَاخِرًا لَكَ
لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا بِكَ أَشْهَدُ بِذَلِكَ
عَلَى نَفْسِي وَأَعْتَرِفُ بِضَعْفِ قُوَّتِي وَعِلَّةِ حِيلَتِي
فَأُنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي وَتَمِّمْ لِي مَا آتَيْتَنِي فَإِنِّي

عَبْدُكَ الْبُسْكِينُ الْمُسْتَكِينُ الضَّعِيفُ الضَّرِيرُ

کر دیا ہے تو کون ہے جو مجھے قوت دے اے میرے معبود!
پروردہ کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا سوائے اس کے پروردگار
کے اور شکست خوردہ کو کوئی امان نہیں دے سکتا سوائے اس
پر غلبہ پانے والے کے۔ اور طلب کردہ کی کوئی مدد نہیں کر
سکتا سوائے اس کے طالب کے۔ یہ تمام وسائل اے
میرے معبود تیرے ہی ہاتھ میں ہیں اور تیری ہی طرف راہ
فرار و گریز ہے۔ لہذا تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
فرما اور میرے گریز کو اپنے دامن میں پناہ دے اور میری
حاجت بر لا۔ اے اللہ! اگر تو نے اپنا پاکیزہ رُخ مجھ سے موڑ
لیا اور اپنے احسانِ عظیم سے دریغ کیا یا اپنے رزق کو بند کر
دیا، یا اپنے رشتہ رحمت کو مجھ سے قطع کر لیا تو میں اپنی
آرزوؤں تک پہنچنے کا وسیلہ تیرے سوا کوئی پا نہیں سکتا اور

تیرے ہاں کی چیزوں پر تیری مدد کے سوا دسترس حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں تیرا بندہ اور تیرے قبضہ قدرت میں ہوں اور تیرے ہی ہاتھ میں میری باگ ڈور ہے۔ تیرے حکم کے آگے میرا حکم نہیں چل سکتا۔ میرے بارے میں تیرا فرمان جاری اور میرے حق میں تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ تیرے قلم و سلطنت سے نکل جانے کا مجھے یارا نہیں اور تیرے احاطہ قدرت سے قدم باہر رکھنے کی طاقت نہیں اور نہ تیری محبت کو حاصل کر سکتا ہوں۔ نہ تیری رضا مندی تک پہنچ سکتا ہوں اور نہ تیرے ہاں کی نعمتیں پا سکتا ہوں مگر تیری اطاعت اور تیری رحمتِ فراواں کے وسیلہ سے۔ اے اللہ! میں ہر حال میں تیرا ذلیل بندہ ہوں؛ تیری مدد کے بغیر میں اپنے سود و زیاں کا مالک نہیں۔ میں اس عجز و بے بضاعتی کی اس بارے میں گواہی دیتا ہوں

اور اپنی کمزوری و بے چارگی کا

الْحَقِيرُ الْمُهِينُ الْفَقِيرُ الْخَائِفُ الْمُسْتَجِيرُ اللَّهُمَّ
صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تَجْعَلْنِي نَاسِيًا لِذِكْرِكَ
فِيمَا أَوْلَيْتَنِي وَلَا غَافِلًا لِإِحْسَانِكَ فِيمَا أَبْلَيْتَنِي وَلَا
أَيْسًا مِنْ إِجَابَتِكَ لِي وَإِنْ أَبْطَأْتُ عَنِّي فِي سَرَّاءِ
كُنْتُ أَوْ ضَرَّاءِ أَوْ شِدَّةٍ أَوْ رَخَاءٍ أَوْ عَافِيَةٍ أَوْ بَلَاءٍ أَوْ
بُؤْسٍ أَوْ نَعْمَاءٍ أَوْ جِدَّةٍ أَوْ لَأٍ وَآءٍ أَوْ فَقْرٍ أَوْ عِنَاءٍ
اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ ثَنَائِي عَلَيْكَ
وَمَدْحِي إِيَّاكَ وَمُحَمَّدِي لَكَ فِي كُلِّ حَالَاتِي حَتَّى لَا
أَفْرَحَ بِمَا أَتَيْتَنِي مِنَ الدُّنْيَا وَلَا أَحْزَنَ عَلَى
مَا مَنَعْتَنِي فِيهَا وَأَشْعِرْ قَلْبِي تَقْوَاكَ وَاسْتَعْبِلْ
بَدَنِي فِيمَا تَقْبَلُهُ مِنِّي وَاشْغَلْ بِطَاعَتِكَ نَفْسِي عَنْ
كُلِّ مَا يَرُدُّ عَلَيَّ حَتَّى لَا أَحِبَّ شَيْئًا مِنْ سُخْطِكَ وَلَا

اسْخَطَ شَيْئًا مِنْ رِضَاكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ
 وَفَرِّغْ قَلْبِيْ لِمَحَبَّتِكَ وَاَشْغُلْهُ بِذِكْرِكَ وَاَنْعَشْهُ
 بِخَوْفِكَ وِبِالْوَجَلِ مِنْكَ وَقُوِّهِ بِالرَّغْبَةِ اِلَيْكَ وَاْمَلْهُ
 اِلٰى طَاعَتِكَ وَاَجْرِ بِهِ فِىْ اَحَبِّ السُّبُلِ اِلَيْكَ وَذَلِّلْهُ
 بِالرَّغْبَةِ فَيَمَّا عِنْدَكَ اَيَّامَ حَيٰوَتِيْ كُلِّهَا وَاَجْعَلْ
 تَقْوَاكَ مِنْ

اعتراف کرتا ہوں۔ لہذا جو وعدہ تو نے مجھ سے کیا ہے
 اُسے پورا کر اور جو دیا ہے اُسے تکمیل تک پہنچا دے اس
 لئے کہ میں تیرا وہ بندہ ہوں جو بے نوا، عاجز، کمزور، بے
 سر و سامان، حقیر، ذلیل، نادار، خوفزدہ اور پناہ کا خواستگار ہے۔
 اے اللہ! رحمت نازل فرما! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے اُن
 عطیوں میں جو تو نے بخشے ہیں فرا موش کار اور اُن نعمتوں
 میں جو تو نے عطا کی ہیں احسان ناشناس نہ بنادے اور مجھے دعا

کی قبولیت سے ناامید نہ کر اگرچہ اُس میں تاخیر ہو جائے۔
 آسائش میں ہوں یا تکلیف میں، تنگی میں ہوں یا فارغ البالی
 میں، تندرستی کی حالت میں ہوں یا بیماری کی؛ بد حالی میں
 ہوں یا خوشحالی میں، تو نگری میں ہوں یا عسرت میں، فقر
 میں ہوں یا دولتمندی میں اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
 رحمت نازل فرما اور مجھے ہر حالت میں مدح و ستائش و
 سپاس میں مصروف رکھ یہاں تک کہ دُنیا میں سے جو کچھ تو
 دے اس پر خوش نہ ہونے لگوں اور جو روک لے اس پر
 رنجیدہ نہ ہووں۔ اور پرہیزگاری کو میرے دل کا شعار بنا اور
 میرے جسم سے وہی کام لے جسے تو قبول فرمائے اور اپنی
 اطاعت میں انہماک کے ذریعہ تمام دنیوی علاقے سے فارغ
 کر دے تاکہ اس چیز کو جو تیری ناراضی کا سبب ہے دوست
 نہ رکھوں اور جو چیز تیری خوشنودی کا باعث ہے اُسے ناپسند

نہ کروں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما
 اور زندگی بھر میرے دل کو اپنی محبت کے لئے فارغ
 کر دے۔ اپنی یاد میں اسے مشغول رکھ؛ اپنے خوف و
 ہراس کے ذریعہ (گناہوں کی) تلافی کا موقع دے، اپنی
 طرف رجوع ہونے سے اس کی قوت و توانائی بخش؛ اپنی
 اطاعت کی

الدُّنْيَا زَادَنِي وَإِلَى رَحْمَتِكَ رَحَلْتِي وَفِي مَرْضَاتِكَ
 مَدْخَلِي وَاجْعَلْ فِي جَنَّتِكَ مَثْوَايَ وَهَبْ لِي قُوَّةً
 أَحْتَمِلُ بِهَا جَمِيعَ مَرْضَاتِكَ وَاجْعَلْ فِرَارِي إِلَى إِلَيْكَ
 وَرَغْبَتِي قِيمًا عِنْدَكَ وَالْبِسْ قَلْبِي الْوَحْشَةَ مِنْ
 سِرَارِ خَلْقِكَ وَهَبْ لِي الْإِنْسَ بِكَ وَبِأَوْلِيَاءِكَ وَ
 أَهْلِ طَاعَتِكَ وَلَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ وَلَا كَافِرٍ عَلَيَّ مِنَّةً
 وَلَا لَهُ عِنْدِي يَدًا وَلَا بِي إِلَيْهِمْ حَاجَةً بَلِ اجْعَلْ

سُكُونُ قَلْبِي وَأُنْسُ نَفْسِي وَاسْتِغْنَائِي وَكِفَايَتِي
 بِكَ وَبِخِيَارِ خَلْقِكَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 وَاجْعَلْنِي لَهُمْ قَرِيْنًا وَاجْعَلْنِي لَهُمْ نَصِيْرًا وَامْنُنْ
 عَلَيَّ بِشَوْقِيْ اِلَيْكَ وَبِالْعَمَلِ لَكَ بِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى
 اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَذٰلِكَ عَلَيْكَ يَسِيْرٌ۔

طرف اسے مائل کر اور اپنے پسندیدہ ترین راستہ پر چلا اور
 اپنی نعمتوں کی طلب پر اسے تیار کر اور پرہیزگاری کو میرا
 توشہ، اپنی رحمت کی جانب میرا سفر، اپنی خوشنودی میں میرا
 گزر اور اپنی جنت میں میری منزل قرار دے اور مجھے ایسی
 قوت عطا فرما جس سے تیری رضامندیوں کا بوجھ اٹھالوں۔
 اور میرے گریز کو اپنی جانب اور میری خواہشوں کو اپنے
 ہاں کی نعمتوں کی طرف قرار دے اور برے لوگوں سے
 میرے دل کو متوحش اور اپنے اور اپنے دوستوں اور

فرمانبرداروں سے مانوس کر دے اور کسی بدکار اور کافر کا
 مجھ پر احسان نہ ہو۔ نہ اس کی نگاہِ کرم مجھ پر ہو اور نہ اس کی
 مجھے کوئی احتیاج ہو بلکہ میرے دلی سکون، قلبی لگاؤ اور
 میری بے نیازی و کارگزاری کو اپنے اور اپنے برگزیدہ
 بندوں سے وابستہ کر۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت
 نازل فرما اور مجھے ان کا ہم نشین و مددگار قرار دے اور اپنے
 شوق و وارفتگی اور اُن اعمال کے ذریعہ جنہیں تو پسند کرتا اور
 جن سے خوش ہوتا ہے؛ مجھ پر احسان فرما اس لئے کہ تو ہر
 چیز پر قادر ہے اور یہ کام تیرے لئے آسان ہے۔

جب انسان کو گناہوں کا احساس ہوتا ہے تو وہ
 اپنے کو یکہ و تنہا محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ
 اُس کا بوجھ ہٹانے والا اور ان گناہوں کا بار ہلکا کرنے

والا کوئی نہیں ہے اس لئے اپنے گرد و پیش دوستوں کے اجتماع کے باوجود وہ اپنے کو تنہا سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور جب گناہ کے نتیجہ میں غضب و انتقام الہی کا تصور کرتا ہے تو اس کے مقابلہ میں اپنی قوت و طاقت کو عاجز و کمزور پاتا ہے۔ اور جب حشر و نشر، حساب و کتاب اور برزخ و قبر کی سختیوں کا تصور کرتا ہے تو اس پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ یہ خوف و پراگندگی کے تمام حالات گناہ غضب الہی اور حشر و نشر کے تصور سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے امام علیہ السلام نے ان چیزوں کی نسبت انہی اسباب کی طرف دی ہے۔ پھر اسباب و وسائط سے قطع نظر کرتے ہوئے اللہ سبحانہ کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ کیونکہ حقیقۃً وہی عجز و تنہائی و خوف کے اسباب پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

ذٰلِكَ يَخُوفُ اللّٰهَ بِهٖ عِبَادُهُ يٰۤاَعْبَادُ فَاتَّقُوْنَ

یہ وہ عذاب ہے جس سے خدا نے اپنے بندوں کو ڈرایا اسے
میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو۔“

ایسی صورت میں خوف و ہراس سے تسلی حاصل کرنے کا
جب کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع
ہوتا اور اسی سے خوف و پریشانی، تنہائی و بے کسی اور اپنی
عاجزی و بے بسی کا مداوا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی
پناہ دینے والا، اور خوف و اضطراب کا دور کرنے والا نہیں
ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے: فِرَوا مَن
اللّٰهَ اِلٰی اللّٰهِ۔ ”اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ ہی کے
دامن میں پناہ مانگو۔“ اور حضرتؓ نے اس دُعاء میں صرف
اُسی کو پناہ دہندہ قرار دینے پر اس طرح استدلال فرمایا ہے
کہ وہ رب ہے جس کے معنی مالک کے ہیں اور اس کے

علاوہ ہر فرد مملوک اور اس کے دائرۂ ربوبیت کے اندر ہے
 تو مملوک کا مالک کے مقابلہ میں کیا بس چل سکتا ہے کہ وہ
 اس کے غضب و انتقام سے سپر بن سکے۔ اور وہ غالب ہے
 اور اس کے علاوہ سب شکست خوردہ و مغلوب ہیں۔ لہذا جو
 خود مغلوب ہو وہ غالب کے مقابلہ میں کیا پناہ دے سکتا ہے
 جب کہ اُسے غلبہ و تسلط حاصل ہی نہیں ہے۔ اور وہ طالب
 ہے؛ بایں معنی کہ وہ سب کو اپنی بارگاہ میں طلب کرنے
 والا اور اُن کے اعمال کا جائزہ لینے والا ہے۔ اور اس کے علاوہ
 سب کے سب وہاں حساب و کتاب کے لئے مطلوب ہیں اور
 ایک فرد کے لئے بھی جائے گریز نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ
 الہی ہے: **وَاللّٰهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ** ”اللہ اُن کے آگے
 سے اور پیچھے سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔“ لہذا جو خود مطلوب
 و ماخوذ ہو وہ طالب کے مقابلے میں کیا مدد کر سکتا ہے۔ اب

اگر کہیں پناہ طلب کی جاسکتی ہے تو اُسی کے سایہ رحمت میں اور خوف و ہراس کے اندھیرے چھٹ سکتے ہیں تو اُسی کے فضل و کرم کی روشنی سے، اور انسان اُس کے سامنے عاجز و درماندہ اور بے بس و لاچار ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں اُسی کا امر نافذ اور اُسی کا حکم کارفرما ہے اور اُسی کے ہاتھ میں تمام اسباب و وسائل ہیں۔ اس کے یہ معنی نہ سمجھے جائیں کہ انسان اپنے افعال پر اختیار ہی نہیں رکھتا اور اس سلسلہ میں بے بس و مجبور ہے۔ کیونکہ قدرت کی طرف سے صرف اسباب اور وسائل مہیا ہوتے ہیں جس کے بعد وہ اچھے اور برے کاموں کو باختیار خود انجام دیتا ہے۔ چنانچہ جہاں تک ان افعال کے لئے قوتیں درکار تھیں وہ قدرت کا عطیہ ہیں جنہیں اچھے اور برے دونوں قسم کے کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ اور جب توفیق الہی سے انہیں اچھے کاموں میں صرف کرتا ہے

تو یہ اُس کا اختیاری فعل ہو سکتا ہے جس پر وہ جزا و ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اور قدرت کی طرف سے اسباب و قویٰ کا مہیا ہونا ان افعال کے وقوع کی علت نہیں ہے کہ اُسے اپنے کاموں میں مجبور سمجھ لیا جائے۔ البتہ توفیق الہی کا شامل حال ہونا ایک انعام خداوندی ہے۔ جو ہر اس شخص کی دستگیری کے لئے آمادہ ہے جو فکر و عمل سے اس کے لئے راستہ ہموار کر دیتا ہے۔ اور یہ اس کی توفیق ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان خواہشات و جذبات کو دبا کر اپنے اعضاء کو اس کی عبادت میں، اپنے دل کو اس کی یاد میں اور اپنی زبان کو اس کے ذکر میں مصروف رکھتا ہے اور خواہش پرستی کے مقابلہ میں اس کی خوشنودی و رضامندی کو ترجیح دیتا ہے۔

یہاں تک کہ کسی سے محبت ہے تو اس لئے کہ وہ اللہ کا فرمانبردار اور اس کا دوست ہے اور کسی سے بغض ہے تو

اس لئے کہ وہ عاصی و نافرمان اور اُس کا دشمن ہے۔ غرض
اس کا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا، میل ملت رکھنا سب اللہ تعالیٰ کی
خاطر اور اس کی خوشنودی کیلئے ہوتا ہے اور اس کے مقابلہ
میں نہ کسی مصیبت کو مصیبت اور نہ کسی نقصان کو نقصان
تصور کرتا ہے۔

دُعاؤہ عند الشدّة شدّت و سختی کے وقت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الشِّدَّةِ
وَالْجَهْدِ وَتَعَسَّرِ الْأُمُورِ

شدائد و مشکلات کے موقع پر یہ دعاء پڑھتے:-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ كَلَّفْتَنِيْ مِنْ نَفْسِيْ مَا اَنْتَ اَمْلَكَ بِهٖ
مِيْنِيْ وَقُدْرَتُكَ عَلَيْهِ وَعَلَى اَغْلَبَ مِنْ قُدْرَتِيْ
فَاعْطِنِيْ مِنْ نَفْسِيْ مَا يُرِضِيْكَ عَيْنِيْ وَخُذْ لِنَفْسِكَ
رِضَاها مِنْ نَفْسِيْ فِيْ عَافِيَةِ اَللّٰهُمَّ لَا طَاقَةَ لِيْ
بِالْجَهْدِ وَلَا صَبْرًا لِيْ عَلَى الْبَلَاءِ وَلَا قُوَّةَ لِيْ عَلَى الْفَقْرِ
وَلَا تَحْظُرْ عَلَيَّ رِزْقِيْ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى خَلْقِكَ بَلْ تَفَرِّدْ
بِحَاجَتِيْ وَتَوَلَّ كِفَايَتِيْ وَاَنْظُرْ اِلَيَّ وَاَنْظُرْ لِيْ فِيْ جَمِيْعِ
اُمُوْرِيْ فَاِنَّكَ اِنْ وَكَلْتَنِيْ اِلَى نَفْسِيْ عَجَزْتُ عَنْهَا
وَلَمْ اُقِمْ مَا فِيْهِ مَصْلَحَتُهَا وَاِنْ وَكَلْتَنِيْ اِلَى خَلْقِكَ

تَجْهَمُونِي وَإِنْ أَلْجَأْتَنِي إِلَى قَرَابَتِي حَرَمُونِي وَإِنْ
 أَعْطُوا أَعْطُوا قَلِيلًا نَكِيرًا وَمَنُّوا عَلَيَّ طَوِيلًا
 وَذَمُّوا كَثِيرًا بِفَضْلِكَ بِفَضْلِكَ اللَّهُمَّ فَأَغْنِنِي
 وَبِعَظَمَتِكَ فَأَنْعَشْنِي وَبِسَعَتِكَ فَأَبْسُطْ يَدَيَّ وَبِمَا
 عِنْدَكَ فَكَفِّنِي اللَّهُمَّ صَلِّ

اے میرے معبود! تو نے (اصلاح و تہذیبِ نفس کے
 بارے میں) جو تکلیف مجھ پر عائد کی ہے اس پر تو مجھ سے
 زیادہ قدرت رکھتا ہے اور تیری قوت و توانائی اس امر پر اور
 خود مجھ پر میری قوت و طاقت سے فزوں تر ہے لہذا مجھے ان
 اعمال کی توفیق دے جو تیری خوشنودی کا باعث ہوں۔ اور
 صحت و سلامتی کی حالت میں اپنی رضامندی کے تقاضے مجھ
 سے پورے کر لے۔ بارِ الہا مجھ میں مشقت کے مقابلہ میں
 ہمت، مصیبت کے مقابلہ میں صبر اور فقر و احتیاج کے مقابلہ

میں قوت نہیں ہے۔ لہذا میری روزی کو روک نہ لے اور
 مجھے اپنی مخلوق کے حوالے نہ کر۔ بلکہ بلا واسطہ میری حاجت
 بر لا اور خود ہی میرا کار ساز بن اور مجھ پر نظرِ شفقت فرما اور
 تمام کاموں کے سلسلہ میں مجھ پر نظرِ کرم رکھ۔ اس لئے کہ
 اگر تو نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تو میں اپنے امور کی
 انجام دہی سے عاجز رہوں گا۔ اور جن کاموں میں میری
 بہبودی ہے انہیں انجام نہ دے سکوں گا۔ اور اگر تو نے مجھے
 لوگوں کے حوالے کر دیا تو وہ یوں تیوریوں پر بل ڈال کر
 مجھے دیکھیں گے اور اگر عزیزوں کی طرف ڈھکیل دیا تو وہ
 مجھے نا اُمید رکھیں گے۔ اور اگر کچھ دیں گے تو قلیل و
 نا خوشگوار، اور اس کے مقابلہ میں احسان زیادہ رکھیں گے اور
 برائی بھی حد سے بڑھ کر کریں گے۔ لہذا اے میرے
 معبود! تو اپنے فضل و

عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَخَلِّصْنِي مِنَ الْحَسَدِ وَاحْصُرْنِي عَنِ
 الذُّنُوبِ وَوَرِّعْنِي عَنِ الْمَحَارِمِ وَلَا تُجَرِّئْنِي عَلَى
 الْمَعَاصِي وَاجْعَلْ هَوَايَ عِنْدَكَ وَرِضَايَ قِيَمًا يَرِدُ
 عَلَيَّ مِنْكَ وَبَارِكْ لِي قِيَمَارَ زَقَاتِي وَقِيَمَا خَوَلَاتِي وَقِيَمَا
 أَنْعَمْتَ بِهِ عَلَيَّ وَجْعَلْنِي فِي كُلِّ حَالَاتِي مُحْفُوظًا
 مَكْلُوءًا مَسْتُورًا مَمْنُوعًا مُعَاذًا مُجَارًا اَللَّهُمَّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاقْضِ عَنِّي كُلَّ مَا أَلْزَمْتَنِيهِ
 وَوَفِّرْ ضَتَّهُ عَلَيَّ لَكَ فِي وَجْهِ مِنْ وَجُوهِ طَاعَتِكَ
 أَوْخَلِّقِي مِنْ خَلْقِكَ وَإِنْ ضَعُفَ عَنْ ذَلِكَ بَدَنِي
 وَوَهْنَتْ عَنْهُ قُوَّتِي وَلَمْ تَنْلُهُ مَقْدُورَتِي وَلَمْ يَسْعُهُ
 مَالِي وَلَا ذَاتُ يَدِي ذَكَرْتُهُ أَوْ نَسِيْتُهُ هُوَ يَا رَبِّ هِمَا
 قَدْ أَحْصَيْتُهُ عَلَيَّ وَأَغْفَلْتُهُ أَنَا مِنْ نَفْسِي فَأَدِّهِ عَنِّي
 مِنْ جَزِيلِ عَطِيَّتِكَ وَكَبِيرِ مَا عِنْدَكَ فَإِنَّكَ وَاسِعٌ
 كَرِيمٌ حَتَّى لَا يَبْقَى عَلَى شَيْءٍ مِنْهُ تُرِيدُ أَنْ تُقَاصَّ بِنِي

بِهِ مِنْ حَسَنَاتِي أَوْ تُضَاعَفَ بِهِ مِنْ سَيِّئَاتِي يَوْمَ
الْقَاكَ يَا رَبِّ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَاَرْزُقْنِي
الرَّغْبَةَ فِي الْعَمَلِ لَكَ لِاٰخِرَتِي حَتّٰى

کرم کے ذریعہ مجھے بے نیاز کر، اور اپنی بزرگی و عظمت کے
وسیلہ سے میری احتیاج کو برطرف فرما اور اپنی تونگری
وسعت سے میرا ہاتھ کشادہ کر دے اور اپنے ہاں کی نعمتوں
کے ذریعہ مجھے (دوسروں سے) بے نیاز بنادے۔ اے اللہ!
رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے حسد سے نجات
دے، اور گناہوں کے ارتکاب سے روک دے اور حرام
کاموں سے بچنے کی توفیق دے اور گناہوں پر جرأت پیدا نہ
ہونے دے اور میری خواہش و رغبت اپنے سے وابستہ
رکھ اور میری رضامندی انہی چیزوں میں قرار دے جو
تیری طرف سے مجھ پر وارد ہوں اور رزق و بخشش و انعام میں

میرے لئے افزائش فرما اور مجھے ہر حال میں اپنے حفظ و نگہداشت، حجاب و نگرانی اور پناہ و امان میں رکھ۔ اے اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے ہر قسم کی اطاعت کے بجالانے کی توفیق عطا فرما جو تو نے اپنے لئے یا مخلوقات میں سے کسی کے لئے مجھ پر لازم و واجب کی ہو۔ اگرچہ اُسے انجام دینے کی سکت میرے جسم میں نہ ہو اور میری قوت اس کے مقابلہ میں کمزور ثابت ہو اور میری قدرت سے باہر ہو اور میرا مال و اثاثہ اس کی گنجائش نہ رکھتا ہو۔ وہ مجھے یاد ہو یا بھول گیا ہوں۔ وہ تو اے میرے پروردگار! ان چیزوں میں سے ہے جنہیں تو نے میرے ذمہ شمار کیا ہے اور میں اپنی سہل انگاری کی وجہ سے اُسے بجانہ لایا۔ لہذا اپنی وسیع بخشش اور کثیر رحمت کے پیش نظر اس (کمی) کو پورا کر دے۔ اس لئے کہ تو تو نگر و کریم ہے۔ تا

کہ اے میرے پروردگار! جس دن میں تیری ملاقات
 کروں اس میں سے کوئی ایسی بات میرے ذمہ باقی نہ رہے
 کہ تو اس

أَعْرِفَ صِدْقَ ذَلِكَ مِنْ قَلْبِي وَحَتَّى يَكُونَ الْغَالِبُ
 عَلَى الزُّهْدِ فِي دُنْيَايَ وَحَتَّى أَعْمَلَ الْحَسَنَاتِ شَوْقًا
 وَأَمِنْ مِنَ السَّيِّئَاتِ فَرَقًا وَخَوْفًا وَهَبْ لِي نُورًا
 أَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ وَأَهْتَدِي بِهِ فِي الظُّلُمَاتِ
 وَأَسْتَصِيءُ بِهِ مِنَ الشَّكِّ وَالشُّبُهَاتِ اَللَّهُمَّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْزُقْنِي خَوْفَ غَمِّ الْوَعِيدِ وَشَوْقَ
 ثَوَابِ الْمَوْعُودِ حَتَّى أَجِدَ لَذَّةَ مَا أَدْعُوكَ لَهُ وَكَابَّةَ
 مَا اسْتَجِيرُ بِكَ مِنْهُ اَللَّهُمَّ قَدْ تَعَلَّمْتُ مَا يُصْلِحُنِي
 مِنْ أَمْرِ دُنْيَايَ وَآخِرَتِي فَكُنْ بِحَوْلِي حَفِيًّا اَللَّهُمَّ
 صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْزُقْنِي الْحَقَّ عِنْدَ تَقْصِيرِي

فِي الشُّكْرِ لَكَ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فِي الْيُسْرِ وَالْعُسْرِ
وَالصِّحَةِ وَالسَّقَمِ حَتَّى اتَّعَرَفَ مِنْ نَفْسِي رَوْحَ
الرِّضَا وَطَمَإِنِينَ النَّفْسِ مِنِّي بِمَا يَجِبُ لَكَ فِيمَا
يَحْدُثُ فِي حَالِ الْخَوْفِ وَالْأَمْنِ وَالرِّضَا وَالسُّخْطِ
وَالصَّرِّ وَالنَّفْعِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَارْزُقْنِي سَلَامَةَ الصَّدْرِ مِنَ الْحَسَدِ حَتَّى لَا أَحْسَدَ
أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ عَلَى شَيْءٍ

کے مقابلہ میں یہ چاہے کہ میری نیکیوں میں کمی یا میری
بدیوں میں اضافہ کر دے۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ
اور اُن کی آلؑ پر اور آخرت کے پیش نظر صرف اپنے لئے
عمل کی رغبت عطا کر یہاں تک کہ میں اپنے دل میں اس
کی صحت کا احساس کر لوں اور دنیا میں زہد و بے رغبتی کا جذبہ
مجھ پر غالب آجائے اور نیک کام شوق سے کروں اور خوف و

ہر اس کی وجہ سے برے کاموں سے محفوظ رہوں۔ اور مجھے
 ایسا نور (علم و دانش) عطا کر جس کے پر تو میں لوگوں کے
 درمیان (بے کھٹکے) چلوں، پھروں اور اُس کے ذریعہ
 تاریکیوں میں ہدایت پاؤں اور شکوک و شبہات کے
 دھند لکوں میں روشنی حاصل کروں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی
 آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اندوہ عذاب کا خوف اور ثواب
 آخرت کا شوق میرے اندر پیدا کر دے تاکہ جس چیز کا تجھ
 سے طالب ہوں اس کی لذت اور جس سے پناہ مانگتا ہوں اس
 کی تلخی محسوس کر سکوں۔ بارِ الہا! جن چیزوں سے میرے
 دینی اور دنیوی اُمور کی بہبودی وابستہ ہے تو انہیں خوب جانتا
 ہے۔ لہذا میری حاجتوں کی طرف خاص توجہ فرما۔ اے
 اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور خوشحالی و
 تنگدستی اور صحت و بیماری میں جو نعمتیں تو نے بخشی ہیں اُن

پر ادائے شکر میں کوتاہی کے وقت مجھے اعترافِ حق کی
 توفیق عطا کرتا کہ میں خوف و امن، رضا و غضب اور نفع و
 نقصان کے موقع پر تیرے حقوق و وظائف کے انجام دینے
 میں مسرت قلبی و اطمینانِ نفس محسوس کروں۔ اے اللہ! محمدؐ
 اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے سینہ کو حسد
 سے پاک کر دے تاکہ میں مخلوقات میں سے کسی ایک چیز
 پر اس چیز کی وجہ سے جو تو نے اسے اپنے فضل و

مِنْ فَضْلِكَ وَحَتَّى لَا أَرَى نِعْمَةً مِّنْ نِّعَمِكَ عَلَىٰ أَحَدٍ
 مِّنْ خَلْقِكَ فِي دِينٍ أَوْ دُنْيَا أَوْ عَافِيَةٍ أَوْ تَقْوَىٰ أَوْ
 سَعَةٍ أَوْ رَخَاءٍ إِلَّا رَجَوْتُ لِنَفْسِي أَفْضَلَ ذَلِكَ بِكَ
 وَمِنْكَ وَحَدَّكَ لَا شَرِيكَ لَكَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْزُقْنِي التَّحَفُّظَ مِنَ الْخَطَايَا
 وَالْإِحْتِرَاسَ مِنَ الزَّلَلِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فِي حَالِ

الرِّضَا وَالْغَضَبِ حَتَّى أَكُونَ بِمَا يَرِدُ عَلَىٰ مِنْهُمَا
بِمَنْزِلَةٍ سَوَاءٍ عَامِلًا بِطَاعَتِكَ مُؤَثِّرًا لِرِضَاكَ عَلَىٰ
مَا سِوَاهُمَا فِي الْأَوْلِيَاءِ وَالْأَعْدَاءِ حَتَّى يَأْمَنَ عَدُوِّي
مِنْ ظُلْمِي وَجَوْرِي وَيَأْتِسَ وَلِيِّي مِنْ مَمْلُوكِي
وَأُنْجِطَاطِ هَوَايَ وَاجْعَلْنِي مِمَّنْ يَدْعُوكَ مُخْلِصًا فِي
الرَّخَاءِ دُعَاءِ الْمُخْلِصِينَ الْمُضْطَرِّينَ لَكَ فِي
الدُّعَاءِ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ۔

کرم سے عطا کی ہے حسد نہ کروں یہاں تک کہ میں تیری
نعمتوں میں سے کوئی نعمت، وہ دین سے متعلق ہو یا دنیا سے،
عافیت سے متعلق ہو یا تقویٰ سے، وسعتِ رزق سے متعلق
ہو یا آسائش سے، مخلوقات میں سے کسی ایک کے پاس نہ
دیکھوں مگر یہ کہ تیرے وسیلہ سے۔ اور تجھ سے اے
خدائے یگانہ ولا شریک اس سے بہتر کی اپنے لئے آرزو

کروں۔ اے اللہ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
 دُنیا و آخرت کے اُمور میں خواہ خوشنودی کی حالت ہو
 یا غضب کی، مجھے خطاؤں سے تحفظ اور لغزشوں سے اجتناب
 کی توفیق عطا فرما یہاں تک کہ غضب و رضا کی جو حالت پیش
 آئے میری حالت یکساں رہے اور تیری اطاعت پر عمل
 پیرا ہوں۔ اور دوست و دشمن کے بارے میں تیری رضا
 اور اطاعت کو دوسری چیزوں پر مقدم کروں یہاں تک کہ
 دشمن کو میرے ظلم و جور کا کوئی اندیشہ نہ رہے اور میرے
 دوست کو بھی جنبہ داری اور دوستی کی رو میں بہہ جانے سے
 مایوسی ہو جائے۔ اور مجھے اُن لوگوں میں قرار دے جو
 راحت و آسائش کے زمانہ میں پورے اخلاص کے ساتھ اُن
 مخلصین کی طرح دُعا مانگتے ہیں جو اضطراب و بیچارگی کے عالم
 میں دست بدعا رہتے ہیں۔ بے شک تو قابل ستائش و بزرگ و

دُنیا کی مصیبت و ابتلا اور زمانے کی شدت و سختی سے کم و بیش ہر شخص کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ایسے وقت میں ضابط سے ضابط انسان بھی بے صبری کا مظاہرہ کر بیٹھتا ہے اور مصیبتوں سے گھبرا کر کبھی مقدر کا گلہ کرتا ہے کبھی فلک کج رفتار کا کبھی زمانہ کا شکوہ کرتا ہے اور کبھی اہل زمانہ کا۔ اور بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو زمانہ کی اونچ، نیچ میں اپنی سطح کو ہموار رکھ سکیں اور یہ طبیعت بشری کا خاصہ ہے کہ وہ مصیبت سے متاثر ہو۔ اور مصیبت کو مصیبت نہ سمجھنا تو فطرت کے خلاف ہے لیکن اس تاثر پر صبر و ضبط سے قابو پالینا مصیبت کے احساس کو کم کر دیتا ہے اور بے صبری سے اس کی تلخی بڑھ جاتی ہے اس لئے رنج و اندوہ کے موقع پر

صبر و ضبط سے کام لے اور دوسرے مصیبت زدہ لوگوں کو دیکھ کر اپنے لئے تسلی کا سامان مہیا کرے۔ یہ مصائب و آلام جہاں تلخ کامی کا باعث ہوتے ہیں وہاں ایسے تعلیمی اسباق بھی اُن سے حاصل ہوتے ہیں جو زندگی کی پرپیچ راہوں میں سعادت و کامرانی کی راہ دکھاتے ہیں۔ چنانچہ ان مصیبت ہی کے لمحوں سے آرام و راحت کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب تک دریا کی طغیانوں اور سمندر کی طوفانی موجوں سے واسطہ نہ پڑے، ساحل کی پرسکون و بے خطر فضا کی قدر نہیں ہوتی۔ اور انہی مصائب و شدائد کے جھیل لے جانے سے صبر و استقامت کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے جو آئندہ کٹھن موقعوں پر کام آتی اور اضطراب و پریشانی سے بچا لے جاتی ہے اور مصیبت کے موقعہ پر دوستوں، عزیزوں کی آزمائش ہوتی ہے جو انسان کو محتاط بنا

دیتی ہے۔ اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے نخوت و
رعونت کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے اور عجز و بے بسی کا
احساس شکستگی و انکسار کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

اگر زندگی کے لمحات سکون و اطمینان ہی کا گہوارہ
بنے رہیں اور راحت و آسائش کے تمام سامان مہیا اور
تمنائیں اور آرزوئیں کامیابی سے ہمکنار رہیں تو لازماً دنیا سے
وابستگی کا جذبہ زیادہ ہو گا اور اس سے رخ موڑنا انتہائی رنج و الم
اور حسرت و اندوہ کا باعث ہو گا۔ اس کے برعکس اگر
زندگی مصائب و آلام کی گود میں کروٹیں لے تو دنیا سے
دلچسپی و وابستگی کا احساس کم ہو گا۔ اور جوں جوں مصیبتیں
بڑھیں گی دل زیادہ اُچاٹ ہو گا اور دنیا ایک قید خانہ معلوم
دے گی اور دنیا کو چھوڑنے اور اس تنگنائے دہر سے نکلنے کا
صد مہ چنداں محسوس نہ ہو گا۔ جب ان مصائب کے نتیجہ میں

دنیا سے رغبت کم ہوگی تو آخرت سے وابستگی لازماً بڑھے گی اور وہ دنیا کے آرام و سکون کو عارضی اور اس کے عیش کو ڈھلتی چھاؤں سمجھ کر ابدی سکون کے لئے اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ جوڑے گا۔ چنانچہ یہ دعاء شدت و سختی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی قوت و قدرت کی طرف متوجہ کر کے اس سے وابستگی کا درس دیتی ہے کہ انسان اپنی کارگزاری پر غرہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بالادستی کو نظر میں رکھے کہ وہ نفوس انسانی پر اتنا اختیار و اقتدار رکھتا ہے کہ وہ خود اتنا اختیار نہیں رکھتے اور جتنا وہ ان کی درستی و اصلاح پر قادر ہے وہ خود اتنے قادر نہیں ہیں۔ کیونکہ ہر قوت و طاقت کا وہی سرچشمہ ہے اور کوئی قوت اس سے بالاتر متصور نہیں ہو سکتی۔ اگرچہ انسان فاعل مختار ہے مگر جب تک قدرت کی طرف سے اسباب و ذرائع مہیا نہ ہوں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ ہاتھ

پاؤں میں سکت، آنکھوں میں بینائی، کانوں میں شنوائی اسی
 کی بخشی ہوئی ہے اور اسی نے حواس کے چراغ روشن کئے
 اور عقل و شعور کی قوتیں دی ہیں۔ لہذا جو قدم اٹھے گا اسی کو
 دی ہوئی قوت سے اور جو کام سرانجام پائے گا اسی کی دی
 ہوئی صحت و توانائی سے۔ خود انسان نہ اپنے مصالح کو سمجھ
 سکتا ہے نہ اپنے سود و زیاں پر اختیار رکھتا ہے۔ نہ ابتلاؤ
 مصیبت کے دھارے کو موڑ سکتا ہے نہ فقر و احتیاج کو دور کر
 سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت شدت و مصیبت اور فقر و بیچارگی
 کے مقابلہ میں اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے اسی سے اپنے
 حوائج و مقاصد وابستہ کرتے ہیں اسی طرح کہ نہ کوئی واسطہ
 گوارا کیا ہے اور نہ کوئی سہارا ڈھونڈا ہے اس لئے کہ جو
 حاجتیں دوسروں کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں ان میں احسان کی
 آمیزش ہوتی ہے اور جو بے منت خلق ملتا ہے وہ ہر

کدورت سے پاک ہوتا ہے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی
 میں بھی اسی سے توفیق طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ جب تک
 اُس کی توفیق شامل حال نہ ہو ایک شتمہ بھی اس کے حقوق کا
 ادا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کے پہلو بہ پہلو حقوق
 الناس کا بھی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ وہ حقوق اللہ سے اہمیت
 میں کم نہیں ہیں۔ بلکہ خداوند عالم اپنے حقوق کو تو معاف کر
 دے سکتا ہے مگر حقوق الناس کو نظر انداز نہیں کرتا۔ یہاں
 تک کہ اگر کوئی شخص کسی کی برائی کرتا ہے تو اُس وقت
 تک معاف نہیں کرتا جب تک صاحبِ حق خود معاف نہ
 کر دے۔ اور اگر معاف نہ کرے تو یہ گناہ اس سے برطرف
 نہیں ہو سکتا، اور اس کی نیکیوں کو کم کر کے جس کی غیبت کی
 ہے اس کے نامہ اعمال میں درج کر دے گا۔ حضرتؑ نے
 اللہ تعالیٰ کے حقوق کو صرف دو لفظوں میں بیان کر دیا ہے

ایک اطاعت اور دوسرے رضا۔ اطاعت یہ ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کرے؛ اور رضایہ ہے کہ ہر خوشگوار و ناگوار کو حکمت و مصلحتِ الہی کے زیرِ اثر سمجھے اور اس پر خوش و خوشنود رہے جس کے بعد نہ کسی چوکھٹ پر سرِ نیاز خم کرے گا نہ دُنیا کی تلخیوں سے متاثر ہو گا۔ اور اس طرح اپنی عبودیت کو کمال کی منزل تک پہنچا دے گا اور آخر انسان کو غفلت سے ہوشیار رہنے کی تعلیم دی ہے کہ وہ عیش و تنعم کی راحتوں میں کھو کر مصیبت کی گھڑیوں کو فراموش نہ کرے بلکہ راحت و آسائش کے دنوں میں فقر و احتیاج اور مصیبت و ابتلا سے ناہمانگتا رہے۔ کیونکہ امن و اطمینان کے موقع پر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ برے وقت میں ہر مصیبت و افتاد سے سپر بن جایا کرتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان الدعاء فی الرخاء یستخرج الحوائج فی البلاء۔

وسعت و کشائش کے موقع پر دعاء مصیبت کے موقع پر
مقصد بر آری کا ذریعہ ہوتی ہے۔“

دُعاؤہ بالعافیۃ طلب عافیت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا سَأَلَ
اللَّهُ الْعَافِيَةَ وَشَكَرَهَا

جب طلب عافیت کرتے اور اس پر شکر ادا کرتے تو یہ دعا

پڑھتے:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَلْبِسْنِيْ عَافِيَتَكَ
وَجَلِّلْنِيْ عَافِيَتَكَ وَحَصِّنِيْ بِعَافِيَتِكَ وَاَكْرِمْ نِيْ
بِعَافِيَتِكَ وَاَغْنِنِيْ بِعَافِيَتِكَ وَتَصَدَّقْ عَلَيَّ
بِعَافِيَتِكَ وَهَبْ لِيْ عَافِيَتَكَ وَاَفْرِشْنِيْ عَافِيَتَكَ
وَاَصْلِحْ لِيْ عَافِيَتَكَ وَلَا تُفَرِّقْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَافِيَتِكَ
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ
وَعَافِنِيْ

اے اللہ! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے اپنی

عافیت کا لباس پہنا، اپنی عافیت کی ردا اوڑھا، اپنی عافیت کے ذریعہ محفوظ رکھ۔ اپنی عافیت کے ذریعہ عزت و وقار دے۔ اپنی عافیت کے ذریعہ بے نیاز کر دے۔ اپنی عافیت کی بھیک میری جھولی میں ڈال دے اپنی عافیت مجھے مرحمت فرما۔ اپنی عافیت کو میرا اوڑھنا بچھونا قرار دے۔ اپنی عافیت کی میرے لئے اصلاح و درستی فرما اور دُنیا و آخرت میں میرے اور اپنی عافیت کے درمیان

عَافِيَةً كَافِيَةً شَافِيَةً عَالِيَةً نَامِيَةً عَافِيَةً تُؤَلِّدُ فِي
 بَدَنِي الْعَافِيَةَ عَافِيَةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَمُنٌ عَلَى
 بِالصِّحَةِ وَالْأَمْنِ وَالسَّلَامَةِ فِي دِينِي وَبَدَنِي
 وَالْبَصِيرَةِ فِي قَلْبِي وَالنَّفَازِ فِي أُمُورِي وَالْحَشْيَةِ لَكَ
 وَالْخَوْفِ مِنْكَ وَالْقُوَّةَ عَلَى مَا أَمَرْتَنِي بِهِ مِنْ
 طَاعَتِكَ وَالْاجْتِنَابَ لِمَا نَهَيْتَنِي عَنْهُ مِنْ

مَعْصِيَتِكَ اللَّهُمَّ وَآمَنْتُ عَلَى بِالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ
وَزِيَارَةِ قَبْرِ رَسُولِكَ صَلَوَاتِكَ عَلَيْهِ وَرَحْمَتِكَ
وَبَرَكَاتِكَ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَآلِ رَسُولِكَ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي فِي عَامِي هَذَا وَفِي كُلِّ عَامٍ
وَأَجْعَلْ ذَلِكَ مَقْبُولًا مَشْكُورًا مَذْكُورًا لَدَيْكَ
مَذْخُورًا عِنْدَكَ وَأَنْطِقْ بِحَمْدِكَ وَشُكْرِكَ
وَذِكْرِكَ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْكَ لِسَانِي وَاشْرَحْ
لِي مَرِاشِدَ دِينِكَ قَلْبِي وَأَعِزَّنِي وَذُرِّيَّتِي مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ وَمِنْ شَرِّ السَّامَةِ وَالْهَامَةِ وَالْعَامَةِ
وَاللَّامَةِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ مَرِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ
سُلْطَانٍ عَنِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مُتَرَفٍّ حَفِيدٍ وَمِنْ شَرِّ
كُلِّ ضَعِيفٍ وَشَدِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَرِيفٍ وَوَضِيعٍ
وَمِنْ شَرِّ كُلِّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ قَرِيبٍ
وَبَعِيدٍ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مَنْ نَصَبَ لِرَسُولِكَ وَلَا هُلَّ

بَيْتُهُ حَرَبًا مِّنَ الْجِنِّ

جدائی نہ ڈال۔ اے میرے معبود! رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے ایسی عافیت دے جو بے نیاز کرنے والی، شفا بخشے والی (امراض کے دسترس سے) بالا اور روز افزوں ہو۔ ایسی عافیت جو میرے جسم میں دنیا و ایمان کی سلامتی، قلبی بصیرت، نفاذِ امور کی صلاحیت، بیم و خوف کا جذبہ اور جس اطاعت کا حکم دیا ہے اس کے بجالانے کی قوت اور جن گناہوں سے منع کیا ہے اُن سے اجتناب کی توفیق بخش کر مجھ پر احسان فرما۔ بارِ الہا! مجھ پر یہ احسان بھی فرما کہ جب تک تو مجھے زندہ رکھے، ہمیشہ اس سال بھی اور ہر سال حج و عمرہ اور قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قبور آلِ رسولؐ سلام اللہ علیہم کی زیارت کرتا رہوں۔ اور ان عبادات کا مقبول و پسندیدہ، قابلِ التفات اور اپنے ہاں ذخیرہ قرار

دے اور حمد و شکر و ذکر اور ثنائے جمیل کے نغموں سے
 میری زبان کو گویا رکھ اور دینی ہدایتوں کے لئے میرے دل
 کی گرہیں کھول دے اور مجھے اور میری اولاد کو شیطان
 مردود اور زہریلے جانوروں، ہلاک کرنے والے حیوانوں اور
 دوسرے جانوروں کے گزند اور چشم بد سے پناہ دے اور ہر
 سرکش شیطان، ہر ظالم حکمران، ہر جمع جتھے والے مغرور، ہر
 کمزور اور طاقتور، ہر اعلیٰ و ادنیٰ، ہر چھوٹے بڑے اور ہر
 نزدیک اور دور والے اور جن و انس میں سے تیرے پیغمبر
 اور ان کے اہل بیت سے برسرِ پیکار و ہننے والے اور ہر حیوان
 کے شر سے جن پر تجھے تسلط حاصل ہے، محفوظ رکھ۔ اس لئے
 کہ تو حق و عدل کی راہ پر ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ
 پر رحمت نازل فرما اور جو مجھ سے برائی کرنا چاہے

وَالْإِنْسِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا

إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ
 اٰلِهٖ وَمَنْ اَرَادَنِيْ بِسُوْءٍ فَاَصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاذْخُرْ عَنِّيْ
 مَكْرَهٗ وَاذْرَ اُعْيٰى شَرِّهٗ وَرُدَّ كَيْدَهٗ فِيْ نَحْرِهٖ وَاَجْعَلْ
 بَيْنَ يَدَيْهِ سُدًّا حَتّٰى تُعْبِيَ عَنِّيْ بَصَرَهٗ وَتُصِمَّ عَنْ
 ذِكْرِى سَمْعَهٗ وَتُقْفَلَ دُوْنِ اِخْطَارِى قَلْبَهٗ وَتُخْرِسَ
 عَنِّي لِسَانَهٗ وَتَقْبَعَ رَاسُهٗ وَتُذِلَّ عِزُّهٗ وَتَكْسِرَ
 جَبْرُوْتَهٗ وَتُذِلَّ رَقَبَتَهٗ وَتَفْسَخَ كِبْرَهٗ وَتُوْمِنِنِيْ مِنْ
 جَمِيْعِ ضَرِّهٖ وَشَرِّهٖ وَغَمِّهٖ وَهَمِّهٖ وَلَمَزِهٖ وَحَسَدِهٖ
 وَعَدَاوَتِهٖ وَحَبَائِلِهٖ وَمَصَائِدِهٖ وَرَجْلِهٖ وَخَيْلِهٖ اِنَّكَ
 عَزِيْزٌ قَدِيْرٌ

اُسے مجھ سے روگردان کر دے؛ اس کا مکر مجھ سے دور، اُس کا
 اثر مجھ سے دفع کر دے اور اس کے مکر و فریب (کے تیر)
 اس کے سینہ کی طرف پلٹا دے اور اس کے سامنے ایک

دیوار کھڑی کر دے یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کو مجھے
 دیکھنے سے نابینا اور اس کے کانوں کو میرا ذکر سننے سے بہرا
 کر دے اور اُس کے دل پر قفل چڑھا دے تاکہ میرا اُسے
 خیال نہ آئے۔ اور میرے بارے میں کچھ کہنے سننے سے اس
 کی زبان کو گنگ کر دے، اس کی تمکنت کو توڑ دے۔ اس کی
 گردن میں ذلت کا طوق ڈال دے اُس کا تکبر ختم کر دے اور
 مجھے اس کی ضرر رسانی، شر پسندی، طعنہ زنی، غیبت، عیب
 جوئی، حسد، دشمنی اور اس کے پھندوں، ہتھکنڈوں، پیادوں
 اور سواروں سے اپنے حفظ و امان میں رکھ۔ یقیناً تو غلبہ و
 اقتدار کا مالک ہے۔

یہ دعاء طلب عافیت کے سلسلہ میں ہے۔ عافیت
 دین و دنیا کے تمام انواعِ خیر کو شامل ہے۔ وہ جسم سے

متعلق ہو جیسے صحت و تندرستی یا روح سے جیسے سیرت و کردار کی پاکیزگی۔ وہ دنیا کی کامرانی سے متعلق ہو یا آخرت کی فلاح سے غرض ظاہر و باطن اور دنیا و آخرت کی ہر فلاح و بہبود اُس کے ضمن میں آجاتی ہے۔ اس جامعیت کے لحاظ سے پیغمبر اکرم کو طلبِ عافیت سے بڑھ کر کوئی دعاء مطلوب و مرغوب نہ تھی۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ:

مَا سَأَلَ اللَّهُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ اللَّهَ الْعَافِيَةَ۔

پیغمبر ﷺ اکرم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی چیز طلب نہیں کی جو انہیں طلبِ عافیت سے زیادہ پسند ہو۔

اس دعاء میں لفظ عافیت کا تکرار اس سے متعدد معانی کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ ہر جملہ میں لفظ عافیت کے الگ الگ معنی ہیں اور وہ معانی بالترتیب یہ ہیں:

(۱) جسمانی صحت (۲) ذلت و رسوائی سے نجات
 (۳) دشمن سے بچاؤ (۴) عیوب و رذائل سے علیحدگی (۵)
 فقر و احتیاج سے دوری (۶) عزت نفس (۷) استغناء (۸)
 بے خوفی (۹) ازالہ نقاہت (۱۰) اُمور دنیا و آخرت کی
 اصلاح۔

ان تمام انواعِ عافیت کے سوال کے بعد حج، عمرہ، زیارتِ
 قبرِ رسولؐ اور زیارتِ قبورِ ائمہ کے لئے دعاء فرمائی ہے اور
 ان اعمال پر دعائے عافیت کو اس لئے مقدم کیا ہے کہ یہ
 تمام اعمال صحت، عافیت اور وسعتِ مال سے وابستہ ہیں، حج
 کے لغوی معنی قصد و ارادہ کے ہیں اور عمرہ اعتمار سے ہے
 جس کے معنی زیارت کے ہیں؛ اور شرعاً مکہ مکرمہ میں
 مخصوص دنوں میں مخصوص اعمال و ارکان کے بجالانے کا
 نام ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو مکہ سے ۱۲ میل دور کے

رہنے والے ہیں حج تمتع ہے جس میں دو مرتبہ احرام باندھا جاتا ہے پہلی مرتبہ عمرہ کی نیت سے جس کے بعد عمرہ کے مخصوص اعمال بجالائے جاتے ہیں اور دوسری مرتبہ آٹھ ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھا جاتا ہے جس کے بعد حج کے مخصوص اعمال ادا کئے جاتے ہیں۔ حج کے بعد یا حج سے پہلے مدینہ میں زیارتِ قبرِ رسولؐ مستحبِ موکد اور ثوابِ عظیم کی حامل ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے:

من زار قبری بعد موتی کمن ہاجر الی فی حیاتی
جو شخص میری رحلت کے بعد میری قبر کی زیارت کرے
وہ اس شخص کے مانند ہے جس نے میری زندگی میں میری
طرف ہجرت کی ہو۔“

یہ زیارت حج ہی کا ایک تتمہ ہے۔ اور امام شافعیؒ نے اسے حج اصغر سے تعبیر کیا ہے۔ اسے ترک کرنا حق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو

نظر انداز کرنا اور احسان ناشناسی کا مظاہرہ ہے۔ اسی طرح ائمہ اطہار کے مشاہد کی زیارت مستحب موکد اور اُن کے حقوق کے اعتراف کی دلیل ہے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

ان لكل امام عهدا في عنق شيعة و اوليائه و ان من تمام الوفاء و حسن الاداء زيارة قبورهم۔

ہر امام کے لئے اس کے دوستوں اور شیعوں کے ذمہ ایک عہد و پیمان ہے اور وفائے عہد و حسنِ ادائیگی کی تکمیل یہ ہے کہ اُن کی قبروں کی زیارت کی جائے۔

دُعاؤہ لابیویہ والدین کے حق میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَبَوَيْهِ
عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

اپنے والدین (علیہما السلام) کے حق میں حضرت کی دعا:-
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَاَهْلِ
بَيْتِهِ الطّٰهَرِيْنَ وَاخْصُصْهُمْ بِاَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ
وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَسَلَامِكَ وَاخْصُصْ اَللّٰهُمَّ
وَالِدَيَّ بِالْكَرَامَةِ لَدَيْكَ وَالصَّلٰوةَ مِنْكَ يَا اَرْحَمَ
الرّٰحِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَهْلِبَيْتِ
عِلْمَ مَا يَجِبُ لَهُمَا عَلَيَّ

اے اللہ! اپنے عبدِ خاص اور رسول محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم) اور اُن کے پاک و پاکیزہ اہل بیت پر رحمت
نازل فرما اور انہیں بہترین رحمت و برکت اور درود و سلام

کے ساتھ خصوصی امتیاز بخش۔ اور اے معبود! میرے ماں باپ کو بھی اپنے نزدیک عزت و کرامت اور اپنی رحمت سے مخصوص فرما۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما اور اُن کے جو حقوق مجھ پر واجب ہیں اُن کا علم

بذریعہ

إِلَهَامًا وَاجْمَعْ لِي عِلْمَ ذَلِكَ كُلِّهِ تَمَّامًا ثُمَّ
اسْتَعْمِلْنِي بِمَا تُلْهِمُنِي مِنْهُ وَوَفِّقْنِي لِلنُّفُوزِ فِيمَا
تُبْصِرُونِي مِنْ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يَفُوتَنِي اسْتِعْمَالُ شَيْءٍ
عَلَّمْتَنِيهِ وَلَا تَثْقُلَ أَرْكَانِي عَنِ الْخُفُوفِ فِيمَا
أَلْهَمْتَنِيهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا شَرَفْتَنَا
بِهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا أَوْجَبْتَ لَنَا الْحَقَّ عَلَى
الْخَلْقِ بِسَبَبِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي أَحَابَهُهَا هَيْبَةً

السُّلْطَانِ الْعُسُوفِ وَأَبْرَهُمَا بِرَّ الْأُمِّ الرَّءُوفِ
وَأَجْعَلْ طَاعَتِي لَوَالِدَتِي وَبِرِّي بِهِمَا أَقَرَّ لِعَيْنِي مِنْ
رَقْدَةِ الْوُسْنَانِ وَأَثْلَجْ لِصَدْرِي مِنْ شَرِّبَةِ الظَّنِّانِ
حَتَّى أُوَثِّرَ عَلَى هَوَايَ هَوَاهُمَا وَأُقَدِّمُ عَلَى رِضَائِي
رِضَاهُمَا وَأَسْتَكَثِّرَ بِرَّهُمَا بِي وَإِنْ قَلَّ وَأَسْتَقِلَّ
بِرِّي بِهِمَا وَإِنْ كَثُرَ اللَّهُمَّ خَفِّضْ لَهُمَا صَوْتِي
وَأَطِبْ لَهُمَا كَلَامِي وَأَلِنْ لَهُمَا عَرِيكَتِي وَاعْطِفْ
عَلَيْهِمَا قَلْبِي وَصَيِّرْنِي بِهِمَا رَفِيقًا وَعَلَيْهِمَا شَفِيقًا
اللَّهُمَّ اشْكُرْ لَهُمَا تَرْبِيَّتِي وَأَثْبِهْهُمَا عَلَيَّ تَكْرِمَتِي
وَأَحْفَظْ لَهُمَا مَا حَفِظَاهُ

الہام عطا کر اور ان تمام واجبات کا علم بے کم و کاست
میرے لئے مہیا فرمادے۔ پھر جو مجھے بذریعہ الہام بتائے
اس پر کاربند رکھ اور اس سلسلہ میں جو بصیرت علمی عطا کرے

اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے تاکہ ان باتوں میں
 سے جو تو نے مجھے تعلیم کی ہیں کوئی بات عمل پر آئے بغیر نہ
 رہ جائے اور اس خدمت گزاری سے جو تو نے مجھے بتلائی
 ہے۔ میرے ہاتھ پیر تھکن محسوس نہ کریں۔ اے اللہ! محمدؐ
 اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ کیونکہ تو نے اُن کی
 طرف انتساب سے ہمیں شرف بخشا ہے۔ محمدؐ اور اُن کی آلؑ
 پر رحمت نازل فرما۔ کیونکہ تو نے اُن کی وجہ سے ہمارا حق
 مخلوقات پر قائم کیا ہے۔ اے اللہ! مجھے ایسا بنادے کہ میں
 ان دونوں سے اس طرح ڈرو جس طرح کسی جابر بادشاہ سے ڈرا
 جاتا ہے اور اس طرح ان کے حال پر شفیق و مہربان رہوں
 جس طرح شفیق ماں (اپنی اولاد پر) شفقت کرتی ہے اور اُن
 کی فرمانبرداری اور اُن سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے
 کو میری آنکھوں کے لئے اسے زیادہ کیف افزا قرار

دے جتنا چشمِ خواب آلود میں نیند کا خمار؛ اور میرے قلب و
روح کے لئے اس سے بڑھ کر مسرت انگیز قرار دے جتنا
پیاسے کے لئے جرمِ آب۔ تاکہ میں اپنی خواہش پر اُن کی
خواہش کو ترجیح دوں اور اپنی خوشی پر اُن کی خوشی کو مقدم
رکھوں اور اُن کے تھوڑے احسان کو بھی جو مجھ پر کریں،
زیادہ سمجھوں۔ اور میں جو نیکی ان کے ساتھ کروں وہ زیادہ
بھی ہو تو اُسے کم تصور کروں۔ اے اللہ! میری آواز کو ان
کے سامنے آہستہ، میرے کلام کو ان کے لئے خوشگوار،
میری طبیعت کو نرم اور میرے دل کو مہربان، بنادے اور
مجھے ان

مِیْنِیْ فِیْ صِغْرِیْ اَللّٰهُمَّ وَمَا مَسَّهَآ مِیْنِیْ مِنْ اَذٰی اَوْ
خَلَصَ اِلَیْہَا عَنِّیْ مِنْ مَّکْرُوْہٍ اَوْ ضَاعَ قِبَلِیْ لَہُمَا
مِنْ حَقٍّ فَاَجْعَلْہُ حِطَّۃً لِّذُنُوْبِہُمَا وَعُلُوًّا فِیْ

دَرَجَاتِهِمَا وَزِيَادَةً فِي حَسَنَاتِهِمَا يَأْمُرُ بِالسَّيِّئَاتِ
 بِأَضْعَافِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ اللَّهُمَّ وَمَا تَعَدَّى عَلَى فِيهِ
 مِنْ قَوْلٍ أَوْ أَسْرَفٍ عَلَى فِيهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ ضَيِّعَةٍ لِي
 مِنْ حَقِّي أَوْ قَصْرٍ لِي عَنْهُ مِنْ وَاجِبٍ فَقَدْ وَهَبْتُهُ
 لَهَا وَجَدْتُ بِهِ عَلَيْهَا وَرَغِبْتُ إِلَيْكَ فِي وَضْعِ
 تَبِعَتِهِ عَنْهَا فَإِنِّي لَا أَتَّهِمُهَا عَلَى نَفْسِي وَلَا
 أَتَّبِطُّهَا فِي بَرٍّ وَلَا أَكْرَهُ مَا تَوَلَّيْتُ مِنْ أَمْرٍ
 يَأْرِبُ فِيهَا أَوْ جَبَّ حَقًّا عَلَى وَأَقْدَمُ إِحْسَانًا إِلَيَّ
 وَأَعْظَمُ مِنَّةً لَدَيَّ مِنْ أَنْ أَقَاصُهَا بِعَدْلٍ أَوْ
 أَجَازِيَهَا عَلَى مِثْلِ آيِنٍ إِذَا يَا إِلَهِي طَوَّلَ شُغْلُهَا
 بِتَرْبِيَّتِي وَآيِنٍ شِدَّةً تَعَبِهِمْ فِي حِرَاسَتِي وَآيِنٍ
 إِقْتَارُهَا عَلَى أَنْفُسِهَا لِلتَّوَسُّعَةِ عَلَى هَيْهَاتَ مَا
 يَسْتَوْفِيَانِ مِنِّي حَقَّهَا وَلَا أُدْرِكُ مَا يَجِبُ عَلَى
 لَهَا وَلَا أَنَا بِقَاضٍ وَظِيفَةً خِدْمَتِهَا فَصَلِّ عَلَى

کے ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آنے والا قرار دے۔ اے اللہ! انہیں میری پرورش کی جزائے خیر دے اور میری حسن نگہداشت پر اجر و ثواب عطا کر اور کم سنی میں میری خبر گیری کا انہیں صلہ دے۔ اے اللہ! انہیں میری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی ہو یا میری جانب سے کوئی ناگوار صورت پیش آئی ہو یا اُن کی حق تلفی ہوئی ہو تو اُسے اُن کے گناہوں کا کفارہ، درجات کی بلندی اور نیکیوں میں اضافہ کا سبب قرار دے۔ اے برائیوں کو کئی گنا نیکیوں سے بدل دینے والے بارِ الہا اگر انہوں نے میرے ساتھ گفتگو میں سختی یا کسی کام میں زیادتی یا میرے کسی حق میں فرو گزاشت یا اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کی ہو تو میں اُن کو بخشا ہوں اور اسے نیکی و احسان کا وسیلہ قرار دیتا ہوں۔ اور پالنے والے!

تجھ سے خواہش کرتا ہوں کہ اس کا مواخذہ اُن سے نہ کرنا۔
 اس لئے کہ میں اپنی نسبت اُن سے کوئی بد گمانی نہیں رکھتا
 اور نہ تربیت کے سلسلہ میں انہیں سہل انگار سمجھتا ہوں اور
 اُن کی دیکھ بھال کو ناپسند کرتا ہوں اس لئے کہ اُن کے
 حقوق مجھ پر لازم و واجب، ان کے احسانات دیرینہ اور اُن
 کے انعامات عظیم ہیں۔ وہ اس سے بالاتر ہیں کہ میں اُن کو
 برابر کا بدلہ یا ویسا ہی عوض دے سکوں۔ اگر ایسا کر سکوں تو
 اے میرے معبود! وہ ان کا ہمہ وقت میری تربیت میں
 مشغول رہنا میری خبر گیری میں رنج و تعب اٹھانا اور خود
 عسرت و تنگی میں رہ کر میری آسودگی کا سامان کرنا کہاں
 جائے گا بھلا کہاں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کا صلہ مجھ سے
 پاسکیں اور نہ میں خود ہی اُن کے حقوق سے سبکدوش ہو سکتا
 ہوں اور نہ اُن کی خدمت کا فریضہ انجام دے سکتا ہوں۔

رحمت نازل

وَالِلهِ وَاعْتِنِي يَا خَيْرَ مَنْ اسْتُعِينَ بِهِ وَوَفَّقْنِي يَا
أَهْدَى مَنْ رُغِبَ إِلَيْهِ وَلَا تَجْعَلْنِي فِي أَهْلِ الْعُقُوقِ
لِلْإِبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ يَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ. اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَالِلهِ وَذُرِّيَّتِهِ وَاخْصُصْ أَبَوَيَّ بِأَفْضَلِ مَا خَصَّصْتَ
بِهِ آبَاءَ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ وَأُمَّهَاتِهِمْ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ لَا تُنْسِنِي ذِكْرَهُمَا فِي أَدْبَارِ
صَلَوَاتِي وَفِي إِنَّا مِنْ أَنَاءِ لَيْلِي وَفِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنْ
سَاعَاتِ نَهَارِي اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَاعْفِرْ لِي بِدُعَائِي لَهُمَا وَاعْفِرْ لَهُمَا بِبِرِّهِمَا بِي
مَغْفِرَةٍ حَتْمًا وَارْضَ عَنْهُمَا بِشَفَاعَتِي لَهُمَا رِضًى
عَزَمًا وَبَلِّغْهُمَا بِالْكَرَامَةِ مَوَاطِنَ السَّلَامَةِ اللَّهُمَّ

وَإِنْ سَبَقَتْ مَغْفِرَتُكَ لَهَا فَشَفَّعْهَا فِيَّ وَإِنْ
 سَبَقَتْ مَغْفِرَتُكَ لَهَا فَشَفِّعْنِي فِيهَا حَتَّى نَجْتَمِعَ
 بِرَأْفَتِكَ فِي دَارِ كَرَامَتِكَ وَفَحْلِ مَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ
 إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيمِ وَأَنْتَ
 أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔

فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری مدد فرما اے بہتر ان
 سب سے جن سے مدد مانگی جاتی ہے اور مجھے توفیق دے
 اے زیادہ رہنمائی کرنے والے اُن سب سے جن کی طرف
 (ہدایت کے لئے) توجہ کی جاتی ہے۔ اور مجھے اس دن جب
 کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور کسی پر
 زیادتی نہ ہوگی اُن لوگوں میں سے قرار نہ دینا جو ماں باپ
 کے عاق و نافرمان بردار ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ و
 اولادؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے ماں باپ کو اس سے

بڑھ کر امتیاز دے جو مومن بندوں کے ماں باپ کو تو نے
 بخشا ہے۔ اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے
 والے، اے اللہ! ان کی یاد کو نمازوں کے بعد رات کی
 ساعتوں اور دن کے تمام لمحوں میں کسی وقت فراموش نہ
 ہونے دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
 فرما اور مجھے ان کے حق میں دُعا کرنے کی وجہ سے اور انہیں
 میرے ساتھ نیکی کرنے کی وجہ سے لازمی طور پر بخش دے
 اور میری سفارش کی وجہ سے ان سے قطعی طور پر راضی و
 خوشنود ہو اور انہیں عزت و آبرو کے ساتھ سلامتی کی منزلوں
 تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اگر تو نے انہیں مجھ سے پہلے بخش
 دیا تو انہیں میرا شفیع بنا؛ اور اگر مجھے پہلے بخش دیا تو مجھے ان
 کا شفیع قرار دے۔ تاکہ ہم سب تیرے لطف و کرم کی
 بدولت تیرے بزرگی کے گھر اور بخشش و رحمت کی منزل

میں ایک ساتھ جمع ہو سکیں۔ یقیناً تو بڑے فضل والا، قدیم احسان والا اور سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

خداوند عالم کے عظیم احسانات کے بعد ماں باپ کے احسانات کا درجہ ہے جن کی پرورش و تربیت میں ربوبیت الہی کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ بغیر کسی طمع اغراض اور عوض کے پیہم تربیت کا اہتمام کرتے اور شفقت و مہربانی کے سایوں میں پروان چڑھاتے ہیں۔ چنانچہ وہ بچہ جو گوشت و پوست کا ایک لو تھڑا ہوتا ہے جس کا شعور نا تمام، حواس کمزور، قوی ناقص، نفع و نقصان کے سمجھنے سے قاصر؛ نہ اپنی کسی ضرورت کو پورا کر سکتا ہے، نہ بغیر سہارے کروٹ بدل سکتا ہے، نہ بیٹھ سکتا ہے، نہ کھڑا ہو

سکتا ہے؛ ہر لمحہ ایک نگرانی کرنے والے کا محتاج، ہر مرحلہ
 پر دوسروں کا دستِ نگر۔ کون ہے جو اُسے اپنے آرام و
 راحت کی قربانی کر کے پالتا ہے؛ وہ ماں ہے جو ایسی حالت
 میں تربیت اور دیکھ بھال کا بیڑا اٹھاتی ہے، اور راتوں کی
 نیند اور دن کا سکون اس کے لئے قربان کر دیتی ہے۔ جب
 اُس میں اٹھنے بیٹھنے کی سکت نہیں ہوتی، اُسے گود میں
 اٹھائے پھرتی ہے۔ جب کچھ توانائی آتی ہے تو ہاتھ کا سہارا
 دے کر چلنا سکھاتی ہے۔ اور جب ہوش سنبھالتا ہے تو باپ
 اُس کی تعلیم و اخلاقی تربیت کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور
 اس کی خاطر طرح طرح کی مشقتیں برداشت کرتا ہے اور
 اپنے خون پسینہ کی کمائی سے اُسے علم و ہنر سے آراستہ کرتا
 ہے۔ اگر شریعتِ اسلام کا یہ حکم نہ بھی ہوتا تو اُن کے ساتھ
 خوش رفتاری سے پیش آیا جائے۔ جب بھی حق شناسی و شکر

گزاری کا تقاضا یہ ہے کہ اُن کے پیہم احسانات کے بدلہ میں اُن کے حقوق کا اعتراف کیا جائے اور ان کا احترام ملحوظ رکھا جائے چہ جائے کہ شریعت نے بھی ان کے ساتھ نیکی کا تاکید حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ اِنْ لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكُبَرَ احْدِهْمَا اَوْ كِلَاهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا اِفْ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذِّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا۔

تمہارے پروردگار کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر اُن میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو اُنہیں (کسی ناگوار بات پر) اُف تک نہ کہو اور نہ اُنہیں جھڑکو۔ اور اُن سے نرمی کے ساتھ

بات کرو۔ اور شفقت و مہربانی سے اُن کے سامنے عاجزی کا اظہار کرو۔ اور کہو کہ اے میرے پروردگار! جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی عبادت کا بلا شرکت غیرے حکم دیا ہے اور اس کے پہلو بہ پہلو ماں باپ کے حسن سلوک کا بھی ذکر کیا ہے تاکہ ربوبیت حقیقی کے ساتھ ربوبیت مجازی نظر انداز نہ ہونے پائے اور دونوں کے تقاضے یکساں پورے ہوں اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی پرستش کرے اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ اس نیکی کو صرف اُن کی زندگی تک محدود نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اُن کے مرنے کے بعد بھی اُن کے حقوق برقرار رہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اُن کا قرضہ ادا کرے، اُن کی وصیت

کی تعمیل کرے اور جو واجبات اُن کے ذمہ ہوں انہیں ادا کرے۔ جیسے نماز روزہ حج وغیرہ اور اُن کے لئے ہمیشہ دعائے مغفرت کرے۔ ارشاداتِ معصومین سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر اُن کی زندگی میں ان کے حقوق میں فرو گذاشت کی گئی ہو تو ان کے جوارِ رحمت میں پہنچنے کے بعد اُن کے حق میں دعائے مغفرت کرنے اور ان کے دوسرے حقوق ادا کرنے سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔ اور اگر عاق بھی ہو تو اہلِ عقوق کی فہرست سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اور در صورتے کہ نہ زندگی میں اُن کا کچھ خیال کیا ہو اور نہ مرنے کے بعد اُن کے حقوق کی طرف توجہ کی ہو، تو اس کے نتیجہ میں عمر کم اور زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور فقر و پریشانی اور جان کنی کے انتہائی شدت میں مبتلا ہو کر مرتا ہے۔

دُعاؤہ لولده اولاد کے حق میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِوَلَدِهِ
عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

اولاد کے حق میں حضرت کی دعا:-

اَللّٰهُمَّ وَمَنْ عَلَيَّ بِبَقَاءِ وَلَدِيَّ وَبِاصْلَاحِهِمْ لِيَّ
وَبِامْتِنَاعِيْ بِهِمُ الْهَيْ اُمِّدْ لِيَّ فِيْ اَعْمَارِهِمْ وَزِدْ لِيَّ فِيْ
اَجَالِهِمْ وَرَبِّ لِيْ صَغِيْرَهُمْ وَقَوِّ لِيْ ضَعِيْفَهُمْ
وَاخْلَقْهُمْ وَعَافِهِمْ فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَفِيْ جَوَارِحِهِمْ
وَفِيْ كُلِّ مَا عُنِيْتُ بِهِ مِنْ اَمْرِهِمْ وَاَدْرِ لِيْ وَعَلَى
يَدِيْ اَرْزَاقَهُمْ وَاَجْعَلْهُمْ اَبْرَارًا اَتْقِيَاءَ بُصْرَاءَ
سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ لَكَ وَلَاوَلِيَّائِكَ مُحِبِّيْنَ
مُنَاصِحِيْنَ وَلِجَمِيْعِ اَعْدَائِكَ مُعَانِدِيْنَ وَمُبْغِضِيْنَ
اٰمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ بِهِمْ عَضِدِيْ وَاَقْمِ بِهِمْ اَوْدِي

وَكَثُرَ بِهِمْ عَدَدِي وَزَيْنُ بِهِمْ فَحَضَرْتِي وَأَحْيَ بِهِمْ
 ذِكْرِي وَكَفِنِي بِهِمْ فِي غَيْبَتِي وَأَعْيَى بِهِمْ عَلَيَّ
 حَاجَتِي وَاجْعَلُهُمْ لِي مُحِبِّينَ وَعَلَى حَدِيثَيْنِ مُقْبِلِينَ
 مُسْتَقِيمِينَ لِي مُطِيعِينَ غَيْرَ عَاصِينَ وَلَا عَاقِينَ
 وَلَا مُخَالِفِينَ وَلَا خَاطِئِينَ وَأَعْيَى

اے میرے معبود! میری اولاد کی بقا اور اُن کی اصلاح اور
 ان سے بہرہ مندی کے سامان مہیا کر کے مجھے ممنون احسان
 فرما اور میرے سہارے کے لئے ان کی عمروں میں برکت
 اور زندگیوں میں طول دے اور اُن میں سے چھوٹوں کی
 پرورش فرما اور کمزوروں کو توانائی دے اور ان کی جسمانی،
 ایمانی اور اخلاقی حالت کو درست فرما اور اُن کے جسم و جان
 اور اُن کے دوسرے معاملات میں جن میں مجھے اہتمام کرنا
 پڑے انہیں عافیت سے ہمکنار رکھ، اور میرے لئے اور

میرے ذریعہ اُن کے لئے رزق فراواں جاری کر اور انہیں نیکو کار، پرہیزگار، روشن دل، حق نبوش اور اپنا فرمانبردار اور اپنے دوستوں کا دوست و خیر خواہ اور اپنے تمام دشمنوں کا دشمن و بد خواہ قرار دے۔ آمین۔ اے اللہ! ان کے ذریعہ میرے بازوؤں کو قوی اور میری پریشان حالی کی اصلاح کر اور ان کی وجہ سے میری جمعیت میں اضافہ اور میری مجلس کی رونق دوبالا فرما اور ان کی بدولت میرا نام زندہ رکھ اور میری عدم موجودگی میں انہیں میرا قائم مقام قرار دے اور ان کے وسیلہ سے میری حاجتوں میں میری مدد فرما، اور انہیں میرے لئے دوست، مہربان، ہمہ تن متوجہ، ثابت قدم اور

عَلَى تَرْبِيَّتِهِمْ وَتَادِيْبِهِمْ وَبِرِّهِمْ وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ مَعَهُمْ اَوْلَادًا ذُكُوْرًا وَاَجْعَلْ ذٰلِكَ خَيْرًا لِّيْ

وَاجْعَلْهُمْ لِي عَوْنًا عَلَى مَا سَأَلْتُكَ وَأَعِزَّنِي وَذَرِّبْنِي
 مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَإِنَّكَ خَلَقْتَنَا وَأَمَرْتَنَا
 وَنَهَيْتَنَا وَرَغَبْتَنَا فِي ثَوَابِ مَا أَمَرْتَنَا وَرَهَبْتَنَا
 عِقَابَهُ وَجَعَلْتَ لَنَا عَدُوًّا يَكِيدُنَا سَلَّطْتَهُ مِنَّا عَلَى
 مَا لَمْ تُسَلِّطْنَا عَلَيْهِ مِنْهُ أَسْكَنْتَهُ صُدُورَنَا
 وَأَجْرِيَّتَهُ هَجَارِي دِمَائِنَا لَا يَغْفُلُ إِنْ غَفَلْنَا وَلَا
 يَنْسَى إِنْ نَسِينَا يُؤْمِنُنَا عِقَابَكَ وَيُخَوِّفُنَا بِغَيْرِكَ
 إِنْ هَمَمْنَا بِفَاحِشَةٍ شَجَّعَنَا عَلَيْهَا وَإِنْ هَمَمْنَا
 بِعَمَلٍ صَالِحٍ ثَبَّتْنَا عَنْهُ يَتَعَرَّضُ لَنَا بِالشَّهَوَاتِ
 وَيُنْصِبُ لَنَا بِالشُّبُهَاتِ إِنْ وَعَدْنَا كَذِبًا وَإِنْ
 مَنَّا أَخْلَفْنَا وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنَّا كَيْدَهُ يُضِلَّنَا وَإِلَّا
 تَقِنَا خَبَالَهُ يَسْتَزِلَّنَا اللَّهُمَّ فَاقْهَرْ سُلْطَانَهُ عَنَّا
 بِسُلْطَانِكَ حَتَّى تَحْبِسَهُ عَنَّا بِكَثْرَةِ الدُّعَاءِ لَكَ
 فَنُصْبِحَ مِنْ كَيْدِهِ فِي الْمَعْصُومِينَ بِكَ اللَّهُمَّ

أَعْطِنِي كُلَّ سُؤْلِي وَقُضِّ لِي حَوَائِجِي وَلَا تَمْنَعْنِي
الْإِجَابَةَ وَقَدْ ضَمِنْتَهُمَا لِي

فرمانبردار قرار دے۔ وہ نافرمان، سرکش، مخالف و خطاکار
نہ ہوں اور اُن کی تربیت و تادیب اور اُن سے اچھے برتاؤ
میں میری مدد فرما۔ اور ان کے علاوہ بھی مجھے اپنے خزانہ
رحمت سے زینہ اولاد عطا کر اور انہیں میرے لئے سراپا خیر
و برکت قرار دے اور انہیں ان چیزوں میں جن کا میں طلب
گار ہوں میرا مددگار بنا اور مجھے اور میری ذریت کو شیطان
مردود سے پناہ دے۔ اس لئے کہ تو نے ہمیں پیدا کیا اور
امرو نہی کی اور جو حکم دیا اس کے ثواب کی طرف راغب کیا
اور جس سے منع کیا اس کے عذاب سے ڈرایا۔ اور ہمارا ایک
دشمن بنایا جو ہم سے مکر کرتا ہے اور جتنا ہماری چیزوں پر
اسے تسلط دیا ہے اتنا ہمیں اس کی کسی چیز پر تسلط نہیں دیا۔

اس طرح کہ اُسے ہمارے سینوں میں ٹھہرا دیا اور ہمارے
 رگ و پے میں دوڑا دیا۔ ہم غافل ہو جائیں مگر وہ غافل نہیں
 ہوتا۔ ہم بھول جائیں مگر وہ نہیں بھولتا۔ وہ ہمیں تیرے
 عذاب سے مطمئن کرتا اور تیرے علاوہ دوسروں سے ڈراتا
 ہے۔ اگر ہم کسی برائی کا ارادہ کرتے ہیں تو وہ ہماری ہمت
 بندھاتا ہے اور اگر کسی عمل خیر کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمیں
 اس سے باز رکھتا ہے اور گناہوں کی دعوت دیتا اور ہمارے
 سامنے شبہ کھڑے کر دیتا ہے۔ اگر وعدہ کرتا ہے تو جھوٹا،
 اور اُمید دلاتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے۔ اگر تو اس کے
 مکر کو نہ ہٹائے تو وہ ہمیں گمراہ کر کے چھوڑے گا اور اس
 کے فتنوں سے نہ بچائے تو وہ ہمیں ڈگمگادے گا۔ خدایا! اُس
 کے تسلط کو اپنی قوت و توانائی کے ذریعہ ہم سے دفع کر دے
 تاکہ کثرتِ دعا کے وسیلہ سے اُسے ہماری راہ ہی سے ہٹا دے

اور ہم اس کی مکاریوں سے محفوظ ہو جائیں۔ اے اللہ! میری
ہر درخواست کو قبول فرما اور

وَلَا تَعْجُبْ دُعَائِي عَنْكَ وَقَدْ أَمَرْتَنِي بِهِ وَأَمَنْ عَلَى
بِكُلِّ مَا يُصْلِحُنِي فِي دُنْيَايَ وَآخِرَتِي مَا ذَكَرْتُ مِنْهُ
وَمَا نَسِيتُ أَوْ أَظْهَرْتُ أَوْ أَخْفَيْتُ أَوْ أَعْلَنْتُ أَوْ
أَسَوْرْتُ وَاجْعَلْنِي فِي جَمِيعِ ذَلِكَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ
بِسُؤَالِي إِيَّاكَ الْمُنْجِحِينَ بِالطَّلَبِ إِلَيْكَ غَيْرِ
الْمُنُوعِينَ بِالتَّوَكُّلِ عَلَيْكَ الْمُعَوِّدِينَ
بِالتَّعَوُّدِ بِكَ الرَّابِحِينَ فِي التِّجَارَةِ عَلَيْكَ الْمُبَارِينَ
بِعِزَّتِكَ الْمُوسِعَ عَلَيْهِمُ الرِّزْقَ الْحَلَالَ مِنْ فَضْلِكَ
الْوَاسِعِ بِجُودِكَ وَكَرَمِكَ الْمُعَزِّينَ مِنَ الذُّلِّ بِكَ
وَالْمُبَارِينَ مِنَ الظُّلْمِ بِعَدْلِكَ وَالْمُعَافِينَ مِنَ
الْبَلَاءِ بِرَحْمَتِكَ وَالْمَغْنِيِّينَ مِنَ الْفَقْرِ بِغِنَاكَ

وَالْمَعْصُومِينَ مِنَ الذُّنُوبِ وَالزَّلَلِ وَالْخَطَا
 بِتَقْوَاكَ وَالْمُؤَفَّقِينَ لِلْخَيْرِ وَالرُّشْدِ وَالصَّوَابِ
 بِطَاعَتِكَ وَالْمُحَالِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الذُّنُوبِ
 بِقُدْرَتِكَ التَّارِكِينَ لِكُلِّ مَعْصِيَتِكَ السَّاكِنِينَ
 فِي جَوَارِكَ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنَا جَمِيعَ ذَلِكَ بِتَوْفِيقِكَ
 وَرَحْمَتِكَ وَاَعِزَّنَا مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ وَاَعْطِ

میری حاجتیں بر لا اور جب کہ تو نے استجابت دعا کا ذمہ لیا ہے
 تو میری دُعا کو رد نہ کر اور جب کہ تو نے مجھے دعا کا حکم دیا
 ہے تو میری دُعا کو اپنی بارگاہ سے روک نہ دے۔ اور جن
 چیزوں سے میرا دینی و دنیوی مفاد وابستہ ہے ان کی تکمیل
 سے مجھ پر احسان فرما۔ جو یاد ہوں اور جو بھول گیا ہوں،
 ظاہر کی ہوں، یا پوشیدہ رہنے دی ہوں۔ علانیہ طلب کی ہوں یا
 در پردہ ان تمام صورتوں میں اس وجہ سے کہ تجھ سے سوال

کیا ہے (نیت و عمل کی) اصلاح کرنے والوں اور اس بنا پر
 کہ تجھ سے طلب کیا ہے کامیاب ہونے والوں اور اس سبب
 سے کہ تجھ پر بھروسہ کیا ہے غیر مسترد ہونے والوں میں
 سے قرار دے اور (ان لوگوں میں شمار کر) جو تیرے دامن
 میں پناہ لینے کے خوگر، تجھ سے بیوپار میں فائدہ اٹھانے والے
 اور تیرے دامنِ عزت میں پناہ گزین ہیں۔ جنہیں تیرے
 ہمہ گیر فضل اور جود و کرم سے رزقِ حلال میں فراوانی
 حاصل ہوئی ہے اور تیری وجہ سے ذلت سے عزت تک پہنچے
 ہیں اور تیرے عدل و انصاف کے دامن میں ظلم سے پناہ لی
 ہے اور رحمت کے ذریعہ بلاؤ مصیبت سے محفوظ ہیں اور
 تیری بے نیازی کی وجہ سے فقیر سے غنی ہو چکے ہیں اور
 تیرے تقویٰ کی وجہ سے گناہوں، لغزشوں اور خطاؤں سے
 معصوم ہیں اور تیری اطاعت کی وجہ سے خیر و رشد و صواب

کی توفیق انہیں حاصل ہے اور تیری قدرت سے ان کے اور گناہوں کے درمیان پردہ حائل ہے اور جو تمام گناہوں سے دست بردار اور تیرے جوارِ رحمت میں مقیم ہیں۔ بارِ الہا اپنی توفیق و رحمت سے یہ تمام چیزیں ہمیں عطا فرما اور دوزخ کے آزار سے پناہ دے اور جن چیزوں کا میں نے اپنے لئے اور اپنی

جَمِيعَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مِثْلَ الَّذِي سَأَلْتُكَ لِنَفْسِي وَلِوَالِدَيَّ فِي عَاجِلِ الدُّنْيَا وَآجِلِ الْآخِرَةِ إِنَّكَ قَرِيبٌ مُجِيبٌ سَمِيعٌ عَلِيمٌ عَفُوٌّ غَفُورٌ رَّءُوفٌ رَحِيمٌ وَاتَّنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اولاد کے لئے سوال کیا ہے ایسی ہی چیزیں تمام مسلمان و

مسلمات اور مومنین و مومنات کو دنیا و آخرت میں مرحمت فرما۔ اس لئے کہ تو نزدیک اور دعا کا قبول کرنے والا ہے، سننے والا اور جاننے والا ہے، معاف کرنے والا اور بخشنے والا اور شفیق و مہربان ہے۔ اور ہمیں دنیا میں نیکی (توفیق عبادت) اور آخرت میں نیکی (بہشت جاوید) عطا کر، اور دوزخ کے عذاب سے بچائے رکھ۔

فطرتِ انسانی کے حیات اور طبیعت بشری کے جذبات میں سب سے زیادہ پر جوش، دیرپا اور ناقابل شکست اولاد کی محبت کا جذبہ ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اولاد گوشت، پوست اور خون میں باپ کی شریک اور اُسی کا ایک جز ہوتی ہے اس لئے اُسے کبھی نورِ دیدہ، کبھی پارہٴ دل اور کبھی لختِ جگر سے تعبیر کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے:

وانما اولادنا بیننا

اکبادنا تمشی علی الارض

”یہ ہمارے گرد و پیش ہمارے بچے، ہمارے جگر

پارے ہیں جو زمین پر چل پھر رہے ہیں۔“

اس فطری لگاؤ اور طبعی جذبہ کی بنا پر باپ خلوص اور

بے لوثی کا وہ کردار پیش کرتا ہے جس کی مثال دوسرے

روابط و تعلقات میں نظر نہیں آتی۔ وہ اس کی تعلیم و تربیت

میں اپنا وقت، اپنی کاوش اور اپنی دولت بے دریغ صرف

کرتا ہے تاکہ اس کی زیست کا قصر بلند اقدار پر استوار ہو۔

مگر بعض اوقات غلط اور نامکمل تربیت کی وجہ سے اولاد بے

راہ ہو جاتی ہے۔ شروع شروع میں لاڈ چاؤ اور پیار میں اس

کی بری حرکتوں کی طرف توجہ نہیں دی جاتی اور جب بری

عادتیں راسخ ہو جاتی ہیں تو پھر دریا کا دھارا موڑنے کی سعی

لا حاصل کی جاتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ابتدا ہی میں
 ایسی تعلیم و تربیت دی جائے جو ایک صحت مند ذہنیت کی
 تشکیل کرے اور غلط اندازِ فکر سے آشاہی نہ ہونے دے۔
 کیونکہ ابتداء میں بچے کے ذہن میں جو نقش بٹھادیا جاتا ہے
 وہ ہمیشہ کے لئے بیٹھ جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت کے موقع پر
 صرف دنیوی ترقی کے پہلو پر نظر نہ ہونا چاہئے بلکہ اُس کے
 ساتھ دینی و اخلاقی زندگی کے سنوارنے کا بھی سامان کرنا
 چاہئے اور شروع ہی میں دین و مذہب کی اہمیت، خدا کی
 عظمت اور غرضِ خلقت کو ذہن نشین کرانا چاہئے تاکہ آگے
 بڑھ کر یہ تاثرات زندگی کے ہر گوشہ میں کار فرما رہیں۔ اور
 اس کے ساتھ بڑوں کی عزت، بزرگوں کا احترام، ہنجویوں
 سے پیارِ محبت اور دوسروں سے ہمدردی و غمخواری کی تعظیم
 دے؛ بری صحبت سے دور رکھے اور لڑائی جھگڑے، بے محل

ہنسنے، کسی کا مذاق اڑانے، جھوٹ، گالی، غیبت، بے موقع چیخ
 پکار اور اول فoul بکنے سے منع کرے اور اس کے حرکات و
 سکنتات پر کڑی نظر رکھے اور جب کسی بری بات سے روکنا
 چاہے تو اعتدال کی حد میں رہ کر سمجھائے اور تشدد و سختی سے
 کام نہ لے کہ اس کا بعض اوقات الٹا اثر ہوتا ہے اور وہ ردِّ
 عمل کے طور پر اس عادت پر بضد ہو جاتا ہے۔ بہر حال حسنِ
 تربیت و تعلیم ہی اولاد کے ساتھ سب سے بڑی نیکی ہے اور
 اُن کے لئے دُعاء کرنا بھی ان کے ساتھ احسان کرنے میں
 شمار ہوتا ہے اور باپ کی دُعاء اولاد کے حق میں منجملہ ان
 دُعاؤں کے ہے جو ردِّ نہیں ہوتیں۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ
 فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کا ارشاد ہے کہ:

خمس دعوات لا يحجب عن الربِّ تبارك و
 تعالیٰ۔ دعوة الامام المقتسط و دعوة المظلوم

يقول الله عزَّ وجلَّ لا نتقمن لك ولو بعد حين و
دعوة الولد الصالح لو االديه ودعوة الوالء الصالح
لولءه ودعوة المومن لاءيه بظهر الغيب فيقول
ولك مثلاء.

پانچ دعائیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کبھی رد نہیں
کرتا۔ امام عادل کی دعاء؛ مظلوم کی دُعاء جب وہ دعاء کرتا ہے
تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں تیرا انتقام لوں گا اگرچہ کچھ دیر ہو
جائے۔ فرزندِ صالح کی دُعاء ماں باپ کے حق میں صالح باپ
کی دُعاء، اولاد کے حق میں، مردِ مومن کی دُعاء اپنے کسی بھائی
کے لئے اس کی غیبت میں۔ جب وہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
کہتا ہے کہ جو تم نے اُس کے لئے مانگا ہے اُس سے دو گنا
تمہارے لئے ہے۔“

حضرتؑ کی یہ دُعاء ایک نمونہ ہے کہ اولاد کے لئے

کس طرح اور کیا دُعا کرے۔ اس دُعا میں وہ تمام چیزیں
 سمودی گئی ہیں جو ایک صالح باپ اپنی صالح اولاد کے لئے
 طلب کر سکتا ہے۔ ان کے لئے زندگی، رزق، صحت اور قوت
 و توانائی کی دُعاء کی ہے تاکہ وہ خلقِ خدا سے بے نیاز ہو کر اللہ
 تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہیں اور روشن دل
 اور روشن خیال بلند نفس، بلند کردار، اخلاقِ حسنہ سے آراستہ،
 مطیع و فرمانبردار، خیر و سعادت کے خزینہ دار، دوستانِ خدا
 کے دوست، دشمنانِ خدا کے دشمن، اسلاف کی زینت اور
 باقیات الصالحات ثابت ہوں۔

دُعاؤۃ لِحیرانہ دوستوں اور ہمسایوں کے حق میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِجِيرَانِهِ
وَأَوْلِيَاءِهِ إِذَا ذَكَرَهُمْ

جب ہمسایوں اور دوستوں کو یاد کرتے تو اُن کے لئے یہ دعا فرماتے
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَتَوَلَّنِيْ فِيْ جِيْرَانِيْ
وَمَوَالِيِّ الْعَارِفِيْنَ بِحَقِّنَا وَالْمُنَابِذِيْنَ لِاَعْدَائِنَا
بِاَفْضَلٍ وَلَا يَتَكَ وَوَفِّقْهُمْ لِاِقَامَةِ سُنَّتِكَ وَالْاِخْذِ
بِمَحَاسِنِ اَدَبِكَ فِيْ اِرْفَاقِ

اے اللہ! محمد اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما۔ اور میری
اس سلسلے میں بہترین نصرت فرما کہ میں اپنے ہمسایوں اور
ان دوستوں کے حقوق کا لحاظ رکھوں جو ہمارے حق کے
پہچاننے والے اور ہمارے دشمنوں کے مخالف ہیں اور انہیں
اپنے طریقوں کے قائم کرنے اور عمدہ اخلاق و آداب سے

آراستہ ہونے کی توفیق دے

ضَعِيفِهِمْ وَسَدِّ خَلَّتِهِمْ وَعِيَادَةِ مَرِيضِهِمْ
وَهِدَايَةِ مُسْتَرْشِدِهِمْ وَمُنَاصَحَةِ مُسْتَشِيرِهِمْ
وَتَعَهُدِ قَادِمِهِمْ وَكِتْمَانِ أَسْرَارِهِمْ وَسَتْرِ
عَوْرَاتِهِمْ وَنُصْرَةِ مَظْلُومِهِمْ وَحُسْنِ مُوَاسَاتِهِمْ
بِالْمَاعُونِ وَالْعَوْدِ عَلَيْهِمْ بِالْجِدَّةِ وَالْإِفْضَالِ
وِإِعْطَاءِ مَا يَجِبُ لَهُمْ قَبْلَ السُّؤَالِ وَاجْعَلْنِي
اللَّهُمَّ أَجْزَى بِالْإِحْسَانِ مُسِيئَهُمْ وَأَعْرِضْ
بِالتَّجَاوُزِ عَنْ ظَالِمِهِمْ وَأَسْتَعِزُّ بِحُسْنِ الظَّنِّ فِي
كَافَتِهِمْ وَأَتَوَلَّى بِالْبِرِّ عَاقِبَتَهُمْ وَأَغُضُّ بِصَرِي
عَتِهِمْ عِفَّةً وَأُلَيْنُ جَانِبِي لَهُمْ تَوَاضَعًا وَارِقُّ عَلَى
أَهْلِ الْبَلَاءِ مِنْهُمْ رَحْمَةً وَأَسِرُّ لَهُمْ بِالْغَيْبِ مَوَدَّةً
وَأَحِبُّ بِقَاءَ النِّعْمَةِ عِنْدَهُمْ نَصَحًا وَأُوجِبُ لَهُمْ

مَا أَوْجِبُ لِعَامَّتِي وَأَرْغِي لَهُمْ مَا أَرْغِي لِحَاصَّتِي۔
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْزُقْنِي مِثْلَ ذَلِكَ
 مِنْهُمْ وَاجْعَلْ لِي أَوْفَى الْحُظُوظِ قِيَمًا عِنْدَهُمْ
 وَزِدْهُمْ بَصِيرَةً فِي حَقِّي وَمَعْرِفَةً بِفَضْلِي حَتَّى
 يَسْعَدُوا فِيَّ وَأَسْعَدَ بِهِمْ

اس طرح کہ وہ کمزوروں کے ساتھ نرم رویہ رکھیں اور اُن
 کے فقر کا مداوا کریں۔ مریضوں کی بیمار پر سی طالبانِ
 ہدایت کی ہدایت، مشورہ کرنے والوں کی خیر خواہی اور تازہ
 وارد کی ملاقات کریں۔ رازوں کو چھپائیں۔ عیبوں پر پردہ
 ڈالیں۔ مظلوم کی نصرت اور گھریلو ضروریات کے ذریعہ
 حسنِ مواسات کریں اور بخشش و انعام سے فائدہ پہنچائیں اور
 سوال سے پہلے اُن کے ضروریات مہیا کریں۔ اے اللہ!
 مجھے ایسا بنا کہ میں اُن میں سے برے کے ساتھ بھلائی سے

پیش آؤں اور ظالم سے چشم پوشی کر کے درگزر کروں اور ان سب کے بارے میں حسن ظن سے کام لوں۔ اور نیکی و احسان کے ساتھ سب کی خبر گیری کروں۔ اور پرہیز گاری و عفت کی بنا پر ان (کے عیوب) سے آنکھیں بند رکھوں۔ تواضع و فروتنی کی رو سے اُن سے نرم رویہ اختیار کروں اور شفقت کی بنا پر مصیبت زدہ کی دلجوئی کروں۔ اُن کی غیبت میں بھی اُن کی محبت کو دل میں لئے رہوں اور خلوص کی بنا پر اُن کے پاس سدا نعمتوں کا رہنا پسند کروں اور جو چیزیں اپنے خاص قریبوں کے لئے ضروری سمجھوں اُن کے لئے بھی ضروری سمجھوں۔ اور جو مراعات اپنے مخصوصین سے کروں وہی مراعات ان سے بھی کروں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے بھی اُن سے ویسے ہی سلوک کا روادار قرار دے اور جو چیزیں اُن کے پاس ہیں اُن

میں میرا حصہ وافر قرار دے اور انہیں میرے حق کی بصیرت اور میرے فضل و برتری کی معرفت میں افزائش و ترقی دے تاکہ وہ میری وجہ سے سعادتمند اور میں ان کی وجہ سے مثاب و
 اٰمِیْنَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

ما جور قرار پاؤں۔ آمین اے تمام جہان کے پروردگار۔

اسلام، افرادِ نوعِ انسانی کو ایک سلسلہ وحدت میں مربوط کرنے کے لئے باہمی ہمدردی و تعاون کی تعلیم دیتا ہے اور نوعِ بشر کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے دوسرے پر اس کا حق عائد کرتا ہے خواہ وہ اس کا ہم مسلک ہو یا نہ ہو اس کا ہم قوم ہو یا نہ ہو اس کا ہم وطن ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ سب کا سلسلہ نسل وہ مشرق کا باشندہ ہو یا مغرب کا ایک ہی ماں باپ

تک منتہی ہوتا ہے اور سب ایک ہی خالق کے بنائے
 سنوارے ہوئے ہیں۔ یہ وہ تعلیم ہے جو تہذیب و تمدن
 اجتماعی کے لئے سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ
 اگر تعاون و اتحاد باہمی کا جذبہ اور دوسروں کے دکھ درد کا
 احساس نہ ہو تو تمدن و اجتماع کی صورت تشکیل پذیر ہو ہی
 نہیں سکتی۔ کیونکہ انسان ہمدردی و سازگاری ہی کی بدولت
 ایک دوسرے کے قریب ہوتا اور مدنیت کی ضرورت کا
 احساس کرتے ہوئے تمدن و اجتماع کی بنیادیں استوار
 کرتا ہے۔ بے شک اسلامی برادری میں شمولیت سے ایک
 مسلمان کا حق دوسرے مسلمان پر قائم ہو جاتا ہے۔ مگر اس
 کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو ہم مسلک و ہم عقیدہ نہ ہوں ان کا
 کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اگر انہیں وہ حقوق حاصل نہیں ہیں جو
 اسلامی برادری سے وابستہ ہونے کی صورت میں عائد ہوتے

ہیں تو مشترکہ انسانی حقوق سے تو محروم نہیں کئے جاسکتے۔
 چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر نخعی کے لئے
 جو عہد نامہ تحریر کیا اس میں انسانی حقوق کی طرف متوجہ
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں: فانهم صنفان اما اخ لك
 في الدين واما نظير لك في الخلق۔ ”رعایا میں دو قسم
 کے لوگ ہیں۔ ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے
 تمہارے جیسی مخلوق خدا۔“ مقصد یہ ہے کہ جہاں مذہب و
 مسلک کے اتحاد کی بنا پر حقوق کا لحاظ رکھو۔ وہاں انسانی
 حقوق کو نظر انداز نہ کرنا۔ کیونکہ سب ایک ہی خالق کے
 بنائے ہوئے ہیں اور ان دونوں کے حقوق کے سلسلہ میں
 تمہیں جواب دہ ہونا ہے۔ البتہ دونوں کے حقوق یکساں
 نہیں ہیں اس لئے کہ جہاں نقاط مشترکہ کم ہوں گے وہاں
 حقوق بھی کم ہوں گے۔ اور جہاں نقاط مشترکہ زیادہ ہوں

گے وہاں حقوق بھی زیادہ ہوں گے۔ چنانچہ رشتہ انسانیت کے ساتھ جہاں مذہبی رشتہ بھی ہو گا وہاں حقوق بڑھ جائیں گے۔ کیونکہ ایک مقام پر اشتراک صرف انسانیت میں ہے اور دوسرے مقام پر انسانیت اور مذہب دونوں میں ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

فَضْلُ حُرْمَةِ الْمُسْلِمِ عَلَى الْحَرَمِ كُلِّهَا وَشِدَّةُ
بِالْإِخْلَاصِ وَالتَّوْحِيدِ حَقُوقُ الْمُسْلِمِينَ فِي
مُعَاقِدِهَا فَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلَّمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ
لِسَانِهِ وَيَدَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَحِلُّ إِذْيُ الْمُسْلِمِ إِلَّا
بِمَا يَجِبُ۔

اس نے مسلمان کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو اُن کے موقع و محل پر اخلاقی و توحید کے دامن سے باندھ دیا ہے۔ چنانچہ

مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے
 رہیں۔ مگر یہ کہ کسی حق کی بنیاد پر ہاتھ ڈالا جائے اور اُن کو
 ایذا پہنچانا جائز نہیں مگر جہاں واجب ہو جائے۔“

یہ ایک عام مسلمان کا حق ہے کہ اُسے ہاتھ اور زبان سے گزند
 نہ پہنچایا جائے اور مومن کے حقوق تو اس سے کہیں زیادہ
 ہیں۔ چنانچہ ابواسماعیل روایت کرتے ہیں کہ:-

قلت لابی جعفر ان الشيعة عندنا كثير فقال هل
 يعطف الغني على الفقير و يتجاوز المحسن عن
 المسيء و يتواسون؟ فقلت ”لا“ قال ليس هؤلاء
 شيعة، الشيعة من يفعل هذا۔

میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہمارے
 ہاں شیعوں کی تعداد بہت ہے۔ فرمایا کیا اُن میں کا دو لتمند
 فقیر اور نادار سے حسن سلوک اور اچھا برے سے درگزر کرتا

ہے اور کیا آپس میں ہمدردی و مواسات کا برتاؤ کرتے ہیں؟ میں نے کہا ”ایسا تو نہیں کرتے۔“ فرمایا کہ پھر وہ شیعہ کہاں کے شیعہ تو وہ ہے جو یہ سب کچھ کرے۔“

پھر کچھ حقوق قوم و قبیلہ اور خاندانی اشتراک کے لحاظ سے عائد ہوتے ہیں۔ یہ حقوق بھی اہم اور قابل لحاظ ہیں چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

واکرم عشیرتک فانہم جناحک الذی بہ تطیر
واصلک الذی الیہ تصیر ویدک التی بہا تصول۔

اپنے قوم قبیلے کا اکرام و احترام کرو کیونکہ وہ تمہارے ایسے پروبال ہیں جن سے تم پرواز کرتے ہو اور ایسی بنیادیں ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو اور تمہارے وہ دست و بازو ہیں جن سے حملہ کرتے ہو۔“

پھر قوم و قبیلہ میں جو قریبی عزیز ہوں الاقرب

فالاقرب کے لحاظ سے عام قوم و قبیلہ کے حقوق سے زیادہ
 ہیں۔ جیسے ماں، باپ، اولاد، بھائی، بہن وغیرہ۔ یہ تمام حقوق
 وہ ہیں جو انسانیت، اتحاد مذہب اور خویش و قرابت کی وجہ
 سے عائد ہوتے ہیں۔ اب ان کے ساتھ اگر شہری و وطنی
 اتحاد بھی ہو تو ہم وطنی کے حقوق کا بھی اضافہ ہو جاتا ہے یہ
 حقوق بھی اپنے مقام پر اہمیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ زکوٰۃ و
 صدقات کی تقسیم میں خطہ ارضی کے لحاظ سے ہم وطنوں کو
 دوسروں پر ترجیح دی گئی ہے۔ پھر اہل شہر میں سے جن
 کے ساتھ معاشرتی تعلقات زیادہ وابستہ ہوتے ہیں وہ ارد گرد
 بسنے والے ہمسائے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا حق دوسرے
 اہل شہر سے زیادہ ہو گا۔ اس حق ہمسائیگی کے ساتھ مذہب یا
 قرابت یا دونوں کا انضمام بھی ہو تو اس انضمام کے لحاظ سے
 اس کی اہمیت بھی زیادہ ہو جائے گی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

الجیران ثلاثة فمنهم من له ثلاثة حقوق، حق الجوار، حق الاسلام وحق القرابة ومنهم من له حقان، حق الاسلام وحق الجوار ومنهم من له حق واحد الكافر له حق الجوار۔

ہمسایہ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس کے لئے تین حق ہیں حق ہمسائیگی، حق اسلام اور حق قرابت؛ اور ایک وہ جس کے لئے دو حق ہیں، حق اسلام اور حق ہمسائیگی؛ اور ایک وہ ہے جس کے لئے صرف ایک حق ہے۔ اور وہ کار ہے جو ہمسایہ میں ہو۔“

اس ہمسائیگی کے حدود کیا ہیں تو اس سلسلہ میں عرف کی طرف رجوع کیا جائے گا اور جو عرف میں ہمسایہ کہلا سکتا ہو اُسے ہی ہمسایہ قرار دیا جائے گا۔ اور بعض

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمسائیگی کے حدود ہر چہار طرف سے چالیس چالیس گھر ہیں۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

حد الجوار اربعون دارًا من کل جانب من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینہ وعن شمالہ۔

ہمسائیگی کی حد سامنے، پیچھے اور دائیں بائیں ہر چہار جانب سے چالیس گھروں تک ہے۔“

اس دُعا میں پڑوسیوں کے جن حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ ہیں:

ان سے تواضع و خوش اخلاقی سے پیش آئے، فقر و احتیاج میں ہو سکے تو مالی امداد کرے اور اُن کی حالت کا اندازہ کر کے خود سے مالی امداد کی پیش کش کرے اور اُن کے طلب کرنے پر موقوف نہ رکھے۔ قرضہ مانگیں یا عام

گھریلو استعمال کی چیزیں طلب کریں تو انکار نہ کرے۔
 اپنی نگاہوں کو تاک جھانک سے روکے۔ اُن کے عیوب کی
 ٹوہ نہ لگائے، اور اگر ایسا اتفاقیہ ان کے کسی عیب پر مطلع ہو
 جائے تو اُسے ظاہر نہ کرے اور اُن کے بارے میں خواہ مخواہ
 بدگمانی سے کام نہ لے۔ بیماری میں عیادت کرے۔ مظلوم و
 ستم رسیدہ کی نصرت کرے۔ ان کے بارے میں ظاہر و باطن
 یکساں رکھے اگر حج و زیارت یا سفر سے پلیٹیں تو ملاقات کے
 لئے جائے۔ انہیں اپنے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کی
 طرح سمجھے۔ ان کی خوشحالی و فارغ البالی کو دل سے چاہے۔
 مشورہ کے موقع پر صحیح مشورہ دے۔ انہیں تعلیم و ہدایت
 کے موقع پر تعلیم و ہدایت کرے اور اگر براسلوک کریں تو
 بھی ان سے اچھا برتاؤ کرے۔ غرض انہیں کسی طرح سے
 گزند نہ پہنچائے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا ارشاد ہے:

مَنْ كَانَ يَوْمًا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُوْذَى جَارُهُ۔

جو شخص اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتا ہے اُسے

چاہئے کہ اپنے ہمسایہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔“

اس دعاء کے ابتدائی حصہ میں دُعاء کا رُخ دوستوں

اور ہمسایوں کی طرف ہے کہ انہیں یہ توفیق حاصل ہو کہ وہ

ان چیزوں پر عمل پیرا ہو کر دُنیا و آخرت میں سعادت

حاصل کر سکیں اور دُعا کے آخری حصہ میں خود اپنے لئے

دُعاء فرمائی ہے کہ مجھے بھی اُن کے ساتھ حسنِ سلوک اور

شفقت و احسان کی توفیق عطا فرماتا کہ میری تعلیم اور میرا

عمل ان کے لئے ایک اخلاق آموز اسوہ قرار پائے۔ کیونکہ

انسان ناصح کی حیثیت سے اتنا متاثر نہیں ہوتا جتنا اُس کے

عمل سے متاثر ہوتا ہے۔ اور پھر یہ تمام اوصاف دعائیہ

پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں جس سے اس امر کی طرف اشارہ
 ہے کہ یہ خصائل و عادات جب ہی پیدا ہو سکتے ہیں جب
 خداوندِ عالم کی طرف سے توفیق بھی شامل حال ہو۔ بہر حال
 یہ وہ خصائل و عادات ہیں کہ اگر انسان ان پر عامل ہو تو وہ نہ
 صرف ہمسایوں کے لئے سراپا محبت ہو گا بلکہ روزِ مرہ کی
 زندگی میں اپنے افعال اپنی روش اور دوسروں کے ساتھ
 اپنے طریق کار کو محبت و ہمدردی کے سانچے میں ڈھال لے
 گا۔ اور بعید نہیں کہ اس کے طرزِ عمل سے دوسروں کی
 زندگی میں بھی انقلاب آجائے اور ایک پاکیزہ معاشرہ
 تشکیل پا جائے۔

دُعاؤہ لاهل الشغور حدود مملکت کی حفاظت کرنے والوں کیلئے دعاء

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَهْلِ
الشُّغُورِ -

سرحدوں کی نگہبانی کرنے والوں کے لئے حضرت کی دعا:-
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَحَصِّنْ ثُغُوْرَ
المُسْلِمِيْنَ بِعِزَّتِكَ وَاَيِّدْ حَمَاتِهَا بِقُوَّتِكَ وَاَسْبِغْ
عَطَايَاهُمْ مِنْ جَدَّتِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ
وَكَثِّرْ عِدَّتَهُمْ وَاَشْحَدْ اَسْلِحَتَهُمْ وَاَحْرُسْ
حَوَازَتَهُمْ وَاَمْنَعْ حَوَمَتَهُمْ وَاَلْفِ جَمْعَهُمْ وَدَبِّرْ
اَمْرَهُمْ وَ وَاَتِرْ بَيْنَ مِيْرِهِمْ وَتَوَحَّدْ بِكِفَايَةِ
مُوْنِيْهِمْ وَاَعْضُدْهُمْ بِالنَّصْرِ وَ اَعِنْهُمْ بِالصَّبْرِ
وَالطُّفْلِ لَهُمْ فِي الْبَكْرِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ
وَعَرِّفْهُمْ مَا يَجْهَلُوْنَ وَعَلِّمُهُمْ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ

وَبَصَّرَهُمْ مَا لَا يُبْصِرُونَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهٖ وَاَنْسِهِمْ عِنْدَ لِقَائِهِمُ الْعَدُوِّ ذِكْرَ دُنْيَاهُمْ
الْخَدَاعَةِ الْغُرُورِ وَاُفْحِ عَنْ قُلُوبِهِمْ خَطَرَاتِ الْمَالِ
الْفِتْوَنِ وَاَجْعَلِ الْجَنَّةَ نَصَبَ اَعْيُنِهِمْ وَلَوْحَ مِنْهَا
لَا بُصَارِهِمْ مَا اَعَدَدْتَ فِيْهَا مِنْ مَّسَاكِينِ الْخُلْدِ
وَمَنَازِلِ الْكِرَامَةِ وَالْحُورِ الْحَسَنِ وَالْاَنْهَارِ
الْمُطَرِّدَةِ بِاَنْوَاعِ الْاَشْرَبَةِ وَالْاَشْجَارِ

بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ و
اقتدار سے مسلمانوں کی سرحدوں کو محفوظ رکھ، اور اپنی قوت
و توانائی سے ان کی حفاظت کرنے والوں کو تقویت دے اور
اپنے خزانہ بے پایاں سے انہیں مالا مال کر دے۔ اے
اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ان کی تعداد
بڑھا دے۔ اُن کے ہتھیاروں کو تیز کر دے۔ اُن کے حدود و

اطراف اور مرکزی مقامات کی حفاظت و نگہداشت کر۔ ان کی جمعیت میں انس و یک جہتی پیدا کر، اُن کے اُمور کی درستی فرما۔ رسد رسانی کے ذرائع مسلسل قائم رکھ۔ ان کے مشکلات کے حل کرنے کا خود ذمہ لے۔ ان کے بازو قوی کر۔ صبر کے ذریعہ اُن کی اعانت فرما اور دشمن سے چھپی تدبیروں میں انہیں باریک نگاہی عطا کر۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جس شے کو وہ نہیں پہنچا پتے وہ انہیں پہنچوادے اور جس بات کا علم نہیں رکھتے وہ انہیں بتادے اور جس چیز کی بصیرت انہیں نہیں ہے وہ انہیں سمجھادے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور دشمن سے مد مقابل ہوتے وقت غدار و فریب کار دُنیا کی یاد اُن کے ذہنوں سے مٹادے، اور گمراہ کرنے والے مال کے اندیشے اُن کے دلوں سے نکال دے اور جنت کو

اُن کی نگاہوں کے سامنے کر دے۔ اور جو دائمی قیام لگائیں
عزت و شرف کی منزلیں اور (پانی، دودھ، شراب اور صاف و
شفاف شہد کی) بہتی ہوئی نہریں اور طرح طرح کے پھلوں
(کے بار) سے جھکے

الْمُتَدَلِّيَةِ بِصُنُوفِ الشَّرِّ حَتَّى لَا يَهُمَّ أَحَدٌ مِنْهُمْ
بِالْإِدْبَارِ وَلَا يُحَدِّثُ نَفْسَهُ عَنْ قَرْنِهِ بِفِرَارٍ اَللّٰهُمَّ
اَفْلُلْ بِذَلِكَ عَدُوَّهُمْ وَاَقْلِمْ عَنْهُمْ اَظْفَارَهُمْ
وَفَرِّقْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اَسْلِحَتِهِمْ وَاخْلَعْ وَثَائِقَ
اَفْئِدَتِهِمْ وَبَاعِدْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اَزْوَدَتِهِمْ وَجَبِّرْهُمْ
فِي سُبُلِهِمْ وَضِلِّلْهُمْ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَاَقْطَعْ عَنْهُمْ
الْمَدَدَ وَاَنْقُصْ مِنْهُمْ الْعَدَدَ وَاَمْلَأْ اَفْئِدَتَهُمْ
الرُّعْبَ وَقَبِضْ اَيْدِيَهُمْ عَنِ الْبَسْطِ وَاخْزِمِ
اَلْسِنَتَهُمْ عَنِ النُّطْقِ وَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ

وَنِكَلُ بِهِمْ مَنْ وَرَأَيْهِمْ مَنْ وَرَأَاهُمْ وَاقْطَعُ
يُخْزِيهِمْ أَطْمَاعَ مَنْ بَعْدَهُمْ اَللّٰهُمَّ عَقِّمِ اَرْحَامَ
نِسَاءِهِمْ وَيَبِّسْ اَصْلَابَ رِجَالِهِمْ وَاقْطَعُ نَسْلَ
دَوَابِّهِمْ وَاَنْعَامِهِمْ لَا تَأْذِنْ لِسَبَائِهِمْ فِي قَطْرِ وَلَا
لَاَرْضِهِمْ فِي نَبَاتٍ اَللّٰهُمَّ وَقُوبْ ذٰلِكَ مِحَالِ اَهْلِ
الْاِسْلَامِ وَحَصِّنْ بِهِ دِيَارَهُمْ وَثَمِّرْ بِهِ اَمْوَالَهُمْ
وَفَرِّغْهُمْ عَنْ مُحَارَبَتِهِمْ لِعِبَادَتِكَ وَعَنْ
مُنَابَذَتِهِمْ لِلْخُلُوَّةِ بِكَ حَتّٰى لَا يُعْبَدُ فِيْ بَقَاعِ
الْاَرْضِ

ہوئے اشجار وہاں فراہم کئے ہیں، انہیں دکھا دے تاکہ ان
میں سے کوئی پیٹھ پھرانے کا ارادہ اور اپنے حریف کے
سامنے سے بھاگنے کا خیال نہ کرے۔ اے اللہ! اس ذریعہ
سے ان کے دشمنوں کے حربے کند اور انہیں بے دست و پا

کر دے اور ان میں اور اُن کے ہتھیاروں میں تفرقہ ڈال
 دے، (یعنی ہتھیار چھوڑ کر بھاگ جائیں) اور اُن کے رگ
 دل کی طنابیں توڑ دے اور اُن میں اور اُن کے آذوقہ میں
 دوری پیدا کر دے اور اُن کی راہوں میں اُنہیں بھٹکنے کے
 لئے چھوڑ دے اور اُن کے مقصد سے اُنہیں بے راہ کر دے۔
 ان کی کمک کا سلسلہ قطع کر دے۔ اُن کی گنتی کم کر دے۔
 ان کے دلوں میں دہشت بھر دے۔ اُن کی دراز دستیوں کو
 کوتاہ کر دے اُن کی زبانوں میں گرہ لگا دے کہ وہ بول نہ
 سکیں اور انہیں سزا دے کہ ان کے ساتھ ساتھ اُن لوگوں کو
 بھی تتر بتر کر دے جو اُن کے پس پشت ہیں اور پس پشت
 والوں کو ایسی شکست دے کہ جو اُن کے پشت پر ہیں انہیں
 عبرت حاصل ہو اور اُن کی ہزیمت و رسوائی سے اُن کے
 پیچھے والوں کے حوصلے توڑ دے۔ اے اللہ! ان کی عورتوں

کے شکم بانجھ، ان کے مردوں کے صلب خشک اور اُن کے گھوڑوں، اونٹوں، گایوں، بکریوں کی نسل قطع کر دے اور اُن کے آسمان کو برسنے کی اور زمین کو روئیدگی کی اجازت نہ دے۔ بارِ الہا اس ذریعہ سے اہل اسلام کی تدبیروں کو مضبوط، اُن کے شہروں کو محفوظ اور اُن کی دولت و ثروت کو زیادہ کر دے اور اُنہیں عبادت و خلوت گزینی کے لئے جنگ و جدال اور لڑائی جھگڑے سے فارغ کر دے۔ تاکہ روئے زمین پر

غَيْرُكَ وَلَا تُعَفِّرَ لَاحِدٍ مِّنْهُمْ جَبْهَةً دُونَكَ اَللّٰهُمَّ
اغْزُبْ كُلَّ نَاحِيَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى مَنْ يَزَاجِرُهُمْ
مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَاْمِدْهُمْ بِمَلٰٓئِكَ مِّنْ عِنْدِكَ
مُرْدِفِيْنَ حَتّٰى يَكْشِفُوْهُمْ اِلٰى مُنْقَطِعِ التُّرَابِ قَتْلًا
فِيْ اَرْضِكَ وَاَسْرًا اَوْ يُقْرَءُ اَبَانُكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِى لَا

إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ اللَّهُمَّ وَاعْمُمْ
 بِذَلِكَ أَعْدَاءَكَ فِي أَقْطَارِ الْبِلَادِ مِنَ الْهِنْدِ
 وَالرُّومِ وَالتُّرْكِ وَالْخَزَرِ وَالْحَبَشِ وَالنُّوبَةِ وَالزَّنْجِ
 وَالسَّقَالِبَةِ وَالْدِّيَالِمَةِ وَسَائِرِ أُمَمِ الشِّرْكِ الَّذِينَ
 تَخْفَى أَسْمَاؤُهُمْ وَصِفَاتُهُمْ وَقَدْ أَحْصَيْتَهُمْ
 بِمَعْرِفَتِكَ وَأَشْرَفْتَ عَلَيْهِمْ بِقُدْرَتِكَ اللَّهُمَّ
 اشْغِلِ الْمُشْرِكِينَ بِالْمُشْرِكِينَ عَنْ تَنَاوُلِ
 أَطْرَافِ الْمُسْلِمِينَ وَخُذْهُمْ بِالنَّقْصِ عَنْ
 تَنْقُصِهِمْ وَثَبِّطْهُمْ بِالْفُرْقَةِ عَنِ الْإِحْتِشَادِ
 عَلَيْهِمُ اللَّهُمَّ أَخْلِ قُلُوبَهُمْ مِنَ الْأَمَنَةِ
 وَأَبْدَانَهُمْ مِنَ الْقُوَّةِ وَ أَذْهِلْ قُلُوبَهُمْ عَنِ
 الْإِحْتِيَالِ وَأَوْهِنْ أَرْكَانَهُمْ عَنْ مُنَازَلَةِ الرِّجَالِ
 وَجَبِّنْهُمْ عَنْ مُقَارَعَةِ الْأَبْطَالِ وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ
 جُنْدًا مِنْ

تیرے علاوہ کسی کی پرستش نہ ہو اور تیرے سوا کسی کے آگے خاک پر پیشانی نہ رکھی جائے۔ اے اللہ! تو مسلمانوں کو ان کے ہر ہر علاقہ میں برسرِ پیکار ہونے والے مشرکوں پر غلبہ دے اور صف در صف فرشتوں کے ذریعہ ان کی امداد فرما۔ تاکہ اس خطہ زمین میں انہیں قتل و اسیر کرتے ہوئے اُس کے آخری حدود تک پسپا کر دیں یا یہ کہ وہ اقرار کریں کہ تو وہ خدا ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یکتا و لا شریک ہے۔ خدایا! مختلف اطراف و جوانب کے دشمنانِ دین کو بھی اس قتل و غارت کی لپیٹ میں لے لے۔ وہ ہندی ہوں یا رومی، ترکی ہوں یا خزری، حبشی ہوں یا یونانی، زنگی ہوں یا صقلبی و دیلمی اور نیز ان مشرک جماعتوں کو جن کے نام اور صفات ہمیں معلوم نہیں اور تو اپنے علم سے اُن پر محیط اور اپنی قدرت سے ان پر مطلع ہے۔ اے اللہ! مشرکوں کو

مشرکوں سے الجھا کر مسلمانوں کے حدود مملکت پر دست
 درازی سے باز رکھ اور اُن میں کمی واقع کر کے مسلمانوں میں
 کمی کرنے سے روک دے اور ان میں پھوٹ ڈلوا کر اہل
 اسلام کے مقابلہ میں صف آرائی سے بٹھا دے۔ اے اللہ! ان
 کے دلوں کو تسکین و بے خوفی سے ان کے جسموں کو قوت و
 توانائی سے خالی کر دے۔ ان کی فکروں کو تدبیر و چارہ جوئی
 سے غافل اور مردانِ کارزار کے مقابلہ میں اُن کے دست و
 بازو کو کمزور کر دے اور دلیرانِ اسلام سے ٹکر لینے میں اُنہیں
 بزدل بنادے اور اپنے عذابوں سے ایک عذاب کے ساتھ
 ان پر فرشتوں کی سپاہ بھیج۔ جیسا کہ تو نے بدر کے دن کیا
 تھا۔ اسی طرح تو اُن کی جڑ بنیادیں کاٹ دے۔ ان کی شان و
 مَلَأَکَتِكَ بِبَآئِسٍ مِّنْ بَآئِسٍ کَفَعَلِکَ یَوْمَ بَدْرٍ
 تَقَطَّعَ بِهِ دَابِرُهُمْ وَتَحْصَدُ بِهِ شَوْکَتُهُمْ وَتُفَرِّقُ بِهِ

عَدَدَهُمُ اللَّهُمَّ وَامْرُحْ مِيَاهَهُمُ بِالْوَبَاءِ
وَأَطْعِمْتُهُمُ بِالْأَدْوَاءِ وَارْمِ بِلَادَهُمُ بِالْخُسُوفِ
وَأَلْحَ عَلَيْهَا بِالْقُدُوفِ وَأَفْرِعْهَا بِالْمُحُولِ وَاجْعَلْ
مِيرَهُمُ فِي أَحْضِ أَرْضِكَ وَأَبْعِدْهَا عَنْهُمْ وَامْنَعْ
حُصُونَهَا مِنْهُمْ أَصِيبْهُمْ بِالْجُوعِ الْمَقِيمِ وَالسُّقْمِ
الْأَلِيمِ اللَّهُمَّ وَأَيُّمَا غَارٍ غَزَاهُمْ مِنْ أَهْلِ مِلَّتِكَ
أَوْ مُجَاهِدٍ جَاهَدَهُمْ مِنْ أَتْبَاعِ سُنَّتِكَ لِيَكُونَ
دِينُكَ الْأَعْلَى وَحِزْبُكَ الْأَقْوَى وَحَظُّكَ الْأَوْفَى
فَلَقِّهِ الْيُسْرَ وَهَيِّئْ لَهُ الْأَمْرَ وَتَوَلَّهِ بِالنُّجْحِ وَتَخَيَّرْ لَهُ
الْأَصْحَابَ وَاسْتَقُولَهُ الظُّهْرَ وَأَصْبِغْ عَلَيْهِ فِي
النَّفَقَةِ وَمَتِّعْهُ بِالنَّشَاطِ وَأَطْفِ عَنْهُ حَرَارَةَ
الشُّوقِ وَأَجِرْهُ مِنْ غَمِّ الْوَحْشَةِ وَأَنْسِهِ ذِكْرَ
الْأَهْلِ وَالْوَالِدِ وَاثْرُ لَهُ حُسْنِ النِّيَّةِ وَتَوَلَّهِ
بِالْعَافِيَةِ وَأَصْحِبْهُ السَّلَامَةَ وَأَعْفِهِ مِنَ الْجُبْنِ وَ

اَلْهَبْهُ الْجُزْأَةَ وَارْزُقْهُ الشِّدَّةَ وَآيِدْهُ بِالنُّصْرَةِ وَعَلِّمَهُ السِّيَرَ

شوکت مٹادے اور اُن کی جمعیت کو پراگندہ کر دے۔ اے
اللہ! اُن کے پانی میں وبا اور اُن کے کھانوں میں امراض
(کے جراثیم) کی آمیزش کر دے۔ اُن کے شہروں کو
زمین میں دھنسا دے، انہیں ہمیشہ پتھروں کا نشانہ بنا اور قحط
سالی اُن پر مسلط کر دے۔ ان کی روزی ایسی سر زمین میں
قرار دے جو بنجر اور اُن سے کوسوں دور ہو۔ زمین کے محفوظ
قلعے ان کے لئے بند کر دے اور انہیں ہمیشہ کی بھوک اور
تکلیف دہ بیماریوں میں مبتلا رکھ۔ بارِ الہا! تیرے دین و ملت
والوں میں سے جو غازی ان سے آمادۂ جنگ ہو یا تیرے
طریقہ کی پیروی کرنے والوں میں سے جو مجاہدِ قصدِ جہاد
کرے اس غرض سے کہ تیرا دین بلند، تیرا گروہ قوی اور

تیرا حصہ و نصیب کامل تر ہو تو اس کے لئے آسانیاں پیدا کر، تکمیل کار کے سامان فراہم کر۔ اس کامیابی کا ذمہ لے۔ اس کے لئے بہترین ہمراہی انتخاب فرما۔ قوی و مضبوط سواری کا بند و بست کر۔ ضروریات پورا کرنے کے لئے وسعت و فراخی دے۔ دل جمعی و نشاطِ خاطر سے بہرہ مند فرما۔ اس کے اشتیاقِ (وطن) کا ولولہ ٹھنڈا کر دے، تنہائی کے غم کا اُسے احساس نہ ہونے دے۔ زن و فرزند کی یاد اُسے بھلا دے؛ قصدِ خیر کی طرف رہنمائی فرما۔ اس کی عافیت کا ذمہ لے۔ سلامتی کو اس کا ساتھی قرار دے بزدلی کو اُس کے پاس نہ پھٹکنے دے۔ اس کے دل میں جرأت پیدا کر۔ زور و قوت اُسے عطا فرما۔ اپنی مددگاری سے اُسے توانائی بخش۔ راہ و روش (جہاد) کی تعلیم دے اور حکم میں صحیح طریق کار کی ہدایت فرما۔ ریا و نمود کو اس سے دور رکھ۔

هو س، شهرت کا کوئی

وَالسُّنَنَ وَسَدِّدَهُ فِي الْحُكْمِ وَاعْزِلْ عَنْهُ الرِّيَاءَ
وَحَلِّصْهُ مِنَ السُّبْعَةِ وَاجْعَلْ فِكْرَهُ وَذِكْرَهُ وَظَعْنَهُ
وَإِقَامَتَهُ فِيكَ وَلَكَ فَإِذَا صَافَ عَدُوَّكَ وَعَدُوَّهُ
فَقَلِّلْهُمْ فِي عَيْنِهِ وَصَغِّرْ شَأْنَهُمْ فِي قَلْبِهِ وَأَدِلْ لَهُ
مِنْهُمْ وَلَا تُدِلَّهُمْ مِنْهُ فَإِنْ خَتَمْتَ لَهُ بِالسَّعَادَةِ
وَقَضَيْتَ لَهُ بِالشَّهَادَةِ فَبَعْدَ أَنْ يَجْتَاحَ عَدُوَّكَ
بِالْقَتْلِ وَبَعْدَ أَنْ يَجْهَدَ بِهِمُ الْآسَرُ وَبَعْدَ أَنْ تَأْمَنَ
أَطْرَافُ الْمُسْلِمِينَ وَبَعْدَ أَنْ يُؤَلَّى عَدُوَّكَ مُدِيرِينَ
اللَّهُمَّ وَأَيُّمًا مُسْلِمٍ خَلَفَ غَازِيًا أَوْ مُرَابِطًا فِي دَارِهِ
أَوْ تَعَهَّدَ خَالِفِيهِ فِي غَيْبَتِهِ أَوْ أَعَانَهُ بِطَائِفَةٍ مِّنْ
مَّالِهِ أَوْ أَمَدَّهُ بِعِتَادٍ أَوْ شَحَذَهُ عَلَى جِهَادٍ أَوْ اتَّبَعَهُ فِي
وَجْهِهِ دَعْوَةً أَوْ رَعَى لَهُ مِنْ وَرَائِهِ حُرْمَةً فَأَجِرْ لَهُ

مِثْلَ أَجْرِهِ وَزُنًا يَوْزِنُ وَمِثْلًا يَمِثِلُ وَعَوِضُهُ مِنْ
فِعْلِهِ عَوَضًا حَاضِرًا يَتَعَجَّلُ بِهِ نَفْعَ مَا قَدَّمَ وَسُرُورَ
مَا آتَى بِهِ إِلَى أَنْ يَنْتَهِيَ بِهِ الْوَقْتُ إِلَى مَا أَجْرِيَتْ لَهُ
مِنْ فَضْلِكَ وَأَعَدَدْتَ لَهُ مِنْ كَرَامَتِكَ اَللّٰهُمَّ
وَإِيْمًا مُّسْلِمٍ أَهْمَهُ أَمْرُ الْإِسْلَامِ وَأَحْزَنَهُ تَحْزُبُ
أَهْلِ

شائبہ اس میں نہ رہنے دے۔“ اس کے ذکر و فکر اور سفر و
قیام کو اپنی راہ میں اور اپنے لئے قرار دے اور جب وہ
تیرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں سے مدِّ مقابل ہو تو اس کی
نظروں میں ان کی تعداد تھوڑی کر کے دکھا اس کے دل
میں ان کے مقام و منزلت کو پست کر دے اسے ان پر غلبہ
دے اور ان کو اس پر غالب نہ ہونے دے۔ اگر تو نے اس
مردِ مجاہد کے خاتمہ باخیر اور شہادت کا فیصلہ کر دیا ہے تو یہ

شہادت اس وقت واقع ہو جب وہ تیرے دشمنوں کو قتل کر
 کے کیفر کردار تک پہنچا دے یا اسیری انہیں بے حال کر
 دے اور مسلمانوں کی اطراف مملکت میں امن برقرار ہو
 جائے اور دشمن پیٹھ پھرا کر چل دے۔ بارِ الہا! وہ مسلمان جو
 کسی مجاہد یا نگہبان سرحد کے گھر کا نگران ہو یا اس کے اہل و
 عیال کی خبر گیری کرے یا تھوڑی بہت مالی اعانت
 کرے یا آلات جنگ سے مدد دے یا جہاد پر ابھارے یا اس
 کے مقصد کے سلسلہ میں دُعائے خیر کرے یا اُس کے پس
 پشت اس کی عزت و ناموس کا خیال رکھے تو اُسے بھی اس
 کے اجر کے برابر بے کم و کاست اجر اور اس کے عمل کا
 ہاتھوں ہاتھ بدلہ دے جس سے وہ اپنے پیش کئے ہوئے عمل
 کا نفع اور اپنے بجالائے ہوئے کام کی مسرت دُنیا میں فوری
 طور سے حاصل کر لے۔ یہاں تک کہ زندگی کی ساعتیں اسے

تیرے فضل و احسان کی اس نعمت تک جو تو نے اس کے لئے جاری کی ہے اور اس عزت و کرامت تک جو تو نے اس کے لئے مہیا کی ہیں پہنچا دیں۔ پروردگار! جس مسلمان کو اسلام کی فکر پریشان اور مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی جتھہ بندی غمگین کرے اس حد تک

الشِّرْكَ عَلَيْهِمْ فَنَوَى غَزْوًا أَوْ هَمَّ بِجِهَادٍ فَقَعَدَ بِهِ
 ضِعْفٌ أَوْ أَبْطَأَتْ بِهِ فَاقَةٌ أَوْ أَخْرَعَهُ عَنْهُ حَادِثٌ أَوْ
 عَرَضَ لَهُ دُونَ إِرَادَتِهِ مَانِعٌ فَكَتَبَ اسْمَهُ فِي
 الْعَابِدِينَ وَأَوْجِبَ لَهُ ثَوَابَ الْمُجَاهِدِينَ وَاجْعَلْهُ
 فِي نِظَامِ الشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى
 مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَآلِ مُحَمَّدٍ صَلَوةً عَالِيَةً عَلَى
 الصَّلَوةِ مُشْرِفَةً فَوْقَ التَّحِيَّاتِ صَلَوةً لَا يَنْتَهِي
 أَمْدُهَا وَلَا يَنْقَطِعُ عَدْدُهَا كَاتِمٍ مَا مَضَى مِنْ

صَلَوَتِكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَوْلِيَائِكَ إِنَّكَ الْمَنَّانُ
الْحَمِيدُ الْمُبْدِي الْمُعِيدُ الْفَعَّالُ لِبِأَثَرِيْدٍ۔

کہ وہ جنگ کی نیت اور جہاد کا ارادہ کرے مگر کمزوری اسے
بٹھادے یا بے سروسامانی اُسے قدم نہ اٹھانے دے یا کوئی
حادثہ اس مقصد سے تاخیر میں ڈال دے یا کوئی مانع اس کے
ارادہ میں حائل ہو جائے تو اس کا نام عبادت گزاروں میں
لکھ اور اسے مجاہدوں کا ثواب عطا کر اور اسے شہیدوں اور
نیکی کاروں کے زمرہ میں شمار فرما۔ اے اللہ محمدؐ پر اور جو
تیرے عبدِ خاص اور رسولؐ ہیں اور اُن کی اولاد پر ایسی
رحمت نازل فرما جو شرف و رتبہ میں تمام رحمتوں سے بلند
تر اور تمام درودوں سے بالاتر ہو۔ ایسی رحمت جس کی مدت
اختتام پذیر نہ ہو، جس کی گنتی کا سلسلہ کہیں قطع نہ ہو۔ ایسی
کامل و اکمل رحمت جو تیرے دوستوں میں سے کسی ایک

پر نازل ہوئی ہو اس لئے کہ تو عطا و بخش کرنے والا، ہر حال میں قابلِ ستائش، پہلی دفعہ پیدا کرنے والا، اور دوبارہ زندہ کرنے والا اور جو چاہے وہ کرنے والا ہے۔

یہ دُعا کسی خاص گروہ یا کسی خاص جماعت سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا فریضہ انجام دینے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اب سب کو شامل ہے۔ خواہ وہ انہی سرحدوں کے رہنے والے ہوں یا وہاں اس مقصد سے قیام کریں تا کہ مشرکین و کفار اگر مسلمانوں کے جان و مال و ناموس پر حملہ آور ہوں تو بروقت ان کی روک تھام کر سکیں اور ان کی چیرہ دستیوں سے اسلامی مملکت کو بچا سکیں۔ اور اسلام میں جہاد کا مفہوم بھی ہے کہ جو لوگ صلح و آشتی کے اصولوں کو توڑ کر اسلام

کی بربادی اور مسلمانوں کی بیخ کنی پر آمادہ ہوں اُن کی سرکوبی کی جائے۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ اختلاف مذہب کی بنا پر امن پسند و صلح جو افراد کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے، اور اسلام کی آڑ لے کر تاخت و تاراج کو جائز سمجھ لیا جائے۔ اسلام کے متعلق ایسا تصور کرنا بھی اس کی تقدیس پر حرف رکھنا ہے جب کہ وہ ناگزیر صورتِ دفاع اور حفاظت خود اختیاری کے علاوہ جنگ کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

ان خاف علی بیضة الاسلام و

اگر اسلام اور اہل اسلام کے متعلق خطرہ ہو تو قتال المسلمین قاتل فیکون قتاله لنفسه لیس للسلطان قال قلت وان جاء العدو الى الموضع الذی هو فیہ سوابط کیف یصنع قال یقاتل

عن بیضة الاسلام لامن هؤلاء لان فی دروس
الاسلام دروس دین محمدؐ۔

کرے یہ قتال در حقیقت حفاظت خود اختیاری کے لئے ہونہ
کسی فرمان روا کے لئے، راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا
کہ اگر دشمن وہاں تک آگے بڑھ جائے جہاں یہ حفاظت
کے لئے مقیم ہے تو کیا کرے؟ فرمایا کہ اسلام کی حفاظت
کے لئے جنگ کرے نہ حکمرانوں کی طرف سے۔ یہ اس لئے
کہ اگر اسلام مٹے گا تو دین محمدیؐ کے حقیقی نقوش بھی مٹ
جائیں گے۔“

اسی جذبہ بقائے اسلام کے پیش نظر حضرت نے
اسلامی سرحدوں کی نگہداشت کرنے والوں کے حق میں
دعاء فرمائی ہے تاکہ حقیقی اسلام کی حفاظت عمومی اسلام کی
حفاظت کے پردہ میں ہوتی رہے اور یہی اس دعاء مقصودِ اصلی

ہے۔ ان محافطوں اور نگہبانوں کے حق میں صدق نیت، خلوص عمل اور ثبات قدم کی دُعا کے ساتھ اُن کفار و مشرکین کے لئے بددُعا بھی کرتے ہیں جو اسلامی علاقوں پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو قتل و غارت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس میں ایک جملہ یہ ہے کہ ”ان کے پانی میں وبا کی اور اُن کے کھانوں میں امراض کی آمیزش کر دے۔“ جس وقت تک مائیکروب دریافت نہ ہوئے تھے اس جملہ کے معنی پورے طور سے نہ سمجھے جاسکتے تھے اور نہ سمجھائے جاسکتے تھے۔ مگر جراثیم کے علم و مشاہدہ میں آنے کے بعد جہاں اس جملہ کے معنی منکشف ہوئے ہیں وہاں اس کی اہمیت اور قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہوا ہے۔ چنانچہ اب اس نظریہ میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ خراب اور کچی خوراک اور پانی میں ایسے جراثیم کی آلودگی پائی جاتی ہے جو مہلک و

وبائی امراض کی تولید کرتے ہیں۔ ان جراثیم کی اہمیت کو سب سے پہلے لیون ہاک نے سمجھا اور اس کے بعد ۱۸۸۱ء میں فرانسیسی ڈاکٹر لوئی پاسچر نے اسے ثابت کر دیا اور ۱۸۸۳ء میں جرمنی کے ڈاکٹر کاخ نے ہیضہ کے جراثیم دریافت کئے اور پھر مختلف امراض کے مختلف جراثیم دریافت ہوتے رہے۔ چنانچہ ہیضہ، تپ دق، نمونیا، تپ محرقہ، ملیریا وغیرہ کے جراثیم ہی ہوتے ہیں جو کھانے اور پانی اور دوسرے ذرائع سے ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے ہیں اور خون کے سفید ذروں کو مغلوب کر کے اپنا اثر پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ ایک مربع انچ میں چالیس کروڑ تک سما سکتے ہیں اور آنکھ سے انہیں دیکھا نہیں جاسکتا بلکہ اعلیٰ درجہ کی الیکٹرک خوردبین ہی سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ کیا یہ ایک حیرت انگیز

چیز نہیں کہ جب جراثیم کا تصور بھی پیدا نہ ہوا تھا اور نہ
 خوردبین ہی ایجاد ہوئی تھی۔ اس لئے کہ خوردبین تو ۱۶۰۸ء
 میں ایجاد ہوئی۔ اس وقت یہ آواز بلند ہوتی ہے کہ وہ پانی جو
 حیات کا سرچشمہ ہے وبا کا پیش خیمہ اور وہ غذا جس سے انسانی
 زندگی وابستہ ہے امراض کی تولید کا سبب بن جایا کرتی ہے۔
 اس کے علاوہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر
 المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بھی ایسے کلمات
 منقول ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس انتہائی چھوٹی
 مخلوق سے نا آشنا نہ تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کا ارشاد ہے: فرمن المجذوم فراك من
 الاسد۔ جذامی سے اس طرح دور رہو جس طرح شیر سے دور
 رہا جاتا ہے۔ ”عصری تحقیقی نے بتایا ہے کہ جذامی کے اندر
 جو مائیکروب پائے جاتے ہیں اُن کی شکل و صورت ہو بہو شیر

کی سی ہوتی ہے جو آس پاس بیٹھنے والوں کو متاثر کرتے ہیں
اور امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ لا یبولن
احدکم فی الباء ان للباء اھلا۔ تم میں سے کوئی
شخص پانی میں پیشاب نہ کرے اس لئے کہ پانی کے اندر بھی
ایک مخلوق آباد ہے۔

دُعَاؤُهُ فِي التَّفَرُّعِ اللّٰهُ تَعَالٰی سے تَضَرُّع و زاری کے سلسلہ میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُتَفَرِّعًا إِلَى
اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ:-

اللّٰهُ تَعَالٰی سے طلب و فریاد کے سلسلہ میں حضرت کی دعا:-
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَخْلَصْتُ بِاِنْفِطَاعِیْ اِلَیْكَ وَاَقْبَلْتُ بِكُلِّیْ
عَلَيْكَ وَصَرَفْتُ وَجْهَیْ عَمَّنْ یَّحْتَاجُ اِلَی رِفْدِكَ
وَقَلْبُیْ مَسْئَلَتَیْ عَمَّنْ لَمْ یَسْتَغْنِ عَنْ فَضْلِكَ
وَرَأَيْتُ اَنَّ طَلَبَ الْمُحْتَاجِ اِلَی الْمُحْتَاجِ سَفَهُ مِنْ
رَاِیْهِ وَضَلَّهٖ مِنْ عَقْلِیْ فَكُمُّ قَدْ رَأَيْتُ یَا اِلٰهَیْ مِنْ
اُنَّاسٍ طَلَبُوا الْعِزَّ بِغَيْرِكَ فَذُلُّوْا وَاَمْوَا الثَّرْوَةَ مِنْ
سِوَاكَ فَافْتَقَرُوْا وَحَاوَلُوْا الْاِرْتِفَاعَ فَاتَّضَعُوْا
فَصَحَّ بِمُعَايْنَةِ اَمْثَالِهِمْ حَازِمٌ وَفَقَّهُ اَعْتِبَارُهُ
وَاَرْشَدَهُ اِلَی طَرِیْقِ صَوَابِهِ اِخْتِیَارُهُ فَانْتَ یَا

مَوْلَايَ دُونَ كُلِّ مَسْئُولٍ مَوْضِعُ مَسْئَلَتِي وَدُونَ
كُلِّ مَطْلُوبٍ إِلَيْهِ وَلِيٌّ حَاجَتِي أَنْتَ الْبَخْصُوصُ
قَبْلَ كُلِّ مَدْعُوٍّ بِدَعْوَتِي لَا

اے اللہ! میں پورے خلوص کے ساتھ دوسروں سے منہ
موڑ کر تجھ سے لو لگائے ہوں اور ہمہ تن تیری طرف متوجہ
ہوں اور اس شخص سے جو خود تیری عطاء و بخشش کا محتاج
ہے منہ پھیر لیا ہے اور اس شخص سے جو تیرے فضل و
احسان سے بے نیاز نہیں ہے، سوال کا رخ موڑ لیا ہے۔ اور
اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محتاج کا محتاج سے مانگنا سراسر سمجھ
بوجھ کی سبکی اور عقل کی گمراہی ہے۔ کیونکہ اے میرے
اللہ! میں نے بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو تجھے چھوڑ
کر دوسروں کے ذریعہ عزت کے طلبگار ہوئے تو وہ ذلیل و
رسوا ہوئے۔ اور دوسروں سے نعمت و دولت کے خواہش

مند ہوئے تو فقیر و نادار ہی رہے۔ اور بلندی کا قصد کیا تو پستی پر جا گرے۔ لہذا ان جیسوں کو دیکھنے سے ایک دور اندیش کی دور اندیشی بالکل بر محل ہے کہ عبرت کے نتیجہ میں اسے توفیق حاصل ہوئی اور اس کے (صحیح) انتخاب نے اُسے سیدھا راستہ دکھایا۔ جب حقیقت یہی ہے تو پھر اے میرے مالک! تو ہی میرے سوال کا مرجع ہے نہ وہ جس سے سوال کیا جاتا ہے۔ اور تو ہی میرا حاجت روا ہے نہ وہ جن سے حاجت طلب کی جاتی ہے اور ان تمام لوگوں سے پہلے جنہیں

يَشْرُكَكَ أَحَدٌ فِي رَجَائِي وَلَا يَتَّفِقُ أَحَدٌ مَعَكَ فِي دُعَائِي وَلَا يَنْظِمُهُ وَإِيَّاكَ نِدَائِي لَكَ يَا إِلَهِي وَحْدَانِيَّةُ الْعَدَدِ وَمَلَكَهُ الْقُدْرَةُ الصَّمَدِ وَفَضِيلَةُ الْحَوْلِ وَالْقُوَّةُ وَدَرَجَةُ الْعُلُوِّ وَالرِّفْعَةُ وَمَنْ سِوَاكَ مَرْحُومٌ فِي عُمْرِهِ مَغْلُوبٌ عَلَى أَمْرِهِ مَقْهُورٌ عَلَى

شَأْنِهِ مُخْتَلِفُ الْحَالَاتِ مُتَنَقِّلٌ فِي الصِّفَاتِ
فَتَعَالَيْتَ عَنِ الْأَشْبَاهِ وَالْأَضْدَادِ وَتَكَبَّرْتَ عَنِ
الْأَمْثَالِ وَالْأَنْدَادِ فَسُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔

پکارا جاتا ہے۔ تو میری دعاء کے لئے مخصوص ہے اور میری
امید میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے اور میری دعائیں تیرا
کوئی ہم پایہ نہیں ہے اور میری آواز تیرے ساتھ کسی اور کو
شریک نہیں کرتی۔ اے اللہ! عدد کی یکتائی، قدرتِ کاملہ کی
کار فرمائی اور کمالِ قوت و توانائی اور مقامِ رفعت و بلندی
تیرے لئے ہے اور تیرے علاوہ جو ہے وہ اپنی زندگی میں
تیرے رحم و کرم کا محتاج، اپنے امور میں در ماندہ اور اپنے
مقام پر بے بس و لاچار ہے۔ جس کے حالات گوناگوں ہیں
اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹتا رہتا ہے۔ تو
مانند و ہمسر سے بلند تر اور مثل و نظیر سے بالاتر ہے۔ تو پاک

ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

یہ دعا خلوص، اعتماد، توکل علی اللہ اور اسی کو حاجت روا و مرکزِ سوال قرار دینے کے سلسلہ میں ہے۔ خلوص توکل اور اعتماد کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے آستانوں سے منہ موڑ کر صرف اسی سے لو لگائی جائے اور اسی کے سامنے دامنِ سوال پھیلایا جائے اور کسی حالت میں بھی دوسرے سے سوال نہ کیا جائے تا کہ عزت و وقار محفوظ اور شرافتِ نفس برقرار رہے۔ اس لئے کہ جب انسان اپنے ایسوں سے احتیاج وابستہ نہیں کرتا تو وہ اپنے نفس میں سنگینی و وقار اور اپنے کو ایک باعزت و پرسکون فضا میں محسوس کرتا ہے۔ جہاں نہ دل و دماغ پر دباؤ، نہ قلب و ضمیر پر بوجھ، نہ احساسات مجروح، نہ خیالات پر اگندہ، نہ ہاتھوں میں

احسانمندی کی بوجھل ہتھکڑیاں اور نہ دوسروں کی تفوق
 پسندانہ ذہنیت کے مقابلہ میں احساسِ کمتری ہوتا ہے۔ اور
 پھر یہی کیا ضروری ہے کہ مانگے سے کچھ بھی مل جائے جب
 کہ اکثر جگہوں سے ناکامی، دل شکستگی اور مایوسی کے سوا کچھ
 حاصل نہیں ہوتا۔ اگر عقل و بصیرت سے کام لیا جائے تو
 اس نتیجہ پر آسانی پہنچا جاسکتا ہے کہ جو خود دوسروں کی
 مددگاری کا محتاج ہو وہ کسی اور کی احتیاج کا مدد ادا کیا کر سکتا
 ہے۔ اور اگر کر سکتا ہو تو پہلے اپنے دامن سے احتیاج کے
 دھبے دور کرتا۔ پھر دوسروں کی احتیاج رفع کرتا۔ اور جب
 مانگنا ہی ہے تو پھر اسی سے کیوں نہ مانگا جائے جس سے یہ
 مانگتا ہے۔ اور اسی کے سامنے ہاتھ کیوں نہ پھیلایا جائے جو
 اس سے زیادہ کریم، غنی، اور حاجت روا ہے۔ اور جب کہ وہ
 بھی اس جیسا محتاج ہے تو پھر محتاج سے حاجت برآری کی کیا

امید اور زمین شور سے روئیدگی کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔
لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمَنُ أَحْمَنَ لِحَيَّةٍ

مَنْ سَأَلَ يَرْجُو الْغَنَى مِنْ سَائِلٍ

”اللہ تعالیٰ نے اس سے زیادہ کم عقل دوسرا پیدا
ہی نہیں کیا، جو اپنے ایسے مانگنے والے سے غنا و ثروت کی
توقع رکھتا ہے۔“

بہر حال جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں سے بے
نیازی کا خواہاں، جاہ و حشم کا طالب ہوتا ہے وہ ہمیشہ ذلت و
خواری میں مبتلا اطمینان و یکسوئی سے محروم اور حقیقی ثروت و
غنی سے تہی دامن رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد
ہوا ہے:

اِنِّیْ وَضَعْتُ الْعِزَّةَ فِیْ خِدْمَتِیْ وَالنَّاسَ یَطْلُبُوْنَہَا
بِخِدْمَةِ السُّلْطَانِ فَلَمْ یَجِدُوْہَا وَضَعْتُ الْغِنٰی فِیْ

القناعة والناس يطلبونه يجمع المال فلم
يجروہ۔

میں نے عزت کو اپنی خدمت سے وابستہ کیا ہے اور لوگ
اسے شاہی دربار داری میں ڈھونڈتے ہیں جو انہیں حاصل
نہیں ہوتی اور میں نے دو لقمندی کو قناعت میں قرار دیا ہے
اور لوگ اسے مال کی فراہمی میں تلاش کرتے ہیں جو انہیں
نصیب نہیں ہوتی۔“

خداوند عالم ہر شخص کو اس کے ظرف و وسعت
کے لحاظ سے اور اپنی مصلحت و مشیت کے اعتبار سے دیتا
ہے اور وہی ہر بخشش و عطا کا سرچشمہ اور ہر رفعت و
سر بلندی کا منبع ہے۔ اور دوسرے کو اس صفت میں اس کا
شریک قرار دینا اس کے فضل و احسان اور ربوبیت کو ناقص
و نا تمام سمجھنا ہے۔ اس کے نتیجہ میں خداوند عالم ایسے لوگوں

کو انہی کے حوالے کر دیتا ہے جنہیں وہ اپنا حاجت روا و قبلہ مقصود سمجھتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی بخشش و عطا سے محرومی خود انہی کے پیدا کردہ اسباب کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ورنہ اس کی نعمتیں اور بخشائشیں کسی فرد یا گروہ کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کو حصہ رسدی اس کے خوانِ نعمت سے ملتا ہے۔ اب اگر کوئی خود ہی فیوض الہی کے آگے روک بن کر کھڑا ہو جائے تو اُسے محرومی و ناکامی سے دوچار ہونا ہی پڑے گا۔ اس حرماں نصیبی کے اسباب میں سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ انسان دوسروں کو مرکزِ اُمید قرار دے کر اللہ سے اُمید و طلب کا سلسلہ قطع کر لے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:

وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَارْتِفَاعِي عَلَى عَرْشِي لَا قَطْعَنَ أَمَلٍ
كُلُّ مَوْمِلٍ غَيْرِ مَعِي بِأَلْيَاسٍ وَلَا كَسُونُهُ ثَوَابٌ

الْمُذَلَّةُ عِنْدَ النَّاسِ۔

مجھے اپنے جلال و عزت اور عرش پر بلندی و رفعت کی قسم جو
میرے علاوہ دوسروں سے اُمید رکھے گا میں اُس کی اُمید کو
یاس سے بدل دوں گا اور لوگوں میں اسے ذلت و رسوائی کا
جام پہناؤں گا۔

دُعَاؤُهُ إِذَا اقْتَرَعَلِيهِ تَنَگَلِي رَزَقَ كَ مَوْقِعٍ پَر پڑھنے کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا اقْتَرَعَلِيهِ رَزَقَ
عَلَيْهِ الرِّزْقُ:-

جب رزق کی تنگی ہوتی تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ ابْتَلَيْتَنَا فِيْ اَرْزَاقِنَا

اے اللہ! تو نے رزق کے بارے میں بے یقینی سے اور
بِسُوِّ وَالظَّنِّ وَفِيْ اَجَالِنَا بِطَوْلِ الْاَمَلِ حَتّٰى
لَتَمَسْنَا اَرْزَاقَكَ مِنْ عِنْدِ الْمَرْزُوْقِيْنَ وَطَمِعْنَا
بِاَمَالِنَا فِيْ اَعْمَارِ الْمُعَبِّرِيْنَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ
وَهَبْ لَنَا يَقِيْنًا صَادِقًا تَكْفِيْنًا بِهٖ مِنْ مَّوْنَةِ
الطَّلَبِ وَاَلْهَمْنَا ثِقَةً خَالِصَةً تَعْفِيْنَا بِهَا مِنْ شِدَّةِ
النَّصَبِ وَاَجْعَلْ مَا صَرَّحْتَ بِهٖ مِنْ عِدَّتِكَ فِيْ
وَحْيِكَ وَاَيُّتَعْتَهُ مِنْ قَسْبِكَ فِيْ كِتَابِكَ قَاطِعًا

لَا هُتَمَامَنَا بِالرِّزْقِ الَّذِي تَكْفَّلَتْ بِهِ وَحِسْبًا
لِلْاِسْتِغَالِ بِمَا ضَمِنْتَ الْكِفَايَةَ لَهُ فَقُلْتَ وَقَوْلُكَ
الْحَقُّ الْأَصْدَقُ وَأَقْسَبْتَ وَقَسَمْتَ الْاَكْبَرُ الْاَوَّلِي وَفِي
السَّهَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ثُمَّ قُلْتَ فَو رَبِّ
السَّهَاءِ وَ الْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقُّ مِثْلُ مَا أَنْكُمُ
تَنْطِقُونَ۔

زندگی کے بارے میں طولِ امل سے ہماری آزمائش کی
ہے۔ یہاں تک کہ ہم ان سے رزق طلب کرنے لگے جو تجھ
سے رزق پانے والے ہیں اور عمر رسیدہ لوگوں کی عمر میں
دیکھ کر ہم بھی درازی عمر کی آرزوئیں کرنے لگے۔ اے
اللہ! محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ایسا پختہ
یقین عطا کر جس کے ذریعہ تو ہمیں طلب و جستجو کی زحمت سے
بچالے اور خالص اطمینانی کیفیت ہمارے دلوں میں پیدا کر

دے جو ہمیں رنج و سختی سے چھڑالے اور وحی کے ذریعہ جو واضح اور صاف وعدہ تو نے فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں اسکے ساتھ ساتھ قسم بھی کھائی ہے۔ اس اس روزی کے اہتمام سے جس کا تو ضامن ہے سبکدوشی کا سبب قرار دے اور جس روزی کا ذمہ تو نے لیا ہے اس کی مشغولیتوں سے علیحدگی کا وسیلہ بنا دے۔ چنانچہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول حق اور بہت سچا ہے۔ اور تو نے قسم کھائی ہے اور تیری قسم سچی اور پوری ہونے والی ہے کہ تمہاری روزی اور وہ کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ “پھر تیرا ارشاد ہے: زمین و آسمان کے مالک کی قسم! یہ امر یقینی و قطعی ہے جیسے یہ کہ تم بول رہے ہو۔“

وہ رازق و مربی جو شکم مادر اور زمانہ طفولیت میں

جب کہ نہ ہاتھ پاؤں میں سکت ہوتی ہے نہ اکتسابِ رزق پر قدرت، نہ کار و کسب کا شعور ہوتا ہے نہ ذرائع معیشت پر اطلاع محبت و شفقت کے سایہ میں بقائے زندگی کے تمام سر و سامان مہیا کرتا ہے تو وہ زندگی کے دوسرے ادوار میں کیونکر غفلت کرے گا۔ جب کہ وہی سب کا خالق اور سب کا روزی رسان ہے۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں انہیں یاد کرو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی خالق ہے جس نے
یرزقکم من السماء والارض

تمہارے لئے آسمان و زمین سے رزق مہیا کیا ہے۔
لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کبھی اس کی

مقتضی ہوتی ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو تنگیِ معیشت میں مبتلا کرے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق وارد ہوا ہے کہ کان ی ربط علیٰ بطنہ حجر امن الجوع۔ ”گر سنگی کی وجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔“ اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہی پسند ہے کہ ایک دن سیر ہوں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام تنگیِ معیشت میں مبتلا ہوئے حالانکہ وہ اپنے زمانہ میں بڑے مالدار شمار ہوتے تھے۔ زمین تھی، باغات تھے، بار برداری کے لئے تین ہزار اُونٹ، پانچ سو گدھے، اور کھیتی باڑی کے لئے ایک ہزار بیل۔ اس کے علاوہ سات ہزار بھیڑیں اور خدمت و نگہداشت کے لئے چار سو نوکر تھے کہ اچانک حالات بدل جاتے ہیں دولت جاتی رہی، مویشی لوٹ لئے جاتے ہیں اولاد بھی ایک ایک کر کے ختم ہو جاتی ہے۔

بیماری کی وجہ سے نقل و حرکت سے مجبور ہو جاتے ہیں اور
 زبان سے یہ فریاد نکلتی ہے کہ رب انی مسنی الضر
 وانت ارحم الراحمین۔ ”پالنے والے! میں دکھیا ہوں اور
 تو سب رحیموں سے زیادہ رحیم ہے۔“ یونہی حضرت داؤد،
 حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام)
 پر معاشی لحاظ سے آزمائشی دور آئے۔
 مگر اس تنگی و عسرت میں اگر مانگا تو اللہ تعالیٰ سے اور
 دوسرے کے آگے ہاتھ نہ پھیلایا اس ابتلاء و تنگی معیشت سے
 مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے صبر و شکیب پر انہیں
 زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب دے اور وہ اللہ تعالیٰ سے لوگا کر
 اس سے تضرع و زاری کرتے رہیں۔ چنانچہ امیر المومنین
 علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان الله يبتلي العبد وهو يحبّه ليسمع تضرعه۔

خدا اپنے بندے کو دوست رکھنے کے باوجود مبتلا کرتا ہے تا
کہ اس کے تضرع و زاری کی آوازیں سنے۔“

عام انسانوں کی نگاہیں ایسے موقع پر اسباب و
وسائل پر ہوتی ہیں لیکن خاصانِ خدا اپنے علم و یقین کی
روشنی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگرچہ اس نے رزق کو اسباب سے
وابستہ کیا ہے۔ لیکن وہ جب چاہے ان اسباب کو بے نتیجہ بھی
بنادے سکتا ہے۔ اس لئے محض اسباب پر بھروسہ نہیں کیا جا
سکتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص تجارت کو وسیلہ قرار دیتا ہے مگر
نفع کے بجائے نقصان ہوتا ہے اور یہی وسیلہ اصل سرمایہ کو
بھی لے ڈوبتا ہے اور دوسرا زراعت کے ذریعہ روزی حاصل
کرنا چاہتا ہے تو کھڑی کھیتی کو برق و ژالہ باری تباہ کر دیتی
ہے اور کبھی کھلیان کو آگ لگ جاتی ہے اور کتے کرائے پر
پانی پھر جاتا ہے۔ اگر یہ اسباب و وسائل ہی کافی ہوتے تو

گھر میں تالا لگانے اور دربان چھوڑنے کے بعد چوری نہ ہوتی۔ اور دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار مہیا کرنے کے بعد اس پر کامیابی یقینی ہوتی۔ حالانکہ اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ تالا ٹوٹ جاتا ہے اور گھر کا اثاثہ لٹ جاتا ہے اور ہتھیار کے ہوتے ہوئے دشمن سے شکست ہو جاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ ایک قوت ان کو بے نتیجہ بنانے والی ہے۔ تو جن اسباب و وسائل کی باگ ڈور دوسرے کے ہاتھ میں ہو اُن پر اعتماد کیوں کر کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو اسی وقت نتیجہ خیز ثابت ہو سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی کار فرما ہو۔ لہذا اصل کار سازی اسی کی ہوگی جو ان اسباب کے نتیجہ خیز بنانے میں قدرت رکھتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جب وہی کار ساز و رزق رساں ہے تو پھر حرکت و عمل اور اسباب مہیا کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیونکہ یہ دُنیا عالم اسباب ہے

اور اسباب سے کلیۃً الگ نہیں رہا جاسکتا۔ اور یہ یقین رکھنا کہ
 یہ اسباب بھی اسی کے پیدا کردہ ہیں اور اُسی نے قوائے عمل
 دیئے ہیں عین توکل ہے۔ اگر انسان ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ
 جائے تو یہ قوائے عمل ایسی نعمت کی ناشکری ہے جو ہمہ گیر
 ہونے کی صورت میں نظم عالم کی تباہی کا باعث ہے۔ اس
 دعاء کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسباب سے قطع نظر کر لی جائے
 بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان اسباب پر اعتماد کے بجائے خالق
 اسباب پر اعتماد رکھا جائے اور ان قوائے عمل کو صرف
 حصولِ رزق کے لئے وقف نہ کر دیا جائے بلکہ ان سے اللہ
 تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا بھی کام لیا جائے کہ یہی زندگی کا
 مقصود اصلی ہے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْبُعُونَةِ عَلَى قَضَاءِ الدَّيْنِ:-

ادائے قرض کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے طلبِ اعانت کی دعا:-
 اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَهَبْ لِي الْعَافِيَةَ مِنْ
 دَيْنٍ تُخَلِّقُ بِهِ وَجْهِي وَيُحَارِفِيهِ ذَهْنِي وَيَتَشَعَّبُ لَهُ
 فِكْرِي وَيَطْوُلُ بِمُبَارَسَتِهِ شُغْلِي وَاَعُوْذُ بِكَ يَا رَبِّ
 مِنْ هَمِّ الدَّيْنِ وَفِكْرِهِ وَشُغْلِ الدَّيْنِ وَسَهْرِهِ-
 فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَعِزِّنِيْ مِنْهُ وَاَسْتَجِيْرُ بِكَ يَا
 رَبِّ مِنْ ذِلَّتِهِ فِي الْحَيٰوةِ وَمِنْ تَبِعَتِهِ بَعْدَ الْوَفَاةِ
 فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَجِرْنِيْ مِنْهُ بِوُسْعِ فَاضِلٍ اَوْ
 كَفَافٍ وَاَصِلِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَحُجِّبْنِيْ
 عَنِ السَّرْفِ وَالْاِزْدِيَادِ وَقَوِّمْنِيْ بِالْبَدَلِ

وَالْإِقْتِصَادِ وَعَلَّمَنِي حُسْنَ التَّقْدِيرِ وَأَقْبَضَنِي
بِلُطْفِكَ عَنِ التَّبْذِيرِ

اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ایسے
قرض سے نجات دے جس سے تو میری آبرو پر حرف آنے
دے اور میرا ذہن پریشان اور فکر پر اگندہ رہے اور اس کی
فکر و تدبیر میں ہمہ وقت مشغول رہوں۔ اے میرے
پروردگار! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں قرض کے فکر و اندیشہ
سے اور اس کے جھمکیلوں سے اور اس کے باعث بے خوابی
سے تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما۔ اور مجھے اس
سے پناہ دے۔ پروردگار! میں تجھ سے زندگی میں اس کی
ذلت اور مرنے کے بعد اس کے وبال سے پناہ مانگتا ہوں۔
تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے مال و
دولت کی فراوانی اور پیہم رزق رسانی کے ذریعہ اس سے

چھٹکارا دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
 فرما۔ اور مجھے فضول خرچی اور مصارف کی زیادتی سے روک
 دے اور عطا و میاں نہ روی کے ساتھ نقطہ اعتدال پر قائم رکھ
 اور میرے لئے حلال طریقوں سے

وَأَجْرِ مَنْ أَسْبَابِ الْحَلَالِ أَرْزَاقِي وَوَجْهِي فِي أَبْوَابِ
 الْبِرِّ انْفَاقِي وَأَزِوَعِي مِنَ الْبَالِ مَا يُحْدِثُ لِي فُخَيْلَةً
 أَوْ تَادِيًا إِلَى بَغْيٍ أَوْ مَا أَتَعَقَّبُ مِنْهُ طُغْيَانًا اللَّهُمَّ
 حَبِّبْ إِلَيَّ صُحْبَةَ الْفُقَرَاءِ وَأَعِزِّي عَلَى صُحْبَتِهِمْ
 بِحُسْنِ الصَّبْرِ وَمَا زَوَيْتَ عَنِّي مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا
 الْفَانِيَةِ فَادْخِرْهُ لِي فِي خَزَائِنِكَ الْبَاقِيَةِ وَاجْعَلْ
 مَا خَوَّلْتَنِي مِنْ حُطَامِهَا وَعَجَّلْتَ لِي مِنْ مَتَاعِهَا
 بُلْغَةً إِلَى جَوَارِكَ وَوُصْلَةً إِلَى قُرْبِكَ وَذَرِيعَةً إِلَى
 جَنَّتِكَ إِنَّكَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَأَنْتَ الْجَوَادُ

الْكَرِيمُ۔

روزی کا سامان کر اور میرے مال کا مصرف امورِ خیر میں
قرار دے اور اُس مال کو مجھ سے دور ہی رکھ جو میرے اندر
غرور و تمکنت پیدا کرے یا ظلم کی راہ پر ڈال دے یا اُس کا
نتیجہ طغیان و سرکشی ہو۔ اے اللہ! درویشوں کی ہم نشینی
میری نظروں میں پسندیدہ بنادے اور اطمینان افزا صبر کے
ساتھ ان کی رفاقت اختیار کرنے میں میری مدد فرما۔
دُنیاۓ فانی کے مال میں سے جو تو نے مجھ سے روک لیا
ہے اُسے اپنے باقی رہنے والے خزانوں میں میرے لئے
ذخیرہ کر دے اور اس کے ساز و برگ میں سے جو تو نے دیا
ہے اور اس کے سر و سامان میں سے جو بہم پہنچایا ہے اُسے
اپنے جوار (رحمت) تک پہنچنے کا زادِ راہ، حصولِ تقرب کا
وسیلہ اور جنت تک رسائی کا ذریعہ قرار دے اس لئے کہ تو

فضلِ عظیم کا مالک اور سخی و کریم ہے۔

اگر احساسات زندہ ہوں تو انسان مقروض ہونے کی صورت میں ایک لمحہ بھی اطمینان و یکسوئی سے بسر نہیں کر سکتا۔ اور اس فکر و اندیشہ میں نہ رات کو آرام سے سو سکتا ہے نہ دن چپین سے گزار سکتا ہے۔ اسے ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ نہ جانے کب قرض خواہ آجائے اور مطالبہ شروع کر دے یا کہیں راستہ میں گھیر لے اور سچ جھوٹ وعدوں سے بھی پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے ایسے حالات میں یقیناً ذہن پریشان، خیالات پراگندہ اور طبیعت منتشر رہے گی۔ اور اس بوجھ کے نیچے اپنے کو بے حس محسوس کرے گا۔ کیونکہ قرض کا ذہنی بوجھ مادی بوجھ سے کہیں زیادہ خستہ و ہلکان کر دیتا ہے۔ چنانچہ بزرگ جمہر کا قول ہے کہ ”میں نے جنگ

کے وزنی ہتھیاروں کو اٹھایا اور پتھروں کو لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے گیا۔ مگر میں نے قرض سے زیادہ کسی چیز کو بوجھل نہیں پایا۔ اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

لا وجع العين ولا اھم الاھم الدین۔

دردِ چشم سے بڑھ کر کوئی درد اور اندوہ قرض سے زیادہ کوئی اندوہ نہیں ہے۔“

اور امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

ایاکم والدین فانہ مذلة بالنھار مھمة باللیل وقضاء فی الدنیا وقضاء فی الاخرة۔

قرض سے بچے رہو۔ اس لئے کہ دن ہو تو یہ ذلت و رسوائی کا سبب، اور رات ہو تو غم و اندوہ کا سامان اور دنیا و آخرت میں واجب الادا ہے۔“

اس ذلت و رسوائی اور فکر و پریشانی سے وہی شخص بچ سکتا ہے جسے عزت نفس کا احساس ہو کہ وہ فقر و فاقہ کی سختیوں کو گوارا کر لے۔ تنگی و عسرت میں زندگی بسر کر لے مگر قرض لے کر اپنی آبرو کو خطرہ میں نہ ڈالے اور اگر کوئی شدید ضرورت مجبور کر دے تو بس اتنا قرض لے جس سے ضرورت رفع ہو جائے اور اُسے جلد سے جلد ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اور اگر سرے سے ادا کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو تو ایسا شخص بمنزلہ خائن و سارق کے ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے:

من استدان فلم ینو قضاہ کان بمنزلۃ السارق۔

جو شخص قرضہ لے اور ادا کرنے کی نیت نہ رکھتا ہو وہ بمنزلہ سارق کے ہے۔“

اگر ارادہ ہو مگر کسی مجبوری کی وجہ سے وقت پر ادا نہ کر سکے تو وہ معذور قرار پائے گا۔ ایسی صورت میں قرض خواہ کو چاہئے کہ اُسے مہلت دے اور سختی سے مطالبہ نہ کرے۔ ایسا کرنے سے اُسے ہر روز اتنا ہی مال صدقہ کرنے کا ثواب حاصل ہو گا اور اگر وہ ادائے قرض سے بالکل ہی مجبور ہو جائے تو وہ عدم ادائیگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ نہیں ہو گا۔ بشرطیکہ اس مال کو حرام میں صرف نہ کیا ہو۔ اگر قرضخواہ اُسے معاف کر دے تو وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ اجر پانے کا مستحق ہو گا۔ اور اگر معاف نہ کرے تو اللہ تعالیٰ صرف اُسے اس کے قرض کا بدلہ دے گا۔

دُعَاؤُہِ بِالتَّوْبَةِ دُعَاۓ تَوْبَہ

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذِكْرِ
التَّوْبَةِ وَطَلِبِهَا:-

دُعَاۓ تَوْبَہ

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ لَا يَصِفُهُ نَعْتُ الْوَاصِفِيْنَ وَيَا مَنْ
لَا يُجَاوِزُهُ رَجَاءُ الرَّاجِيْنَ وَيَا مَنْ لَا يَضِيْعُ لَدَيْهِ اَجْرُ
الْمُحْسِنِيْنَ وَيَا مَنْ هُوَ مُنْتَهٰى خَوْفِ الْعَابِدِيْنَ
وَيَا مَنْ هُوَ غَايَةُ خَشْيَةِ الْمُتَّقِيْنَ هَذَا مَقَامُ مَنْ
تَدَاوَلَتْهُ اَيْدِي الدُّنُوْبِ وَقَادَتْهُ

اے معبود! وہ جس کی توصیف سے وصف کرنے والوں کے
توصیفی الفاظ قاصر ہیں۔ اے وہ جو امیدواروں کی اُمیدوں کا
مرکز ہے۔ اے وہ جس کے ہاں نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں

ہوتا۔ اے وہ جو عبادت گزاروں کے خوف کی منزل منتہا
 ہے۔ اے وہ جو پرہیزگاروں کے بیم و ہراس کی حد آخر ہے
 یہ اس شخص کا موقف ہے جو گناہوں کے ہاتھوں میں کھیلتا
 ہے اور خطاؤں کی باگوں نے جسے کھینچ لیا ہے اور جس پر
 اَزِمَّةُ الْخَطَايَا وَسُتْحُوذٌ عَلَيْهِ الشَّيْطَانُ فَقَصَّرَ عَمَّا
 أَمَرَتْ بِهِ تَفَرِّطًا وَتَعَاظَى مَا أَنْهَيْتَ عَنْهُ تَغَرُّبًا
 كَالْجَاهِلِ بِقُدْرَتِكَ عَلَيْهِ أَوْ كَالْمُنْكَرِ فَضَلَ
 إِحْسَانِكَ إِلَيْهِ حَتَّى إِذَا الْفَتْحَ لَهُ بَصَرُ الْهُدَى
 وَتَقَشَّعَتْ عَنْهُ سَحَابُ الْعُيُ أَحْصَى مَا ظَلَمَ بِهِ
 نَفْسَهُ وَفَكَّرَ قِيمًا خَالَفَ بِهِ رَبَّهُ فَرَأَى كَبِيرَ
 عِصْيَانِهِ كَبِيرًا وَجَلِيلَ مُخَالَفَتِهِ جَلِيلًا فَأَقْبَلَ
 نَحْوَكَ مُؤَمِّلًا لَكَ مُسْتَحِيًّا مِنْكَ وَوَجَّهَ رَغْبَتَهُ
 إِلَيْكَ ثِقَةً بِكَ فَأَمَّاكَ بِطَبْعِهِ يَقِينًا وَقَصَدَكَ

بِخَوْفِهِ إِخْلَاصًا قَدْ خَلَا طَمَعُهُ مِنْ كُلِّ مَطْمُوعٍ فِيهِ
 غَيْرِكَ وَأَفْرَحَ رَوْعُهُ مِنْ كُلِّ مَحْذُورٍ مِنْهُ سِوَاكَ
 فَمَثَلَ بَيْنَ يَدَيْكَ مُتَضَرِّعًا وَغَمَّضَ بَصَرَهُ إِلَى
 الْأَرْضِ مُتَخَشِّعًا وَطَاطَأَ رَأْسَهُ لِعِزَّتِكَ مُتَذَلِّلًا
 وَأَبْثَكَ مِنْ سِرِّهِ مَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنْهُ خُضُوعًا
 وَعَدَدَ مِنْ ذُنُوبِهِ مَا أَنْتَ أَحْطَى لَهَا خُشُوعًا
 وَاسْتَعَاثَ بِكَ مِنْ عَظِيمٍ مَا وَقَعَ بِهِ فِي عِلْمِكَ
 وَقَبِيحٍ مَا فَضَحَهُ فِي حُكْمِكَ مِنْ

شیطان غالب آگیا ہے۔ اس لئے تیرے حکم سے لاپرواہی
 کرتے ہوئے اُس نے (ادائے فرض) میں کوتاہی کی اور
 فریب خوردگی کی وجہ سے تیرے منہیات کا مرتکب ہوتا
 ہے۔ گویا وہ اپنے کو تیرے قبضہ قدرت میں سمجھتا ہی نہیں
 ہے اور تیرے فضل و احسان کو جو تو نے اس پر کئے ہیں مانتا

ہی نہیں ہے۔ مگر جب اس کی چشم بصیرت وا ہوئی اور اس
 کوری و بے بصری کے بادل اس کے سامنے سے چھٹے تو اس
 نے اپنے نفس پر کئے ہوئے ظلموں کا جائزہ لیا اور جن جن
 موارد پر اپنے پروردگار کی مخالفتیں کی تھیں اُن پر نظر دوڑائی
 تو اپنے بڑے گناہوں کو (واقعاً) بڑا اور اپنی عظیم مخالفتوں کو
 (حقیقۃً) عظیم پایا تو وہ اس حالت میں کہ تجھ سے امیدوار بھی
 ہے اور شرمسار بھی، تیری جانب متوجہ ہوا اور تجھ پر اعتماد
 کرتے ہوئے تیری طرف راغب ہوا اور یقین و اطمینان کے
 ساتھ اپنی خواہش و آرزو کو لے کر تیرا قصد کیا اور (دل میں)
 تیرا خوف لئے ہوئے خلوص کے ساتھ تیری بارگاہ کا ارادہ کیا
 اس حالت میں کہ تیرے علاوہ اُسے کسی سے غرض نہ تھی اور
 تیرے سوا اُسے کسی کا خوف نہ تھا۔ چنانچہ وہ عاجزانہ صورت
 میں تیرے سامنے آکھڑا ہوا اور فروتنی سے اپنی آنکھیں

زمین میں گاڑ لیں اور تذلل و انکسار سے تیری عظمت کے
 آگے سر جھکا لیا اور عجز و نیاز مندی سے اپنے راز ہائے درون
 پردہ جنہیں تو اُس سے بہتر جانتا ہے تیرے آگے کھول
 دیئے اور عاجزی سے اپنے وہ گناہ جن کا تو اس سے زیادہ
 حساب رکھتا ہے ایک ایک کر کے شمار کئے اور ان بڑے
 گناہوں سے جو تیرے علم میں اس کے لئے مہلک اور ان
 بد اعمالیوں سے جو تیرے فیصلہ کے مطابق اس کے لئے
 ذُنُوبِ اَدْبَرَتْ لَذَاتِهَا فَذَهَبَتْ وَاَقَامَتْ تَبِعَاتِهَا
 فَلَزِمَتْ لَا يُنْكِرُ يَا اِلٰهِيْ عَدْلَكَ اِنْ عَاقَبْتَهُ وَلَا
 يَسْتَعْظِمُ عَفْوَكَ اِنْ عَفَوْتَ عَنْهُ وَرَحِمْتَهُ لَا نَنْكَرُ
 الرَّبُّ الْكَرِيْمُ الَّذِي لَا يَتَعَاظَمُهُ غُفْرَانُ الذَّنْبِ
 الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ فَهَا اَنَا اِذَا قَدْ جِئْتُكَ مُطِيعًا
 لَا مَرِكَ قِيَمًا اَمَرْتُ بِهٖ مِنَ الدُّعَاۤءِ مُتَنَجِّزًا وَعَدَكَ

فِيمَا وَعَدْتَ بِهِ مِنَ الْإِجَابَةِ إِذْ تَقُولُ ادْعُونِي
أَسْتَجِبْ لَكُمْ اللَّهُمَّ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَالْقَنِيِّ
بِمَغْفِرَتِكَ كَمَا لَقِيتُكَ بِإِقْرَارِي وَارْفَعْنِي عَنْ
مَصَارِعِ الذُّنُوبِ كَمَا وَضَعْتَ لَكَ نَفْسِي وَاسْتُرْنِي
بِسُتْرِكَ كَمَا تَأْنِيتَنِي عَنِ الْإِنْتِقَامِ مِنِّي اللَّهُمَّ
وَثِّبْتُ فِي طَاعَتِكَ نِيَّتِي وَاحْكُمْ فِي عِبَادَتِكَ
بَصِيرَتِي وَوَفِّقْنِي مِنَ الْأَعْمَالِ لِمَا تَغْسِلُ بِهِ دَنَسَ
الْخَطَايَا عَنِّي وَتَوْفِّقْنِي عَلَى مِلَّتِكَ وَمِلَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا تَوَفَّيْتَنِي اللَّهُمَّ إِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ
فِي مُقَامِي هَذَا مِنْ كِبَائِرِ ذُنُوبِي وَصَغَائِرِهَا
وَبَوَاطِينِ سَيِّئَتِي وَظَوَاهِرِهَا وَسَوَائِفِ زَلَّاتِي
وَحَوَادِثِهَا تَوْبَةً مَنْ لَا يُحْدِثُ

رسوا کن میں، داد و فریاد کرتا ہے۔ وہ گناہ کہ جس کی لذت

جاتی رسوا کن ہے داد و فریاد کرتا ہے۔ وہ گناہ کے جن کی لذت جاتی رہی ہے اور اُن کا وبال ہمیشہ کے لئے باقی رہ گیا ہے۔ اے میرے معبود! اگر تو اس پر عذاب کرے تو وہ تیرے عدل کا منکر نہیں ہوگا۔ اور اگر اس سے درگزر کرے اور ترس کھائے تو وہ تیرے عفو کو کوئی عجیب اور بڑی بات نہیں سمجھے گا۔ اس لئے کہ تو وہ پروردگار کریم ہے جس کے نزدیک بڑے سے بڑا گناہ بھی بخش دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اچھا تو اے میرے معبود میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ تیرے حکم دعا کی اطاعت کرتے ہوئے اور تیرے وعدہ کا ایفا چاہتے ہوئے جو قبولیت دُعاء کے متعلق تو نے اپنے اس ارشاد میں کیا ہے۔ ”مجھ سے دعا مانگو تو میں تمہاری دُعاء قبول کروں گا۔“ خداوند! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی مغفرت میرے شامل حال کر۔

جس طرح میں (اپنے گناہوں کا) اقرار کرتے ہوئے
 تیری طرف متوجہ ہوا ہوں اور ان مقامات سے جہاں
 گناہوں سے مغلوب ہونا پڑتا ہے مجھے (سہارا دے کر)
 اوپر اٹھالے جس طرح میں نے اپنے نفس کو تیرے آگے
 (خاکِ مذلت پر) ڈال دیا ہے۔ اور اپنے دامنِ رحمت سے
 میری پردہ پوشی فرما جس طرح مجھ سے انتقام لینے میں صبر و
 حلم سے کام لیا ہے۔ اے اللہ! اپنی اطاعت میں میری نیت
 کو استوار اور اپنی عبادت میں میری بصیرت کو قوی کر اور
 مجھے ان اعمال کے بجالانے کی توفیق دے جن کے ذریعہ
 تو میرے گناہوں کے میل کو دھو ڈالے۔ اور جب مجھے دُنیا
 سے اٹھائے تو اپنے دین اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ و آلہ
 وسلم کے آئین پر اٹھا۔ اے معبود! میں اس مقام پر اپنے
 چھوٹے بڑے گناہوں،

نَفْسَهُ بِمَعْصِيَةٍ وَلَا يُضِيرُ أَنْ يَعُودَ فِي خَطِيئَةٍ وَقَدْ
 قُلْتُ يَا إِلَهِي فِي مُحْكَمِ كِتَابِكَ إِنَّكَ تَقْبَلُ التَّوْبَةَ
 عَنْ عِبَادِكَ وَتَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَتُحِبُّ
 التَّوَّابِينَ فَاقْبَلْ تَوْبَتِي كَمَا وَعَدْتَ وَاعْفُ عَنِ
 سَيِّئَاتِي كَمَا ضَمَنْتَ وَأَوْجِبْ لِي فَحَبَّتَكَ كَمَا
 شَرَطْتَ وَلَكَ يَا رَبِّ شَرِطِي إِلَّا أَعُودَ فِي مَكْرُوهِكَ
 وَضَمَانِي إِلَّا أَرْجِعَ فِي مَذْمُومِكَ وَعَهْدِي أَنْ أَهْجَرَ
 جَمِيعَ مَعَاصِيكَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ بِمَا عَمِلْتُ
 فَاغْفِرْ لِي مَا عَلِمْتَ وَاصْرِفْنِي لِقُدْرَتِكَ إِلَى مَا
 أَجَبْتَ اللَّهُمَّ وَعَلَى تَبِعَاتٍ قَدْ حَفِظْتُهُنَّ
 وَتَبِعَاتٍ قَدْ نَسِيتُهُنَّ وَكُلُّهُنَّ بِعَيْنِكَ الَّتِي لَا
 تَنَامُ وَعَلَيْكَ الذِّمِّي لَا يَنْسَى فَعَوَّضُ مِنْهَا أَهْلَهَا
 وَاحْطُطْ عَنِّي وَزَرَهَا وَخَفِّفْ عَنِّي ثِقْلَهَا وَاعْصِمْنِي
 مِنْ أَنْ أَقَارِفَ مِثْلَهَا اللَّهُمَّ وَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِي

بِالتَّوْبَةِ إِلَّا بِعِصْبَتِكَ وَلَا اسْتَمْسَاكَ بِي عَنْ
الْخَطَايَا إِلَّا عَنْ قُوَّتِكَ فَقَوِّنِي بِقُوَّةٍ كَافِيَةٍ وَتَوَلَّنِي
بِعِصْبَةٍ مَانِعَةٍ اَللّٰهُمَّ اَيُّمَا عَبْدٍ تَابَ اِلَيْكَ وَهُوَ فِي
عِلْمِ الْغَيْبِ

پوشیدہ و آشکارہ معصیتوں اور گزشتہ و موجودہ لغزشوں سے
توبہ کرتا ہوں، اس شخص کی سی توبہ جو دل میں معصیت کا
خیال بھی نہ لائے اور گناہ کی طرف پلٹنے کا تصور بھی نہ کرے
خداوند! تو نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے کہ توبہ بندوں
کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے اور
توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ لہذا تو میری توبہ
قبول فرما جیسا کہ تو نے وعدہ کیا ہے، اور میرے گناہوں
کو معاف کر دے جیسا کہ تو نے ذمہ لیا ہے؛ اور حسب قرار
داد اپنی محبت کو میرے لئے ضروری قرار دے۔ اور میں تجھ

سے اے میرے پروردگار! یہ اقرار کرتا ہوں کہ تیری
 ناپسندیدہ باتوں کی طرف رخ نہیں کروں گا اور یہ قول و قرار
 کرتا ہوں کہ قابلِ مذمت چیزوں کی طرف رجوع نہ کروں
 گا۔ اور یہ عہد کرتا ہوں کہ تیری تمام نافرمانیوں کو یکسر
 چھوڑ دوں گا۔ بارِ الہا تو میرے عمل و کردار سے خوب آگاہ
 ہے۔ اب جو بھی تو جانتا ہے اُسے بخش دے اور اپنی قدرت
 کاملہ سے پسندیدہ چیزوں کی طرف مجھے موڑ دے۔ اے اللہ!
 میرے ذمہ کتنے ایسے حقوق ہیں جو مجھے یاد ہیں۔ اور کتنے
 ایسے مظلمے ہیں جن پر نسیان کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن وہ سب
 کے سب تیری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ایسی آنکھیں جو
 خواب آلودہ نہیں ہوتیں۔ اور تیرے علم میں ہیں ایسا علم
 جس میں فروگزاشت نہیں ہوتی۔ لہذا جن لوگوں کا مجھ پر
 کوئی حق ہے اُس کا انہیں عوض دے کر اس کا بوجھ مجھ سے

برطرف اور اس کا بار ہلکا کر دے، اور مجھے پھر ویسے گناہوں
 کے ارتکاب سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! میں توبہ پر قائم نہیں
 رہ سکتا مگر تیری ہی نگرانی سے اور گناہوں سے باز نہیں آسکتا
 مگر تیری ہی قوت و توانائی سے۔ لہذا مجھے بے

عِنْدَكَ فَاسْخُ لَتَوْبَتِهِ وَعَائِدُ فِي ذَنْبِهِ وَخَطِيئَتِهِ
 فَإِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَكُونَ كَذَلِكَ فَاجْعَلْ تَوْبَتِي هَذِهِ
 تَوْبَةً لَا أَحْتَاجُ بَعْدَهَا إِلَى تَوْبَةٍ تَوْبَةً مُوجِبَةً
 لِمَحُومَا سَلَفٍ وَالسَّلَامَةَ قِيَمًا بَقِيَ اللَّهُمَّ إِنِّي
 أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ مِنْ جَهْلِي وَأَسْتَوْهِبُكَ سُوءَ فِعْلِي
 فَاصْمُمْنِي إِلَى كَنْفِ رَحْمَتِكَ تَطَوُّلاً وَاسْتُرْنِي
 بِسِتْرِ عَافِيَتِكَ تَفْضُّلاً اللَّهُمَّ وَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيْكَ مِنْ
 كُلِّ مَا خَالَفَ إِرَادَتَكَ أَوْ زَالَ عَنْ مُحَبَّتِكَ مِنْ
 خَطَرَاتِ قَلْبِي وَلَحْظَاتِ عَيْنِي وَحِكَايَاتِ لِسَانِي

تَوْبَةً تَسْلَمُ بِهَا كُلُّ جَارِحَةٍ عَلَى حِيَالِهَا مِنْ
تَبِعَاتِكَ وَتَأْمَنُ مِمَّا يَخَافُ الْمُعْتَدُونَ مِنْ أَلِيمِ
سَطَوَاتِكَ اللَّهُمَّ فَارْحَمْ وَحْدَتِي بَيْنَ يَدَيْكَ
وَوَجِيبِ قَلْبِي مِنْ خَشْيَتِكَ وَاضْطِرَابِ أَرْكَانِي مِنْ
هَيْبَتِكَ فَقَدْ أَقَامْتَنِي يَا رَبِّ ذُنُوبِي مَقَامَ الْخِزْيِ
بِفَنَائِكَ فَإِنْ سَكَتُ لَمْ يَنْطِقْ عَنِّي أَحَدٌ وَإِنْ
شَفَعْتُ فَلَسْتُ بِأَهْلِ الشَّفَاعَةِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَشَفِّعْ فِي

نیاز کرنے والی قوت سے تقویت دے اور (گناہوں) سے
روکنے والی نگرانی کا ذمہ لے۔ اے اللہ! وہ بندہ جو تجھ سے
توبہ کرے اور تیرے علم غیب میں وہ توبہ شکنی کرنے
والوں اور گناہ و معصیت کی طرف دوبارہ پلٹنے والا ہو تو میں
تجھ سے پناہ مانگا ہوں کہ اس جیسا ہوں۔ میری توبہ کو ایسی

توبہ قرار دے کہ اس کے بعد پھر توبہ کی احتیاج نہ رہے جس سے گزشتہ گناہ محو ہو جائیں اور زندگی کے باقی دنوں میں (گناہوں سے) سلامتی کا سامان ہو۔ اے اللہ! میں اپنی جہالتوں سے عذر خواہ اور اپنی بد اعمالیوں سے بخشش کا طلب گار ہوں۔ لہذا اپنے لطف و احسان سے مجھے پناہ گاہِ رحمت میں جگہ دے اور اپنے تفضل سے اپنی عافیت کے پردہ میں چھپالے۔ اے اللہ! میں دل میں گزرنے والے خیالات اور آنکھ کے اشاروں اور زبان کی گفتگوؤں، غرض ہر اس چیز سے جو تیرے ارادہ و رضا کے خلاف ہو اور تیری محبت کے حدود سے باہر ہو، تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، ایسی توبہ جس سے میرا ہر عضو اپنی جگہ پر تیری عقوبتوں سے بچا رہے اور ان تکلیف دہ عذابوں سے جن سے سرکش لوگ خائف رہتے ہیں محفوظ رہے۔ اے معبود! یہ تیرے سامنے

میرا عالم تنہائی، تیرے خوف سے میرے دل کی دھڑکن،
 تیری ہیبت سے میرے اعضاء کی تھر تھری۔ ان حالتوں پر
 رحم فرما۔ پروردگار! مجھے گناہوں نے تیری بارگاہ میں
 رسوائی کی منزل پر لاکھڑا کی ہے۔ اب اگر چپ رہوں تو
 میری طرف سے کوئی بولنے والا نہیں ہے اور کوئی وسیلہ
 لاؤں تو شفاعت کا سزاوار نہیں ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن
 کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنے کرم و بخشش کو میری
 خطاؤں کا شفیق قرار دے۔ اور اپنے فضل سے

خَطَايَايَ كَرَمَكَ وَعُدُّ عَلَى سَيِّئَاتِي بِعَفْوِكَ وَلَا
 تَجْزِنِي جَزَائِي مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَبْسُطْ عَلَيَّ طَوْلَكَ
 وَجَلِّلْنِي بِسِتْرِكَ وَافْعَلْ بِي فِعْلَ عَزِيزٍ تَضَرَّعَ إِلَيْهِ
 عَبْدٌ ذَلِيلٌ فَارْحَمَهُ أَوْ غَنِيٍّ تَعَرَّضَ لَهُ عَبْدٌ فَقِيرٌ
 فَنَعُشْهُ اللَّهُمَّ لَا خَفِيرَ لِي مِنْكَ فَلْيَخْفُزْنِي عِزُّكَ

وَلَا شَفِيعَ لِي إِلَيْكَ فَلْيَشْفَعْ لِي فَضْلُكَ وَأَوْجَلْتَنِي
 خَطَايَايَ فَلْيُؤْمِنِي عَفْوُكَ فَمَا كُلُّ مَا نَطَقْتُ بِهِ عَنْ
 جَهْلٍ مِثِّي بِسُوءٍ أَثَرِي وَلَا نِسْيَانٍ لِمَا سَبَقَ مِنْ
 ذَمِيمٍ فَعِلِي لَكِنْ لِتَسْمَعَ سَمَآؤُكَ وَمَنْ فِيهَا
 وَأَرْضُكَ وَمَنْ عَلَيْهَا مَا أَظْهَرْتُ لَكَ مِنَ النَّدَمِ
 وَلَجَأْتُ إِلَيْكَ فِيهِ مِنَ التَّوْبَةِ فَلَعَلَّ بَعْضَهُمْ
 بِرَحْمَتِكَ يَرْحَمُنِي لِسُوءٍ مَوْقِفِي أَوْ تُدْرِكُهُ الرِّقَّةُ عَلَى
 لِسُوءٍ حَالِي فَيَنَالَنِي مِنْهُ بِدَعْوَةٍ هِيَ أَسْمَعُ لَدَيْكَ
 مِنْ دُعَائِي أَوْ شَفَاعَةٍ أَوْ كَدَّ عِنْدَكَ مِنْ شَفَاعَتِي
 تَكُونُ بِهَا نَجَاتِي مِنْ غَضَبِكَ وَفَوْزَتِي بِرِضَاكَ
 اللَّهُمَّ إِنْ يَكُنِ النَّدَمُ تَوْبَةً إِلَيْكَ فَأَنَا أَنْدَمُ
 النَّادِمِينَ وَإِنْ يَكُنِ

میرے گناہوں کو بخش دے اور جس سزا کا میں سزاوار

ہوں وہ سزا نہ دے اور اپنا دامنِ کرم مجھ پر پھیلا دے اور
 اپنے پردہٴ عفو و رحمت میں مجھے ڈھانپ لے اور مجھ سے اُس
 ذی اقتدار شخص کا سا برتاؤ کر جس کے آگے کوئی بندہ ذلیل
 گڑ گڑائے تو وہ اُس پر ترس کھائے یا اس دو لہتمند کا سا جس
 سے کوئی بندہ محتاج لپٹے تو وہ اُسے سہارا دے کر اٹھالے۔ بارِ
 الہا! مجھے تیرے (عذاب) سے کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔
 اب تیری قوت و توانائی ہی پناہ دے تو دے۔ اور تیرے
 یہاں کوئی میری سفارش کرنے والا نہیں۔ اب تیرا فضل ہی
 سفارش کرے تو کرے۔ اور میرے گناہوں نے مجھ پر
 ہراساں کر دیا ہے۔ اب تیرا عفو و درگزر ہی مجھے مطمئن
 کرے تو کرے۔ یہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس لئے نہیں کہ
 میں اپنی بد اعمالیوں سے ناواقف اور اپنی گزشتہ بد کرداریوں
 کو فراموش کر چکا ہوں بلکہ اس لئے کہ تیرا آسمان اور جو

اس میں رہتے سہتے ہیں اور تیری زمین اور جو اس پر آباد ہیں، میری ندامت کو جس کا میں نے تیرے سامنے اظہار کیا ہے، اور میری توبہ کو جس کے ذریعہ تجھ سے پناہ مانگی ہے سُن لیں۔ تاکہ تیری رحمت کی کار فرمائی کی وجہ سے کسی کو میرے حالِ زار پر رحم آجائے یا میری پریشان حالی پر اُس کا دل پسیجے تو میرے حق میں دُعاء کرے جس کی تیرے ہاں میری دُعاء سے زیادہ شنوائی ہو۔ یا کوئی ایسی سفارش حاصل کر لوں جو تیرے ہاں میری درخواست سے زیادہ موثر ہو اور اس طرح تیرے غضب سے نجات کی دستاویز اور تیری خوشنودی کا پروانہ حاصل کر سکوں۔ اے اللہ! اگر تیری بارگاہ میں ندامت و پشیمانی ہی توبہ ہے تو میں پشیمان ہونے والوں

التَّوَكُّلُ لِمَعْصِيَتِكَ إِنَابَةٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْمُنِيبِينَ وَإِنْ

يَكُنِ الْإِسْتِغْفَارُ حِطَّةً لِلذُّنُوبِ فَإِنِّي لَكَ مِنَ
 الْمُسْتَغْفِرِينَ اللَّهُمَّ فَكَمَا أَمَرْتَ بِالتَّوْبَةِ
 وَضَمَنْتَ الْقُبُولَ وَحَشَنْتَ عَلَى الدُّعَاءِ وَوَعَدْتَ
 الْإِجَابَةَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاقْبَلْ تَوْبَتِي
 وَلَا تَرْجِعْنِي مَرْجِعَ الْخَيْبَةِ مِنْ رَحْمَتِكَ إِنَّكَ أَنْتَ
 التَّوَّابُ عَلَى الْمُنِيبِينَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا
 الْمُنِيبِينَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا
 هَدَيْتَنَا بِهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ كَمَا اسْتَنْقَذْتَنَا
 بِهِ وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَوةً تَشْفَعُ لَنَا يَوْمَ
 الْقِيَمَةِ وَيَوْمَ الْفَاقَةِ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيرٌ وَهُوَ عَلَيْكَ يَسِيرٌ۔

میں سب سے سب سے زیادہ پشیمان ہوں۔ اور اگر ترک
 معصیت ہی توبہ و انابت ہے تو میں توبہ کرنے والوں میں

اوّل درجہ پر ہوں۔ اور اگر طلبِ مغفرت گناہوں کو زائل کرنے کا سبب ہے تو مغفرت کرنے والوں میں سے ایک میں بھی ہوں۔ خدایا جب کہ تو نے توبہ کا حکم دیا ہے اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور دُعا پر آمادہ کیا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور میری توبہ کو قبول فرما اور مجھے اپنی رحمت سے ناامیدی کے ساتھ نہ پلٹا کیونکہ تو گنہگاروں کی توبہ قبول کرنے والا اور رجوع ہونے والے خطاکاروں پر رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے اُن کے وسیلہ سے ہماری ہدایت فرمائی ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل کر۔ جس طرح اُن کے ذریعہ ہمیں (گمراہی کے بھور سے) نکالا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل کر، ایسی رحمت جو قیامت کے روز اور تجھ سے

احتیاج کے دن ہماری سفارش کرے۔ اس لئے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور یہ امر تیرے لئے سہل و آسان ہے۔

صحیفہ کاملہ کی اکثر دعائیں اعترافِ گناہ، عفوِ تقصیر اور توبہ و انابت پر مشتمل ہیں۔ مگر یہ دعاء دعائے توبہ ہی کے نام سے موسوم ہے جس سے اس کے خصوصیات ظاہر ہیں۔ توبہ کے لغوی معنی پلٹنے اور رجوع ہونے کے ہیں اور اصطلاحاً توبہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر بارگاہِ الہی میں اُن سے باز رہنے کا عہد کرے اور جن گناہوں کا تدارک ممکن ہے ان کا تدارک کرے۔ اس طرح کہ جو حقوق اُس کے ذمہ ہوں اُنہیں ادا کرے یا اہل حقوق سے معافی حاصل کرے۔ اور یہ نہ ہو سکے تو اُن کے لئے ایسے اعمالِ خیر بجالائے کہ وہ قیامت کے روز اس سے

خوش ہو کر درگزر کریں۔ توبہ کا اصل محرک جزا و سزا کا علم و یقین ہے جو گنہگار کو کثافتِ گناہ کی آلودگیوں سے دور رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ گناہوں کے ہلاکت آفرین نتائج کے پیش نظر اپنا محاسبہ کرتا ہے تو یہ احتسابِ نفس اُسے جھنجھوڑتا اور مطعون کرتا ہے۔ جس سے وہ نفسیاتی طور پر ایک قسم کی تکلیف و اذیت محسوس کرتا ہے۔ اس احساسِ تکلیف کو ندامت و پشیمانی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب یہ ندامت اس کے احساسات پر غالب آجاتی ہے تو وہ گناہوں سے باز رہنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ اور توبہ اسی علم، ندامت اور ارادہ کے مجموعے کا نام ہے جس کے بعد اعمال میں تبدیلی کا ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اس دنیا میں رہتے ہوئے کوئی شخص بھی توبہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کبھی ہاتھ، زبان اور دوسرے

اعضاء سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہوگا، کبھی جھوٹ بولا ہوگا، کبھی کسی کی غیبت کی ہوگی، کبھی کسی پر ظلم کیا ہوگا، کبھی کسی سے ناحق جھگڑا کیا ہوگا۔ اور اگر اس کے اعضاء و جوارح ہر قسم کے گناہ سے بری ہوں، تو وہ برائی کے قصد، گناہ کے ارادہ اور نفس کے دوسرے رذائل سے خالی نہیں ہوگا۔ اور اگر اس چیز سے بھی پاک ہو تو شیطانی وساوس اور گناہ کے تصورات و خیالات سے خالی نہیں ہوگا۔ اور اگر ان سے بھی پاک ہو تو خداوندِ عالم کی قدرت و حکمت اور اُس کے آثار و صفات میں نظر و فکر سے غافل رہا ہوگا۔ اور اگر اس قصور و غفلت سے بھی بری اور ہر لحاظ سے معصوم ہو تو اس ثواب سے تو بے نیاز نہیں ہو سکتا جو توبہ پر مترتب ہوتا ہے۔ لہذا گنہگار ہو یا معصوم، سب ہی کو توبہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وتوبوا الى الله جميعا ايها المومنون لعلكم
تفلحون

اے ایمان والو! تم سب کے سب اللہ سے توبہ کرو تا کہ تم ہر
لحاظ سے بہتری پاسکو۔“

اگر انسان گناہ کا مرتکب ہو تو اُسے فوراً توبہ کرنا
چاہئے اور توبہ کو تاخیر میں نہ ڈالنا چاہئے۔ ایک تو اسلئے کہ نہ
معلوم کب موت کا پیغام آجائے اور توبہ کئے بغیر اس دنیا
سے رختِ سفر باندھ لینا پڑے۔ اور دوسرے یہ کہ توبہ میں
تاخیر کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ توبہ کی نوبت ہی نہیں آتی
اور گناہ کی عادت اس طرح اس میں راسخ ہو جاتی ہے کہ
طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی احساسِ ندامت
کے گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے جس سے دل و دماغ پر تاریکی
کی تہیں چڑھ جاتی ہیں۔ اور دل کی صفا و نورانیت کے ساتھ

توفیق کی روشنی بھی ختم ہو جاتی ہے اور جس طرح طبیعت
 مرض سے مغلوب ہو جائے تو صحت کے عود کرنے کی توقع
 نہیں رہتی اسی طرح گناہ کے رگ و پے میں سرایت
 کرنے کے بعد گنہگار لاعلاج ہو جاتا ہے۔ لہذا اس یاں
 آفرین حالت کے پیدا ہونے سے پہلے توبہ کر لینا چاہئے۔ اور
 یہ توبہ اس کی دلیل ہے کہ ابھی دل فطری سلامتی پر باقی ہے
 جس نے احساسِ ندامت پیدا کر کے توبہ کی طرف متوجہ کیا
 ہے اور یہ خداوندِ عالم کا انتہائی لطف و کرم ہے کہ وہ یقین
 موت کی صورت کے علاوہ ہر صورت میں توبہ قبول فرماتا
 ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

هُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ
 السَّيِّئَاتِ۔

وہی تو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں کو معاف

کرتا ہے۔“

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ ”اگر بندہ اپنے مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کر لے تو خدا اُس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ پھر فرمایا کہ سال بھر کی مدت تو بہت زیادہ ہے۔ اگر مرنے سے ایک مہینہ بھی پہلے توبہ کر لے، تو خدا قبول کرے گا۔ پھر فرمایا ایک مہینہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اگر مرنے سے ایک دن پہلے توبہ کر لے، تو خدا قبول فرمانے والا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دن بھی بہت ہے؛ اگر موت سے ایک ساعت پہلے بھی توبہ کر لے تو خداوندِ عالم اپنی رحمت سے اس کی توبہ قبول کر لے گا۔ اور اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔“ توبہ صرف گناہوں کو دور کرنے کا ہی ذریعہ نہیں ہے بلکہ ثوابِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و محبت بھی اس سے وابستہ

ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام سے ارشاد ہے:
انّ اللہ اشد فرحاً بتوبة عبده من رجل اضل
راحلته وزاده في ليلة ظلماء فوجدها۔
خداوند عالم اس شخص سے بھی زیادہ اپنے بندہ کی توبہ سے
خوش ہوتا ہے جو اندھیری رات میں اپنی سواری اور زادِ راہ
کھو کر اچانک اُسے پا لے۔“

دُعَاوَةٌ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ نَمَازِ شَبِّ كَيْ بَعْدُ دُعَا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ
صَلَاةِ اللَّيْلِ لِنَفْسِهِ فِي الْإِعْتِرَافِ بِالذَّنْبِ -

اعترافِ گناہ کے سلسلہ میں حضرت کی دعاء جسے نمازِ شب

کے بعد پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْمُلْكِ الْمُتَابِدِ بِالْخُلُودِ وَالسُّلْطَانِ
الْمُتَمَتِّعِ بِغَيْرِ جُنُودٍ وَلَا اَعْوَانٍ وَالْعِزِّ الْبَاقِي عَلَى
مَرِّ الدُّهُورِ وَخَوَالِي الْاَعْوَامِ وَمَوْضِعِ الْاَزْمَانِ
وَالْاَيَّامِ عَزَّ سُلْطَانُكَ عِزًّا لَا حَدَّ لَهُ بِاَوَّلِيَّةٍ وَلَا
مُنْتَهٰى لَهُ بِاٰخِرِيَّةٍ وَاسْتَغْلٰى مُلْكُكَ عَلٰٓوًا سَقَطَتْ
الْاَشْيَاءُ دُوْنَ بُلُوْغِ اَمْدِهِ وَلَا يَبْلُغُ اَدْنٰى
مَا سَتَاثَرَتْ بِهٖ مِنْ ذٰلِكَ اَقْصٰى نَعْتِ النَّاعِيْتَيْنِ
ضَلَّتْ فِيْكَ

اے اللہ! اے دائمی و ابدی بادشاہی والے اور لشکر و اعوان
 کے بغیر مضبوط فرمانروائی والے اور ایسی عزت و رفعت
 والے جو صدیوں، سالوں، زمانوں اور دنوں کے بیتے
 گزرنے کے باوجود پائیندہ و برقرار ہے۔ تیری بادشاہی
 ایسی غالب ہے جس کی ابتداء کی کوئی حد ہے اور نہ انتہا کا کوئی
 آخری کنارہ ہے۔ اور تیری جہانداری کا پایہ اتنا بلند ہے کہ
 تمام چیزیں اس کی بلندی کو چھونے سے قاصر ہیں اور
 تعریف کرنے والوں کی انتہائی تعریف تیری اس بلندی کے
 پست ترین درجہ تک بھی نہیں پہنچ سکتی جسے تو نے اپنے
 لئے مخصوص کیا ہے۔ صفوں کے کارواں تیرے بارے
 میں سرگرداں ہیں اور تو صیفی الفاظ تیرے لائقِ حالِ مدح
 تک

الصِّفَاتُ وَتَفَسَّخَتْ دُونَكَ النُّعُوتُ وَحَارَتْ فِي

كِبْرِيَايَكَ لَطَائِفُ الْأَوْهَامِ كَذَلِكَ أَنْتَ اللَّهُ
 الْأَوَّلُ فِي أَوْلِيَّتِكَ وَعَلَى ذَلِكَ أَنْتَ دَائِمٌ لَا تَزُولُ
 وَأَنَا الْعَبْدُ الضَّعِيفُ عَمَلًا الْجَسِيمُ أَمَلًا خَرَجْتُ
 مِنْ يَدَيْ أَسْبَابِ الْوُصَلَاتِ إِلَّا مَا وَصَلَهُ رَحْمَتُكَ
 وَتَقَطَّعْتُ عَنِّي عِصْمُ الْأَمْالِ إِلَّا مَا أَنَا مُعْتَصِمٌ بِهِ
 مِنْ عَفْوِكَ قَلَّ عِنْدِي مَا أَعْتَدُ بِهِ مِنْ طَاعَتِكَ
 وَكَثُرَ عَلَيَّ مَا أَبْوَأُ بِهِ مِنْ مَعْصِيَتِكَ وَلَنْ يَضِيقَ
 عَلَيْكَ عَفْوٌ عَنْ عَبْدِكَ وَإِنْ أَسَاءَ فَأَعْفُ عَنِّي
 اللَّهُمَّ وَقَدْ أَشْرَفَ عَلَى خَفَايَا الْأَعْمَالِ عِلْمُكَ
 وَأَنْكَشَفَ كُلُّ مَسْتَوِرٍ دُونَ خُبْرِكَ وَلَا تَنْطَوِي
 عَنْكَ دَقَائِقُ الْأُمُورِ وَلَا تَعْزُبُ عَنْكَ غِيبَاتُ
 السَّرَائِرِ وَقَدْ اسْتَحْوَذَ عَلَى عَدُوكَ الَّذِي
 اسْتَنْظَرَكَ لِغَوَايَتِي فَأَنْظَرْتَهُ وَاسْتَهْلَكَ إِلَى
 يَوْمِ الدِّينِ لِإِضْلَالِي فَأَمْهَلْتَهُ فَأَوْقَعَنِي وَقَدْ

هَرَبْتُ إِلَيْكَ مِنْ صَغَائِرِ ذُنُوبٍ مُؤَبَّقَةٍ

پہنچنے سے عاجز ہیں اور نازک تصورات تیرے مقام کبریائی میں ششدر و حیران ہیں۔ تو وہ خدائے ازیٰ ہے جو ازل ہی سے ایسا ہے اور ہمیشہ بغیر زوال کے ایسا ہی رہے گا۔ میں تیرا وہ بندہ ہوں جس کا عمل کمزور اور سرمایہ اُمید زیادہ ہے۔ میرے ہاتھ سے تعلق و وابستگی کے رشتے جاتے رہے ہیں۔ مگر وہ رشتہ جسے تیری رحمت نے جوڑ دیا ہے اور امیدوں کے وسیلے بھی ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے ہیں۔ مگر تیرے عفو و درگزر کا وسیلہ جس پر سہارا کئے ہوئے ہوں۔ تیری اطاعت جسے کسی شمار میں لاسکوں، نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور وہ معصیت جس میں گرفتار ہوں بہت زیادہ ہے۔ تجھے اپنے کسی بندے کو معاف کر دینا اگرچہ وہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو دشوار نہیں ہے؛ تو پھر مجھے بھی معاف

کر دے۔ اے اللہ تیرا علم تمام پوشیدہ اعمال پر محیط ہے اور
 تیرے علم و اطلاع کے آگے ہر مخفی چیز ظاہر و آشکارا ہے
 اور باریک سے باریک چیزیں بھی تیری نظر سے پوشیدہ نہیں
 ہیں اور نہ راز ہائے درون پردہ تجھ سے مخفی ہیں۔ تیرا وہ
 دشمن جس نے میرے بے راہرو ہونے کے سلسلہ میں تجھ
 سے مہلت مانگی اور تو نے اُسے مہلت دی اور مجھے گمراہ
 کرنے کے لئے روز قیامت تک فرصت طلب کی اور تو نے
 اُسے فرصت دی مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ اور جب کہ میں
 ہلاک کرنے والے صغیرہ گناہوں اور تباہ کرنے والے
 کبیرہ گناہوں سے تیرے دامن میں پناہ لینے کے لئے بڑھ
 رہا تھا اُس نے مجھے آگرایا۔ اور جب میں گناہ کا مرتکب ہوا
 اور اپنی بد اعمالی کی وجہ سے تیری ناراضی کا مستحق بنا تو اُس
 نے اپنے حیلہ و فریب کی باگ مجھ سے موڑ لی اور اپنے کلمہ

کفر کے ساتھ میرے سامنے آگیا اور مجھ سے
 وَكَبَّأِرِ أَعْمَالٍ مُّرْدِيَةٍ حَتَّىٰ إِذَا قَارَفْتَ مَعْصِيَتَكَ
 وَاسْتَوْجَبْتَ بِسُوءِ سَعْيِي سَخَطَتَكَ فَتَلَ عَنِّي عِذَارَ
 غَدْرِهِ وَتَلَقَّانِي بِكَلِمَةٍ كُفْرِهِ وَتَوَلَّى الْبَرَاءَةَ مِنِّي
 وَأَذْبَرَ مُوَلِّيًّا عَنِّي فَأَصْحَرَنِي لِغَضَبِكَ فَرِيدًا
 وَأَخْرَجَنِي إِلَىٰ فِنَاءٍ نَقَمَتِكَ طَرِيدًا لَا شَفِيعُ يَشْفَعُ
 لِي إِلَيْكَ وَلَا خَفِيرٌ يُؤْمِنُنِي عَلَيْكَ وَلَا حِصْنٌ
 يَحْجُبُنِي عَنْكَ وَلَا مَلَاذُ الْجَأِ إِلَيْهِ مِنْكَ فَهَذَا مَقَامُ
 الْعَائِذِ بِكَ وَحُلُّ الْمُعْتَرِفِ لَكَ فَلَا يَضِيقَنَّ عَنِّي
 فَضْلُكَ وَلَا يَقْصُرَنَّ دُونِي عَفْوُكَ وَلَا أَكُنْ أَخِيْبَ
 عِبَادِكَ الثَّائِبِينَ وَلَا أَقْنَطَ وُفُودِكَ الْأَمِلِينَ
 وَاعْفِرْ لِي إِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ اللَّهُمَّ إِنَّكَ أَمَرْتَنِي
 فَتَرَكْتُ وَنَهَيْتَنِي فَارَكَبْتُ وَسَوَّلْتَ لِي الْخَطَاءَ خَاطِرُ

السُّوءِ فَفَرَّطْتُ وَلَا أَسْتَشْهَدُ عَلَى صِيَامِي نَهَاراً
وَلَا أَسْتَجِيرُ بِتَهْجِدِي لَيْلاً وَلَا تُثْنِي عَلَيَّ بِأَحْيَائِهَا
سُنَّةٌ حَاشَى فُرُوضِكَ الَّتِي مَنْ ضَيَّعَهَا هَلَكَ
وَلَسْتُ أَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِفَضْلِ نَافِلَةٍ

بیزاری کا اظہار کیا اور میری جانب سے پیٹھ پھرا کر چل دیا
اور مجھے کھلے میدان میں تیرے غضب کے سامنے اکیلا چھوڑ
دیا۔ اور تیرے انتقام کی منزل میں مجھے کھینچ تان کر لے آیا
اس حالت میں کہ نہ کوئی سفارش کرنے والا تھا جو تجھ سے
میری سفارش کرے اور نہ کوئی پناہ دینے والا تھا جو مجھے
تیرے عذاب سے ڈھارس دے اور نہ کوئی چار دیواری تھی
جو مجھے تیری نگاہوں سے چھپا سکے، اور نہ کوئی پناہ گاہ تھی
جہاں تیرے خوف سے پناہ لے سکوں۔ اب یہ منزل

میرے پناہ مانگنے اور یہ مقام میرے گناہوں کے اعتراف

کرنے کا۔ لہذا ایسا نہ ہو کہ تیرے دامنِ فضل (کی وسعتیں)
 میرے لئے تنگ ہو جائیں اور عفو و درگزر مجھ تک پہنچنے ہی
 نہ پائے اور نہ توبہ گزار بندوں میں سب سے زیادہ ناکام ثابت
 ہوں، اور نہ تیرے پاس اُمیدیں لے کر آنے والوں میں
 سب سے زیادہ نا اُمید رہوں (بارِ الہا!) مجھے بخش دے اس
 لئے کہ تو بخشے والوں میں سب سے زیادہ بہتر ہے۔ اے اللہ!
 تو نے مجھے (اطاعت کا) حکم دیا مگر میں اُسے بجا نہ لایا اور
 (برے اعمال سے) مجھے روکا مگر اُن کامر تکب ہوتا رہا۔ اور
 برے خیالات نے جب گناہ کو خوشنما کر کے دکھایا تو
 (تیرے احکام میں) کوتاہی کی۔ میں نہ روزہ رکھنے کی وجہ
 سے دن کو گواہ بنا سکتا ہوں اور نہ نمازِ شب کی وجہ سے رات کو
 اپنی سپر بنا سکتا ہوں اور نہ کسی سنت کو میں نے زندہ کیا ہے
 کہ اس سے تحسین و ثناء کی توقع کروں سوائے تیرے

واجبات کے کہ جو انہیں ضائع کرے وہ بہر حال ہلاک و تباہ ہوگا اور نوافل کے فضل و شرف کی وجہ سے بھی تجھ سے تو سل نہیں کر سکتا در صورتیکہ تیرے واجبات کے بہت سے شرائط سے غفلت کرتا رہا اور

مَعَ كَثِيرٍ مَّا أَغْفَلْتُ مِنْ وَظَائِفِ فُرُوضِكَ
وَتَعَدَّيْتُ عَنْ مَقَامَاتِ حُدُودِكَ إِلَى حُرْمَاتِ
إِنْتِهَاجِهَا وَكِبَائِرِ ذُنُوبٍ اجْتَرَحْتُهَا كَانَتْ
عَافِيَتِكَ لِي مِنْ فَضَائِحِهَا سِتْرًا وَهَذَا مَقَامٌ مَنْ
اسْتَحْيَا لِنَفْسِهِ مِنْكَ وَسَخِطَ عَلَيْهَا وَرَضِيَ عَنْكَ
فَتَلَقَّاكَ بِنَفْسٍ خَاشِعَةٍ وَرَقَبَةٍ خَاضِعَةٍ وَظَهْرٍ
مُثْقَلٍ مِنَ الْخَطَايَا وَاقِفًا بَيْنَ الرَّغْبَةِ إِلَيْكَ
وَالرَّهْبَةِ مِنْكَ وَأَنْتَ أَوْلَى مَنْ رَجَاهُ وَأَحَقُّ
مَنْ خَشِيَهُ وَاتَّقَاهُ فَأَعْطِنِي يَا رَبِّ مَا رَجَوْتُ وَأَمِنِّي

مَا حَذَرْتُ وَعُدُّ عَلَىٰ بِعَائِدَةٍ رَّحِمَتِكَ إِنَّكَ أَكْرَمُ
 الْمَسْئُولِينَ اَللّٰهُمَّ وَاذْ سَتَرْتَنِي بِعَفْوِكَ
 وَتَغَمَّدْتَنِي بِفَضْلِكَ فِي دَارِ الْفَنَاءِ بِحُضْرَةِ الْاَكْفَاءِ
 فَاجِرْنِي مِنْ فَضِيحَاتِ دَارِ الْبَقَاءِ عِنْدَ مَوَاقِفِ
 الْأَشْهَادِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالرُّسُلِ
 الْمُكْرَمِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِينَ مِنْ جَارٍ كُنْتُ
 أَكَلَمَتُهُ سَيِّئَاتِي وَمِنْ ذِي رَحِمٍ كُنْتُ

تیرے احکام کے حدود سے تجاوز کرتا ہوا محارم شریعت کا
 دامن چاک کرتا رہا، اور کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا رہا جن
 کی رسوائیوں سے صرف تیرا دامنِ عفو و رحمت پردہ پوش
 رہا۔ یہ (میرا موقف) اس شخص کا موقف ہے جو تجھ سے
 شرم و حیا کرتے ہوئے اپنے نفس کو برائیوں سے روکتا ہو،
 اور اس پر ناراض ہو اور تجھ سے راضی ہو، اور تیرے سامنے

خوفزدہ دل، خمیدہ گردن اور گناہوں سے بو جھل پیٹھ کے ساتھ اُمید و بیم کی حالت میں ایستادہ ہو۔ اور تو ان سب سے زیادہ سزاوار ہے جن سے اُس نے اُس لگائی اور اُن سب سے زیادہ حقدار ہے جن سے وہ ہراساں و خائف ہوا۔ اے میرے پروردگار! جب یہی حالت میری ہے تو مجھے بھی وہ چیز مرحمت فرما جس کا میں اُمیدوار ہوں اور اُس چیز سے مطمئن کر جس سے خائف ہوں اور اپنی رحمت کے انعام سے مجھ پر احسان فرما۔ اس لئے کہ تو ان تمام لوگوں سے جن سے سوال کیا جاتا ہے زیادہ سخی و کریم ہے۔ اے اللہ! جب کہ تو نے مجھے اپنے دامنِ عفو میں چھپا لیا ہے اور ہمسروں کے سامنے اس دارِ فنا میں فضل و کرم کا جامہ پہنایا ہے تو دارِ بقائی رسوائیوں سے بھی پناہ دے۔ اس مقام پر کہ جہاں مقرب فرشتے، معزز و باوقار پیغمبر، شہید و صالح افراد سب

حاضر ہوں گے۔ کچھ تو ہمسائے ہوں گے جن سے میں اپنی
 برائیوں کو چھپاتا رہا ہوں، اور کچھ خویش واقارب ہوں گے
 جن سے میں اپنے پوشیدہ کاموں میں شرم و حیا کرتا رہا
 ہوں۔ اے میرے پروردگار! میں نے اپنی پردہ پوشی میں
 ان پر بھروسہ نہیں کیا اور مغفرت کے بارے میں
 پروردگار! تجھ پر اعتماد کیا ہے اور تو ان تمام لوگوں سے جن
 پر اعتماد کیا جاتا ہے زیادہ

أَحْتَشِمُ مِنْهُ فِي سِرِّيَّاتِي لَمْ أَتَقِ بِهِمْ رَبِّ فِي
 السِّرِّ عَلَى وَوَثِقْتُ بِكَ رَبِّ فِي الْمَغْفِرَةِ لِي وَأَنْتَ
 أَوْلَى مَنْ وَثِقَ بِهِ وَأَعْطَى مَنْ رُغِبَ إِلَيْهِ وَأَرْأَفُ مَنْ
 اسْتَرْحَمَ فَارْحَمْنِي اللَّهُمَّ وَأَنْتَ حَدَرْتَنِي مَاءِ
 مَهِينًا مِنْ صَلْبٍ مُتَضَائِقِ الْعِظَامِ حَرَجِ
 الْمَسَالِكِ إِلَى رَحِمِ ضَيْقَةٍ سَتَرْتَهَا بِالْحُجُبِ تُصَرِّفُنِي

حَالًا عَنْ حَالٍ حَتَّىٰ انْتَهَيْتُ بِیْ إِلَىٰ تَمَامِ الصُّورَةِ
وَأَثْبَتَ فِي الْجَوَارِحِ كِبَانَعَتٍ فِي كِتَابِكَ نُظْفَةً ثُمَّ
عَلَقَةً ثُمَّ مُضْفَةً ثُمَّ عَظْمًا ثُمَّ كَسَوْتَ الْعِظَامَ
لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْتَنِي خَلْقًا آخَرَ كَمَا شِئْتَ حَتَّىٰ إِذَا
اِحْتَجَجْتُ إِلَىٰ رِزْقِكَ وَلَمْ أَسْتَغْنِ عَنْ غِيَاثِ
فَضْلِكَ جَعَلْتَ لِي قُوَّتًا مِنْ فَضْلِ طَعَامٍ وَشَرَابٍ
أَجْرِيَّتَهُ لِأَمَتِكَ الَّتِي أَسْكَنْتَنِي جَوْفَهَا وَأَوْدَعْتَنِي
قَرَارَ رَحِمِهَا وَلَوْ تَكَلَّمْنِي يَا رَبِّ فِي تِلْكَ الْحَالَاتِ إِلَىٰ
حَوْلِي أَوْ تَضَطَّرُّنِي إِلَىٰ قُوَّتِي لَكَانَ الْحَوْلُ عَيْنِي مُعْتَزِلًا
وَلَكَانَتِ الْقُوَّةُ مِثْلِي بَعِيدَةً فَغَذَوْتَنِي بِفَضْلِكَ غِذَاءً

سزاوار اعتماد ہے اور ان سب سے زیادہ عطا کرنے والا ہے

جن کی طرف رجوع ہوا جاتا ہے اور ان سب سے زیادہ

مہربان ہے جن سے رحم کی التجا کی جاتی ہے۔ لہذا مجھ پر رحم

فرما۔ اے اللہ! تو نے مجھے باہم پیوستہ ہڈیوں اور تنگ راہوں والی صلب سے تنگ نائے رحم میں کہ جسے تو نے پردوں میں چھپا رکھا ہے ایک ذلیل پانی (نطفہ) کی صورت میں اُتارا جہاں تو مجھے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ تو نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا جہاں میری صورت کی تکمیل ہو گئی۔ پھر مجھ میں اعضاء و جوارح ودیعت کئے۔ جیسا کہ تو نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ (میں) پہلے نطفہ تھا۔ پھر منجمد ہوا، پھر گوشت کا ایک لو تھڑا، پھر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ، پھر ان ہڈیوں پر گوشت کی تہیں چڑھا دیں۔ پھر جیسا تو نے چاہا ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا۔ اور جب میں تیری روزی کا محتاج ہوا اور تیرے لطف و احسان کی دستگیری سے بے نیاز نہ رہ سکا، تو تو نے اُس بچے ہوئے کھانے پانی میں سے جسے تو نے اُس

کنیز کے لئے جاری کیا تھا جس کے شکم میں تو نے مجھے
 ٹھہرا دیا اور جس کے رحم میں مجھے ودیعت کیا تھا، میری
 روزی کا سرو سامان کر دیا۔ اے میرے پروردگار ان
 حالات میں اگر تو خود میری تدبیر پر مجھے چھوڑ دیتا یا میری
 ہی قوت کے حوالے کر دیتا تو تدبیر مجھ سے کنار کش اور
 قوت مجھ سے دور رہتی۔ مگر تو نے اپنے فضل و احسان سے
 ایک شفیق و مہربان کی طرح میری پرورش کا اہتمام کیا جس
 کا تیرے فضل بے پایاں کی بدولت اس وقت تک سلسلہ
 جاری ہے کہ نہ تیرے حسن سلوک سے کبھی محروم رہا اور نہ
 تیرے احسانات

الْبَرِّ اللَّطِيفِ تَفَعَّلْ ذَلِكَ بِي تَطَوَّلًا عَلَىٰ غَايَتِي
 هَذِهِ لَا أَعْدَمُ بِرِّكَ وَلَا يُبْطِئُ بِي حُسْنُ صَنِيعِكَ
 وَلَا تَتَاكَّدُ مَعَ ذَلِكَ ثِقَتِي فَأَتَفَرَّغَ لِمَا هُوَ أَحْظَىٰ لِي

عِنْدَكَ قَدْ مَلَكَ الشَّيْطَانُ عِنَانِي فِي سُوءِ الظَّنِّ
وَضَعُفِ الْيَقِينِ فَأَنَا أَشْكُو سُوءَ مُجَاوَرَتِهِ لِي
وَطَاعَةِ نَفْسِي لَهُ وَأَسْتَعِصِمُكَ مِنْ مَلَكَتِهِ
وَأَتَضَرَّعُ إِلَيْكَ فِي صَرْفِ كَيْدِهِ عَنِّي وَأَسْأَلُكَ فِي أَنْ
تُسَهِّلَ لِي رِزْقِي سَبِيلًا فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى ابْتِدَائِكَ
بِالنِّعَمِ الْجَسَامِ وَالْهَامِكِ الشُّكْرِ عَلَى الْإِحْسَانِ
وَالْإِنْعَامِ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَهِّلْ عَلَيَّ رِزْقِي
وَأَنْ تُقْنِعَنِي بِتَقْدِيرِكَ لِي وَأَنْ تُرْضِيَنِي بِحَصَّتِي فِيمَا
قَسَمْتَ لِي وَأَنْ تَجْعَلَ مَا ذَهَبَ مِنْ جِسْمِي وَعُمْرِي
فِي سَبِيلِ طَاعَتِكَ إِنَّكَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ اللَّهُمَّ إِنِّي
أَعُوذُ بِكَ مِنْ نَارٍ تَغْلُظُ بِهَا عَلَى مَنْ عَصَاكَ
وَتَوْعَدَتْ بِهَا مَنْ صَدَفَ عَنْ رِضَاكَ وَمِنْ نَارٍ
نُورُهَا ظُلْمَةٌ

میں کبھی تاخیر ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود یقین و اعتماد قوی نہ ہوا کہ میں صرف اسی کام کے لئے وقف ہو جاتا جو تیرے نزدیک میرے لئے زیادہ سود مند ہے (اس بے یقینی کا سبب یہ ہے کہ) بد گمانی اور کمزوری، یقین کے سلسلہ میں میری باگ شیطان کے ہاتھ میں ہے اس لئے میں اس کی بد ہمسائیگی اور اپنے نفس کی فرمانبرداری کا شکوہ کرتا ہوں اور اس کے تسلط سے تیرے دامن میں حفظ و نگہداشت کا طالب ہوں۔ اور تجھ سے عاجزی کے ساتھ التجا کرتا ہوں کہ اس کے مکر و فریب کا رخ مجھ سے موڑ دے۔ اور تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری روزی کی آسان سبیل پیدا کر دے۔ تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے کہ تو نے از خود بلند پایہ نعمتیں عطا کیں اور احسان و انعام پر (دل میں) شکر کا القاء کیا۔ تو محمدؐ اور ان کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور

میرے لئے روزی کو سہل و آسان کر دے اور جو اندازہ
 میرے لئے مقرر کیا ہے اس پر قناعت کی توفیق دے اور
 جو حصہ میرے لئے معین کیا ہے اس پر مجھے راضی کر دے
 اور جو جسم کام میں آچکا اور جو عمر گزر چکی ہے اُسے اپنی
 اطاعت کی راہ میں محسوب فرما۔ بلاشبہ تو اسبابِ رزق مہیا
 کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔ بارِ الہا! میں اس آگ
 سے پناہ مانگتا ہوں جس کے ذریعہ تو نے اپنے نافرمانوں کی
 سخت گرفت کی ہے۔ اور جس سے تو نے ان لوگوں کو جہنہوں
 نے تیری رضا و خوشنودی سے رُخ موڑ لیا، ڈرایا، دھمکایا ہے
 اور اس آتشِ جہنم سے پناہ مانگتا ہوں جس میں روشنی کے
 بجائے اندھیرا، جس کا خفیف لپکا بھی انتہائی تکلیف دہ اور جو
 کوسوں دور ہونے کے باوجود (گرمی و تپش کے لحاظ سے
 قریب ہے اور اس

وَهَيِّنْهَا إِلَيْمُ وَبَعِيدُهَا قَرِيبُ وَمِنْ نَارٍ يَأْكُلُ
بَعْضُهَا بَعْضٌ وَيَصُولُ بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ وَمِنْ نَارٍ
تَذُرُ الْعِظَامَ رَمِيمًا وَتَسْقِي أَهْلَهَا حَمِيمًا وَمِنْ نَارٍ لَا
تُبْقَى عَلَى مَنْ تَضَرَّعَ إِلَيْهَا وَلَا تَرَحُّمُ مَنْ اسْتَعْظَفَهَا
وَلَا تَقْدِرُ عَلَى التَّخْفِيفِ عَمَّنْ خَشَعَ لَهَا
وَاسْتَسَلَمَ إِلَيْهَا تَلْقَى سُكَّانَهَا بِأَحْرٍ مَا لَدَيْهَا مِنْ
إِلِيمِ النَّكَالِو شَدِيدِ الْوَبَالِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ
عَقَابِهَا الْفَاغِرَةِ أَفْوَاهُهَا وَحَيَاتِهَا الصَّالِقَةِ
بِأَنْبِيَائِهَا وَشَرَائِبِهَا الَّذِي يُقَطِّعُ أَمْعَاءَ وَأَفِيدَةَ
سُكَّانِهَا وَيَنْزِعُ قُلُوبَهُمْ وَأَسْتَهْدِيكَ لِمَا بَاعَدَ مِنْهَا
وَأَخَّرَ عَنْهَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجِرْنِي
مِنْهَا بِفَضْلِ رَحْمَتِكَ وَأَقِلْنِي عَثْرَاتِي بِمُحْسِنِ إِقَالَتِكَ
وَلَا تَخْذُلْنِي يَا خَيْرَ الْمُجِيرِينَ إِنَّكَ تَقِي الْكَرِيهَةَ
وَتُعْطِي الْحَسَنَةَ وَتَفْعَلُ مَا تُرِيدُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ

شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ اِذْ ذَكَرَ
الْاَبْرَارُ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ مَا اخْتَلَفَ اللَّيْلُ

آگ سے پناہ مانگتا ہوں جو آپس میں ایک دوسرے کو کھا
لیتی ہے اور ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہے اور اس
آگ سے پناہ مانگتا ہوں جو ہڈیوں کو خاکستر کر دے گی اور
دوزخیوں کو کھولتا ہو اپانی پلائے گی۔ اور اس آگ سے کہ جو
اس کے آگے گڑ گڑائے گا۔ اس پر ترس نہیں کھائے گی
اور جو اس پر رحم کی التجا کرے گا اس پر رحم نہیں کرے گی
اور جو اس کے سامنے فرو تنی کرے گا اور خود کو اس کے
حوالے کر دے گا اس پر کسی طرح کی تخفیف کا اُسے اختیار
نہیں ہو گا۔ وہ دردناک عذاب اور شدید عقاب کی شعلہ
سامانیوں کے ساتھ اپنے رہنے والوں کا سامنا کرے گی۔ (بارِ
الہا) میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں جہنم کے بچھوؤں سے جن

کے منہ کھلے ہوئے ہوں گے اور ان سانپوں سے جو دانتوں
 کو پیس پیس کر پھنکار رہے ہوں گے اور اس کے کھولتے
 ہوئے پانی سے جو انٹریوں اور دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر
 دے گا اور (سینوں کو چیر کر) دلوں کو نکال لے گا۔ خدایا!
 میں تجھ سے توفیق مانگتا ہوں ان باتوں کی جو اس آگ سے
 دور کریں، اور اسے پیچھے ہٹا دیں۔ خداوند! محمدؐ اور اُن کی
 آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی رحمت فراواں
 کے ذریعہ اس آگ سے پناہ دے اور حسنِ درگزر سے کام
 لیتے ہوئے میری لغزشوں کو معاف کر دے اور مجھے محروم و
 ناکام نہ کر۔ اے پناہ دینے والوں میں سب سے بہتر پناہ
 دینے والے خدایا تو سختی و مصیبت سے بچاتا اور اچھی نعمتیں
 عطا کرتا اور جو چاہے وہ کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا
 ہے۔ اے اللہ! جب بھی نیکو کاروں کا ذکر آئے تو محمدؐ اور اُن

کی آل پر رحمت نازل فرما اور جب تک شب و روز کے
 آنے جانے کا سلسلہ قائم رہے تو
 وَالنَّهَارُ صَلَوةً لَا يَنْقَطِعُ مَدَدُهَا وَلَا يُحْطَى عَدَدُهَا
 وَلَا يُحْصَى عَدَدُهَا صَلَوةً تَشْحَنُ الْهَوَاءَ وَتَمْلَأُ
 الْأَرْضَ وَالسَّمَاءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ حَتَّى يَرْضَى وَصَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَإِلَيْهِ بَعْدَ الرِّضَا صَلَوةً لَا حِدَّ لَهَا وَلَا
 مُنْتَهَى يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

محمدؐ اور اُن کی آل پر رحمت نازل فرما۔ ایسی رحمت جس کا
 ذخیرہ ختم نہ ہو اور جس کی گنتی شمار نہ ہو سکے۔ ایسی رحمت جو
 فضائے عالم کو پر کر دے اور زمین و آسمان کو بھر دے۔ خدا
 اُن پر رحمت نازل کرے اس حد تک کہ وہ خوشنود ہو جائے
 اور خوشنودی کے بعد بھی اُن پر اور اُن کی آل پر رحمت
 نازل کرتا رہے۔ ایسی رحمت جس کی نہ کوئی حد ہو اور نہ کوئی

انتہا۔ اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اس دُعاء کو نمازِ شب کے بعد پڑھنا چاہئے۔ نمازِ شب کا اطلاق کبھی آٹھ رکعتوں پر ہوتا ہے اور کبھی شفع و وتر کی نمازوں کو ملا کر گیارہ رکعتوں پر اور کبھی نافلہ صبح کو بھی اُن کا ساتھ ملا کر تیرہ رکعتوں پر۔ علامہ سید علی خان رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ شیخ الطائفہ شیخ ابو جعفر طوسی نے مصباح میں اور شیخ بہاؤ الدین عاملی نے مفتاح میں لکھا ہے کہ اسے تیرہ رکعتوں کے بعد پڑھنا چاہئے۔ اور کفعمی رحمہ اللہ نے اس دُعاء کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے گیارہ رکعتوں کے بعد پڑھنا چاہئے۔ بہر حال خواہ تیرہ رکعتوں کے بعد پڑھے یا گیارہ رکعتوں کے بعد یا آٹھ رکعتوں کے،

تینوں صورتوں میں اسے پڑھا جاسکتا ہے۔

نمازِ شب کا آسان و مختصر طریقہ یہ ہے کہ نصف شب کے بعد دو رکعت کر کے آٹھ نوافل پڑھے۔ پہلی رکعت میں حمد اور سورۃ توحید اور دوسری رکعت میں حمد اور سورۃ قل یا ایہا الکافرون یا سورۃ توحید پڑھے اور دوسری رکعتوں میں حمد اور جو سورۃ چاہے پڑھے۔ اور ہر دوسری رکعت میں قبل رکوع قنوت پڑھے۔ جس میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ لینا کافی ہے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز شفع پڑھے اور دونوں رکعتوں میں سورۃ حمد کے بعد سورۃ توحید پڑھے۔ نماز شفع کے بعد ایک رکعت نماز وتر پڑھے اور اس میں بھی سورۃ حمد و سورۃ توحید پڑھے اور قبل رکوع قنوت بھی پڑھے اور مستحب ہے کہ قنوت میں چالیس افراد کے لئے نام بنام دعا مانگے۔ اور پھر رکوع و سجود و تشهد

کے بعد نماز تمام کرے۔ اور بعد ختم نماز تسبیح حضرت زہرا
سلام اللہ علیہا پڑھے۔

نماز شب کا وقت اگرچہ نصف شب کے بعد شروع
ہو جاتا ہے مگر جس قدر صبح صادق کے قریب ہو اتنا بہتر
ہے۔ اور اگر کوئی عذر مانع ہو تو نصف شب سے پہلے بھی
پڑھی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے بہتر یہ ہے کہ بعد میں بہ
نیت قضا پڑھے۔ اور اگر طلوع صبح صادق سے پہلے چار
رکعت پڑھ چکا ہو تو پھر بقیہ رکعتیں بھی ادا کر لے اور اس
صورت میں صرف سورۃ حمد پراکتفا کرے۔

دُعَاؤُهُ فِي الْاِسْتِخَارَةِ دُعَاةُ اسْتِخَارِهِ

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْاِسْتِخَارَةِ

دُعَاةُ اسْتِخَارِهِ

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ
وَاقْضِ لِيْ بِالْخَيْرَةِ وَاَلْهِنَا مَعْرِفَةَ الْاِخْتِيَارِ
وَاجْعَلْ ذٰلِكَ ذَرِيْعَةً اِلَى الرِّضَا بِمَا قَضَيْتَ لَنَا
وَالْتَّسْلِيْمَ لِمَا حَكَمْتَ فَاَرْجِ عَنَّا رَيْبَ
الْاِرْتِيَابِ وَاَيِّدْنَا بِبِقِيْنِ الْمُخْلِصِيْنَ وَلَا تَسْهِنَا
عَجْزَ الْمَعْرِفَةِ عَمَّا تَخَيَّرْتَ فَتَنْغِيْطَ قُدْرَكَ وَنَكْرَةَ
مَوْضِعِ رِضَاكَ وَتُنَجِّنَا اِلَى التِّيْ هِيَ اَبْعَدُ مِنْ حُسْنِ
الْعَاقِبَةِ وَاَقْرَبُ اِلَى ضِدِّ الْعَافِيَةِ حَبِّبِ اِلَيْنَا مَا

نَكَرَهُ مِنْ قَضَائِكَ وَسَهَّلْ عَلَيْنَا مَا نَسْتَصِيبُ
 مِنْ حُكْمِكَ وَالْهَمْنَا الْإِنْقِيَادَ لَهَا أَوْرَدْتَ عَلَيْنَا
 مِنْ مَشِيَّتِكَ حَتَّى لَا نُحِبَّ تَأْخِيرَ مَا عَجَّلْتَ وَلَا
 تَعْجِيلَ مَا أَخَّرْتَ وَلَا نَكْرَهُ مَا أَحْبَبْتَ وَلَا نَتَخَيَّرَ
 مَا كَرِهْتَ وَاخْتِمْ لَنَا بِالَّتِي هِيَ أَحْمَدُ عَاقِبَةً
 وَأَكْرَمُ مَصِيرًا إِنَّكَ تُفِيدُ الْكَرِيمَةَ وَتُعْطِي
 الْجَسِيمَةَ وَتَفْعَلُ مَا تُرِيدُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
 قَدِيرٌ۔

بارِ الہا! میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے خیر و بہبود چاہتا
 ہوں تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل کر اور میرے لئے
 اچھائی کا فیصلہ صادر فرما اور ہمارے دل میں اپنے فیصلہ (کی
 حکمت و مصلحت) کا القا کر اور اسے ایک ذریعہ قرار دے کہ
 ہم تیرے فیصلہ پر راضی رہیں اور تیرے حکم کے آگے سر

تسلیم خم کریں۔ اس طرح ہم سے شک کی غلش دور کر دے اور مخلصین کا یقین ہمارے اندر پیدا کر کے ہمیں تقویت دے۔ اور ہمیں خود ہمارے حوالے نہ کر دے کہ جو تو نے فیصلہ کیا ہے اس کی معرفت سے عاجز رہیں اور تیری قدر و منزلت کو سبک سمجھیں۔ اور جس چیز سے تیری رضا وابستہ ہے اُسے ناپسند کریں اور جو چیز انجام کی خوبی سے دور اور عافیت کی ضد سے قریب ہو اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ تیرے جس فیصلہ کو ہم ناپسند کریں وہ ہماری نظروں میں پسندیدہ بنادے اور جسے ہم دشوار سمجھیں اُسے ہمارے لئے سہل و آسان کر دے اور جس مشیت و ارادہ کو ہم سے متعلق کیا ہے اس کی اطاعت ہمارے دل میں القا کر۔ یہاں تک کہ جس چیز میں تو نے تعجیل کی ہے اس میں تاخیر اور جس میں تاخیر کی ہے اس میں تعجیل نہ چاہیں۔ اور جسے تو نے پسند

کیا ہے اُسے ناپسند اور جسے ناگوار سمجھا ہے اُسے اختیار نہ کریں۔ اور ہمارے کاموں کا اس چیز پر خاتمہ کر جو انجام کے لحاظ سے پسندیدہ اور مآل کے اعتبار سے بہتر ہو۔ اس لئے کہ تو نفیس و پاکیزہ چیزیں عطا کرتا اور بڑی نعمتیں بخشا ہے اور جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

خداوند عالم سے خیر و برکت طلب کرنا یا خیر و سعادت کی طرف رہنمائی چاہنا استخارہ کہلاتا ہے۔ جب استخارہ دُعا کی صورت میں ہو تو اُس کے اثرات و نتائج مختلف صورتوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کبھی انسان کے دل میں ایسی روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے صحیح صورتِ حال منکشف ہو جاتی ہے؛ اسے القائے غیبی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور

حضرتؑ نے اپنے ارشاد ”والہمنا معرفة الاختیار۔“

میں اسے الہام سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس کے لئے ظاہر و باطن کی پاکیزگی، قلب و نظر کی تطہیر اور اللہ تعالیٰ سے وابستگی کی ضرورت ہے تاکہ انسان کا دل کشف و القاء کا محل قرار پاسکے۔ اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام اپنے بعض اصحاب کو اس استخارہ کی تعلیم و تلقین فرماتے تھے۔ چنانچہ حسن ابن جہم نے امام رضا علیہم السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ فرزندِ رسولؐ ہمیں سفر کرنا ہے مگر تردد ہے کہ خشکی کا سفر کریں یا پانی کا، آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا:

انت المسجد فی غیر وقت صلاۃ الفریضة فصل رکعتین واستخر اللہ مائة مرة ثم انظر الی ما یقع فی قلبک فاعمل بہ۔

نماز فریضہ کے اوقات کے علاوہ مسجد میں جاؤ اور دو رکعت

نماز پڑھو اور سو مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ کہو۔ اس کے بعد دیکھو کہ تمہارے دل میں کس بات کا القا ہوتا ہے۔ بس اس پر عمل کرو۔“

اور کبھی طلبِ خیر کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جس کام میں بہتری ہوتی ہے دل میں اُس کا عزم پختہ ہو جاتا ہے اور ذہن یکسوئی کے ساتھ اس پر ٹھہر جاتا ہے۔ چنانچہ اسحاق بن عمار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض اوقات کسی کام کا ارادہ کرتا ہوں تو کچھ لوگ اس کے موافق رائے دیتے ہیں اور کچھ خلاف اور میں کچھ طے نہیں کر سکتا کہ کن لوگوں کی رائے پر عمل کروں۔ آپ نے فرمایا کہ:

اذا كنت كذلك فصل ركعتين و استخر الله
مائة مرة ومرة ثم انظر احزم الامرين لك

فافعله فان الخير فيه انشاء الله۔

جب ایسی صورت ہو تو دور کعت نماز پڑھو اور ایک سو ایک مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ کہو تو ان دونوں کاموں میں سے جس میں حزم و احتیاط کا پہلو نظر آئے اُسے اختیار کرو انشاء اللہ تعالیٰ اسی میں بہتری ہوگی۔

اور کبھی طلب خیر کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جس امر میں بہتری ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کسی زبان سے جاری کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہارون ابن خارجہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ جو شخص کسی کام کو کرنا چاہے تو دوسروں سے مشورہ لینے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے مشورہ لے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کس طرح مشورہ لے؟ فرمایا:

فليستخر الله فيه اولاً ثم يتشاور فيه فانه اذا

بدء بالله تبارك و تعالى اجرى الله الخيره على
لسان من

پہلے اس کام میں اللہ تعالیٰ سے خیر و برکت چاہے پھر مشورہ
کرے تو جب اللہ تبارک و تعالیٰ سے طلبِ خیر کے بعد
دوسروں سے مشورہ لے گا تو اللہ تعالیٰ مخلوقات میں سے جس
کی زبان سے چاہے گا ایسی بات نکلوا دے گا جو اس کے حق
یشاء من الخلق۔

میں بھلائی اور بہتری کی ہوگی۔“

اور وہ استخارہ جو نفع و نقصان کے سلسلہ میں رہنمائی
چاہنے کے لئے دیکھا جاتا ہے، جیسے تسبیح کے دانوں کا طاق و
جفت ہونا، رقعوں کا لا اور نعم کی صورت میں نکلنا اور آیۃ
قرآنی کا ثواب یا عذاب کے مضمون پر مشتمل ہونا تو یہ بھی
القاء و کشف کی طرح مشورہ الہی کے مظاہر میں سے ایک

مظہر ہے۔ جس سے ذہنی یکسوئی و مجموعی حاصل ہوتی ہے اور
 رائے میں قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس استخارہ کے حسب ذیل
 آداب و شرائط ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ پہلے یہ کہ استخارہ
 سے قبل طہرات کرے اور دو رکعت نماز پڑھے۔
 دوسرے یہ کہ دل و دماغ سے ہر طرح کے فاسد خیالات
 دور رکھے۔ تیسرے یہ کہ ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے اور
 دورانِ استخارہ میں گفتگو نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ جس امر کے
 لئے استخارہ دیکھے وہ مباح ہو۔ اور واجبات و محرمات میں
 استخارہ نہ دیکھے اس لئے کہ واجبات کو بہر صورت بجالانا ہے
 اور محرمات سے بہر حال پرہیز کرنا ہے۔ پانچویں یہ کہ بے
 محل استخارہ نہ دیکھے۔ اس طرح کہ استخارہ منع آنے پر کچھ
 توقف کے بعد پھر استخارہ کرے اس خیال سے کہ شاید اب
 بہتر آجائے اور جب تک بہتر نہ آئے یو نہی استخارہ دیکھتا

رہے یا کہیں جانے کے لئے استخارہ کرے اور منع آنے کی صورت میں کسی خاص راستہ کی نیت کرے پھر استخارہ کرے یہ سمجھ کر کہ اب نیت بدل گئی ہے یا بغیر کسی ضرورت کے بات بات پر استخارہ دیکھے۔ یہ سب بازیچہ اطفال ہے جو عموماً قوائے عقلیہ کے ضعیف اور سوچ بچار کی قوتوں کے معطل ہونے کا نتیجہ ہوتا ہے اور بعض لوگ اسے بلاوجہ صرف مظاہرہ تقدس کے لئے معمول بنا لیتے ہیں جو ریاء کی ایک قسم ہے۔ اب ذیل میں استخارہ کے تین طریقے درج کئے جاتے ہیں جو مروی اور معمول بہ ہیں:

استخارہ قرآنی:- قرآن سے استخارہ دیکھنے کا

طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین مرتبہ سورۃ توحید اور پھر تین مرتبہ درود پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے: اللھم انی تفاءلت بکتابک وتوکلک علیک فارنی من کتابک ماھو

مکتوب من سرک المکنون فی غیبک۔ اور پھر نیت کے بعد قرآن مجید کو کھولے اور اس کے پہلے صفحہ کی پہلی آیت کو دیکھے اور اس کے مضمون پر نظر کرنے کے بعد فعل یا ترک کا فیصلہ کرے اس طرح کہ اگر آیت بشارت و نوید پر مشتمل ہو تو اس کام کو کرے اور اگر عذاب و وعید کے سلسلہ میں ہو تو اُسے ترک کرے۔

استخارة ذات الرقاع:- ہارون ابن خارجه روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کسی کام کا ارادہ کرو تو کاغذ کے چھ پرزوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم خیرۃ من اللہ العزیز الحکیم لفلان ابن فلانة لکھو (فلاں کی جگہ اپنا اور فلانہ کی جگہ اپنی ماں کا نام لکھنا چاہئے) اور ان میں تین پر اَفْعَل اور تین پر

لَا تَفْعَلْ تحریر کرو۔ اور ان پرزوں کو ملا کر مصلے کے نیچے رکھ دو اور دو رکعت نماز استخارہ بجا لاؤ اور بعد ختم نماز سجدہ میں سو مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ خیرۃ فی عافیہ کہو اور سجدہ سے سر اٹھا کر یہ دعا پڑھو: اللھم حزلی واختر لی فی جمیع اموری فی یسر منک وعافیہ۔ پھر ایک ایک کر کے تین پرزے نکالو۔ اگر تینوں پر اَفْعَل تحریر ہو تو اس کام کو کرو اور اگر تینوں پر لَا تَفْعَل تحریر ہو تو اس کام کو نہ کرو۔ اور اگر مختلف ہوں تو دو پرزے اور نکالو۔ اب اگر افعَل تین ہوں تو اس کام کو کرو اور لَا تَفْعَل تین ہوں تو اس کام کو نہ کرو۔

استخارۃ تسبیح:- یہ استخارہ بھی امام جعفر صادق

علیہ السلام سے مروی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک

دفعہ سورۃ فاتحہ اور تین دفعہ سورۃ توحید اور پندرہ مرتبہ درود
 پڑھو اور اس کے بعد یہ دُعا پڑھو: اللھم انی اسئلك
 بحق الحسین علیہ السلام وجدّہ وابیہ وامہ واخیہ والائمة
 من ذریتہ ان تصلى علی محمد وعلی آل محمد وعلیہم
 وان تجعل لی الخیرة فی هذه السبحة وانی ترینی
 ما هو الاصلح لی فی الدین والدنیا وعاجل امری
 واجله فعل ما انا عازم علیہ فمرنی والا فانہنی
 انک علی کل شیء قدير۔ پھر نیت کرو اور مٹھی بھر تسبیح
 کے دانے ہاتھ میں لو اور پہلے دانہ پر سبحان اللہ اور دوسرے
 پر الحمد للہ اور تیسرے پر لا الہ الا اللہ پڑھتے جاؤ اور آخری
 دانہ پر سبحان اللہ ہو تو یہ استخارہ درمیانہ ہے چاہے اس کام کو
 کرو یا اسے ترک کرو۔ اور اگر الحمد للہ آئے تو استخارہ بہتر
 ہے اس کام کو کرو۔ اور اگر لا الہ الا اللہ آئے تو استخارہ

بہتر نہیں ہے اس کام کو ترک کرو۔ وہو العليم
بعواقب امورنا۔

دُعاؤہ اذا ابتلے وراى مبتلے بفضيحة بذنب گناہوں کی رسوائی سے بچنے کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا بَتَلَى
أَوْ رَأَى مُبْتَلًى بِفَضِيحَةٍ بِذَنْبٍ

جب خود مبتلا ہوتے یا کسی کو گناہوں کی رسوائی میں مبتلا

دیکھتے تو یہ دعاء پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى سِتْرِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ
وَمُعَافَاتِكَ بَعْدَ خُبْرِكَ فَكُلُّنَا قَدِ اقْتَرَفَ
الْعَائِبَةَ فَلَمْ تَشْهَرْهُ وَاَرْتَكَبَ الْفَاحِشَةَ فَلَمْ
تَفْضَحْهُ وَتَسْتَرَّ بِالْمَسَاوِئِ فَلَمْ تَذُلْ عَلَيْهِ كَمْ
نَهَى لَكَ قَدْ اَتَيْنَاهُ وَاَمْرٍ قَدْ وَقَفْتَنَا عَلَيْهِ
فَتَعَدَّيْنَاهُ وَسَيِّئَةٍ اَكْتَسَبْنَاهَا وَخَطِيْئَةٍ
اَرْتَكَبْنَاهَا كُنْتَ الْمُبْطِلُ عَلَيَّهَا دُونَ النَّاظِرِيْنَ
وَالْقَادِرَ عَلٰى اَعْلَانِهَا فَوْقَ الْقَادِرِيْنَ

اے معبود! تیرے ہی لئے تمام تعریف ہے اس بات پر کہ
 تو نے (گناہوں کے) جاننے کے بعد پردہ پوشی کی اور
 (حالات پر) اطلاع کے بعد عافیت و سلامتی بخشی۔ یوں تو ہم
 میں سے ہر ایک ہی عیوب و نقائص کے درپے ہوا مگر تو
 نے اُسے مشہر نہ کیا اور افعالِ بد کا مرتکب ہوا مگر تو نے
 اُس کو رسوا نہ ہونے دیا اور پردہٴ خفا میں برائیوں سے آلودہ
 رہا۔ مگر تو نے اس کی نشاندہی نہ کی۔ کتنے ہی تیرے
 منہیات تھے جن کے ہم مرتکب ہوئے اور کتنے ہی تیرے
 احکام تھے جن پر تو نے کاربند رہنے کا حکم دیا تھا۔ مگر ہم نے
 ان سے تجاوز کیا۔ اور کتنی ہی برائیاں تھیں جو ہم سے سرزد
 ہوئیں اور کتنی ہی خطائیں تھیں جن کا ہم نے ارتکاب کیا در
 آنحالیکہ دوسرے دیکھنے والوں کے بجائے تو اُن پر آگاہ تھا

اور

كَانَتْ عَافِيَتُكَ لَنَا حِجَابًا دُونَ أَبْصَارِهِمْ وَرَدْمًا
 دُونَ أَسْمَاعِهِمْ فَاجْعَلْ مَا سَتَرْتَ مِنَ الْعَوْرَةِ
 وَأَخْفَيْتَ مِنَ الدَّخِيلَةِ وَاعْظَا لَنَا وَزَجِرًا عَنِ سُوءِ
 الْخُلُقِ وَاقْتِرَافِ الْخَطِيئَةِ وَسَعِيًّا إِلَى
 التَّوْبَةِ الْمَاحِيَةِ وَالطَّرِيقِ الْمَحْمُودَةِ وَقَرِّبِ
 الْوَقْتَ فِيهِ وَلَا تَسُبْنَا الْغَفْلَةَ عَنْكَ إِنَّكَ إِلَيْكَ
 رَاغِبُونَ وَمِنَ الذُّنُوبِ تَائِبُونَ وَصَلِّ عَلَى خَيْرَتِكَ
 اللَّهُمَّ مِنْ خَلْقِكَ مُحَمَّدٍ وَعِثْرَتِهِ الصَّفْوَةَ مِنْ
 بَرِيَّتِكَ الطَّاهِرِينَ وَاجْعَلْنَا لَهُمْ سَامِعِينَ
 وَمُطِيعِينَ كَمَا أَمَرْتَ۔

دوسرے (گناہوں کی تشہیر پر) قدرت رکھنے والوں سے تو
 زیادہ اُن کے اقتناء پر قادر تھا۔ مگر اس کے باوجود ہمارے
 بارے میں تیری حفاظت و نگہداشت ان کی آنکھوں کے

سامنے پردہ اور اُن کے کانوں کے بالمقابل دیوار بن گئی تو
 پھر اس پردہ داری و عیب پوشی کو ہمارے لئے ایک نصیحت
 کرنے والا اور بد خوئی و ارتکابِ گناہ سے روکنے والا اور
 (گناہوں کو) مٹانے والی راہِ توبہ اور طریقِ پسندیدہ پر گامزنی
 کا وسیلہ قرار دے اور اس راہِ پیمائی کے لمحے (ہم سے) قریب
 کر۔ اور ہمارے لئے ایسے اسبابِ مہیا نہ کر جو تجھ سے ہمیں
 غافل کر دے۔ اس لئے کہ ہم تیری طرف رجوع ہونے
 والے اور گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں۔ بارِ الہا! محمدؐ پر
 جو مخلوقات میں تیرے برگزیدہ اور اُن کی پاکیزہ عزت پر
 جو کائنات میں تیری منتخب کردہ ہے رحمت نازل فرما اور
 ہمیں اپنے فرمان کے مطابق اُن کی بات پر کان دھرنے
 والا اور ان کے احکام کی تعمیل کرنے والا قرار دے۔

یہ دُعاء خداوندِ عالم کی صفتِ پردہ پوشی کے سلسلہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستاریت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ بندوں کے عیوب پر پردہ پڑا رہتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے بندے ہم چشموں کی نگاہوں میں سبک ہوں اور اپنے چھپے ہوئے عیبوں کی وجہ سے ذلیل ہوں۔ اس لئے وہ معائب پر پردہ ڈالتا ہے اور کسی کا عیب آشکارا نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ جب چاہے گنہگاروں کے راز ہائے درون پر پردہ کو بے نقاب کر کے انہیں رسوا و ذلیل کر سکتا ہے۔ اور ان کی بد اعمالیوں کا تقاضا بھی یہ ہوتا ہے کہ انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار کیا جائے مگر اُس کی شانِ ستاریت اڑے آجاتی ہے اور انہیں رسوائیوں سے بچالے جاتی ہے۔ اگر اُن کی طرف سے کوئی پردہ پوشی نہ ہوتی تو پھر کون ایسا ہے جو اپنی کارستانیوں کی بدولت رسوا و ذلیل نہ ہوتا۔

گر پردہ زروئے کارِ ما بردارند

آن کیست کہ رسوائے دو عالم نہ شود

چنانچہ جو شخص بھی اپنی باطنی حالت کا جائزہ لے گا

وہ اس امر کے اعتراف پر مجبور ہو گا کہ اس کے وہ عیوب جو

افتاء ہوئے ہیں عموماً ایسے ہی تھے جن کے چھپانے کی اُس

نے کبھی فکر کی ہی نہ تھی۔ مگر اس کے باوجود اس کے ڈھکے

پچھے ہوئے گناہ ان گناہوں سے کہیں زیادہ ہوں گے جو

ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ اس کی صفت پردہ پوشی ہی کا تو کرشمہ

ہے کہ باوجود افتائے عیوب و معاصی کے اسباب مہیا کرنے

کے وہ پردہ چاک نہیں کرتا اور دوسروں کو اس کے معائب

پر مطلع نہیں ہونے دیتا۔ اسی پردہ پوشی کی بنا پر اُس نے زنا

کے ثبوت کے لئے چار عینی گواہوں کی کڑی شرط لگادی ہے

تا کہ گناہگار کے گناہ پر پردہ پڑا رہے۔ اور دوسروں کے

عیوب اُچھالنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة الذین امنوا
لہم عذاب الیم۔

جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کی برائیاں
نشر ہوں اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

خداوند عالم کی یہ پردہ پوشی صرف دنیا ہی میں نہیں
ہے بلکہ آخرت میں بھی وہ پردہ داری سے کام لے گا۔ چنانچہ
وارد ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موقف
حساب میں عرض کریں گے کہ اے میرے معبود! میری
اُمت کا حساب و کتاب انبیاء اور دوسری اُمتوں کے سامنے نہ
لیا جائے۔ تا کہ میری اُمت کے گناہوں اور لغزشوں پر
کوئی مطلع نہ ہو۔ لہذا میری اُمت کا محاسبہ صرف میرے
سامنے ہو۔ اس موقع پر قدرت کی طرف سے ارشاد ہو گا کہ

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اپنے بندوں پر تم سے زیادہ رحیم و مہربان ہوں۔ جب تمہیں یہ گوارا نہیں کہ تمہاری اُمت کے گناہ و معائب کسی اور پر ظاہر ہوں تو میں بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ میں اپنے بندوں کو تمہارے سامنے نادم و رسوا کروں۔ لہذا میں جانوں اور ان کا حساب و کتاب۔

بہر حال اس دنیا میں پردہ پوشی کا نفسیاتی طور پر یہ اثر ہوتا ہے کہ بندہ اس کی مرحمت و عیب پوشی کو دیکھتے ہوئے خود اپنے مقام پر شرمندہ ہوتا ہے اور یہ شرمندگی اُسے جھنجھوڑتی اور توبہ کی راہ دکھاتی ہے اور وہ جذبہ مومنونیت سے متاثر ہو کر گناہوں سے دستبردار ہونے کا ارادہ کر لیتا ہے۔ اور جس کا پردہ خود اپنے ہاتھوں چاک ہو جاتا ہے اور زبانوں پر اُس کے معائب کا چرچا ہونے لگتا ہے تو

دوسرے لوگ اگرچہ ویسے ہی گناہوں کے مرتکب ہوتے
 ہوں یا ہوتے رہے ہوں اس پر زبانِ طعن کھولتے اور
 اُسے مورد الزام ٹھہراتے ہیں جس کے نتیجہ میں اُس کے دل
 میں نفرت بھر جاتی ہے اور یہ جوشِ نفرت ضد اور ہٹ
 دھرمی کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور وہ مزید رسوائی کی
 پرواہ کئے بغیر گناہوں میں جری و بے باک ہو جاتا ہے اور
 جو شرم کی ہلکی سی نقاب اس کے چہرے پر ہوتی ہے اُتر
 جاتی ہے اور علانیہ گناہوں کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔

دُعَاؤُهُ فِي الرِّضَاءِ بِالْقَضَاءِ رِضَايَ الْهَيِّ بِرُخُوشٍ رَهْنِي كِي دَعَا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي
الرِّضَا إِذَا نَظَرَ إِلَى أَصْحَابِ الدُّنْيَا -

جب اہل دنیا کو دیکھتے تو راضی برضا رہنے کے لئے یہ دعا

پڑھتے -

الْحَمْدُ لِلَّهِ رِضَىٰ بِحُكْمِ اللَّهِ شَهِدْتُ أَنَّ اللَّهَ قَسَمَ
مَعَاشَ عِبَادِهِ بِالْعَدْلِ وَأَخَذَ عَلَىٰ جَمِيعِ خَلْقِهِ
بِالْفَضْلِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تَفْتِنِّي بِمَا
أَعْطَيْتَهُمْ وَلَا تَفْتِنَهُمْ بِمَا مَنَعْتَنِي فَأَحْسَدَ
خَلْقَكَ وَأَغْمَطَ حُكْمَكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَطَيِّبْ بِقَضَائِكَ نَفْسِي وَسِّعْ بِمَوَاقِعِ حُكْمِكَ
صَدْرِي وَهَبْ لِي الثِّقَةَ لِأَقِرَّ مَعَهَا بِأَنَّ قَضَائِكَ لَمْ
يَجْرُ إِلَّا بِالْخَيْرَةِ وَاجْعَلْ شُكْرِي لَكَ عَلَىٰ مَا زَوَيْتَ

عَنِّي أَوْ فَرَمِنْ شُكْرِي إِيَّاكَ عَلَى مَا خَوَّلْتَنِي
وَأَعْصَمَنِي مِنْ أَنْ أَظُنَّ بِذِي عَدَمٍ خَسَاسَةً أَوْ أَظُنَّ
بِصَاحِبِ ثَرْوَةٍ فَضْلًا فَإِنَّ الشَّرِيفَ مَنْ شَرَّفَتْهُ
طَاعَتُكَ وَالْعَزِيزَ مَنْ أَعَزَّتْهُ عِبَادَتُكَ فَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَمَتَّعْنَا بِثَرْوَةٍ لَا تَنْفَدُ وَأَيَّدْنَا بِعِزِّ

اللہ تعالیٰ کے حکم پر رضا و خوشنودی کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے
لئے حمد و ستائش ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس نے اپنے
بندوں کی روزیاں آئینِ عدل کے مطابق تقسیم کی ہیں اور
تمام مخلوقات سے فضل و احسان کا رویہ اختیار کیا ہے۔ اے
اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان
چیزوں سے جو دوسروں کو دی ہیں آشفتہ و پریشان نہ ہونے
دے کہ میں تیری مخلوق پر حسد کروں اور تیرے فیصلہ کو
حقیر سمجھوں۔ اور جن چیزوں سے مجھے محروم رکھا ہے انہیں

دوسروں کے لئے فتنہ و آزمائش نہ بنادے (کہ وہ از روئے
 غرور مجھے بہ نظر حقارت دیکھیں) اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ
 پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنے فیصلہ قضاء و قدر پر شادماں
 رکھ اور اپنے مقدرات کی پذیرائی کے لئے میرے سینہ میں
 وسعت پیدا کر دے اور میرے اندر وہ روح اعتماد پھونک
 دے کہ میں یہ اقرار کروں کہ تیرا فیصلہ قضاء و قدر خیر و
 بہبودی کے ساتھ نافذ ہوا ہے اور ان نعمتوں پر ادائے شکر کی
 بہ نسبت جو مجھے عطا کی ہیں ان چیزوں پر میرے شکریہ کو
 کامل و فزوں تر قرار دے جو مجھ سے روک لی ہیں اور مجھے
 اس سے محفوظ رکھ کر میں کسی نادار کو ذلت و حقارت کی نظر
 سے دیکھوں یا کسی صاحبِ ثروت کے بارے میں میں (اس
 کی ثروت کی بنا پر) فضیلت و برتری کا گمان کروں۔ اس لئے
 کہ صاحبِ شرف و فضیلت وہ ہے جسے تیری اطاعت نے

شرف بخشا ہو اور صاحبِ عزت وہ ہے جسے تیری عبادت
 نے عزت و سر بلندی دی ہو۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
 رحمت نازل فرما اور ہمیں ایسی ثروت و دولت سے بہرہ
 لَا يُفْقَدُ وَاسْرَحْنَا فِي مُلْكِ الْأَكْبَدِ إِنَّكَ الْوَاحِدُ
 الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ تَلِدْ وَلَمْ تُوَلَدْ وَلَمْ تَكُنْ
 لَكَ كُفُوًا أَحَدٌ۔

اندوز کر جو ختم ہونے والی نہیں اور ایسی عزت و بزرگی سے
 ہماری تائید فرما جو زائل ہونے والی نہیں۔ اور ہمیں ملکِ
 جاوداں کی طرف رواں دواں کر بے شک تو یکتا و یگانہ اور ایسا
 بے نیاز ہے کہ نہ تیری کوئی اولاد ہے اور نہ تو کسی کی اولاد
 ہے اور نہ تیرا کوئی مثل و ہمسر ہے۔

یہ دعاء طلبِ تسلیم و رضا کے سلسلہ میں ہے۔ تسلیم و

رضا یقین کے بلند ترین درجہ کا نام ہے جہاں ایقان کی پہنچنگی
 میں لچک اور اعتقاد کی مضبوطی میں کمزوری کا رونما ہونا تو
 درکنار مقصد و منشاء الہی کے خلاف ذہن کسی تصور کو
 قبول کرنے کے لئے بھی آمادہ نہیں ہوتا۔ یہ جذبہ رضا و
 عشق و محبت الہی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ محبت
 ہی کا تقاضا ہے کہ محبوب کی طرف سے راحت پہنچے یا گزند
 کوئی چیز بارِ خاطر نہ ہو اور تلخ سے تلخ حالات میں بھی چہرے
 پر کڑواہٹ نہ کھلے۔ چنانچہ جب دل میں عشقِ الہی کی شرر
 افشانی ہوتی ہے تو پھر رنج و راحت، عزت و ذلت، اقبال و
 ادبار، خوش حالی و تنگدستی، مرض و صحت اور موت و حیات
 میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اور انسان مرض میں اتنی ہی کشش
 محسوس کرتا ہے جتنی صحت و تندرستی میں۔ اور اذیت و
 کلفت سے اتنی ہی لذت حاصل کرتا ہے جتنی آرام و راحت

سے۔ اس کے لئے کانٹوں کی چھن، پھولوں کی سیج اور کرب و مصیبت کی جان کا ہی عیش و راحت کا گہوارہ بن جاتی ہے۔ وہ نیش کو نوں اور زہر کو شہد و شکر سمجھ کر اس طرح پی جاتا ہے کہ اُسے بد مزگی و تلخ کامی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ جب انسان مقدرات الہیہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو اس جذبہ رضا کے نتیجہ میں دو طرح کی حالتیں پیش آتی ہیں۔ ایک یہ کہ درد و کلفت کا احساس تو ہوتا ہے مگر اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتا ہے۔ نہ صرف برداشت کرتا ہے بلکہ اس میں اطمینان و راحت محسوس کرتا ہے جیسے وہ مریض جو فصد کے موقع پر تکلیف تو محسوس کرتا ہے مگر اس تکلیف کو تکلیف تصور نہیں کرتا۔ بلکہ حصولِ صحت کے پیش نظر اس تکلیف کو بھی ایک گونہ راحت سمجھتا ہے۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ سرے سے کرب و اذیت کا احساس

ہی باقی نہ رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس پر بعض افراد کو حیرت و
 استعجاب ہو کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آگ لگے اور جسم و جان نہ
 پھنکے۔ اور درد و کرب کی ایذا رسانی ہو اور اذیت کا احساس نہ
 ہو۔ مگر مشاہدہ اور واقعات اس کے شاہد ہیں کہ انسان پر
 ایسے کیفیات طاری ہوتے رہتے ہیں جو درد و تکلیف کا احساس
 ختم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انتہائی غیظ و غضب کی حالت میں یا
 شدید خوف و ہراس کی صورت میں کوئی چوٹ لگ جائے تو
 جب تک غصہ فرو اور خوف کم نہیں ہوتا اس وقت تک
 چوٹ کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح معرکہ
 کارزار میں بہت سے زخمی سپاہیوں کو زخم کی اذیت کا احساس
 اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک وہ حرب و پیکار میں
 مہنمک رہتے ہیں اور جب ادھر سے توجہ ہٹتی ہے تو طبیعت کا
 رُخ اپنی طرف پلٹتا ہے اور تکلیف کا احساس اُبھر آتا ہے۔ یہ

وہ صورتیں ہیں جن میں محبت و شیفگی کے جذبات کا فرما
 نہیں ہوتے۔ مگر پھر بھی انسانی احساسات مغلوب ہو جاتے
 ہیں۔ اور اگر محبت و وار فنگی کی صورت ہو تو درد و الم کا
 احساس کیسا۔ درد کی لذت انگیزی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اور
 آگ کے شعلوں میں تڑپنے کے باوجود آتش کدہ عشق میں
 جلنے کا ذوق کم نہیں ہوتا۔

تتم بسوخت، ولم سوخت، استخوانم سوخت

تمام سو ختم و ذوق سو ختن باقی است

چنانچہ عشق و محبت کے واردات میں سے یہ ایک
 معمولی واقعہ ہے کہ ایک دل باختہ محبت اپنے محبوب کے
 سامنے ایک برتن میں دوا کو جوش دے رہا تھا اور نظارہ جمال
 میں اس حد تک محو تھا کہ برتن میں چچمہ کے بجائے اس کا
 ہاتھ حرکت کرتا رہا مگر اُسے احساس تک نہ ہوا۔ اور جب

اُسے متوجہ کیا گیا تو ہاتھ سے گوشت و پوست الگ ہو چکا تھا۔
یو نہی زنانِ مصر کی دل باختگی کا عالم کہ جو چھریاں پھلوں کے
کاٹنے کے لئے انہیں دی جاتی ہیں وہ اُن کے ہاتھوں پر چل
جاتی ہیں مگر نہ تو انہیں ہاتھوں کے کلٹنے کا علم ہوتا ہے اور نہ
اذیت کا ہی احساس ہوتا ہے۔ تو اگر عشق مجازی و جمالِ
بشری اس طرح حواس کو مغلوب کر دے سکتا ہے تو جمالِ
ابدی و حسنِ سرمدی کے تاثرات کس حد تک خود فراموشی
کی کیفیت طاری کر سکتے ہیں اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ
محبتِ الہی ہی کی کرشمہ سازی تھی کہ خلیل ”نارِ نمرود“ میں
بے دھڑک پھاند پڑتے ہیں۔ اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ
کے پیروں سے حالتِ نماز میں تیر نکال لیا جاتا ہے تو جمالِ
ازلی کا استغراق اذیت کے احساس سے مانع ہو جاتا ہے اور
بعض شہداء راہِ خدا کے متعلق وارد ہوا ہے کہ انہیں میدانِ

جنگ میں تیر و تلوار اور تیغ و تبر کی بھرپور چوٹوں کا احساس
تک نہ ہوتا تھا۔

بہر حال جب انسان محبت الہی کے نتیجہ میں راضی
برضار ہنسنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو جس حالت میں ہوتا ہے اسی
حالت میں خوش رہتا ہے۔ نہ اُسے اپنی شکستگی و بد حالی کا
شکوہ ہوتا ہے اور نہ زندگی کی تلخ کامی کا گلہ۔ نہ دوسروں کا جاہ
و اقبال اُسے متاثر کرتا ہے اور نہ دوسروں کی دولت و ثروت
کو دیکھ کر اُس میں حرص و طمع کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ کیونکہ
اُسے یہ یقین ہوتا ہے کہ رنج و کلفت ہو یا آرام و راحت،
عسرت و تنگی ہو یا ثروت و خوشحالی سب میں حکمت و مصلحت
کار فرما ہے اور اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حدودِ عدل و انصاف
سے باہر نہیں ہوتا۔

سرِ قبولِ بباہد و گردنِ طوع

که آنچه حاکم عادل کند همه داد است

دُعَاؤُهُ عِنْدَ سَمَاعِ الرَّعْدِ بجلی کے کوند نے اور رعد کے گرجنے کے وقت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نَظَرَ إِلَى
السَّحَابِ وَالْبَرْقِ وَسَمِعَ صَوْتَ الرَّعْدِ

جب بادل اور بجلی کو دیکھتے اور رعد کی آواز سنتے تو یہ دعا پڑھتے۔
اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَيْنِ اَيَّتَانِ مِنْ اَيَاتِكَ وَهٰذَيْنِ عَوْنَانِ
مِنْ اَعْوَانِكَ يَبْتَدِرَانِ طَاعَتَكَ بِرَحْمَةٍ نَافِعَةٍ اَوْ
نِقْمَةٍ ضَارَّةٍ فَلَا تُمَطِّرُنَا بِهَمَا مَطَرِ السَّوْءِ وَلَا
تُلْبِسُنَا بِهَمَا لِبَاسَ الْبَلَاءِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ
اٰلِهِ وَاَنْزِلْ عَلَيْنَا نَفْعَ هٰذِهِ السَّحَابِ وَبَرَكَتَهَا
وَاصْرِفْ عَنَّا اَذَاَهَا وَمَضَرَّتَهَا وَلَا تُصِبْنَا فِيْهَا بِاَفَةٍ
وَلَا تُرْسِلْ عَلٰى مَعَايِشِنَا عَاهَةً اَللّٰهُمَّ وَاِنْ كُنْتُ
بَعَثْتُهَا نِقْمَةً وَاَرْسَلْتُهَا سَخَطَةً فَاِنَّا نَسْتَجِيْرُكَ
مِنْ غَضَبِكَ وَنَبْتَهِلُ اِلَيْكَ فِىْ سُوَالِ عَفْوِكَ فَمِلْ

بِالْغَضَبِ إِلَى الْمُشْرِكِينَ وَادْرَحِي نَقْمَتِكَ عَلَى
 الْمُلْحِدِينَ اللَّهُمَّ أَذْهَبْ مَحَلَّ بِلَادِنَا بِسُقْيَاكَ
 وَآخِرِجْ وَحَرَ صُدُورِنَا بِرِزْقِكَ وَلَا تَشْغَلْنَا عَنْكَ
 بِغَيْرِكَ وَلَا تَقْطَعْ عَنْ كَافَّتِنَا مَادَّةَ بَرَكَ فَإِنَّ الْغَنَى
 مَنْ أَغْنَيْتَ وَإِنَّ السَّالِمَ مَنْ وَقَيْتَ

بارِ الہا! یہ (ابر و برق) تیری نشانیوں میں سے دو نشانیاں اور
 تیرے خدمت گزاروں میں سے دو خدمت گزار ہیں جو نفع
 رساں رحمت یا ضرر رساں عقوبت کے ساتھ تیرے حکم کی
 بجا آوری کے لئے رواں دواں ہیں۔ تو اب ان کے ذریعہ
 ایسی بارش نہ برسا جو ضرر و زیاں کا باعث ہو اور نہ ان کی وجہ
 سے ہمیں بلاؤ مصیبت کا لباس پہنا۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی
 آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ان بادلوں کی منفعت و برکت
 ہم پر نازل کر اور ان کے ضرر و آزار کا رخ ہم سے موڑ دے

اور ان سے ہمیں کوئی گزند نہ پہنچانا اور نہ ہمارے سامانِ
 معیشت پر تباہی وارد کرنا۔ بارِ الہا اگر ان گھٹاؤں کو تو نے
 بطورِ عذاب بھیجا ہے اور بصورتِ غضب روانہ کیا ہے تو پھر
 ہم تیرے غضب سے تیرے ہی دامن میں پناہ کے خواستگار
 ہیں۔ اور عفو و درگزر کے لئے تیرے سامنے گڑ گڑا کر
 سوال کرتے ہیں۔ تو مشرکوں کی جانب اپنے غضب کا رخ
 موڑ دے اور کافروں پر آسیائے عذاب کو گردش دے۔
 اے اللہ! ہمارے شہروں کی خشک سالی کو سیرابی کے ذریعہ
 دور کر دے اور ہمارے دل کے وسوسوں کو رزق کے وسیلہ
 سے برطرف کر دے اور اپنی بارگاہ سے ہمارا رخ موڑ کر
 ہمیں دوسروں کی طرف متوجہ نہ فرما اور ہم سب سے اپنے
 احسانات کا سرچشمہ قطع نہ کر۔ کیونکہ بے نیاز وہی ہے جسے تو
 بے نیاز کرے اور سالم و محفوظ وہی ہے جس کی تو نگہداشت

کرے۔ اس لئے کہ تیرے علاوہ کسی کے پاس
 مَا عِنْدَ أَحَدٍ دُونَكَ دِفَاعٌ وَلَا بِأَحَدٍ عَنْ سَطَوَتِكَ
 اُمْتِنَاعٌ تَحْكُمُ بِمَا شِئْتَ عَلَى مَنْ شِئْتَ وَتَقْضِي
 بِمَا أَرَدْتَ فِيمَنْ أَرَدْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى مَا وَقَّيْتَنَا
 مِنَ الْبَلَاءِ وَلَكَ الشُّكْرُ عَلَى مَا خَوَّلْتَنَا مِنَ
 النِّعَمَاءِ حَمْدًا يُخَلِّفُ حَمْدَ الْحَامِدِينَ وَرَأَاهُ حَمْدًا
 يَمْلَأُ أَرْضَهُ وَسَمَاءَهُ إِنَّكَ الْمَنَّانُ بِجَسِيمِ الْبَنِّ
 الْوَهَّابُ لِعَظِيمِ النِّعَمِ الْقَابِلُ لَيْسِيرِ الْحَمْدِ
 الشَّاكِرُ قَلِيلُ الشُّكْرِ الْمُحْسِنُ الْمُجِملُ ذُو الطَّوْلِ
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ إِلَيْكَ الْمَصِيرُ۔

(مصیبتوں کا) دفعیہ اور کسی کے ہاں تیری سطوت و ہیبت
 سے بچاؤ کا سامان نہیں ہے تو جس کی نسبت جو چاہتا ہے حکم
 فرماتا ہے اور جس کے بارے میں جو فرماتا ہے وہ صادر

کر دیتا ہے تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں کہ تو نے ہمیں
 مصیبتوں سے محفوظ رکھا اور تیرے ہی لئے شکر ہے کہ تو
 نے ہمیں نعمتیں عطا کیں۔ ایسی حمد جو تمام حمد گزاروں کی
 حمد کو پیچھے چھوڑ دے۔ ایسی حمد جو خدا کے آسمان وزمین
 کی فضاؤں کو چھلکا دے۔ اس لئے کہ تو بڑی سے بڑی نعمتوں
 کا عطا کرنے والا اور بڑے سے بڑے انعامات کا بخشنے والا
 ہے۔ مختصر سی حمد کو بھی قبول کرنے والا اور تھوڑے سے
 شکریے کی بھی قدر کرنے والا ہے اور احسان کرنے والا اور
 بہت نیکی کرنے والا اور صاحب کرم و بخشش ہے۔ تیرے
 علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور تیری ہی طرف (ہماری)
 باز گشت ہے۔

جب سورج کی تیز شعاعیں سمندروں اور جھیلوں

کی سطح سے بخارات اُٹھاتی ہیں تو وہ بخارات جو ننھی ننھی بوندوں کا مجموعہ ہوتے ہیں بادلوں کی دلفریب صورت میں فضا میں لہرانے اور ہوا میں اُڑنے لگتے ہیں اور جب ہوا کے جھونکے انہیں حرکت میں لاتے ہیں تو ان کی تہوں میں پانی کا جمع شدہ ذخیرہ کبھی ہلکی پھوپھار اور کبھی دھواں دار بارش کی صورت میں برسنے لگتا ہے اور ٹیلوں، چٹانوں پر سے گزرتا ہوا ندی نالوں کو چھلکاتا، زمین کے ذرہ ذرہ کو سیراب کر دیتا ہے جس سے زمین کی سطح پر ہریالی اور کاشتکار کے چہرے پر سرخی دوڑ جاتی ہے۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

اللہ الذی یرسل الریاح فتثیر سحابا فیبسط فی السّماء کیف یشاء ویجعلہ کسفا فتری الودق یمخرج من خللہ فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذاہم یرستبشرون۔

خدا ہی وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادلوں کو حرکت میں لاتی ہیں۔ پھر وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں فضا میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ ان بادلوں کے اندر سے بوندیں نکل پڑتی ہیں، پھر خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے انہیں برسا دیتا ہے تو وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں۔

جب ان بادلوں میں ننھی ننھی بوندیں ہوا سے ٹکراتی یا آپس میں رگڑ کھاتی ہیں تو اس ٹکراؤ سے ان میں برقی قوت پیدا ہوتی ہے جو بعض بادلوں میں مثبت ہوتی ہے اور بعض میں منفی۔ اس طرح کہ جس طرف سے بجلی آتی ہے اُسے مثبت کا نام دے دیا گیا ہے اور جدھر جاتی ہے اُسے منفی کہہ لیتے ہیں۔ جب یہ مثبت اور منفی والے بادل ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں تو یہ دونوں متضاد

قسیمی آپس میں ٹکراتی ہیں جس سے روشنی کا ایک شرارہ پیدا
 ہوتا ہے جو اپنی تیزی اور چمک کی وجہ سے آنکھوں میں
 چکا چوندا پیدا کر دیتا ہے؛ اس شرارہ کا نام برق ہے۔ یہ برق
 ہر وقت درخشاں رہتی ہے اور ایک سیکنڈ میں کم و بیش سو
 مرتبہ چمکتی ہے۔ اور اس کے ہر شرارہ میں دس کروڑ
 وولٹ سے لے کر بیس ارب تک کی بجلی ہوتی ہے۔ اس
 شرارہ سے اس قدر گرمی پیدا ہوتی ہے کہ آس پاس کی ہوا
 گرم ہو جاتی ہے اور اس گرمی کی وجہ سے اس کا پھیلاؤ بڑھ
 جاتا ہے اور اسکی جگہ پر چاروں طرف سے ٹھنڈی ہوائیں
 انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتی ہیں جس سے کڑک کی آواز
 پیدا ہوتی ہے۔ اس کڑک کا نام رعد ہے۔ یہ کڑک بجلی کے
 چمکنے کے چند دقیقہ بعد سنائی دیتی ہے۔ اس لئے کہ آواز کی
 رفتار روشنی کی رفتار سے بہت سست ہوتی ہے۔ چنانچہ

روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو چراسی میل فی سیکنڈ ہے اور آواز کی رفتار تین سو ستر گز فی سیکنڈ ہے۔ اس لحاظ سے اگر ایک میل کے فاصلہ سے روشنی اور آواز ایک ساتھ چلیں تو آواز پانچ سیکنڈ بعد میں آئے گی۔ کبھی کبھی یہ بجلی زمین پر گر بھی پڑتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب برقی قوت والا بادل ٹھنڈک پا کر زمین کے قریب گزرتا ہے تو اس سے اونچی اور بلند سطح عمارتیں اونچے اونچے درخت اور کھلے میدان اور ان میں چلنے پھرنے والے انسان اور چوپائے برقائے جاتے ہیں۔ اور جب ان کی جمع شدہ برقی قوت بادلوں کی مخالف برقی قوت سے ٹکراتی ہے تو دھماکے کے ساتھ روشنی اور گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اسے عرف عام میں بجلی کا گرنا کہتے ہیں۔ اس سے ہر وہ چیز متاثر ہوتی ہے جو اس کی زد میں آجاتی ہے۔ نہ اس سے سر بلند عمارتیں محفوظ

رہ سکتی ہیں اور نہ کوئی جاندار زندہ و سلامت رہ سکتا ہے۔ مگر
 جہاں یہ ہلاکت و تباہی کا سر و سامان لئے ہوئے ہے وہاں
 بیش بہا فوائد کی بھی حامل ہے۔ چنانچہ اس بجلی سے ایک
 سال کے عرصہ میں دس کروڑ ٹن نائٹروجن گیس پیدا ہوتی
 ہے جو بارش کے ساتھ زمین پر اُترتی ہے اور زمین کی قوت و
 نشوونما کو بڑھاتی اور اس کے لئے کھاد کا کام دیتی ہے۔
 چنانچہ خداوند عالم نے اس کے دونوں پہلوؤں کی طرف
 اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: **وَمِنْ آيَاتِهِ يَرْيَكُمُ
 الْبَرْقُ خَوْفًا وَطَمَعًا**۔ ”اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ
 ہے کہ اس نے تمہیں بجلی کا منظر دکھایا جس کا ایک رخ
 خوفناک اور دوسرا اُمید افزا ہے۔“

دُعَاؤُہ فی الشکر شکر کے سلسلہ میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ إِذَا اعْتَرَفَ بِالتَّقْصِيرِ عَنْ
تَادِيَةِ الشُّكْرِ:

جب ادائے شکر میں کوتاہی کا اعتراف کرتے تو یہ دعا

پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّ اَحَدًا لَا يَبْلُغُ مِنْ

بَارِ الْهِيَ! كَوْنِي شُكْرًا لِّكَ تَعْرِفُ شُكْرِي كَيْفَ
نَهَيْتَنِي

شُكْرِكَ غَايَةً اِلَّا حَصَلَ عَلَيْهِ مِنْ اِحْسَانِكَ مَا
يُلْزِمُهُ شُكْرًا وَلَا يَبْلُغُ مَبْلَغًا مِنْ طَاعَتِكَ وَاِنْ
اجْتَهَدَ اِلَّا كَانَ مُقْصِرًا دُونَ اسْتِحْقَاقِكَ بِفَضْلِكَ
فَاَشْكُرُ عِبَادِكَ عَاجِزٌ عَنْ شُكْرِكَ وَاَعْبُدُهُمْ
مُقْصِرٌ عَنْ طَاعَتِكَ لَا يَجِبُ لِاحِدٍ اَنْ تَغْفِرَ لَهُ

بِاسْتِحْقَاقِهِ وَلَا أَنْ تَرْضَى عَنْهُ بِاسْتِيجَابِهِ فَمَنْ
 عَفَرَتْ لَهُ فَبَطُولِكَ وَمَنْ رَضِيَتْ عَنْهُ فَبِفَضْلِكَ
 تَشْكُرُ يَسِيرَ مَا شَكَرْتَهُ وَتُثِيبُ عَلَى قَلِيلٍ مَا
 تُطَاعُ فِيهِ حَتَّى كَأَنَّ شُكْرَ عِبَادِكَ الَّذِي أُوجِبَتْ
 عَلَيْهِ ثَوَابُهُمْ وَأَعْظُمَتْ عَنْهُ جَزَائُهُمْ أَمْرٌ مَلَكَوا
 اسْتِطَاعَةَ الْإِمْتِنَاعِ مِنْهُ دُونَكَ فَكَافَيْتَهُمْ أَوْ لَمْ
 يَكُنْ سَبَبُهُ بِيَدِكَ فَحَازَيْتَهُمْ بَلْ مَلَكَتْ يَا إِلَهِي
 أَمْرَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَمْلِكُوا عِبَادَتَكَ وَأَعَدَدْتَ
 ثَوَابَهُمْ قَبْلَ أَنْ يُفِيضُوا فِي طَاعَتِكَ وَذَلِكَ أَنَّ
 سُنَّتَكَ الْإِفْضَالُ وَعَادَتُكَ الْإِحْسَانُ وَسَبِيلُكَ
 الْعَفْوَ فَكُلُّ الْبَرِيَّةِ

مگر یہ کہ تیرے اتنے احسانات مجتمع ہو جاتے ہیں کہ وہ اس
 پر مزید شکریہ لازم و واجب کر دیتے ہیں اور کوئی شخص تیری

اطاعت کے کسی درجہ پر چاہے وہ کتنی ہی سرگرمی دکھائے،
 نہیں پہنچ سکتا۔ اور تیرے اس استحقاق کے مقابلہ میں جو
 بر بنائے فضل و احسان ہے، قاصر ہی رہتا ہے۔ جب یہ
 صورت ہے تو تیرے سب سے زیادہ شکر گزار بندے بھی
 ادائے شکر سے عاجز اور سب سے زیادہ عبادت گزار بھی
 در ماندہ ثابت ہوں گے؛ کوئی استحقاق ہی نہیں رکھتا کہ تو
 اس کے استحقاق کی بنا پر بخش دے یا اس کے حق کی وجہ سے
 اس سے خوش ہو۔ جسے تو نے بخش دیا، تو یہ تیرا انعام ہے؛
 اور جس سے تو راضی ہو گیا تو یہ تیرا تفضل ہے۔ جس عمل
 قلیل کو تو قبول فرماتا ہے اس کی جزا فراواں دیتا ہے اور
 مختصر عبادت پر بھی ثواب مرحمت فرماتا ہے یہاں تک کہ
 گویا بندوں کا وہ شکر بجالانا جس کے مقابلہ میں تو نے اجر و
 ثواب کو ضروری قرار دیا اور جس کے عوض ان کو اجر عظیم

عطا کیا، ایک ایسی بات تھی کہ اس شکر سے دست بردار ہونا ان کے اختیار میں تھا تو اس لحاظ سے تو نے اجر دیا (کہ انہوں نے باختیارِ خود شکر ادا کیا) یا یہ کہ ادائے شکر کے اسباب تیرے قبضہ قدرت میں نہ تھے (اور انہوں نے خود اسبابِ شکر مہیا کئے) جس پر تو نے انہیں جزا مرحمت فرمائی۔ (ایسا تو نہیں ہے) بلکہ اے میرے معبود! تو ان جملہ اُمور کا مالک تھا۔ قبل اس کے کہ وہ تیری عبادت پر قادر و توانا ہوں اور تو نے ان کے لئے اجر و ثواب کو مہیا کر دیا تھا قبل اس کے کہ وہ تیری اطاعت میں داخل ہوں اور یہ اس لئے کہ تیرا طریقہ انعام و اکرام تیری عادتِ تفضل و احسان اور تیری روشِ عفو و درگزر ہے۔ چنانچہ تمام کائنات مُعْتَرِفَةٌ بِأَنَّكَ غَيْرُ ظَالِمٍ لِّمَنْ عَاقَبْتَ وَشَahِدَةٌ بِأَنَّكَ مُتَفَضِّلٌ عَلٰی مَنْ عَافَيْتَ وَكُلُّ مُقِرٌّ عَلٰی

نَفْسِهِ بِالتَّقْصِيرِ عَمَّا اسْتَوْجَبَتْ فَلَوْلَا أَنَّ
الشَّيْطَانَ يَخْتَدِعُهُمْ عَنْ طَاعَتِكَ مَا عَصَاكَ
عَاصٍ وَلَوْلَا أَنَّهُ صَوَّرَ لَهُمُ الْبَاطِلَ فِي مِثَالِ الْحَقِّ
مَا ضَلَّ عَنْ طَرِيقِكَ ضَالٌّ فَسُبْحَانَكَ مَا أَبْيَنَ
كَرَمَكَ فِي مُعَامَلَةٍ مَنِ اطَّاعَكَ أَوْ عَصَاكَ تَشْكُرُ
لِلْمُطِيعِ مَا أَنْتَ تَوَلَّيْتَهُ لَهُ وَ تُمْلِي لِلْعَاصِي فِيمَا
تَمْلِكُ مُعَاجَلَتَهُ فِيهِ أَعْطَيْتَ كُلًّا مِنْهُمَا مَا لَمْ
يَجِبْ لَهُ وَتَفَضَّلْتَ عَلَى كُلِّ مِنْهُمَا بِمَا يَقْصُرُ عَمَلُهُ
عَنْهُ وَلَوْ كَافَاتِ الْمُطِيعَ عَلَى مَا أَنْتَ تَوَلَّيْتَهُ
لَا وَشَكَ أَنْ يَفْقِدَ ثَوَابَكَ وَأَنْ تَزُولَ عَنْهُ نِعْمَتُكَ
وَلَكِنَّكَ بِكَرَمِكَ جَازَيْتَهُ عَلَى الْمُدَّةِ الْقَصِيرَةِ
الْفَانِيَةِ بِالْمُدَّةِ الطَّوِيلَةِ الْخَالِدَةِ وَعَلَى الْغَايَةِ
الْقَرِيبَةِ الزَّائِلَةِ بِالْغَايَةِ الْمَدِيدَةِ الْبَاقِيَةِ ثُمَّ لَمْ
تَسُبْهُ الْقِصَاصُ فِيمَا أَكَلَ مِنْ رِزْقِكَ الَّذِي يَقْوَى

بِهِ عَلَى طَاعَتِكَ وَلَمْ تَحِبْلُهُ عَلَى

اس کی معترف ہے کہ تو جس پر عذاب کرے اس پر کوئی ظلم نہیں کرتا اور گواہ ہے اس بات کی کہ جس کو تو معاف کر دے، اس پر تفضل و احسان کرتا ہے۔ اور ہر شخص اقرار کرے گا اپنے نفس کی کوتاہی کا اس (اطاعت) کے بجا لانے میں جس کا تو مستحق ہے۔ اگر شیطان انہیں تیری عبادت سے نہ بہکاتا تو پھر کوئی شخص تیری نافرمانی نہ کرتا۔ اور اگر باطل کو حق کے لباس میں اُن کے سامنے پیش نہ کرتا تو تیرے راستے سے کوئی گمراہ نہ ہوتا۔ پاک ہے تیری ذات، تیرا لطف و کرم۔ فرمانبردار ہو یا گنہگار ہر ایک کے معاملہ میں کس قدر آشکارا ہے یوں کہ اطاعت گزار کو اس عملِ خیر پر جس کے اسباب تو نے خود فراہم کئے ہیں جزا دیتا ہے؛ اور گنہگار کو فوری سزا دینے کا اختیار رکھتے ہوئے پھر مہلت دیتا

ہے۔ تو نے فرمانبردار و نافرمان دونوں کو وہ چیزیں دی ہیں جن کا انہیں استحقاق نہ تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک پر تو نے وہ فضل و احسان کیا ہے جس کے مقابلہ میں ان کا عمل بہت کم تھا اور اگر تو اطاعت گزار کو صرف ان اعمال پر جن کا سرو سامان تو نے مہیا کیا ہے جزا دیتا تو قریب تھا کہ وہ ثواب کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا اور تیری نعمتیں اس سے زائل ہو جاتیں۔ لیکن تو نے اپنے جو دو کرم سے فانی و کوتاہ مدت کے اعمال کے عوض طولانی و جاودانی مدت کا اجر و ثواب بخشا اور قلیل و زوال پذیر اعمال کے مقابلہ میں دائمی و سرمدی جزا مرحمت فرمائی۔ پھر یہ کہ تیرے خوانِ نعمت سے جو رزق کھا کر اس نے تیری اطاعت پر قوت حاصل کی اس کا کوئی عوض تو نے نہیں چاہا اور جن اعضاء و جوارح سے کام لے کر تیری مغفرت تک راہ پیدا کی اس کا سختی سے کوئی

محاسبہ نہیں

الْمُنَاقَشَاتِ فِي الْأَلَاتِ الَّتِي تَسَبَّبَ بِاسْتِعْمَالِهَا
إِلَى مَغْفِرَتِكَ وَلَوْ فَعَلْتَ ذَلِكَ بِهِ لَذَهَبَ بِجَمِيعِ
مَا كَدَّحَ لَهُ وَجُمْلَةً مَا سَعَى فِيهِ جَزَاءً لِلصُّغْرَى مِنْ
أَيَادِيكَ وَمِنْكَ وَلَبَقِيَ رَهِينًا بَيْنَ يَدَيْكَ بِسَائِرِ
نِعَمِكَ فَمَتَى كَانَ يَسْتَحِقُّ شَيْئًا مِنْ ثَوَابِكَ لَا مَتَى
هَذَا يَا إِلَهِي حَالُ مَنْ أَطَاعَكَ وَسَبِيلُ مَنْ تَعَبَّدَ
لَكَ فَأَمَّا الْعَاصِي أَمْرَكَ وَ الْمَوَاقِعُ نَهْيِكَ فَلَمْ
تُعَاجِلْهُ بِنِقَمَتِكَ لِكَيْ يَسْتَبْدِلَ بِحَالِهِ فِي
مَعْصِيَتِكَ حَالِ الْإِنَابَةِ إِلَى طَاعَتِكَ وَلَقَدْ كَانَ
يَسْتَحِقُّ فِي أَوَّلِ مَا هَمَّ بِعُصْيَانِكَ كُلَّ مَا أَعْدَدْتَ
لِجَمِيعِ خَلْقِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ فَجَمِيعُ مَا أَخَّرْتَ عَنْهُ
مِنَ الْعَذَابِ وَأَبْطَأَتْ بِهِ عَلَيْهِ مِنْ سَطَوَاتِ

النِّقْمَةُ وَالْعِقَابُ تَرَكُّ مِنْ حَقِّكَ وَرَضِيَ بِدُونِ
 وَاجِبِكَ فَمَنْ أَكْرَمُ مِنْكَ يَا إِلَهِي وَمَنْ أَشَقِي مِنْ
 هَلَكَ عَلَيْكَ لَا مَنْ فَتَبَارَكْتَ أَنْ تُوصَفَ إِلَّا
 بِالْإِحْسَانِ وَكَرُمْتَ أَنْ يُخَافَ مِنْكَ إِلَّا الْعَدْلُ لَا
 يُخْشَى جَوْرُكَ

کیا اور اگر تو ایسا کرتا تو س کی تمام محنتوں کا حاصل اور سب
 کوششوں کا نتیجہ تیری نعمتوں اور احسانوں میں سے ایک
 ادنیٰ و معمولی قسم کی نعمت کے مقابلے میں ختم ہو جاتا اور
 بقیہ نعمتوں کے لئے تیری بارگاہ میں گروی ہو کر رہ جاتا
 (یعنی اس کے پاس کچھ نہ ہوتا کہ اپنے کو چھڑاتا) تو ایسی
 صورت میں وہ کہاں تیرے کسی ثواب کا مستحق ہو سکتا تھا؟
 نہیں! وہ کب مستحق ہو سکتا تھا۔ اے میرے معبود! یہ تو
 تیری اطاعت کرنے والے کا حال اور تیری عبادت کرنے

والے کی سرگزشت ہے اور وہ جس نے تیرے احکام کی خلاف ورزی کی اور تیرے منہیات کا مرتکب ہوا اُسے بھی سزا دینے میں تو نے جلدی نہیں کی تا کہ وہ معصیت و نافرمانی کی حالت کو چھوڑ کر تیری اطاعت کی طرف رجوع ہو سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ جب پہلے پہل اس نے تیری نافرمانی کا قصد کیا تھا جب ہی وہ ہر اُس سزا کا جسے تو نے تمام خلق کے لئے مہیا کیا ہے مستحق ہو چکا تھا تو ہر وہ عذاب جسے تو نے اس سے روک لیا اور سزا و عقوبت کا ہر وہ جملہ جو اس سے تاخیر میں ڈال دیا؛ یہ تیرا اپنے حق سے چشم پوشی کرنا اور استحقاق سے کم پر راضی ہونا ہے۔ اے میرے معبود! ایسی حالت میں تجھ سے بڑھ کے کون کریم ہو سکتا ہے اور اس سے بڑھ کے جو تیری مرضی کے خلاف تباہ و برباد ہو کون بد بخت ہو سکتا ہے؟ نہیں! کون ہے جو اس سے

زیادہ بد بخت ہو۔ تو مبارک ہے کہ تیری تو صیف لطف و احسان ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اور تو بلند تر ہے اس سے کہ تجھ سے عدل و انصاف کے خلاف کا اندیشہ ہو۔ جو شخص تیری نافرمانی کرے تجھ سے یہ اندیشہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تو اس پر ظلم و جور کرے گا۔ اور نہ اُس شخص کے بارے میں جو

عَلَى مَنْ عَصَاكَ وَلَا يُخَافُ إِغْفَالِكَ ثَوَابَ مَنْ
أَرْضَاكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَهَبْ لِي أَمَلِي وَزِدْنِي
مِنْ هَذَاكَ مَا أَصِلُ بِهِ إِلَى التَّوْفِيقِ فِي عَمَلِي إِنَّكَ
مَنَّانٌ كَرِيمٌ۔

تیری رضا و خوشنودی کو ملحوظ رکھے تجھ سے حق تلفی کا خوف ہو سکتا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری آرزوؤں کو بر لا اور میرے لئے ہدایت اور رہنمائی میں

اتنا اضافہ فرما کہ میں اپنے کاموں میں توفیق سے ہمکنار
 ہوں اس لئے کہ تو نعمتوں کا بخشنے والا اور لطف و کرم کرنے
 والا ہے۔

یہ دعا ادائے شکر میں اعترافِ تقصیر کے سلسلہ میں
 ہے۔ یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں ہے کہ خداوند عالم کی
 نعمتوں کا شکر ممکن ہی نہیں ہے۔ اولاً یہ کہ اس کی نعمتوں کا
 شمار نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارشادِ باری ہے: **وَان تَعْدُوا نِعْمَةَ
 اللّٰهِ وَلَا تَحْصُوهَا** ”اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو
 ان کا احصاء نہیں کر سکتے۔“ اور دوسرے یہ کہ شکرِ نعمت
 خود ایک نعمت ہے۔ اس طرح کہ اُس نے نعمت کا احساس
 پیدا کر کے شکرِ نعمت کی توفیق عطا کی۔ لہذا اس نعمت پر
 بھی شکر واجب ہو گا۔ اور یہ سلسلہ سوائے اعترافِ عجز کے

کہیں ختم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام
 سے مروی ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
 سے کہا کہ اے موسیٰ! میرا شکر بجا لاؤ۔ ایسا کہ میرے شکر
 کا حق ادا ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں
 کیونکر تیرے شکر کا حق ادا کر سکتا ہوں، جب کہ ادائے شکر
 خود ایک نعمت ہے۔ تو قدرت کی طرف سے ارشاد ہوا۔ یا
 موسیٰ الان شکر تنی حیث علمت ان ذلک منی۔
 ”اے موسیٰ! اب تم نے میرا شکر ادا کیا۔ جب کہ یہ جان لیا
 کہ ادائے شکر بھی میری ایک نعمت ہے۔“

شکر کے چند ارکان و اجزا ہیں۔ اور جس طرح ان
 اجزاء کے مجموعہ پر شکر کا اطلاق ہوتا ہے اسی طرح اس کے ہر
 جز پر بھی شکر کا اطلاق ہوتا ہے اور انہی اجزاء کے بقدر اجر و
 ثواب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ پہلا جزیہ ہے کہ انسان یہ علم و

یقین پیدا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام نعمتوں کا سرچشمہ اور وہی منعم حقیقی و ولی نعمت ہے؛ اور جو کچھ بالواسطہ یا بلاواسطہ ملتا ہے اُسی کی طرف سے ملتا ہے۔ جب وہ اس حقیقت کو سمجھ لیتا اور اس پر یقین کر لیتا ہے تو وہ شکر کے ایک درجہ سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں کیونکر تیرے شکر سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں جب کہ شکر بھی تیری ایک نعمت ہے جس پر شکر واجب ہے تو خداوند عالم نے اُن پر وحی کی کہ اذعرفت ان النعم منی رضیت منك بذلك شکرا۔ ”میں مقامِ شکر میں اس بات پر نم سے خوش ہوں کہ تم نے یہ جان لیا کہ تمام نعمتیں میری جانب سے ہیں۔“

دوسرا جزیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خوش و

خوشنود رہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ یہ نعمتیں دنیوی لذت و کامرانی کا ذریعہ ہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ وہ ان کے ذریعہ خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ اس طرح کہ صدقہ و خیرات دے، فرائض مالی ادا کرے، عزیزوں رشتہ داروں، محتاجوں کو امداد دے کر انہیں احتیاج کی سطح سے بلند کر دے؛ دینی و مذہبی اور رفاہ عامہ کے کاموں میں حصہ لے۔ ان دونوں حالتوں میں اس طرح امتیاز کیا جاسکتا ہے کہ اگر امورِ خیر میں صرف کرنے والے سے دل میں مسرت پیدا ہو تو یہ نعمتوں پر خوشنودی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور اگر امورِ خیر میں صرف کرنے پر دل آمادہ نہ ہو یا ان میں صرف کرنے سے دل میں اطمینان و مسرت کی کیفیت پیدا نہ ہو تو یہ خوشنودی صرف دنیوی حظ اندوزی کیلئے ہے جو شکرِ الہی میں محسوب نہ ہوگی۔

تیسرا جز یہ ہے کہ دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریف و ستائش کرے۔ دل سے ستائش یہ ہے کہ اس کے عظمت و جلال اور ہیبت و جلال سے متاثر ہو اس کے افعال و آثار میں غور و تفکر کرے اور خلق خدا کے لئے نیک خیالات و جذبات کو دل میں جگہ دے اور اُن سے نیکی و احسان کا ارادہ رکھے اور زبان سے ستائش یہ ہے کہ حمد و ثنا کے الفاظ اپنی زبان سے ادا کرے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے؛ شکر کل نعمة وان عظمت ان تحمد الله۔ نعمت خواہ کتنی بڑی ہو اس پر ادائے شکر کا طریقہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو۔

چوتھا جز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو صرف ان چیزوں میں صرف کرے جن سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا وابستہ ہو اور انہیں حرام اور ناپسندیدہ کاموں میں صرف نہ

کرے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:
 شکر النعم اجتناب المحارم۔ ”شکر نعمت یہ ہے
 کہ محرمات سے کنارہ کشی کرو۔“ جو شخص ان تمام امور کو
 ملحوظ رکھتا ہے وہ اپنے پروردگار کا شکر گزار بندہ کہلاتا ہے
 مگر ایسے شکر گزار بندے بہت کم ہیں جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:
 وقلیل من عبادی الشکور۔ ”میرے بندوں میں شکر گزار
 بندے بہت تھوڑے ہیں۔“

دُعَاؤُہِ فِی الْعِتْدَارِ عذر و طلب مغفرت کے سلسلے میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْإِعْتِدَارِ مِنْ
تَبَعَاتِ الْعِبَادِ وَمِنَ التَّقْصِيرِ فِي حُقُوقِهِمْ وَفِي
فِكَالِ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ

بندوں کی حق تلفی اور ان کے حقوق میں کوتاہی سے

معذرت طلبی اور دوزخ سے گلو خلاصی کے لئے یہ دعا پڑھتے:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْتَدِرُ اِلَیْكَ مِنْ مَّظْلُوْمٍ ظَلِمَ بِحَضْرَتِیْ
فَلَمْ اَنْصُرْهُ وَمِنْ مَعْرُوْفٍ اُسْدِیْ اِلَیَّ فَلَمْ اَشْكُرْهُ
وَمِنْ مُسِیْءٍ اَعْتَدَرَ اِلَیَّ فَلَمْ اَعْدِرْهُ وَمِنْ ذِیْ فَاَقَةٍ
سَأَلَنِیْ فَلَمْ اَوْثِرْهُ وَمِنْ حَقِّ ذِیْ

بارِ الہا! میں اس مظلوم کی نسبت جس پر میرے سامنے ظلم
کیا گیا ہو اور میں نے اس کی مدد نہ کی ہو اور میرے ساتھ
کوئی نیکی کی گئی ہو اور میں نے اس کا شکریہ ادا نہ کیا ہو اور اس

بد سلوکی کرنے والے کی بابت جس نے مجھ سے معذرت کی
 ہو اور میں نے اس کے عذر کو نہ مانا ہو۔ اور اس فاقہ کش
 کے بارے میں جس نے مجھ سے مانگا ہو اور میں نے اُسے
 ترجیح نہ دی ہو۔ اور

حَقِّ لِرَمْنِي لِمُؤْمِنٍ فَلَمْ أَوْفِرْهُ وَمِنْ عَيْبِ مُؤْمِنٍ
 ظَهَرَ لِي فَلَمْ أَسْتُرْهُ وَمِنْ كُلِّ إِثْمٍ عَرَضَ لِي فَلَمْ
 أَهْجُرْهُ أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ يَا إِلَهِي مِنْهُمْ وَمِنْ نَظَائِرِهِمْ
 أَعْتَذَارَ نَدَامَةٍ يَكُونُ وَاعْظَا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنْ
 أَشْيَاهِهِمْ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْ نَدَامَتِي
 عَلَى مَا وَقَعْتُ فِيهِ مِنَ الزَّلَّاتِ وَعَزِّمِي عَلَى تَرْكِ مَا
 يَعْرِضُ لِي مِنَ السَّيِّئَاتِ تَوْبَةً تُوجِبُ لِي مَحَبَّتَكَ يَا
 مُحِبَّ التَّوَّابِينَ۔

اُس حقدار مومن کے حق کے متعلق جو میرے ذمہ ہو اور

میں نے ادا نہ کیا ہو اور اس مردِ مومن کے بارے میں جس کا کوئی عیب مجھ پر ظاہر ہوا ہو اور میں نے اسے پر پردہ نہ ڈالا ہو۔ اور ہر اُس گناہ سے جس سے مجھے واسطہ پڑا ہو اور میں نے اس سے کنارہ کشی نہ کی ہو، تجھ سے عذر خواہ ہوں۔

بارِ الہا! میں اُن تمام باتوں سے اور ان جیسی دوسری باتوں سے شرمساری و ندامت کے ساتھ ایسی معذرت کرتا ہوں جو میرے لئے اس جیسی پیش آئند چیزوں کے لئے پسند و نصیحت کرنے والی ہو۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ان لغزشوں سے جن سے میں دوچار ہوا ہوں میری پشیمانی کو اور پیش آنے والی برائیوں سے دست بردار ہونے کے ارادہ کو ایسی توبہ قرار دے جو میرے لئے تیری محبت کا باعث ہو۔ اے توبہ کرنے والوں کو درست رکھنے والے۔

جب انسان کسی خطا کا مرتکب ہوتا ہے یا اس کے بارے میں ارتکاب خطا کا شبہ کیا جاتا ہے تو اُس کے مواخذہ سے بچنے یا اس شبہ کے دفعیہ کے لئے جو عرض معروض کرتا ہے اسے اعتذار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ دعا بھی بسلسلہ اعتذار ہے جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے عذر خواہی کی ہے۔ اعتذار تین طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ عذر خواہ یہ کہے کہ میں نے اس کام کو کیا ہی نہیں ہے۔ اس صورت میں اس سے مواخذہ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ یہ کہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے مگر ان وجوہ و اسباب سے؛ ایسی صورت میں ان وجوہ کا جائزہ لینے کے بعد اس کا عذر قابل تسلیم یا مسترد ہو سکتا ہے اور اسی اعتبار سے وہ جرم یا خطا سے بری متصور ہو گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ کہے کہ میں نے یہ کام کیا تو ہے اور اس میں میرا

سراسر قصور ہے لیکن میں یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ یہ معذرت طلبی توبہ کے معنی میں ہے جو لغزش و خطا کے اعتراف اور آئندہ اس سے باز رہنے کے عہد پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہاں پر اعتذار اسی توبہ کے معنی میں ہے اور اس معنی کا شاہد یہ ارشادِ الہی ہے:

هَذَا يَوْمَ لَا يَنْطِقُونَ وَلَا يُؤْذِنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ
یہ وہ دن ہو گا کہ لوگ زبان نہ بلا سکیں گے اور نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ عذر معذرت کر سکیں۔“

حضرتؑ نے اس دعا کے چند جملوں میں تہذیبِ نفس و اصلاحِ اخلاق کے وہ تعلیمات بیان فرمادیئے ہیں جن کے زیر سایہ اسلام نے انسانی ذہنیت کی تعمیر کرنا چاہی تھی جو نہ صرف دینی لحاظ سے اہمیت رکھتے ہیں بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی ان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔ وہ لوگ جو بعض اسلامی

افراد کے عمل سے اسلام کے دامن کو داغدار ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں وہ اس دعا کو دیکھیں کہ کیا اخلاقی تربیت باہمی تعاون و ہمدردی اور اصلاح معاشرہ کے ایسے تعلیمات کہیں اور بھی نظر آتے ہیں؟

پہلی تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی کمزور و لاچار ظلم و تشدد کا نشانہ بن رہا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس ظلم کی روک تھام کر سکتا ہو تو اس کی نصرت و حمایت کے لئے اسے سینہ سپر ہونا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو اسے ظالم کے پنجہ سے رہائی دلانا چاہئے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہو گا۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَنْصُرُ إِخَاهُ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَىٰ نَصْرِهِ إِلَّا نَصَرَهُ اللَّهُ فِي الْآخِرَةِ وَمَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَخْذُلُ إِخَاهُ وَهُوَ قَادِرٌ عَلَىٰ نَصْرِهِ إِلَّا خَذَلَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ

الآخرة۔

جو مومن اپنے کسی برادرِ مومن کی نصرت پر قادر ہو اور وہ اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت میں مدد کرے گا۔ اور جو نصرت پر قدرت و اقتدار کے باوجود پہلو تہی کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے دنیا و آخرت میں اپنی نصرت سے محروم کر دے گا۔“

دوسری تعلیم یہ ہے کہ جو شخص تم سے نیکی و احسان کرے تو جذبہ احسان شناسی کے پیش نظر اس کے حسن سلوک کا قولاً و عملاً شکریہ ادا کرو۔ اور اگر عملاً ممکن نہ ہو تو زبانی شکریہ ادا کرنے میں بخل سے کام نہ لو۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اشکر لمن انعم عليك وانعم على من شكرک۔

جو تم سے حسن سلوک کرے اُس کا شکریہ ادا کرو اور جو تمہارا

شکریہ ادا کرے اس سے حسن سلوک کرو۔“

تیسری تعلیم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی غلطی سے معذرت کرے تو بلند ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کے عذر کو قبول کرو۔ کیونکہ عذر اعترافِ جرم کی علامت ہے اور اعترافِ جرم کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے درگزر کیا جائے چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے۔

من لم يقبل العذر من متصل صادقاً كان
او كاذباً لم تنله شفاعتي۔

جو شخص عذر کرنے والے کے عذر کو قبول نہیں کرتا عام اس سے کہ وہ سچا ہو یا جھوٹا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا۔

چوتھی تعلیم یہ ہے کہ جو محتاج اور سروسامانِ معیشت سے محروم ہو اس کی اعانت و خبر گیری کرو۔ ایسا نہ

ہو کہ خود عیش و آرام کی زندگی بسر کرو اور دوسروں کو فقر و
 فاقہ کی مصیبتیں اٹھانے کے لئے چھوڑ دو۔ بلکہ جو ہر
 انسانیت یہ ہے کہ اپنی ذات پر دکھ جھیل لو، تنگی و عسرت
 میں بسر کر لو مگر دوسروں کو فاقہ و گرسنگی میں دیکھنا گوارا نہ
 کرو۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ

وہ اپنے اوپر تنگی برداشت کرتے ہوئے دوسروں کو
 بہم خصاصۃ۔

اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔“

پانچویں تعلیم یہ ہے کہ اہل ایمان کے جو حقوق تم
 پر عائد ہوتے ہوں انہیں ادا کرنے کی پوری پوری
 کوشش کرو اس لئے کہ جس طرح آخرت میں حقوق اللہ
 کے متعلق پوچھا جائے گا، حقوق العباد کے متعلق بھی جواب

دہ ہونا پڑے گا۔ وہ حقوق کیا ہیں؟ انہیں صادق آل محمدؐ کی زبان سے سنئیے۔ معلیٰ ابن خنیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ ایک مومن کا دوسرے مومن پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

ان تحب له ما تحب لنفسك و تكره له ما تكره
 لنفسك والحق الثانی ان تجتنب سخطه و تتبع
 مرضاة و تطيع امره والحق الثالث ان تعينه
 بنفسك ومالك ولسانك ويدك ورجلك والحق
 الرابع ان تكون عينه ودليله ومراة والحق
 الخامس ان لا تشبع و يجوع ولا تروى و يظبا ولا
 تلبس و يعرى والحق السادس ان يكون لك
 خادم و ليس لاختك خادم فواجب عليك ان
 تبعث خادمك فيغسل ثيابه و يصنع طعامه و

یمہد فراشه والحق السابع ان تبر قسبه و تجيب
دعوتہ و تعود مريضہ و تشهد جنازتہ و اذا
علمت ان له حاجة تبادرہ الى قضاءها ولا تلجئہ
الى ان يسألکھا۔

پہلا حق یہ ہے کہ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہ اس کے لئے
بھی پسند کرو اور جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو وہ اس کے لئے
بھی ناپسند کرو۔ دوسرا حق یہ ہے کہ اُسے ناراض نہ کرو۔ اور
اس کی رضا و خوشنودی کو مد نظر رکھو اور اُس کے فرمان کو
پورا کرو۔ تیسرا حق یہ ہے کہ جان، مال، زبان اور ہاتھ پاؤں
سے اس کی مدد کرو۔ چوتھا حق یہ ہے کہ تم اُس کے لئے
نگران رہنا اور بمنزلہ آئینہ کے بنو (کہ اس کے عیوب و
محاسن اُسے دکھاتے رہو) پانچواں حق یہ ہے کہ وہ بھوکا ہو تو
تم سیر، وہ پیاسا ہو تو تم سیراب، وہ بے لباس ہو تو تم تن

ڈھانکے ہوئے نہ ہو۔ چھٹا حق یہ ہے کہ تمہارے ہاں نو کر ہو
 اور اس کے ہاں نہ ہو تو ضروری ہے کہ تم اپنے ملازم کو بھیجو
 کہ وہ اس کا لباس دھوئے، کھانا تیار کرے اور بستر
 بچھائے۔ ساتواں حق یہ ہے کہ اس کی قسم پر اعتماد کرو۔
 اس کی دعوت قبول کرو، اس کے ہاں کوئی بیمار ہو تو
 بیمار پر سی کرو، اس کے جنازہ کی مشایعت کرو۔ اور جب
 تمہیں علم ہو کہ اُسے کوئی حاجت درپیش ہے تو اُسے پورا
 کرنے میں جلدی کرو اور اس پر اسے مجبور نہ کرو کہ وہ
 تمہارے سامنے اپنی حاجت پیش کرے جب ہی تم اس کی
 حاجت روائی کرو۔“

امام علیہ السلام نے اس دعاء میں لفظ مومن کی قید
 لگا کر صرف اس حق کا ذکر کیا ہے جو اخوت ایمانی کی وجہ
 سے عائد ہوتا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جہاں اخوت

ایمانی نہ ہو وہاں کوئی حق ہی نہیں ہے۔ جب کہ کافر کے لئے
 حق جوار، حق امانت اور اس قبیل کے دوسرے حقوق
 ثابت ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:
 ادوا الامانات الی اہلہا ولو کانوا
 امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچاؤ اگرچہ وہ
 مجوسا۔

مجوسی ہی کیوں نہ ہو۔“

چھٹی تعلیم یہ ہے کہ جس طرح اپنے عیوب کی پردہ
 پوشی کرتے ہو اسی طرح دوسرے اہل ایمان کے عیوب
 بھی چھپاؤ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:
 من قال فی مومن ما رأٰت عیناہ و سمعت اذناہ
 حمایشینہ ویہدم مروتہ فهو من الذین قال اللہ
 عزّوجلّ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی

الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیا
والآخرة۔

جو شخص کسی مومن کے بارے میں ایسی بات کہے جو اُسے
ذلیل کرنے والی اور اُس کی آبرو کو زائل کرنے والی ہو
اگرچہ اُس نے آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہو تو وہ
اُن لوگوں میں محسوب ہو گا جن کے بارے میں ارشادِ الہی
ہے جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بری باتوں کا
چرچا پھیلے تو اُن کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب
ہے۔“

دُعَاؤُہ فی طلب العفو طلب عفو و رحمت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي طَلَبِ
الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ

طلب عفو و رحمت کے لئے یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَكْسِرْ شَهْوَتِيْ عَنْ كُلِّ
مَحْرَمٍ وَاَزْوَاجِ رِصِيٍّ عَنْ كُلِّ مَا ثِمٍ وَاَمْنَعِنِيْ عَنْ
اَذٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤِمْنَةٍ وَّمُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ اَللّٰهُمَّ
وَاَيُّهَا عَبْدٌ نَّالَ مِنِّْيْ مَا حَظَرْتَ عَلَيْهِ وَاَنْتَ هَاكَ مِنِّْيْ
مَا حَجَرْتَ عَلَيْهِ فَمَضَى بِظُلَامَتِيْ مَيِّتًا اَوْ حَصَلَتْ لِيْ
قَبْلَهُ حَيًّا فَاغْفِرْ لَهُ مَا اَلَّمَ بِهِ مِنِّْيْ وَاَعْفُ لَهُ عَمَّا
اَدْبَرَبِهِ عَنِّيْ وَلَا تَقْفُهُ عَلٰی مَا ارْتَكَبْتُ فِيْ وَلَا
تَكْشِفُهُ عَمَّا اُكْتَسَبْتُ بِیْ وَاَجْعَلْ مَا سَمَحْتُ بِهِ مِنْ
الْعَفْوِ عَنْهُمْ

بار الہا! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہر امر حرام
 سے میری خواہش (کا زور) توڑ دے اور ہر گناہ سے میرے
 حرص کا رخ موڑ دے اور ہر مومن اور مومنہ مسلم اور مسلمہ
 کی ایذا رسانی سے مجھے باز رکھ۔ اے میرے معبود! جو بندہ
 ابھی بھی میرے بارے میں ایسے امر کا مرتکب ہو جسے تو
 نے اس پر حرام کیا تھا اور میری عزت پر حملہ آور ہوا ہو
 جس سے تو نے اُسے منع کیا تھا؛ میرا مظلمہ لے کر دُنیا سے
 اُٹھ گیا ہو یا حالت حیات میں اُس کے ذمہ باقی ہو تو اُس نے
 مجھ پر جو ظلم کیا ہے اُسے بخش دے اور میرا جو حق لے کر
 چلا گیا ہے، اُسے معاف کر دے اور میری نسبت جس امر کا
 مرتکب ہوا ہے اس پر اُسے سرزنش نہ کر اور مجھے آزر دہ
 کرنے کے باعث اُسے رسوا نہ فرما اور جس عفو و درگزر کی
 میں نے اُن کے لئے

وَتَبَرَّعْتُ بِهِ مِنَ الصَّدَقَةِ عَلَيْهِمْ أَرْكَى صَدَقَاتِ
الْمُتَصَدِّقِينَ وَأَعْلَى صَلَاتِ الْمُتَقَرِّبِينَ وَعَوْضِي
مِنْ عَفْوِي عَنْهُمْ عَفْوُكَ وَمِنْ دُعَائِي لَهُمْ رَحْمَتُكَ
حَتَّى يَسْعَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَّا بِفَضْلِكَ وَيَنْجُو كُلُّ مِنَّا
بِمِنَّكَ اللَّهُمَّ وَأَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبِيدِكَ أَدْرَكَهُ مِنِّي
دَرَكٌ أَوْ مَسَّهُ مِنْ نَاحِيَّتِي أَدَّى أَوْ لَحِقَهُ بِي أَوْ بِسَبَبِي
ظُلْمٌ فَفُتُّهُ بِحَقِّهِ أَوْ سَبَقْتُهُ بِظُلْمَتِهِ فَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَارْضِهِ عَنِّي مِنْ وَجْدِكَ وَأَوْفِهِ حَقَّهُ مِنْ
عِنْدِكَ ثُمَّ قِنِي مَا يُوْجِبُ لَهُ حُكْمَكَ وَخَلِّصْنِي مِمَّا
يَحْكُمُ بِهِ عَدْلُكَ فَإِنَّ قُوَّتِي لَا تَسْتَقِلُّ بِنِقْمَتِكَ
وَإِنَّ طَاقَتِي لَا تَنْهَضُ بِسُخْطِكَ فَإِنَّكَ إِنْ تُكَافِنِي
بِالْحَقِّ تُهْلِكُنِي وَإِلَّا تَغَمَّدَنِي بِرَحْمَتِكَ تُوبِقُنِي اللَّهُمَّ
إِنِّي أَسْتَوْهِبُكَ يَا إِلَهِي مَا لَا يُنْقِصُكَ بَذْلُهُ
وَأَسْتَحْبِلُكَ مَا لَا يَبْهَظُكَ حَمْلُهُ أَسْتَوْهِبُكَ يَا

إِلٰهِي نَفْسِي الَّتِي لَمْ تَخْلُقْهَا لِتَمْتَنِعَ بِهَا مِنْ سُوءٍ أَوْ
لِتَطَّرَقَ بِهَا إِلَى نَفْعٍ وَلَكِنْ أَنْشَأْتَهَا اثْبَاتًا لِقُدْرَتِكَ
عَلَى

کش کی ہے اور جس کرم و بخشش کو میں نے ان کے لئے روا
رکھا ہے اُسے صدقہ کرنے والوں کے صدقہ سے پاکیزہ تر
اور تقرب چاہنے والوں کے عطیوں سے بلند تر قرار دے
اور اس عفو و درگزر کے عوض تو مجھ سے درگزر کر اور اُن
کے لئے دُعا کرنے کے صلہ میں مجھے اپنی رحمت سے سرفراز
فرماتا کہ ہم میں سے ہر ایک تیرے فضل و کرم کی بدولت
خوش نصیب ہو سکے، اور تیرے لطف و احسان کی وجہ سے
نجات پا جائے۔ اے اللہ! تیرے بندوں میں سے جس کسی کو
مجھ سے کوئی ضرر پہنچا ہو یا میری جانب سے کوئی اذیت پہنچی
ہو یا مجھ سے یا میری وجہ سے اس پر ظلم ہوا ہو اس طرح کہ

میں نے اس کے کسی حق کو ضائع کیا ہو یا اس کے کسی مظلّمہ کی داد خواہی نہ کی ہو۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی غناؤ تو نگری کے ذریعہ اُسے مجھ سے راضی کر دے اور اپنے پاس سے اس کا حق بے کم و کاست ادا کر دے۔ پھر یہ کہ اس چیز سے جس کا تیرے حکم کے تحت سزاوار ہوں، بچالے اور جو تیرے عدل کا تقاضا ہے اس سے نجات دے۔ اس لئے کہ مجھے تیرے عذاب کے برداشت کرنے کی تاب نہیں اور تیری ناراضگی کے جھیل لے جانے کی ہمت نہیں۔ لہذا اگر تو مجھے حق و انصاف کی رو سے بدلہ دے گا تو مجھے ہلاک کر دے گا۔ اور اگر دامن رحمت میں نہیں ڈھانپے گا تو مجھے تباہ کر دے گا۔ اے اللہ! اے میرے معبود! میں تجھ سے اس چیز کا طالب ہوں جس کے عطا کرنے سے تیرے ہاں کچھ کمی نہیں ہوتی اور وہ بار تجھ پر

رکھنا چاہتا ہوں جو تجھے گرانبار نہیں بناتا۔ اور تجھ سے اس
 جان کی بھیک مانگتا ہوں جسے تو نے اس لئے پیدا نہیں کیا
 کہ اس کے ذریعہ ضرر و زیاں سے تحفظ کرے یا منفعت کی
 راہ نکالے بلکہ اس لئے پیدا کیا تا کہ

مِثْلَهَا وَاحْتِجَاجًا بِهَا عَلَى شَكْلَهَا وَأَسْتَحِبُّكَ مِنْ
 ذُنُوبِي مَا قَدْ بَهَنِي حَمْلُهُ وَأَسْتَعِينُ بِكَ عَلَى مَا قَدْ
 فَدَحَنِي ثِقْلُهُ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَهَبْ لِنَفْسِي
 عَلَى ظُلْمِهَا نَفْسِي وَوَكِّلْ رَحْمَتَكَ بِإِحْتِمَالِ إِصْرِي
 فَكَمْ قَدْ لَحِقَتْ رَحْمَتُكَ بِالْمُسِيئِينَ وَكَمْ قَدْ شَمِلَ
 عَفْوُكَ الظَّالِمِينَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلْنِي
 أُسْوَةً مَنْ قَدْ أَنْهَضَتْهُ بِتَجَاوُزِكَ عَنْ مَصَارِعِ
 الْخَاطِئِينَ وَخَلَّصَتْهُ بِتَوْفِيقِكَ مِنْ وَرَطَاتِ
 الْمُجْرِمِينَ فَأَصْبَحْ ظَلِيقَ عَفْوِكَ مِنْ إِسَارِ

سُخِّطَكَ وَعَتِيقَ صُنْعِكَ مِنْ وَثَاقِ عَذْلِكَ إِنَّكَ إِنْ
تَفَعَّلَ ذَلِكَ يَا إِلَهِي تَفَعَّلَهُ بِمَنْ لَا يَجْحَدُ اسْتِحْقَاقَ
عُقُوبَتِكَ وَلَا يُبَرِّئِي نَفْسَهُ مِنْ اسْتِيجَابِ نِقْمَتِكَ
تَفَعَّلَ ذَلِكَ يَا إِلَهِي بِمَنْ خَوْفُهُ مِنْكَ أَكْثَرُ مِنْ طَمَعِهِ
فِيكَ وَبِمَنْ يَأْسُهُ مِنَ النِّجَاحَةِ أَوْ كُذِّمَ مِنْ رَجَائِهِ
لِلْخَلَاصِ لَا أَنْ يَكُونَ يَأْسُهُ قُنُوطًا أَوْ أَنْ يَكُونَ
طَمَعُهُ اغْتِرَارًا بَلْ لِقَلَّةِ حَسَنَاتِهِ بَيْنَ سَيِّئَاتِهِ
وَضَعْفِ حُجَّتِهِ فِي جَمِيعِ تَبِعَاتِهِ

اس امر کا ثبوت بہم پہنچائے اور اس بات پر دلیل لائے کہ تو
اس جیسی اور اس طرح کی مخلوق پیدا کرنے پر قادر و توانا
ہے اور تجھ سے اس امر کا خواستگار ہوں کہ مجھے ان گناہوں
سے سبکبار کر دے جن کا بار مجھے ہلکان کئے ہوئے ہے اور تجھ
سے مدد مانگتا ہوں اس چیز کی نسبت جس کی گراں باری نے

مجھے عاجز کر دیا ہے۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میرے نفس کو باوجودیکہ اس نے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے بخش دے اور اپنی رحمت کو میرے گناہوں کا بار گراں اٹھانے پر مامور کر اس لئے کہ کتنی ہی مرتبہ تیری رحمت گنہگاروں کے ہمکنار اور تیرا عفو و کرم ظالموں کے شامل حال رہا ہے تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے ان لوگوں کے لئے نمونہ بنا جنہیں تو نے اپنے عفو کے ذریعہ خطاکاروں کے گرنے کے مقامات سے اوپر اٹھا لیا اور جنہیں تو نے اپنی توفیق سے گنہگاروں کے مہلکوں سے بچا لیا تو وہ تیرے عفو و بخشش کے وسیلہ سے تیری ناراضگی کے بندھنوں سے چھوٹ گئے اور تیرے احسان کی بدولت عدل کی بندشوں سے آزاد ہو گئے۔ اے میرے اللہ! اگر تو مجھے معاف کر دے تو تیرا یہ سلوک اس کے ساتھ

ہو گا جو سزاوارِ عقوبت ہونے سے انکاری نہیں ہے اور نہ
 مستحق سزا ہونے سے اپنے کو بری سمجھتا ہے۔ یہ تیرا برتاؤ
 اس کے ساتھ ہو گا۔ اے میرے معبود! جس کا خوف اُمید
 عفو سے بڑھا ہوا ہے اور جس کی نجات سے نا اُمیدی، رہائی کی
 توقع سے قوی تر ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ اس کی نا اُمیدی
 رحمت سے مایوسی ہو یا یہ کہ اس کی اُمید فریب خوردگی کا نتیجہ
 ہو بلکہ اس لئے کہ اس کی برائیاں نیکیوں کے مقابلہ میں کم اور
 گناہوں کے تمام

فَأَمَّا أَنْتَ يَا إِلَهِي فَأَهْلٌ أَنْ لَا يَغْتَرِّبَكَ الصِّدِّيقُونَ
 وَلَا يَيْئَسُ مِنْكَ الْمُجْرِمُونَ لِأَنَّكَ الرَّبُّ الْعَظِيمُ
 الَّذِي لَا يَمْنَعُ أَحَدًا فَضْلَهُ وَلَا يَسْتَقْصِي مِنْ أَحَدٍ
 حَقَّهُ تَعَالَى ذِكْرُكَ عَنِ الْمَذْكُورِينَ وَتَقَدَّسَتْ
 أَسْمَاؤُكَ عَنِ الْمَنْسُوبِينَ وَفَشَتْ نِعْمَتُكَ فِي جَمِيعِ

الْمَخْلُوقِينَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلَى ذَلِكَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

موارد میں عذر خواہی کے وجوہ کمزور ہیں۔ لیکن اے میرے معبود! تو اس کا سزاوار ہے کہ راستباز لوگ بھی تیری رحمت پر مغرور ہو کر فریب نہ کھائیں اور گنہگار بھی تجھ سے ناامید نہ ہوں۔ اس لئے کہ تو وہ رب عظیم ہے کہ کسی پر فضل و احسان سے دریغ نہیں کرتا اور کسی سے اپنا حق پورا پورا وصول کرنے کے درپے نہیں ہوتا۔ تیرا ذکر تمام نام آوروں (کے ذکر) سے بلند تر ہے اور تیرے اسماء اس سے کہ دوسرے حسب و نسب والے ان سے موسوم ہوں منزہ ہیں۔ تیری نعمتیں تمام کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں۔ لہذا اس سلسلہ میں تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے۔ اے تمام جہان کے پروردگار۔

عفو و رحمت اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک
 عظیم صفت ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید کے صفحات پر
 نمایاں اور کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی
 ذات کے لئے رحمت و آمرزش کو ضروری قرار دیتے ہوئے
 ارشاد فرمایا ہے:

کُتِبَ رَبِّکُمْ عَلَیْ نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ اِنَّ مِنْ عَمَلٍ
 مِنْکُمْ سَوْءٌ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَاصْلَحَ
 فَانْهَ غَفُورٌ رَحِیمٌ۔

تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔
 لہذا تم میں سے جو کوئی نادانی سے برائی کر بیٹھے اور پھر توبہ
 کر لے اور اپنی حالت سنوار لے (تو خدا اس سے درگزر
 کرے گا۔) کیوں کہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔
 ان صفات کے تذکرہ سے جہاں صفات الہی کا

تصور پیدا کرنا مقصود ہے وہاں یہ بھی مقصد ہے کہ اس کے بندے ان اوصاف کی جھلک اپنے اندر پیدا کریں اور اپنے اخلاق و عادات کو اخلاقِ الہی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں چنانچہ جب انسان غیظ و غضب اور جوش انتقام کو دبا کر عفو و درگزر سے کام لیتا ہے تو وہ رحمت و رافت کے لطیف احساسات کے پر تو میں تخلقوا باخلاق اللہ کی منزل کی طرف بڑھتا نظر آتا ہے اور اپنے قلب و ضمیر میں دقت و نرمی کے تاثرات پیدا کر کے ملکوتی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر خداوند عالم نے اپنے بندوں کو عفو و درگزر کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

وَلِيَعْفُوا وَلِيَصْفَحُوا إِلَّا تَحِبُّونَ

انہیں چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ

ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔

نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطائیں معاف کر دے اور
اللہ تعالیٰ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-
ولا عفار جل من مظلمة یبتغی بہا وجه اللہ
الازادہ بہا عزایوم القيامة۔

جو شخص اپنے کسی مظلمہ کو صرف خوشنودی خدا کے پیش نظر
معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی وجہ
سے اس کی عزت و رفعت میں اضافہ کر دے گا۔“

اور امیر المومنین علیہ السلام اپنی ایک وصیت میں ارشاد
فرماتے ہیں۔“

وان اعف فاعفولی قرۃ وهو لکم حسنة
فاعفوا۔ الا تحبون ان یغفر اللہ لکم۔

اگر معاف کر دوں تو یہ میرے لئے رضائے الہی کا باعث ہے اور وہ تمہارے لئے بھی نیکی ہوگی۔ لہذا معاف کر دو کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔

جو شخص نفرت و انتقام کے جذبات سے مغلوب ہو کر عفو و درگزر کی گنجائش پیدا نہیں کرتا اسے سوچنا چاہئے کہ اگر وہ دوسروں کی خطاؤں کو معاف نہیں کر دے سکتا تو اُسے یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی امید رکھے اور اپنے گناہوں سے عفو و بخشش کی التجا کرے۔ البتہ جو شخص انتقامی جذبات کو دبا کر قصور واروں کے قصور کو معاف کر دیتا ہے اور خطاکاروں کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ سے بھی عفو و بخشش کے طلب کرنے کا حق پہنچتا ہے اگرچہ دوسروں کی چیرہ دستیوں اور ستم رانیوں کے مقابلہ میں صبر و ضبط سے کام

لینا اور عفو و درگزر کو بروئے کار لانا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ کیونکہ انسان کے لئے یہی چیزیں تو اشتعال کا باعث ہوتی ہیں اور مشتعل جذبات کے سیل کو روکنادریا کے رخ کو موڑنا ہے۔ مگر وہ آزمائش ہی کیا جس میں دشواریوں سے گزرنا اور جذبات و احساسات کو کچلنا نہ پڑے۔ بے شک یہ کام بلند ہمتی اور روحانی قوت ہی کے زیر اثر انجام پاسکتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔

جو شخص صبر کرے اور بخش دے تو یہ بڑی بلند ہمتی واووالعزمی کا مظاہرہ ہے۔“

حضرتؑ نے اس دُعاء میں یہی تعلیم دی ہے کہ تم اپنے خطاکاروں کو بخشو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو بخشے۔ چنانچہ اسی روش کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے میرے معبود! میں
 ایک انسان ہوں جس میں غضب و انتقام کے جذبات ہو
 سکتے ہیں مگر میں ان جذبات سے متاثر ہونے کے بجائے عفو
 و درگزر کی راہ اختیار کرتا ہوں اور ان لوگوں کو جنہوں نے
 مجھ پر ظلم و ستم کئے، چرکوں پر چر کے لگائے، میرے حقوق
 ضائع و برباد کئے، افترا پردازی و کذب تراشی سے میری
 عزت و آبرو پر حملہ آور ہوئے وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں
 سب کو یک قلم معاف کرتا ہوں اور انتقام کے بجائے تجھ
 سے اُن کے لئے دُعا کرتے خیر کرتا ہوں تاکہ لذتِ آزار
 انتقامی جذبہ سے آلودہ نہ ہو۔ اور تو سراسر رحمت و رافت ہے
 اور نفرت و انتقام کے جذبات سے مبرا، تو کیوں کر میرے
 عفو و درگزر کو دیکھ کر تیری رحمت کا ارادہ جوش میں نہ
 آئے گا اور مجھے اپنی رحمت و رافت کے سایہ میں جگہ نہ دے گا

جبکہ تیرے دامنِ رحمت میں اچھے اور بروں سب کے لئے
گنجائش ہے۔

دُعاؤہ عند ذکر الموت موت کو یاد کرنے کے وقت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا نُعِيَ إِلَيْهِ
مَيِّتٌ أَوْ ذَكَرَ الْمَوْتَ

جب کسی کی خبر مرگ سنتے یا موت کو یاد کرتے تو یہ دعا

پڑھتے:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَكْفِنَا طَوْلَ الْاَمَلِ
وَقَصِّرْهُ عَنَّا بِصَدَقِ الْعَمَلِ حَتّٰى لَا نُؤَمِّلَ اِسْتِثْمَامَ
سَاعَةٍ بَعْدَ سَاعَةٍ وَلَا اِسْتِيفَاءَ يَوْمٍ بَعْدَ يَوْمٍ وَلَا
اِتِّصَالَ نَفْسٍ بِنَفْسٍ وَلَا لُحُوْقَ قَدَمٍ بِقَدَمٍ
وَسَلِّمْنَا مِنْ غُرُوْرِهِ وَاَمِنَّا مِنْ شُرُوْرِهِ وَاَنْصِبِ
الْمَوْتَ بَيْنَ اَيْدِيْنَا نَضْبًا وَلَا تَجْعَلْ ذِكْرَنَا لَهُ غِبًّا
وَاَجْعَلْ لَنَا مِنْ صَالِحِ الْاَعْمَالِ عَمَلًا نَسْتَبْطِئُ مَعَهُ
الْمَصِيْرَ اِلَيْكَ وَنُخْرِصْ لَهُ عَلٰى وَشِكَ اللِّحَاكِ بِكَ

حَتَّىٰ يَكُونَ الْمَوْتُ مَا نَسْنَا الَّذِي نَأْسُ بِهِ وَمَا
لَفَنَّا الَّذِي نَشْتَأِقُ إِلَيْهِ وَحَامَّتَنَا الَّتِي نُحِبُّ الدُّنْيَ
مِنْهَا فَإِذَا أَوْرَدْتَهُ عَلَيْنَا وَانْزَلْتَهُ بِنَا فَأَسْعِدْنَا بِهِ
زَائِرًا وَانْسَنَا بِهِ قَادِمًا وَلَا تُشَقِّنَا بِضِيَافَتِهِ وَلَا

اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں
طولِ طویل اُمیدوں سے بچائے رکھ اور پُرِ خلوص اعمال
کے بجالانے سے دامنِ اُمید کو کوتاہ کر دے تاکہ ہم ایک
گھڑی کے بعد دوسری گھڑی کے تمام کرنے، ایک دن
کے بعد دوسرے دن کے گزارنے، ایک سانس کے بعد
دوسری سانس کے آنے اور ایک قدم کے بعد دوسرے
قدم کے اٹھنے کی آس نہ رکھیں۔ ہمیں فریب، آرزو اور فتنہ
امید سے محفوظ و مامون رکھ۔ اور موت کو ہمارا نصب العین
قرار دے اور کسی دن بھی ہمیں اس کی یاد سے خالی نہ رہنے

دے اور نیک اعمال میں سے ہمیں ایسے عمل خیر کی توفیق
 دے جس کے ہوتے ہوئے ہم تیری جانب باز گشت میں
 دیری محسوس کریں اور جلد سے جلد تیری بارگاہ میں حاضر
 ہونے کے آرزو مند ہوں۔ اس حد تک کہ موت ہمارے
 اس کی منزل ہو جائے جس سے ہم جی لگائیں، اور الفت کی جگہ
 بن جائے جس کے ہم مشتاق ہوں اور ایسی عزیز ہو جس کے
 قرب کو ہم پسند کریں، جب تو اُسے ہم پر وارد کرے اور ہم
 پر لا اتارے تو اس کی ملاقات کے ذریعہ ہمیں سعادت مند
 بنانا اور جب وہ آئے تو ہمیں اس سے مانوس کرنا اور اس کی
 مہربانی سے ہمیں بد بخت نہ قرار دینا اور نہ اس کی ملاقات
 تُخْزِنَا بِزِيَارَتِهِ وَاجْعَلْهُ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ مَغْفِرَتِكَ
 وَمِفْتَاحًا مِنْ مَفَاتِيحِ رَحْمَتِكَ أَمْتَنَا مُهْتَدِينَ
 غَيْرَ ضَالِّينَ طَائِعِينَ غَيْرَ مُسْتَكْرِهِينَ تَائِبِينَ

غَيْرَ عَاصِينَ وَلَا مُصِرِّينَ يَا ضَامِنَ جَزَاءِ
الْمُحْسِنِينَ وَمُسْتَصْلِحَ عَمَلِ الْمُفْسِدِينَ۔

سے ہم کوڑ سوا کرنا۔ اور اسے اپنی مغفرت کے دروازوں میں
سے ایک دروازہ اور رحمت کی کنجیوں میں سے ایک کلید قرار
دینا اور ہمیں اس حالت میں موت آئے کہ ہم ہدایت یافتہ
ہوں گمراہ نہ ہوں۔ فرمانبردار ہوں اور (موت سے)
نفرت کرنے والے نہ ہوں، توبہ گزار ہوں خطا کار اور گناہ پر
اصرار کرنے والے نہ ہوں۔ اے نیکو کاروں کے اجر و ثواب
کا ذمہ لینے والے اور بد کرداروں کے عمل و کردار کی اصلاح
کرنے والے۔

اس دنیا میں کوئی انسان نہیں چاہتا کہ وہ اپنے
املاک، باغات، مال و اثاثہ اور ساز و سامانِ راحت کو چھوڑ کر
قبر کا تاریک گوشہ بسائے اور اس مادی زندگی سے رابطہ ختم

کر کے موت سے رشتہ جوڑے۔ کیونکہ اس دنیا سے رنگ و بو
 میں اتنی جاذبیت و کشش ہے کہ اسے اپنے اختیار سے چھوڑا
 نہیں جاسکتا اور ایک اپاہج اور مفلوج جو چل پھر نہیں سکتا اور
 ایک اندھا، بہرا، گونگا جو دیکھنے سننے اور بولنے سے عاجز ہے وہ
 بھی یہی چاہتا ہے کہ جس حالت میں ہوں زندہ رہوں اور اگر
 کوئی شخص موت کا پیغام سن لیتا ہے تو اس کے دل و دماغ
 ماؤف اور ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بیان
 کیا جاتا ہے کہ ایک منجم نے کسی بادشاہ سے کہہ دیا کہ تم
 اتنے عرصہ کے بعد فلاں تاریخ اور فلاں وقت مر جاؤ گے۔
 اس پیشگوئی میں کوئی واقعیت ہو یا نہ ہو مگر ہوا یہ کہ دنیا اس
 کی نگاہوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ اگرچہ پیشگوئی کے مطابق
 زندگی کا کچھ عرصہ باقی تھا مگر اس نے کاروبارِ مملکت سے
 ہاتھ اٹھالیا، تخت و تاج کو چھوڑ کر گوشہ گزیں ہو گیا۔ اور ایسا

محسوس کرنے لگا کہ ایک ایک رگ اور ایک ایک نس میں موت اپنا خونی پنچہ گاڑے ہوئے ہے۔ یہ موت کا تصور اتنا بھیانک کیوں ہے اگر انسان غور و فکر سے کام لے تو وہ اس حقیقت کو سمجھ لے گا کہ یہ زندگی ایک دوسری زندگی کا پیش خیمہ ہے کیونکہ جگڑنا بننے ہی کے لئے ہوتا ہے اور جب کہ ہر غروب کے بعد طلوع، ہر خزاں کے بعد بہار اور ہر شام کے بعد صبح کی نمود ضروری ہے۔ تو اس موت کے بعد زندگی کا ظہور کیوں نہ ہو۔ ایک دن وہ بھی تھا کہ انسان عدم کے اندھیرے میں پوشیدہ تھا کہ قدرت نے ایک غیر مرئی جرثومہ کی صورت میں اسے صلب پدر میں ودیعت کیا، وہاں سے شکم مادر میں منتقل ہوا جہاں کچھ مدت جماد کی صورت میں اور کچھ عرصہ لاشعوری کی حالت میں گزارا۔ پھر اس دنیا میں آیا جہاں کے راہ و رسم سے ناواقف اور آنے کے مقصد

سے بے خبر تھا تو اس کے بعد اگر منزل بدلے اور کروٹ لے کر ایک نئی زندگی میں قدم رکھے تو اس میں حیرت ہی کیا ہے، جب موت کے معنی ایک زندگی سے دوسری زندگی میں قدم رکھنے کے ہیں تو اس سے ڈرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں، ہاں اگر دوسری زندگی کو کامیاب بنانے کے اسباب مہیا نہیں کئے گئے ہیں تو یقیناً ڈر ہو گا۔ مگر درحقیقت یہ موت کا ڈر نہیں ہے بلکہ وہاں کی ناکامی و رسوائی کا ڈر ہے۔ اس لحاظ سے دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ دنیا مزرعہ آخرت ہے جو یہاں پر بویا جائے گا وہی آخرت میں کاٹا جائے گا۔ اس لئے وہ مقصدِ حیات کے پیش نظر عملِ آخرت سے غافل نہیں رہتے، اور ان کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ آخرت کا کوئی کام ادھورا اور نامکمل نہ رہ جائے تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں انعام و اکرام کا مستحق سمجھے

اور ان سے راضی و خوشنود ہو۔ اور جب انہیں موت آتی ہے
 تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اتنی ہی مدت کے لئے یہاں بھیجے
 گئے تھے اور اب واپس بلائے جا رہے ہیں، اس لئے کہ دنیا کو
 چھوڑنے کا انہیں ذرا رنج نہیں ہوتا، دوسرے وہ جو زندگی
 سے خوش تو نہیں ہوتے مگر اُسے چھوڑنا بھی نہیں چاہتے،
 جیسے وہ پرندہ جسے قفس میں ڈال دیا گیا ہو مگر وہ قفس کی
 زندگی کو ناگوار سمجھنے کے باوجود اُسے چھوڑنا نہیں چاہتا لیکن
 جب اُسے قفس سے الگ کیا جاتا ہے تو وہ باہر کی کھلی فضا اور
 اس کی رونق و شادابی کو دیکھ کر دوبارہ اُس قفس کی طرف پلٹنا
 نہیں چاہتا اور نہ اُسے قفس کے چھوٹنے کا رنج ہوتا ہے، اسی
 طرح یہ لوگ جب آخرت کی وسعت و پہنائی کو دیکھتے ہیں تو
 تنگنائے دنیا کو چھوڑنے کا انہیں صدمہ نہیں ہوتا بلکہ کیف
 و مسرت کے عالم میں جھوم کر یہ کہنے لگتے ہیں:

الحمد لله الذى اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفور
شكور احلنا دار المقامة من فضله لا يمسنا
فيها نصب ولا يمسنا فيها الغوب۔

”اُس اللہ تعالیٰ کے لئے شکر ہے جس نے ہم سے رنج و اندوہ
دُور کر دیا، بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور قدردان
ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں ایک دائمی منزل
میں اُتارا جہاں نہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہمیں خستگی
لاحق ہوگی۔“

تیسرے وہ جو آخرت کی زندگی سے آنکھیں بند کر کے
صرف دُنیا کی زندگی پر قانع و مطمئن ہوتے ہیں اور انہیں
دنیوی لذتوں اور کامرانیوں کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں
ہوتی۔ ایسے لوگوں کو دنیا سے منہ موڑنا انتہائی گراں گزرتا
ہے اور آخرت کی زندگی انہیں راس نہیں آتی۔ بلکہ دُنیا کی

آلود گیوں اور مٹا فتوں کے بعد جب عالم آخرت کی لطافتوں اور نعمتوں کو دیکھیں گے تو وہ دنیا ہی کی گند گیوں کو یاد کریں گے اور جس طرح دنیا میں اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اسی طرح آخرت میں بھی اندھے اور بصیرت سے محروم ہوں گے، چنانچہ ارشادِ باری ہے:-

وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلّ سَبِیْلًا۔

جو دنیا میں اندھے ہیں وہ آخرت میں بھی اندھے اور راہِ حق سے بھٹکے ہوں گے۔“

دُعَاؤُهُ فِي طَلَبِ السِّرِّ وَالْوَقَايَةِ پردہ پوشی و نگہداشت کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي طَلَبِ
السِّرِّ وَالْوَقَايَةِ۔

پردہ پوشی اور حفظ و نگہداشت کے لئے یہ دعا پڑھتے:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَفْرِشْنِیْ مِهَادَ
كَرَامَتِكَ وَاُوْرِدْنِیْ

بَارِ الْهَارِ حَمْتَ نَازِلٍ فَرَمَا مُحَمَّدٌ اَوْرَانِ كِیْ اَلْ پُر اور میرے لئے
اعزاز و اکرام کی مسند بچھا دے۔ مجھے رحمت کے سرچشموں

پر

مَشَارِعَ رَحْمَتِكَ وَاَحْلِلْنِیْ بُحْبُوْحَةَ جَنَّتِكَ وَلَا
تَسْمِنِیْ بِالرَّدِّ عَنْكَ وَلَا تَحْرِمْنِیْ بِالْخِیْبَةِ مِنْكَ وَلَا
تُقَاصِّبْنِیْ بِمَا اجْتَرَحْتُ وَلَا تُنَاقِشْنِیْ بِمَا اُكْتَسَبْتُ
وَلَا تُبْرِزْ مَكْتُوْمِیْ وَلَا تَكْشِفْ مَسْتُورِیْ وَلَا

تَحْمِلُ عَلَى مِيزَانِ الْإِنصَافِ عَمَلِي وَلَا تُعَلِنُ عَلَيَّ
 عُيُونُ الْمَلَأِ خَبَرِي أَخْفِ عَنْهُمْ مَا يَكُونُ نَشْرُهُ
 عَلَيَّ عَارًا وَاطْوِ عَنْهُمْ مَا يُلْحِقُنِي عِنْدَكَ شَنَارًا
 شَرِّفْ دَرَجَتِي بِرِضْوَانِكَ وَأَكْبِلْ كَرَامَتِي
 بِغُفْرَانِكَ وَأَنْظِمْنِي فِي أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَوَجِّهْنِي فِي
 مَسَالِكِ الْأَمْنَيْنِ وَاجْعَلْنِي فِي فَوْجِ الْفَائِزِينَ
 وَاعْمُرْنِي بِمَجَالِسِ الصَّالِحِينَ أَمِينَ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

اتار دے۔ وسط بہشت میں جگہ دے اور اپنے ہاں سے ناکام
 پلٹا کر رنجیدہ نہ کر اور اپنی رحمت سے ناامید کر کے حرماں
 نصیب نہ بنادے، میرے گناہوں کا قصاص نہ لے اور
 میرے کاموں کا سختی سے محاسبہ نہ کر، میرے چھپے ہوئے
 رازوں کو ظاہر نہ فرما اور میرے مخفی حالات پر سے پردہ نہ
 اٹھا اور میرے اعمال کو عدل و انصاف کے ترازو پر نہ

تول، اور اشرف کی نظروں کے سامنے میری باطنی حالت کو
 آشکارا نہ کر، جس کا ظاہر ہونا میرے لئے باعثِ ننگ و عار
 ہو وہ اُن سے چھپائے رکھ اور تیرے حضور جو چیز ذلت و
 رسوائی کا باعث ہو وہ اُن سے پوشیدہ رہنے دے۔ اپنی رضا
 مندی کے ذریعہ میرے درجہ کو بلند اور اپنی بخشش کے وسیلہ
 سے میری بزرگی و کرامت کی تکمیل فرما اور ان لوگوں کے
 گروہ میں مجھے داخل کر جو دائیں ہاتھ سے نامہ اعمال لینے
 والے ہیں اور ان لوگوں کی راہ پر لے چل جو (دنیا و آخرت
 میں) امن و عافیت سے ہمکنار ہیں اور مجھے کامیاب لوگوں
 کے زمرہ میں قرار دے اور نیکو کاروں کی محفلوں کو میری
 وجہ سے آباد و پُر رونق بنا، میری دُعاء کو قبول فرما۔ اے
 تمام جہانوں کے پروردگار۔

جو شخص گناہ کو گناہ سمجھتا ہے اور وہ فطرۃً یہ چاہتا ہے کہ اس کے گناہ پر پردہ پڑا رہے اور کسی کو اس کے گناہ پر اطلاع نہ ہو اور نہ کوئی اسے ارتکاب معصیت کرتے ہوئے دیکھے، یہ پردہ داری کی خواہش اس کی دلیل ہے کہ وہ گناہوں کو قابل نفرت سمجھتا ہے اور اس کے اظہار و اعلان میں شرم محسوس کرتا ہے اور یہ شرم مبداء و معاد کے تصور اور کوتاہی کے احساس کا نتیجہ ہے، جب انسان اس جذبہ کے زیر اثر اپنے گناہ چھپانا چاہتا ہے تو قدرت بھی ایسے اسباب مہیا کر دیتی ہے جو اس کی پردہ پوشی میں معین ثابت ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی خداوند عالم اس کے گناہ پر پردہ ڈالے گا اور دوسروں کی نگاہوں میں اُسے ذلیل و سبک نہ ہونے دیگا۔ اور جس طرح دنیا میں اس کی پردہ پوشی کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ تَجَلَّى اللَّهُ لِعَبْدِهِ الْبُومَنَ
فَيَقْفُهُ عَلَى ذَنْبِهِ ذَنْبًا ذَنْبًا ثُمَّ يَغْفِرُ لَهُ وَلَا يَطْلُعُ
عَلَى ذَلِكَ مُلْكًا مُقْرَبًا وَلَا نَبِيًّا مُرْسَلًا وَيَسْتَرُ عَلَيْهِ
مَا يَكْرَهُ اِنْ يَقِفْ عَلَيْهِ اِحْدَثُ ثُمَّ يَقُولُ لِسَيِّئَاتِهِ
كُونِي حَسَنَاتٍ۔

”جب قیامت کا دن ہو گا اور بندہ مومن کے لئے جلوۃ الہی کا
ظہور ہو گا تو اللہ سبحانہ اس کے گناہوں میں سے ایک ایک
گناہ پر اُسے مطلع کرے گا، پھر اُسے بخش دے گا اور اس
کے گناہوں پر نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی نبی مرسل کو
آگاہ کرے گا۔ اور جن چیزوں پر کسی کا مطلع ہونا وہ پسند نہ
کرتا تھا انہیں پوشیدہ رہنے دے گا۔ پھر اس کی برائیوں کو
نیکوں سے بدل دے گا۔“

اور جو شخص علانیہ اپنے گناہوں کو بیان کرتا ہے
یا اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ اُس کا گناہ ڈھکا چھپا رہے یا کھل
جائے تو وہ نظرِ رحمتِ باری سے محروم رہتا ہے، چنانچہ پیغمبر
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

المذيع بالسيئة مخذول والمستتر بالسيئة
مغفور له۔

”گناہوں کا اعلان کرنے والا محروم رہے گا اور چھپانے
والا بخش دیا جائے گا۔“

گناہ کو چھپانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہوں میں بے
باک نہیں ہونے پاتا اور جب دوسرے اُس کے گناہوں
کے مخفی ہونے کی وجہ سے اُس سے حسن ظن رکھتے ہیں تو وہ
بھی یہ چاہے گا کہ ارتکابِ معاصی سے باز رہے تاکہ
دوسروں کا حسن ظن باقی رہ سکے۔

دُعَاؤُهُ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ دُعَائے ختم القرآن

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ
خَتْمِ الْقُرْآنِ:-

دُعَائے ختم القرآن:

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَعَنْتَنِيْ عَلَى خَتْمِ كِتَابِكَ الَّذِيْ
اَنْزَلْتَهُ نُوْرًا وَجَعَلْتَهُ مُهَيِّبًا عَلَى كُلِّ كِتَابٍ
اَنْزَلْتَهُ وَفَضَّلْتَهُ عَلَى كُلِّ حَدِيْثٍ قَصَصْتَهُ وَفُرْقَانًا
فَرَقْتَ بِهِ بَيْنَ حَلَالِكَ وَحَرَامِكَ وَقُرْاٰنًا اَعْرَبْتَ بِهِ
عَنْ شَرَّ اَيِّعٍ اَحْكَامِكَ وَكِتَابًا فَصَّلْتَهُ لِعِبَادِكَ
تَفْصِيْلًا وَوَحِيًّا اَنْزَلْتَهُ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَوٰتُكَ
عَلَيْهِ وَاٰلِهِ تَنْزِيْلًا وَجَعَلْتَهُ نُوْرًا نَهْتَدِيْ مِنْ ظُلْمِ
الضَّلَالِ وَالْجَهَالَةِ بِاِتِّبَاعِهِ وَشِفَاءً لِّمَنْ اَنْصَتَ
بَارِ الْهٰ! تُوْنِ اِنِّيْ كِتَابَ كِ خْتَمِ كَرْنِ اِ مِيْرِيْ مَدَد

فرمائی، وہ کتاب جسے تو نے نور بنا کر اتارا اور تمام کتب سماویہ پر اُسے گواہ بنایا اور ہر اس کلام پر جسے تو نے بیان فرمایا اُسے فوقیت بخشی اور (حق و باطل میں) حدِ فاصل قرار دیا جس کے ذریعہ حلال و حرام الگ الگ کر دیا۔ وہ قرآن جس کے ذریعہ شریعت کے احکام واضح کئے وہ کتاب جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے شرح و تفصیل سے بیان کیا اور وہ وحی (آسمانی) جسے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا جسے وہ نور بنایا جس کی پیروی سے ہم گمراہی و جہالت کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کرتے ہیں اور اس شخص کے لئے اسے شفا قرار دیا جو اس پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسے سمجھنا چاہے اور خاموشی کے ساتھ اسے سنے

بِفَهْمِ التَّصْدِيقِ إِلَى اسْتِمَاعِهِ وَمِيزَانِ قِسْطٍ لَا يَحِيفُ عَنِ الْحَقِّ لِسَانُهُ وَنُورَ هُدًى لَا يَطْفَأُ عَنِ

الشَّاهِدَيْنِ بُرْهَانُهُ وَعَلَمَ نَجَاةٍ لَا يَضِلُّ مَنْ أَمَرَ
 قَصْدَ سُنَّتِهِ وَلَا تَنَالَ أَيْدَى الْهَلَكَاتِ مَنْ تَعَلَّقَ
 بِعُرْوَةِ عِصْمَتِهِ اللَّهُمَّ فَإِذَا أَفْدَتَنَا الْمَعُونَةَ عَلَى
 تِلَاوَتِهِ وَسَهَّلْتَ جَوَاسِي السِّنِّتِنَا بِحُسْنِ عِبَارَتِهِ
 فَاجْعَلْنَا مِنْ يَرْعَاهُ حَقِّ رِعَايَتِهِ وَيَدِينُ لَكَ
 بِإِعْتِقَادِ التَّسْلِيمِ لِحُكْمِ آيَاتِهِ وَيَفْزَعُ إِلَى
 الْإِقْرَارِ بِمُتَشَابِهِهِ وَمَوْضِحَاتِ بَيِّنَاتِهِ اللَّهُمَّ إِنَّكَ
 أَنْزَلْتَهُ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مُجْمَلًا
 وَالْهَمَّتَهُ عِلْمَ عَجَائِبِهِ مُكْمَلًا وَوَرَّثْتَنَا عِلْمَهُ
 مُفَسَّرًا وَفَضَّلْتَنَا عَلَى مَنْ جَهَلَ عِلْمَهُ وَقَوَّيْتَنَا
 عَلَيْهِ لِتَرْفَعَنَا فَوْقَ مَنْ لَمْ يُطِقْ حَمْلَهُ اللَّهُمَّ فَكَمَا
 جَعَلْتَ قُلُوبَنَا لَهُ حَمَلَةً وَعَرَّفْتَنَا بِرَحْمَتِكَ شَرْفَهُ
 وَفَضْلَهُ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ الْخَطِيبِ بِهِ وَ عَلَى آلِهِ
 الْخَزَّانِ لَهُ وَاجْعَلْنَا مِنْ يَعْتَرِفُ بِأَنَّهُ مِنْ عِنْدِكَ

حَتَّى لَا يُعَارِضَنَا الشَّكُّ فِي تَصْدِيقِهِ وَلَا يَخْتَلِحَنَا
الزَّيْغُ عَنْ قَصْدِ طَرِيقِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ
وَاجْعَلْنَا

اور وہ عدل و انصاف کا ترازو بنایا جس کا کاٹنا حق سے ادھر
اُدھر نہیں ہوتا اور وہ نورِ ہدایت قرار دیا جس کی دلیل و
برہان کی روشنی (توحید و نبوت کی) گواہی دینے والوں کے
لئے بجھتی نہیں اور وہ نجات کا نشان بنایا کہ جو اس کے
سیدھے طریقہ پر چلنے کا ارادہ کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا اور جو
اس کی ریسمان کے بندھن سے وابستہ ہو وہ (خوف و فقر
و عذاب کی) بلاکتوں کے دسترس سے باہر ہو جاتا ہے۔ بار
الہا! جب کہ تو نے اس کی تلاوت کے سلسلہ میں ہمیں مدد
پہنچائی اور اس کے حسنِ ادائیگی کے لئے ہماری زبان کی
گریں کھول دیں تو پھر ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے

جو اس کی پوری طرح حفاظت و نگہداشت کرتے ہوں اور اس کی محکم آیتوں کے اعتراف و تسلیم کی بختگی کے ساتھ تیری اطاعت کرتے ہوں اور متشابہ آیتوں اور روشن و واضح دلیلوں کے اقرار کے سایہ میں پناہ لیتے ہوں۔ اے اللہ! تو نے اسے اپنے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اجمال کے طور پر اُتارا اور اس کے عجائب و اسرار کا پورا پورا علم انہیں القا کیا اور اس کے علم تفصیلی کا ہمیں وارث قرار دیا۔ اور جو اس کا علم نہیں رکھتے ان پر ہمیں فضیلت دی۔ اور اس کے مقتضیات پر عمل کرنے کی قوت بخشی تاکہ جو اس کے حقائق کے متحمل نہیں ہو سکتے ان پر ہماری فوقیت و برتری ثابت کر دے۔ اے اللہ! جس طرح تو نے ہمارے دلوں کو قرآن کا حامل بنایا اور اپنی رحمت سے اس کے فضل و شرف سے آگاہ کیا یوں ہی محمدؐ پر جو قرآن کے خطبہ خواں،

اور اُن کی آلؑ پر جو قرآن کے خزینہ دار ہیں رحمت نازل
 فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار دے جو یہ اقرار
 کرتے ہیں کہ یہ تیری جانب سے ہے تاکہ اس کی تصدیق
 مِمَّنْ يَعْتَصِمُ بِحَبْلِهِ وَيَأْوِي إِلَى الْمُتَشَابِهَاتِ إِلَى
 حِرْزٍ مَعْقِلِهِ وَيَسْكُنُ فِي ظِلِّ جَنَاحِهِ
 وَيَهْتَدِي بِضَوْءِ صَبَاحِهِ وَيَقْتَدِي بِتَبْلُجِ إِسْفَارِهِ
 وَيَسْتَصْبِحُ بِمُصْبَاحِهِ وَلَا يَلُ تَمَسُّ الْهُدَى فِي
 غَيْرِهِ اللَّهُمَّ وَكَمَا نَصَبْتَ بِهِ مُحَمَّدًا عَلَمًا لِلدَّلَالَةِ
 عَلَيْكَ وَأَنْهَجْتَ بِأَلِهِ سُبُلَ الرِّضَا إِلَيْكَ فَصَلِّ عَلَى
 مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْعَلِ الْقُرْآنَ وَسِيلَةً لَنَا إِلَى أَشْرَفِ
 مَنَازِلِ الْكَرَامَةِ وَسَلِّمًا نَعْرُجُ فِيهِ إِلَى مَحَلِّ
 السَّلَامَةِ وَسَبَبًا نُجْزِي بِهِ النَّجَاةَ فِي عَرَصَةِ
 الْقِيَمَةِ وَذَرِيعَةً نَقْدُمُ بِهَا عَلَى نَعِيمِ دَارِ الْمَقَامَةِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَحْطِطْ بِالْقُرْاٰنِ عَنَّا
 ثِقَلِ الْاَوْزَارِ وَهَبْ لَنَا حُسْنَ شَمَائِلِ الْاَبْرَارِ
 وَاَقِفْ بِنَا اَثَارَ الَّذِيْنَ قَامُوْا لَكَ بِهٖ اِنَاءَ اللَّيْلِ
 وَاَطْرَافِ النَّهَارِ حَتّٰی تُطَهِّرَنَ مِنْ كُلِّ دَنَسٍ
 بِتَطْهِیْرِہٖ وَتَقْفُوْا بِنَا اَثَارَ الَّذِيْنَ اسْتَضَاوْا بِنُوْرِہٖ
 وَلَمْ یُلْهِہِمِ الْاَمَلُ عَنِ الْعَمَلِ فَيَقْطَعُہُمْ بِخُدَعِ
 غُرُوْرِہٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاجْعَلِ الْقُرْاٰنَ
 لَنَا فِیْ ظُلَمِ اللَّیَالِیْ مُوْنِسًا وَمِنْ نَزَغَاتِ
 الشَّیْطَانِ وَخَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ حَارِسًا وَ
 لَا قَدَامَنَا عَنِ

میں ہمیں شک و شبہ لاحق نہ ہو اور اس کے سیدھے راستے سے
 روگردانی کا خیال بھی نہ آنے پائے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی
 آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ان لوگوں میں سے قرار

دے جو اس کی ریسمان سے وابستہ اور مشتبہ امور میں اس کی
 محکم پناہ گاہ کا سہارا لیتے اور اس کے پروں کے زیر سایہ منزل
 کرتے، اس کی صبح درخشاں کی روشنی سے ہدایت پاتے اور
 اس کے نور کی درخشندگی کی پیروی کرتے اور اس کے چراغ
 سے چراغ جلاتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی سے ہدایت کے
 طالب نہیں ہوتے۔ بارِ الہا! جس طرح تو نے اس قرآن
 کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی رہنمائی کا نشان
 بنایا ہے اور اُن کی آل کے ذریعہ اپنی رضا و خوشنودی کی
 راہیں آشکارہ کی ہیں یونہی محمد اور اُن کی آل پر رحمت نازل
 فرما اور ہمارے لئے قرآن کو عزت و بزرگی کی بلند پایہ
 منزلوں تک پہنچنے کا وسیلہ اور سلامتی کے مقام تک بلند
 ہونے کا زینہ اور میدانِ حشر میں نجات کو جزا میں پانے کا
 سبب اور محلِ قیام (جنت) کی نعمتوں تک پہنچنے کا ذریعہ

قرار دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما
 اور قرآن کے ذریعہ گناہوں کا بھاری بوجھ ہمارے سر سے
 اُتار دے اور نیکوکاروں کے اچھے خصائل وعادات ہمیں
 مرحمت فرما اور اُن لوگوں کے نقشِ قدم پر چلا جو تیرے
 لئے رات کے لمحوں اور صبح وشام (کی ساعتوں) میں اُسے اپنا
 دستور العمل بناتے ہیں تاکہ اس کی تطہیر کے وسیلہ سے تو
 ہمیں ہر آلودگی سے پاک کر دے اور ان لوگوں کے نقش
 قدم پر چلائے، جنہوں نے اس کے نور سے روشنی حاصل کی
 ہے۔ اور امیدوں نے انہیں عمل سے غافل نہیں ہونے دیا
 کہ انہیں اپنے فریب

نَقْلَهَا إِلَى الْمَعَاصِي حَابِسًا وَلَا لِسِنَتِنَا عَنِ
 الْخَوْضِ فِي الْبَاطِلِ مِنْ غَيْرِ مَا أَفَةِ مُخْرِسًا
 وَلِجَوَارِحِنَا عَنِ اقْتِرَافِ الْأَثَامِ زَاجِرًا وَلِلْمَاطَوَاتِ

الْغَفْلَةُ عَنَّا مِنْ تَصَفُّحِ الْإِعْتِبَارِ نَاشِرًا حَتَّى
 تُوَصِّلَ إِلَى قُلُوبِنَا فَهَمَّ عَجَائِبُهُ وَزَوَاجِرَ أَمْثَالِهِ
 الَّتِي ضَعُفَتْ الْجِبَالُ الرَّوَاسِي عَلَى صَلَابَتِهَا عَنْ
 احْتِمَالِهِ اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَدِمِ بِالْقُرْآنِ
 صَلَاحَ ظَاهِرِنَا وَاجْجِبْ بِهِ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ عَنْ
 صِحَّةِ ضَمَائِرِنَا وَاغْسِلْ بِهِ دَرَنَ قُلُوبِنَا وَعَلَائِقَ
 أَوْزَارِنَا وَاجْمَعْ بِهِ مُنْتَشَرَ أُمُورِنَا وَأَرْوِ بِهِ فِي مَوْقِفِ
 الْعَرَضِ عَلَيْكَ ظَمَاءَ هَوَاجِرِنَا وَاكْسِنَا بِهِ حُلَلَ
 الْأَمَانِ يَوْمَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ فِي نُشُورِنَا اَللَّهُمَّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاجْبُرْ بِالْقُرْآنِ خَلَّتْنَا مِنْ عَدَمِ
 الْإِمْلَاقِ وَسُقَى إِلَيْنَا بِهِ رَغَدَ الْعَيْشِ وَخِصْبَ
 سَعَةِ الْأَرْزَاقِ وَجَنِّبْنَا بِهِ الصَّرَائِبَ الْمَذْمُومَةَ
 وَمَدَانِي الْأَخْلَاقِ وَاعْصِمْنَا بِهِ مِنْ هَوَاةِ الْكُفْرِ
 وَدَوَاعِي النِّفَاقِ حَتَّى يَكُونَ لَنَا فِي الْقِيَامَةِ إِلَى

رِضْوَانِكَ وَجَنَانِكَ قَائِدًا وَلِنَا فِي

کی نیرنگیوں سے تباہ کر دیں اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
رحمت نازل فرما اور قرآن کو رات کی تاریکیوں میں ہمارا
مونس اور شیطان کے مفسدوں اور دل میں گزرنے والے
وسوسوں سے نگہبانی کرنے اور ہمارے قدموں کو
نافرمانیوں کی طرف بڑھنے سے روک دینے والا اور ہماری
زبانوں کو باطل پیمائیوں سے بغیر کسی مرض کے گنگ
کر دینے والا اور ہمارے اعضاء کو ارتکاب گناہ سے باز رکھنے
والا اور ہماری غلفت و مدہوشی نے جس دفتر عبرت و
پند اندوزی کو تہہ کر رکھا ہے، اُسے پھیلانے والا قرار دے
تا کہ اس کے عجائب و رموز کی حقیقتوں اور اس کی متنبہ
کرنے والی مثالوں کو کہ جنہیں اٹھانے سے پہاڑ اپنے
استحکام کے باوجود عاجز آچکے ہیں ہمارے دلوں میں

اُتار دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما
 اور قرآن کے ذریعہ ہمارے ظاہر کو ہمیشہ صلاح و رشد سے
 آراستہ رکھ اور ہمارے ضمیر کی فطری سلامتی سے غلط
 تصورات کی دخل دراندازی کو روک دے اور ہمارے دلوں
 کی کثافتوں اور گناہوں کی آلودگیوں کو دھو دے اور اس
 کے ذریعے ہمارے پراگندہ امور کی شیرازہ بندی کر اور
 میدانِ حشر میں ہماری جھلستی ہوئی دوپہروں کی تپش و تشنگی
 بجھا دے اور سخت خوف و ہراس کے دن جب قبروں سے
 اٹھیں تو ہمیں امن و عافیت کے جامے پہنا دے۔ اے اللہ!
 محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور قرآن کے ذریعہ
 فقر و احتیاج کی وجہ سے ہماری خستگی و بد حالی کا تدارک فرما
 اور زندگی کی کشائش اور فراغِ روزی کی آسودگی کا رُخ
 ہمارے جانب پھیر دے اور بری عادات اور پست اخلاق سے

ہمیں دُور کر دے اور کفر کے گڑھے میں

الدُّنْيَا عَنْ سَخَطِكَ وَتَعَذِّبِي حُدُودَكَ ذَائِدًا وَلِمَا
عِنْدَكَ بِتَحْلِيلِ حَلَالِهِ وَتَحْرِيمِ حَرَامِهِ شَاهِدًا
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَهَوْنٌ بِالْقُرْآنِ عِنْدَ
الْمَوْتِ عَلٰی اَنْفُسِنَا كَرْبِ السِّيَاقِ وَجَهْدِ الْاَلَنِينِ
وَتَرَادُفِ الْحَشَارِجِ اِذَا بَلَغَتِ النُّفُوسُ التَّرَاقِي
وَقِيلَ مِنْ رَاقٍ وَتَجَلَّى مَلَكُ الْمَوْتِ لِقَبْضِهَا مِنْ
حُجْبِ الْغُيُوبِ وَرَمَاهَا عَنْ قَوْسِ الْمَنَآيَا بِأَسْهُمِ
وَحَشَةِ الْفِرَاقِ وَدَافَ لَهَا مِنْ دُعَافِ الْمَوْتِ كَاسًا
مَسْمُومَةً الْمَذَاقِ وَدَنَا مِنَّا اِلَى الْاٰخِرَةِ رَحِيلُ
وَانْطِلَاقُ وَصَارَتِ الْأَعْمَالُ قَلَائِدَ فِي الْأَعْنَاقِ
وَكَانَتِ الْقُبُورُ هِيَ الْمَأْوٰى اِلَى مِيقَاتِ يَوْمِ
التَّلَاقِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ لَنَا فِي

حُلُولِ دَارِ الْبَلَىٰ وَطُولِ الْمَقَامَةِ بَيْنَ أَطْبَاقِ
 الثَّرَىٰ وَاجْعَلِ الْقُبُورَ بَعْدَ فِرَاقِ الدُّنْيَا خَيْرَ
 مَنَازِلِنَا وَافْسَحْ لَنَا بِرَحْمَتِكَ فِي ضَيْقِ مَلَا حِدِنَا
 وَلَا تَفْضَحْنَا فِي حَاضِرِي الْقِيَامَةِ بِمُؤَبَّقَاتِ اثَامِنَا
 وَارْحَمْ بِالْقُرْآنِ فِي مَوْقِفِ الْعَرَضِ عَلَيْكَ ذُلَّ
 مَقَامِنَا وَثَبِّتْ بِهِ عِنْدَ اضْطِرَابِ جِسْرِ جَهَنَّمَ
 يَوْمَ الْمَجَازِ عَلَيْنَا زَلَّلَ

گرنے) اور نفاق انگیز چیزوں سے بچا لے تاکہ وہ ہمیں
 قیامت میں تیری خوشنودی و جنت کی طرف بڑھانے والا اور
 دُنیا میں تیری ناراضگی اور حدود شکنی سے روکنے والا ہو اور
 اس امر پر گواہ ہو کہ جو چیز تیرے نزدیک حلال تھی اسے
 حلال جانا اور جو حرام تھی اسے حرام سمجھا۔ اے اللہ! محمدؐ اور
 اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس قرآن کے وسیلہ سے

موت کے ہنگام نزع کی اذیتوں، کراہنے کی سختیوں اور جاں
 کنی کی لگاتار ہچکیوں کو ہم پر آسان فرما جب کہ جان گلے تک
 پہنچ جائے اور کہا جائے کہ کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا ہے
 (جو کچھ تدارک کرے) اور ملک الموت غیب کے پردے
 چیر کر قبض روح کے لئے سامنے آئے اور موت کی کمان
 میں فراق کی دہشت کے تیر جوڑ کر اپنے نشانہ کی زد پر رکھ
 لے اور موت کے زہریلے جام میں زہر بلاہل گھول دے
 اور آخرت کی طرف ہمارا چل چلاؤ، اور کوچ قریب ہو اور
 ہمارے اعمال ہماری گردن کا طوق بن جائیں اور قبریں
 روزِ حشر کی ساعت تک آرام گاہ قرار پائیں۔ اے اللہ! محمدؐ
 اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور کہنگی و بوسیدگی کے
 گھر میں اترنے اور مٹی کی تہوں میں مدت تک پڑے
 رہنے کو ہمارے لئے مبارک کرنا اور دُنیا سے منہ موڑنے

کے بعد قبروں کو ہمارا اچھا گھر بنانا اور اپنی رحمت سے ہمارے لئے گور کی تنگی کو کشادہ کر دینا اور حشر کے عام اجتماع کے سامنے ہمارے مہلک گناہوں کی وجہ سے ہمیں روانہ کرنا۔ اور اعمال کے پیش ہونے کے مقام پر ہماری ذلت و خواری کی وضع پر رحم فرمانا۔ اور جس دن جہنم کے پل پر سے گزرنا ہوگا، تو اس کے لڑکھڑانے کے وقت ہمارے ڈگمگاتے ہوئے

أَقْدَامِنَا وَنَجِّنَا بِهِ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَشَدَائِدِ أَهْوَالِ يَوْمِ الظَّامَةِ وَبَيِّضْ وُجُوهَنَا يَوْمَ
تَسْوَدُّ وُجُوهُ الظَّالِمَةِ فِي يَوْمِ الْحُسْرَةِ وَالنَّدَامَةِ
وَاجْعَلْ لَنَا فِي صُدُورِ الْمُؤْمِنِينَ وَدًّا وَلَا تَجْعَلِ
الْحَيَاةَ عَلَيْنَا نَكْدًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُولِكَ كَمَا بَلَغَ رِسَالَتَكَ وَصَدَعَ بِأَمْرِكَ

وَنصَحَ لِعِبَادِكَ اللَّهُمَّ اجْعَلْ نَبِيَّنَا صَلَوَتَكَ
عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اقْرُبِ النَّبِيِّينَ مِنْكَ
مَجْلِسًا وَأَمْكِنَهُمْ مِنْكَ شَفَاعَةً وَأَجْلَّهُمْ عِنْدَكَ
قَدْرًا وَأَوْجِهَهُمْ عِنْدَكَ جَاهًا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَشَرِّفْ بُنْيَانَهُ وَعَظِّمْ بُرْهَانَهُ
وَثَقِّلْ مِيزَانَهُ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ وَقَرِّبْ وَسِيلَتَهُ
وَبَيِّضْ وَجْهَهُ وَأَتِمِّ نُورَهُ وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ وَأَحْيِنَا
عَلَى سُنَّتِهِ وَتَوَفَّنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَخُذْ بِنَا مِنْهَاجَهُ
وَاسْلُكْ بِنَا سَبِيلَهُ وَجْعَلْنَا مِنْ أَهْلِ طَاعَتِهِ
وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ وَأَوْرِدْنَا حَوْضَهُ وَاسْقِنَا بِكَاسِهِ
وَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ صَلَوةً تُبْلِغُهُ بِهَا أَفْضَلَ
مَا يَأْمُلُ مِنْ خَيْرِكَ وَفَضْلِكَ وَكَرَامَتِكَ إِنَّكَ ذُو
رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَفَضْلٍ كَرِيمٍ اللَّهُمَّ اجْزِهِ بِمَا بَلَغَ
مِنْ

قدموں کو جمادینا اور قیامت کے دن ہمیں اس کے ذریعہ ہر
 اندوہ اور روزِ حشر کی سخت ہولناکیوں سے نجات دینا۔ اور
 جب کہ حسرت و ندامت کے دن ظالموں کے چہرے سیاہ
 ہونگے ہمارے چہروں کو نورانی کرنا اور مومنین کے دلوں
 میں ہماری محبت پیدا کر دے، اور زندگی کو ہمارے لئے
 دشوار گزار نہ بنا۔ اے اللہ! محمدؐ جو تیرے خاص بندے اور
 رسول ہیں اُن پر رحمت نازل فرما جس طرح انہوں نے
 تیرا پیغام پہنچایا، تیری شریعت کو واضح طور سے پیش کیا اور
 تیرے بندوں کو پند و نصیحت کی۔ اے اللہ! ہمارے نبی صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن تمام نبیوں سے منزلت
 کے لحاظ سے مقرب تر، شفاعت کے لحاظ سے برتر،
 قدر و منزلت کے اعتبار سے بزرگ تر اور جاہ و مرتبت کے
 اعتبار سے ممتاز تر قرار دے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر

رحمت نازل فرما اور اُن کے ایوان (عرو شرف) کو بلند، اُن کی دلیل و برہان کو عظیم اور اُن کے میزان (عمل کے پلے) کو بھاری کر دے۔ ان کی شفاعت کو قبول فرما اور اُن کی منزلت کو اپنے سے قریب کر، اُن کے چہرے کو روشن، اُن کے نور کو کامل اور اُن کے درجہ کو بلند فرما، اور ہمیں انہی کے آئین پر زندہ رکھ اور انہی کے دین پر موت دے اور انہی کی شاہراہ پر گامزن کر اور انہی کے راستہ پر چلا اور ہمیں اُن کے فرمانبرداروں میں سے قرار دے اور اُن کی جماعت میں محشور کر اور ان کے حوض پر اُتار اور اُن کے ساغر سے سیراب فرما، اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جس کے ذریعہ انہیں بہترین نیکی، فضل اور عزت تک پہنچا دے جس کے وہ امیدوار ہیں اس لئے کہ تو وسیع رحمت اور عظیم فضل و احسان کا مالک ہے۔ اے اللہ!

انہوں نے جو تیرے

رِسَالَاتِكَ وَأَدَّى مِنْ آيَاتِكَ وَنَضَحَ لِعِبَادِكَ
وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِكَ أَفْضَلَ مَا جَزَيْتَ أَحَدًا مِنْ
مَلَائِكَتِكَ الْمُقَرَّبِينَ وَأَنْبِيَائِكَ الْمُرْسَلِينَ
الْمُصْطَفَيْنَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

پیغامات کی تبلیغ کی، تیری آیتوں کو پہنچایا، تیرے بندوں کو
پند و نصیحت کی اور تیری راہ میں جہاد کیا، ان سب کی انہیں
جزادے جو ہر اس جزا سے بہتر ہو جو تو نے مقرب فرشتوں
اور برگزیدہ مرسل نبیوں کو عطا کی ہو، ان پر اور اُن کی پاک و
پاکیزہ آل پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں اُن
کے شامل حال ہوں۔

یہ دُعاء دُعاے ختم قرآن کے نام سے موسوم ہے

جسے امام علیہ السلام قرآن مجید ختم کرنے کے بعد پڑھتے تھے لہذا اس دُعا کو ختم قرآن کے بعد پڑھنا چاہئے، قرآن مجید پسند و نصح، حکم و مواعظ، عبر و امثال اور احکام شریعت کا سرچشمہ ہے اس لئے اسے پڑھنا، سننا اور اس میں غور و فکر کرنا ہماری زندگی کا معمول ہونا چاہئے، چنانچہ ارشادِ باری ہے

فاقرئوا ما تیسر من القرآن ”جتنا بآسانی قرآن پڑھ سکو اتنا پڑھ لیا کرو۔“ اس سلسلہ میں احادیث بھی بڑی کثرت سے وارد ہوئی ہیں جن میں تلاوتِ قرآن کے اجر و ثواب کا ذکر اور اس کے مرغوب و مطلوب ہونے کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام کا ارشاد ہے:-

من قرأ آية من كتاب الله عزّ و جل في صلاته قائماً يكتب له بكل حرف مائة حسنة فان

قرأها في غير صلوة كتب الله له بكل حرف عشر
 حسنات و ان استمع القرآن كتب الله بكل
 حرف حسنة وان ختم القرآن ليلا صلت عليه
 الملائكة حتى يصبح وان ختمه

”جو شخص قیام نماز میں قرآن مجید کی ایک آیت کی تلاوت
 کرے اس کے نامہ اعمال میں ہر حرف کے بدلے سو
 نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور اگر نماز کے علاوہ پڑھے تو خداوند
 عالم ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں
 ثبت کرتا ہے اور اگر صرف قرآن کو سُنے تو بھی اللہ ہر
 حرف کے بدلے میں نیکی لکھتا ہے اور اگر قرآن رات کے
 وقت ختم کرے تو صبح تک فرشتے اس کے لئے دُعاے
 رحمت کرتے ہیں اور اگر

نهار اصلت عليه الحفظة حتى يمسي وكانت له

دعوة مستجابة وكان خيرا له هما بين السماء
والارض۔

دن کو ختم کرے تو شام تک حفاظت کرنے والے ملائکہ
اس پر درود و رحمت بھیجتے ہیں اور اس کی دعا قبول ہوتی ہے
اور یہ اس کے لئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جو زمین و
آسمان کے درمیان ہے۔“

مقصدِ تلاوت صرف یہ نہیں ہے کہ زبان پر الفاظ
قرآن جاری ہو جائیں، بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ ان الفاظ کے
ذریعہ قرآن کے تعلیمات دل و دماغ میں محفوظ ہو جائیں
اور اخلاقی و روحانیت افادیت اور علمی و عملی بصیرت کا باعث
ہوں اور زندگی کو حق و صداقت کے سانچہ میں ڈھال دیں۔
اس لئے ضرورت ہے کہ تلاوت کے موقع پر ان آداب و
شرائط کو ملحوظ رکھا جائے جو اس مقصد کے حصول میں

معین ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ یہ آداب کچھ ظاہر سے متعلق ہیں اور کچھ باطن سے، ظاہری آداب یہ ہیں کہ تلاوت کے وقت با وضو اور رُوبقبلہ ہو، ادب و احترام کے ساتھ قرآن مجید کھول کر سامنے رکھے اور تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہے اور آواز کو نہ زیادہ اونچا کرے اور نہ زیادہ دھیمّا۔ البتہ اگر نمودور یا کاندیشہ ہو تو پھر چپکے چپکے پڑھے۔ مخارج حروف کا لحاظ رکھے، وقف کے محل پر وقف کرے۔ ٹھہر ٹھہر کر اس کے جملے ادا کرے اور ممکن ہو تو خوش الحانی سے تلاوت کرے مگر آواز میں اتار چڑھاؤ اور غنائ کی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اقروا القرآن بالحنّ العرب واصواتها وایاکم ولحون اهل الفسق واهل الکبائر۔

قرآن کو عرب کے لحن اور لب و لہجہ میں پڑھو اور فاسقوں
اور گنہگاروں کے طرز و لحن میں نہ پڑھو۔“

جب دورانِ تلاوت میں ایسی آیت پر نظر پڑے
جو عذاب و وعید پر مشتمل ہو تو اللہ تعالیٰ کے غضب سے پناہ
مانگے، اور عالمِ آخرت کی کسی نعمت و بخشائش کا ذکر آئے تو
اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلائے۔ دُعا
و استغفار کے سلسلہ میں کوئی آیت آئے تو دُعا و استغفار
کرے آیہ سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ کرے اور تین دن سے کم
عرصہ میں پورے قرآن کو ختم نہ کرے اور جب کوئی سورۃ
ختم کرے تو یہ کہے: صدق اللہ العلی العظیم و بلغ
رسوله الکریم اللهم انفعنا به وبارک لنا فیہ
الحمد لله رب العالمین۔ اور جب پورے قرآن کو ختم
کرے تو دُعا ئے ختم القرآن پڑھے، یہ آداب وہ ہیں جن کا

تعلق صرف ظاہر سے ہے۔ اور وہ آداب جن کا تعلق ضمیر و وجدان اور باطن سے ہے یہ ہیں:-

پہلے یہ کہ قرآن مجید کی عظمت و تقدیس کو نظر میں رکھے اور اس کا عام کتابوں کی طرح مطالعہ نہ کرے بلکہ اپنے ذہن میں یہ تصور قائم کرے کہ یہ کتاب جو اس وقت ایک مجموعہ کی صورت میں اس کی نگاہوں کے سامنے ہے ایک وقت لوح محفوظ کی زینت تھی جو ملکِ امین کے ذریعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل ہوئی اور پھر ان کی زبان سے نکل کر فصحاء عالم کو گنگ کرتی ہوئی اس تک پہنچی ہے۔ جب یہ عظمت دل میں گھر کر لے گی تو فکر و نظر کی راہ آسان ہو جائے گی اور ایک ایسی صحت مند، ذہنیت تشکیل پائے گی جو اخلاق و روحانیت کے اثرات کو قبول کرنے پر آمادہ کرے گی۔

دوسرے یہ کہ اس کے نازل کرنے والے کی عظمت و جلال کا تصور کرے کہ جو عرش و لوح، زمین و آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ، غرض کائنات کی ہر چیز پر محیط ہے اور ہر عظیم سے عظیم تر اور ہر عظمت سے اس کی عظمت بالاتر ہے اور جب اس کی عظمت سے متاثر ہو کر اس کی تلاوت کی جائے تو اس کے قصص و مثال اور حکم و نصائح پوری طرح دل و دماغ کو متاثر کریں گے۔

تیسرے یہ کہ سوز و گداز، رقت قلب اور خضوع و خشوع کے ساتھ اس کی تلاوت کرے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب دل، اللہ تعالیٰ اور اس کلام کی عظمت سے متاثر ہو۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

من قرأ القرآن ولم يخضع ولم يرق قلبه ولا ينشئ حزناً ووجلاً في سره فقد استهان بعظيم

شان اللہ تعالیٰ و خسر خسر انا مبینا۔

جو شخص قرآن کی تلاوت کرے اور اس کے دل میں
انکساری اور رقت کے جذبات اور ضمیر میں حزن و خوف کے
کیفیات پیدا نہ ہوں اُس نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و منزلت کو
سبک سمجھا اور سراسر نقصان میں رہا۔“

چوتھے یہ کہ شیطانی وساوس و خطرات اور فاسد
خیالات کو اپنے دل سے دور رکھے تاکہ توجہ و حضوری قلب
حاصل ہو سکے کیونکہ توجہ و انہماک نہ ہو تو تلاوت کی افادیت
کمزور و مضحک ہو جاتی ہے۔

پانچویں یہ کہ تلاوت کے وقت قرآن مجید کے ہر
گوشہ پر نظر رکھے۔ اس کے مطالب و مقاصد کو سمجھے اور
سمجھنے کے بعد انہیں ذہن نشین کرے تاکہ معانی و معارف
کا سرمایہ دل و دماغ میں فراہم ہو تا رہے اور فہم و تدبر کی

راہیں کھلتی رہیں اور جب غور و فکر کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ
 جاتا ہے اور طبیعت اس طرف متوجہ نہیں ہوتی تو صلاحیت
 مردہ اور دل زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:
 افلا یتدبرون القرآن ام علیٰ قلوب اقفالہا۔
 قرآن میں کچھ بھی تو غور نہیں کرتے۔ یا یہ کہ ان کے دلوں
 پر تالے لگے ہوئے ہیں۔“

چھٹے یہ کہ صرف ظاہر معنی کے جاننے پر اکتفا نہ
 کرے۔ اس طرح کہ خالق کے معنی پیدا کرنے والے اور
 رازق کے معنی رزق دینے والے کے ہیں۔ بلکہ جن آیتوں
 میں اس کے اسماء و صفات اور مختلف افعال کا تذکرہ ہے
 ان میں غور و تدبر کرے کہ وہ خالق ہے، تو اس کی خالقیت
 کی نوعیت کیا ہے اور کسی طرح بغیر کسی مواد اور بغیر کسی
 نمونہ کے مختلف الانواع پیکر خلق کئے۔ اور رازق ہے، تو اس

کی رزاقیت کا دائرہ کتنا وسیع ہے کہ سمندر کی تہہ میں رہنے والے، فضا میں اڑنے والے، پہاڑوں کی کھوؤں میں بسنے والے سب ہی کو رزق مل رہا ہے اور شکم مادر میں کروٹیں بدلنے والے اور مفلوج و بے دست و پا تک کو روزی حاصل ہو رہی ہے۔ جوں جوں انسان اس کے صفات میں غور و فکر کرے گا اس کا تصور و ادراک اپنی در ماندگی کا اعتراف کرے گا اور یہ اعتراف معرفت کے حدود سے قریب کر دے گا۔

ساتویں یہ کہ جو امور فہم قرآن سے مانع ہوتے ہیں ان کا قلع قمع کرے۔ ان موانع میں سے چند یہ ہیں:-

(۱) تقلید و تعصب:- جب انسان کو رانہ تقلید

اور عصبیت کا شکار ہو جاتا ہے تو اس کے نتیجہ میں ایک مسلک کی جنبہ داری چاہے وہ کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو اس کا

و تیرہ بن جاتی ہے اور قرآن کو کھینچ تان کر اپنی رائے کے مطابق کرنے کی کوشش کرے گا اور قرآن کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے خود ساختہ مطلب کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گا اور یہ کج فکری اس کی طبیعت میں اس طرح رچ بس جائے گی کہ طبیعت ثانیہ بن جائے گی۔ اور اب اسے سیدھی سیدھی بات بھی ٹیڑھی اور ٹیڑھی سے ٹیڑھی بات بھی سیدھی دکھائی دے گی۔

(۲) فکری جمود:- اس سے ذہن کی انجلانی

کیفیت ختم اور فکر و کاوش کی قوت معطل ہو جاتی ہے اور وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ بس جو مفسرین نے لکھ دیا ہے وہی صحیح ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی تفسیر نہیں ہو سکتی۔ اور وہ غور و فکر سے ہاتھ اٹھا کر انہی کے قول پر قانع ہو جاتا ہے۔

(۳) اصرار معاصی:- یہ بھی ایک بڑی

رکاوٹ ہے کیونکہ گناہوں کے پیہم ارتکاب سے صفا و نورانیت ختم ہو جاتی ہے اور دل پر تاریکی و ظلمت کی ایسی تہیں چڑھ جاتی ہیں کہ حقائق و معارف کی روشنی کا ان میں گزر نہیں ہو سکتا۔

(۴) سطحی انہماک:- اس طرح کہ حروف

اور اُن کے مخارج وغیرہ کی تحقیق ہی پر اپنی توجہ کو منحصر کر دے اور جب توجہ انہی چیزوں کی طرف ہوگی تو معانی و مطالب کی طرف توجہ مبذول کرنے کا موقع ہی نہ ملے گا۔ یہ لوگ سطح دریا کے دلکش مناظر میں اس طرح کھو جاتے ہیں کہ انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ اس کی تہہ میں کتنے خزانے مخفی ہیں کہ وہ موجوں سے کھیلیں اور لہروں سے ٹکرائیں اور

اپنے دامن کو موتیوں سے بھریں۔

آٹھویں یہ کہ قرآن کے حکم و مواعظ اور قصص و امثال پر غور کرے اور اس کے عبرت و نصیحت کے پہلوؤں کو دیکھے، تو اُن سے عبرت و نصیحت حاصل کرے۔ اور ایسے ومارد میں قدرت نے جہاں جہاں خطاب کیا ہے یہ تصور کرے کہ یہ خطاب اسی سے ہے لہذا اس سے اسی طرح اثر لے جس طرح کسی فرمانروا کے فرمان کو پڑھ کر اثر لیا جاتا ہے اور اس پر ہر ممکن طریقہ سے عمل کیا جاتا ہے تاکہ سلطانی قہر و غضب کی زد میں نہ آئے۔

نویں یہ کہ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں تہدید و سرزنش ہو تو اس پر خوف و ہراس چھا جائے اور جب ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں رحمت و مغفرت اور نعيم جنت کا تذکرہ ہو تو اس کے اندر امید و

رجاء اور مسرت و انبساط کی روح دوڑنے لگے۔

دسویں یہ کہ تلاوت کے موقع پر یہ سمجھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہے۔ اگر یہ اسے نہیں دیکھ سکتا مگر وہ اسے دیکھ رہا ہے اور گوش بر آواز ہے۔ جب اس تصور کے قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر یہ تصور کرے کہ خداوند عالم اس قرآن کے ذریعہ اس سے مخاطب ہے اور اسے اچھائیوں کا حکم دے رہا ہے اور برائیوں سے روک رہا ہے۔ جب اس منزل تک پہنچ جائے تو پھر اسی کو اپنے تصورات و خیالات کا مرکز بنائے۔ اس حد تک کہ فکر و خیال میں اس کے علاوہ کسی اور کی گنجائش نہ رہے نہ اپنی ذات کی طرف نہ اپنے مال کی طرف اور نہ اہل و عیال کی طرف اور کلام کے پردہ میں متکلم سے لو لگائے۔ کیونکہ اس کا کلام اس کا آئینہ دار ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام

کا ارشاد ہے:

والله لقد تجلى الله لخلقہ فی کلامہ ولكن لا
يبصرون۔

خدا کی قسم! قدرت اپنے کلام کے اندر اپنی مخلوقات کے لئے
جلوہ گر ہے لیکن وہ دیکھتے نہیں ہیں۔“

گیارہویں یہ کہ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس
میں نیکو کاروں کا تذکرہ اور ان کی مدح و توصیف ہو تو اپنے
کو ان میں شمار نہ کرے۔ اور نہ ان صفتوں کو اپنے اوپر
منطبق کرنے کی کوشش کرے بلکہ اس موقع پر اللہ
تعالیٰ سے دُعا کرے کہ وہ مومنین کے صفات سے متصف ہو
اور اللہ تعالیٰ سے اہل صدق و صفا میں سے قرار دے۔ اور
جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرے جس میں نافرمانوں
اور گنہگاروں کی مذمت ہو، تو یہ سمجھے کہ جن لوگوں سے یہ

خطاب ہے اور جہنمیں یہ تنبیہ و سرزنش کی جارہی ہے اُن میں
ایک فرد وہ بھی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے توبہ و انابت
کرے، گناہوں سے مغفرت چاہے اور حسن عمل کی توفیق
مانگے تاکہ خداوندِ عالم اسے قرآن پر عمل کرنے والوں
میں شمار کرے اور شفاعتِ قرآن اُسے نصیب کرے۔

دُعَاؤُهُ إِذَا انْظَرَ إِلَى الْهَلَالِ دُعَاؤُهُ رَوَيْتُ بِلال

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا انْظَرَ
إِلَى الْهَلَالِ -

دُعَاؤُهُ رَوَيْتُ بِلال

أَيُّهَا الْخَلْقُ الْمَطِيعُ الدَّائِبُ السَّرِيعُ الْمُتَرَدِّدُ فِي
مَنَازِلِ التَّقْدِيرِ الْمُتَصَرِّفُ فِي فَلَكَ التَّدْبِيرِ
أَمَنْتُ بِمَنْ نَوَّرَ بِكَ الظُّلَمَ وَأَوْضَحَ بِكَ الْبُهْمَ
وَجَعَلَكَ آيَةً مِنْ آيَاتِ مُلْكِهِ وَعَلَامَةً مِنْ عِلْمَاتِ
سُلْطَانِهِ وَامْتَهَنَكَ بِالزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ وَالطُّلُوعِ
وَالْأُفُولِ وَالْإِنَارَةِ وَالْكُسُوفِ فِي كُلِّ ذَلِكَ أَنْتَ لَهُ
مُطِيعٌ وَإِلَى إِرَادَتِهِ سَرِيعٌ سُبْحَانَهُ مَا أَعْجَبَ مَا دَبَّرَ فِي
أَمْرِكَ وَالْطَّفَ مَا صَنَعَ فِي شَانِكَ جَعَلَكَ مِفْتَاحَ
شَهْرِ حَادِثٍ لِأَمْرِ حَادِثٍ فَاسْئَلِ اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكَ

وَخَالِقِي وَخَالِقِكَ وَمُقَدِّرِي وَمُقَدِّرِكَ وَمُصَوِّرِي
وَمُصَوِّرِكَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَنْ يُجْعَلَ
هِلَالُ بَرَكَهٍ لَا تَمَحُّهَا الْأَيَّامُ وَطَهَارَةٌ لَا تُدَلِّسُهَا
الْأَثَامُ هِلَالٌ آمِنٌ مِنَ الْآفَاتِ وَسَلَامَةٌ

اے فرمانبردار، سرگرم عمل اور تیز رو مخلوق اور مقررہ
منزلوں میں یکے بعد دیگرے وارد ہونے اور فلک نظم
و تدبیر میں تصرف کرنے والے میں اس ذات پر ایمان لایا
جس نے تیرے ذریعہ تاریکیوں کو روشن اور ڈھکی چھپی
چیزوں کو آشکارا کیا اور تجھے اپنی شاہی و فرمانروائی کی
نشانیوں میں سے ایک نشانی اور اپنے غلبہ و اقتدار کی
علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا اور تجھے بڑھنے، گھٹنے،
نکلنے، پھپھنے اور چمکنے گہنانے سے تسخیر کیا۔ ان تمام حالات
میں تو اس کے زیر فرمان اور اس کے ارادہ کی جانب رواں

دواں ہے۔ تیرے بارے میں اس کی تدبیر و کار سازی کتنی عجیب اور تیری نسبت اس کی صناعتی کتنی لطیف ہے تجھے پیش آئند حالات کے لئے نئے مہینہ کی کلید قرار دیا۔ تو اب میں اللہ تعالیٰ سے جو میرا پروردگار اور تیرا پروردگار، میرا خالق اور تیرا خالق، میرا نقش آرا اور تیرا نقش آرا، اور میرا صورت گر اور تیرا صورت گر ہے سوال کرتا ہوں کہ وہ رحمت نازل کرے محمدؐ اور اُن کی آل پر اور تجھے ایسی برکت والا چاند قرار دے، جسے دنوں کی گردشیں زائل نہ کر سکیں اور ایسی پاکیزگی والا جسے گناہ کی کٹافیتیں آلودہ نہ کر سکیں۔ ایسا چاند جو آفتوں سے بری اور برائیوں سے محفوظ ہو۔

سراسر یمن و سعادت کا چاند جس میں

مِّنَ السَّيِّئَاتِ هَلَالٌ سَعْدٌ لَا نَحْسٌ فِيهِ وَيُمْنٌ لَا
 نَكْدَ مَعَهُ وَيُسِّرُ لَا يُمَارِزُهُ عُسْرٌ وَخَيْرٌ لَا يَشُوبُهُ شَرٌّ

هَلَالِ اٰمَنٍ وَاِيْمَانٍ وَنِعْمَةٍ وَاِحْسَانٍ وَسَلَامَةٍ
وَاِسْلَامٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاجْعَلْنَا مِنْ
اَرْضٰى مَنْ طَلَعَ عَلَيْهِ وَاَزَلٰى مَنْ نَظَرَ اِلَيْهِ وَاَسْعَدَ
مَنْ تَعَبَّدَ لَكَ فِيْهِ وَوَفَّقْنَا فِيْهِ لِلتَّوْبَةِ وَاَعْصِمْنَا
فِيْهِ مِنَ الْحَوْبَةِ وَاَحْفَظْنَا مِنْ مُبَاشَرَةِ مَعْصِيَتِكَ
وَاَوْزِعْنَا فِيْهِ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَاَلْبِسْنَا فِيْهِ جُنْنَ
الْعَافِيَةِ وَاَتَمِّمْ عَلَيْنَا بِاِسْتِكْمَالِ طَاعَتِكَ فِيْهِ
الْبَيِّنَةَ اِنَّكَ الْمَنَّانُ الْحَمِيْدُ۔ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ
الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

ذرا نحوست نہ ہو۔ اور سراپا خیر و برکت کا چاند جسے تنگی و
عسرت سے کوئی لگاؤ نہ ہو اور ایسی آسانی و کشائش کا جس میں
دُشواری کی آمیزش نہ ہو اور ایسی بھلائی کا جس میں برائی کا
شائبہ نہ ہو۔ غرض سرتاپا امن، ایمان، نعمت، حسنِ عمل،

سلامتی اور اطاعت و فرمانبرداری کا چاند ہو، اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جن جن پر یہ اپنا پر تو ڈالے اُن سے بڑھ کر ہمیں خوشنود، اور جو جو اسے دیکھے ان سب سے زیادہ درست کار اور جو جو اس مہینہ میں تیری عبادت کرے ان سب سے زیادہ خوش نصیب قرار دے۔ اور ہمیں اس میں توبہ کی توفیق دے اور گناہوں سے دور اور معصیت کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارے دل میں اپنی نعمتوں پر ادائے شکر کا ولولہ پیدا کر اور ہمیں امن و عافیت کی سپر میں ڈھانپ لے اور اس طرح ہم پر اپنی نعمت کو تمام کر کہ تیرے فرائض اطاعت کو پورے طور سے انجام دیں۔ بے شک تو نعمتوں کا بخشش والا اور قابل ستائش ہے۔ رحمت فراواں نازل کرے اللہ محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر۔

طلوعِ ہلال کا منظر اتنا دلکش ہوتا ہے کہ جب
 سورج کی شعاعوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر شفقت کے
 رنگین پردوں میں سے جھانکتا ہے تو ایک دُنیا کی نظریں اس
 کی طرف اٹھ جاتی ہیں اور ہاتھ اس صانعِ حقیقی کی بارگاہ میں بلند
 ہو جاتے ہیں جس نے ایک جرمِ تاریک کو غسلِ آفتابی دے
 کر نگاہوں کا مرکز بنایا اور اس کی راہِ پیمائیوں اور اُتار چڑھاؤ
 کی مختلف تبدیلیوں سے نظرِ افروزی کا سامان کیا جو کبھی ہلال
 ہے اور کبھی قمر، کبھی بدر ہے اور کبھی روبہ زوال۔ کبھی رات
 کے پہلے حصے میں درخشاں ہے، تو کبھی رات کے آخری حصہ
 میں۔ کبھی خطِ ارتقاء کی طرف سرگرم سیر ہے تو کبھی تنزل و
 انحطاط کی طرف مائل۔ کبھی نظروں کے سامنے ہے تو کبھی
 نگاہوں سے روپوش۔ جس کے نتیجہ میں کبھی آسمانی
 وسعتوں سے لے کر زمین کی پہنائیوں تک نور و روشنی پھیل

جاتی ہے۔ اور کبھی ہر طرف اندھیرا چھا جاتا اور کرۂ ارض گھٹا
 ٹوپ اندھیاریوں میں ڈوب جاتا ہے۔ مگر یہ تاریکی اُمید افزا
 اور روشنی کی پیغامبر ہوتی ہے کیونکہ جب بھی اندھیرا پھیلتا
 ہے اُسکے بعد روشنی ضرور نمودار ہوتی ہے اور یہ اندھیرا اُس
 کی علامت بن جاتا ہے کہ اب روشنی کی نمود قریب ہے۔
 چنانچہ ادھر تاریکی پھیلی، اُدھر دلوں میں اُمید کی کرن چمکی
 اور چاند ایک آدھ دن کی روپوشی کے بعد نور و روشنی کا
 سامان لئے موجود ہو گیا۔ وہی طنطنہ و طمطراق، وہی گردشِ
 فضا و سیرِ آفاق، وہی گھٹنا، بڑھنا، چھپنا، اُبھرنا۔ غرض چاند کی یہ
 تمام کیفیتیں اتنی دلفریب ہیں کہ نگاہیں اس کے نظارہ سے
 سیر نہیں ہوتیں۔ اور اُن گنت صدیوں کے باوجود اس کی
 کشش و دل آویزی میں کمی پیدا نہیں ہوتی۔ گویا یہ کسی حسنِ
 لازوال کا پردہ ہے جو اپنی جلوہ افروزی سے اس کی کشش کو کم

نہیں ہونے دیتا اور اپنی تابش جمال سے اس کی ضیا و تابانی کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ کیا چشم بینا اس حسین نقش کو دیکھ کر نقش آرائے فطرت کے وجود سے انکار کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں ے

ایں ہمہ آیات روشن آں ہمہ خلق بدیع

کو رچشمے کو ربیند کردگار خویش را

یہ اس کی کشش و دل آویزی ہی کا کرشمہ ہے کہ آب و گل کے بسنے والے اس پر کمندیں ڈال رہے ہیں اور اس کی نورپاش و حسن افروز وادیوں تک پہنچنے کے لئے تڑپ رہے ہیں کسی کو

ع

کمند کو تاہ و بازوئے سست و بام بلند

کا احساس زمین گیر بنائے ہوئے ہے اور کوئی اسے تسخیر کرنے کے لئے خلاتے بسیط کی راہوں کو ہموار کر رہا ہے۔

وہاں کسی انسان کے زندہ پہنچنے یا پہنچ کر زندہ رہنے کا خواب
 شرمندہ تعبیر ہو یا نہ ہو مگر اس سلسلہ میں جو کوششیں
 بروئے کار آئی ہیں وہ ذہن انسانی کے ارتقاء کی آئینہ دار
 ہیں۔ اس سلسلہ میں ہیئت دانوں نے جو معلومات بہم
 پہنچائے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین سے چاند کا فاصلہ
 مستقل نہیں ہوتا بلکہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس کا
 اوسط فاصلہ دو لاکھ اڑتیس ہزار آٹھ سو ساٹھ (۲۳۸۸۶۰)
 میل ہے اور زیادہ سے زیادہ دو لاکھ باون ہزار سات سو دس
 میل اور کم سے کم دو لاکھ ۲۱ ہزار ۴ سو ۶۳ میل ہے۔ اور
 قطر ۲ ہزار ایک سو ۶۳ میل ہے جو دو ہزار دو سو ۸۷ میل فی
 گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے اور ایک ایسے زاویہ پر
 واقع ہے کہ اس کا ۲-۵ حصہ ہمیشہ اہل زمین کی نظروں سے
 اوجھل رہتا ہے۔ اس میں گہرے کھڈ، جھلے ہوئے چٹیل

میدان، اور سنگلاخ پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں ۵ ہزار فٹ سے
 ۸۱ ہزار فٹ تک بلند ہیں اور بعض ہیئت دانوں کا اندازہ
 تیس ہزار فٹ تک کا بھی ہے۔ اس کی کشش زمین کی بہ
 نسبت ۱-۶ حصہ ہے۔ اس طرح کہ اگر زمین پر ایک انسان
 کا وزن ۷۵ اے پونڈ ہو گا تو چاند پر اس کا وزن صرف ۱-۶ ۲۹
 پونڈ رہ جائے گا اور اس کے جس حصہ پر سورج کی شعاعیں
 پڑتی ہیں وہاں کا درجہ حرارت ۱۳۰ سینٹی گریڈ ہوتا ہے اور
 جس حصہ پر شعاعیں نہیں پڑتیں وہاں صفر سے ۱۲۰ درجہ
 سینٹی گریڈ کم ہو جاتا ہے؛۔ اس میں نہ سبزہ و روئیدگی کے
 نشان ہیں نہ پانی کا وجود اور نہ ہوا کا گزر ہے۔ یہ تیرہ و تار کرہ
 سورج سے روشنی مستعار لیتا ہے اور یہی روشنی منعکس ہو کر
 ہماری راتوں کو روشن اور کرۂ زمین کو حسن و رعنائی کے
 جلوؤں سے معمور کر دیتی ہے۔ بعض علماء نے ارشادِ الہی

هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا (اسی
 نے سورج کو ضیا بار اور چاند کو روشنی قرار دیا ہے) سے سورج
 کی روشنی کے اصلی اور چاند کی روشنی کے اکتسابی ہونے پر
 استدلال کیا ہے۔ اس طرح کہ قدرت نے سورج کے لئے
 ضیاء اور چاند کے لئے نور کا لفظ استعمال کیا ہے اور ضیاء و نور
 میں اصلی و اکتسابی ہی کا فرق ہے۔ چنانچہ صاحبِ ریاض
 السالکین تحریر کرتے ہیں:

قال المتکلمون القائم بالبعی لذاته هو الضوء
 كما فی الشمس وبالبعی بغيره هو النور كما فی
 القمر۔

متکلمین کا قول ہے کہ جو چیز خود سے روشن ہونے والی چیز
 سے وابستہ ہو وہ ضو ہے جیسے سورج اور جو دوسرے سے
 روشن ہونے والی شے سے قائم ہو وہ نور ہے جیسے قمر۔“

امام علیہ السلام نے سرنامہ دُعاء میں چاند سے خطاب کیا ہے۔ اس خطاب کی نوعیت وہی ہے جو زمان و مکان سے خطاب کی ہوتی ہے اور اس طرح کا مخاطبہ کلام عرب میں ذائع و شائع ہے اور اسے ایک مخلوق سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی رد ہوتی ہے جو سات آسمانی دیوتاؤں کے قائل تھے اور چاند کو ایک دیوتا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ پھر بروج و منازل میں اس کی گردشوں اور مختلف تبدیلیوں سے اس کے مخلوق ہونے پر استشہاد کیا ہے۔ کیونکہ جو چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتی اور مختلف تغیرات و تطورات کی آماجگاہ بنی رہتی ہے وہ مخلوق و حادث ہوتی ہے اور حدوث ایک خالق و صانع کی احتیاج کا پتہ دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت و ربوبیت کا ذکر فرمایا ہے،

اور اسے اللہ تعالیٰ کا مخلوق و مصنوع اور اس کے اقتدار کی
 ایک علامت اور اس کے ہمہ گیر تسلط کی ایک نشانی قرار دیا
 ہے تاکہ چاند دیکھتے وقت یہ تاثر ذہن میں قائم رہے کہ یہ اللہ
 تعالیٰ کی قدرت و عظمت کی گزر گاہ میں ایک ذرہ بے
 مقدار سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ لہذا اس کے سامنے کسی
 عظمت و تقدیس کا اظہار نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ ائمہ اہل بیت
 سے جو رویت بلال کے آداب وارد ہوئے ہیں یا ان کے
 عمل سے ظاہر ہوئے ہیں اُن میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے
 کہ تذلل و سراغندگی صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو اور
 اسے صحیفہ قدرت کی ایک آیت اور عظمت الہی کی ایک
 نشانی کی حیثیت سے دیکھا جائے۔ مثلاً یہ کہ دُعاء کے موقع پر
 چاند کی طرف ہاتھ یا سر یا کسی اور حصہ جسم سے اشارہ نہ کیا
 جائے۔ ہاتھوں کو اسی طرح بلند کیا جائے جس طرح اللہ

تعالیٰ کے حضور دُعاء کے وقت بلند کئے جاتے ہیں۔ چاند کا اُفق کسی طرف ہو، دُعاء پڑھنے والا رُوبہ قبلہ کھڑا ہو۔ البتہ جن فقروں میں چاند سے خطاب ہے ان فقروں کے پڑھنے کے وقت چاند کی طرف رُخ کیا جاسکتا ہے۔ جس جگہ چاند دیکھے وہاں سے الگ ہونے سے پہلے دُعاء پڑھ لے تاکہ قدرت کی کرشمہ سازی کا تاثر مضحمل نہ ہونے پائے۔ چاند دیکھنے کے بعد مصحف، آبِ رواں، سبزہ و گل اور فیروزہ وغیرہ دیکھے تاکہ آنکھوں میں تروتازگی، دلوں میں نزہت آفریں مسرت اور قدرت کی عجائب آفرینی کا تصور پیدا ہو۔

بلال کا اطلاق اگرچہ عام طور پر پہلی رات کے چاند پر ہوتا ہے مگر بعض اہل لغت کے نزدیک دوسری تاریخ کے چاند کو بھی بلال کہا جاتا ہے۔ اور بعض بلال کی آخری شب تیسری رات کو قرار دیتے ہیں۔ بلال اہلال سے ماخوذ

ہے اور ابلال کے معنی آواز بلند کرنے کے ہوتے ہیں اور عربی زبان میں جس لفظ میں ہائے ہنوز اور تکرار لام ہو اس میں عموماً شہرت و بلند آوازی کے معنی ہوتے ہیں اور بلال کی بھی یہی صورت ہے کہ جب وہ نکلتا ہے تو ہر طرف شہرت پھیل جاتی ہے اور زبانوں پر اس کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ یا یہ کہ ہل سے ماخوذ ہے جس کے معنی ضعف و کمزوری کے ہیں۔ اور یہ چونکہ ایک باریک کمان کی صورت میں نظر آتا ہے اس لئے اسے بلال کہا جاتا ہے۔ روایتِ بلال صرف دیکھنے ہی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ تیس دن پورے ہو جائیں یا ایسے دو شخص گواہی دیں جن کی راستگوئی و فرض شناسی پر اعتماد ہو یا ایسی شہرت ہو جائے جس سے چاند کے ہونے کا یقین ہو جائے تو روایت ثابت ہے۔ اور اس سلسلہ میں منجمین کے مقرر کردہ اصولوں پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا

کیونکہ وہ صرف ظنی و تخمینی چیزیں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ذیقعدہ کی چوتھی اور محرم کی پہلی، ذی الحجہ کی چوتھی اور صفر کی پہلی، محرم کی چوتھی اور ربیع الاول کی پہلی، صفر کی چوتھی اور ربیع الثانی کی پہلی، ربیع الاول کی چوتھی اور جمادی الاول کی پہلی، ربیع الثانی کی چوتھی اور جمادی الاخریٰ کی پہلی، جمادی الاول کی چوتھی اور شعبان کی پہلی، جمادی الاخریٰ کی چوتھی اور شعبان کی پہلی، ماہ رمضان کی چوتھی اور ذیقعدہ کی پہلی، شوال کی چوتھی اور ذی الحجہ کی پہلی ایک دن میں واقع ہوگی۔ مثلاً شوال کی چوتھی اگر جمعہ کو ذی الحجہ کی پہلی جمعہ کے دن ہوگی۔ اسی طرح نصیر الدین طوسی رحمہ اللہ کی طرف یہ شعر منسوب ہے:

یدس چوں غرہ افتد بست و نہ دال

اگر چپاش آید جملہ بر خوال

یہ س سے مراد یک شنبہ، دو شنبہ اور سہ شنبہ ہے۔
 ان دنوں میں اگر پہلی تاریخ ہو تو مہینہ اُنٹیس کا ہو گا۔ اور
 چپاش سے مراد چہار شنبہ، پنجشنبہ، آدینہ (جمعہ) اور شنبہ
 ہے۔ ان دنوں میں اگر پہلی ہو تو پورے تیس دن کا ہو گا۔
 والعلم عند اللہ۔

قدرت نے اس چاند کے ذریعہ گوناگوں فوائد و
 منافع کا سامان کیا ہے۔ اگرچہ اس کے فوائد و خواص کو اہل
 تحقیق ہی جانتے ہیں۔ مگر کچھ فوائد تو وہ ہیں جن کا مشاہدہ ہر
 کس و نا کس کر سکتا ہے۔ چنانچہ ہر شخص یہ دیکھتا اور جانتا ہے
 کہ اس سے تاریک راتیں روشن و منور اور اس کی روشنی سے
 اشیاء کی نمود ہوتی ہے اور اس کے طلوع و غروب، عروج و
 زوال اور سیر و حرکت سے ازمنہ و اوقات منضبط ہوتے
 ہیں۔ جس سے کائنات میں ہم آہنگی اور زندگی کے ہر شعبہ

میں نظم و ترتیب قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ قدرت نے اس فائدہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے:

يسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس۔

اے پیغمبر! تم سے لوگ (پہلی راتوں کے) چاند کے بارے میں دریافت کرتے تو ان سے کہو کہ یہ انسان کیلئے وقت کا حساب رکھنے کیلئے ہیں۔

اوقات کی حد بندی کا تصور انسان کے دل میں سورج کے طلوع و غروب سے پیدا ہوا۔ اس طرح کہ اس نے سورج کو نکلتے اور پھر اُسے ڈوبتے دیکھا اور طلوع سے لے کر غروب تک کا وقت روشن اور غروب سے لے کر طلوع تک کا وقت تاریک پایا تو اس نے ایک طلوع سے لے کر دوسرے طلوع تک کا وقت دو حصوں پر تقسیم کر دیا۔ روشن حصہ کا نام دن ہو اور تاریک حصہ کا نام رات۔

اب اگر وقت کا حساب اسی شب و روز سے چلتا تو ایک پچاس
 سالہ شخص کو اپنی عمر کا حساب لگانے کے لئے اٹھارہ ہزار دو
 سو پچاس راتوں اور اٹھارہ ہزار دو سو پچاس دنوں کا حساب
 رکھنا پڑتا۔ اور اگر شب و روز کے مجموعہ سے حساب کرتا
 جب بھی اٹھارہ ہزار دو سو پچاس کے شمار کی ضرورت
 پڑتی۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح حساب و شمار نہایت دشوار
 ہوتا۔ اس دشواری کو اس نے چاند کے ذریعہ دور کیا۔ اس
 طرح کہ اس نے دیکھا کہ وہ ایک معین وقت پر نکلتا ہے اور
 تغیر تبدل کے مختلف حالات سے گزرتا ہوا کچھ مدت کے
 لئے آنکھوں سے روپوش ہو جاتا ہے اور پھر اسی پہلی وضع و
 صورت کے ساتھ نمودار ہوتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے
 جس میں کبھی خلل رونما نہیں ہوتا۔ تو چاند کے دو طلوعوں
 کے درمیانی عرصہ سے ایک اور وقت کی حد بندی کر لی اور

اس کا نام مہینہ تجویز کیا۔ اب پچاس سال کی مدت کے لئے اٹھارہ ہزار دو سو پچاس دنوں کو یاد رکھنے کے بجائے چھ سو مہینے ہی یاد رکھنا پڑے۔ پھر موسموں کے دورہ کرنے سے اور ایک مدت کی طرف توجہ پیدا ہوئی اور اس نے دیکھا کہ ایک موسم کے شروع ہونے کے بعد دوبارہ اسی موسم کے آنے تک بارہ مرتبہ چاند طالع ہوتا ہے تو اس نے بارہ مہینوں کی ایک مدت تجویز کر لی اور اس کا نام سال ہوا۔ جب سالوں کے ذریعہ اوقات کی حد بندی ہونے لگی تو اوقات شماری کی تمام دشواریاں دور ہو گئیں۔ جن لوگوں نے سب سے پہلے تشکیل اوقات کی طرف توجہ کی وہ اہل مصر تھے۔ چنانچہ آثارِ مصر کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جہاں وہ ایک مہینہ ظاہر کرنا چاہتے تھے وہاں بلال کی شکل بنا دیتے تھے اور ۶۰۰ ق۔ م۔ انہوں نے اپنے تہواروں کے

ناموں پر بارہ مہینوں کے نام رکھ کر سال کی حد بندی کر لی تھی۔ اور یونان، روم، ہند اور عرب میں بھی قمری مہینوں کا حساب رائج تھا۔ جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے بھی قمری حساب کو برقرار رکھا اور قمری مہینوں ہی کے لحاظ سے سال کی تحدید کی اور مہینوں کو گھٹانے بڑھانے اور آگے پیچھے کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عرب اپنی مقصد برآری کے لئے امن و آشتی کے مہینہ کو موخر کر دیتے یا حج کے مہینہ کو پیچھے ڈال دیتے تھے۔ یہ سال سنہ ہجری کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کی ابتداء امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مشورہ سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت پر رکھی گئی تھی۔ اگرچہ ہجرت کا واقعہ ۲۷ صفر کو پیش آیا اور ۱۲ ربیع الاول کو آنحضرتؐ کا مدینہ میں وارد ہو، مگر محرم کی اہمیت و شہرت اور شہر الحرام میں نمایاں

ہونے کی وجہ سے اور بایں خیال کہ ہجرت کا ارادہ محرم ہی
 سے تھا، اسے سال کا پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔ اگرچہ قمری
 حساب سیدھا سادا اور ہر قسم کے پیچ و خم سے پاک ہے مگر
 اس میں یہ دشواری نظر آئی کہ اس کے ذریعہ فصلوں کی
 حد بندی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ جو مہینہ آج سردی میں
 آرہا ہے پھر گرمی میں آنا شروع ہو جائے گا اور جو خزاں میں
 آرہا ہے وہ بہار میں آنے لگے گا۔ لہذا یہ نہ بتایا جاسکے گا کہ
 گرمی کے مہینے کون سے ہیں اور سردی کے کون سے۔ کس
 مہینے میں فصل کاشت ہوگی اور کس مہینے میں کاٹی جائے گی۔
 اور مصریوں کو بھی یہی دقت پیش آئی۔ کیونکہ ان کی زندگی کا
 انحصار کھیتی باڑی پر تھا، اور ایک برسات سے لے کر دوسری
 برسات تک انہوں نے بارہ مہینوں کا حساب لگایا تھا۔ مگر
 برسات تیرہ مہینوں کے بعد آنے لگی۔ اس لئے ضرورت

محسوس ہوئی کہ کوئی ایسی صورت ہونا چاہئے کہ گرما و سرما اور بہار و خزاں کے موسم کی حد بندی ہو جائے۔ چنانچہ فلکی مطالعہ نے انسان کی رہنمائی اور اس نے دیکھا کہ چاند ہر رات کسی نہ کسی ستارے کے پاس نظر آتا ہے اور چونکہ چاند کے نظر آنے کی راتیں اٹھائیس ہوتی ہیں اس لئے اس نے ان ستاروں کو علامت قرار دے کر چاند کی اٹھائیس منزلیں قرار دے لیں۔ ان منزلوں کو ہندی میں پنچھتر کہا جاتا ہے۔ جو اسونی، بھرنی، کرتکا، روہنی وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اور عربی میں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

شَرْطَان، بَطِين ثَرِيَا، وِبْرَان، حَقْعَه، هَنْعَه، ذِرَاع، نَثْرَه، طَرْف، جِبْهَه، زَهْرَه، صَرْفَه، عَوَاء، سَمَاكِ الْاِعْزَل، غَفْر، زَبَانَا، اَكْلِيل، قَلْب، شَوْلَه، نَعَائِم، بِلْدَه، سَعْد، ذَا بَحْ، سَعْد، بَلْع، سَعْد السَّعُود،

سعد الاخبيه، فرغ المقدم، فرغ البوخر،
رشاء۔

پھر اس نے دیکھا کہ منطقۃ البروج پر کئی ستاروں
کے جھرمٹ ہیں جنہیں قاعدہ سے ملایا جائے تو بارہ مختلف
شکلیں بن جاتی ہیں اور انہیں شکلوں کے لحاظ سے ان کے
نام رکھ لئے گئے۔ ہندی میں انہیں راس اور عربی میں برج
کہا جاتا ہے۔ ہندی نام یہ ہیں: میکھ، برکھ، متھن، کرک،
سنگھ، کنیا، تلا برچھک، دھن، مکر، کنبھ، مین۔ اور اسی
ترتیب سے عربی نام یہ ہیں: حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد،
سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔

پھر ان منزلوں کو ۳۶۰ درجوں پر تقسیم کیا اور ہر
منزل میں چاند کا قیام ۱۲ درجہ اور تقریباً ۵۱ دقیقہ اور ہر
برج میں اس کا ٹھہراؤ دو دن آٹھ گھنٹہ قرار دیا۔ پھر یہ دیکھا

کہ جس منزل کو چاند شبانہ روز میں طے کرتا ہے، سورج اُسے تقریباً ۱۳ دنوں میں تمام کرتا ہے جن سے منزلوں کے دن ۳۶۴ بنتے ہیں۔ لیکن سورج اس مقام پر جہاں سے چلا تھا۔ ۳۶۵ دنوں میں پہنچتا ہے۔ اس طرح کہ حمل، ثور، سرطان اسد اور سنبلہ میں ۳۱-۳۱ دن، جوزا میں ۳۲ دن، میزان، عقرب، دلو اور حوت میں ۳۰-۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ اور قوس و جدی میں ۲۹-۲۹ دن صرف کرتا ہے۔ تو انہوں نے ایام منازل کو دورہ شمسی کے دنوں سے مطابق کرنے کے لئے منزلِ غفر میں ایک دن کا اضافہ کر کے ۳۶۵ دن کا سال مقرر کر لیا اور موسموں کو ان منزلوں پر تقسیم کر کے فصولِ اربعہ کی حد بندی کر لی اور اسے شمسی سال سے تعبیر کیا جانے لگا۔ اور بعض ملکوں میں شمسی سال کے باوجود مہینوں کا حساب قمری ہی رہا۔ حالانکہ قمری حساب سے سال کی

مدت ۳۵۲ دن ۸ گھنٹے ۲۸ منٹ ۳۲ سیکنڈ ہوتی ہے۔
 کیونکہ قمری مہینہ ۲۹ دن یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے۔ اگر چاند ۲۷
 دن ۷ گھنٹہ ۴۳ منٹ کی مدت میں سمت متقابل کی طرف
 حرکت کرتا ہو زمین کے گرد اپنا دورہ مکمل کر لیتا ہے لیکن
 حرکت ارضی کی وجہ سے چاند کے سفر میں ۲ دن ۲۱ اعشاریہ
 کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اسے اپنا سفر تمام کرنے کے لئے
 ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۳ منٹ ۱۶ سیکنڈ کی مدت درکار ہوتی
 ہے۔ اس بنا پر وہ کبھی ۲۹ دن کے بعد نظر آتا ہے اور کبھی ۳۰
 دن کے بعد۔ اور اسی رویت پر مہینوں کی مدت کا انحصار
 ہے۔ اور شمسی سال کی مدت ۳۶۵ دن ۵ گھنٹہ ۴۸ منٹ
 ۴۶ سیکنڈ ہوتی ہے۔ اس لئے قمری سال ۱۰ دن ۲۱ گھنٹے
 ۱۴ سیکنڈ شمسی سال سے چھوٹا ہو گا اور ہر سو سال کے بعد
 شمسی سال سے تین سال آگے بڑھ جائے گا۔

چنانچہ اہل کتاب میں سے ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ قرآن میں اصحابِ کہف کے متعلق ہے کہ ولبثوا فی کہفہم ثلاث مائۃ سنین وازدادوا تسعا (وہ غار میں تین سو برس ٹھہرے اور لوگوں نے نو برس اور بڑھادیے) اور ہمارے ہاں کی کتاب میں صرف تین سو برس کا ذکر ہے۔ یہ اختلاف کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ یونانیوں کے تین سو برس عربوں کے تین سو نو سالوں کے برابر ہوتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ جب ہر سو سال میں تین سال کا اضافہ ہو گا تو تین سو سالوں کے بعد نو سالوں کا اضافہ ہونا ہی چاہئے۔

جن ممالک میں مہینوں کی مدت شمسی سال سے کم ہوتی ہے۔ وہ ان میں دنوں کا اضافہ کر کے اسے شمسی سال سے مطابق کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اہل ہند اپنے مہینوں کا

حساب چاند سے کرتے ہیں۔ اس طرح کہ پروا یعنی چاند کے انحراف سے مہینہ کا آغاز کرتے ہیں اور پور نماشی یعنی چاند کے مکمل ہو جانے پر ختم کر دیتے ہیں اور ہر تیسرے سال ایک مہینہ کا اضافہ کر کے اپنے سال کو شمسی سال کے مطابق کر لیتے ہیں۔ ترکوں کے مہینے بھی شمار میں قمری مہینوں کے برابر ہوتے ہیں۔ وہ شمس و قمر کے اتصال سے ابتدا کرتے ہیں اور ہر تیسرے سال ایک ماہ کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ اہل فارس اپنے سال کی ابتداء تحویل آفتاب سے کرتے ہیں۔ ان کے مہینوں کے نام یہ ہیں:

فرو دین۔ اردی بہشت۔ خرداد۔ تیر۔ مرداد۔
 شہریور۔ مہر۔ ابان۔ آذر۔ دی۔ بہمن۔ اسفندارند۔
 یہ تمام مہینے ۳۰-۳۰ دن کے ہوتے ہیں جس سے
 سال کے ۳۶۰ دن بنتے ہیں۔ لیکن وہ اسفندارند کے آخر میں

۵ دنوں کا اضافہ کر کے شمسی سال کے مطابق کر لیتے ہیں۔
 اور ۱۲۰ سال کے بعد ایک مہینہ کا اضافہ کر کے بقایا کمی کو
 پورا کر لیتے ہیں۔ اس زائد مہینہ کو ہندی میں لونڈ، ترکی میں
 سوا آئی، اور فارسی میں کبیسہ کہتے ہیں۔ روم میں مہینوں کا
 حساب چاند سے اور سال کا حساب سورج سے لگایا جاتا تھا۔
 جب روم میں جولیس سیزر حکمران ہوا تو اس نے ۴۵
 ق۔ م۔ میں دو ہیئت دانوں کی مدد سے سال کی مدت ۳۶۵
 دن ۶ گھنٹہ مقرر کی۔ اس طرح کہ فروری کے ۲۹ دن اور
 باقی مہینوں میں ایک مہینہ ۳۰ دن کا اور دوسرا ۳۱ دن کا
 قرار دیا۔ اور چھ گھنٹوں کی کھپت کے لئے ہر چوتھے سال
 فروری میں ایک دن کا اضافہ کر دیا۔ اور اپنے نام پر جون
 کے بعد والے مہینے کا نام جولائی رکھا۔ اس کے بعد اگسٹس
 نے جولائی کے بعد والے مہینے کا نام اپنے نام پر اگست

رکھا۔ اور فروری سے ایک دن نکال کر اس میں بڑھا دیا۔ یہ
 حساب صدیوں چلتا رہا۔ لیکن سال کی مدت چونکہ ۳۶۵ دن ۶
 گھنٹہ تھی، اس لئے ۴۰۰ سال کے عرصہ میں تحویل آفتاب
 میں ۳ دن کا فرق پڑ گیا۔ چنانچہ جب ۳۲۵ء میں روم کے
 بیت دان اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے تو اس
 سال تحویل آفتاب ۲۱ مارچ کو تھی۔ حالانکہ ۴۵ ق۔ م۔
 جب یہ سال رائج ہوا تھا تو تحویل آفتاب ۲۵ مارچ کو تھی۔
 انہوں نے بتایا کہ شمسی سال کی صحیح مدت چونکہ ۳۵۶ دن ۵
 گھنٹہ ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ ہے اور ملکی سال کا شمار ۳۶۵ دن
 ۶ گھنٹہ کے حساب سے ہوتا رہا ہے اور ملکی سال، شمسی سال
 سے ۱۱ منٹ ۱۴ سیکنڈ آگے بڑھتا رہا ہے اس لئے یہ فرق پڑ
 گیا۔ مگر اس کی تصحیح کی کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ آخر ۱۵۸۲ء
 میں پاپائے اعظم گریگری نے اس کی طرف توجہ کی اور

گزشتہ سالوں میں جو دس دن زیادہ شمار ہوئے تھے کم کر دیئے اور آئندہ کے لئے ہر تین سال کے دن ۳۶۵ اور چوتھے سال کے دن ۳۶۶ قرار دیئے تاکہ ان چار سالوں میں ہر سال جو ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ ۴۶ سیکنڈ زائد ہوتے ہیں ان کی کھپت ہو جائے مگر جب یہ دیکھا گیا کہ اس سے بھی کچھ فرق پڑتا ہے اس طرح کہ کئی تو چار سالوں میں ۲۳ گھنٹے ۱۵ منٹ ۴ سیکنڈ کی ہوئی ہے اور اضافہ ایک دن کی صورت میں ۲۴ گھنٹے کا کیا گیا ہے جس سے ۴۰۰ سال میں ۳ دن کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے پوری صدی والے سالوں میں صرف اس سال میں اضافہ باقی رکھا گیا جو ۴۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائے تاکہ یہ بڑھنے والے تین دن کم ہو جائیں لیکن اس صورت میں ۲۶ سیکنڈ ہر سال میں بڑھ جاتے ہیں جو ۳۳۲۳ سال میں ایک دن کے مساوی ہو جائیں گے اس کے

تدارک کی یہ صورت نکالی گئی کہ جو سال ۴۰۰۰ پر پورا تقسیم ہو جائے اس میں ایک دن کا اضافہ نہیں کیا جائے گا لیکن یہ ایک دن تو ۳۳۲ سالوں میں بڑھتا تھا اور کئی چار ہزار سال میں ایک دن کی تجویز ہوئی تو اس کے نتیجہ میں بیس ہزار سالوں میں ایک دن پھر بڑھ جائے گا۔ مگر اس کے حل کی ابھی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔

جس سال میں ایک دن کا اضافہ کیا جاتا ہے اس کے پہچاننے کا حسابی طریقہ یہ ہے کہ سنہ عیسوی کو چار پر تقسیم کر دیا جائے۔ اگر ایک باقی رہے تو ۳۶۵ دن والا پہلا سال، دو باقی رہیں تو دوسرا، تین باقی رہیں تو تیسرا، اور پورا تقسیم ہو جائے تو وہ ۳۶۶ دنوں کا سال ہو گا۔ ایسے سال کو لیپ کا سال کہا جاتا ہے۔

بہر حال اس بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ ملکی سال

کبھی شمسی سال سے گھٹ جاتا ہے اور کبھی بڑھ جاتا ہے۔ اور
 ہر چوتھے سال ایک دن کے اضافہ کی ضرورت پڑ جاتی ہے
 اور پھر بھی تفاوت رہ جاتا ہے۔ اور پھر اسے وہی سمجھ سکتا
 ہے جو علم فلکیات میں مہارت رکھتا ہو۔ بخلاف قمری حساب
 کے کہ وہ گھٹائے بڑھائے بغیر بالکل قدرتی حالت میں ہے
 اور ہر شخص باسانی معلوم کر لیتا ہے کیونکہ اس کا تعلق عام
 مشاہدہ سے ہے۔ اس لئے اسلام نے اعمال و عبادات کی بنیاد
 زیادہ تر قمری حساب پر رکھی ہے۔ تاکہ تعین اوقات میں
 کوئی دشواری پیش نہ آئے اور جو سورج سے متعلق ہیں جیسے
 افطار صوم یا اوقات نماز یا نماز آیات تو ان کا تعلق صرف
 سورج کے مشاہدہ یعنی طلوع و غروب و زوال و کسوف سے
 ہے جس میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ البتہ کچھ امور ایسے ہیں
 جو شمسی حساب سے متعلق ہیں مگر وہ اعمال واجبہ پر اثر انداز

نہیں ہوتے جیسے نوروز۔ کیونکہ جس دن غدیر خم میں اعلان
 خلافتِ علوی ہوا اور جس دن امیر المومنین علیہ السلام زینت
 افزائے سریر خلافت ہوئے، آفتاب برج حمل میں تھا۔ اسی
 لئے اس دن کی مسرت کو دوچند کرنے کے لئے قمری و
 شمسی دونوں تاریخوں کو یومِ مسرت قرار دیا گیا۔ اسی طرح
 نوروز کے ۲۳ دن بعد نisan کا مہینہ شروع ہوتا ہے جس
 میں برسنے والے پانی پر مختلف سورتیں اور دعائیں پڑھ کر
 پینے سے مختلف فوائد و خواص کا تذکرہ روایات میں ہوا ہے۔
 یونہی امام جعفر صادق علیہ السلام نے ماہِ حریران کی ساتویں
 تاریخ کو پچھنے لگوانے سے منع کیا ہے اور امام رضا علیہ
 السلام سے شمسی مہینوں کے لحاظ سے ہر مہینہ کے کچھ اصول
 صحت وارد ہوئے ہیں۔

دُعاؤہ لدخول شہر رمضان استقبال ماہ رمضان کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا دَخَلَ
شَهْرَ رَمَضَانَ -

دُعائے استقبال ماہ رمضان

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِحَمْدِهِ وَجَعَلَنَا مِنْ أَهْلِهِ
لَنَكُونَ لِإِحْسَانِهِ مِنَ الشَّاكِرِينَ وَلِيَجْزِيَنَا عَلَى
ذَلِكَ جَزَاءَ الْمُحْسِنِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي حَبَانَا
بِدِينِهِ وَاخْتَصَّنَا بِمِلَّتِهِ وَسَبَّلَنَا فِي سُبُلِ إِحْسَانِهِ
لِنَسْلُكَهَا بِمَنِّهِ إِلَى رِضْوَانِهِ حَمْدًا

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنی حمد و سپاس
کی طرف ہماری رہنمائی کی اور ہمیں حمد گزاروں میں سے
قرار دیا تاکہ ہم اس کے احسانات پر شکر کرنے والوں میں

محسوب ہوں اور ہمیں اس شکر کے بدلہ میں نیکو کاروں کا اجر دے۔ اس اللہ تعالیٰ کے لئے حمد و ستائش ہے جس نے ہمیں اپنا دین عطا کیا اور اپنی ملت میں سے قرار دے کر امتیاز بخشا اور اپنے لطف و احسان کی راہوں پر چلایا۔ تاکہ ہم اس کے

يَتَقَبَّلُهُ مِنَّا وَيَرْضَىٰ بِهِ عَنَّا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ
 مِنْ تِلْكَ السُّبُلِ شَهْرَهُ شَهْرَ رَمَضَانَ وَشَهْرَ
 الصِّيَامِ وَشَهْرَ الْإِسْلَامِ وَشَهْرَ الظُّهُورِ وَشَهْرَ
 التَّمَحِيصِ وَشَهْرَ الْقِيَامِ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ
 هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ
 فَآبَانَ فَضِيلَتَهُ عَلَى سَائِرِ الشُّهُورِ بِمَا جَعَلَ لَهُ مِّنَ
 الْحُرْمَاتِ الْمَوْفُورَةِ وَالْفَضَائِلِ الْمَشْهُورَةِ فَحَرَّمَ
 فِيهِ مَا أَحَلَّ فِي غَيْرِهِ إِعْظَامًا وَحَجَرَ فِيهِ الْمَطَاعِمَ

وَالْمَشَارِبِ إِكْرَامًا وَجَعَلَ لَهُ وَقْتًا بَيْنًا لَا يُجِيزُ
جَلَّ وَعَزَّ أَنْ يُقَدَّمَ قَبْلَهُ وَلَا يَقْبَلَ أَنْ يُؤَخَّرَ عَنْهُ
ثُمَّ فَضَّلَ لَيْلَةً وَاحِدَةً مِنْ لَيَالِيهِ عَلَى لَيَالِي أَلْفِ
شَهْرٍ وَسَمَّاَهَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ تَنْزِلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ
فِيهَا يَأْذِنُ رَبُّهُمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ دَائِمُ الْبَرَكَاتِ
إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ بِمَا
أَحْكَمَ مِنْ قَضَائِهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
وَالْهِمْنَا مَعْرِفَةَ فَضْلِهِ وَاجْلَالَ حُرْمَتِهِ وَالتَّحْفُظَ
مِمَّا حَظَرْتَ فِيهِ وَأَعِنَّا عَلَى صِيَامِهِ بِكَفِّ الْجَوَارِحِ
فضل و کرم سے ان راستوں پر چل کر اس کی خوشنودی تک
پہنچیں۔ ایسی حمد جسے وہ قبول فرمائے اور جس کی وجہ سے
ہم سے وہ راضی ہو جائے۔ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے
جس نے اپنے لطف و احسان کے راستوں میں سے ایک

راستہ اپنے مہینہ کو قرار دیا۔ یعنی رمضان کا مہینہ، صیام کا
 مہینہ، اسلام کا مہینہ، پاکیزگی کا مہینہ، تصفیہ و تطہیر کا مہینہ،
 عبادت و قیام کا مہینہ۔ وہ مہینہ جس میں قرآن نازل ہوا۔
 جو لوگوں کے لئے رہنما ہے۔ ہدایت اور حق و باطل کے
 امتیاز کی روشن صداقتیں رکھتا ہے۔ چنانچہ تمام مہینوں پر
 اس کی فضیلت و برتری کو آشکارا کیا۔ ان فراواں عزتوں
 اور نمایاں فضیلتوں کی وجہ سے جو اس کے لئے قرار دیں اور
 اس کی عظمت کے اظہار کے لئے جو چیزیں دوسرے
 مہینوں میں جائز کی تھیں اس میں حرام کر دیں اور اس کے
 احترام کے پیش نظر کھانے پینے کی چیزوں سے منع کر دیا
 اور ایک واضح زمانہ اس کے لئے معین کر دیا۔ خدائے
 بزرگ و برتر یہ اجازت نہیں دیتا کہ اسے اس کے معینہ وقت
 سے آگے بڑھا دیا جائے اور نہ یہ قبول کرتا ہے کہ اس سے

موخر کر دیا جائے۔ پھر یہ کہ اس کی راتوں میں سے ایک رات کو ہزار مہینوں کی راتوں پر فضیلت دی اور اس کا نام شب قدر رکھا۔ اس رات میں فرشتے اور روح القدس ہر اس امر کے ساتھ جو اس کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے اس کے بندوں میں سے جس پر وہ چاہتا ہے نازل ہوتے ہیں۔ وہ رات سراسر سلامتی کی رات ہے جس کی برکت طلوع فجر تک دائم و برقرار ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں ہدایت فرما کہ اس مہینہ کے فضل و شرف کو پہچانیں؛ اس کی عزت و حرمت کو بلند جانیں اور اس میں ان چیزوں سے جن

عَنْ مَعَاصِيكَ وَاسْتَعْمَالِهَا فِيهِ بِمَا يُرْضِيكَ حَتَّى لَا نُصْغِيَ بِأَسْمَاعِنَا إِلَى لَغْوٍ وَلَا نُسْرِعَ بِأَبْصَارِنَا إِلَى لَهُوٍ وَحَتَّى لَا نَبْسُطَ أَيْدِينَا إِلَى مُحْظُورٍ وَلَا نَخْطُوَ

بِأَقْدَامِنَا إِلَىٰ مَحْجُورٍ وَحَتَّىٰ لَا تَعِيَ بُطُونُنَا إِلَّا مَا
أَحْلَلْتَ وَلَا تَنْطِقَ أَلْسِنَتُنَا إِلَّا بِمَا مَثَّلْتَ وَلَا
نَتَكَلَّفَ إِلَّا مَا يُدْنِي مِنْ ثَوَابِكَ وَلَا نَتَعَاطَى إِلَّا
الَّذِي يَقْبَلُ مِنْ عِقَابِكَ ثُمَّ خَلَّصْ ذَلِكَ كُلَّهُ مِنْ رِيَاءِ
الْمُرَائِينَ وَسُمْعَةِ الْمُسْبِعِينَ لَا نَشْرَكَ فِيهِ أَحَدًا
دُونَكَ وَلَا تَبْتَغِ فِيهِ مُرَادًا سِوَاكَ اللَّهُمَّ صَلِّ
عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاقِفْنَا فِيهِ عَلَىٰ مَوَاقِيتِ الصَّلَواتِ
الْخَمْسِ بِمَحْدُودِهَا الَّتِي حَدَدْتَ وَفُرُوضِهَا الَّتِي
فَرَضْتَ وَوُضَائِفِهَا الَّتِي وَظَّفْتَ وَأَوْقَاتِهَا الَّتِي
وَقَّتَ وَأَنْزِلْنَا فِيهَا مَنَزِلَةَ الْمُصِيبِينَ لِمَنَازِلِهَا
الْحَافِظِينَ لَا رُكَايَا لَهَا الْيَوْمَ لَهَا فِي أَوْقَاتِهَا عَلَىٰ مَا
سَنَّهُ عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ صَلَوَتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي
رُكُوعِهَا وَسُجُودِهَا وَجَمِيعِ فَوَاضِلِهَا عَلَىٰ أَتَمِّ
الظُّهُورِ وَأَسْبَغِهِ وَأَبْيَنِ الْخُشُوعِ وَأَبْلَغِهِ

سے تو نے منع کیا ہے اجتناب کریں اور اس کے روزے رکھنے میں ہمارے اعضاء کو نافرمانیوں سے روکنے اور ان کاموں میں مصروف رکھنے سے جو تیری خوشنودی کا باعث ہوں، ہماری اعانت فرما، تاکہ ہم نہ بے ہودہ باتوں کی طرف کان لگائیں، نہ فضول چیزوں کی طرف بے محابا نگاہیں اٹھائیں، نہ حرام کی طرف ہاتھ بڑھائیں نہ امر ممنوع کی طرف پیش قدمی کریں، نہ تیری حلال کی ہوئی چیزوں کے علاوہ کسی چیز کو ہمارے شکم قبول کریں، اور نہ تیری بیان کی ہوئی باتوں کے سوا ہماری زبانیں گویا ہوں۔ صرف ان چیزوں کے بجالانے کا بار اٹھائیں جو تیرے ثواب سے قریب کریں اور صرف اُن کاموں کو انجام دیں جو تیرے عذاب سے بچالے جائیں۔ پھر ان تمام اعمال کو ریاکاروں کی ریاکاری اور شہرت پسندوں کی شہرت پسندی سے پاک

کر دے اس طرح کہ تیرے علاوہ کسی کو ان میں شریک نہ
 کریں اور تیرے سوا کسی سے کوئی مطلب نہ رکھیں۔ اے
 اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس
 میں نماز پائے پیچگانہ کے اوقات سے ان حدود کے ساتھ جو
 تو نے معین کئے ہیں اور ان واجبات کے ساتھ جو تو نے عائد
 کئے ہیں اور اُن آداب کے ساتھ جو تو نے قرار دیئے ہیں اور
 ان لمحات کے ساتھ جو تو نے مقرر کئے ہیں آگاہ فرما اور ہمیں
 ان نمازوں میں ان لوگوں کے مرتبہ پر فائز کر جو ان
 نمازوں کے درجاتِ عالیہ حاصل کرنے والے ان کے
 واجبات کی نگہداشت کرنے والے اور انہیں ان کے اوقات
 میں اسی طریقہ پر جو تیرے عبدِ خاص اور رسولِ اکرم صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع و سجود اور ان کے تمام فضیلت و
 برتری کے پہلوؤں

وَوَفَّقْنَا فِيهِ لِأَنْ نَصِلَ أَرْحَامَنَا بِالْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَأَنْ
نَتَعَاهَدَ جِيرَانَنَا بِالْإِفْضَالِ وَالْعَطِيَّةِ وَأَنْ نُخَلِّصَ
أَمْوَالَنَا مِنَ التَّبِعَاتِ وَأَنْ نُطَهِّرَهَا بِإِخْرَاجِ
الزَّكَاةِ وَأَنْ نُرَاجِعَ مَنْ هَاجَرَنَا وَأَنْ نُنْصِفَ مَنْ
ظَلَمَنَا وَأَنْ نَسْأَلَ مَنْ عَادَانَا حَاشَى مَنْ عُوْدِي
فِيكَ وَلَكَ فَإِنَّهُ الْعَدُوُّ الَّذِي لَا نُؤَالِيهِ وَالْحِزْبُ
الَّذِي لَا نُصَافِيهِ وَأَنْ نَتَقَرَّبَ إِلَيْكَ فِيهِ مِنْ
الْأَعْمَالِ الزَّكَايَةِ بِمَا تُطَهِّرُنَا بِهِ مِنَ الذُّنُوبِ
وَتَعْصِمُنَا فِيهِ مِمَّا نَسْتَأْنِفُ مِنَ الْعُيُوبِ حَتَّى لَا
يُورِدَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مِّنْ مَّلَائِكَتِكَ إِلَّا دُونَ مَا نُورِدُ
مِنْ أَبْوَابِ الطَّاعَةِ لَكَ وَأَنْوَاعِ الْقُرْبَةِ إِلَيْكَ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ هَذَا الشَّهْرِ وَبِحَقِّ مَنْ تَعَبَّدَ
لَكَ فِيهِ مِنْ ابْتِدَائِهِ اِلَى وَقْتِ فَنَائِهِ مِنْ مَلِكٍ
قَرَّبْتَهُ اَوْ نَبِیٍّ اَرْسَلْتَهُ اَوْ عَبْدٍ صَالِحٍ اخْتَصَصْتَهُ اَنْ

تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَهْلُنَا فِيهِ لَهَا وَعَدَتِ
 أَوْلِيَائِكَ مِنْ كَرَامَتِكَ وَأَوْجِبْ لَنَا فِيهِ مَا
 أَوْجَبْتَ لِأَهْلِ الْمُبَالَاغَةِ فِي طَاعَتِكَ وَاجْعَلْنَا فِي
 نَظْمٍ مِّنْ

میں جاری کیا تھا، کامل اور پوری پاکیزگی اور نمایاں و مکمل
 خشوع و فروتنی کے ساتھ ادا کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں اس
 مہینہ میں توفیق دے کہ نیکیوں و احسان کے ذریعہ عزیزوں
 کے ساتھ صلہ رحمی اور انعام و بخشش سے ہمسایوں کی خبر
 گیری کریں اور اپنے اموال کو مظلوموں سے پاک و صاف
 کریں۔ اور زکوٰۃ دے کر انہیں پاکیزہ و طیب منالیں۔ اور
 یہ کہ جو ہم سے علیحدگی اختیار کرے اس کی طرف دستِ
 مصالحت بڑھائیں۔ جو ہم پر ظلم کرے اس سے انصاف
 برتیں جو ہم سے دشمنی کرے اس سے صلح و صفائی کریں،

سوائے اس کے جس سے تیرے لئے اور تیری خاطر دشمنی
 کی گئی ہو۔ کیونکہ وہ ایسا دشمن ہے جسے ہم دوست نہیں رکھ
 سکتے اور ایسے گروہ کا (فرد) ہے جس سے ہم صاف نہیں ہو
 سکتے۔ اور ہمیں اس مہینہ میں ایسے پاک و پاکیزہ اعمال کے
 وسیلہ سے تقرب حاصل کرنے کی توفیق دے جن کے ذریعہ
 تو ہمیں گناہوں سے پاک کر دے اور از سر نو برائیوں کے
 ارتکاب سے بچالے جائے۔ یہاں تک کہ فرشتے تیری
 بارگاہ میں جو اعمال نامے پیش کریں وہ ہماری ہر قسم کی
 اطاعتوں اور ہر نوع کی عبادت کے مقابلہ میں سبک ہوں۔
 اے اللہ! میں تجھ سے اس مہینہ کے حق و حرمت اور نیران
 لوگوں کو واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جنہوں نے اس
 مہینہ میں شروع سے لے کر اس کے ختم ہونے تک تیری
 عبادت کی ہو وہ مقرب بارگاہ فرشتہ ہو یا نبی مرسل یا کوئی مرد

صالح و برگزیدہ، کہ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرمائے اور جس عزت و کرامت کا تو نے اپنے دوستوں سے وعدہ کیا ہے اس کا ہمیں اہل بنا اور جو انتہائی اطاعت کرنے والوں کے لئے تو

اَسْتَحَقُّ الرَّفِيعَ الْاَعْلٰی بِرَحْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَجَنَّبْنَا الْاِلْحَادَ فِی تَوْحِیدِكَ وَالتَّقْصِیْرِ فِی تَمْجِیدِكَ وَالشَّكِّ فِی دِیْنِكَ وَالْعَمٰی عَنْ سَبِیْلِكَ وَالْاِغْفَالَ لِحُرْمَتِكَ وَالْاِنْخِدَاعَ لِعَدُوِّكَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاِذَا كَانَ لَكَ فِی كُلِّ لَیْلَةٍ مِّنْ لِّیَالِیْ شَهْرِنَا هَذَا رِقَابٌ یُعْتَقُهَا عَفْوُكَ اَوْ یَهْبِهَا صَفْحُكَ فَاجْعَلْ رِقَابَنَا مِنْ تِلْكَ الرِّقَابِ وَاجْعَلْنَا لِشَهْرِنَا مِنْ خَیْرِ اَهْلِیْ وَاَصْحَابِیْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ

وَأَهْتَقِ ذُنُوبَنَا مَعَ اِهْتِقِ هَلَالِهِ وَاسْلُخْ عَنَّا
تَبِعَاتِنَا مَعَ السِّلَاحِ أَيَّامِهِ حَتَّى يَنْقُضِيَ عَنَّا وَقْدُ
صَفِّيتَنَا فِيهِ مِنَ الْخَطِيئَاتِ وَأَخْلَصْتَنَا فِيهِ مِنَ
السَّيِّئَاتِ اَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَنْ مِلْنَا
فِيهِ فَعَدَلْنَا وَإِنْ زُغْنَا فِيهِ فَقَوْمْنَا وَإِنْ اِشْتَمَلْ
عَلَيْنَا عَدُوُّكَ الشَّيْطَانُ فَاسْتَنْقِذْنَا مِنْهُ اَللَّهُمَّ
اَشْحَنَّهُ بِعِبَادَتِنَا إِيَّاكَ وَزَيْنِ أَوْقَاتِهِ بِطَاعَتِنَا لَكَ
وَاعِنَّا فِي نَهَارِهِ عَلَى

نے اجر مقرر کیا ہے وہ ہمارے لئے بھی مقرر فرما اور ہمیں
اپنی رحمت سے اُن لوگوں میں شامل کر جنہوں نے بلند
ترین مرتبہ کا استحقاق پیدا کیا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی
آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اس چیز سے بچائے رکھ کہ
ہم توحید میں کج اندیشی، تیری تجہید و بزرگی میں کوتاہی،

تیرے دین میں شک، تیرے راستے سے بے راہروی اور
تیری حرمت سے لاپرواہی کریں اور تیرے دشمن شیطان
مردود سے فریب خوردگی کا شکار ہوں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن
کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور جب کہ اس مہینے کی راتوں
میں ہر رات میں تیرے کچھ ایسے بندے ہوتے ہیں جنہیں
تیرا عفو و کرم آزاد کرتا ہے یا تیری بخشش و درگزر انہیں
بخش دیتی ہے تو ہمیں بھی انہی بندوں میں داخل کر اور اس
مہینہ کے بہترین اہل و اصحاب میں قرار دے۔ اے اللہ!
محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس چاند کے گھٹنے
کے ساتھ ہمارے گناہوں کو بھی محو کر دے۔ اور جب اس
کے دن ختم ہونے پر آئیں تو ہمارے گناہوں کا وبال ہم
سے دور کر دے تا کہ یہ مہینہ اس طرح تمام ہو کہ تو ہمیں
خطاؤں سے پاک اور گناہوں سے بری کر چکا ہو۔ اے اللہ!

محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اس مہینہ میں اگر ہم حق سے منہ موڑیں تو ہمیں سیدھے راستہ پر لگا دے اور کجروی اختیار کریں تو ہماری اصلاح و درستگی فرما اور اگر تیرا دشمن شیطان ہمارے گرد احاطہ کرے تو اس کے پنجے سے چھڑالے۔ بارِ الہا اس مہینہ کا دامن ہماری عبادتوں سے جو تیرے لئے بجالائی گئی ہوں بھر دے اور اس کے لمحات کو ہماری اطاعتوں سے سجادے اور اس کے دنوں میں روزے رکھنے اور اس کی

صِيَامِهِ وَفِي لَيْلِهِ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّضَرُّعِ إِلَيْكَ
وَالْخُشُوعِ لَكَ وَالذِّلَّةِ بَيْنَ يَدَيْكَ حَتَّى
لَا يَشْهَدَ نَهَارُهُ عَلَيْنَا بِغَفْلَةٍ وَلَا لَيْلُهُ بِتَفْرِيطٍ
اللَّهُمَّ وَاجْعَلْنَا فِي سَائِرِ الشُّهُورِ وَالْأَيَّامِ كَذَلِكَ
مَا عَمَّرْتَنَا وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ الَّذِينَ

يَرْتُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. وَالَّذِينَ
يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجَلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ
رَاجِعُونَ وَمِنَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ
لَهَا سَابِقُونَ أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ فِي كُلِّ
وَقْتٍ وَكُلِّ آوَانٍ وَعَلَىٰ كُلِّ حَالٍ عَدَدَ مَا صَلَّيْتَ
عَلَىٰ مَنْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ وَأَضْعَافَ ذَلِكَ كُلِّهِ
بِالْأَضْعَافِ الَّتِي لَا يُحْصِيهَا غَيْرُكَ إِنَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا
تُرِيدُ.

راتوں میں نمازیں پڑھنے، تیرے حضور گڑ گڑانے، تیرے
سامنے عجز و الحاح کرنے اور تیرے روبرو ذلت و خواری کا
مظاہرہ کرنے، ان سب میں ہماری مدد فرماتا کہ اس کے
دن ہمارے خلاف غفلت کی اور اس کی راتیں کوتاہی و تقصیر
کی گواہی نہ دیں۔ اے اللہ! تمام مہینوں اور دنوں میں جب

تک تو ہمیں زندہ رکھے، ایسا ہی قرار دے۔ اور ہمیں اُن بندوں میں شامل فرما جو فردوس بریں کی زندگی کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وارث ہوں گے اور وہ کہ جو کچھ وہ خدا کی راہ میں دے سکتے ہیں، دیتے ہیں۔ پھر بھی اُن کے دلوں کو یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ انہیں اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اور اُن لوگوں میں سے جو نیکوں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی تو وہ لوگ ہیں جو بھلائیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ہر وقت اور ہر گھڑی اور ہر حال میں اس قدر رحمت نازل فرما جتنی تو نے کسی پر نازل کی ہو اور ان سب رحمتوں سے دو گنی چو گنی کہ جسے تیرے علاوہ کوئی شمار نہ کر سکے۔ بے شک تو جو چاہتا ہے وہی کرنے والا ہے۔

یہ دُعاء ماہِ رمضان کے خیر مقدم کے سلسلہ میں ہے۔ ماہِ رمضان قمری سال کا نوواں مہینہ ہے جس میں طلوعِ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک چند امور بقصد قربت ترک کئے جاتے ہیں جیسے کھانا، پینا وغیرہ۔ اس ترک کا نام روزہ ہے جو اسلامی عبادات میں سے ایک اہم عبادت ہے۔ روزہ صرف مذہبِ اسلام ہی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام ملل و مذاہب کسی نہ کسی صورت میں روزہ رکھتے اور اس کی افادیت کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ ماہِ رمضان میں روزہ رکھنا اسلام سے مختص ہے۔ اسی لئے حضرتؑ نے اسے شہرِ الاسلام (اسلام کا مہینہ) فرمایا ہے۔ اس مہینہ کو ماہِ رمضان کے نام سے موسوم کرنے کے سلسلہ میں چند اقوال ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ 'رِمْض' سے ماخوذ ہے اور

رمضان کے معنی دھوپ کی شدت سے پتھر، ریت وغیرہ کے گرم ہونے کے ہیں۔ اسی سے جلتی ہوئی زمین کو ”رمضاء“ کہا جاتا ہے۔ اور جب پہلی دفعہ روزے واجب ہوئے تو ماہ رمضان سخت گرمی میں پڑا تھا اور روزوں کی وجہ سے گرمی و تپش کا احساس بڑھا تو اس مہینہ کا نام ماہ رمضان یعنی ماہ آتش فشاں پڑ گیا یا اس لئے کہ یہ مہینہ گناہوں کو اس طرح جلاتا اور فنا کرتا ہے جس طرح سورج کی تمازت زمین کی رطوبتوں کو جلاتی اور فنا کرتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

انما سمی رمضان لان رمضان یرمض الذنوب
 ماہ رمضان کو ماہ رمضان اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔“

دوسرا قول یہ ہے کہ ’رمضی‘ سے ماخوذ ہے اور

رمضی آس ابرو باراں کو کہتے ہیں جو موسم گرما کے اخیر میں آئے اس سے گرمی کی تیزی دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح یہ مہینہ بھی گناہوں کے جوش کو کم کرتا اور برائیوں کو دھوڈالتا ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ عربوں کے قول رمضت النصل سے ماخوذ ہے جس کے معنی دو پتھروں کے درمیان چھری تلوار یا نیزہ کے پھل کو رکھ کر تیز کرنے کے ہیں۔ اور عرب اس مہینہ میں اپنے ہتھیاروں کو تیز کیا کرتے تھے تاکہ اشہر الحرام کے شروع ہونے سے پہلے ماہ شوال میں اپنی جنگ جو یا نہ طبیعت کے تقاضے پورے کر سکیں۔

چوتھا قول یہ ہے کہ یہ 'ارتماض' سے ماخوذ ہے جس کے معنی قلق و اضطراب محسوس کرنے کے ہیں۔

چونکہ اس مہینہ میں بھوک پیاس کی وجہ سے بے چینی محسوس کی جاتی ہے اس لئے اسے ماہِ رمضان کے نام سے موسوم کیا گیا۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ مشتق نہیں ہے بلکہ اللہ کا نام ہے اور چونکہ اس مہینہ کو اللہ تعالیٰ سے خصوصی نسبت حاصل ہے اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو کر ماہِ رمضان کہلاتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لا تقولوا هذا رمضان ولا ذهب رمضان ولا جاء رمضان فان رمضان اسم من اسماء الله تعالى وهو عز وجل لا يجيئ ولا يذهب ولكن قولوا ”شهر رمضان“۔

یہ نہ کہا کرو کہ ”یہ رمضان ہے۔“ اور ”رمضان گیا“ اور

رمضان آیا۔“ اس لئے کہ رمضان، اللہ سبحانہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کہیں آتا جاتا نہیں۔ لہذا ماہ رمضان کہا کرو۔“

ماہ رمضان اس انتساب اور اپنے فیوض و برکات کے لحاظ سے تمام مہینوں پر فوقیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

قد اقبل اليكم شهر الله بالبركة والرحمة
والمغفرة شهر هو عند الله افضل الشهور وایامه
افضل الايام وليا له افضل الليالي و ساعاته
افضل الساعات۔

تمہاری طرف اللہ کا مہینہ برکت، رحمت اور مغفرت کا پیغام لے کر بڑھ رہا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مہینوں سے افضل ہے۔ اس کے دن تمام دنوں سے

افضل، اس کی راتیں تمام راتوں سے بہتر، اس کے لمحے تمام لمحوں سے برتر ہیں۔“

اس مہینہ کی راتوں میں سے ایک رات لیلة القدر کے نام سے موسوم ہے جس میں بجا لائے ہوئے اعمال و عبادات ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:-

العمل فیہا خیر من العمل فی الف شہر لیس فیہا لیلة القدر۔

اس رات میں اعمال اُن ہزار مہینوں کے اعمال سے بہتر ہیں جن میں لیلة القدر نہ ہو۔“

اسی مہینہ میں تمام آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اور اسی مہینہ میں قرآن مجید نازل ہوا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-
شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی

للناس وبيّنات من الهدى والفرقان۔

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ وہ لوگوں کے لئے رہنما ہے اور ہدایت اور حق و باطل کے امتیاز کی روشن نشانیاں رکھتا ہے۔“

اس مہینہ کو روزوں سے مختص کرنے میں یہ مصلحت بھی ہو سکتی ہے کہ قرآن کی یاد تازہ رہے اور روزہ و عبادت کے جلو میں اس کے نزول کی تقریب کو منایا جاسکے اور یوں بھی عمل و عبادت کے لئے وقت و زمانہ کی پابندی اس کے بجالانے کی قوی محرک ہوتی ہے۔ اگر روزوں کا زمانہ مقرر نہ ہوتا اور لوگوں کو یہ اختیار ہوتا کہ وہ سال میں جب چاہیں روزہ رکھ لیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیشتر افراد روزہ رکھنے میں ٹال مٹول سے کام لیتے، اور آج کل کر کے پورا سال گزار دیتے اور ایک آدھ دن بھی روزہ رکھنے کی

توفیق نصیب نہ ہوتی۔ اور اگر ایک آدھ روزہ رکھ بھی لیتے تو اس پر کوئی فائدہ مرتب نہ ہوتا بلکہ ایک معتاد زندگی میں خلل پیدا ہوتا اور پھر ہر شخص ایسے ہی زمانہ میں روزہ رکھتا جس میں روزے کی تکلیف کا احساس کم ہوتا اور مختلف موسموں میں روزہ رکھنے سے جو مختلف اثرات صحتِ انسانی پر پڑتے ہیں اُن سے محروم ہونا پڑتا۔ اس کے علاوہ عبادت میں ہم آہنگی و اجتماعی شان باقی نہ رہتی۔ اور یک رنگی ہی وہ چیز ہے جس سے تلخی بھی خوشگوار ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص دوسروں کو بے روزہ دیکھتا ہے اور خود روزہ سے ہوتا ہے تو اُسے روزہ گراں گزرتا ہے۔ مگر دوسروں کو روزہ دار دیکھنے سے اس کی ناخوشگوارِ بارِ خاطر نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب سفر یا مرض کی وجہ سے روزے قضا ہو جاتے ہیں اور بعد میں رکھنا پڑتے ہیں تو وہ ماہِ رمضان کے روزوں کی

بہ نسبت شاق گزرتے ہیں اور دل میں ماہِ رمضان کے
 روزوں کا سا ولولہ و جوش پیدا نہیں ہوتا۔ اور اس تحدید
 اوقات سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان دوسروں کی دیکھا
 دیکھی روزہ رکھ لیتا ہے اور بے روزہ رہنے سے شرم و خجالت
 محسوس کرتا ہے۔ اسلامی روزہ فقط تعیین مدت ہی کے لحاظ
 سے امتیاز نہیں رکھتا کہ اسے آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا، اور
 بھی چند وجوہ سے خصوصی امتیازات کا حامل ہے۔ چنانچہ
 اسلام نے روزوں کی مدت نہ اتنی مختصر رکھی ہے کہ ان سے
 کوئی فائدہ و نتیجہ حاصل نہ ہو اور نہ اتنی طویل کہ زندگی کے
 معمول میں فرق پڑے۔ اور اس سے عہدہ برآ ہونے میں
 دشواری محسوس ہو۔ اس معتدل مدت کے ساتھ روزہ کے
 اوقات بھی بالکل طبعی ہیں۔ یعنی طلوعِ صبح صادق سے لے کر
 غروبِ آفتاب تک، جنہیں بڑی آسانی سے معلوم کیا جاسکتا

ہے۔ اسی طرح پوری مدت کی تعیین میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ یوں، کہ ایک چاند دیکھو تو روزے شروع کر دو اور دوسرا چاند دیکھو تو ختم کر دے۔ بخلاف دوسرے مذاہب کے کہ اُن کے ہاں روزہ رکھنے کے لئے پورا حساب لگانے کی ضرورت پڑتی ہے اور بغیر حساب دانی کے نہ شروع کا وقت معلوم ہو سکتا ہے اور نہ ختم کا۔ اور پھر اسلامی روزہ صرف دن کے اوقات میں ہوتا ہے جب کہ انسان چلتا پھرتا اور حرکت کرتا رہتا ہے اور طبی حیثیت سے یہ مسلمہ طور پر ثابت ہے کہ جب انسان کے بدن میں حرکت نہ ہو تو اس حالت میں خالی پیٹ رہنا صحت کو معتد بہ نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی لئے آئمہ اہل بیتؑ نے رات کے وقت کچھ نہ کچھ کھاپی کر سونے کی ہدایت کی ہے اور صوم وصال یعنی دو روزوں کو ملا کر رکھنے کو حرام قرار دیا ہے تاکہ روزہ میں رات

کا حصہ شامل نہ ہونے پائے۔ اس کے برخلاف یہود و
 نصاریٰ کے ہاں رات کا حصہ بھی شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ
 یہودیوں کا روزہ ۲۲ گھنٹہ سے لے کر ۲۶ گھنٹہ تک کا ہوتا
 ہے۔ اور اتنا طویل فاقہ یقیناً صحت جسمانی کے لئے مضر ہوتا
 ہے۔ اور پھر روزہ کا سب سے اہم مقصد ضبط نفس کی مشق
 ہے اور یہ مقصد رات کے روزہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔
 کیونکہ رات تو سونے میں کٹ جاتی ہے اور اس کے ساتھ
 خواہشات و جذبات بھی سو جاتے ہیں اس لئے خواہشاتِ نفس
 کو روکنے کی ریاضت نہ ہو سکے گی۔ یہ ریاضت تو دن ہی کے
 روزہ سے ہو سکتی ہے جس سے انسان رفتہ رفتہ اپنے
 خواہشات پر قابو پالیتا ہے۔ کبھی خواہشات پر اقتدار صرف
 اس حد تک ہوتا ہے کہ انسان بھوک پیاس کے ہوتے
 ہوئے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ اور کبھی زبان، آنکھ، کان پر

بھی قابو پا لیتا ہے اور انہیں بے راہ نہیں ہونے دیتا۔ اور
 کبھی اپنے خیالات و تصورات پر بھی قابو حاصل کر لیتا ہے۔
 اس اعتبار سے روزہ دار تین قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو صرف
 کھانے پینے اور دوسرے مضطرات سے اجتناب کرتے
 ہیں؛ یہ عوام کا گروہ ہے۔ اور دوسرے وہ جو ہمہ تن روزہ دار
 ہوتے ہیں اور کسی عضو کو گناہ سے آلودہ نہیں ہونے دیتے۔
 یہ خواص کی جماعت ہے اور دراصل روزہ دار یہی لوگ ہیں۔
 چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

اذا صمت فليصم سمعك و بصرك و شعرك و
 جلدك ولا يكون صومك كيوم فطرک۔

جب روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ، بال اور جسم کی کھال
 تک روزہ دار ہو اور تمہارے روزہ کا دن بے روزہ والے دن
 کے مانند نہ ہونا چاہئے۔“

اور تیسرے وہ جو اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کے
 خیالاتِ فاسدہ اور تصوراتِ باطلہ سے پاک و صاف رکھتے ہیں
 اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مستغرق رہتے ہیں۔
 یہ مقررین کی جماعت ہے۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ
 السلام کے متعلق وارد ہوا ہے کہ ماہِ رمضان میں آپؑ کی
 زبان اقدس سے دُعاء و تسبیح اور تکبیر و استغفار کے علاوہ کوئی
 کلمہ سننے میں نہ آتا تھا۔ یہاں تک کہ تمام ماہِ مبارک اسی
 طرح گزر جاتا تھا۔

دُعاؤہ لو داعِ شہرِ رمضان و داعِ ماہِ رمضان کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي وَدَاعِ شَهْرِ رَمَضَانَ -

دُعاۓ وداعِ ماہِ رمضان

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ لَا يَزِيْرُ غَبٌ فِي الْجَزَاءِ

اے اللہ! اے وہ جو (اپنے احسانات کا) بدلہ نہیں چاہتا
وَيَا مَنْ لَا يَنْدُمُ عَلَى الْعَطَاءِ وَيَا مَنْ لَا يُكَافِي عَبْدَهُ
عَلَى السَّوَاءِ مِنْتَكَ ابْتِدَاءً وَعَفْوُكَ تَفْضُّلٌ
وَعُقُوبَتُكَ عَدْلٌ وَقَضَاؤُكَ خَيْرَةٌ اِنْ اَعْطَيْتَ لَمْ
تُشَبَّ عَطَائِكَ بِمَنْ وَاِنْ مَنَعْتَ لَمْ يَكُنْ مَنُوعَكَ
تَعَدِّيًّا تَشْكُرُ مَنْ شَكَرَكَ وَاَنْتَ اَلْهَمَّتَهُ شُكْرَكَ
وَتُكَافِي مَنْ حَمَدَكَ وَاَنْتَ عَلَّمْتَهُ حَمْدَكَ تَسْتُرُ عَلَى
مَنْ لَوْ شِئْتَ فَضَحْتَهُ وَتَجُودُ عَلَى مَنْ لَوْ شِئْتَ
مَنَعْتَهُ وَكَلَاهُ اَهْلٌ مِنْكَ لِلْفَضِيْحَةِ وَالْمَنْعِ غَيْرِ

أَنْكَ بَنَيْتَ أَفْعَالَكَ عَلَى التَّفْضُلِ وَأَجَرَيْتَ
 قُدْرَتَكَ عَلَى التَّجَاوُزِ وَتَلَقَّيْتَ مَنْ عَصَاكَ بِالْحِلْمِ
 وَأَمَهَلْتَ مَنْ قَصَدَ لِنَفْسِهِ بِالظُّلْمِ تَسْتَنْظِرُ هُمْ
 بِأَنَاتِكَ إِلَى الْإِنَابَةِ وَتَتْرُكُ مُعَاجَلَتَهُمْ إِلَى التَّوْبَةِ
 لِكَيْلَا يَهْلِكَ عَلَيْكَ هَٰلِكُهُمْ وَلَا يَشْقَىٰ بِنِعْمَتِكَ
 شَقِيَّهُمْ إِلَّا عَنْ طَوْلِ الْإِعْذَارِ إِلَيْهِ وَبَعْدَ تَرَادُفِ
 الْحُجَّةِ عَلَيْهِ كَرَّمًا مِنْ عَفْوِكَ يَا كَرِيمٌ وَعَائِدَةً مِنْ
 عَظْفِكَ يَا حَلِيمٌ أَنْتَ الَّذِي فَتَحْتَ لِعِبَادِكَ بَابًا
 إِلَى عَفْوِكَ وَسَمَّيْتَهُ التَّوْبَةَ وَجَعَلْتَ عَلَىٰ ذَلِكَ
 الْبَابِ

اے وہ جو عطا و بخشش پر پشیمان نہیں ہوتا۔ اے وہ جو اپنے
 بندوں کو (ان کے عمل کے مقابلہ میں) نپا تلا اجر نہیں دیتا۔
 تیری نعمتیں بغیر کسی سابقہ استحقاق کے ہیں اور تیرا عفو و

در گز تفصل و احسان ہے۔ تیرا سزا دینا عین عدل اور تیرا
 فیصلہ خیر و بہبودی کا حامل ہے۔ تو اگر دیتا ہے تو اپنی عطا کو
 منت گزاری سے آلودہ نہیں کرتا اور اگر منع کر دیتا ہے تو یہ
 ظلم و زیادتی کی بنا پر نہیں ہوتا۔ جو تیرا شکر ادا کرتا ہے تو
 اُس کے شکر کی جزا دیتا ہے۔ حالانکہ تو ہی نے اس کے دل
 میں شکر گزاری کا القاء کیا ہے اور جو تیری حمد کرتا ہے
 اُسے بدلہ دیتا ہے حالانکہ تو ہی نے اُسے حمد کی تعلیم دی
 ہے۔ اور ایسے شخص کی پردہ پوشی کرتا ہے کہ اگر چاہتا تو
 اُسے رسوا کر دیتا۔ اور ایسے شخص کو دیتا ہے کہ اگر چاہتا تو
 اُسے نہ دیتا۔ حالانکہ وہ دونوں تیری بارگاہِ عدالت میں رسوا و
 محروم کئے جانے ہی کے قابل تھے مگر تو نے اپنے افعال
 کی بنیاد تفصل و احسان پر رکھی ہے اور اپنے اقتدار کو عفو و
 در گز کی راہ پر لگایا ہے۔ اور جس کسی نے تیری نافرمانی کی

تو نے اس سے بردباری کا رویہ اختیار کیا۔ اور جس کسی نے اپنے نفس پر ظلم کا ارادہ کیا تو نے اُسے مہلت دی تو اُن کے رجوع ہونے تک اپنے حلم کی بنا پر مہلت دیتا ہے اور توبہ کرنے تک انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا تا کہ تیری منشاء کے خلاف تباہ ہونے والا تباہ نہ ہو اور تیری نعمت کی وجہ سے بد بخت ہونے والا بد بخت نہ ہو۔ مگر اس وقت کہ جب اس پر پوری عذر داری اور اتمامِ حجت ہو جائے۔ اے کریم! یہ (اتمامِ حجت) تیرے عفو و درگزر کا کرم، اور اے بردبار تیری شفقت و مہربانی کا فیض ہے۔ تو

ہی ہے وہ جس نے اپنے بندوں

دَلِيلًا مِّنْ وَحْيِكَ لَعَلَّآ يَضِلُّوْا عَنْهُ فَقُلْتَ تَبَارَكَ
اسْمُكَ تَوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ
يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ

تَجَرَّيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا نُورَنَا وَاعْفِرْ لَنَا
إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَمَا عُذْرُ مَنْ أَغْفَلَ دُخُولَ
ذَلِكَ الْمَنْزِلِ بَعْدَ فَتْحِ الْبَابِ وَإِقَامَةِ الدَّلِيلِ
وَأَنْتَ الَّذِي زِدْتَ فِي السَّوْمِ عَلَى نَفْسِكَ لِعِبَادِكَ
تُرِيدُ رُبُّهُمْ فِي مُتَاجَرَتِهِمْ لَكَ وَفَوْزَهُمْ بِالْوِفَادَةِ
عَلَيْكَ وَالزِّيَادَةِ مِنْكَ فَقُلْتَ تَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالَيْتَ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ
جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا وَقُلْتَ مَثَلُ
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ
حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ
وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَقُلْتَ مَنْ ذَا الَّذِي
يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا

كثِيرَةً وَمَا أُنْزِلَتْ مِنْ نَظَائِرِهِنَّ فِي

کے لئے عفو و بخشش کا دروازہ کھولا ہے

اور اُس کا نام توبہ رکھا ہے اور تو نے اس دروازہ کی نشاندہی

کے لئے اپنی وحی کو رہبر قرار دیا ہے تاکہ وہ اس دروازہ سے

بھٹک نہ جائیں۔ چنانچہ اے مبارک نام والے تو نے فرمایا

ہے کہ ”خدا کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کرو۔ اُمید ہے کہ

تمہارا پروردگار تمہارے گناہوں کو محو کر دے اور تمہیں اس

بہشت میں داخل کرے جس کے (محلّات و باغات کے) نیچے

نہریں بہتی ہیں۔ اس دن جب خدا اپنے رسول اور ان

لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کرے گا بلکہ

اُن کا نور اُن کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب چلتا ہو گا

اور وہ لوگ یہ کہتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار!

ہمارے لئے ہمارے نور کو کامل فرما اور ہمیں بخش دے۔
 اس لئے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ”تو اب جو اس گھر میں
 داخل ہونے سے غفلت کرے جب کہ دروازہ کھولا اور رہبر
 مقرر کیا جا چکا ہے تو اس کا عذر و بہانہ کیا ہو سکتا ہے؟ تو وہ
 ہے جس نے اپنے بندوں کے لئے لین دین میں اونچے
 نرخوں کا ذمہ لے لیا ہے اور یہ چاہا ہے کہ وہ جو سودا تجھ سے
 کریں اُس میں انہیں نفع ہو اور تیری طرف بڑھنے اور زیادہ
 حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ تو نے کہ جو مبارک
 نام والا اور بلند مقام والا ہے، فرمایا ہے: ”جو میرے پاس
 نیکی لے کر آئے گا اُسے اُس کا دس گنا اجر ملے گا اور جو برائی
 کا مرتکب ہو گا تو اُس کو برائی کا بدلہ بس اتنا ہی ملے گا جتنی

برائی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور تیرا ارشاد ہے کہ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال اس بیج کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر

بالی میں سو سودا نے ہوں اور خدا

الْقُرْآنِ مِنْ تَضَاعِيفِ الْحَسَنَاتِ وَأَنْتَ الَّذِي
دَلَلْتَهُمْ بِقَوْلِكَ مِنْ غَيْبِكَ وَتَرْغِيْبِكَ الَّذِي فِيهِ
حُظُّهُمْ عَلَى مَا لَوْ سَتَرْتَهُ عَنْهُمْ لَمْ يَدْركُهُ
أَبْصَارُهُمْ وَلَمْ تَعِهِ أَسْمَاعُهُمْ وَلَمْ تَلْحَقْهُ
أَوْهَامُهُمْ فَقُلْتَ اذْكُرُونِي اذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي
وَلَا تَكْفُرُونِ وَقُلْتَ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَا زَيْدَنَّكُمْ
وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ وَقُلْتَ ادْعُونِي
أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي
سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ فَسَمَّيْتُ دُعَاكَ

عِبَادَةٌ وَتَرْكُهُ اسْتِكْبَارًا وَتَوَعَّدَتْ عَلَى تَرْكِهِ
دُخُولَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ فَذَكَرُوكَ بِمَنِّكَ
وَأَشْكُرُوكَ بِفَضْلِكَ وَدَعَاكَ بِأَمْرِكَ وَتَصَدَّقُوا
لَكَ طَلَبًا لِمَزِيدِكَ وَفِيهَا كَانَتْ نَجَاتُهُمْ مِنْ
غَضَبِكَ وَفَوْزُهُمْ بِرِضَاكَ وَلَوْ دَلَّ مَخْلُوقٌ مَخْلُوقًا
مِنْ نَفْسِهِ عَلَى مِثْلِ الَّذِي دَلَلْتَ عَلَيْهِ عِبَادَكَ
مِنْكَ كَانَ مُحْمُودًا فَلَكَ الْحَمْدُ مَا وَجَدَ فِي حَمْدِكَ
مَذْهَبٌ وَمَا بَقِيَ لِلْحَمْدِ لَفُظٌ تُحْمَدُ بِهِ وَمَعْنَى
يَنْصَرِفُ إِلَيْهِ يَأْمَنُ

جس کے لئے چاہتا ہے دُگنا کر دیتا ہے۔ ”----- اور
تیرا ارشاد ہے کہ: ----- کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو
قرض حسنہ دے تاکہ خدا اس کے مال کو کئی گنا زیادہ کر کے
ادا کرے۔“ اور ایسی ہی افزائشِ حسنات کے وعدہ پر مشتمل

دوسری آیتیں کہ جو تو نے قرآن مجید میں نازل کی ہیں اور
 تو ہی وہ ہے جس نے وحی و غیب کے کلام اور ایسی ترغیب
 کے ذریعہ کو جو ان کے فائدہ پر مشتمل ہے ایسے امور کی
 طرف ان کی رہنمائی کی کہ اگر اُن سے پوشیدہ رکھتا تو نہ اُن کی
 آنکھیں دیکھ سکتیں، نہ اُن کے کان سُن سکتے اور نہ اُن کے
 تصورات وہاں تک پہنچ سکتے۔ چنانچہ تیرا ارشاد ہے کہ ”تم
 مجھے یاد رکھو۔ میں بھی تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوں
 گا۔ اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔“
 ----- اور تیرا ارشاد ہے کہ: ”اگر میرا شکر کرو گے تو
 میں یقیناً تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کروں گا تو یاد
 رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔“ ----- اور
 تیرا ارشاد ہے کہ ----- مجھ سے دُعا مانگو تو میں قبول
 کروں گا۔ وہ لوگ جو غرور کی بنا پر میری عبادت سے منہ

موڑ لیتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں
 گے۔ ”----- چنانچہ تو نے دُعاء کا نام عبادت رکھا اور
 اس کے ترک کو غرور سے تعبیر کیا اور اس کے ترک پر جہنم
 میں ذلیل ہو کر داخل ہونے سے پہلے ڈرایا۔ اس لئے انہوں
 نے تیری نعمتوں کی وجہ سے تجھے یاد کیا؛ تیرے فضل و
 کرم کی بنا پر تیرا شکریہ ادا کیا؛ اور تیرے حکم سے تجھے پکارا
 اور (نعمتوں میں) طلبِ افزائش کے لئے تیری راہ میں صدقہ
 دیا۔ اور تیری یہ رہنمائی ہی ان کے لئے تیرے غضب سے
 بچاؤ اور تیری خوشنودی تک رسائی کی صورت تھی۔ اور جن
 تَحْمَدًا إِلَىٰ عِبَادِهِ بِالْإِحْسَانِ وَالْفَضْلِ وَغَمَرَهُمْ
 بِالْمَنِّ وَالطَّوْلِ مَا أَفْشَىٰ فِينَا نِعْمَتَكَ وَأَسْبَغَ
 عَلَيْنَا مِنْتَكَ وَ أَخَصَّنَا بِبِرِّكَ هَدَيْتَنَا لِدِينِكَ
 الَّذِي اصْطَفَيْتَ وَمِلَّتِكَ الَّتِي ارْتَضَيْتَ

وَسَبِيلِكَ الَّذِي سَهَّلْتَ وَبَصَّرْتَنَا الزُّلْفَةَ لَدَيْكَ
وَالْوُصُولَ إِلَى كَرَامَتِكَ اللَّهُمَّ وَأَنْتَ جَعَلْتَ مِنْ
صَفَايَا تِلْكَ الْوُظَائِفِ وَخَصَائِصِ تِلْكَ الْفُرُوضِ
شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي اخْتَصَصْتَهُ مِنْ سَائِرِ الشُّهُورِ
وَتَخَيَّرْتَهُ مِنْ جَمِيعِ الْأَزْمِنَةِ وَالْذُّهُورِ وَاثَرْتَهُ عَلَى
كُلِّ أَوْقَاتِ السَّنَةِ بِمَا أَنْزَلْتَ فِيهِ مِنَ الْقُرْآنِ
وَالنُّورِ وَضَاعَفْتَ فِيهِ مِنَ الْإِيمَانِ وَفَرَضْتَ فِيهِ
مِنَ الصِّيَامِ وَرَغَّبْتَ فِيهِ مِنَ الْقِيَامِ وَأَجَلَلْتَ
فِيهِ مِنْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ الَّتِي هِيَ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ثُمَّ
اَثَرْتَنَا بِهِ عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ وَأَصْطَفَيْتَنَا بِفَضْلِهِ
دُونَ أَهْلِ الْبَلَدِ فَصُومْنَا بِأَمْرِكَ نَهَارَهُ وَقُومْنَا
بِعَوْنِكَ لَيْلَهُ مُتَعَرِّضِينَ بِصِيَامِهِ وَقِيَامِهِ لِمَا
عَرَّضْتَنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِكَ

باتوں کی تو نے اپنی جانب سے اپنے بندوں کی راہنمائی کی
 ہے اگر کوئی مخلوق اپنی طرف سے دوسرے مخلوق کی ایسی
 ہی چیزوں کی طرف راہنمائی کرتا تو وہ قابل تحسین ہوتا۔ تو
 پھر تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے۔ جب تک تیری حمد
 کے لئے راہ پیدا ہوتی رہے اور جب تک حمد کے وہ الفاظ
 جن سے تیری تحمید کی جاسکے اور حمد کے وہ معنی جو تیری
 حمد کی طرف پلٹ سکیں باقی رہیں۔ اے وہ جو اپنے فضل و
 احسان سے بندوں کی حمد کا سزاوار ہوا ہے اور انہیں اپنی
 نعمت و بخشش سے ڈھانپ لیا ہے، ہم پر تیری نعمتیں کتنی
 آشکارا ہیں اور تیرا انعام کتنا فراواں ہے اور کس قدر ہم
 تیرے انعام و احسان سے مخصوص ہیں۔ تو نے اس دین کی
 جسے منتخب فرمایا اور اس طریقہ کی جسے پسند فرمایا اور اس
 راستہ کی جسے آسان کر دیا ہمیں ہدایت کی اور اپنے ہاں قرب

حاصل کرنے اور عزت و بزرگی تک پہنچنے کے لئے بصیرت دی۔ بارِ الہا تو نے اِن منتخب فرائض اور مخصوص واجبات میں سے ماہِ رمضان کو قرار دیا ہے جسے تو نے تمام مہینوں میں امتیاز بخشا، اور تمام وقتوں اور زمانوں میں سے اسے منتخب فرمایا ہے اور اس میں قرآن اور نور کو نازل فرما کر اور ایمان کو فروغ و ترقی بخش کر اسے سال کے تمام اوقات پر فضیلت دی اور اس میں روزے واجب کئے اور نمازوں کی ترغیب دی اور اس میں شب قدر کو بزرگی بخشی جو خود ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ پھر اس مہینہ کی وجہ سے تو نے ہمیں تمام اُمتوں پر ترجیح دی، اور دوسری اُمتوں کے بجائے ہمیں اس کی فضیلت کے باعث منتخب کیا۔ چنانچہ ہم نے تیرے حکم سے اس کے دنوں میں روزے رکھے اور تیری مدد سے اس کی راتیں

وَتَسَبَّبْنَا إِلَيْهِ مِنْ مَثُوبَتِكَ وَأَنْتَ الْمَلِيُّ بِمَا رُغِبَ
فِيهِ إِلَيْكَ الْجَوَادُ بِمَا سُئِلْتُ مِنْ فَضْلِكَ الْقَرِيبُ
إِلَى مَنْ حَاوَلَ قُرْبَكَ وَقَدْ أَقَامَ فِيْنَا هَذَا الشَّهْرُ
مُقَامَ مُحَمَّدٍ وَصَحْبِنَا صُحْبَةً مَبْرُورٍ وَأَرْبَحْنَا أَفْضَلَ
أَرْبَاحِ الْعَالَمِينَ ثُمَّ قَدْ فَارَقْنَا عِنْدَ تَمَامِ وَقْتِهِ
وَانْقِطَاعِ مُدَّتِهِ وَوَفَاءِ عِدَدِهِ فَنَحْنُ مُودِّعُوهُ وَدَاعٍ
مَنْ عَزَّ فِرَاقُهَا عَلَيْنَا وَغَمُّهَا وَأَوْحَشَنَا انْصِرَافَهُ
عَنَّا وَلَزِمَنَا لَهُ الدِّمَامُ الْمَحْفُوظُ وَالْحُرْمَةُ
الْمُرْعِيَّةُ وَالْحَقُّ الْمُقْضَى فَنَحْنُ قَائِلُونَ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا شَهْرُ اللَّهِ الْأَكْبَرِ وَيَا عِيدِ أَوْلِيَائِهِ-
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَكْرَمَ مَصْحُوبٍ مِّنَ الْأَوْقَاتِ
وَيَا خَيْرَ شَهْرٍ فِي الْأَيَّامِ وَالسَّاعَاتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ
مِنْ شَهْرٍ قَرَّبْتَ فِيهِ الْأَمَالَ وَنُشِرَتْ فِيهِ
الْأَعْمَالُ السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ قَرِينٍ جَلَّ قَدْرُهُ

مَوْجُودًا وَأَنْجَعَ فَقْدُهُ مَفْقُودًا وَمَرَجُّو أَلَمَ فِرَاقُهُ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ أَلَيْفِ أَنْسٍ مُقْبِلًا فَسَرَّ
 وَأَوْحَشَ مُنْقَضِيًا فَمَضَّ السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ مُجَاوِرِ
 رَقَّتْ فِيهِ الْقُلُوبُ وَقَلَّتْ

عبادت میں بسر کیں۔ اس حالت میں کہ ہم اس روزہ نماز
 کے ذریعہ تیری اس رحمت کے خواستگار تھے جس کا دامن تو
 نے ہمارے لئے پھیلایا ہے اور اسے تیرے اجر و ثواب کا
 وسیلہ قرار دیا۔ اور تو ہر اس چیز کے عطا کرنے پر قادر ہے
 جس کی تجھ سے خواہش کی جائے اور ہر اس چیز کا بخشنے
 والا ہے جس کا تیرے فضل سے سوال کیا جائے تو ہر اُس
 شخص سے قریب ہے جو تجھ سے قرب حاصل کرنا چاہے۔
 اس مہینہ نے ہمارے درمیان قابلِ ستائش دن گزارے اور
 اچھی طرح حق رفاقت ادا کیا اور دنیا جہان کے بہترین

فاندوں سے ہمیں مالامال کیا۔ پھر جب اس کا زمانہ ختم ہو گیا، مدت بیت گئی اور گنتی تمام ہو گئی تو وہ ہم سے جدا ہو گیا۔ اب ہم اسے رخصت کرتے ہیں اُس شخص کے رخصت کرنے کی طرح جس کی جدائی ہم پر شاق ہو اور جس کا جانا ہمارے لئے غم افزا اور وحشت انگیز ہو اور جس کے عہد و پیمان کی نگہداشت عزت و حرمت کا پاس اور اس کے واجب الادا حق سے سبکدوشی از بس ضروری ہو۔ اس لئے ہم کہتے ہیں، اے اللہ کے بزرگ ترین مہینے، تجھ پر سلام۔ اے دوستانِ خدا کی عید تجھ پر سلام اے اوقات میں بہترین رفیق اور دنوں اور ساعتوں میں بہترین مہینے تجھ پر سلام۔ اے وہ مہینے جس میں اُمیدیں بر آتی ہیں اور اعمال کی فراوانی ہوتی ہے، تجھ پر سلام۔ اے وہ ہم نشین کہ جو موجود ہو تو اس کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے اور نہ ہونے پر بڑا

دُکھ ہوتا ہے اور اے وہ سرچشمہ اُمید ور جا جس کی جدائی الم انگیز ہے، تجھ پر سلام۔ اے وہ ہمد م جو انس و دل بستگی کا سامان لئے ہوئے آیا تو شادمانی کا سبب ہوا اور واپس گیا تو وحشت بڑھا کر غمگین بنا گیا، تجھ پر سلام۔ اے وہ

فِيهِ الذُّنُوبُ السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ نَاصِرٍ أَعَانَ عَلَى الشَّيْطَانِ وَصَاحِبٍ سَهَّلَ سُبُلَ الْإِحْسَانِ السَّلَامُ عَلَيْكَ مَا أَكْثَرَ عِتْقَاءَ اللَّهِ فِيكَ وَمَا أَسْعَدَ مَنْ رَعَى حُرْمَتَكَ بِكَ السَّلَامُ عَلَيْكَ مَا كَانَ أَهْوََاكَ لِلذُّنُوبِ وَأَسْتَرَكَ لِأَنْوَاعِ الْعُيُوبِ السَّلَامُ عَلَيْكَ مَا كَانَ أَطْوَلَكَ عَلَى الْمُجْرِمِينَ وَأَهْيَبَكَ فِي صُدُورِ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ شَهْرِ لَا تُنَافِ سُهُ الْإَيَّامُ السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ شَهْرِ هُوَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ السَّلَامُ عَلَيْكَ غَيْرَ كَرِيهٍ

الْهُصَاخَبَةُ وَلَا ذَمِيمٍ الْهَلَابَسَةُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
 كَبَا وَفَدَّتْ عَلَيْنَا بِالْبَرَكَاتِ وَغَسَلَتْ عِنْدَنَسِ
 الْخَطِيعَاتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ غَيْرَ مُودَّعٍ بَرَمًا وَلَا
 مَتْرُوكٍ صِيَامُهُ سَأَمًا السَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ
 مَطْلُوبٍ قَبْلَ وَقْتِهِ وَهَخْزُونٍ عَلَيْهِ قَبْلَ فَوْتِهِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ كَمْ مِنْ سُوءٍ صُرِفَ بِكَ عَنْهُ وَكَمْ
 مِنْ خَيْرٍ أُفِيضَ بِكَ عَلَيْنَا السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى
 لَيْلَةِ الْقَدْرِ الَّتِي هِيَ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرِ السَّلَامُ
 عَلَيْكَ مَا كَانَ

ہمسائے جس کی ہمسائیگی میں دل نرم اور گناہ کم ہو گئے تجھ پر
 سلام۔ اے وہ مددگار جس نے شیطان کے مقابلہ میں مدد و
 اعانت کی، اے وہ ساتھی جس نے حسنِ عمل کی راہیں ہموار
 کیں تجھ پر سلام۔ (اے ماہِ رمضان) تجھ میں اللہ تعالیٰ کے

آزاد کئے ہوئے بندے کس قدر زیادہ ہیں اور جنہوں نے
 تیری حرمت و عزت کا پاس و لحاظ رکھا وہ کتنے خوش نصیب
 ہیں۔ تجھ پر سلام، تو کس قدر گناہوں کو محو کرنے والا اور قسم
 قسم کے عیبوں کو چھپانے والا ہے۔ تجھ پر سلام۔ تو گنہگاروں
 کے لئے کتنا طویل اور مومنوں کے دل میں کتنا پر ہیبت
 ہے۔ تجھ پر سلام۔ اے وہ مہینے جس سے دوسرے ایام
 ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے، تجھ پر سلام۔ اے وہ مہینے جو
 ہر امر سے سلامتی کا باعث ہے تجھ پر سلام۔ اے وہ جس کی
 ہم نشینی بارِ خاطر اور معاشرت ناگوار نہیں، تجھ پر سلام؛ جب
 کہ تو برکتوں کے ساتھ ہمارے پاس آیا اور گناہوں کی
 آلودگیوں کو دھویا، تجھ پر سلام۔ اے وہ جسے دل تنگی کی وجہ
 سے رخصت نہیں کیا گیا اور نہ خستگی کی وجہ سے اس کے
 روزے چھوڑے گئے تجھ پر سلام۔ اے وہ کہ جس کے آنے

کی پہلے سے خواہش تھی اور جس کے ختم ہونے سے قبل ہی
 دل رنجیدہ ہیں تجھ پر سلام۔ تیری وجہ سے کتنی برائیاں ہم
 سے دور ہو گئیں اور کتنی بھلائیوں کے سرچشمے ہمارے لئے
 جاری ہو گئے۔ تجھ پر سلام۔ (اے ماہِ رمضان) تجھ پر اور
 اس شبِ قدر پر جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے سلام ہوا بھی کل
 ہم کتنے تجھ پر وارفتہ تھے۔ اور آنے والے کل میں ہمارے
 شوق کی کتنی فراوانی ہوگی۔ تجھ پر سلام (اے ماہِ مبارک
 تجھ پر) اور تیری اُس فضیلتوں پر جن سے ہم محروم ہو گئے
 اور تیری گزشتہ برکتوں پر جو ہمارے ہاتھ سے

أَحْرَصْنَا بِالْأَمْسِ عَلَيْكَ وَأَشَدَّ شَوْقَنَا غَدًا إِلَيْكَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى فَضْلِكَ الَّذِي حُرِّمْنَاهُ وَعَلَى
 مَا ضَمِنَ بَرَكَاتِكَ سُلْبِنَاهُ اللَّهُمَّ إِنَّا أَهْلُ هَذَا
 الشَّهْرِ الَّذِي شَرَّفْتَنَا بِهِ وَوَفَّقْتَنَا بِمَنِّكَ لَهُ حِينَ

جَهْلَ الْأَشْقِيَاءِ وَقَتَهُ وَحُرْمُوا لِشِقَائِهِمْ فَضْلَهُ
 وَأَنْتَ وَلِيُّ مَا أَثَرْتَنَا بِهِ مِنْ مَعْرِفَتِهِ وَهَدَيْتَنَا لَهُ
 مِنْ سُنَّتِهِ وَقَدْ تَوَلَّيْنَا بِتَوْفِيقِكَ صِيَامَهُ وَقِيَامَهُ
 عَلَى تَقْصِيرٍ وَأَدَّيْنَا فِيهِ قَلِيلًا مِّنْ كَثِيرِ اللَّهِمَّ
 فَلكَ الْحَمْدُ إِقْرَارًا بِالْإِسَاءَةِ وَاعْتِرَافًا بِالْإِضَاعَةِ
 وَلَكَ مِنْ قُلُوبِنَا عَقْدُ النَّدَمِ وَمِنْ أَلْسِنَتِنَا صِدْقُ
 الْإِعْتِذَارِ فَاجْرُنَا عَلَى مَا أَصَابَنَا فِيهِ مِنَ التَّفَرُّيطِ
 أَجْرًا نَسْتَدْرِكَ بِهِ الْفَضْلَ الْمَرْغُوبَ فِيهِ
 وَنَعْتَاضُ بِهِ مِنْ أَنْوَاعِ الذُّخْرِ الْمَحْرُوصِ عَلَيْهِ
 وَأَوْجِبْ لَنَا عُذْرَكَ عَلَى مَا قَصَرْنَا فِيكَ مِنْ حَقِّكَ
 وَابْلُغْ بِأَعْمَارِنَا مَا بَيْنَ أَيْدِينَا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ
 الْمُبْقِيِّ فَإِذَا بَلَّغْتَنَاهُ فَأَعِنَّا عَلَى تَنَاوُلِ مَا أَنْتَ
 أَهْلُهُ مِنَ الْعِبَادَةِ وَادِّنَا إِلَى الْقِيَامِ بِمَا

جاتی رہیں؛ سلام ہو۔ اے اللہ ہم اس مہینہ سے مخصوص ہیں
 جس کی وجہ سے تو نے ہمیں شرف بخشا اور اپنے لطف و
 احسان سے اس کی حق شناسی کی توفیق دی جب کہ بد نصیب
 لوگ اس کے وقت (کی قدر و قیمت) سے بے خبر تھے اور
 اپنی بد بختی کی وجہ سے اس کے فضل سے محروم رہ گئے۔ اور
 تو ہی ولی و صاحب اختیار ہے کہ ہمیں اس کی حق شناسی کے
 لئے منتخب کیا اور اس کے احکام کی ہدایت فرمائی۔ بے
 شک تیری توفیق سے ہم نے اس ماہ میں روزے رکھے،
 عبادت کے لئے قیام کیا۔ مگر کمی و کوتاہی کے ساتھ اور مشتے
 از خروار سے زیادہ نہ بجالا سکے۔ اے اللہ! ہم اپنی بد اعمالی کا
 اقرار اور سہل انگاری کا اعتراف کرتے ہوئے تیری حمد
 کرتے ہیں اور اب تیرے لئے کچھ ہے تو وہ ہمارے دلوں
 کی واقعی شرمساری اور ہماری زبانوں کی سچی معذرت ہے۔

لہذا اس کمی و کوتاہی کے باوجود جو ہم سے ہوئی ہے ہمیں ایسا اجر عطا کر کہ ہم اس کے ذریعہ دلخواہ فضیلت و سعادت کو پاسکیں اور طرح طرح کے اجر و ثواب کے ذخیرے جن کے ہم آرزو مند تھے اس کے عوض حاصل کر سکیں۔ اور ہم نے تیرے حق میں جو کمی و کوتاہی کی ہے اس میں ہمارے عذر کو قبول فرما اور ہماری عمر آئندہ کارشتہ آنے والے ماہِ رمضان سے جوڑ دے۔ اور جب اس تک پہنچادے تو جو عبادت تیرے شایانِ شان ہو اُس کے بجالانے پر ہماری اعانت فرمانا اور اس اطاعت پر جس کا وہ مہینہ سزاوار ہے عمل پیرا ہونے کی توفیق دینا اور ہمارے لئے ایسے نیک اعمال کا سلسلہ جاری رکھنا کہ جو زمانہ زیست کے مہینوں میں ایک کے بعد دوسرے ماہِ رمضان میں تیری حق ادائیگی کا باعث ہوں

يَسْتَحِقُّهُ مِنَ الطَّاعَةِ وَأَجْرِلَنَا مِنْ صَالِحِ الْعَمَلِ
مَا يَكُونُ دَرَكًا لِحَقِّكَ فِي الشَّهْرَيْنِ مِنْ شُهُورِ الدَّهْرِ
اللَّهُمَّ وَمَا أَلَمْنَا بِهِ فِي شَهْرِنَا هَذَا مِنْ لَمَمٍ أَوْ
إِثْمٍ أَوْ وَقَعْنَا فِيهِ مِنْ ذَنْبٍ وَاکْتَسَبْنَا فِيهِ مِنْ
خَطِيئَةٍ عَلَى تَعَمُّدٍ مِنَّا أَوْ عَلَى نِسْيَانٍ ظَلَمْنَا فِيهِ
أَنْفُسَنَا أَوْ نَتَهَكْنَا بِهِ حُرْمَةً مِنْ غَيْرِنَا فَصَلِّ عَلَى
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاسْتَزِنَّا بِسِتْرِكَ وَاعْفُ عَنَّا بِعَفْوِكَ وَلَا
تَنْصِبْنَا فِيهِ لِأَعْيُنِ الشَّامِتِينَ وَلَا تَبْسُطْ عَلَيْنَا
فِيهِ أَلْسُنَ الطَّاعِنِينَ وَاسْتَعْمِلْنِ بِمَا يَكُونُ حِطَّةً
وَكَفَّارَةً لِمَا أَنْكَرْتَ مِنَّا فِيهِ بِرَأْفَتِكَ الَّتِي لَا تَنْفَدُ
وَفَضْلِكَ الَّذِي لَا يَنْقُصُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَآلِهِ وَاجْبُرْ مُصِيبَتَنَا بِشَهْرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي يَوْمِ
عِيدِنَا وَفِطْرِنَا وَاجْعَلْهُ مِنْ خَيْرِ يَوْمٍ مَرَّ عَلَيْنَا
أَجْلِبْهُ لِعَفْوٍ وَأَهْلَاهُ لِدَنْبٍ وَاعْفِرْ لَنَا مَا خَفِيَ مِنْ

ذُنُوبَنَا وَمَا عَلَنَ اللَّهُمَّ اسْلَخْنَا بِإِنْسِلَاخِ هَذَا
الشَّهْرِ مِنْ خَطَايَانَا وَأَخْرِجْنَا بِخُرُوجِهِ مِنْ
سَيِّئَاتِنَا وَاجْعَلْنَا مِنْ

اے اللہ! ہم نے اس مہینہ میں جو صغیرہ یا کبیرہ معصیت کی
ہو، یا کسی گناہ سے آلودہ اور کسی خطا کے مرتکب ہوئے ہوں
جان بوجھ کر یا بھولے چوکے، خود اپنے نفس پر ظلم کیا ہو یا
دوسرے کا دامنِ حرمت چاک کیا ہو۔ تو محمد اور اُن کی آل
پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اپنے پردہ میں ڈھانپ لے، اور
اپنے عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے معاف کر دے۔ اور
ایسا نہ ہو کہ اس گناہ کی وجہ سے طنز کرنے والوں کی آنکھیں
ہمیں گھوریں اور طعنہ زنی کرنے والوں کی زبانیں ہم پر
کھلیں۔ اور اپنی شفقت بے پایاں اور رحمت روز افزوں سے
ہمیں ان اعمال پر کاربند کر جو ان چیزوں کو برطرف کریں

اور ان باتوں کی تلافی کریں جنہیں تو اس ماہ میں ہمارے
 لئے ناپسند کرتا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
 نازل فرما اور اس مہینہ کے رخصت ہونے سے جو قلق
 ہمیں ہوا ہے اُس کا چارہ کر اور عمید اور روزہ چھوڑنے کے
 دن کو ہمارے لئے مبارک قرار دے اور اسے ہمارے
 گزرے ہوئے دنوں میں بہترین دن قرار دے جو عفو و
 درگزر کو سمیٹنے والا اور گناہوں کو محو کرنے والا ہو اور تو
 ہمارے ظاہر و پوشیدہ گناہوں کو بخش دے۔ بارِ الہا اس
 مہینہ کے الگ ہونے کے ساتھ تو ہمیں گناہوں سے الگ
 کر دے اور اس کے نکلنے کے ساتھ تو ہمیں برائیوں سے
 نکال لے۔ اور اس مہینہ کی بدولت اس کو آباد کرنے والوں
 میں ہمیں سب سے بڑھ کر خوش بخت، بانصیب اور بہرہ مند
 قرار دے۔ اے اللہ! جس کسی نے جیسا چاہئے اس مہینے کے

پاس و لحاظ کیا ہو اور کما حقہ اس کا احترام ملحوظ رکھا ہو اور
اس کے احکام پر پوری طرح عمل پیرا رہا ہو۔ اور گناہوں
سے

أَسْعِدِ أَهْلَهُ بِهِ وَأَجْزِلِهِمْ قِسْبًا فِيهِ وَأَوْفِرِهِمْ
حَظًّا مِنْهُ اللَّهُمَّ وَمَنْ رَغَى هَذَا الشَّهْرَ حَقَّ رِعَايَتِهِ
وَحَفِظَ حُرْمَتَهُ حَقَّ حِفْظِهَا وَقَامَ بِحُدُودِهِ حَقَّ
قِيَامِهَا وَاتَّقَى ذُنُوبَهُ حَقَّ تَقَاتِيهَا أَوْ تَقَرَّبَ إِلَيْكَ
بِقُرْبَةٍ أَوْ جَبَتْ رِضَاكَ لَهُ وَعَظَفَتْ رَحْمَتَكَ عَلَيْهِ
فَهَبْ لَنَا مِثْلَهُ مِنْ وَجْدِكَ وَأَعْطِنَا أَضْعَافَهُ مِنْ
فَضْلِكَ فَإِنَّ فَضْلَكَ لَا يَغِيضُ وَإِنَّ خَزَائِنَكَ لَا
تُنْقُصُ بَلْ تَفِيضُ وَإِنَّ مَعَادِنَ إِحْسَانِكَ لَا تَفْلِي
وَإِنَّ عَطَائِكَ لِلْعَطَاءِ الْمَهْنَأِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَالِهِ وَاکْتُبْ لَنَا مِثْلَ أَجُورِ مَنْ صَامَهُ أَوْ تَعَبَّدَ

لَكَ فِيهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ اللَّهُمَّ إِنَّا نَتُوبُ إِلَيْكَ فِي
يَوْمِ فِطْرِنَا الَّذِي جَعَلْتَهُ لِلْمُؤْمِنِينَ عِيدًا وَسُرُورًا
وَلِأَهْلِ مِلَّتِكَ فَجْمَعًا وَمُحْتَشِدًا مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
أَذْنَبْنَاهُ أَوْ سُوءٍ أَسْلَفْنَاهُ أَوْ خَاطِرٍ شَرٍّ أَضْمَرْنَاهُ
تُوبَةً مَنْ لَا يَنْطَوِي عَلَى رُجُوعٍ إِلَى ذَنْبٍ وَلَا يَعُودُ
بَعْدَهَا فِي خَطِيئَةٍ تُوبَةً نَصُوحًا خَلَصَتْ مِنَ الشَّكِّ
وَالِإِرْتِيَابِ فَتَقَبَّلَهَا مِنَّا وَارْضَ عَنَّا وَثَبِّتْنَا

جس طرح بچنا چاہئے اس طرح بچا ہو یا بہ نیت تقرب ایسا
عمل خیر بجالایا ہو جس نے تیری خوشنودی کے لئے ضروری
قرار دیا ہو اور تیری رحمت کو اس کی طرف متوجہ کر دیا ہو
تو جو اُسے بخشے ویسا ہی ہمیں بھی اپنی دولتِ بے پایاں میں
سے بخش اور اپنے فضل و کرم سے اس سے بھی کئی گنا زائد
عطا کر۔ اس لئے کہ تیرے فضل کے سوتے خشک نہیں

ہوتے اور تیرے خزانے کم ہونے میں نہیں آتے بلکہ
 بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ اور نہ تیرے احسانات کی کانیں فنا
 ہوتی ہیں اور تیری بخشش و عطا تو ہر لحاظ سے خوشگوار بخشش و
 عطا ہے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور
 جو لوگ روزِ قیامت تک اس ماہ کے روزے رکھیں یا تیری
 عبادت کریں اُن کے اجر و ثواب کے مانند ہمارے لئے اجر
 و ثواب ثبت فرما۔ اے اللہ! ہم اس روزِ فطر میں جسے تو نے
 اہل ایمان کے لئے عمید و مسرت کا روز اور اہل اسلام کے
 لئے اجتماع و تعاون کا دن قرار دیا ہے ہر اُس گناہ سے جس
 کے ہم مرتکب ہوئے ہوں اور ہر اُس برائی سے جسے پہلے
 کر چکے ہوں اور ہر بری نیت سے جسے دل میں لئے ہوئے
 ہوں اُس شخص کی طرح توبہ کرتے ہیں جو گناہ کی طرف
 دوبارہ پلٹنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور نہ توبہ کے بعد خطا کا مرتکب

ہوتا ہو۔ ایسی سچی توبہ جو ہر شک و شبہ سے پاک ہو۔ توبہ ہماری توبہ کو قبول فرما؛ ہم سے راضی و خوشنود ہو جا اور ہمیں اس پر ثابت قدم رکھ۔ اے اللہ! گناہوں کی سزا کا خوف اور جس ثواب کا تو نے وعدہ کیا ہے اس کا شوق ہمیں نصیب فرماتا کہ جس ثواب کے تجھ سے خواہش مند ہیں اُس کی لذت اور جس عذاب سے پناہ مانگ رہے ہیں اس کی تکلیف و

اذیت پوری طرح جان

عَلَيْهَا اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا خَوْفَ عِقَابِ الْوَعِيدِ وَشَوْقَ ثَوَابِ الْمَوْعُودِ حَتّٰى نَجِدَ لَذَّةَ مَا نَدْعُوكَ بِهٖ وَكَابَةَ مَا نَسْتَجِيْرُكَ مِنْهُ وَجَعَلْنَا عِنْدَكَ مِنَ التَّوَابِيْنَ الَّذِيْنَ اَوْجَبَتْ لَهُمْ مَحَبَّتَكَ وَقَبِلْتَ مِنْهُمْ مُرَاجَعَةَ طَاعَتِكَ يَا اَعْدَلَ الْعَادِلِيْنَ اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنَّا اَبَايْنَا وَاُمَمٰهَاتِنَا وَاَهْلَ دِيْنِنَا

جَمِيعًا مِّنْ سَلَفٍ مِنْهُمْ وَمَنْ غَبَرَ إِلَى يَوْمِ
 الْقِيَمَةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ نَبِيِّنَا وَآلِهِ كَمَا
 صَلَّيْتَ عَلَى مَلٰٓئِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَصَلِّ عَلَيْهِ وَآلِهِ
 كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اَنْبِيَآئِكَ الْمُرْسَلِيْنَ وَصَلِّ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَاَفْضَلْ
 مِنْ ذَلِكَ يَا رَبِّ الْعَالَمِيْنَ صَلَوةً تَبْلُغُنَا بَرَكَتِهَا
 وَيَنَالُنَا نَفْعُهَا وَيُسْتَجَابُ لَهَا دَعَاؤُنَا اِنَّكَ اَكْرَمُ
 مَنْ رَغِبَ اِلَيْهِ وَاَكْفَى مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ وَاَعْطَى مَنْ
 سُئِلَ مِنْ فَضْلِهِ وَاَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

سکیں۔ اور ہمیں اپنے نزدیک اُن توبہ گزاروں میں سے
 قرار دے، جن کے لئے تو نے اپنی محبت کو لازم کر دیا ہے
 اور جن سے فرمانبرداری و اطاعت کی طرف رجوع ہونے کو
 تو نے قبول فرمایا ہے اے عدل کرنے والوں میں سب

سے زیادہ عدل کرنے والے۔ اے اللہ! ہمارے ماں باپ اور ہمارے تمام اہل مذہب و ملت خواہ وہ گزر چکے ہوں یا قیامت کے دن تک آئندہ آنے والے ہوں سب سے درگزر فرما۔ اے اللہ! ہمارے نبی محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جیسی رحمت تو نے اپنے مقرب فرشتوں پر کی ہے۔ اور اُن پر اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جیسی تو نے اپنے فرستادہ نبیوں پر نازل فرمائی ہے۔ اور اُن پر اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جیسی تو نے اپنے نیکو کار بندوں پر نازل کی ہے۔ (بلکہ) اس سے بہتر و برتر۔ اے تمام جہان کے پروردگار ایسی رحمت جس کی برکت ہم تک پہنچے، جس کی منفعت ہمیں حاصل ہو اور جس کی وجہ سے ہماری دُعائیں قبول ہوں۔ اس لئے کہ تو ان لوگوں سے جن کی طرف رجوع ہو اجاتا ہے، زیادہ کریم اور اُن لوگوں سے

جن پر بھروسا کیا جاتا ہے، زیادہ بے نیاز کرنے والا ہے۔
 اور اُن لوگوں سے جن کے فضل کی بنا پر سوال کیا جاتا ہے،
 زیادہ عطا کرنے والا ہے اور تو ہر چیز پر قادر و توانا ہے۔

یہ دعاء ماہِ رمضان کے برکت آفرین لمحات کو الوداع کرنے
 کے سلسلہ میں ہے۔ لفظ وداع، دعتہ سے ماخوذ ہے جس
 کے معنی راحت و آرام اور پرسکون زندگی کے ہیں۔ اور
 مسافر کو وداع کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سے اپنی
 محبت و دل بستگی کا اظہار کیا جائے اور اُس کے لئے دعاء کی
 جائے کہ سفر کی صعوبتیں اس کے لئے آسان اور منزل کی
 دشواریاں اس کے لئے سہل ہوں اور اسے دوبارہ پلٹ
 کر آنا نصیب ہو یا جہاں جانا چاہتا ہے وہاں سکون و قرار
 حاصل ہو، یہ وداع اس کی دلیل ہے کہ جسے وداع کیا جا رہا ہے

نگاہوں میں اس کی عزت اور دل میں اس کی قدر و منزلت ہے، اور اس کی جدائی گراں اور مفارقت شاق ہے، یہ محبت اور لگاؤ زمان سے بھی ہو سکتا ہے اور مکان سے بھی۔ ذی شعور سے بھی ہو سکتا ہے اور غیر ذی شعور سے بھی۔ چنانچہ اسی محبت و وابستگی کے نتیجہ میں انسان کبھی ماضی کے اُن لمحوں کو پکارتا ہے جو اپنی خوشگوار یادِ دل میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اور کبھی شباب کی گھڑیوں کو خطاب کرتا اور عمر رفتہ کو آواز دیتا ہے، اور کبھی اُداس کھنڈروں، خاموش ویرانوں اور شکستہ دیواروں سے خطاب کرتا ہے اور کبھی ان کی زبان بے زبانی کی خود ترجمانی کرتا اور کبھی اُسے بولنے اور جواب دینے کی فرمائش کرتا ہے۔ چنانچہ عرب کا ایک شاعر کہتا ہے:

یادار عبلة بالجواء تکلمی

وعمی صبا حادار عبلة واسلمی

”اے مقام جو امیں واقع ہونے والے عبلة کے

گھر کچھ بول کہ میں گوش بر آواز ہوں۔ تیری صبحیں

غار تگری سے محفوظ اور تو گردشِ زمانہ سے بچار ہے۔“

اسی طرح ماہِ رمضان کے لمحوں اور ساعتوں سے

خطاب کرنا اس سے انتہائی وابستگی کی دلیل ہے۔ کیونکہ

خاصانِ خدا کو ذِکْرِ الہی، اطاعتِ خداوندی اور عبادت سے اتنی

شیفتگی ہوتی ہے کہ وہ عبادت کے مخصوص دنوں اور لمحوں

سے بھی والہانہ محبت کا اظہار کرتے ہیں اور ان لمحوں کی

جدائی کو اتنا ہی محسوس کرتے ہیں جتنا دل باختگانِ محبت،

محبوب کی جدائی کو اور اسی طرح بجھے ہوئے دل اور

مرجھائے ہوئے چہرے کے ساتھ انہیں الوداع کرتے ہیں

جس طرح محبوب کو رخصت کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت

اواخر ماہ رمضان میں یہ دعا پڑھتے اور تحسیر آمیز جذبات کے ساتھ اسے الوداع کرتے۔ یہ دُعا اُنہی لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے اس ماہ مبارک کے لمحات عبادت و اطاعت میں گزارے ہوں، واجبات ادا کئے ہوں، اور محرمات سے کنارہ کش رہے ہوں؛ اور جنہوں نے نماز روزہ سے کوئی واسطہ نہ رکھا ہو تو انہیں اس کے آنے پر خوشی ہی کیا تھی کہ جانے کا رنج کریں اور اسے الوداع کرنے کی ضرورت محسوس کریں۔ البتہ جنہوں نے خدا کی خوشنودی کا سرو سامان کیا ہو اور اس کے مبارک لمحات میں زادِ آخرت بہم پہنچایا ہو، فرائض و واجبات ادا کئے ہوں انہیں الوداع کرنا چاہئے تاکہ ان کے حسنات میں مزید اضافہ ہو اور رحمت و مغفرتِ الہی کے اہل قرار پائیں۔ چنانچہ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں:

دخلت على رسول ﷺ الله في اخر جمعة من شهر
 رمضان فلما بصرني قال لي يا جابر هذه اخر جمعة
 من شهر رمضان فودعه وقل اللهم لا تجعله
 آخر العهد من صيامنا اياه فان جعلته فاجعلني
 مرحوما ولا تجعلني محروما فانه من

میں ماہِ رمضان میں جمعۃ الوداع کے دن پیغمبر اکرم صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آنحضرتؐ نے
 مجھے دیکھا تو فرمایا کہ اے جابر! یہ ماہِ رمضان کا آخری جمعہ
 ہے لہذا اسے وداع کرو اور یہ کہو ”اے اللہ! اسے ہمارے
 روزوں کا آخری زمانہ نہ قرار دے۔ اور اگر تو نے قرار دیا
 ہے تو ہمیں اپنی رحمت سے سرفراز کر اور محروم نہ کر۔“ تو
 جو شخص یہ

قال ذلك ظفر باحدى الحسنين اما ببلوغ شهر

رمضان من قابل او بغفر ان الله ور حمتہ۔

کلمات کہے گا تو وہ دو خوبیوں میں سے ایک خوبی کو ضرور پالے گا۔ یا تو آئندہ کارِ رمضان اسے نصیب ہو گا، یا اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت اس کے شامل حال ہوگی۔“

یہ دعا جمعۃ الوداع یا ماہِ رمضان کی آخری شب یا آخری روز میں پڑھنا چاہیے اور آخری شب میں سحر کے وقت پڑھنا بہتر ہے۔ اور اُس سے بہتر یہ ہے کہ جمعۃ الوداع میں بھی پڑھے اور آخری شب میں بھی پڑھیں۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ چاند اُتیس کا ہو گا تو اُتیسویں شب میں پڑھے اور چاند نہ ہو تو تیسویں شب میں بھی پڑھے اور ایک قول یہ ہے کہ شبِ عید پڑھے۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي يَوْمِ الْفِطْرِ
إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَوَتِهِ قَامَ قَائِمًا ثَمَّ
اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَفِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَقَالَ:-

جب نمازِ عید الفطر سے فارغ ہو کر پلٹتے تو یہ دعاء پڑھتے اور
جمعہ کے دن بھی یہ دعاء پڑھتے:-

يَا مَنْ يَرْحَمُ مَنْ لَا يَرْحَمُهُ الْعِبَادُ وَيَا مَنْ يَقْبَلُ مَنْ لَا
تُقْبَلُهُ الْبِلَادُ وَيَا مَنْ لَا يَحْتَقِرُ أَهْلَ الْحَاجَةِ إِلَيْهِ
وَيَا مَنْ لَا يُخَيِّبُ الْمُلْحِنِينَ عَلَيْهِ وَيَا مَنْ لَا يَجْبَهُ
بِالرَّدِّ أَهْلَ الدَّالَةِ عَلَيْهِ وَيَا مَنْ يَجْتَبِي صَغِيرَ مَا
يُتَحَفُّ بِهِ وَيَشْكُرُ يَسِيرَ مَا يُعْمَلُ لَهُ وَيَا مَنْ يَشْكُرُ
عَلَى الْقَلِيلِ وَيُجَازِي بِالْجَلِيلِ وَيَا مَنْ يَدْنُو إِلَى مَنْ
دَنَا مِنْهُ وَيَا مَنْ يَدْعُو إِلَى نَفْسِهِ مَنْ أَدْبَرَ عَنْهُ وَيَا مَنْ

لَا يُغَيِّرُ النِّعْمَةَ وَلَا يُبَادِرُ بِالنَّقْمَةِ وَيَأْمَنُ يُثْبِرُ
الْحَسَنَةَ حَتَّى يُنْمِيَهَا وَيتَجَاوَزَ عَنِ السَّيِّئَةِ حَتَّى
يُعْفِيَهَا انْصَرَفَتِ الْأَمْالُ دُونَ مَدَى كَرَمِكَ

اے وہ جو ایسے شخص پر رحم کرتا ہے جس پر بندے رحم
نہیں کرتے۔ اے وہ جو ایسے (گنہگار) کو قبول کرتا ہے
جسے کوئی قطعہ زمین (اس کے گناہوں کے باعث) قبول
نہیں کرتا۔ اے وہ جو اپنے حاکمتندوں کو حقیر نہیں سمجھتا۔
اے وہ جو گڑ گڑانے والوں کو ناکام نہیں پھیرتا۔ اے وہ جو
نازش بے جا کرنے والوں کو ٹھکراتا نہیں۔ اے وہ جو
چھوٹے سے چھوٹے تحفہ کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھتا
ہے اور جو معمولی سے معمولی عمل اس کے لئے بجالایا گیا
ہو اس کی جزا دیتا ہے۔ اے وہ جو اس سے قریب ہو وہ اس
سے قریب ہوتا ہے۔ اے وہ جو کہ اس سے روگردانی

کرے اُسے اپنی طرف بلاتا ہے۔ اور وہ جو نعمت کو بدلتا نہیں
 اور نہ سزا دینے میں جلدی کرتا ہے۔ اے وہ جو نیکی کے
 نہال کو بار آور کرتا ہے تاکہ اُسے بڑھادے اور گناہوں
 سے درگزر کرتا ہے تاکہ اُنہیں ناپید کر دے۔ امیدیں
 تیری سرحد کرم کو چھوٹنے سے پہلے کامران ہو کر پلٹ
 آئیں اور طلب و آرزو کے ساغر تیرے فیضانِ وجود سے
 چھلک اُٹھے اور صفتیں تیرے کمالِ ذات کی منزل تک
 بِالْحَاجَاتِ وَامْتَلَأَتْ بِفَيْضِ جُودِكَ أَوْعِيَةُ
 الطُّلُبَاتِ وَتَفَسَّخَتْ دُونَ بُلُوغِ نَعْتِكَ الصِّفَاتُ
 فَلَكَ الْعُلُوُّ الْأَعْلَى فَوْقَ كُلِّ عَالٍ وَالْجَلَالُ الْأَمْجَدُ
 فَوْقَ كُلِّ جَلَالٍ كُلُّ جَلِيلٍ عِنْدَكَ صَغِيرٌ وَكُلُّ
 شَرِيفٍ فِي جَنْبِ شَرَفِكَ حَقِيرٌ۔ خَابَ الْوَافِدُونَ
 عَلَى غَيْرِكَ وَخَسِرَ الْمَتَعَرِّضُونَ إِلَّا لَكَ وَضَاعَ

الْمَلِئُونَ إِلَّا بِكَ وَاجْدَبِ الْمُنتَجِعُونَ إِلَّا مَنْ
 انْتَجَعَ فَضْلَكَ بِأَبِكَ مَفْتُوحٌ لِلرَّاغِبِينَ وَجُودُكَ
 مُبَاحٌ لِلسَّائِلِينَ وَإِغَاثُكَ قَرِيبُهُ مِنْ
 الْمُسْتَغِيثِينَ لَا يَخِيبُ مِنْكَ الْاِمْلُونَ وَلَا يَيْئَسُ
 مِنْ عَطَائِكَ الْمُتَعَرِّضُونَ وَلَا يَشْقَى بِنَقِمَتِكَ
 الْمُسْتَغْفِرُونَ رِزْقُكَ مَبْسُوطٌ لِمَنْ عَصَاكَ
 وَحِلْمُكَ مُعْتَرِضٌ لِمَنْ نَاوَاكَ عَادَتُكَ الْإِحْسَانُ
 إِلَى الْمُسِيئِينَ وَسُنَّتُكَ الْإِبْقَاءُ عَلَى الْمُعْتَدِينَ
 حَتَّى لَقَدْ غَرَّتْهُمْ أَنَا تُكَ عَنِ الرُّجُوعِ

پہنچنے سے در ماندہ ہو کر منتشر ہو گئیں۔ اس لئے کہ بلند
 ترین رفعت جو ہر کنگرہ بلند سے بالاتر ہے اور بزرگ ترین
 عظمت جو ہر عظمت سے بلند تر ہے، تیرے لئے مخصوص
 ہے۔ ہر بزرگ تیری بزرگی کے سامنے چھوٹا اور ہر ذی

شرف تیرے شرف کے مقابلہ میں حقیر ہے۔ جنہوں نے
 تیرے غیر کارغ کیا وہ ناکام ہوئے۔ جنہوں نے تیرے سوا
 دوسروں سے طلب کیا وہ نقصان میں رہے۔ جنہوں نے
 تیرے سوا دوسروں کے ہاں منزل کی وہ تباہ ہوئے۔ جو
 تیرے فضل کے بجائے دوسروں سے رزق و نعمت کے
 طلب گار ہوئے وہ قحط و مصیبت سے دوچار ہوئے تیرا دروازہ
 طلب گاروں کے لئے وا ہے اور تیرا جود و کرم سائلوں کے
 لئے عام ہے۔ تیری فریاد رسی داد خواہوں کے نزدیک
 ہے۔ اُمیدوار تجھ سے محروم نہیں رہتے اور طلب گار تیری
 عطا و بخشش سے مایوس نہیں ہوتے، اور مغفرت چاہنے
 والے پر تیرے عذاب کی بد بختی نہیں آتی۔ تیرا خوانِ نعمت
 اُن کے لئے بھی پچھا ہوا ہے جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔
 اور تیری بردباری اُن کے بھی آڑے آتی ہے جو تجھ سے

دشمنی رکھتے ہیں۔ بروں سے نیکی کرنا تیری روش اور سرکشوں پر مہربانی کرنا تیرا طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ نرمی و حلم نے انہیں (حق کی طرف) رجوع ہونے سے غافل کر دیا اور تیری دی ہوئی مہلت نے انہیں اجتناب معاصی سے روک دیا۔ حالانکہ تو نے ان سے نرمی اس لئے کی تھی کہ وہ تیرے فرمان کی طرف اس لئے کی تھی کہ وہ تیرے فرمان کی طرف پلٹ آئیں اور مہلت اس لئے دی تھی کہ تجھے اپنے تسلط و اقتدار کے دوام

وَصَدَّاهُمْ اِمَہَالُكَ عَنِ الزُّوْجِ وَاِثْمًا تَاَنَّبْتَ بِہُمْ لِيَفِيُّوْا اِلٰی اَمْرِكَ وَاَمَہَلْتَهُمْ ثِقَةً بِدَوَامِ مَلِكِكَ فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ السَّعَادَةِ خَتَمْتَ لَہٗ بِہَا وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الشَّقَاوَةِ خَذَلْتَهُ لَهَا کُلُّهُمْ صَاۤئِرُوْنَ اِلٰی حُکْمِكَ وَاُمُوْرُهُمْ اِیْلَةٌ اِلٰی اَمْرِكَ لَمْ یَبْہِنْ عَلٰی

طُولُ مُدَّتِهِمْ سُلْطَانُكَ وَلَمْ يَدْحَضْ لِتَرْكَ
مُعَاجِلَتِهِمْ بُرْهَانُكَ مُحِجَّتُكَ قَائِمَةٌ وَسُلْطَانُكَ
ثَابِتٌ لَا يَزُولُ فَالْوَيْلُ الدَّائِمُ لِمَنْ جَنَحَ عَنْكَ
وَالْخَيْبَةُ الْخَاذِلَةُ لِمَنْ خَابَ مِنْكَ وَالشَّقَاءُ الْأَشْقَى
لِمَنْ اغْتَرَبَكَ مَا أَكْثَرَ تَصَرُّفَهُ فِي عَذَابِكَ وَمَا أَطْوَلَ
تَرَدُّدَهُ فِي عِقَابِكَ وَمَا أَبْعَدَ غَايَتَهُ مِنَ الْفَرَجِ وَمَا
أَقْنَطَهُ مِنْ سُهُولَةِ الْمَخْرَجِ عَدَلًا مِنْ قَضَائِكَ لَا
تَجُورُ فِيهِ وَإِنصَافًا مِنْ حُكْمِكَ لَا تَحْيِفُ عَلَيْهِ فَقَدْ
ظَاهَرْتَ الْحُجَجَ وَأَبْلَيْتِ الْأَعْذَارَ وَقَدْ تَقَدَّمْتَ
بِالْوَعِيدِ وَتَلَطَّفْتَ فِي

پر اعتماد تھا (کہ جب چاہے انہیں اپنی گرفت میں لے سکتا
ہے) اب جو خوش نصیب تھا اس کا خاتمہ بھی خوش نصیبی پر
کیا۔ اور جو بد نصیب تھا اُسے ناکام رکھا۔ (وہ خوش نصیب

ہوں یا بد نصیب) سب کے سب تیرے حکم کی طرف پلٹنے
 والے ہیں۔ اور اُن کا مآل تیرے امر سے وابستہ ہے۔ ان کی
 طویل مدت مہلت سے تیری دلیل و حجت میں کمزوری
 رونما نہیں ہوتی (جیسے اس شخص کی دلیل کمزور ہو جاتی ہے
 جو اپنے حق کے حاصل کرنے میں تاخیر کرے) اور فوری
 گرفت کو نظر انداز کرنے سے تیری حجت و برہان باطل نہیں
 قرار پائی (کہ یہ کہا جائے کہ اگر اس کے پاس اُن کے خلاف
 دلیل و برہان ہوتی تو وہ مہلت کیوں دیتا) تیری حجت برقرار
 ہے جو باطل نہیں ہو سکتی اور تیری دلیل محکم ہے جو زائل
 نہیں ہو سکتی۔ لہذا دائمی حسرت و اندوہ اسی شخص کے لئے
 ہے جو تجھ سے روگردان ہو، اور رسوا کن نامرادی اُسی کے
 لئے ہے جو تیرے ہاں سے محروم رہا اور بدترین بد بختی اسی
 کے لئے ہے جس نے تیری (چشم پوشی سے) فریب کھایا۔

ایسا شخص کس قدر تیرے عذاب میں اُلٹے پلٹے کھاتا اور کتنا طویل زمانہ تیرے عقاب میں گردش کرتا رہے گا اور اس کی رہائی کا مرحلہ کتنی دور اور بآسانی نجات حاصل کرنے سے کتنا مایوس ہو گا۔ یہ تیرا فیصلہ از روئے عدل ہے جس میں ذرا بھی ظلم نہیں کرتا اور تیرا یہ حکم مبنی بر انصاف ہے جس میں اس پر زیادتی نہیں کرتا۔ اس لئے کہ تو نے پے درپے دلیلیں قائم اور قابل قبول ججیتیں آشکارا کر دی ہیں۔ اور پہلے سے ڈرانے والی چیزوں کے ذریعہ آگاہ کر دیا ہے اور لطف و مہربانی سے (آخرت

الْتَّرْغِیْبِ وَضَرَبْتَ الْاَمْثَالَ وَاَطَلْتَ الْاِمْهَالَ وَاَخَّرْتَ وَاَنْتَ مُسْتَطِیْعٌ لِّلْمُعَاجَلَةِ وَتَأَنِّیْتُ وَاَنْتَ مَلِیٌّ بِالْمُبَادَرَةِ لَمْ تَكُنْ اَنَا تُكَ عَجْزًا وَلَا اِمْهَالُكَ وَهَنَا وَلَا اِمْسَاكُكَ غَفْلَةً وَلَا اِنْتِظَارُكَ مُدَارَاةً

بَلْ لِتَكُونْ مِجَّتْكَ اَبْلَغْ وَ كَرْمُكَ اَكْبَلْ وَاِحْسَانُكَ
 اَوْفَى وَنِعْمَتُكَ اَتَمَّ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ وَلَمْ تَزَلْ وَهُوَ
 كَائِنٌ وَلَا تَزَالْ مِجَّتْكَ اَجَلٌ مِنْ اَنْ تُوصَفَ بِكُلِّهَا
 وَمِجْدُكَ اَرْفَعُ مِنْ اَنْ تُحَدَّ بِكُنْهِهِ وَنِعْمَتُكَ اَكْثَرُ
 مِنْ اَنْ تُحْصَى بِاَسْرِهَا وَاِحْسَانُكَ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ
 تُشْكَّرَ عَلٰى اَقْلِهِ وَقَدْ قَصَرَ بِي السُّكُوتُ عَنْ
 تَحْمِيدِكَ وَفَهَّهْنِي الْاِمْسَاكُ عَنْ تَمْجِيدِكَ
 وَقُصَّارَايَ الْاِقْرَارُ بِالْحُسُورِ لَا رَغْبَةً يَّا اِلٰهِي بَلْ
 عَجْزًا فَهَآ اَنَاذَا اَوْمُكَ بِالْوِفَادَةِ وَاَسْئَلُكَ حُسْنَ
 الرِّفَادَةِ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَسْمَعْ نَجْوَايَ
 وَاسْتَجِبْ دُعَائِي

(کی) ترغیب دلائی ہے اور طرح طرح کی مثالیں بیان کی
 ہیں۔ مہلت کی مدت بڑھادی ہے اور (عذاب میں) تاخیر

سے کام لیا ہے؛ حالانکہ تو فوری گرفت پر اختیار رکھتا تھا۔ اور نرمی و مدارات سے کام لیا ہے، باوجودیکہ تو تعجیل کرنے پر قادر تھا۔ یہ نرم روی، عاجزی کی بنا پر اور مہلت دہی کمزوری کی وجہ سے نہ تھی اور نہ عذاب میں توقف کرنا غفلت و بے خبری کے باعث اور نہ تاخیر کرنا نرمی و ملاطفت کی بنا پر تھا۔ بلکہ یہ اس لئے تھا کہ تیری حجت ہر طرح سے پوری ہو۔ تیرا کرم کامل تر، تیرا احسان فراواں، اور تیری نعمت تمام تر ہو۔ یہ تمام چیزیں تھیں اور رہیں گی۔ در آنحالیکہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تیری حجت اس سے بالاتر ہے کہ اس کے تمام گوشوں کو پوری طرح بیان کیا جاسکے اور تیری عزت و بزرگی اس سے بلند تر ہے کہ اس کی کنہ و حقیقت کی حدیں قائم کی جائیں اور تیری نعمتیں اس سے فزوں تر ہیں کہ ان سب کا شمار ہو سکے اور تیرے احسانات اس سے کہیں

زیادہ تر ہیں کہ ان میں کے ادنے احسان پر بھی تیرا شکریہ ادا کیا جاسکے۔ (میں تیری حمد و سپاس سے عاجز اور درماندہ ہوں۔ گویا) خاموشی نے تیری پے درپے حمد و سپاس سے مجھے ناتواں کر دیا ہے اور توقف نے تیری تجمید و ستائش سے مجھے گنگ کر دیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں میری توانائی کی حد یہ ہے کہ اپنی درماندگی کا اعتراف کروں۔ یہ بے رغبتی کی وجہ سے نہیں ہے اے میرے معبود! بلکہ عجز و ناتوانی کی بنا پر ہے۔ اچھا تو میں اب تیری بارگاہ میں حاضر ہونے کا قصد کرتا ہوں اور تجھ سے حسنِ اعانت کا خواستگار ہوں۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت

وَلَا تَخْتَمْ يَوْحٰی بِخَيْبَتِیْ وَلَا تَجْهَلْنِیْ بِالرَّدِّ فِیْ
مَسْئَلَتِیْ وَاکْرِمْ مِنْ عِنْدِكَ مُنْصَرَفِیْ وَالِیْكَ
مُنْقَلِبِیْ اِنَّكَ غَیْرُ ضَآئِقٍ بِمَا تُرِیْدُ وَلَا عَاجِزٌ عَمَّا

تُسْئَلُ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

نازل فرما اور میری راز و نیاز کی باتوں کو سن اور میری دُعاء کو
شرف قبولیت بخش اور میرے دِن کو ناکامی کے ساتھ ختم نہ
کر اور میرے سوال میں مجھے ٹھکرا نہ دے؛ اور اپنی بارگاہ
سے پلٹنے اور پھر پلٹ کر آنے کو عزت و احترام سے ہمکنار
فرما۔ اس لئے کہ تجھے تیرے ارادہ میں کوئی دشواری حائل
نہیں ہوتی اور جو چیز تجھ سے طلب کی جائے اس کے دینے
سے عاجز نہیں ہوتا۔ اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اور قوت و
طاقت نہیں سوا اللہ کے سہارے کے جو بلند مرتبہ و عظیم
ہے۔

ہر قوم و ملت میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا
 ہے جو کسی تاریخی پس منظر کی وجہ سے یادگار کی حیثیت رکھتا
 ہے اور اسے وہ اپنے طریقہ سے مناتے اور اس میں سرور و
 مسرت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چنانچہ جس دن حضرت
 ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود لعین سرزد ہوئی اور وہ آگ
 کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے زندہ و سلامت نکل
 آئے، وہ دن اُن کے ماننے والوں کے لئے عید قرار پا گیا
 اور جس دن حضرت یونسؑ شکم ماہی کے زنداں سے رہا
 ہوئے وہ دن اُن کی قوم کے لئے عید کا دن بن گیا۔ اور جس
 دن حضرت عیسیٰؑ کی اُمت پر مائدہ نازل ہوا وہ اُن کے لئے
 عید کا دن قرار پا گیا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: رب انزل
 علينا مائدة من السماء تكون لنا عيداً۔ ”اے
 ہمارے پروردگار! تو ہم پر آسمان سے مائدہ نازل کر جو

ہمارے لئے عید قرار پائے۔ “اسی طرح اسلام میں بھی
 مختلف یادگاروں کے سلسلہ میں متعدد عیدیں منائی جاتی
 ہیں۔ جن میں سے عید الضحیٰ اور عید فطر زیادہ شہرت رکھتی
 ہیں۔ عید الضحیٰ اس بے مثال قربانی کی یادگار ہے جو
 حضرت ابراہیمؑ نے قربان گاہ منیٰ میں پیش کی تھی۔ اور عید
 الفطر ماہ مبارک رمضان کے اختتام پر فریضہ صیام سے عہدہ
 برآ ہونے کے شکریہ میں منائی جاتی ہے اس عید کی مسرت
 کو ہمہ گیر بنانے کے لئے اسلام نے ہر ذی استطاعت پر
 ایک مخصوص مقدار زکوٰۃ فطرہ کی واجب کر دی ہے اس
 ہدایت کے ساتھ کہ نماز سے پہلے مستحقین تک پہنچا دی جائے،
 تاکہ وہ بھی عید کی مسرتوں میں دوسروں کے ساتھ شریک
 ہو سکیں۔ اور یہ اسلام کی حکیمانہ موقع شناسی ہے کہ اس نے
 عید الفطر کے موقع پر غرباء کی اعانت ضروری قرار دی۔ اس

لئے کہ تیس دن بھوک پیاس میں گزارنے اور فاقہ کشی کی تکلیف سے آشنا ہونے کے بعد غریبوں کے دکھ درد کا احساس اور اُس سے ہمدردی کا جذبہ اُبھر آتا ہے جو غریبوں اور ناداروں کی اعانت کا محرک ہوتا ہے۔ اور انسان بطیبِ خاطر اس مختصر مالی قربانی کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے۔

ادائے فطرہ کے بعد دو گانہ عید سے اس دن کا افتتاح کیا جاتا ہے جس میں اہل شہر مجتمع ہو کر اجتماعی شان، ملی تنظیم اور اسلامی اخوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پھر خطبہ عید پڑھا جاتا ہے جو تحمید و تقدیس، درود و سلام، پسند و نصیحت اور سورۃ قرآنی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے بعد مسکراتے ہوئے چہروں کے ساتھ مصافحہ و معانقہ، سلام و دعاء اور میل ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اسی مسرت افزا ماحول میں یہ دن تمام ہوتا ہے۔ یہ ہے اسلامی تہوار جس

کی مسرت میں سنجیدگی، کیف میں شائستگی اور لطف و سرور میں
 تہذیب کو سمو دیا گیا ہے اور اس کے آداب و رسوم میں اعلیٰ
 اخلاقی مقاصد کا پوری طرح لحاظ رکھا گیا ہے۔ جس دن کی
 ابتداء فریضہ صبح کے علاوہ زکوٰۃ و نماز و استماع خطبہ سے ہو
 اور اس کے لمحات میل ملاقات اور رنجشوں اور کدورتوں
 کو دور کرنے میں صرف ہوں وہ دن یقیناً دل میں ایک
 مسرت آمیز طمانینت کا احساس پیدا کرے گا اور نیکی کے
 جذبات اُبھار کر نیک کرداری و خدا پرستی اور قلب و روح
 کی تطہیر کا سامان کرے گا۔ اور حقیقی عید یہی ہے کہ انسان
 اپنے قلب و ضمیر کو پاک و صاف کرے، گناہوں سے دامن
 بچائے اور برائیوں سے محفوظ رہے۔ چنانچہ امیر المومنین
 علیہ السلام کا ارشاد ہے:

انما هو عید لمن قبل اللہ صیامہ و شکر قیامہ

وکل یوم لا یعصی اللہ فیہ فہو عید۔

عید صرف اس کیلئے ہے جس کے روزوں کو اللہ تعالیٰ نے
قبول کیا اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اور
ہر وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کی جائے عید کا دن
ہے۔“

دُعاؤہ لعرَفۃ روزِ عرفہ کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي يَوْمِ
عَرَفَةَ۔

دُعاۓ روزِ عرفہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ بَدِيعُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ رَبَّ
الْاَرْبَابِ وَاِلٰهَ كُلِّ مَالُوْهِ وَخَالِقِ كُلِّ مَخْلُوْقٍ
وَوَارِثِ كُلِّ شَيْءٍ لَّيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَلَا يَعْزُبُ
عَنْهُ عِلْمٌ شَيْءٌ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِیْبٌ اَنْتَ اللّٰهُ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الْمُبْتَدِیُّ الْفَرْدُ
الْمُتَفَرِّدُ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْكَرِیْمُ
الْمُبْتَكَرُ

سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا

پروردگار ہے۔ بارِ الہا تیرے ہی لئے تمام تعریفیں
 ہیں۔ اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے؛ اے
 بزرگی و اعزاز والے، اے پالنے والوں کے پالنے والے!
 اے ہر پرستار کے معبود! اے ہر مخلوق کے خالق اور ہر
 چیز کے مالک و وارث۔ اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے
 اور نہ کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ ہے۔ وہ ہر چیز پر
 حاوی اور ہر شے پر نگران ہے۔ تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے
 علاوہ کوئی معبود نہیں جو ایک اکیلا اور یکتا و یگانہ ہے۔ اور تو
 ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو بخشے والا اور
 انتہائی بخشے والا، عظمت والا اور انتہائی

الْعَظِيمُ الْمُتَعَزِّمُ الْكَبِيرُ الْمُتَكَبِّرُ وَأَنْتَ اللَّهُ لَا
 إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْعَلِيُّ الْمُتَعَالَى الشَّدِيدُ الْبَحَالِ
 وَأَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْعَلِيمُ

الْحَكِيمُ وَأَنْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ
 الْقَدِيمُ الْخَبِيرُ وَأَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْكَرِيمُ
 الْأَكْرَمُ الدَّائِمُ الْأَدْوَمُ وَأَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
 الْأَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ أَحَدٍ وَالْآخِرُ بَعْدَ كُلِّ عَدَدٍ وَأَنْتَ
 اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الدَّانِي فِي عُلُوِّهِ وَالْعَالِي فِي دُنُوِّهِ
 وَأَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ ذُو الْبَهَاءِ وَالْمَجْدِ
 وَالْكِبَرِيَّاءِ وَالْحَمْدِ وَأَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الَّذِي
 أَنْشَأْتَ الْأَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ سِنَخٍ وَصَوَّرْتَ مَا
 صَوَّرْتَ مِنْ غَيْرِ مِثَالٍ وَابْتَدَعْتَ الْمُبْتَدَعَاتِ
 بِلَا احْتِدَاءٍ أَنْتَ الَّذِي قَدَّرْتَ كُلَّ شَيْءٍ تَقْدِيرًا
 وَيَسَّرْتَ كُلَّ شَيْءٍ تَيْسِيرًا وَدَبَّرْتَ مَا دُونَكَ
 تَدْبِيرًا أَنْتَ الَّذِي لَمْ يُعْنِكَ عَلَى خَلْقِكَ شَرِيكٌ
 وَلَمْ

عظمت والا، اور بڑا اور انتہائی بڑا ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں جو بلند و برتر اور بڑی قوت و تدبیر والا ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو فیض رساں، مہربان اور علم و حکمت والا ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو سننے والا، دیکھنے والا، قدیم و ازلی اور ہر چیز سے آگاہ ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو کریم اور سب سے بڑھ کر کریم اور دائم و جاوید ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں جو ہر شے سے پہلے اور ہر شمار میں آنے والی شے کے بعد ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں جو (کائنات کے دسترس سے) بالا ہونے کے باوجود نزدیک اور نزدیک ہونے کے باوجود (فہم و ادراک) سے بلند ہے۔ اور تو ہی وہ معبود ہے کہ

تیرے سوا کوئی معبود نہیں جو جمال و بزرگی اور عظمت و ستائش والا ہے۔ اور تو ہی وہ اللہ جل جلالہ ہے کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ جس نے بغیر مواد کے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور بغیر کسی نمونہ و مثال کے صورتوں کی نقش آرائی کی۔ اور بغیر کسی کی پیروی کئے موجودات کو خلعتِ وجود بخشا۔ تو ہی وہ ہے جس نے ہر چیز کا ایک اندازہ ٹھہرایا ہے اور ہر چیز کو اس کے وظائف کی انجام دہی پر آمادہ کیا ہے اور کائناتِ عالم میں سے ہر چیز کی تدبیر و کارسازی کی ہے۔ تو وہ ہے کہ آفرینشِ عالم میں کسی شریکِ کار نے تیرا ہاتھ نہیں بٹایا اور نہ کسی معاون نے تیرے کام میں تجھے مدد دی ہے اور نہ کوئی تیرا دیکھنے والا

يُوَاظِرُكَ فِي أَمْرِكَ وَزَيْرٌ وَلَمْ يَكُنْ لَكَ مُشَاهِدٌ وَلَا
نَظِيرٌ أَنْتَ الَّذِي أَرَدْتَ فَكَانَ حَتَّمَا أَرَدْتَ

وَقَضَيْتَ فَكَانَ عَدْلًا مَا قَضَيْتَ وَحَكُمْتَ فَكَانَ
نِصْفًا مَا حَكُمْتَ أَنْتَ الَّذِي لَا يَحْوِيكَ مَكَانٌ وَلَمْ
يَقُمْ لِسُلْطَانِكَ سُلْطَانٌ وَلَمْ يُعِيكَ بُرْهَانٌ وَلَا
بَيَانٌ أَنْتَ الَّذِي أَحْصَيْتَ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا وَجَعَلْتَ
لِكُلِّ شَيْءٍ أَمَدًا وَقَدَّرْتَ كُلَّ شَيْءٍ تَقْدِيرًا أَنْتَ
الَّذِي قَصَرْتَ الْأَوْهَامَ عَنْ ذَاتِيَّتِكَ وَعَجَزْتَ
الْأَفْهَامَ عَنْ كَيْفِيَّتِكَ وَلَمْ تُدْرِكَ الْأَبْصَارُ
مَوْضِعَ أَيْنِيَّتِكَ أَنْتَ الَّذِي لَا تُحَدُّ فَتَكُونُ مُحْدُودًا
وَلَمْ تُمَثَّلْ فَتَكُونُ مَوْجُودًا وَلَمْ تَلِدْ فَتَكُونِ
مَوْلُودًا أَنْتَ الَّذِي لَا ضِدَّ مَعَكَ فَيُعَانِدُكَ وَلَا
عِدْلَ فَيُكَاثِرُكَ وَلَا يَنْدَلِكُ فَيُعَارِضُكَ أَنْتَ الَّذِي
ابْتَدَأَ وَاخْتَرَعَ وَاسْتَحْدَثَ وَابْتَدَعَ وَأَحْسَنَ صُنْعَ
مَا صَنَعَ سُبْحَانَكَ مَا أَجَلُ شَأْنِكَ وَأَسْلَى فِي
الْأَمَاكِينِ مَكَانَكَ وَأَصْدَعَ بِالْحَقِّ فُرْقَانَكَ سُبْحَانَكَ

اور نہ کوئی تیرا مثل و نظیر تھا اور تو نے جو ارادہ کیا وہ حتمی و لازمی اور جو فیصلہ کیا وہ عدل کے تقاضوں سے عین مطابق اور جو حکم دیا وہ انصاف پر مبنی تھا۔ تو وہ ہے جسے کوئی جگہ گھیرے ہوئے نہیں ہے اور نہ تیرے اقتدار کا کوئی اقتدار مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ تو دلیل و برہان اور کسی چیز کو واضح طور پر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تو وہ ہے جس نے ایک ایک چیز کو شمار کر رکھا ہے۔ اور ہر چیز کی ایک مدت مقرر کر دی ہے اور ہر شے کا ایک اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔ تو وہ ہے کہ تیری کنہ ذات کو سمجھنے سے واہمے قاصر اور تیری کیفیت کو جاننے سے عقلیں عاجز ہیں۔ اور تیری کوئی جگہ نہیں ہے کہ آنکھیں اس کا کھوج لگا سکتیں۔ تو وہ ہے کہ تیری کوئی حد نہایت نہیں ہے کہ تو محدود قرار پائے اور نہ تیرا تصور کیا جا

سکتا ہے کہ تو تصور کی ہوئی صورت کے ساتھ ذہن میں موجود
 ہو سکے اور نہ تیرے کوئی اولاد ہے کہ تیرے متعلق کسی کی
 اولاد ہونے کا احتمال ہو۔ تو وہ ہے کہ تیرا کوئی مد مقابل
 نہیں ہے کہ تجھ سے ٹکرائے اور نہ تیرا کوئی ہمسر ہے کہ تجھ
 پر غالب آئے اور نہ تیرا کوئی مثل و نظیر ہے کہ تجھ سے
 برابر کرے۔ تو وہ ہے جس نے خلق کائنات کی ابتداء کی،
 عالم کو ایجاد کیا اور اس کی بنیاد قائم کی۔ اور بغیر کسی مادہ و
 اصل کے اسے وجود میں لایا اور جو بنایا اُسے اپنی حسنِ صنعت
 کا نمونہ بنایا۔ تو ہر عیب سے منزہ ہے۔ تیری شان کس قدر
 بزرگ اور تمام جگہوں میں تیرا پایہ کتنا بلند اور تیری حق و
 باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب کس قدر حق کو آشکارا
 کرنے والی ہے۔ تو منزہ ہے۔ اے صاحبِ لطف و احسان،
 تو کس قدر لطف فرمانے والا ہے۔ اے مہربان تو کس قدر

مہربانی کرنے والا

الطَّفَكَ وَرَعُوفٍ مَّا أَرْوَّفَكَ وَحَكِيمٍ مَّا أَعْرَفَكَ
سُبْحَانَكَ مِنْ مَلِيكَ مَّا أَمْنَعَكَ وَجَوَادٍ مَّا أَوْسَعَكَ
وَرَفِيعٍ مَّا أَرْفَعَكَ ذُوالْبَهَاءِ وَالْمَجْدِ وَالْكِبَرِيَّاءِ
وَالْحَمْدِ سُبْحَانَكَ بَسَطْتَ بِالْخَيْرَاتِ يَدَكَ وَعُرِفَتْ
الْهِدَايَةُ مِنْ عِنْدِكَ فَمَنِ التَّمَسَّكَ لِيَدَيْنِ أَوْ دُنْيَا
وَجَدَكَ سُبْحَانَكَ خَضَعَ لَكَ مَنْ جَرَى فِي عِلْمِكَ
وَخَشَعَ لِعَظَمَتِكَ مَّا دُونَ عَرْشِكَ وَانْقَادَ
لِلتَّسْلِيمِ لَكَ كُلُّ خَلْقِكَ سُبْحَانَكَ لَا تُحْسُ وَلَا
تُجْسُ وَلَا تُمَسُّ وَلَا تُكَادُ وَلَا تُمَاطُ وَلَا تُنَازَعُ وَلَا
تُجَارَى وَلَا تُمَارَى وَلَا تُخَادَعُ وَلَا يُمَآكِرُ سُبْحَانَكَ
سَبِيلُكَ جَدُّ وَأَمْرُكَ رَشْدٌ وَأَنْتَ حَيٌّ صَمَدٌ
سُبْحَانَكَ قَوْلُكَ حُكْمٌ وَقَضَاؤُكَ حَتْمٌ وَإِرَادَتُكَ

عَزَّمْ سُبْحَانَكَ لَا رَادَّ لِمَشِيتِكَ وَلَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَاتِكَ سُبْحَانَكَ بَاهِرَ الْآيَاتِ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ
بَارِئِ النَّسِمَاتِ لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا يَدُومُ بِدَوَامِكَ
وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا خَالِدًا

ہے۔ اے حکمت والے تو کتنا جاننے والا ہے۔ پاک ہے
تیری ذات اے صاحبِ اقتدار! تو کس قدر قوی و توانا ہے۔
اے کریم! تیرا دامنِ کرم کتنا وسیع ہے۔ اے بلند مرتبہ،
تیرا مرتبہ کتنا بلند ہے۔ تو حسن و خوبی، شرف و بزرگی،
عظمت و کبریائی اور حمد و ستائش کا مالک ہے۔ پاک ہے
تیری ذات، تو نے بھلائیوں کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے۔ تجھ
ہی سے ہدایت کا عرفان حاصل ہوا ہے۔ لہذا جو تجھے دین یا
دُنیا کے لئے طلب کرے تجھے پالے گا۔ تو منزہ و پاک ہے۔
جو بھی تیرے علم میں ہے وہ تیرے سامنے سرنگوں، اور جو

کچھ عرش کے نیچے ہے وہ تیری عظمت کے آگے سرنجم اور
 جملہ مخلوقات تیری اطاعت کا جوا اپنی گردن میں ڈالے
 ہوئے ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ نہ حواس سے تجھے جانا جا
 سکتا ہے، نہ تجھے ٹٹولا اور چھوا جا سکتا ہے۔ نہ تجھ پر کسی کا حیلہ
 چل سکتا ہے نہ تجھے دور کیا جا سکتا ہے۔ نہ تجھ سے نزاع ہو
 سکتی ہے، نہ مقابلہ، نہ تجھ سے جھگڑا کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ تجھے
 دھوکا اور فریب دیا جا سکتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات، تیرا
 راستہ سیدھا اور ہموار، تیرا فرمان سرا سرحق و صواب اور تو
 زندہ و بے نیاز ہے۔ پاک ہے تو۔ تیری گفتار حکمت آمیز،
 تیرا فیصلہ قطعی اور تیرا ارادہ حتمی ہے۔ پاک ہے تو، نہ تو کوئی
 تیری مشیت کو رد کر سکتا ہے اور نہ کوئی تیری باتوں کو بدل
 سکتا ہے۔ پاک ہے تو اے درخشندہ نشانیوں والے۔ اے
 آسمانوں کے خلق فرمانے والے اور ذی روح چیزوں کے

پیدا کرنے والے تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ ایسی
تعریفیں جن کی ہمیشگی تیری ہمیشگی سے وابستہ ہے اور
تیرے ہی لئے ستائش ہے۔ ایسی ستائش جو

بِنِعْمَتِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ أَحْمَدًا يُوَازِي صُنْعَكَ وَلَكَ
الْحَمْدُ أَحْمَدًا يَزِيدُ عَلَى رِضَاكَ وَلَكَ الْحَمْدُ أَحْمَدًا مَعَ
حَمْدِ كُلِّ حَامِدٍ وَشُكْرًا يَقْصُرُ عَنْهُ شُكْرُ كُلِّ شَاكِرٍ
حَمْدًا لَا يَنْبَغِي إِلَّا لَكَ وَلَا يُتَقَرَّبُ بِهِ إِلَّا إِلَيْكَ
حَمْدًا يُسْتَدَامُ بِهِ الْأَوَّلُ وَيُسْتَدْعَى بِهِ دَوَامُ
الْآخِرِ حَمْدًا يَتَضَاعَفُ عَلَى كُرُورِ الْأَزْمِنَةِ
وَيَتَزَايَدُ أَضْعَافًا مُتَرَادِفَةً حَمْدًا يَعْجُزُ عَنْ إِحْصَائِهِ
الْحَفِظَةُ وَيَزِيدُ عَلَى مَا أَحْصَتْهُ فِي كِتَابِكَ
الْكَتَبَةُ حَمْدًا يُوَازِنُ عَرْشَكَ الْمَجِيدَ وَيُعَادِلُ
كُرْسِيِّكَ الرَّفِيعَ حَمْدًا يَكْمُلُ لَدَيْكَ ثَوَابُهُ

وَيَسْتَغْرِقُ كُلَّ جَزَاءٍ جَزَاؤُهُ حَمْدًا ظَاهِرُهُ وَفُقْ
لِبَاطِنِهِ وَبَاطِنُهُ وَفُقْ لِمَصْدَقِ النِّيَّةِ حَمْدًا لَمْ
يَحْمَدَكَ خَلْقٌ مِثْلَهُ وَلَا يَعْرِفُ أَحَدٌ سِوَاكَ فَضْلَهُ
حَمْدًا يُعَانُ مَنْ اجْتَهَدَ فِي تَعْدِيدِهِ وَيُؤَيِّدُ مَنْ أَغْرَقَ
نَزْعًا فِي تَوْفِيَّتِهِ حَمْدًا يَجْمَعُ مَا خَلَقْتَ مِنَ الْحَمْدِ
وَيَنْتِظِمُ مَا أَنْتَ خَالِقُهُ مِنْ بَعْدِ حَمْدًا لَا حَمْدَ
أَقْرَبُ إِلَى قَوْلِكَ مِنْهُ وَلَا أَحْمَدَ مِنْهُ

تیری نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے۔ اور تیرے ہی لئے
تیری نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے اور تیرے ہی لئے
حمد و ثنا ہے۔ ایسی جو تیرے کرم و احسان کے برابر ہو اور
تیرے ہی لئے حمد ہے ایسی جو تیری رضا مندی سے بڑھ
جائے۔ اور تیرے ہی لئے حمد و سپاس ہے ایسی جو ہر حمد
گزار کی حمد پر مشتمل ہو اور جس کے مقابلہ میں ہر شکر گزار کا

شکر پیچھے رہ جائے۔ ایسی حمد جو تیرے علاوہ کسی کے لئے
 سزاوار نہ ہو اور نہ تیرے سوا کسی کے تقرب کا وسیلہ بنے۔
 ایسی حمد جو پہلی حمد کے دوام کا سبب قرار پائے اور اس کے
 ذریعہ آخری حمد کے دوام کی التجاء کی جائے ایسی حمد جو زمانہ
 کی گردشوں کے ساتھ بڑھتی جائے اور پے در پے اضافوں
 سے زیادہ ہوتی رہے ایسی حمد کہ نگہبانی کرنے والے فرشتے
 اس کے شمار سے عاجز آجائیں۔ ایسی حمد کہ جو کاتبانِ اعمال
 نے تیری کتاب میں لکھ دیا ہے اس سے بڑھ جائے۔ ایسی
 حمد جو تیرے عرشِ بزرگ کے ہم وزن اور تیری بلند پایہ
 کرسی کے برابر ہو۔ ایسی حمد جس کا اجر و ثواب تیری طرف
 سے کامل اور جس کی جزاء تمام جزاؤں کو شامل ہو۔ ایسی
 حمد جس کا ظاہر، باطن سے ہمنوا اور باطن صدق نیت سے ہم
 آہنگ ہو۔ ایسی حمد کہ کسی مخلوق نے ویسی تیری حمد نہ کی

ہو اور تیرے سوا کوئی اس کی فضیلت و برتری سے آشنائے
 ہو۔ ایسی حمد کہ جو اسے بکثرت بجالانے کے لئے کوشاں
 ہو۔ اسے (تیری طرف سے) مدد حاصل ہو اور جو اسے انجام
 تک پہنچانے کے لئے سعی بلیغ کرے۔ اسے توفیق و تائید
 نصیب ہو۔ ایسی حمد جو تمام اقسام حمد کی جامع ہو جنہیں تو
 موجود کر چکا ہے۔ اور ان اقسام کو بھی شامل ہو جنہیں تو بعد
 میں موجود کرے گا۔ ایسی حمد کہ اس سے

يَحْمَدُكَ بِهٖ حَمْدًا يُوجِبُ بِكَرَمِكَ الْمَزِيْدَ بِوُفُوْرِهِ
 وَتَصِلُهُ بِمَزِيْدٍ بَعْدَ مَزِيْدٍ طَوْلًا مِنْكَ حَمْدًا يَجِبُ
 لِكِرَمِ وَجْهِكَ وَيُقَابِلُ عِزَّ جَلَالِكَ رَبِّ صَلِّ عَلٰى
 مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ الْمُنْتَخَبِ الْمُصْطَفٰى الْمُكَرَّمِ
 الْمُقَرَّبِ الْفَضْلِ صَلَوَاتِكَ وَبَارِكْ عَلَيْهِ اَتَمَّ
 بَرَكَاتِكَ وَتَرَحَّمْ عَلَيْهِ اَمْتَعَ رَحْمَاتِكَ رَبِّ صَلِّ عَلٰى

مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ صَلَوةٌ زَاكِيَّةٌ لَا تَكُونُ صَلَوةً أَزْكَى مِنْهَا
 وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَوةً نَامِيَّةً لَا تَكُونُ صَلَوةً أُنْمَى مِنْهَا
 وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَوةً رَاضِيَّةً لَا تَكُونُ صَلَوةً فَوْقَهَا
 رَبِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ صَلَوةً تُرْضِيهِ وَتَزِيدُ عَلَى
 رِضَاهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَوةً تُرْضِيكَ وَتَزِيدُ عَلَى
 رِضَاكَ لَهُ وَصَلِّ عَلَيْهِ صَلَوةً لَا تَرْضَى لَهُ إِلَّا بِهَا وَلَا
 تَرَى غَيْرَهَا أَهْلًا رَبِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ صَلَوةً
 تُجَاوِزُ رِضْوَانَكَ وَيَتَّصِلُ إِتِّصَالُهَا بِبَقَائِكَ وَلَا
 يَنْفَدُ كَمَا لَا تَنْفَدُ كَلِمَاتُكَ رَبِّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 وَإِلَيْهِ صَلَوةً تَنْتَظِمُ

بڑھ کر کوئی حمد تیری مراد سے قریب تر نہ ہو اور جو شخص
 اس طرح کی حمد کرے اس سے بڑھ کر کوئی حمد گزار نہ ہو۔
 ایسی حمد جو تیرے فضل و کرم سے اپنی فراوانی کے باعث

افزائشِ نعمت کا سبب ہو اور تو اپنے لطف و احسان سے اس کے ساتھ پیہم اضافہ کا سلسلہ قائم رکھے۔ ایسی حمد جو تیری بزرگی ذات کے شایاں اور تیرے شرف جلال کے ہمدوش ہو۔ پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر سب رحمتوں سے افضل و برتر رحمت نازل فرما! وہ محمدؐ جو برگزیدہ، معزز و گرامی اور مقرب ہیں؛ اور ان پر اپنی کامل ترین برکتوں کا اضافہ فرما اور اپنی نفع رساں رحمتوں کے ساتھ ان پر رحم و کرم فرما۔ پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمتِ فراواں نازل کر جس سے فراوانی میں کوئی رحمت نہ بڑھ سکے۔ اور اُن پر ایسی بڑھنے والی رحمت نازل فرما جس سے زیادہ کوئی رحمت بڑھنے والی نہ ہو اور اُن پر ایسی پسندیدہ رحمت نازل فرما جس سے بالاتر کوئی رحمت نہ ہو۔ پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جو انہیں خوش و خوشنود کرے اور اُن کی

خوشنودی سے بڑھ جائے اور اُن پر ایسی رحمت نازل فرما کہ
 تو ان کے لئے اس کے سوا کسی رحمت کو پسند نہ کرے اور نہ
 اُن کے علاوہ کسی کو اس رحمت کا سزاوار سمجھے۔ پروردگار!
 محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما کہ تیری جانب
 سے جس رضامندی کے وہ مستحق ہیں اس سے بڑھ جائے اور
 اس کا پیوند تیرے بقاء و دوام سے جڑا رہے اور اس کا سلسلہ
 کہیں ختم نہ ہو جس طرح تیرے کلمے ختم نہ ہوں گے۔
 پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما۔ جو
 تیرے فرشتوں، نبیوں، رسولوں اور اطاعت کرنے

صَلَوَاتِ مَلَائِكَتِكَ وَأَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَأَهْلِ
 طَاعَتِكَ وَتَشْتَبِلُ عَلَى صَلَوَاتِ عِبَادِكَ مِنْ جَنَّاتِكَ
 وَإِنْسِكَ وَأَهْلِ إِبَابَتِكَ وَتَجْتَمِعُ عَلَى صَلَوةٍ كُلِّ مَنْ
 ذَرَأَتْ وَبَرَأَتْ مِنْ أَصْنَافِ خَلْقِكَ رَبِّ صَلِّ عَلَيْهِ

وَإِلَيْهِ صَلَوةٌ تُحِيطُ بِكُلِّ صَلَوةٍ سَالِفَةٍ وَمُسْتَانِفَةٍ
 وَصَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ صَلَوةً مَرْضِيَّةً لَكَ وَلِمَنْ
 دُونَكَ وَتُنَشِئُ مَعَ ذَلِكَ صَلَوَاتٍ قُضَاعِفُ مَعَهَا
 تِلْكَ الصَّلَوَاتِ عِنْدَهَا وَتَزِيدُهَا عَلَى كُرُورِ الْأَيَّامِ
 زِيَادَةً فِي تَضَاعِيفٍ لَا يَعُدُّهَا غَيْرُكَ رَبِّ صَلِّ عَلَى
 أَطَائِبِ أَهْلِ بَيْتِهِ الَّذِينَ اخْتَرْتَهُمْ لِأَمْرِكَ
 وَجَعَلْتَهُمْ خَزَنَةَ عِلْمِكَ وَحَفَظَةَ دِينِكَ وَخُلَفَاءِكَ
 فِي أَرْضِكَ وَحُجَجِكَ عَلَى عِبَادِكَ وَطَهَّرْتَهُمْ مِنَ
 الرَّجْسِ وَالنَّاسِ تَطْهِيرًا بِإِرَادَتِكَ وَجَعَلْتَهُمْ
 الْوَسِيلَةَ إِلَيْكَ وَالْمَسْلَكَ إِلَى جَنَّتِكَ رَبِّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ صَلَوةٌ تُجْزِلُ لَهُمْ بِهَا مِنْ نَحْلِكَ
 وَكَرَامَتِكَ

والوں کے درود و رحمت کو شامل ہو۔ اور تیرے بندوں میں

سے جنوں، انسانوں اور تیری دعوت کو قبول کرنے والوں کے درود و سلام پر مشتمل ہو اور تیری ہر قسم کی مخلوقات کہ جنہیں تو نے خلق کیا اور عالم وجود میں لایا سب کی رحمتوں پر حاوی ہو۔ پروردگارا! آنحضرتؐ پر اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جو گزشتہ و آئندہ سب رحمتوں کو محیط ہو۔ ان پر اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جو تیرے نزدیک اور تیرے علاوہ دوسروں کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ اور ان رحمتوں کے ساتھ ایسی رحمتیں بھیجتا رہے کہ اُن کے بھیجنے کے وقت تو پہلی رحمتوں کو دگنا کر دے اور انہیں زمانہ کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دوچند کر کے اتنا بڑھاتا جائے کہ جنہیں تیرے علاوہ کوئی شمار نہ کر سکے۔ پروردگارا اُن کے اہل بیت اطہارؑ پر رحمت نازل فرما جنہیں تو نے امر (دین و شریعت) کے لئے منتخب فرمایا۔ اپنے علم کا خزانہ دار اور

اپنے دین کا محافظ اور زمین میں اپنا خلیفہ و جانشین اور بندوں
 پر اپنی حجت بنایا اور جہنمیں اپنے ارادہ (ازلی) سے ہر قسم کی
 نجاست و آلودگی سے پاک و صاف رکھا اور جہنمیں اپنے تک
 پہنچنے کا وسیلہ اور جنت تک آنے کا راستہ قرار دیا ہے۔
 پروردگار! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر ایسی رحمت نازل فرما جس
 کے ذریعہ تو ان کے لئے اپنی بخشش و کرامت کو فراواں اور
 اُن کے لئے عطایا و انعامات کامل کرے اور اپنے تحائف و
 منافع میں سے اُنہیں وافر حصہ بخشے پروردگار! ان پر اور ان
 کے اہل بیتؑ پر ایسی رحمت نازل فرما کہ نہ اس کی ابتدا کی
 کوئی مدت، نہ اُس مدت کی کوئی انتہا اور نہ اس کا کوئی آخری
 وَتُكَبَّلُ لَهُمُ الْأَشْيَاءُ مِنْ عَطَايَاكَ وَنَوَافِلِكَ
 وَتُوفَّرُ عَلَيْهِمُ الْحِطُّ مِنْ عَوَائِدِكَ وَفَوَائِدِكَ رَبِّ
 صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ صَلَوةً لَا أَمَدَ فِيْ أَوَّلِهَا وَلَا غَايَةَ

لَا مَدِيهَا وَلَا نِهَآيَةَ لِآخِرِهَا رَبِّ صَلِّ عَلَيْهِمْ زِنَةً
عَرْشِكَ وَمَا دُونَهُ وَمِلْأُ سَمَوَاتِكَ وَمَا فَوْقَهُنَّ
وَعَدَدَ أَرْضِيكَ وَمَا تَحْتَهُنَّ وَمَا بَيْنَهُنَّ صَلَوةً
تُقَرِّبُهُمْ مِنْكَ زُلْفَى وَتَكُونُ لَكَ وَلَهُمْ رِضًا
وَمُتَّصِلَةً بِنَظَائِرِ هِنَّ أَبَدًا اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَيَّدْتَ
دِيْنَكَ فِي كُلِّ اَوَانٍ بِاِمَامٍ اَقَمْتَهُ عَلَمًا لِعِبَادِكَ
وَمَنَارًا فِي بِلَادِكَ بَعْدَ اَنْ وَصَلْتَ حَبْلَهُ بِحَبْلِكَ
وَجَعَلْتَهُ الذَّرِيْعَةَ اِلَى رِضْوَانِكَ وَافْتَرَضْتَ طَاعَتَهُ
وَحَذَرْتَ مَعْصِيَتَهُ وَآمَرْتَ بِاِمْتِثَالِ اَوَامِرِهِ
وَالِإِنْتِهَاءِ عِنْدَ نَهْيِهِ وَالَّا يَتَقَدَّمَ مُتَقَدِّمٌ وَلَا
يَتَأَخَّرَ عَنْهُ مُتَأَخِّرٌ فَهُوَ عِصْمَةُ اللّٰئِذِيْنَ وَكَهْفُ
الْمُؤْمِنِيْنَ وَعُرْوَةُ الْمُتَمَسِّكِيْنَ وَبِهَاءُ

کنارا ہو۔ پروردگارا! ان پر ایسی رحمت نازل فرما کہ تیرے

عرش اور جو کچھ زیر عرش ہے سب کے هموزن ہو اور اس
 مقدار میں ہو کہ آسمانوں اور جو کچھ آسمانوں کے اُپر ہے
 سب کو بھر دے اور زمینوں اور جو کچھ زمینوں کے نیچے اور
 اُن کے اندر ہے اُن کے شمار کے برابر ہو۔ ایسی رحمت جو
 انہیں تیرے تقرب کی منزل اعلیٰ پر پہنچا دے اور تیرے
 لئے اور ان کے لئے سرمایہ خوشنودی ہو اور اپنے ایسی
 دوسری رحمتوں سے ہمیشہ متصل رہے۔ بارِ الہا تو نے ہر
 زمانہ میں ایک ایسے امام کے ذریعہ اپنے دین کی تائید
 فرمائی ہے جسے تو نے اپنے بندوں کے لئے نشانِ راہ قرار
 دیا اور شہروں میں منارِ ہدایت بنا کر قائم کیا جب کہ تو نے
 اپنے پیمانِ اطاعت کو اس کے پیمانِ اطاعت سے وابستہ کر
 دیا جسے اپنی رضا و خوشنودی کا ذریعہ قرار دیا جس کی اطاعت
 فرض کر دی۔ جس کی نافرمانی سے ڈرایا جس کے احکام کی بجا

آوری اور جس کے منع کرنے پر باز رہنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہ
 کوئی آگے بڑھنے والا اس سے آگے نہ بڑھے اور کوئی پیچھے رہ
 جانے والا اس سے پیچھے نہ رہے۔ وہ پناہ طلب کرنے والوں
 کے لئے سر و سامانِ حفاظت، اہل ایمان کے لئے جائے پناہ،
 وابستگانِ دامن کے لئے مضبوط سہارا اور تمام جہان کی رونق
 و زیبائش ہے۔ بارِ الہا! اپنے ولی و پیشوا کے دل میں اس
 انعام پر جو اسے بخشا ہے، ادائے شکر کا الہام فرما اور اس
 کے وجود کے باعث ویسا ہی ادائے شکر کا جذبہ ہمارے دل
 میں پیدا کر اور اسے اپنی طرف سے ایسا تسلط عطا فرما جس سے
 ہر طرح کی مدد پہنچے اور اسکے لئے کامیابی و کامرانی کی راہ
 آسانی

الْعَلَمِينَ اللَّهُمَّ فَأَوْزِعْ لَوْلِيَّكَ شُكْرَ مَا أَنْعَمْتَ بِهِ
 عَلَيْهِ وَأَوْزِعْنَا مِثْلَهُ فِيهِ وَأَتِهِ مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا

نَصِيرًا وَافْتَحْ لَهُ فَتْحًا يَسِيرًا وَأَعِنُّهُ بِرُكْنِكَ الْعِزِّ
وَأَشْدُدْ أَرْزَهُ وَقَوِّ عَضْدَهُ وَرَاعِهِ بِعَيْنِكَ وَاحْمِهِ
بِحِفْظِكَ وَانصُرْهُ بِمَلَائِكَتِكَ وَامْدُدْهُ بِجُنْدِكَ
الْأَغْلَبِ وَأَقِمْ بِهِ كِتَابِكَ وَحُدُودَكَ وَشَرَائِعَكَ
وَسُنَنَ رَسُولِكَ صَلَوَاتُكَ اللَّهُمَّ عَلَيْهِ وَإِلَيْهِ فَأَحْيِ
بِهِ مَا أَمَاتَهُ الظَّالِمُونَ مِنْ مَعَالِمِ دِينِكَ وَاجْلُ بِهِ
صَدَاءَ الْجَوْرِ عَنْ طَرِيقَتِكَ وَأَبْنِ بِهِ الصَّرَاءَ
مِنْ سَبِيلِكَ وَأَزِلْ بِهِ النَّكَابِينَ عَنْ صِرَاطِكَ
وَاهْتَقِ بِهِ بُغَاةَ قَصْدِكَ عِوَجًا وَالْإِنْ جَانِبَهُ
لِأَوْلِيَاءِكَ وَابْسُطْ يَدَهُ عَلَى أَعْدَائِكَ وَهَبْ لَنَا
رَافَتَهُ وَرَحْمَتَهُ وَتَعَطُّفَهُ وَتَحَنُّنَهُ وَاجْعَلْنَا لَهُ
سَامِعِينَ مُطِيعِينَ وَفِي رِضَاةٍ سَاعِينَ وَإِلَى نُصْرَتِهِ
وَالْمَدَافَعَةِ عَنْهُ مُكْنِفِينَ وَإِلَيْكَ وَإِلَى رَسُولِكَ
صَلَوَاتُكَ

کھول دے اور اپنے مضبوط سہارے سے اس کی مدد فرما۔
 اس کی پشت کو مضبوط اور بازو کو قوی کر اور اپنی نظر توجہ سے
 اس کی حفاظت اور اپنی نگہداشت سے اس کی حمایت فرما اور
 اپنے فرشتوں کے ذریعہ اس کی مدد اور اپنے غالب آنے
 والے سپاہ و لشکر سے اس کی کمک فرما اور اس کے ذریعہ اپنی
 کتاب اور حدود و احکام اور اپنے رسولؐ (ان پر اے اللہ
 تیری طرف سے درود و رحمت ہو) کی روشوں کو قائم کر اور
 اُن کے ذریعہ ظالموں نے دین کے جن نشانات کو مٹا ڈالا ہے
 از سر نو زندہ کر دے اور ظلم و جور کے زنگ کو اپنی شریعت
 سے دور اور اپنی راہ کی دشواریوں کو برطرف کر دے۔ اور جو
 لوگ تیرے راہِ صواب سے روگردانی کرنے والے ہیں
 اُنہیں ختم اور جو تیرے راہِ راست میں کجی پیدا کرتے ہیں
 اُنہیں نیست و نابود کر دے۔ اور اسے اپنے دوستوں کے

لئے نرم و بردبار قرار دے اور دشمنوں (پر غلبہ و تسلط) کے لئے اس کے ہاتھ کو کھول دے اور ہمیں اس کی طرف سے رافت و رحمت اور شفقت و مہربانی عطا فرما اور اس کی بات پر کان دھرنے والا اور اطاعت کرنے والا اور اس کی خوشنودی کے لئے کوشاں رہنے والا اور اس کی نصرت و تائید اور دشمنوں سے دفاع کے سلسلہ میں مدد دینے والا اور اس وسیلہ سے تجھ سے اور تیرے رسول (اے خدا ان پر تیرا درود و سلام ہو) سے تقرب چاہنے والا قرار دے۔ اے اللہ ان کے دوستوں پر بھی رحمت نازل فرما جو ان کے مرتبہ و مقام کے معترف، ان کے طریق و مسلک کے تابع، اُن کے نقش قدم پر گامزن، اُن کے سررشتہ دین سے

اَللّٰهُمَّ عَلَیْهِ وَاِلٰهِ بِذٰلِكَ مُتَقَرِّبِیْنَ اَللّٰهُمَّ وَصَلْ
عَلٰی اَوْلِیَآئِهِمُ الْمُعْتَرِفِیْنَ بِمَقَامِهِمُ الْمُتَّبِعِیْنَ

مِنْهُمْ أَلْفٌ مِائَتَيْنِ أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ
 بِعُرْوَتِهِمْ أَلْفَيْنِ بِوَلَايَتِهِمْ أَلْفَيْنِ
 بِإِمَامَتِهِمْ أَلْفَيْنِ بِأَمْرِهِمْ أَلْفَيْنِ
 فِي طَاعَتِهِمْ أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ أَلْفَيْنِ
 أَعْيُنُهُمْ الصَّلَوَاتِ الْمُبَارَكَاتِ الزَّكَايَاتِ
 النَّامِيَّاتِ الْغَادِيَّاتِ الرَّائِحَاتِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ وَ
 عَلَى أَرْوَاحِهِمْ وَاجْمَعْ عَلَى التَّقْوَى أَمْرَهُمْ وَأَصْلَحْ
 لَهُمْ شُؤُونَهُمْ وَتُبْ عَلَيْهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ
 الرَّحِيمُ وَخَيْرُ الْغَافِرِينَ وَاجْعَلْنَا مَعَهُمْ فِي دَارِ
 السَّلَامِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ وَهَذَا
 يَوْمُ عَرَفَةَ يَوْمُ شَرَّفْتَهُ وَكَرَّمْتَهُ عَرَفَةَ يَوْمُ نَشَرْتَ
 فِيهِ رَحْمَتَكَ وَمَنْنْتَ فِيهِ بِعَفْوِكَ وَأَجَزَلْتَ فِيهِ
 عَطِيَّتَكَ وَتَفَضَّلْتَ بِهِ عَلَى عِبَادِكَ اللَّهُمَّ وَأَنْ
 عَبْدُكَ الَّذِي أَنْعَمْتَ عَلَيْهِ قَبْلَ خَلْقِكَ

وابستہ، ان کی دوستی و ولایت سے متمسک، ان کی امامت
 وابستہ اُن کی دوستی و ولایت سے متمسک، ان کی امامت کے
 پیروا، ان کے احکام کے فرمانبردار، ان کی اطاعت میں
 سرگرم عمل، ان کے زمانہ اقتدار کے منتظر اور اُن کے لئے
 چشم براہ ہیں۔ ایسی رحمت جو بابرکت، پاکیزہ اور بڑھنے والی
 اور ہر صبح و شام نازل ہونے والی ہو اور ان پر اور ان کے
 ارواح (طیبہ) پر سلامتی نازل فرما اور اُن کے کاموں کو
 صلاح و تقویٰ کی بنیادوں پر قائم کر اور ان کے حالات کی
 اصلاح فرما اور ان کی توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول
 کرنے والا، رحم کرنے والا اور سب سے بہتر بخشنے والا ہے
 اور ہمیں اپنی رحمت کے وسیلہ سے ان کے ساتھ دارالسلام
 (جنت) میں جگہ دے۔ اے سب رحیموں سے زیادہ رحیم۔
 پروردگار! یہ روزِ عرفہ و دن ہے جسے تو نے شرف، عزت اور

عظمت بخشی ہے جس میں اپنی رحمتیں پھیلا دیں اور اپنے
 عفو و درگزر سے احسان فرمایا۔ اپنے عطیوں کو فراواں کیا
 اور اس کے وسیلہ سے اپنے بندوں پر تفضل فرمایا ہے۔
 اے اللہ! میں تیرا وہ بندہ ہوں جس پر تو نے اس کی خلقت
 سے پہلے اور خلقت کے بعد انعام و احسان فرمایا ہے۔ اس
 طرح کہ اسے ان لوگوں میں سے قرار دیا۔ جنہیں تو نے
 اپنے دین کی ہدایت کی، اپنے ادائے حق کی توفیق بخشی جن
 کی اپنی ریسماں کے ذریعہ حفاظت کی جنہیں اپنی جماعت میں
 داخل کیا اور اپنے دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی کی
 ہدایت فرمائی ہے۔ باایں ہمہ تو نے اسے حکم دیا تو اس
 نے حکم نہ مانا، اور منع کیا تو وہ باز نہ آیا اور اپنی معصیت سے
 روکا تو وہ تیرے حکم کے خلاف امر ممنوع کا مرتکب ہوا۔ یہ
 تجھ سے

لَهُ وَبَعْدَ خُلُقِكَ إِيَّاهُ فَجَعَلْتَهُ مِمَّنْ هَدَيْتَهُ لِدِينِكَ
وَوَفَّقْتَهُ لِحَقِّكَ وَعَصَبْتَهُ بِحَبْلِكَ وَأَدْخَلْتَهُ فِي
حِزْبِكَ وَأَرْشَدْتَهُ لِمُؤَالَاةِ أَوْلِيَائِكَ وَمُعَادَاةِ
أَعْدَائِكَ ثُمَّ أَمَرْتَهُ فَلَمْ يَأْتِمِرْ وَزَجَرْتَهُ فَلَمْ
يَنْزَجِرْ وَنَهَيْتَهُ عَنْ مَعْصِيَتِكَ فَخَالَفَ أَمَرَكَ إِلَى
نَهْيِكَ لَا مُعَانَدَةَ لَكَ وَلَا اسْتِكْبَارًا عَلَيْكَ بَلْ
دَعَاهُ هَوَاهُ إِلَى مَا زَيَّلْتَهُ وَإِلَى مَا خَدَّرْتَهُ وَأَعَانَهُ
عَلَى ذَالِكَ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّهُ فَأَقْدَمَ عَلَيْهِ عَارِفًا
بِوَعِيدِكَ رَاجِبًا لِعَفْوِكَ وَاثِقًا بِتَجَاوُزِكَ وَكَانَ
أَحَقَّ عِبَادِكَ مَعَ مَا مَنَنْتَ عَلَيْهِ إِلَّا يَفْعَلُ وَهَا أَنَا
ذَابِينَ يَدَيْكَ صَاحِرًا ذَلِيلًا خَاضِعًا خَاشِعًا
خَائِفًا مُعْتَرِفًا بِعَظِيمٍ مِّنَ الذُّنُوبِ تَحَمَّلْتَهُ
وَجَلِيلٍ مِّنَ الْخَطَايَا اجْتَرَمْتَهُ مُسْتَجِيرًا بِصَفْحِكَ
لَا إِذَا بَرَحْتِكَ مُوقِنًا أَنَّهُ لَا يُجِيرُنِي مِنْكَ مُجِيرٌ وَلَا

يَمْنَعُنِي مِنْكَ مَانِعٌ فَعُدَّ عَلَيَّ بِمَا تَعُوذُ بِهِ عَلَيَّ مَنْ
اِقْتَرَفَ مِنْ تَعَبُّدِكَ وَجُدَّ عَلَيَّ بِمَا تَجُوذُ بِهِ عَلَيَّ مَنْ
الْقِي

عناد اور تیرے مقابلہ میں تکبر کی رو سے نہ تھا، بلکہ خواہش
نفس نے اُسے ایسے کاموں کی دعوت دی جن سے تو نے
روکا اور ڈرایا تھا۔ اور تیرے دشمن اور اس کے دشمن
(شیطان ملعون) نے ان کاموں میں اُس کی مدد کی۔ چنانچہ
اس نے تیری دھمکی سے آگاہ ہونے کے باوجود تیرے عفو
کی اُمید کرتے ہوئے اور تیرے درگزر پر بھروسہ کرتے
ہوئے گناہ کی طرف اقدام کیا۔ حالانکہ ان احسانات کی وجہ
سے جو تو نے اس پر کئے تھے، تمام بندوں میں وہ اس کا
سزاوار تھا کہ ایسا نہ کرتا۔ اچھا پھر میں تیرے سامنے کھڑا
ہوں بالکل خوار و ذلیل، سراپا عجز و نیاز اور لرزاں و ترساں۔

ان عظیم گناہوں کا جن کا بوجھ اپنے سر اٹھایا ہے اور ان
 بڑی خطاؤں کا جن کا ارتکاب کیا ہے اعتراف کرتا ہوا
 تیرے دامنِ عفو میں پناہ چاہتا ہوا اور تیری رحمت کا سہارا
 ڈھونڈتا ہوا اور یہ یقین رکھتا ہوا کہ کوئی پناہ دینے والا
 (تیرے عذاب سے) مجھے پناہ نہیں دے سکتا اور کوئی بچانے
 والا (تیرے غضب سے) مجھے بچا نہیں سکتا۔ لہذا (اس
 اعترافِ گناہ و اظہارِ ندامت کے بعد) تو میری پردہ پوشی
 فرما جس طرح گناہگاروں کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور مجھے
 معافی عطا کر جس طرح اُن لوگوں کو معافی عطا کرتا ہے
 جنہوں نے اپنے آپ کو تیرے حوالے کر دیا ہو۔ اور مجھ پر
 اس بخشش و آمرزش کے ساتھ احسان فرما، کہ جس بخشش و
 آمرزش سے تو اپنے امیدوار پر احسان کرتا ہے تو تجھے بڑی
 نہیں معلوم ہوتی۔ اور میرے لئے آج کے دن ایسا حظ و

نصیب قرار دے کہ جس کے ذریعہ تیری رضامندی کا کچھ
حصہ پاسکوں اور تیرے عبادت گزار

بَيِّدَهُ إِلَيْكَ مِنْ عَفْوِكَ وَأَمْنُنْ عَلَيَّ بِمَا لَا يَتَعَاظَمُكَ
أَنْ تَمُنَّ بِهِ عَلَيَّ مَنْ أَمَلَكَ مِنْ غُفْرَانِكَ وَاجْعَلْ لِي فِي
هَذَا الْيَوْمِ نَصِيبًا أَنَالُ بِهِ حَظًّا مِنْ رِضْوَانِكَ وَلَا
تُرَدِّدْنِي صِفْرًا مِمَّا يَنْقَلِبُ بِهِ الْمُتَعَبِّدُونَ لَكَ مِنْ
عِبَادِكَ وَإِنِّي وَإِنْ لَمْ أُقَدِّمُ مَا قَدَّمُوهُ مِنْ
الصَّالِحَاتِ فَقَدْ قَدَّمْتُ تَوْحِيدَكَ وَنَفَى الْأَضْدَادِ
وَالْإِنْدَادِ وَالْأَشْبَاهِ عَنْكَ وَأَتَيْتُكَ مِنَ الْأَبْوَابِ
الَّتِي أَمَرْتَ أَنْ تُؤْتَى مِنْهَا وَتَقَرَّبْتُ إِلَيْكَ بِمَا لَا
يَقْرُبُ أَحَدٌ مِنْكَ إِلَّا بِالتَّقَرُّبِ بِهِ ثُمَّ أَتْبَعْتُ ذَلِكَ
بِالْإِثَابَةِ إِلَيْكَ وَالتَّذَلُّلِ وَالِاسْتِكَانَةِ لَكَ وَحُسْنِ
الظَّنِّ بِكَ وَالثِّقَةِ بِمَا عِنْدَكَ وَشَفَعْتُهُ بِرَجَائِكَ

الَّذِي قَلَّ مَا يَخِيبُ عَلَيْهِ رَاجِيكَ وَ سَأَلْتُكَ
مَسْئَلَةَ الْحَقِيرِ الذَّلِيلِ الْبَائِسِ الْفَقِيرِ الْخَائِفِ
الْمُسْتَجِيرِ وَمَعَ ذَلِكَ خِيفَةً وَتَضَرُّعًا وَقَعُودًا
وَتَلَوُّدًا لَا مُسْتَطِيلًا بِتَكْبُرِ الْمُتَكَبِّرِينَ

بندے جو (اجر و ثواب کے) تحائف لے کر پلٹے ہیں۔ مجھے
اُن سے خالی ہاتھ نہ پھیر۔ اگرچہ وہ نیک اعمال جو انہوں نے
آگے بھیجے ہیں میں نے آگے نہیں بھیجے لیکن میں نے تیری
وحدت و یکتائی کا عقیدہ اور یہ کہ تیرا کوئی حریف، شریکِ کار
اور مثل و نظیر نہیں ہے پیش کیا ہے اور انہی دروازوں سے
جن دروازوں سے تو نے آنے کا حکم دیا ہے آیا ہوں اور
ایسی چیز کے ذریعہ جس کے بغیر کوئی تجھ سے تقرب حاصل
نہیں کر سکتا، تقرب چاہا ہے۔ پھر تیری طرف رجوع و
بازگشت، تیری بارگاہ میں تذلل و عاجزی اور تجھ سے نیک

گمان اور تیری رحمت پر اعتماد کو طلب تقرب کے ہمراہ رکھا ہے اور اس کے ساتھ ایسی امید کا ضمیمہ بھی لگا دیا ہے جس کے ہوتے ہوئے تجھ سے امید رکھنے والا محروم نہیں رہتا اور تجھ سے اسی طرح سوال کیا ہے جس طرح کوئی بے قدر، ذلیل، شکستہ حال، تہی دست خوف زدہ اور طلبگارِ پناہ سوال کرتا ہے اور اس حالت کے باوجود میرا یہ سوال خوف، عجز و نیاز مندی، پناہ طلبی، اور امان خواہی کی رو سے ہے نہ متکبروں کے تکبر کے ساتھ برتری جتلاتے، نہ اطاعت گزاروں کے (اپنی عبادت پر) فخر و اعتماد کی بنا پر اتراتے اور نہ سفارش کرنے والوں کی سفارش پر سر بلندی دکھاتے ہوئے۔ اور میں اس اعتراف کے ساتھ تمام کمتریوں سے کمتر، خوار و ذلیل ہوگوں سے ذلیل تر اور ایک چیونٹی کے مانند بلکہ اس سے بھی پست تر ہوں۔ اے وہ جو گنہگاروں پر عذاب

کرنے میں جلدی نہیں کرتا اور نہ سرکشوں کو (اپنی نعمتوں سے) روکتا ہے۔ اے وہ جو لغزش کرنے والوں سے درگزر فرما کر احسان کرتا ہے اور

وَلَا مُتَعَالِيًا بِدَالَةِ الْمُطِيعِينَ وَلَا مُسْتَطِيلًا بِشَفَاعَةِ الشَّافِعِينَ وَأَنَا بَعْدُ أَقْلُ الْأَقْلَلِينَ وَأَذَلُّ الْأَذَلِّينَ وَمِثْلُ الذَّرَّةِ أَوْ دُونَهَا فَيَا مَنْ لَمْ يُعَاجِلِ الْمُسِيئِينَ وَلَا يَنْدَهُ الْمُتَرْفِينَ وَيَا مَنْ يَمُنُّ بِإِقَالَةِ الْعَاثِرِينَ وَيَتَفَضَّلُ بِإِنْظَارِ الْخَاطِئِينَ أَنَا الْمُسِيءُ الْمُعْتَرِفُ الْخَاطِئُ الْعَاثِرُ أَنَا الَّذِي أَقْدَمَ عَلَيْكَ مُجْتَرِّئًا أَنَا الَّذِي عَصَاكَ مُتَعَبِّدًا أَنَا الَّذِي اسْتَخْفَى مِنْ عِبَادِكَ وَبَارَزَكَ أَنَا الَّذِي هَابَ عِبَادَكَ وَأَمِنَكَ أَنَا الَّذِي لَمْ يَرْهَبْ سَطَوَتَكَ وَلَمْ يَخَفْ بَأْسَكَ أَنَا الْجَانِي عَلَى نَفْسِهِ أَنَا الْمُرْتَهِنُ بِبِلِّيَّتِهِ أَنَا

الْقَلِيلُ الْحَيَاءِ أَنَا الطَّوِيلُ الْعَنَاءِ بِحَقِّ مَنْ
 انْتَجَبْتَ مِنْ خَلْقِكَ وَمِنْ اصْطَفَيْتَهُ لِنَفْسِكَ
 بِحَقِّ مَنْ اخْتَرْتَ مِنْ بَرِيَّتِكَ وَمِنْ اجْتَبَيْتَ
 لِسَانِكَ بِحَقِّ مَنْ وَصَلْتَ طَاعَتَهُ بِطَاعَتِكَ وَمِنْ
 جَعَلْتَ مَعْصِيَتَهُ كَمَعْصِيَتِكَ بِحَقِّ مَنْ قَرَنْتَ
 مَوَالَاتَهُ بِمَوَالَاتِكَ وَمِنْ نُطْتَ مُعَادَاتُهُ
 بِمُعَادَاتِكَ تَعَبَّدْنِي فِي يَوْمِي هَذَا

گنہگاروں کو مہلت دے کر تفضل فرماتا ہے؛ میں وہ
 گنہگاروں کو مہلت دے کر تفضل فرماتا ہے، میں وہ ہوں جو
 گنہگار گناہ کا معترف، خطا کار اور لغزش کرنے والا ہوں۔
 میں وہ ہوں جس نے تیرے مقابلہ میں جرأت سے کام لیتے
 ہوئے پیش قدمی کی۔ میں وہ ہوں جس نے دیدہ دانستہ گناہ
 کئے میں وہ ہوں جس نے (اپنے گناہوں کو) تیرے

بندوں سے چھپایا اور تیرے سامنے کھلم کھلا مخالفت کی۔ میں
 وہ ہوں جو تیرے بندوں سے ڈر تارہا، اور تجھ سے بے خوف
 رہا اور میں وہ ہوں جو تیری ہیبت سے ہراساں اور تیرے
 عذاب سے خوفزدہ نہ ہوا۔ میں خود ہی اپنے حقمیں مجرم اور
 بلاؤ مصیبت کے ہاتھوں میں گروی ہوں۔ میں ہی شرم و حیا
 سے عاری اور طویل رنج و تکلیف میں مبتلا ہوں۔ میں تجھے
 اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جسے تو نے مخلوقات میں سے
 منتخب کیا۔ اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جسے تو نے اپنے
 لئے پسند فرمایا اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جسے تو نے
 کائنات میں برگزیدہ کیا اور جسے اپنے احکام (کی تبلیغ) کے
 لئے چن لیا۔ اسکے حق کا واسطہ دیتا ہوں جس کی اطاعت کو
 اپنی اطاعت سے ملا دیا اور جس کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی
 کے مانند قرار دیا۔ اس کے حق کا واسطہ دیتا ہوں جس کی

محبت کو اپنی محبت سے مقرون اور جس کی دشمنی کو اپنی دشمنی سے وابستہ کیا ہے؛ مجھے آج کے دن اس دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے جس سے ایسے شخص کو ڈھانپتا ہے جو گناہوں سے دست بردار ہو کر تجھ سے نالہ و فریاد کرے اور تائب ہو کر تیرے دامنِ مغفرت میں پناہ چاہے۔ اور جس طرح اپنے اطاعت گزاروں اور قرب و منزلت والوں

يَمَّا تَتَغَمَّدُ بِهِ مَنْ جَارَ إِلَيْكَ مُتَنَصِّلًا وَعَاذَ بِاسْتِغْفَارِكَ تَائِبًا وَتَوَلَّيْنِي يَمَّا تَتَوَلَّى بِهِ أَهْلَ طَاعَتِكَ وَالزُّلْفَى لَدَيْكَ وَالْمَكَانَةَ مِنْكَ وَتَوَحَّدَنِي يَمَّا تَتَوَحَّدُ بِهِ مَنْ وَفَى بِعَهْدِكَ وَأَتَعَبَ نَفْسَهُ فِي ذَاتِكَ وَأَجْهَدَهَا فِي مَرْضَاتِكَ وَلَا تُؤَاخِذْنِي بِتَفْرِيطِي فِي جَنْبِكَ وَتَعَدِّي طَوْرِي فِي حُدُودِكَ وَمُجَاوَزَةِ أَحْكَامِكَ وَلَا تَسْتَدْرِجْنِي بِأَمْلَائِكَ لِي

اسْتَدْرَاجَ مَنْ مَنَعَنِي خَيْرَ مَا عِنْدَهُ وَلَمْ يَشْرُكْكَ
 فِي حُلُولِ نِعْمَتِهِ بِي وَنَهَيْنِي مِنْ رَقْدَةِ الْغَافِلِينَ
 وَسِنَّةِ الْمُسْرِفِينَ وَنَعَسَةِ الْمَخْذُولِينَ وَخَذُّ بَقْلِي
 إِلَى مَا سَتَعَمَلْتُ بِهِ الْقَانِتِينَ وَاسْتَعْبَدْتُ بِهِ
 الْمُتَعَبِّدِينَ وَاسْتَنْقَذْتُ بِهِ الْمُتَهَاوِنِينَ
 وَأَعَذَّنِي مِمَّا يُبَاعِدُنِي عَنْكَ وَيَحُولُ بَيْنِي وَبَيْنَ حَظِّي
 مِنْكَ وَيَصُدُّنِي عَمَّا أُحَاوِلُ لَدَيْكَ وَسَهِّلْ لِي
 مَسْلَكَ الْخَيْرَاتِ إِلَيْكَ وَالْمُسَابَقَةَ إِلَيْهَا مِنْ

کی سرپرستی فرماتا ہے اسی طرح میری سرپرستی فرما اور
 جس طرح ان لوگوں پر جنہوں نے تیرے عہد کو پورا کیا،
 تیری خاطر اپنے کو تعب و مشقت میں ڈالا، اور تیری
 رضامندیوں کے لئے سختیوں کو جھیلا۔ خود تن تنہا احسان
 کرتا ہے۔ اسی طرح مجھ پر بھی تن تنہا احسان فرما اور

تیرے حق میں کوتاہی کرنے تیرے حدود سے متجاوز ہونے اور تیرے احکام کے پس پشت ڈالنے پر میرا مواخذہ نہ کر اور مجھے اس شخص کے مہلت دینے کی طرح مہلت دے کر رفتہ رفتہ اپنے عذاب کا مستحق نہ بنا۔ جس نے اپنی بھلائی کو مجھ سے روک لیا اور سمجھتا یہ ہے کہ بس وہی نعمت کا دینے والا ہے یہاں تک کہ تجھے بھی ان نعمتوں کے دینے میں شریک نہ سمجھا ہو۔ مجھے غفلت شعاروں کی نیند، بے راہروں کے خواب اور حرماں نصیبوں کی غفلت سے ہوشیار کر دے، اور میرے دل کو اس راہِ عمل پر لگا جس پر تو نے اطاعت گزاروں کو لگایا ہے۔ اور اس عبادت کی طرف مائل فرما جو عبادت گزاروں سے تو نے چاہی ہے اور ان چیزوں کی ہدایت کر جن کے وسیلہ سے سہل انگاروں کو رہائی بخشی ہے۔ اور جو باتیں تیری بارگاہ سے دور کر دیں اور

میرے اور تیرے ہاں کے حظ و نصیب کے درمیان حائل
 اور تیرے ہاں کے مقصد و مراد سے مانع ہو جائیں اُن سے
 محفوظ رکھ اور نیکیوں کی راہ پیمائی اور اُن کی طرف سے سبقت
 جس طرح تو نے حکم دیا ہے اور اُن کی بڑھ چڑھ کر خواہش
 جیسا کہ تو نے چاہا ہے میرے لئے سہل و آسان کر اور اپنے
 عذاب و وعید کو سبک سمجھنے والوں کے

حَيْثُ أَمَرْتُ وَالْمُشَاحَّةَ فِيهَا عَلَى مَا أَرَدْتُ وَلَا
 تَمْحَقْنِي فِيْمَنْ تَمْحَقُ مِنَ الْمُسْتَخَفِّينَ بِمَا أَوْعَدْتَ
 وَلَا تُهْلِكْنِي مَعَ مَنْ تُهْلِكُ مِنَ الْمُتَعَرِّضِينَ لِمَقْتِكَ
 وَلَا تُتَبِّرْنِي فِي مَنْ تُتَبِّرُ مِنَ الْمُنْحَرِفِينَ عَنْ سُبُلِكَ
 وَنَجِّنِي مِنْ غَمَرَاتِ الْفِتْنَةِ وَخَلِّصْنِي مِنْ لَهَوَاتِ
 الْبُلُوْى وَأَجِرْنِي مِنْ أَخْذِ الْإِمْلَاءِ وَحُلِّ بَيْنِي وَبَيْنَ
 عَدُوِّ يُضِلُّنِي وَهَوًى يُؤْبِقُنِي وَمَنْقَصَةٍ تَرْهَقُنِي وَلَا

تُعْرِضْ عَنِّي إِعْرَاضَ مَنْ لَا تَرْضَىٰ عَنْهُ بَعْدَ
 غَضَبِكَ وَلَا تُؤَيِّسْنِي مِنَ الْأَمَلِ فِيكَ فَيَغْلِبَ عَلَيَّ
 الْقُتُوفُ مِنْ رَحْمَتِكَ وَلَا تَمْنَحْنِي بِمَا لَا طَاقَةَ لِي بِهِ
 فَتَبْهَظَنِي مِمَّا تُحِبُّ لِنَفْسِي مِنْ فَضْلِ فَحَبَّتِكَ وَلَا
 تُرْسِلْنِي مِنْ يَدِكَ إِرْسَالَ مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ وَلَا
 حَاجَةَ بِكَ إِلَيْهِ وَلَا إِنَابَةَ لَهُ وَلَا تَرْمِ بِي رَمْيَ مَنْ
 سَقَطَ مِنْ عَيْنِ رِعَايَتِكَ وَمَنْ اشْتَمَلَ عَلَيْهِ
 الْحَزْنُ مِنْ عِنْدِكَ بَلْ خُذْ بِيَدِي مِنْ سَقَطَةٍ
 الْمُتَرَدِّينَ وَوَهْلَةِ الْمُتَعَسِّفِينَ وَزَلَّةِ

ساتھ کہ جنہیں تو تباہ کرے گا، مجھے تباہ نہ کرنا اور جنہیں دشمنی
 پر آمادہ ہونے کی وجہ سے ہلاک کرے گا ان کے ساتھ مجھے
 ہلاک نہ کرنا اور اپنی سیدھی راہوں سے انحراف کرنے
 والوں کے زمرہ میں کہ جنہیں تو برباد کرے گا، مجھے برباد نہ

کرنا۔ اور فتنہ و فساد کے بھنور سے مجھے نجات دے اور بلا کے
 منہ سے چھڑالے اور زمانہ مہلت (کی بد اعمالیوں) پر گرفت
 سے پناہ دے اور اس دشمن کے درمیان جو مجھے بہکائے اور
 اُس خواہشِ نفس کے درمیان جو مجھے تباہ و برباد کرے اور
 اُس نقص و عیب کے درمیان جو مجھے گھیر لے، حائل ہو جا۔
 اور جیسے اُس شخص سے کہ جس پر غضب ناک ہونے کے
 بعد تو راضی نہ ہو رُخ پھیر لیتا ہے اسی طرح مجھ سے رُخ نہ پھیر
 اور جو اُمیدیں تیرے دامن سے وابستہ کئے ہوئے ہوں ان
 میں مجھے بے آس نہ کر کہ تیری رحمت سے یاس و نا اُمیدی
 مجھ پر غالب آجائے۔ اور مجھے اتنی نعمتیں بھی نہ بخش کہ جن
 کے اٹھانے کی میں طاقت نہیں رکھتا کہ تو فراوانیِ محبت سے
 مجھ پر وہ بارِ لاد دے جو مجھے گر انبار کر دے۔ اور مجھے اس
 طرح اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑ دے جس طرح اُسے چھوڑ دیتا

ہے جس میں کوئی بھلائی نہ ہو اور نہ تجھے اُس سے کوئی مطلب
 ہو اور نہ اُس کے لئے توبہ و باز گشت ہو۔ اور مجھے اس طرح
 نہ پھینک دے جس طرح اُسے پھینک دیتا ہے جو تیری نظر
 توجہ سے گر چکا ہو۔ اور تیری طرف سے ذلت و رسوائی اُس
 پر چھائی ہوئی ہو بلکہ گرنے والوں کے گرنے سے اور کج
 روؤں کے خوف و ہراس سے اور فریب خوردہ لوگوں کے
 لغزش کھانے سے اور ہلاک ہونے والوں کے ورطہ ہلاکت
 میں

الْمَغْرُورِينَ وَوَرَطَةَ الْهَالِكِينَ وَعَافِنِي مِمَّا ابْتَلَيْتَ
 بِهِ طَبَقَاتِ عِبِيدِكَ وَإِمَائِكَ وَبَلِّغْنِي مَبَالِغَ مَنْ
 عَنِيتَ بِهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ وَرَضِيتَ عَنْهُ فَأَعَشَّتْهُ
 حَمِيدًا وَتَوَفَّيْتَهُ سَعِيدًا وَطَوَّقْنِي طَوْقَ الْإِقْلَاعِ
 عَمَّا يُحْبِطُ الْحَسَنَاتِ وَيَذْهَبُ بِالْبَرَكَاتِ وَأَشْعِرْ

قَلْبِي الْإِزْدَجَارَ عَنْ قَبَائِحِ السَّيِّئَاتِ وَفَوَاضِحِ
 الْحَوْبَاتِ وَلَا تَشْغَلْنِي بِمَا لَا أُدْرِكُهُ إِلَّا بِكَ عَمَّا لَا
 يُرْضِيكَ عَنِّي غَيْرُهُ وَانْزِعْ مِنْ قَلْبِي حُبَّ دُنْيَا دَنِيَّةٍ
 تَنْهَى عَمَّا عِنْدَكَ وَتَصُدُّ عَنِ بَغْيِ الْوَسِيلَةِ إِلَيْكَ
 وَتُذْهِلُ عَنِ التَّقَرُّبِ مِنْكَ وَزَيْنِ لِي التَّفَرُّدِ
 بِمُنَاجَاتِكَ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهَبْ لِي عِصْمَةً
 تُدْنِيَنِي مِنْ خَشْيَتِكَ وَتَقْطَعُنِي عَنْ رُكُوبِ
 مُحَارِمِكَ وَتَفُكِّنِي مِنْ أَسْرِ الْعِظَائِمِ وَهَبْ لِي
 التَّطْهِيرَ مِنْ دَنَسِ الْعِصْيَانِ وَأَذْهِبْ عَنِّي دَرَنَ
 الْخَطَايَا وَسَرِبْلِي بِسِرِّ بَالِ عَافِيَتِكَ وَرَدِّنِي رِذَاءَ
 مُعَافَاتِكَ وَجَلِّلْنِي سَوَابِغِ نِعْمَائِكَ وَظَاهِرُ لَدَيَّ
 فَضْلِكَ وَطَوْلُكَ وَأَيِّدْنِي

کرنے سے میرا ہاتھ تھام لے اور اپنے بندوں اور کنیزوں

کے مختلف طبقوں کو جن چیزوں میں مبتلا کیا ہے ان سے
 مجھے عافیت و سلامتی بخش۔ اور جنہیں تو نے موردِ عنایت
 قرار دیا، جنہیں نعمتیں عطا کیں، جن سے راضی و خوشنود ہوا،
 جنہیں قابلِ ستائش زندگی بخشی اور سعادت و کامرانی کے
 ساتھ موت دی اُن کے مراتب و درجات پر مجھے فائز کر۔ اور
 وہ چیزیں جو نیکیوں کو محو اور برکتوں کو زائل کر دیں اُن سے
 کنارہ کشی اس طرح میرے لئے لازم کر دے جس طرح
 گردن میں پڑا ہوا طوق۔ اور برے گناہوں اور رسوا کرنے
 والی معصیتوں سے علیحدگی و نفرت کو میرے دل کے لئے
 اس طرح ضروری قرار دے جس طرح بدن سے چمٹا ہوا
 لباس اور مجھے دنیا میں مصروف کر کے کہ جسے تیری مدد
 کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا ان اعمال سے کہ جن کے علاوہ
 تجھے کوئی اور چیز مجھ سے خوش نہیں کر سکتی، نہ روک دے

اور اس پست دُنیا کی محبت کہ جو تیرے ہاں کی سعادتِ ابدی کی طرف متوجہ ہونے سے مانع اور تیری طرف وسیلہ طلب کرنے سے سدّ راہ اور تیرا تقرب حاصل کرنے سے غافل کرنے والی ہے میرے دل سے نکال دے اور مجھے وہ ملکہ عصمت عطا فرما جو مجھے تیرے خوف سے قریب، ارتکابِ محرمات سے الگ اور کبیرہ گناہوں کے بندھنوں سے رہا کر دے اور مجھے گناہوں کی آلودگی سے پاکیزگی عطا فرما اور معصیت کی کثافتوں کو مجھ سے دور کر دے اور اپنی عافیت کا جامہ مجھے پہنا دے اور اپنی سلامتی کی چادر اوڑھادے اور اپنی وسیع نعمتوں سے مجھے ڈھانپ لے اور میرے لئے اپنے عطایا و انعامات کا

بِتَوْفِيقِكَ وَتَسْدِيدِكَ وَأَعِزَّنِي عَلَى صَالِحِ النِّيَّةِ
وَمَرْضَى الْقَوْلِ وَمُسْتَحْسِنِ الْعَمَلِ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى

حَوْلِي وَقُوَّتِي دُونَ حَوْلِكَ وَقُوَّتِكَ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ
 تَبْعَثُنِي لِلْقَائِكَ وَلَا تَقْضِحْنِي بَيْنَ يَدَيَّ أَوْلِيَاءِكَ
 وَلَا تُنْسِي ذِكْرَكَ وَلَا تُذْهِبْ عَنِّي شُكْرَكَ بَلْ
 أَلْزِمْنِيهِ لِي أَحْوَالِ السَّهْوِ عِنْدَ غَفَلَاتِ الْجَاهِلِينَ
 إِلَّا لَائِكَ وَأَوْزِعْنِي أَنْ أَثْنِيَ بِمَا أَوْلَيْتَنِيهِ وَأَعْتَرِفَ
 بِمَا أَسْدَيْتَهُ إِلَيَّ وَاجْعَلْ رَغْبَتِي إِلَيْكَ فَوْقَ رَغْبَةِ
 الرَّاعِبِينَ وَحَمْدِي إِيَّاكَ فَوْقَ حَمْدِ الْحَامِدِينَ وَلَا
 تَخْذُلْنِي عِنْدَ فَاقَتِي إِلَيْكَ وَلَا تُهْلِكْنِي بِمَا أَسْدَيْتَهُ
 إِلَيْكَ وَلَا تَجْهَنْنِي بِمَا جَبَّهْتَ بِهِ الْمُعَانِدِينَ لَكَ
 فَإِنِّي لَكَ مُسَلِّمٌ أَعْلَمُ أَنَّ الْحُجَّةَ لَكَ وَأَنَّكَ أَوْلَى
 بِالْفَضْلِ وَأَعْوَدُ بِالْإِحْسَانِ وَأَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ
 الْمَغْفِرَةِ وَأَنَّكَ بَانَ تَعْفُو أَوْلَى مِنْكَ بَانَ تُعَاقِبُ
 وَأَنَّكَ بَانَ تَسْتُرُ أَقْرَبُ مِنْكَ إِلَيَّ أَنْ تَشْهَرَ فَأَهْيِنِي
 حَيَوَةً طَيِّبَةً

سلسلہ پیہم جاری رکھ اور اپنی توفیق و راہِ حق کی راہنمائی سے
 مجھے تقویت دے اور پاکیزہ نیت، پسندیدہ گفتار اور شائستہ
 کردار کے سلسلہ میں میری مدد فرما۔ اور اپنی قوت و طاقت
 کے بجائے مجھے میری قوت و طاقت کے حوالے نہ کر۔ اور
 جس دن مجھے اپنی ملاقات کے لئے اُٹھائے مجھے ذلیل و خوار
 اور اپنے دوستوں کے سامنے رسوا نہ کرنا، اور اپنی یاد میرے
 دل سے فراموش نہ ہونے دے اور اپنا شکر و سپاس مجھ سے
 زائل نہ کر۔ بلکہ جب تیری نعمتوں سے بے خبر، سہو و غفلت
 کے عالم میں ہوں، میرے لئے ادائے شکر لازم قرار دے۔
 اور میرے دل میں یہ بات ڈال دے کہ جو نعمتیں تو نے
 بخشی ہیں اُن پر حمد و توصیف اور جو احسانات مجھ پر کئے ہیں
 اُن کا اعتراف کروں اور اپنی طرف میری توجہ کو تمام توجہ
 کرنے والوں سے بالاتر اور میری حمد سرائی کو تمام حمد

کرنے والوں سے بلند تر قرار دے۔ اور جب مجھے تیری
 احتیاج ہو تو مجھے اپنی نصرت سے محروم نہ کرنا اور جن اعمال
 کو تیری بارگاہ میں پیش کیا ہے اُن کو میرے لئے وجہِ ہلاکت
 نہ قرار دینا۔ اور جس عمل و کردار کے پیش نظر تو نے اپنے
 نافرمانوں کو دھتکارا ہے یوں مجھے اپنی بارگاہ سے دھتکار نہ
 دینا۔ اس لئے کہ میں تیرا مطیع و فرمانبردار ہوں اور یہ جانتا
 ہوں کہ حجت و برہان تیرے ہی لئے ہے اور تو فضل و بخشش
 کا زیادہ سزاوار اور لطف و احسان کے ساتھ فائدہ رساں اور
 اس لائق ہے کہ تجھ سے ڈرا جائے اور اس کا اہل ہے کہ
 مغفرت سے کام لے اور اس کا زیادہ سزاوار ہے کہ سزا
 دینے کے بجائے معاف کر دے اور تشہیر کرنے کے
 بجائے پردہ پوشی تیری روش سے قریب تر ہے۔ تو پھر
 تَنْتَظِمُ مِمَّا أَرِيدَ وَتَبْلُغُنِي مِمَّا أَحِبُّ مِنْ حَيْثُ لَا

اِنِّى مَا تَكَرَّرُهُ وَلَا اَرْتَكِبُ مَا نَهَيْتَ عَنْهُ وَاَمْتَنِّى
 مَيِّتَةً مَنْ يَسْغَى نُوْرُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَعَنْ يَمِيْنِهِ وَذَلَّلْنِى
 بَيْنَ يَدَيْكَ وَاَعِزَّنِى عِنْدَ خَلْقِكَ وَضَعْنِى اِذَا خَلَوْتُ
 بِكَ وَاَرْفَعْنِى بَيْنَ عِبَادِكَ وَاَغْنِنِى عَمَّنْ هُوَ غَنِىٌّ
 عَنِّى وَرِزْنِى اِلَيْكَ فَاقَةً وَفَقْرًا وَاَعِزَّنِى مِنْ شَمَاتَةِ
 الْاَعْدَاءِ وَمِنْ حُلُوْلِ الْبَلَاءِ وَمِنْ الذُّلِّ وَالْعِنَاءِ
 تَغَمَّدْنِى فَيَّمَا الطَّلَعَتْ عَلَيْهِ مِئْبَى بِمَا يَتَغَمَّدُ بِهِ
 الْقَادِرُ عَلَى الْبَطْشِ لَوْ لَا حِلْمُهُ وَالْاِخْذُ عَلَى
 الْجَرِيْرَةِ لَوْ لَا اَنَاتُهُ وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً اَوْ سُوءًا
 فَنَجِّنِى مِنْهَا لِوَاِذَا بِكَ وَاِذَا لَمْ تُقِمْنِى مَقَامَ
 فَضِيْحَةٍ فِى دُنْيَاكَ فَلَا تُقِمْنِى مِثْلَهُ فِى اٰخِرَتِكَ
 وَاَشْفَعْ لِيْ اَوَّالٍ مِنْكَ بِاَوَاخِرِهَا وَقَدِيْمَ فَوَاِئِدِكَ
 بِحَوَادِثِهَا وَلَا تَمُدُّ لِيْ مَدًّا يَقْسُوْمَعُهُ قَلْبِى وَلَا
 تَقْرَعْ عَنِّى قَارِعَةً يَذْهَبُ لَهَا بِهَائِى وَلَا تَسْمِنِى

خَسِيسَةً يَصْغُرُ لَهَا

مجھے ایسی پاکیزہ زندگی دے جو میرے حسب دل خواہ امور پر مشتمل اور میری دل پسند چیزوں پر منتہی ہو۔ اس طرح کہ جس کام کو تو ناپسند کرے اسے بجانہ لاؤں اور جس سے منع کرے اس کا ارتکاب نہ کروں۔ اور مجھے اس شخص کی سی موت دے جس کا نور اُس کے آگے اور اُس کے داہنی طرف چلتا ہو اور مجھے اپنی بارگاہ میں عاجز و نگوں سار اور لوگوں کے نزدیک باوقار بنادے۔ اور جب تجھ سے تخلیہ میں راز و نیاز کروں تو مجھے پست و سراغندہ اور اپنے بندوں میں بلند مرتبہ قرار دے اور جو مجھ سے بے نیاز ہو اس سے مجھے بے نیاز کر دے اور میرے فقر و احتیاج کو اپنی طرف بڑھادے اور دشمنوں کے خندہ زیر لب، بلاؤں کے ورود اور ذلت و سختی سے پناہ دے۔ اور میرے ان گناہوں کے بارے میں

کہ جن پر تو مطلع ہے، اس شخص کی مانند میری پردہ پوشی
 فرما کہ اگر اس کا حلم مانع نہ ہوتا تو وہ سخت گرفت پر قادر
 ہوتا اور اگر اس کی روش میں نرمی نہ ہوتی تو وہ گناہوں پر
 مواخذہ کرتا۔ اور جب کسی جماعت کو تو مصیبت میں گرفتار
 یا بلا و نکتب سے دوچار کرنا چاہے، تو در صورتیکہ میں تجھ سے
 پناہ طلب ہوں اس مصیبت سے نجات دے۔ اور جب کہ تو
 نے مجھے دنیا میں رسوائی کے موقف میں کھڑا نہیں کیا تو اسی
 طرح آخرت میں بھی رسوائی کے مقام پر کھڑا نہ کرنا۔ اور
 میرے لئے دنیوی نعمتوں کو اخروی نعمتوں سے اور قدیم
 فائدوں کو جدید فائدوں سے ملادے اور مجھے اتنی مہلت نہ
 دے کہ اس کے نتیجہ میں میرا دل سخت ہو جائے۔ اور ایسی
 مصیبت میں مبتلا نہ کر جس سے میری عزت و آبرو جاتی رہے
 اور ایسی ذلت سے دوچار نہ کر

قَدِّرْني وَلَا نَقِصَةً يُجْهَلُ مِنْ أَجْلِهَا مَكَانِي وَلَا
 تُرْعِنِي رَوْعَةً أُبْلِسُ بِهَا وَلَا خِيفَةً أُوجِسُ دُونَهَا
 اجْعَلْ هَيْبَتِي فِي وَعِيدِكَ وَحَذَرِي مِنْ إِعْذَارِكَ
 وَإِنْذَارِكَ وَرَهْبَتِي عِنْدَ تِلَاوَةِ آيَاتِكَ وَاعْمُرْ لِيْلِي
 بِإِقْظَاطِي فِيهِ لِعِبَادَتِكَ وَتَفَرُّدِي بِالتَّهَجُّدِ لَكَ
 وَتَجَرُّدِي بِسُكُونِي إِلَيْكَ وَإِنْزَالِ حَوَائِجِي بِكَ
 وَمُنَازَلَتِي إِيَّاكَ فِي فَكَاكِ رَقَبَتِي مِنْ نَارِكَ وَإِجَارَتِي
 مِنْهَا فِيهِ أَهْلَهَا مِنْ عَذَابِكَ وَلَا تَذَرْنِي فِي طُغْيَانِي
 عَامِهَا وَلَا فِي غَمْرَتِي سَاهِيًا حَتَّى حِينٍ وَلَا تَجْعَلْنِي
 عِظَةً لِمَنْ اتَّعَظَ وَلَا نَكَالًا لِمَنْ اُعْتَبَرَ وَلَا فِتْنَةً لِمَنْ
 نَظَرَ وَلَا تَمْكُرْ بِي فِيمَنْ تَمْكُرُ بِهِ وَلَا تَسْتَبْدِلْ بِي
 غَيْرِي وَلَا تُغَيِّرْ لِي اسْمًا وَلَا تُبَدِّلْ لِي جِسْمًا وَلَا
 تَتَّخِذْنِي هُزُوءًا لِخَلْقِكَ وَلَا سُخْرِيًّا لَكَ وَلَا تَبْعًا إِلَّا
 لِمَرْضَاتِكَ وَلَا مُمْتَهِنًا إِلَّا بِإِلَانِ تِقَامِكَ وَأَوْجِدْنِي

بَرَدَ عَفْوِكَ وَحَلَاوَةَ رَحْمَتِكَ وَرَوْحِكَ وَرَيْحَانِكَ
وَجَنَّةِ

جس سے میری قدر و منزلت کم ہو جائے۔ اور ایسے عیب
میں گرفتار نہ کر جس سے میرا مرتبہ و مقام جاننا نہ جاسکے اور
مجھے اتنا خوف زدہ نہ کر کہ میں مایوس ہو جاؤں اور ایسا خوف
نہ دلا کہ ہراساں ہو جاؤں۔ میرے خوف کو اپنی وعید و
سرزنش میں اور میرے اندیشہ کو تیرے عذر تمام کرنے
اور ڈرانے میں منحصر کر دے اور میرے خوف و ہراس کو
آیات (قرآنی) کی تلاوت کے وقت قرار دے اور مجھے اپنی
عبادت کے لئے بیدار رکھنے، خلوت و تنہائی میں دُعا و مناجات
کے لئے جاگنے، سب سے الگ رہ کر تجھ سے لو لگانے تیرے
سامنے اپنی حاجتیں پیش کرنے، دوزخ سے گلو خلاصی کے لئے
بار بار التجاء کرنے اور تیرے اس عذاب سے جس میں اہل

دوزخ گرفتار ہیں پناہ مانگنے کے وسیلہ سے میری راتوں کو
 آباد کر اور مجھے سرکشی میں سرگرداں چھوڑ نہ دے اور نہ
 غفلت میں ایک خاص وقت تک غافل و بے خبر پڑا رہنے
 دے اور مجھے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت
 عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے عبرت اور دیکھنے والوں
 کے لئے فتنہ و گمراہی کا سبب قرار نہ دے اور مجھے ان لوگوں
 میں جن سے تو (اُن کے مکر کی پاداش میں) مکر کرے گا
 شمار نہ کر اور (انعام و بخشش کے لئے) میرے عوض
 دوسرے کو انتخاب نہ کر۔ میرے نام میں تغیر اور جسم میں
 تبدیلی نہ فرما اور مجھے مخلوقات کے لئے مضحکہ اور اپنی بارگاہ
 میں لائق استہزاء نہ قرار دے۔ مجھے صرف ان چیزوں کا پابند
 بنا جن سے تیری رضامندی وابستہ ہے اور صرف اس زحمت
 سے دوچار کر جو

نَعِيْبِكَ وَأَذِقْنِي طَعْمَ الْفَرَاغِ لِمَا تُحِبُّ بِسَعَةٍ مِنْ
سَعَتِكَ وَالْإِجْتِهَادِ قِيَمًا يُزِلُّ لَدَيْكَ وَعِنْدِكَ
وَأَتُخَفِّنِي بِتُخَفِّفَةٍ مِّنْ تُخَفِّفَاتِكَ وَاجْعَلْ تِجَارَتِي رَابِحَةً
وَكَرَّتِي غَيْرَ خَاسِرَةٍ وَأَخْفِنِي مَقَامَكَ وَشَرِّفْنِي
لِقَائِكَ وَتُبْ عَلَيَّ تَوْبَةً نَّصُوحًا لَا تُبْقِ مَعَهَا ذُنُوبًا
صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا تَذَرْ مَعَهَا عَلَانِيَةً وَلَا
سَرِيرَةً وَانْزِعِ الْغُلَّ مِنْ صَدْرِي لِلْمُؤْمِنِينَ
وَاعْطِفْ بِقَلْبِي عَلَى الْخَاشِعِينَ وَكُنْ لِي كَمَا تَكُونُ
لِلصَّالِحِينَ وَحَلِّبْنِي حَلِيَّةَ الْمُتَّقِينَ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ
صِدْقٍ فِي الْغَائِبِينَ وَذِكْرًا نَّامِيًّا فِي الْآخِرِينَ وَوَافٍ
بِي عَرَصَةَ الْأَوَّلِينَ وَتَمِّمْ سُبُوحَ نِعْمَتِكَ عَلَيَّ
وظَاهِرُ كَرَامَاتِهَا لَدَيَّ وَامْلَأْ مِنْ فَوَائِدِكَ يَدَيَّ
وَسُقْ كَرَائِمَ مَوَاهِبِكَ إِلَيَّ وَجَاوِرْ بِي الْأَطْيَبِينَ
مِنْ أَوْلِيَائِكَ فِي الْجَنَانِ الَّتِي زَيَّنْتَهَا لِأَصْفِيَائِكَ

وَجَلَّلْنِي شَرَائِفَ نَحْلِكَ فِي الْمَقَامَاتِ الْمُبَعَّدَةِ
لَا حِبَّاءَكَ

(تیرے دشمنوں سے) انتقام لینے کے سلسلہ میں ہو اور
اپنے عفو و درگزر کی لذت اور رحمت، راحت و آسائش، گل و
ریحان اور جنت نعیم کی شیرینی سے آشنا کر اور اپنی وسعت و
تونگری کی بدولت ایسی فراغت سے روشناس کر جس میں
تیرے پسندیدہ کاموں کو بجالاسکوں، اور ایسی سعی و
کوشش کی توفیق دے جو تیری بارگاہ میں تقرب کا
باعث ہو اور اپنے تحفوں میں سے مجھے نیا تحفہ دے اور
میری اخروی تجارت کو نفع بخش اور میری بازگشت کو بے
ضرر قرار دے اور مجھے اپنے مقام و موقف سے ڈرا اور اپنی
ملاقات کا مشتاق بنا۔ اور ایسی سچی توبہ کی توفیق عطا فرما کہ
جس کے ساتھ میرے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو باقی نہ

رکھے اور کھلی اور ڈھکی معصیتوں کو محو کر دے اور اہل ایمان
 کی طرف سے میرے دل سے کینہ و بغض کو نکال دے اور
 انکسار و فروتنی کرنے والوں پر میرے دل کو مہربان
 بنادے اور میرے لئے تو ایسا ہو جا جیسا نیکو کاروں کے لئے
 ہے اور پرہیزگاروں کے زیور سے مجھے آراستہ کر دے اور
 آئندہ آنے والوں میں میرا ذکرِ خیر اور بعد میں آنے والی
 نسلوں میں میرا ذکرِ روز افزوں برقرار رکھ اور سابقوں
 الاولوں کے محل و مقام میں مجھے پہنچا دے اور فراخی نعمت
 کو مجھ پر تمام کر؛ اور اس کی منفعتوں کا سلسلہ پیہم جاری رکھ۔
 اپنی نعمتوں سے میرے ہاتھوں کو بھر دے اور اپنی گراں
 قدر بخششوں کو میری طرف بڑھادے اور جنت میں جسے
 تو نے اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے سجایا ہے مجھے اپنے
 پاکیزہ دوستوں کا ہمسایہ قرار دے اور اُن

وَاجْعَلْ لِي عِنْدَكَ مَقِيلًا أُؤْوِي إِلَيْهِ مُطْمَئِنًّا
 وَمَثَابَةً أَتَبَوَّءُهَا وَأَقْرُعِينَا وَلَا تُقَايِسْنِي بِعَظِيمَاتِ
 الْجَرَائِرِ وَلَا تُهْلِكْنِي يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ وَأَزِلْ عَنِّي
 كُلَّ شَكٍّ وَشُبْهَةٍ وَاجْعَلْ لِي فِي الْحَقِّ طَرِيقًا مِنْ كُلِّ
 رَحْمَةٍ وَأَجْزِلْ لِي قِسْمَ الْمَوَاهِبِ مِنْ نَوَالِكَ وَوَفِّرْ
 عَلَيَّ حُظُوظَ الْإِحْسَانِ مِنْ إِفْضَالِكَ وَاجْعَلْ قَلْبِي
 وَاثِقًا بِمَا عِنْدَكَ وَهَبِّي مُسْتَفْرَغًا لِبَا هُوَ لَكَ
 وَاسْتَعْبِلْنِي بِمَا تَسْتَعْبِلُ بِهِ خَالِصَتَكَ وَأَشْرِبْ
 قَلْبِي عِنْدَ ذُهُولِ الْعُقُولِ طَاعَتَكَ وَاجْمَعْ لِي الْغِنَى
 وَالْعَفَافَ وَالِدَّعَةَ وَالْمُعَافَاةَ وَالصِّحَّةَ وَالسَّعَةَ
 وَالطُّبَانِيَّةَ وَالْعَافِيَةَ وَلَا تُحْبِطْ حَسَنَاتِي بِمَا
 يَشُوبُهَا مِنْ مَعْصِيَتِكَ وَلَا خَلَوَاتِي بِمَا يُعْرِضُ لِي
 مِنْ نَزَغَاتِ فِتْنَتِكَ وَصُنْ وَجْهِي عَنِ الطَّلَبِ إِلَى
 أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ وَذَيِّبْنِي عَنِ الْيَتِمَاسِ مَا عِنْدَ

الْفَاسِقِينَ وَلَا تَجْعَلْنِي لِلظَّالِمِينَ ظَهِيرًا وَلَا

جگہوں میں جنہیں اپنے دوست داروں کے لئے مہیا کیا ہے،
مجھے عمدہ و نفیس عطیوں کے خلعت اوڑھادے اور میرے
لئے وہ آرامگاہ کے جہاں میں اطمینان سے بے کھٹکے رہوں
اور وہ منزل کہ جہاں میں ٹھہروں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا
کروں، اپنے نزدیک قرار دے اور مجھے میرے عظیم
گناہوں کے لحاظ سے سزا نہ دینا اور جس دن دلوں کے بھید
جانچے جائیں گے، مجھے ہلاک نہ کرنا، ہر شک و شبہ کو مجھ سے
دور کر دے اور میرے لئے ہر سمت سے حق تک پہنچنے کی
راہ پیدا کر دے اور اپنی عطا و بخشش کے حصے میں میرے لئے
زیادہ کر دے اور اپنے فضل سے نیکی و احسان سے حظ فراواں
عطا کر۔ اور اپنے ہاں کی چیزوں پر میرا دل مطمئن اور اپنے
کاموں کے لئے میری فکر کو یکسو کر دے اور مجھ سے وہی کام

لے جو اپنے مخصوص بندوں سے لیتا ہے۔ اور جب عقلیں غفلت میں پڑ جائیں اس وقت میرے دل میں اطاعت کا ولولہ سمودے اور میرے لئے تو نگری، پاکدامنی، آسائش، سلامتی، تندرستی، فراخی، اطمینان اور عافیت کو جمع کر دے۔ اور میری نیکیوں کو گناہوں کی آمیزش کی وجہ سے اور میری تنہائیوں کو ان مفسدوں کے باعث جو از راہ امتحان پیش آتے ہیں، تباہ نہ کر۔ اور اہل عالم میں سے کسی ایک کے آگے ہاتھ پھیلانے سے میری عزت و آبرو کو بچائے رکھ اور ان چیزوں کی طلب و خواہش سے جو بد کرداروں کے پاس ہیں مجھے روک دے اور مجھے ظالموں کا پشت پناہ نہ بنا اور نہ (احکام) کتاب کے محو کرنے پر ان کا ناصرو

لَهُمْ عَلَىٰ مَحْوِ كِتَابِكَ يَدًا وَنَصِيرًا وَحُطْنِي مِنْ حَيْثُ لَا أَعْلَمُ حِيَاظَةً تَقِينِي بِهَا وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ تَوْبَتِكَ

وَرَحْمَتِكَ وَرَأْفَتِكَ وَرِزْقِكَ الْوَاسِعِ إِنِّي إِلَيْكَ مِنَ
الرَّاغِبِينَ وَأَتُومُّ لِيْ اِنْعَامِكَ اِنَّكَ خَيْرُ الْمُنْعِمِينَ
وَاجْعَلْ بَاقِيَ عُمْرِيْ فِي الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ ابْتِغَاءً وَجْهَكَ
يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِينَ
الطَّاهِرِينَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَبَدًا اَبَدِيْنَ۔

مددگار قرار دے اور میری اس طرح نگہداشت کر کہ مجھے
خبر بھی نہ ہونے پائے۔ ایسی نگہداشت کہ جس کے ذریعہ تو
مجھے (ہلاکت و تباہی) سے بچالے جائے اور میرے لئے توبہ
و رحمت، لطف و رافت اور کشادہ روزی کے دروازے کھول
دے۔ اس لئے کہ میں تیری جانب رغبت و خواہش کرنے
والوں میں سے ہوں اور میرے لئے اپنی نعمتوں کو پایہ
تکمیل تک پہنچا دے اس لئے کہ تو انعام و بخشش کرنے
والوں میں سب سے بہتر ہے اور میری بقیہ عمر کو حج و عمرہ

اور اپنی رضا جوئی کے لئے قرار دے اے تمام جہانوں کے
پالنے والے! رحمت نازل کرے اللہ تعالیٰ محمدؐ اور اُن کی
پاک و پاکیزہ آلؑ پر اور ان پر اور ان کی اولاد پر ہمیشہ ہمیشہ
درود و سلام ہو۔

یہ دعاء دُعائے عرفہ کے نام سے موسوم ہے۔
عرفہ کے معنی فی الجملہ اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض کے
نزدیک عرفہ، عرفات ہی کا دوسرا نام ہے جو مکہ معظمہ سے
۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک وسیع میدان ہے جہاں حجاج نہم
ذی الحجہ کو غروب آفتاب تک وقوف کرتے ہیں۔ گویا اس
میدان کا ہر ٹکڑہ عرفہ ہے اور ان ٹکڑوں کا مجموعہ عرفات
ہے۔ اسے عرفات اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہاں ملک ملک
کے باشندے جمع ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے

سے متعارف ہوتے ہیں۔ یا اس لئے کہ یہ عرف الدیک
(مرغ کی کلغی) سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ مرغی کی کلغی بلند اور
نمایاں ہوتی ہے۔ اسی طرح عرفات بھی مکہ کی سرزمین سے
کچھ بلندی پر واقع ہوا ہے۔ اور بعض کے نزدیک عرفہ دن کا
اور عرفات مقام کا نام ہے۔ چنانچہ طوسی رحمہ اللہ نے مجمع
البیان میں تحریر کیا ہے:

عرفات اسم للبقعة المعروفة يحب الوقوف بها
فی الحج ویوم عرفة یوم الوقوف بها۔

عرفات اس مشہور جگہ کا نام ہے جہاں حج کے موقع پر وقوف
ضروری ہے اور اس روز وقوف کو روز عرفہ کہا جاتا ہے۔
فیروز آبادی نے قاموس میں تحریر کیا ہے:-

یوم عرفة التاسع من ذی الحجة و عرفات
موقف الحاج ذلك الیوم علی

نہم ذی الحجہ روز عرفہ ہے اور مکہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر
وہ موقف جہاں اس دن وقوف
اثنا عشر میلًا من مکة۔
کیا جاتا ہے عرفات ہے۔

اس قول کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو
عرفہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں ابن عباس سے منقول ہے
کہ حضرت ابراہیمؑ نے ذی الحجہ کی آٹھویں شب کو خواب
دیکھا کہ وہ اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے
ہیں۔ فاصبح یروی یومہ اجمع۔ ”جب صبح کو بیدار
ہوئے تو تمام دن اس پر غور کرتے رہے۔“ کہ یہ حکم الہی
ہے یا نہیں۔ اس سوچ بچار کی وجہ سے آٹھویں ذی الحجہ کا نام
یوم ترویہ ہو گیا اور ترویہ کے معنی سوچ بچار اور غور و فکر
کے ہوتے ہیں۔ دوسری رات کو پھر یہی خواب دیکھا۔ فلہذا

اصبح عرف انه من الله۔ ”جب صبح ہوئی تو پوری طرح جان لیا کہ حکم خدا یہی ہے۔“ اس عرفان کی وجہ سے نویں ذی الحجہ کا نام روزِ عرفہ ہو گیا۔

روزِ عرفہ وہ مبارک و مسعود دن ہے جس میں خداوندِ عالم کی طرف رجوع ہوا جائے تو وہ گناہوں کا بخش دیتا ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

انه من لم يغفر له في شهر رمضان لم يغفر له الى قابل الا ان يشهد عرفة۔

جس شخص کے گناہ ماہِ رمضان میں بخشے نہیں جاتے اس کے گناہ آئندہ ماہِ رمضان تک نہیں بخشے جائیں گے مگر یہ کہ وہ روزِ عرفہ کا شرف حاصل کرے۔“

اسی دن مسلمان اطراف و اکنافِ عالم سے سمتِ کربلا

معظمہ میں جمع ہوتے ہیں اور فریضہ حج بجالاتے ہیں۔ حج کی تین قسمیں ہیں۔ حج افراد، حج قرآن، اور حج تمتع، حج افراد اور حج قرآن ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ یا مکہ کے اطراف و جوانب کے رہنے والے ہیں۔ جس میں ایک ہی دفعہ احرام باندھا جاتا ہے اور اس کے بعد عرفات میں وقوف اور مشعر الحرام میں کہ جو مکہ اور عرفات کے درمیان واقع ہے قیام اور طلوع آفتاب کے بعد منیٰ میں کہ جو مشعر الحرام اور مکہ کے درمیان واقع ہے قربانی کرنا ہوتی ہے اور سر منڈوایا جاتا ہے اور جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں۔ پھر مکہ میں خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی، طواف النساء اور پھر منیٰ میں رمی جمرات کے بعد حج تمام کیا جاتا ہے اور حج تمتع ان لوگوں کے لئے ہے جو مکہ اور اطراف مکہ کے حدود کے رہنے والے نہ ہوں۔ اس میں پہلی مرتبہ عمرہ

تمتع کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور طوافِ کعبہ، نمازِ طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کے بعد بالوں اور ناخنوں کا کاٹنا ہوتا ہے اور اس کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور آٹھ ذی الحجہ کو حج کی نیت سے مکہ ہی میں احرام باندھا جاتا ہے اور حج کے اعمال بجالائے جاتے ہیں۔ حج تمتع کی مشروعیت میں کسی کو کلام نہیں۔ جو اس کے وجوب کے قائل نہیں ہیں انہیں بھی اس کے صحیح و درست ہونے سے انکار نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اور کتب صحاح میں اس کا صراحۃً ذکر ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعِمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔

جو شخص حج تمتع کا عمرہ بجالائے تو جیسی قربانی میسر آئے کرے۔

اور عمران بن حسین سے منقول ہے کہ:-

نزلت آية المتعة في كتاب الله فامرنا بها رسول
ﷺ الله ثم لم تنزل اية تنسخ متعة الحج ولم
ينه عنها رسول ﷺ الله حتى مات قال رجل
برايه بعد ما شاء۔

(صحیح مسلم ج ۱- ص ۴۴۴)

حج تمتع کی آیت قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور پیغمبر
اکرم ﷺ نے ہمیں اس کا حکم دیا تھا۔ پھر ایسی کوئی آیت
نازل نہیں ہوئی جو حج تمتع کو منسوخ کر دے اور نہ
پیغمبر ﷺ نے مرتے دم تک اس سے کبھی روکا۔ البتہ بعد
میں ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

نووی نے شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس سے
مراد حضرت عمر ہیں جنہوں نے بعض مصالح کی بنا پر اس

سے منع کر دیا۔ اور حضرت عثمان بھی اسی منع پر کاربند رہے۔ مگر امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب حکم خدا و عمل پیغمبرؐ کے مطابق حج تمتع ہی بجا لاتے رہے۔ اور حضرت عثمان نے روکنا چاہا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں کسی کے کہنے پر سنت پیغمبرؐ کو چھوڑ نہیں سکتا۔ چنانچہ محمد ابن اسماعیل بخاری نے تحریر کیا ہے:

قال اختلف علي و عثمان و هما بعسفان في المتعة فقال علي ما تريد ان تنهي عن امر فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال عثمان وعني عنك۔
(صحیح بخاری پ ۶-ص ۸۲)

(راوی کا بیان ہے کہ) حضرت علیؑ اور حضرت عثمان نے مقام عسفان میں حج تمتع کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تمہارا مطلب کیا ہے کہ تم اس کام سے

منع کرتے ہو جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 کیا۔ حضرت عثمان نے (لا جواب ہو کر) کہا کہ یہ بحث
 جانے دیجئے۔“

بہر حال حج ایک ایسا فریضہ ہے جس سے انسان کی
 زندگی پر اثر پڑتا اور اس کے افکار و اعمال میں ضبط و انضباط
 پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حج کے سلسلہ میں جو خواہشات ترک
 کئے جاتے ہیں اس سے صبر و تحمل اور ضبط نفس کی مشق
 ہوتی ہے جو برائیوں سے محفوظ رہنے کا پیش خیمہ ہے۔ اور
 سفر کی سختیوں اور صعوبتوں کو جھیلنے سے سستی و سہل
 انگاری، مستعدی و آمادگی سے بدل جاتی ہے۔ اور دل و
 دماغ میں ایسے تاثرات پیدا ہوتے ہیں جو ایک طرف مبدا
 سے وابستہ کرتے ہیں تو دوسری طرف معاد کا تصور تازہ
 کرتے ہیں۔ چنانچہ جب انسان میقات پر پہنچ کر احرام

باندھتا ہے اور زبان سے لبیک اللہم لبیک لا شریک
 لك لبیک۔ (حاضر ہوں بارِ الہا! میں حاضر ہوں۔ تو
 لا شریک ہے میں تیرا بارگاہ میں حاضر ہوں) کہتا ہے تو یہ
 تصور بھی پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح آج احرام لپیٹے گھر بار
 اور اہل و عیال کو چھوڑ کر اس کی آواز پر لبیک کہہ رہا ہے
 اسی طرح ایک دن وہ ہو گا جب احرام کے بجائے کفن لپیٹے
 اس دُنیا سے منہ موڑ کر داعی موت کی پکار پر لبیک کہے گا اور
 اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو گا اور جب احرام باندھے
 ہوئے عرفات میں پہنچتا ہے تو یہ منظر دیکھنے میں آتا ہے کہ
 تاحدِ نگاہ لوگوں کو جمگھٹا جن کا پہناوا ایک لباس ایک وضع
 قطع ایک، نہ غربت و امارت کا امتیاز، نہ چھوٹے اور بڑے کا
 فرق۔ سب دست بدعاء۔ ہر ایک کی زبان پر توبہ و استغفار،
 ہر ایک اپنے گناہوں پر پشیمان اور عفو و آمرزش کا طلبگار!

ہر ایک امید و بیم کے سنگھم پر ایستادہ! ہر شخص فریاد کنناں،
 ہر شخص گھبرایا ہوا اور سہا ہوا۔ ایک کو دوسرے کی خبر
 نہیں۔ نفسا نفسی کا عالم، اس پر گرمی کا تڑاقہ، لوؤں کا زور،
 جھلسا دینے والے بادِ سموم کے جھونکے۔ نہ سر چھپانے کی
 جگہ نہ سایہ کرنے کی اجازت جسے دیکھ کر حشر کا نقشہ آنکھوں
 کے سامنے کھینچ جاتا ہے۔ اور جب اس مرحلہ سے فارغ ہو کر
 مشعر الحرام کی طرف آتا ہے تو دھوپ سے سنو لایا ہوا چہرہ،
 شاداب اور دھڑکتا ہوا دل مطمئن اس لئے کہ حرم میں داخل
 ہونے کی اجازت مل گئی۔ جو نجات و کامرانی کے لئے ایک
 نیک فال ہے۔ پھر مشعر الحرام سے منیٰ میں آتا ہے جہاں
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاسی میں رمی جمرات کرتا ہے
 کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے اس مقام پر شیطان پر پتھر مارے
 تھے۔ تو گویا وہ اپنے اس عمل سے شیطان کو اپنے سے ہنکاتا

اور دور کرتا ہے پھر قربانی کرتا ہے۔ یہ عمل نفس امارہ کو کچلنے اور نفسانی خواہشات کو ذبح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

واذبح حنجرۃ الهوی والطمع عند الذبیحة۔

ذبحہ کے وقت نفسانی خواہشات اور حرص و طمع کا گلا کاٹ دو۔“

پھر خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے تو اس طواف ظاہری سے طواف باطنی کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے اس طرح کہ جسم مادی گھر کا طواف کرتا ہے اور قلب و روح ربّ البیت کے گرد طواف کرتے ہیں۔ پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو گویا اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا اور اس کی جانب بڑھتا ہے کہ اگر پہلی مرتبہ رحم نہیں کرے گا تو دوسری مرتبہ آخر کب تک اس کی رحمت جوش میں نہ

آئے گی اور حیرانی و سراسیمگی کو اپنے دامن میں پناہ نہ دے
گی۔ اور سنگِ اسود کو بوسہ دیتا ہے تو گویا یہ پیمان کرتا ہے کہ
اب اسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھوں گا جسے قدرت نے نصب کیا
ہو چاہے وہ پتھر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر حج ان احساسات کو بیدار
نہ رہے تو وہ ایک بے روح عمل ہے جو انسان کے اطلاق و
اعمال میں تبدیلی پیدا نہیں کر دے سکتا۔

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمُ
الْأَضْحَى وَيَوْمُ الْجُمُعَةِ:-

عید الاضحیٰ اور روز جمعہ کی دعاء

اَللّٰهُمَّ هَذَا يَوْمٌ مُّبَارَكٌ مَّيْبُوتٌ وَالْمُسْلِمُونَ فِيْهِ
مُجْتَمِعُونَ فِيْ اَقْطَارِ اَرْضِكَ يَشْهَدُ السَّائِلُ مِنْهُمْ
وَالطَّالِبُ وَالرَّاعِبُ وَالرَّاهِبُ وَاَنْتَ النَّاظِرُ فِيْ
حَوَاجِبِهِمْ فَاَسْئَلُكَ بِجُودِكَ وَكَرَمِكَ وَهَوَانِ مَا
سَأَلْتُكَ

بارِ الہا! یہ مبارک و مسعود دن ہے جس میں مسلمان معمورہ
زمین کے ہر گوشہ میں مجتمع ہیں۔ ان میں سائل بھی ہیں اور
طلبگار بھی، ملتی بھی ہیں اور خوف زدہ بھی۔ وہ سب ہی تیری
بارگاہ میں حاضر ہیں اور تو ہی ان کی حاجتوں پر نگاہ رکھنے

والا ہے۔ لہذا میں تیرے جو دو کرم کو دیکھتے ہوئے اور اس خیال سے کہ میری حاجت براری تیرے لئے آسان ہے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تور حمت نازل فرما

عَلَيْكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَسْأَلُكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا بِأَنَّ لَكَ الْمُلْكَ وَلَكَ الْحَمْدَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَهْمَا قَسَمْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ خَيْرٍ أَوْ عَافِيَةٍ أَوْ بَرَكَاتٍ أَوْ هُدًى أَوْ عَمَلٍ بِطَاعَتِكَ أَوْ خَيْرٍ تَمُنُّ بِهِ عَلَيْهِمْ تَهْدِيهِمْ بِهِ إِلَيْكَ أَوْ تَرْفَعُ لَهُمْ عِنْدَكَ دَرَجَةً أَوْ تُعْطِيَهُمْ بِهِ خَيْرًا مِّنْ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَسْأَلُكَ اللَّهُمَّ بِأَنَّ لَكَ الْمُلْكَ وَالْحَمْدَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ

وَرَسُولِكَ وَحَبِيبِكَ وَصِفْوَتِكَ وَخَيْرَتِكَ مِنْ
 خَلْقِكَ وَعَلَىٰ آلِ مُحَمَّدٍ الْأَبْرَارِ الطَّاهِرِينَ الْأَخْيَارِ
 صَلَوةً لَا يَقْوَىٰ عَلَىٰ احْصَائِهَا إِلَّا أَنْتَ وَأَنْ تُشِيرَ كُنَّا
 فِي صَالِحٍ مَنْ دَعَاكَ فِي هَذَا الْيَوْمِ مِنْ عِبَادِكَ
 الْمُؤْمِنِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ وَأَنْ تَغْفِرَ لَنَا وَلَهُمْ
 إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَعَمَّدْتُ

محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر۔ اے اللہ! اے ہم سب کے پروردگار!
 جب کہ تیرے ہی لئے بادشاہی اور تیرے ہی لئے حمد و
 ستائش ہے۔ اور کوئی معبود نہیں تیرے علاوہ، جو بردبار،
 کریم، مہربانی کرنے والا، نعمت بخشنے والا، بزرگی و عظمت
 والا اور زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے تو میں تجھ سے
 سوال کرتا ہوں کہ جب بھی تو اپنے ایمان والے بندوں میں
 نیکی یا عافیت یا خیر و برکت یا اپنی اطاعت میں عمل پیرا

ہونے کی توفیق تقسیم فرمائے یا ایسی بھلائی جس سے تو ان
 پر احسان کرے اور اُنہیں اپنی طرف رہنمائی فرمائے یا
 اپنے ہاں اُن کا درجہ بلند کرے یا دُنیا و آخرت کی بھلائی میں
 سے کوئی بھلائی اُنہیں عطا کرے تو اس میں میرا حصہ و
 نصیب فراواں کر۔ اے اللہ! تیرے ہی لئے جہاں داری اور
 تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے اور کوئی معبود نہیں تیرے
 سوا۔ لہذا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو رحمت نازل
 فرما اپنے عبد، رسول حبیب، منتخب اور برگزیدہ خلائق محمدؐ پر
 اور اُن کے اہل بیت پر جو نیکو کار، پاک و پاکیزہ اور بہترین
 خلق ہیں۔ ایسی رحمت جس کے شمار پر تیرے علاوہ کوئی
 قادر نہ ہو۔ اور آج کے دن تیرے ایمان لانے والے
 بندوں میں سے جو بھی تجھ سے کوئی نیک دُعا مانگے تو ہمیں
 اس میں شریک کر دے اے تمام جہانوں کے پروردگار،

اور ہمیں اور ان سب کو بخش دے اس لئے کہ تو ہر چیز پر
 قادر ہے۔ اے اللہ! میں اپنی حاجتیں تیری طرف لایا ہوں
 اور اپنے فقر و فاقہ و احتیاج کا بارِ گراں تیرے در پر
 لاؤتا رہا ہے اور میں اپنے عمل سے کہیں زیادہ تیری آمرزش
 و

بِحَاجَتِي وَبِكَ أَنْزَلْتَ الْيَوْمَ فَقْرِي وَفَاقَتِي
 وَمَسْكَنَتِي وَإِنِّي بِمَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ أَوْثَقُ مِنِّي
 بِعَمَلِي وَلِمَغْفِرَتِكَ وَرَحْمَتِكَ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوبِي فَصَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَتَوَلَّ قَضَاءَ كُلِّ حَاجَةٍ هِيَ لِي
 بِقُدْرَتِكَ عَلَيْهَا وَتَيْسِيرِ ذَلِكَ عَلَيْكَ وَبِفَقْرِي
 إِلَيْكَ وَغِنَاكَ عَنِّي فَإِنِّي لَمْ أَصِبْ خَيْرًا قَطُّ إِلَّا
 مِنْكَ وَلَمْ يَصْرِفْ عَنِّي سُوءٌ قَطُّ أَحَدٌ غَيْرُكَ وَلَا
 أَرْجُو لِمُرْأَخِرَتِي وَدُنْيَايَ سِوَاكَ اللَّهُمَّ مَنْ تَهَيَّأَ

وَتَعَبًا وَاعْدًا وَاسْتَعَدَّ لِيَوْمَ فَادَةٍ إِلَى مَخْلُوقٍ رَجَاءَ
 رِفْدِهِ وَتَوَافِيلِهِ وَطَلَبَ بَتْلِهِ وَجَائِزَتِهِ فَالْيَكِ
 يَامُولَايَ كَانَتْ الْيَوْمَ تَهْيِئَتِي وَتَعْبِئَتِي وَإِعْدَادِي
 وَاسْتِعْدَادِي رَجَاءَ عَفْوِكَ وَرِفْدِكَ وَطَلَبَ نَيْلِكَ
 وَجَائِزَتِكَ اَللّٰهُمَّ فَصِّلْ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَلَا
 تُخَيِّبْ الْيَوْمَ ذَلِكَ مِنْ رَجَائِي يَا مَنْ لَا يُخْفِيهِ
 سَائِلٌ وَلَا يَنْقُصُهُ نَائِلٌ فَإِنِّي لَمْ اَتِكَ ثِقَةً مِنِّي
 بَعْمَلٍ صَالِحٍ قَدَّمْتُهُ وَلَا شَفَاعَةَ مَخْلُوقٍ رَجَوْتُهُ اِلَّا
 شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ

رحمت پر مطمئن ہوں اور بے شک تیری مغفرت و رحمت
 کا دامن میرے گناہوں سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ لہذا تو
 محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری ہر حاجت تو
 ہی بر لا۔ اپنی اس قدرت کی بدولت جو تجھے اس پر حاصل ہے

اور یہ تیرے لئے سہل و آسان ہے اور اس لئے کہ میں تیرا
 محتاج اور تو مجھ سے بے نیاز ہے۔ اور اس لئے کہ میں کسی
 بھلائی کو حاصل نہیں کر سکا مگر تیری جانب سے اور تیرے
 سوا کوئی مجھ سے دکھ درد دور نہیں کر سکا۔ اور میں دُنیا و آخرت
 کے کاموں میں تیرے علاوہ کسی سے اُمید نہیں رکھتا۔ اے
 اللہ! جو کوئی صلہ و عطا کی اُمید اور بخشش و انعام کی خواہش لے
 کر کسی مخلوق کے پاس جانے کے لئے کمر بستہ و آمادہ اور
 تیار و مستعد ہو تو اے میرے مولا و آقا! آج کے دن میری
 آمادگی و تیاری اور سرو سامان کی فراہمی و مستعدی تیرے
 عفو و عطا کی اُمید اور بخشش و انعام کی طلب کے لئے ہے۔
 لہٰذا اے میرے معبود! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل
 فرما اور آج کے دن میری اُمیدوں میں مجھے ناکام نہ کر۔
 اے وہ جو مانگنے والے کے ہاتھوں تنگ نہیں ہوتا۔ اور نہ

بخش و عطا سے جس کے ہاں کمی ہوتی ہے۔ میں اپنے کسی
 عمل خیر پر جسے آگے بھیجا ہو اور سوائے محمدؐ اور اُن کے اہل
 بیت صلوات اللہ علیہ و علیہم کی شفاعت کے کسی مخلوق کی
 سفارش پر جس کی اُمید رکھی ہو اطمینان کرتے ہوئے تیری
 بارگاہ میں حاضر نہیں ہوا۔ میں تو اپنے گناہ اور اپنے حق میں
 برائی کا اقرار کرتے ہوئے تیرے پاس حاضر ہوا ہوں در
 آنحالیکہ میں تیرے اس عفو عظیم کا امیدوار ہوں جس کے
 وَعَلَيْهِمْ سَلَامُكَ أَتَيْتُكَ مُقِرًّا بِالْجُرْمِ وَالْإِسَاءَةِ
 إِلَى نَفْسِي أَتَيْتُكَ أَرْجُو عَظِيمَ عَفْوِكَ الَّذِي
 عَفَوْتَ بِهِ عَنِ الْخَاطِئِينَ ثُمَّ لَمْ يَمْنَعْكَ طَوْلُ
 عُكُوفِهِمْ عَلَى عَظِيمِ الْجُرْمِ أَنْ عُذْتُ تَلِيهِمْ
 بِالرَّحْمَةِ وَالْمَغْفِرَةِ فَيَا مَنْ رَحْمَتُهُ وَاسِعَةٌ وَعَفْوُهُ
 عَظِيمٌ يَا عَظِيمُ يَا كَرِيمُ يَا كَرِيمُ صَلِّ

عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَعُدُّ عَلَى بِرِّحِمَتِكَ وَتَعَطَّفْ
 عَلَى بِفَضْلِكَ وَتَوَسَّعْ عَلَى بِمَغْفِرَتِكَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هَذَا
 الْمَقَامَ الْخُلَفَائِكَ وَاَصْفِيَّائِكَ وَمَوَاضِعَ اَمْنَائِكَ
 فِي الدَّرَجَةِ الدَّرَفِيْعَةِ الَّتِي اخْتَصَصْتَهُمْ بِهَا
 قَدِ ابْتَزُّوْهَا وَاَنْتَ الْمُقَدِّرُ لِذَلِكَ لَا يُغَالِبُ اَمْرُكَ
 وَلَا يُجَاوِزُ الْمَحْتُوْمُ مِنْ تَدْبِيْرِكَ كَيْفَ شِئْتَ
 وَاَنْى شِئْتَ وَلِمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ غَيْرُ مُتَّهِمٍ عَلَى
 خَلْقِكَ وَلَا لِاِرَادَتِكَ حَتّٰى عَادَ صِفُوْتُكَ وَخُلَفَاؤُكَ
 مَغْلُوْبِيْنَ مَقْهُوْرِيْنَ مُبْتَزِّيْنَ يَرُوْنَ حُكْمَكَ مُبَدَّلًا
 وَكِتَابِكَ مَنْبُوْذًا وَفَرَآئِضَكَ مُحَرَّفَةً عَنِ

ذریعہ تو نے خطا کاروں کو بخشدیا۔ پھر یہ کہ اُن کا بڑے
 بڑے گناہوں پر عرصہ تک جہم رہنا تجھے اُن پر مغفرت و
 رحمت کی احسان فرمائی سے مانع نہ ہوا۔ اے وہ جس کی

رحمت و وسیع اور عفو و بخشش عظیم ہے اے بزرگ! اے
 عظیم!! اے بخشنده! اے کریم!! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت
 نازل فرما اور اپنی رحمت سے مجھ پر احسان اور اپنے فضل
 و کرم کے ذریعہ مجھ پر مہربانی فرما اور میرے حق میں اپنے
 دامن مغفرت کو وسیع کر۔ بارِ الہا! یہ مقام (خطبہ و امامتِ
 نمازِ جمعہ) تیرے جانشینوں اور برگزیدہ بندوں کے لئے تھا،
 اور تیرے امانتداروں کا محل تھا درآخالیکہ تو نے اس بلند
 منصب کے ساتھ انہیں مخصوص کیا تھا۔ (غضب کرنے
 والوں نے) اسے چھین لیا۔ اور تو ہی روزِ ازل سے اس چیز کا
 مقدر کرنے والا ہے۔ نہ تیرا امر و فرمان مغلوب ہو سکتا ہے
 اور نہ تیری قطعی تدبیر (قضاء و قدر) سے جس طرح تو نے چاہا
 ہو اور جس وقت چاہا ہو تجاوز ممکن ہے۔ اس مصلحت کی وجہ
 سے جسے تو ہی بہتر جانتا ہے۔ بہر حال تیری تقدیر اور

تیرے ارادہ و مشیت کی نسبت تجھ پر الزام عائد نہیں ہو سکتا۔
یہاں تک کہ (اس غصب کے نتیجہ میں) تیرے برگزیدہ اور
جانشین مغلوب و مقہور ہو گئے، اور اُن کا حق اُن کے ہاتھ سے
جاتا رہا۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ تیرے احکام بدل دیئے گئے۔
تیری کتاب پس پشت ڈال دی گئی۔ تیرے فرائض و
واجبات تیرے واضح مقاصد سے ہٹا دیئے گئے اور تیرے نبیؐ
کے طور طریقے متروک ہو گئے۔ بارِ الہا تو ان برگزیدہ
بندوں کے اگلے اور پچھلے دشمنوں پر اور اُن پر جو اُن

جِهَاتِ اَشْرَآعِكَ وَسُنَنِ نَبِيِّكَ مَثْرُوكَةً اَللّٰهُمَّ
اَلْعَنُ اَعْدَاءَهُمْ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَنْ رَضِيَ
بِفِعَالِهِمْ وَاَشْيَاعَهُمْ وَاَتْبَاعَهُمْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى
مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ كَصَلَوَاتِكَ
وَبَرَكَاتِكَ وَتَحِيَّاتِكَ عَلٰى اَصْفِيَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ

اِبْرَاهِيْمَ وَحِجْلَ الْفَرَجِ وَالرُّوحَ وَالنُّصْرَةَ
 وَالتَّمَكِّيْنَ وَالتَّايِيْدَ لَهُمُ اَللّٰهُمَّ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ
 اَهْلِ التَّوْحِيْدِ وَالْاِيْمَانِ بِكَ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِكَ
 وَالْاِئِمَّةِ الَّذِيْنَ حَتَمْتَ طَاعَتَهُمْ مِنْ يَجْزِيْ ذٰلِكَ
 بِهِ وَعَلَى يَدَيْهِ اٰمِيْنَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ لَيْسَ يَرُدُّ
 غَضَبَكَ اِلَّا حِلْبُكَ وَلَا يَرُدُّ سَخَطَكَ اِلَّا عَفْوُكَ وَلَا
 يُجِيْرُ مِنْ عِقَابِكَ اِلَّا رَحْمَتُكَ وَلَا يُنْجِيْنِيْ مِنْكَ اِلَّا
 التَّضَرُّعُ اِلَيْكَ وَبَيْنَ يَدَيْكَ فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ
 مُحَمَّدٍ وَهَبْ لَنَا يَا اِلٰهِيْهِ مِنْ لَدُنْكَ فَرَجًا
 بِالْقُدْرَةِ الَّتِيْ بِهَا تُحْيِيْ اَمْوَاتَ الْعِبَادِ وَبِهَا تَنْشُرُ
 مَيِّتَ الْبِلَادِ وَلَا تُهْلِكُنِيْ يَا اِلٰهِيْ غَمًّا

دشمنوں کے عمل و کردار پر راضی و خوشنود ہوں اور جو ان
 کے تابع اور پیروکار ہوں لعنت فرما۔ اے اللہ! محمدؐ اور ان

کی آل پر ایسی رحمت نازل فرما ”بے شک تو قابلِ حمد و ثناء
 بزرگی والا ہے۔“ جیسی رحمتیں برکتیں اور سلام تو نے اپنے
 منتخب و برگزیدہ ابراہیمؑ اور آل ابراہیمؑ پر نازل کئے ہیں۔ اور
 ان کے لئے کشائش، راحت، نصرت، غلبہ اور تائید میں تعجیل
 فرما۔ بارِ الہا! مجھے توحید کا عقیدہ رکھنے والوں، تجھ پر ایمان
 لانے والوں اور تیرے رسولؐ اور ان آئمہ کی تصدیق
 کرنے والوں میں سے قرار دے جن کی اطاعت کو تو نے
 واجب کیا ہے۔ ان لوگوں میں سے جن کے وسیلہ اور جن
 کے ہاتھوں سے (توحید، ایمان اور تصدیق) یہ سب چیزیں
 جاری کرے۔ میری دعاء کو قبول فرما اے تمام جہانوں
 کے پروردگار! بارِ الہا تیرے حلم کے سوا کوئی چیز تیرے
 غضب کو ٹال نہیں سکتی اور تیرے عفو و درگزر کے سوا کوئی
 چیز تیری ناراضگی کو پلٹا نہیں سکتی اور تیری رحمت کے سوا

کوئی چیز تیرے عذاب سے پناہ نہیں دے سکتی، اور تیری بارگاہ میں گڑگڑاہٹ کے علاوہ کوئی چیز تجھ سے رہائی نہیں دے سکتی۔ لہذا تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اپنی اس قدرت سے جس سے تو مردوں کو زندہ اور بنجر زمینوں کو شاداب کرتا ہے مجھے اپنی جانب سے غم و اندوہ سے چھٹکارا دے۔ بارِ الہا جب تک تو میری دعاء قبول نہ فرمائے اور اس کی قبولیت سے آگاہ نہ کرے مجھے غم و اندوہ سے ہلاک نہ کرنا، اور زندگی کے آخری لمحوں تک مجھے صحت و عافیت کی لذت سے شاد کام

حَتَّى يَسْتَجِيبَ لِي وَتُعَرِّفَنِي الْإِجَابَةَ فِي دُعَائِي
وَأَذِقْنِي طَعْمَ الْعَافِيَةِ إِلَى مُنْتَهَى أَجَلِي وَلَا تُشَبِّتْ
بِي عَدُوِّي وَلَا تُمَكِّنْهُ مِنْ عُنُقِي وَلَا تَسْلِطْهُ عَلَى إِلَهِي
إِنْ رَفَعْتَنِي فَمَنْ ذَا الَّذِي يَضَعُنِي وَإِنْ وَضَعْتَنِي فَمَنْ

ذَا الَّذِي يُهَيِّنُنِي وَإِنْ أَهَنْتَنِي فَمَنْ ذَا الَّذِي
 يُكْرِمُنِي وَإِنْ عَذَّبْتَنِي فَمَنْ ذَا الَّذِي يَرْحَمُنِي وَإِنْ
 أَهْلَكْتَنِي فَمَنْ ذَا الَّذِي يَعْرِضُ لَكَ فِي عَبْدِكَ أَوْ
 يَسْأَلُكَ عَنْ أَمْرِهِ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّهُ لَيْسَ فِي حُكْمِكَ
 ظُلْمٌ وَلَا فِي نَقِمَتِكَ عَجَلَةٌ إِنَّمَا يَعْجَلُ مَنْ يَخَافُ
 الْفُوتَ وَإِنَّمَا يَحْتَاجُ إِلَى الظُّلْمِ الضَّعِيفُ وَقَدْ
 تَعَالَيْتَ يَا إِلَهِي عَنْ ذَلِكَ عَلُوًّا كَبِيرًا اللَّهُمَّ صَلِّ
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تَجْعَلْنِي لِلْبَلَاءِ غَرَضًا وَلَا
 لِنَقِمَتِكَ نَصَبًا وَمَهْلِنِي وَنَفِّسْنِي وَأَقْلِبْنِي عُثْرَتِي وَلَا
 تَبْتَلِيَنِي بِبَلَاءٍ عَلَى أَثَرِ بَلَاءٍ فَقَدْ تَرَى ضَعْفِي وَقِلَّةَ
 حِيلَتِي وَتَضَرَّعِي إِلَيْكَ أَعُوذُ بِكَ اللَّهُمَّ الْيَوْمَ مِنْ
 غَضَبِكَ فَصَلِّ عَلَى

رکھنا۔ اور دشمنوں کو (میری حالت پر) خوش ہونے اور

میری گردن پر سوار اور مجھ پر مسلط ہونے کا موقعہ نہ دینا۔
 بارِ الہا! اگر تو مجھے بلند کرے تو کون پست کر سکتا ہے، اور تو
 پست کرے تو کون بلند کر سکتا ہے۔ اور تو عزت بخشے تو
 کون ذلیل کر سکتا ہے، اور تو ذلیل کرے تو کون عزت دے
 سکتا ہے۔ اور تو مجھ پر عذاب کرے تو کون مجھ پر ترس کھا
 سکتا ہے اور اگر تو ہلاک کرے تو کون تیرے بندے کے
 بارے میں تجھ پر معترض ہو سکتا ہے یا اس کے متعلق تجھ
 سے کچھ پوچھ سکتا ہے۔ اور مجھے خوب علم ہے کہ تیرے فیصلہ
 میں نہ ظلم کا شائبہ ہوتا ہے اور نہ سزا دینے میں جلدی ہوتی
 ہے۔ جلدی تو وہ کرتا ہے جسے موقع کے ہاتھ سے نکل جانے
 کا اندیشہ ہو اور ظلم کی اُسے حاجت ہوتی ہے جو کمزور و
 ناتواں ہو۔ اور تو اے میرے معبود! ان چیزوں سے بہت
 بلند و برتر ہے۔ اے اللہ! تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت

نازل فرما اور مجھے بلاؤں کا نشانہ اور اپنی عقوبتوں کا ہدف نہ
 قرار دے۔ مجھے مہلت دے اور میرے رنج و غم کو دور کر؛
 میری لغزشوں کو معاف کر دے اور مجھے ایک مصیبت کے
 بعد دوسری مصیبت میں مبتلا نہ کر۔ کیونکہ تو میری ناتوانی،
 بے چارگی اور اپنے حضور میری گڑ گڑاہٹ کو دیکھ رہا ہے۔
 بارِ الہا میں آج کے دن تیرے غضب سے تیرے ہی دامن
 میں پناہ مانگتا ہوں۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما
 اور مجھے پناہ دے اور میں آج کے دن تیری ناراضگی سے
 امان چاہتا ہوں۔ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما
 اور مجھے امان دے اور تیرے عذاب سے امن کا طلبگار
 ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے
 (عذاب سے) مطمئن کر دے۔ اور تجھ سے ہدایت کا خواستگار
 ہوں۔ تو رحمت

مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَأَعِزَّنِي وَأَسْتَجِيرُ بِكَ الْيَوْمَ مِنْ
 سَخَطِكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَأَجِرْنِي وَأَسْأَلُكَ
 أَمْنًا مِنْ عَذَابِكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَأَمِّئِي
 وَأَسْتَهْدِيكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَاهْدِنِي
 وَأَسْتَنْصُرَكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَأَنْصُرْنِي
 وَأَسْتَرْحِمَكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَارْحَمْنِي
 وَأَسْتَكْفِيكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَاكْفِنِي
 وَأَسْتَرْزُقَكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَارْزُقْنِي
 وَأَسْتَعِينَكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَأَعِئْنِي
 وَأَسْتَغْفِرَكَ لِمَا سَلَفَ مِنْ ذُنُوبِي فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 وَإِلَيْهِ وَاغْفِرْ لِي وَأَسْتَغْصِبُكَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ
 وَأَعْصِمْنِي فَإِنِّي لَنْ أَعُودَ لِمِثْلِهِ كَرِهْتَهُ مِنِّي إِنْ
 شِئْتَ ذَلِكَ يَا رَبِّ يَا رَبِّ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا ذَا
 الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَإِلَيْهِ وَأَسْتَجِبْ

لِي جَمِيعَ مَا سَأَلْتُكَ وَطَلَبْتُ إِلَيْكَ وَرَغَبْتُ فِيهِ
إِلَيْكَ وَأَرَدُهُ وَقَدَّرُهُ

نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے ہدایت فرما۔ اور تجھ
سے مدد چاہتا ہوں تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
اور میری مدد فرما۔ اور تجھ سے رحم کی درخواست کرتا
ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھ پر
رحم کر۔ اور تجھ سے بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔ تو
رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے بے نیاز
کردے۔ اور تجھ سے روزی کا سوال کرتا ہوں۔ تو رحمت
نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے روزی دے۔ اور تجھ
سے کمک کا طالب ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی
آلؑ پر اور میری کمک فرما۔ اور گذشتہ گناہوں کی آمرزش
کا خواستگار ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر

اور مجھے بخش دے۔ اور تجھ سے (گناہوں کے بارے میں) بچاؤ کا خواہاں ہوں۔ تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر اور مجھے (گناہوں سے) بچائے رکھ۔ اس لئے کہ اگر تیری مشیت شامل حال رہی تو کسی ایسے کام کا جسے تو مجھ سے ناپسند کرتا ہو مرتکب نہ ہوں گا۔ اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! اے نعمتوں کے بخشنے والے، اے جلالت و بزرگی کے مالک تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر، اور جو کچھ میں نے مانگا اور جو کچھ طلب کیا ہے اور جن چیزوں کے حصول کے لئے تیری بارگاہ کا رخ کیا ہے اُن سے اپنا ارادہ، حکم اور فیصلہ متعلق کر اور انہیں جاری کر دے۔ اور جو بھی

وَاقْضِهِ وَأَمْضِهِ وَخَرِّبْ قِيَمًا تَقْضِي مِنْهُ وَبَارِكْ لِي فِي ذَلِكَ وَتَفْضَلْ عَلَيَّ بِهِ وَأَسْعِدْنِي بِمَا تُعْطِينِي مِنْهُ

وَزِدْنِي مِنْ فَضْلِكَ وَسَعَةِ مَا عِنْدَكَ فَإِنَّكَ وَاسِعٌ
كَرِيمٌ وَصَلِّ ذَلِكَ بِخَيْرِ الْآخِرَةِ وَنَعِيْبَهَا يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ۔

ثم تدعو بما بدالك وتصلی علی محمد
واله الفمرة هكذا كان يفعل

فیصلہ کرے اس میں میرے لئے بھلائی قرار دے اور مجھے
اس میں برکت عطا کر اور اس کے ذریعہ مجھ پر احسان فرما۔
اور جو عطا فرمائے اس کے وسیلہ سے مجھے خوش بخت
بنادے اور میرے لئے اپنے فضل و کشائش کو جو تیرے
پاس ہے زیادہ کر دے اس لئے کہ تو تو نگر و کریم ہے۔ اور
اس کا سلسلہ آخرت کی خیر و نیکی اور وہاں کی نعمتِ فراواں
سے ملادے۔ اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم
کرنے والے۔

اس کے بعد جو چاہو دُعا مانگو اور ہزار مرتبہ محمدؐ اور اُن کی آلؑ
پر درود بھیجو کہ امام علیہ السلام ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حضرتؑ یہ دعا روزِ جمعہ اور عیدِ اضحیٰ کے موقعہ پر
پڑھتے تھے۔ روزِ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دن
مسلمان نماز کے لئے ایک مقام پر مجتمع ہوتے ہیں۔ اور
ضحیٰ، اضحیٰ کی جمع ہے۔ اور اضحیٰ اُس بکری، دنبہ بھیڑ وغیرہ کو
کہتے ہیں جو حج کے موقع پر ذبح کی جاتی ہے۔ اس ذبح کی بنیاد
اس طرح پڑی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب کے
ذریعہ اپنے فرزند اسمعیل علیہ السلام کے ذبح پر مامور
ہوئے تو اپنی تمناؤں کے مرکز اور دُعاؤں کے حاصل کو خود
اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور حضرت
اسمعیلؑ کو کہ جن کا سن اس وقت تیرہ سال کا تھا بلا کر کہا

اے فرزند! میں نے خواب میں دیکھا کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یا ابا افعل ما توامر استجدنی انشاء اللہ من الصابرین۔ ”بابا آپ کو جو حکم ہوا ہے اُس کو بجالائیے۔ آپ انشاء اللہ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔“ جب اسماعیلؑ کو بھی آمادہ پایا تو رسی اور چھری لے کر قربان گاہِ محبت پر اپنی متاعِ عزیز کی قربانی کے لئے آگئے اور اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے زمین پر لٹا دیا۔ کیا بعید ہے کہ اس موقع پر آسمان کانپا اور زمین تھرائی ہو۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کا نہ ہاتھ کانپا اور نہ دل دھڑکا۔ بلکہ بڑے اطمینان سے اپنے جگر گوشہ کے حلقوم پر چھری رکھ دی۔ اور قریب تھا کہ اسماعیلؑ ذبح ہو جاتے کہ قد صدقت الرؤیا۔ ”تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔“ کی آواز نے اسماعیلؑ کو بچا لیا اور اُن کے بجائے

ذنبہ ذبح ہو گیا۔ اور اسماعیلؑ ذبیح اللہ بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ عید الضحیٰ اسی واقعہ کی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے ہے۔ چنانچہ اس دن گائے، بکری، ذنبہ وغیرہ کی قربانی دے کر اس قربانی کی یاد کو قائم کیا جاتا ہے۔

امام علیہ السلام نے اس دُعا میں چند اُمور واضح طور پر بیان فرمائے ہیں:

(۱) نماز جمعہ اور نماز عیدین کی امامت ائمہ اہل بیتؑ سے مخصوص ہے اور ان کی موجودگی میں کسی کو یہ حق نہ پہنچتا کہ وہ ظائفِ امامت سرانجام دے۔ چنانچہ عبد اللہ ابن دینار نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

یا عبد اللہ ما من عید للمسلمین اضحیٰ ولا فطر الا یجد دلالِ صلی اللہ علیہ وسلم محمد صلی اللہ علیہ وسلم فیہ حزن قلت ولم

ذٰلِكَ؟ قَالَ لَا نَهْمُ يَرُون حَقَّهُمْ فِي يَدٍ غَيْرِهِمْ۔

اے عبد اللہ! مسلمانوں کی عید الاضحیٰ ہو یا عید فطر اس میں آل اور محمدؐ کا غم و حزن تازہ ہو جاتا ہے۔ (عبد اللہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا کہ یہ کس لئے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ اپنے حق کو اغیار کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔“

اسی طرح نمازِ جمعہ کی امامت کا حق بھی امام یا اُس شخص کے علاوہ جسے امام مامور فرمائے کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا البتہ زمانہ غیبت میں جب کہ امام تک دسترس نہیں ہے۔ نمازِ جمعہ واجبِ تخییری ہے۔ یعنی چاہے نمازِ جمعہ پڑھے چاہے نمازِ ظہر لیکن نمازِ جمعہ افضل ہے اور نمازِ عید مستحب ہے۔ خواہ جماعت سے ہو یا فرادی۔ اس لئے کہ نمازِ عید کے ساتھ کوئی اور فرد نہیں ہے کہ واجبِ تخییری صورت پذیر ہو سکے بخلاف نمازِ جمعہ کے کہ اس کے ساتھ

دوسری فردِ ظہر موجود ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین کے شرائط و جوب میں سے ایک شرط حضور امام بھی ہے۔ اور در صورتیکہ یہ شرط نہ پائی جائے تو وجوب باقی نہ رہے گا۔ اس لئے علماء نمازِ عیدین کے استحباب کے قائل ہیں لیکن جمعہ میں استحباب کے قائل اس لئے نہیں ہیں کہ جمعہ ظہر کے قائم مقام ہوتا ہے جس سے نمازِ ظہر ساقط ہو جاتی ہے اور واجب کا بدل مستحب نہیں ہو سکتا اور نہ دونوں کو بہ نیت وجوب جمع کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے ان دونوں میں سے ایک کو بہ نیت وجوب بجالانا کافی ہے۔ البتہ اس اعتبار سے جمعہ کو مستحب کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ اپنی دوسری فردِ ظہر کے مقابلہ میں افضل ہے۔

(۲) خلافت و امامت کے صحیح ورثہ دار ائمہ اہل

بیت ہیں۔ کیونکہ امامت کے شرائط میں سے افضلیت،

عصمت اور منصوص ہونا ہے اور یہ شرائط ان کے علاوہ کسی ایک میں نہیں پائے جاتے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی فرد اول حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو پیغمبر اکرمؐ نے من کنت مولاه فعلی مولاه کے اعلان سے اپنا جانشین مقرر کیا اور خلافت کے لئے نامزد فرمایا۔ مگر ہوا یہ کہ اس مقابلہ میں سقیفہ بنی ساعدہ میں جمہوریت کے نام پر خلیفۃ المسلمین منتخب کر لیا گیا۔ لیکن جس جمہوریت پر خلافت کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ عوام میں جمہوریت کا احساس پیدا نہ کر سکی اور آخر اسے ملوکیت کے سامنے جھکنا پڑا اور قیصری و کسروی طرز کی حکومت دنیائے اسلام پر چھا گئی۔ جس نے اپنے استحکام کے لئے ظلم و تشدد کا سہارا لیا اور اس دور استبدادیت میں آئمہ اہل بیت میں سے کچھ حق کی خاطر قتل کئے گئے کچھ زہر سے مارے گئے کچھ قید و بند میں ڈالے گئے اور ہر دور میں قرمانی

طاقتوں کا نشانہ بنتے رہے۔ مگر حق کی خاموش تبلیغ جو ان کا فریضہ منصبی تھا انجام دیتے رہے۔ اور یہ اسی خاموش تبلیغ کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے نقوش صفحہ ہستی سے محو نہ ہو سکے۔ ورنہ کون سی کوشش تھی جو اسلام کے خد و خال کے بگاڑنے میں اٹھار کھی ہو۔

(۳) پیغمبر اکرم کے بعد شریعت کے نقش و

نگار کو بگاڑ کر خود ساختہ شریعت کو کھڑا کر دیا گیا۔ خدا کی کتاب اور رسول کی سنت پس پشت ڈال دی گئی اور فرائض و واجبات ناقابل عمل قرار پا گئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

قالت ام الدرداء دخل علی ابوالدرداء وهو مغضب فقلت ما اغضبك فقال والله ما اعرف من امر محمد ﷺ شیئا الا انهم یصلون جمیعا۔

ام درداء کہتی ہیں کہ ابو الدرداء غصہ میں بھرے ہوئے
میرے پاس آئے۔ میں نے کہا کہ یہ غصہ کس بنا پر ہے؟
کہا کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں
سے کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی۔ سو اس کے کہ لوگ ایک ساتھ
نماز پڑھ لیتے ہیں۔“

دوسری روایت میں ہے:-

عن انس قال ما اعر ف شیءا ہما کان علی عہد
رسول ﷺ اللہ قیل فالصلۃ؟ قال الیس صنعتم
ما صنعتم فیہا۔ (صحیح بخاری ج ۳، ص ۳۰۲)

انس سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ رسالت کی
ایک چیز کو بھی اس کی اصلی حالت پر نہیں پاتا۔ ان سے کہا
گیا کہ نماز؟ کہا کہ نماز میں کیا تم نے وہ تصرفات نہیں کئے
جو تمہیں معلوم ہیں کہ کئے ہیں۔“

یہ ہے اعمیان صحابہ میں سے حضرت ابوالدرداء اور انس بن مالک کی گواہی کہ پیغمبر اکرم کے بعد شریعت میں ترمیم و تنسیخ شروع ہو گئی اور کوئی چیز اپنی اصلی صورت پر باقی نہ رہی۔ یہاں تک کہ نماز بھی تصرفات سے محفوظ نہ رہ سکی۔ اور اس میں بھی تغیر و تبدل پیدا کر دیا گیا۔ یہ اجمال بہت سے تفصیلات کا آئینہ دار ہے۔

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

(۴) ان لوگوں پر جو مستحق لعنت ہیں لعنت کرنا نہ

صرف جائز بلکہ مستحب ہے اور اس کا استحباب عید اضحیٰ کے مبارک موقع پر عمل امام سے ظاہر ہے اور اس کے جواز کے لئے قرآن و حدیث کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جس سے یہ بھی ظاہر ہو جائے گا کہ لعنت و دشنام نہیں ہے چنانچہ ارشاد الہی ہے:

ان الذین یوذنون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا
والآخرة واعدلہم عذاباً مہینا۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے
ہیں ان پر خدا دُنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے
لئے رسوا کرنے والا عذاب مہیا کیا ہے۔“

اسی طرح احادیث نبوی میں صفات کے اعتبار سے بھی لعنت
وارد ہوئی ہے جیسے رشوت خوار، سود خوار، شراب خوار وغیرہ
پر اور نام کے ساتھ بھی لعنت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ حضرت
عائشہؓ فرماتی ہیں:-

ولکن رسول ﷺ اللہ لعن ابا مروان و مروان فی
صلبہ یفیض من لعنة اللہ (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۸)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروان کے باپ (حکم)
پر لعنت کی اور مروان اس کی صلب میں تھا اور وہ بھی اللہ کی

لعنت میں سے حصہ پارہا تھا۔“

(۵) ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت واجب و لازم ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:-

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولى الامر
منكم

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور
جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں۔“

اولی الامر وہی ہو سکتے ہیں جو پیغمبرؐ کے نمائندے
اور ان کے قائم مقام ہوں تاکہ ان کی اطاعت پیغمبرؐ کی
اطاعت کے ہمدوش قرار پاسکے اور جن کا دامن قرآن کی
طرح پاک اور ہر ر جس سے منزہ ہو تاکہ ان کی اطاعت میں
ان کے دامن کی آلودگی مانع نہ ہو اور پیغمبرؐ اسلام نے
حدیث ثقلین انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و

عترتی اہل بیت۔ (میں تم میں دو گرانقدر چیزیں
چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک قرآن اور دوسرے میری
عترت جو میرے اہل بیتؑ ہیں) میں قرآن کی طرح اہل
بیت کو بھی واجب الطاعت قرار دیا ہے اور اسی اطاعت سے
ہدایت کو وابستہ کیا ہے۔ اور جس اطاعت پر ہدایت منحصر
ہوگی اس کے لزوم سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

دُعاؤہ فی دفع کیدالاعداء دشمن کے مکرو فریب سے بچنے کی دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي دِفَاعِ
كَيْدِ الْأَعْدَاءِ وَرَدِّ بَأْسِهِمْ

دُشمنوں کے مکرو فریب کے دفعیہ اور اُن کی شدت و سختی کو
دُور کرنے کے لئے حضرتؐ کی دُعاء

إِلٰهِي هَدَيْتَنِي فَلَهَوْتُ وَوَعظْتُ فَقَسَوْتُ وَأَبْلَيْتُ
الْجَبِيلَ فَعَصَيْتُ ثُمَّ عَرَفْتُ مَا أَصْدَرْتُ
إِذْ عَرَفْتَنِيهِ فَاسْتَغْفَرْتُ فَأَقْلَلْتُ فَعُدْتُ فَسَتَرْتُ
فَلَكَ إِلٰهِي الْحَمْدُ تَقَهَّيْتُ أَوْ دِيَةَ الْهَلَاكِ

اے میرے معبود! تو نے میری رہنمائی کی مگر میں غافل
رہا تو نے پند و نصیحت کی مگر میں سخت دلی کے باعث متاثر
نہ ہوا۔ تو نے مجھے عمدہ نعمتیں بخشیں، مگر میں نے نافرمانی

کی۔ پھر یہ کہ جن گناہوں سے تو نے میرا رخ موڑا جب کہ تو نے مجھے اس کی معرفت عطا کی تو میں نے (گناہوں کی برائی کو) پہچان کر توبہ و استغفار کی جس پر تو نے مجھے معاف کر دیا۔ اور پھر گناہوں کا مرتکب ہوا تو تو نے پردہ پوشی

وَحَلَلْتُ شِعَابَ تَلَفٍ تَعَرَّضْتُ فِيهَا لِسَطَوَاتِكَ
وَمَحْلُولِهَا عُقُوبَاتِكَ وَوَسَّيْلَتِي إِلَيْكَ التَّوْحِيدُ
وَذَرِيعَتِي إِلَى لَمْ أُشْرِكْ بِكَ شَيْئًا وَلَمْ أَتَّخِذْ مَعَكَ
إِلَهًا وَقَدْ فَرَرْتُ إِلَيْكَ بِنَفْسِي وَ إِلَيْكَ مَفَرُّ
الْمُسِيءِ وَمَفْزَعُ الْمُضْيِيعِ لِحِطِّ نَفْسِهِ الْمُلْتَجِيءِ
فَكَمْ مِنْ عَدُوٍّ انْتَضَى عَلَى سَيْفِ عَدَاوَتِهِ وَشَحَدِي
ظُبَّةٌ مُدَيَّتُهُ وَأَرْهَفٌ لِي شَبَاحِدُهُ وَدَافٍ لِي قَوَاتِلُ
سُمُومِهِ وَسَدَدٌ لِي صَوَائِبِ سِهَامِهِ وَلَمْ تَنْمِ
عَنِّي عَيْنٌ حَرَّاسَتِهِ وَأَضْمَرَ أَنْ يَسُومَنِي الْمَكْرُوهُ وَ

يُجِرِّ عَنِّي زُعَاقَ مَرَارَتِهِ فَنَظَرْتُ يَا إِلَهِي إِلَى ضَعْفِي
عَنِ احْتِمَالِ الْفَوَاحِشِ وَعَجَزِي عَنِ الْإِنْتِصَارِ مِنْ
قَصْدَنِي بِمُحَارَبَتِهِ وَوَحْدَتِي فِي كَثِيرِ عَدَدٍ مَنْ نَاوَانِي
وَأَرْصَدَنِي بِالْبَلَاءِ قِيمًا لَمْ أُعْمَلْ فِيهِ فِكْرِي
فَابْتَدَأْتَنِي بِنَصْرِكَ وَشَدَدْتَ أَزْرِي

سے کام لیا اے میرے معبود! تیرے ہی لئے حمد و ثنا
ہے۔ میں ہلاکت کی وادیوں میں پھاندا اور تباہی و بربادی کی
گھاٹیوں میں اترا۔ ان ہلاکت خیز گھاٹیوں میں تیری
قہرمانی سخت گیروں اور ان میں در آنے سے تیری
عقوبتوں کا سامنا کیا۔ تیری بارگاہ میں میرا وسیلہ تیری
وحدت و یکتائی کا اقرار ہے۔ اور میرا ذریعہ صرف یہ ہے کہ
میں نے کسی چیز کو تیرا شریک نہیں جانا، اور تیرے ساتھ
کسی کو معبود نہیں ٹھہرایا۔ اور میں اپنی جان کو لئے تیری

رحمت و مغفرت کی جانب گریزاں ہوں؛ اور ایک گنہگار
تیری ہی طرف بھاگ کر آتا ہے۔ اور ایک التجاء کرنے
والا جو اپنے حظ و نصیب کو ضائع کر چکا ہو تیرے ہی دامن
میں پناہ لیتا ہے۔ کتنے ہی ایسے دشمن تھے جنہوں نے
شمشیرِ عدوت کو مجھ پر بے نیام کیا اور میرے لئے اپنی
چھری کی دھار کو باریک اور اپنی تندی و سختی کی باڑ کو تیز کیا
اور پانی میں میرے لئے مہلک زہروں کی آمیزش کی اور
کمانوں میں تیروں کو جوڑ کر مجھے نشانہ کی زد پر رکھ لیا۔ اور
اُن کی تعاقب کرنے والی نگاہیں مجھ سے ذرا غافل نہ ہوئیں۔
اور دل میں میری ایذا رسانی کے منصوبے باندھتے اور تلخ
جرعوں کی تلخی سے مجھے پیہم تلخ کام بناتے رہے۔ تو اے
میرے معبود! ان رنج و آلام کی برداشت سے میری
کمزوری اور مجھ سے آمادہ پیکار ہونے والوں کے مقابلہ میں

انتقام سے میری عاجزی اور کثیر التعداد دشمنوں اور ایذا
 رسانی کے لئے گھات لگانے والوں کے مقابلہ میں میری
 تنہائی تیری نظر میں تھی جس کی طرف سے میں غافل اور بے
 فکر تھا کہ تو نے میری مدد میں پہل اور اپنی قوت اور طاقت
 سے میری کمر

بِقُوَّتِكَ ثُمَّ فَلَلْتُ لِي حَدَّهٗ وَصَيَّرْتَهُ مِنْ بَعْدِ جَمْعٍ
 عَدِيدٍ وَحَدَّهٗ وَأَعْلَيْتَ كَعْبِي عَلَيْهِ وَجَعَلْتَ مَا
 سَدَّدَهُ مَرْدُودًا عَلَيْهِ فَرَدَّدْتَهُ لَمْ يَشْفِ غَيْظُهُ وَلَمْ
 يَسْكُنْ عَلَيْهِ قَدْ عَضَّ عَلَى شَوَاهِ وَأَذْبَرَ مُوَلِّيًّا قَدْ
 أَخْلَفْتُ سَرَايَاهُ وَكَمْ مِنْ بَاغٍ بَغَائِي بِمَكَائِدِهِ
 وَنَصَبَ لِي شَرَكَ مَصَائِدِهِ وَوَكَّلَ لِي تَفْقُدَ رِعَايَتِهِ
 وَأَضْبَأَ إِلَيَّ إِضْبَاءَ السَّبْعِ لِطَرِيدَتِهِ إِنِّي نَظَارًا
 لِيُنْتَهَازِ الْفُرْصَةَ لِفَرِيْسَتِهِ وَهُوَ يُظْهِرُ لِي بِشَاشَةٍ

الْمَلِكِ وَيَنْظُرُنِي عَلَى شِدَّةِ الْحَنَقِ فَلَمَّارَ أَيَّتِ يَا إِلَهِي
 تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ دَخَلَ سِرِّيْرَتَهُ وَقُبْحَ مَا
 انْطَوَى عَلَيْهِ أَرْكَسْتَهُ لِأَمْرٍ رَأْسِهِ فِي زُبَيْتِهِ وَرَدَدْتَهُ
 فِي مَهْوَى حُفْرَتِهِ فَانْقَمَعَ بَعْدَ اسْتِطَالَتِهِ ذَلِيلًا فِي
 رَبْقِ حَبَالَتِهِ الَّتِي كَانَ يُقَدِّرُ أَنْ يَرَانِي فِيهَا وَقَدْ كَادَ
 أَنْ يَجْلِبِي لَوْلَا رَحْمَتُكَ مَا حَلَّ بِسَاحَتِهِ

مضبوط کی۔ پھر یہ کہ اس کی تیزی کو توڑ دیا اور اس کے کثیر
 ساتھیوں (کو منتشر کرنے) کے بعد اسے یکہ و تنہا کر دیا اور
 مجھے اس پر غلبہ و سر بلندی عطا کی اور جو تیر اس نے اپنی
 کمان میں جوڑے تھے وہ اسی کی طرف پلٹا دیئے چنانچہ اس
 حالت میں تو نے اسے پلٹا دیا کہ نہ تو وہ اپنا غصہ ٹھنڈا کر سکا،
 اور نہ اس کے دل کی تپش فرو ہو سکی۔ اس نے اپنی بوٹیاں
 کاٹیں اور پیٹھ پھرا کر چلا گیا اور اس کے لشکر والوں نے بھی

اسے دغا دی اور کتنے ہی ایسے ستمگر تھے جنہوں نے اپنے مکرو
 فریب سے مجھ پر ظلم و تعدی کی اور اپنے شکار کے جال
 میرے لئے بچھائے اور اپنی نگاہِ جستجو کا مجھ پر پہرا لگا دیا اور
 اس طرح گھات لگا کر بیٹھ گئے جس طرح درندہ اپنے شکار
 کے انتظار میں موقع کی تاک میں گھات لگا کر بیٹھتا ہے۔
 در آنحالیکہ وہ میرے سامنے خوشامدانہ طور پر خندہ پیشانی سے
 پیش آتے اور (در پردہ) انتہائی کینہ تو ز نظروں سے مجھے
 دیکھتے تو جب اے خدائے بزرگ و برتر ان کی بد باطنی و
 بد سرشتی کو دیکھا تو انہیں سر کے بل انہی کے گڑھے میں
 اُلٹ دیا اور انہیں انہی کے غار کے گہراؤ میں پھینک دیا، اور
 جس جال میں مجھے گرفتار دیکھنا چاہتے تھے خود ہی غرور و
 سر بلندی کا مظاہرہ کرنے کے بعد ذلیل ہو کر اس کے
 پھندوں میں جا پڑے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر تیری رحمت

شریکِ حال نہ ہوتی تو کیا بعید تھا کہ جو بلاؤ مصیبت اُن پر
 ٹوٹ پڑی ہے وہ مجھ پر ٹوٹ پڑتی۔ اور کتنے ہی ایسے حاسد
 تھے جنہیں میری وجہ سے غم و غصہ کے اچھو اور غیظ و غضب
 کے گلو گیر پھندے لگے اور اپنی تیز زبانی سے مجھے اذیت
 دیتے رہے اور اپنے عیوب کے ساتھ مجھے متہم

وَ كَمْ مِنْ حَاسِدٍ قَدْ شَرِقَ بِيْ بِغُضَّتِهِ وَ شَجَى مِنِّيْ
 بِغَيْظِهِ وَ سَلَقَنِيْ بِحَدِّ لِسَانِهِ وَ وَحَرَنِيْ بِقَرْفِ عِيُوْبِهِ
 وَ جَعَلَ عِرْضِيْ غَرَضًا لِمَرَامِيْهِ وَ قَلَّدَنِيْ خِلَالًا لَمْ
 تَزَلْ فِيْهِ وَ وَحَرَنِيْ بِكَيْدِهِ وَ قَصَدَنِيْ بِمَكِيدَتِهِ
 فَ نَادَيْتُكَ يَا اِلٰهِيْ مُسْتَعِيْثًا بِكَ وَ اِثْقًا بِسُرْعَةِ
 اِجَابَتِكَ عَالِمًا اَنَّهُ لَا يُضْطَهَدُ مَنْ اٰوٰى اِلٰى ظِلِّ
 كَنَفِكَ وَلَا يَفْزَعُ مَنْ لَجَّآ اِلٰى مَعْقِلِ اِنْتِصَارِكَ
 فَحَصَّنْتَنِيْ مِنْ بَاسِهِ بِقُدْرَتِكَ وَ كَمْ مِّنْ سَخَائِبِ

مَكْرُوهٍ جَلَّيْتَهَا عَنِّي وَسَخَّائِبٍ نِعَمٍ أَمْطَرْتَهَا عَلَيَّ
وَجَدَاوِلَ رَحْمَةٍ نَشَرْتَهَا وَعَافِيَةٍ أَلْبَسْتَهَا وَأَعْيُنَ
أَحْدَاثٍ طَمَسْتَهَا وَغَوَاشِي كُرْبَاتٍ كَشَفْتَهَا وَكَمُ
مِّنْ ظَنٍّ حَسَنٍ حَقَّقْتُ وَعَدَمٍ جَبَرْتُ وَصَرَعَةٍ
أَنْعَشْتُ وَمَسْكَنَةٍ حَوَّلْتُ كُلُّ ذَلِكَ إِنْْعَامًا وَ
تَطَوُّلًا مِنْكَ وَفِي جَمِيعِهِ إِنْهَابًا كَامِنِي عَلَى مَعَاصِيكَ
لَمْ تَمْنَعْكَ

کر کے طیش دلاتے رہے اور میری آبرو کو اپنے تیروں کا
نشانہ بنایا اور جن بری عادتوں میں وہ خود ہمیشہ مبتلا رہے وہ
میرے سر منڈھ دیں اور اپنی فریب کاریوں سے مجھے مشتعل
کرتے اور اپنی دغا بازیوں کے ساتھ میری طرف پر تو لتے
رہے تو میں نے اے میرے اللہ تجھ سے فریاد رسی چاہتے
ہوئے اور تیری جلد حاجت روائی پر بھروسہ کرتے ہوئے

تجھے پکارا در آنحالیکہ یہ جانتا تھا کہ جو تیرے سایہ حمایت میں
 پناہ لے گا، وہ شکست خوردہ نہیں ہو گا اور جو تیرے انتقام کی
 پناہ گاہِ محکم میں پناہ گزیر ہو گا وہ ہر اس میں نہیں ہو گا۔ چنانچہ
 تو نے اپنی قدرت سے ان کی شدت و شرانگیزی سے مجھے
 محفوظ کر دیا۔ اور کتنے ہی مصیبتوں کے ابر (جو میرے اُفقِ
 زندگی پر چھائے ہوئے) تھے تو نے چھانٹ دیئے اور کتنے
 ہی نعمتوں کے بادل برسا دیئے اور کتنی ہی رحمت کی نہریں
 بہا دیں اور کتنے ہی صحت و عافیت کے جامے پہنا دیئے، اور
 کتنی ہی آلام و حوادث کی آنکھیں (جو میری طرف نگر رہی
 تھیں) تو نے بے نور کر دیں اور کتنے ہی غموں کے تاریک
 پردے (میرے دل پر سے) اُٹھا دیئے اور کتنے ہی اچھے
 گمانوں کو تو نے سچ کر دیا۔ اور کتنی ہی تہی دستیوں کا تو نے
 چارہ کیا اور کتنی ہی ٹھوکروں کو تو نے سنبھالا اور کتنی ہی

ناداریوں کو تو نے (ثروت سے) بدل دیا۔ (بارِ الہا!) یہ سب
 تیری طرف سے انعام و احسان ہے اور میں ان تمام واقعات
 کے باوجود تیری معصیتوں میں ہمہ تن منہمک رہا۔ (لیکن)
 میری بد اعمالیوں نے تجھے اپنے احسانات کی تکمیل

إِسَاءَتِي عَنْ إِثْمَامِ إِحْسَانِكَ وَلَا حَجَرَنِي ذَلِكَ عَنْ
 ارْتِكَابِ مَسَاحِطِكَ لَا تُسْأَلُ عَمَّا تَفْعَلُ وَلَقَدْ
 سُئِلْتَ فَأَعْطَيْتَ وَلَمْ تُسْأَلْ فَأَبْتَدَأْتَ
 وَاسْتُبِيحَ فَضْلُكَ فَمَا أَكْذَيْتَ أَبَيْتَ يَا مَوْلَايَ إِلَّا
 إِحْسَانًا وَامْتِنَانًا وَتَطَوُّلاً وَإِنْعَامًا وَأَبَيْتَ إِلَّا
 تَقَحُّبًا لِحُرْمَاتِكَ وَتَعَدِّيًا لِحُدُودِكَ وَغَفْلَةً عَنْ
 وَعِيدِكَ فَلَكَ الْحَمْدُ إِلَهِي مِنْ مُقْتَدِرٍ لَا يُغْلَبُ
 وَذِي انَاةٍ لَا تَعْجَلُ هَذَا مَقَامٌ مَنِعْتَرَفٍ بِسُبُوحِ
 النِّعَمِ وَقَابِلَهَا بِالتَّقْصِيرِ وَشَهِدَ عَلَى نَفْسِهِ

بِالتَّضْيِيعِ اللَّهُمَّ فَإِنِّي أَتَقَرَّبُ إِلَيْكَ بِالْمُحَمَّدِيَّةِ
الرَّفِيعَةِ وَالْعُلَوِيَّةِ الْبَيْضَاءِ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِهِمَا
أَنْتَعِيزْنِي مِنْ شَرِّ كَذَا وَكَذَا فَإِنَّ ذَلِكَ لَا يَضِيقُ
عَلَيْكَ فِي وُجْدِكَ وَلَا يَتَكَادُّكَ فِي قُدْرَتِكَ وَأَنْتَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فَهَبْ لِي يَا إِلَهِي مِنْ رَحْمَتِكَ
وَدَوَامِ

سے روکا نہیں اور نہ تیرا فضل و احسان مجھے ان کاموں سے جو
تیری ناراضگی کا باعث ہیں باز رکھ سکا اور جو کچھ تو کرے اس
کی بابت تجھ سے پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی۔ تیری ذات کی قسم!
جب بھی تجھ سے مانگا گیا تو نے عطا کیا اور جب نہ مانگا گیا تو
تو نے از خود دیا۔ اور جب تیرے فضل و کرم کے لئے
جھولی پھیلانی گئی تو تو نے بخل سے کام نہیں لیا۔ اے
میرے مولا و آقا تو نے کبھی احسان و بخشش اور تفضل و انعام

سے دریغ نہیں کیا۔ اور میں تیرے محرمات میں پھاندتا
تیرے حدود و احکام سے متجاوز ہوتا اور تیری تہدید و
سرزنش سے ہمیشہ غفلت کرتا رہا۔ اے میرے معبود!
تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے جو ایسا صاحب اقتدار ہے جو
مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا بردبار ہے جو جلدی نہیں
کرتا۔ یہ اُس شخص کا موقف ہے جس نے تیری نعمتوں کی
فراوانی کا اعتراف کیا ہے اور ان نعمتوں کے مقابلہ میں
کو تاہی کی ہے، اور اپنے خلاف اپنی زیاں کاری کی گواہی دی
ہے۔ اے میرے معبود! میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کی منزلت بلند پایہ اور علی (علیہ السلام) کے مرتبہ، روشن و
درخشاں کے واسطہ سے تجھ سے تقرب کا خواستگار ہوں اور
ان دونوں کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوں۔ تاکہ مجھے
ان چیزوں کی برائی سے پناہ دے جن سے پناہ طلب کی جاتی

ہے۔ اس لئے کہ یہ تیری تو نگری و وسعت کے مقابلہ میں
 دشوار اور تیری قدرت کے آگے کوئی مشکل کام نہیں ہے
 اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا تو اپنی رحمت اور دائمی توفیق
 سے مجھے بہرہ مند فرما

تَوْفِيقَكَ مَا اتَّخِذُهُ سُلْمًا أَعْرُجُ بِهِ إِلَى رِضْوَانِكَ
 وَأَمِنْ بِهِ مِنْ عِقَابِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

کہ جسے زینہ قرار دے کر تیری رضامندی کی سطح پر بلند ہو
 سکوں اور اس کے ذریعہ تیرے عذاب سے محفوظ رہوں۔
 اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم
 کرنے والے!

یہ دُعا، دُعاۓ جوشن صغیر کے نام سے موسوم ہے جو دشمن کی ایذا رسانیوں اور اذیت کوشیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ دُنیا میں ہر شخص کے خیر خواہ بھی ہوتے ہیں، بد خواہ بھی۔ دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی اور وہ فطرۃً دشمن کی چیرہ دستیوں سے بچنے کے لئے چارہ جوئی کرتا اور طبیعت میں غیظ و غضب کی آگ سلگتی ہے تو انتقام کا جذبہ بھڑک اُٹھتا ہے۔ مگر خاصانِ خدا صرف اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے اور اس کے دامنِ حفظ و حمایت میں پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور جب دشمنوں کی کثرت اور دوستوں کی قلت اور انتہائی قلت ہو تو اس کے سوا چارہ کار ہی کیا ہے امام علیہ السلام کا دورِ حیات کچھ ایسا ہی دور تھا جس میں عفریتِ بلا منہ کھولے بیٹھا تھا۔ اور مصائب و آلام کے سیلاب اُمڈے چلے آرہے تھے۔ ایک طرف فتنہ ابنِ زبیر

سر اٹھائے ہوئے تھا جس میں بنی ہاشم ہی اس کے ظلم و
 تشدد کا نشانہ تھے اور دوسری طرف اموی اقتدار محیط تھا جس
 کے مظالم کا نشانہ عام رعایا تو تھی ہی مگر اہل بیت نبوت
 خصوصی ہدف تھے اور حکومت کی اس روش کی وجہ سے ایک
 ایسا ماحول بن گیا تھا جہاں دوست بھی کھل کر دوستی کا
 اظہار نہ کر سکتے تھے۔ اور آمد و رفت اور ملنے جلنے سے
 پچکچاتے تھے۔ حالانکہ سانحہ کربلا کے بعد امام کی زندگی ایک
 خاموش زندگی تھی۔ نہ عمال حکومت سے ربط و ضبط، نہ ملکی
 معاملات سے سروکار۔ دُنیا سے بس اتنا لگاؤ جتنا زندگی کے
 لمحات گزارنے کے لئے ضروری تھا۔ سعید ابن مسیب کہتے
 ہیں کہ ما را یتہ ضاحکاً یوماً قط۔ میں نے کسی دن بھی
 اُن کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کی ایک نیز سے
 آپ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا: ما اتیتہ

بطعام نہ ہارا قُط و ما فرشتہ لہ فراشا بلیل قُط۔

میں نے کبھی اُن کے سامنے دن کو کھانا پیش نہیں کیا اور
رات کو کبھی بستر نہیں بچھایا، مگر اس کے باوجود ہر طرح کی
تحقیر و تذلیل اور تشدد آمیز برتاؤ روار کھا جاتا تھا۔ چنانچہ
متعدد مورخین نے لکھا ہے کہ عبد الملک نے حکم دے دیا
کہ آپ کو بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑ کر شام پہنچا دیا جائے
جس پر آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا گیا۔ زہری کا بیان ہے
کہ جب میں نے حضرت کو اس عالم میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ
پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور عبد الملک کے
آدمیوں کا پہرا گرد ہے، تو بے ساختہ میرے آنسو نکل آئے
اور فوراً عبد الملک کے پاس روانہ ہو گیا۔ اور اس سے کہا کہ
اے امیر! یس علیؑ ابن الحسینؑ حیث تظن
انہ مشغول بر بہ۔ علی ابن الحسین کے متعلق تمہارا گمان

درست نہیں ہے وہ تو ہر وقت اپنے پروردگار کی عبادت و اطاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ “اس واقعہ کے بعد آپ کو امان حاصل ہوئی۔ یونہی اگر کوئی عقیدت کی بنا پر زبان کھولتا تو وہ موردِ عتاب قرار پا جاتا۔ چنانچہ فرزدق کا واقعہ ہے کہ جب اُس نے ہشام ابن عبد الملک کے تجاہلِ عارفانہ کے موقعہ پر اپنا وہ قصیدہ پڑھا جس کا پہلا شعر یہ ہے:

هذا الذى تعرف البطحاء وطعته

والبیت يعرفه والحل والحرام

”یہ وہ ہے جس کے قدموں کی چاپ کو سرزمین مکہ پہنچانتی ہے اور جسے خانہ کعبہ اور حل و حرم کو بخوبی جانتے ہیں۔“

تو اسی کا نام درباری شعراء کی فہرست سے کاٹ دیا گیا اور مقررہ وظیفہ بند کرنے کے بعد قید میں ڈال دیا گیا۔ اسی

طرح ہشام ابن اسمعیل نے جو عبد الملک کے دور میں حاکم
 مدینہ اور بڑا ظالم و سفاک تھا امام علیہ السلام کو طرح طرح کی
 اذیتیں پہنچائیں۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ لقی منہ
 علی ابن الحسین اذی شدیداً۔ علی ابن الحسین نے اس
 کے ہاتھوں سخت اذیتیں اٹھائیں۔ ”مگر اس ظلم و تشدد کے
 باوجود حضرت نے ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیا۔ اور شکوہ
 کیا، تو اُس سے جو شکوہ و فریاد کو سنتا اور رنج و کرب کو دور
 کرتا ہے؛ اور وہی ایک مظلوم و ستم رسیدہ کی آخری پناہ گاہ
 ہے۔

دُعَاؤُہ فی الرُّہْبَہ خوفِ الہی کے سلسلہ میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي

الرُّهْبَةِ

خوفِ خدا کے سلسلہ میں حضرت کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ خَلَقْتَنِيْ سَوِيًّا وَرَبَّيْتَنِيْ صَغِيْرًا
وَرَزَقْتَنِيْ مَكْفِيًّا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ وَجَدْتُ قِيَمًا اَنْزَلْتَ مِنْ
كِتَابِكَ وَبَشَّرْتَ بِهٖ عِبَادَكَ اَنْ قُلْتَ يَا عِبَادِیْ
الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ
اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا وَقَدْ تَقَدَّمَ مِنِّیْ مَا
قَدْ عَلِمْتَ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ فِیَا سَوَاتَا جَمًّا
اَحْصَاہُ عَلٰی کِتَابِكَ فَلَوْلَا الْمَوَاقِفُ الَّتِیْ اُوْمِلُ
مِنْ عَفْوِكَ الَّذِیْ شَمِلَ کُلَّ شَیْءٍ لَا لُقِیْتُ بِیَدِیْ
وَلَوْ اَنَّ اَحَدًا اسْتَطَاعَ

بارِ الہا! تو نے مجھے اس طرح پیدا کیا کہ میرے اعضا بالکل
 صحیح و سالم تھے۔ اور جب کم سن تھا تو میری پرورش کا سامان
 کیا اور بے رنج و کاوش رزق دیا۔ بارِ الہا! تو نے جس کتاب
 کو نازل کیا اور جس کے ذریعے اپنے بندوں کو نوید و بشارت
 دی اس میں تیرے ارشاد کو دیکھا ہے کہ ”اے میرے
 بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ تعالیٰ کی
 رحمت سے نا اُمید نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تمہارے تمام گناہ معاف
 کر دے گا۔“ اور اس سے پیشتر مجھ سے ایسے گناہ سرزد ہو
 چکے ہیں جن سے تو واقف ہے اور جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا
 ہے۔ وائے بد بختی و رسوائی اُن گناہوں کے ہاتھوں جنہیں
 تیری کتاب قلمبند کئے ہوئے ہے۔ اور تیرے ہمہ گیر عفو
 و درگزر کے وہ مواقع نہ ہوتے جن میں اُمیدوار ہوں تو میں
 اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کر

الْهَرَبَ مِنْ رَبِّهِ لَكُنْتُ أَنَا أَحَقُّ بِالْهَرَبِ مِنْكَ
 وَأَنْتَ لَا تَخْفَى عَلَيْكَ خَافِيَةٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
 السَّمَاءِ إِلَّا أَتَيْتَ بِهَا وَكَفَى بِكَ جَازِيًا وَكَفَى بِكَ
 حَسِيبًا اللَّهُمَّ إِنَّكَ طَالِبِي إِنْ أَنَا هَرَبْتُ وَمُدْرِكِي
 إِنْ أَنَا فَرَرْتُ فَهَذَا أَنَا ذَابِئِنَ يَدَيْكَ خَاضِعُ ذَلِيلُ
 رَاغِمٌ إِنْ تُعَذِّبْنِي فَإِنِّي لِنُذِكَ أَهْلٌ وَهُوَ يَا رَبِّ
 مِنْكَ عَدْلٌ وَإِنْ تَعْفُ عَنِّي فَقَدِيمًا شَمْلَنِي عَفْوُكَ
 وَالْبَسْتَنِي عَافِيَتَكَ فَاسْأَلُكَ اللَّهُمَّ بِالْمَخْرُوجِ
 مِنْ أَسْمَائِكَ وَبِمَا وَارَتْهُ الْحُجُبُ مِنْ بَهَائِكَ إِلَّا
 رَحِمْتَ هَذِهِ النَّفْسَ الْجَزُوعَةَ وَهَذِهِ الرِّمَّةَ
 الْهُلُوعَةَ الَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ حَرِّ شَمْسِكَ فَكَيْفَ
 تَسْتَطِيعُ حَرَّ نَارِكَ وَالَّتِي لَا تَسْتَطِيعُ صَوْتَ رَعْدِكَ
 فَكَيْفَ تَسْتَطِيعُ صَوْتَ غَضَبِكَ فَارْحَمْنِي اللَّهُمَّ
 فَإِنِّي أَمْرٌ وَحَقِيرٌ وَخَطِرٌ يَسِيرٌ وَلَيْسَ عَذَابِي مِمَّا

يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَلَوْ أَنَّ عَذَابِي هَمَّا يَزِيدُ
فِي مُلْكِكَ لَسَأَلْتُكَ الصَّبْرَ عَلَيْهِ وَأَجَبْتُ أَنْ
يَكُونَ

چکا تھا۔ اگر کوئی ایک بھی اپنے پروردگار سے نکل بھاگنے پر
قادر ہوتا تو میں تجھ سے بھاگنے کا زیادہ سزاوار تھا۔ اور تو وہ
ہے جس سے زمین و آسمان کے اندر کا کوئی راز مخفی نہیں تھا
مگر یہ کہ تو (قیامت کے دن) اُسے لا حاضر کرے گا۔ تو جزا
دینے اور حساب کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ اے اللہ!
میں اگر بھاگنا چاہوں تو تو مجھے ڈھونڈ لے گا۔ اگر راہ گریز
اختیار کروں تو تو مجھے پا لے گا۔ لے دیکھ میں عاجز، ذلیل اور
شکستہ حال تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ اگر تو عذاب کرے تو
میں اس کا سزاوار ہوں۔ اے میرے پروردگار! یہ تیری
جانب سے عین عدل ہے اور اگر تو معاف کر دے تو تیرا عفو

ودر گزر ہمیشہ میرے شاملِ حال رہا ہے اور تو نے صحت و
 سلامتی کے لباس مجھے پہنائے ہیں۔ بارِ الہا میں تیرے ان
 پوشیدہ ناموں کے وسیلہ سے اور تیری اس بزرگی کے واسطہ
 سے جو (جلال و عظمت کے) پردوں میں مخفی ہے تجھ سے یہ
 سوال کرتا ہوں کہ اس بے تاب نفس اور بے قرار ہڈیوں
 کے ڈھانچہ پر ترس کھا (اس لئے کہ) جو تیرے سورج کی
 تپش کو برداشت نہیں کر سکتا وہ تیرے جہنم کی تیزی کو کیسے
 برداشت کرے گا اور جو تیرے بادل کی گرج سے کانپ
 اٹھتا ہے وہ تیرے غضب کی آواز کو کیسے سن سکتا ہے۔ لہذا
 میرے حالِ زار پر رحم فرما اس لئے کہ اے میرے معبود!
 میں ایک حقیر فرد ہوں جس کا مرتبہ پست تر ہے۔ اور مجھ پر
 عذاب کرنا تیری سلطنت میں ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتا۔ اور
 اگر مجھے عذاب کرنا تیری سلطنت کو بڑھا دیتا تو میں تجھ سے

عذاب پر صبر و شکیبائی کا سوال کرتا اور یہ چاہتا کہ وہ اضافہ
تجھے حاصل ہو۔ لیکن اے میرے

ذَلِكَ لَكَ وَلَكِنْ سُلْطَانُكَ اللَّهُمَّ أَعْظَمُ وَمُلْكُكَ
أَدْوَمُ مِنْ أَنْ تَزِيدَ فِيهِ طَاعَةُ الْمُطِيعِينَ أَوْ
تَنْقُصَ مِنْهُ مَعْصِيَةُ الْمُنْذِبِينَ فَارْحَمْنِي يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ وَتَجَاوَزْ عَنِّي يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَتُبْ
عَلَيْكَ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔

معبود! تیری سلطنت اس سے زیادہ عظیم اور اس سے زیادہ
دوام پذیر ہے کہ فرمانبرداروں کی اطاعت اس میں کچھ اضافہ
کر سکے۔ یا گناہگاروں کی معصیت اس میں سے کچھ گھٹا سکے۔
تو پھر اے تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے
والے مجھ پر رحم فرما۔ اور اے جلال و بزرگی والے مجھ سے
درگزر کر اور میری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو توبہ قبول

کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یہ دُعاء خوف و خشیتِ الہی کے سلسلہ میں ہے، جب انسان کو اپنی عبودیت کا احساس ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا؛ اور اسی تاثر کا نام خوف ہے جو عبودیت کا جوہر، انسانی عزت کا سرمایہ اور دینی و اخلاقی زندگی کا محافظ ہے۔ کیونکہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف بسا ہو تو پھر اس کی مطلق العنانی اُسے خواہشاتِ نفس کی پیروی سے روک دیتی ہے اور محاسبہ اور اپنے اعمال پر سزا کے مرتب ہونے کے اندیشہ سے گناہوں سے بچ کر رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اگر خوف کا مظاہرہ کرے مگر خوف اس کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو اور نہ اُس میں فرض شناسی کا احساس پیدا کرے تو وہ درحقیقت خوف ہی نہیں ہے۔ کیونکہ خوف مشاہدہ میں آنے والی چیز تو ہے ہیں۔ اس کا اندازہ انسانی کردار کے تاثر ہی

سے ہو سکتا ہے۔ بہر حال خوفِ خدا مختلف وداعی و اسباب کی بنا پر پیدا ہوتا ہے کبھی گناہ اور اس کے ہولناک نتائج کے تصور سے خوف طاری ہوتا ہے۔ کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال پر حاضر ناظر سمجھے گا اور حشر و نشر پر ایمان رکھے گا تو سزا و محاسبہ کے ڈر سے اس سے خوف کھائے گا۔ لیکن یہ ڈر اپنی تکلیف و اذیت کے احساس کی بنا پر ہے۔ یہ اگرچہ اس سطح پر نہیں ہے جس سطح پر بلند نظر افراد کا خوف ہوتا ہے۔ ”تاہم یہ انسان کے لئے توبہ کا محرک اور اصلاحِ نفس اور اپنے حالات کی تبدیلی پر آمادہ کرنے کا باعث ہوتا ہے اور کبھی اس تصور کے پیش نظر خوف ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ توبہ کے بعد پھر خواہشاتِ نفس غالب آجائیں اور گناہ اس طرح گھیر لیں کہ توبہ کی توفیق ہی نہ ہو اور حشر و نشر اور حساب و کتاب کے موقع پر شرمندگی اٹھانا اور عذاب

الہی سے دوچار ہونا پڑے۔ اور کبھی خواہشات و جذبات پر پورا قابو ہونے کے باوجود صرف اس کی عظمت و ہیبت کے تصور سے خوف طاری ہوتا ہے۔ چنانچہ جب صلحا و ابرار اُس کی رفعت و کبریائی سے متاثر ہوتے ہیں تو اُن کے دل کانپ اُٹھتے ہیں۔ جسم پر کپکپی اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اس خوف کو خشیت و رہبت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے علم و معرفت کا چنانچہ خداوندِ عالم کا ارشاد ہے:

انما يخشى الله من عباده العلماء۔

اللہ سے بس وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علم و معرفت رکھتے ہیں۔“

اس علم و معرفت کی بنا پر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: انا اخشاكم الله واتقكم الله۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے خائف و ترساں ہوں۔“ اور

کبھی خوف، گناہ اور احساسِ عظمت دونوں قسم کے ملے جلے جذبات کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ اور کبھی صرف قربِ خداوندی و لقاءِ ربانی سے محرومی کے تصور سے ہوتا ہے۔ اس میں نہ سزا کی دہشت کار فرما ہوتی ہے اور نہ حشر و نشر کے خوف کی آمیزش بلکہ بندہ کسی جزا کی اُمید اور کسی سزا کے اندیشہ سے بلند تر ہو کر صرف بارگاہِ ایزدی سے دوری کے تصور سے گھبراتا اور اس کی نظر التفات کی محرومی سے ہراساں ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

فہبني يا الهی وسيدی و مولای وربی صبرت علی عذابك فكيف اصبر علی فراقك۔

اے میرے معبود! میرے مالک! میرے مولا! میرے پروردگار! یہ مانا کہ میں نے تیرے عذاب پر صبر کر لیا مگر

تیری دوری و فراق پر کیونکر صبر کروں گا۔“

یہ خوف کا مرتبہ تمام مراتبِ خوف سے بلند تر اور صدیقین و مقربین بارگاہ سے مخصوص ہے۔ حضرتؑ کی یہ دعاءِ خوفِ الہی کے سلسلہ میں ایک جامع اور تمام اقسامِ خوف کو شامل ہے جس میں ابتداءً اس کے احسانات اور ہمہ گیر رحمت و غفران کا ذکر کیا ہے۔ پھر اپنے گناہوں کا اقرار، عفو و درگزر کی توقع، سزا و عقوبت کو اس کے عدل کا تقاضا قرار دیتے ہوئے عذاب کے مقابلہ میں اپنی عاجزی و ناپاقتی کا اظہار کیا ہے اس طرح کہ جو دھوپ کی حدت کو برداشت نہ کر سکے وہ دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تپش کو کیسے برداشت کر لے گا۔ اور جو بجلی کی کڑک کی آواز پر دہل جاتا ہو وہ اُس کے غیظ و غضب کی دہشت اور اُس کی رحمت سے دوری کا کس طرح متحمل ہو سکتا ہے۔ اور آخر میں اس کی

شاہی و فرمانروائی کا ذکر کیا ہے کہ اس کی سلطنت و شاہی کو
 دنیوی حکومتوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے کیونکہ دوسرے
 حکمرانوں کو اپنی حکومت کی بقا کے لئے رعیت کے تعاون
 اور لشکر و سپاہ کی اعانت کی حاجت ہوتی ہے اور اُسے مخالفوں
 کی مخالفت کی پروا اور ہمنواؤں کی ہمنوائی کی احتیاج نہیں
 ہے۔ نہ فرمانبرداروں کی فرمانبرداری سے اس کے ملک و
 سلطنت میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ خطاکاروں کی نافرمانی اس
 پر اثر انداز ہو سکتی ہے کہ وہ فرمانبرداروں کو ساتھ ملائے
 رکھنے کی کوشش کرے اور نافرمانوں اور مجرموں کو
 سزا دے کر اپنی حکومت کا استحکام چاہئے کیونکہ اس کی
 سلطنت غیر مختتم، ملک لازوال اور بادشاہی ہمہ گیر ہے اور یہ
 اقتدار و غلبہ اسے اپنی قدرت سے حاصل ہے جس میں احتیاج
 کا شائبہ بھی نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا مد مقابل ہے اور نہ

کوئی اس سے متصادم ہو سکتا ہے اور ہر متنفس وہ فرمانبردار
ہو یا نافرمان اس کے زیر تسلط و اقتدار ہے۔ لہذا وہ
گنہگاروں سے عفو و درگزر کر کے اپنی رحمت کو کارفرما
کرے تو اس کی شان 'کریمی' سے بعید نہیں ہے۔

دُعَاؤُهُ فِي التَّضَرُّعِ وَالِاسْتِكَانَةِ عَجْزِ وَزَارِي كَسَلِهِ فِي دُعَا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّضَرُّعِ
وَالِاسْتِكَانَةِ

تَضَرُّعٍ وَفِرْوَتَنِ كَسَلِهِ فِي حَضْرَتِ كِي دُعَا:-

إِلٰهِي اَحْمَدُكَ وَاَنْتَ لِلْحَمْدِ اَهْلٌ عَلٰى حُسْنِ
صَنِيعِكَ اِلٰى وَسُبُوغِ نِعْمَاتِكَ عَلَيَّ وَجَزِيلِ
عَطَائِكَ عِنْدِي وَعَلٰى مَا فَضَّلْتَنِي مِنْ رَحْمَتِكَ
وَأَسْبَغْتَ عَلَيَّ مِنْ نِعْمَتِكَ فَقَدْ اصْطَنَعْتُ عِنْدِي
مَا يَعْجِزُ عَنْهُ شُكْرِي وَلَوْ لَا اِحْسَانُكَ اِلَيَّ وَسُبُوغُ
نِعْمَاتِكَ عَلَيَّ مَا بَلَغْتُ اِحْرَازَ حَظِّي وَلَا اِصْلَاحَ
نَفْسِي وَلَكِنَّكَ ابْتَدَأْتَ بِي بِالْاِحْسَانِ وَرَزَقْتَنِي فِي
أُمُورِي كُلِّهَا الْكِفَايَةَ وَصَرَفْتَ عَنِّي جَهْدَ الْبَلَاءِ وَ
مَنْعْتَ مِنِّي مُحْذُورَ الْقَضَاءِ إِلٰهِي فَكُمُ مِنْ بَلَاءٍ

جَاهِدٍ قَدْ صَرَفْتُ عَيْنِي وَكَمْ مِنْ نِعْمَةٍ سَابِغَةٍ
 أَقَرَّرْتُ بِهَا عَيْنِي وَكَمْ مِنْ صَنِيعَةٍ كَرِيمَةٍ لَكَ
 عِنْدِي أَنْتَ الَّذِي أَحْبَبْتَ عِنْدَ الْإِضْطِرَارِ دَعْوَتِي
 وَأَقْلَتَ عِنْدَ الْعِثَارِ زَلَّتِي وَأَخَذْتَ لِي مِنَ الْأَعْدَاءِ
 بُظْلَامَتِي إِلَهِي مَا وَجَدْتُكَ بِخِيَلًا حِينَ سَأَلْتُكَ
 وَلَا مُنْقِضًا حِينَ أَرَدْتُكَ بَلْ

اے میرے معبود! میں تیری حمد و ستائش کرتا ہوں اور تو
 حمد و ستائش کا سزاوار ہے اس بات پر کہ تو نے میرے ساتھ
 اچھا سلوک کیا؛ مجھ پر اپنی نعمتوں کو کامل اور اپنے عطیوں
 کو فراواں کیا اور اس بات پر کہ تو نے اپنی رحمت کے ذریعہ
 مجھے زیادہ سے زیادہ دیا اور اپنی نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا۔
 چنانچہ تو نے مجھ پر وہ احسانات کئے ہیں جن کے شکریہ سے
 قاصر ہوں۔ اور اگر تیرے احسانات مجھ پر نہ ہوتے اور

تیری نعمتیں مجھ پر فراواں نہ ہوتیں تو میں نہ اپنا حظ و نصیب
فراہم کر سکتا تھا، اور نہ نفس کی اصلاح و درستی کی حد تک پہنچ
سکتا تھا لیکن تو نے میرے حق میں اپنے احسانات کا آغاز
فرمایا اور میرے تمام کاموں میں مجھے (دوسروں سے)
بے نیازی عطا کی۔ رنج و بلا کی سختی مجھ سے ہٹادی، اور جس حکم
قضا کا اندیشہ تھا اُسے مجھ سے روک دیا۔ اے میرے معبود!
کتنی بلا خیز مصیبتیں تھیں جنہیں تو نے مجھ سے دور کر دیا اور
کتنی ہی کامل نعمتیں تھیں جن سے تو نے میری آنکھوں کی
خنکی و سرور کا سامان کیا۔ اور کتنے ہی تو نے مجھ پر بڑے
احسانات فرمائے ہیں۔ تو وہ ہے جس نے حالتِ اضطراب میں
میری دعا قبول کی اور (گناہوں میں) گرنے کے موقع پر
میری لغزش سے درگزر کیا اور دشمنوں سے میرے ظلم و
ستم سے چھنے ہوئے حق کو لے لیا۔ بارِ الہا! میں نے جب بھی

تجھ سے سوال کیا تجھے بخیل اور جب بھی تیری بارگاہ کا قصد
 کیا تجھے رنجیدہ نہیں پایا۔ بلکہ تجھے اپنی دعا کی نسبت سننے
 والا اور اپنے مقاصد کا بر لانے والا

وَجَدْتُكَ لِدُعَائِي سَامِعًا وَلِمَطْلَبِي مُعْطِيًا
 وَوَجَدْتُ نِعْمَكَ عَلَيَّ سَابِغَةً فِي كُلِّ شَأْنٍ مِنْ شَأْنِي
 وَكُلِّ زَمَانٍ مِنْ زَمَانٍ فَأَنْتَ عِنْدِي فَحُودٌ وَ
 صَنِيعُكَ لَدَيَّ مَبْرُورٌ تَحْمَدُكَ نَفْسِي وَلِسَانِي
 وَعَقْلِي حَمْدًا يَبْلُغُ الْوَفَاءَ وَحَقِيقَةَ الشُّكْرِ حَمْدًا
 يَكُونُ مَبْلَغَ رِضَاكَ عَنِّي فَانْجِنِي مِنْ سُخْطِكَ يَا كَهْفِي
 حِينَ تُعَيِّنُ الْمَذَاهِبُ وَيَا مُقْبِلِي عَثْرَتِي فَلَوْ لَا
 سَتْرُكَ عَوْرَتِي لَكُنْتُ مِنَ الْمَفْضُوحِينَ وَيَا مُؤَيِّدِي
 بِالنَّصْرِ فَلَوْ لَا نَصْرُكَ إِيَّاي لَكُنْتُ مِنَ الْمَغْلُوبِينَ
 وَيَا مَنْ وَضَعْتَ لَهُ الْمُلُوكُ نَيْرَ الْمَذَلَّةِ عَلَى

أَعْنَاقَهَا فَهُمْ مِنْ سَطَوَاتِهِ خَائِفُونَ وَيَا أَهْلَ
 التَّقْوَى وَيَا مَنْ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى أَسْأَلُكَ أَنْ
 تَعْفُو عَنِّي وَتَغْفِرَ لِي فَلَسْتُ بِرِيئًا فَأَعْتَذِرُ وَلَا بِذِي
 قُوَّةٍ فَأَنْتَصِرُ وَلَا مَفَرَّ لِي فَأَفِرُّ وَأَسْتَقِيلُكَ عَثْرَاتِي
 وَأَتَنْصِلُ إِلَيْكَ مِنْ ذُنُوبِي الَّتِي قَدْ آوُ

ہی پایا۔ اور میں نے اپنے احوال میں سے ہر حال میں اور
 اپنے زمانہ (حیات) کے ہر لمحہ میں تیری نعمتوں کو اپنے
 لئے فراواں پایا۔ لہذا تو میرے نزدیک قابل تعریف، اور
 تیرا احسان لائق شکریہ ہے۔ میرا جسم (عملاً) میری زبان
 (قولاً)، اور میری عقل (اعتقاداً) تیری حمد و سپاس کرتی
 ہے۔ ایسی حمد جو حد کمال اور انتہائے شکر پر فائز ہو۔ ایسی
 حمد جو میرے لئے تیری خوشنودی کے برابر ہو۔ لہذا مجھے
 اپنی ناراضگی سے بچا۔ اے میرے پناہ گاہ جب کہ (متفرق)

راستے مجھے خستہ و پریشان کر دیں۔ اے میری لغزشوں کے
 معاف کرنے والے اگر تو میری پردہ پوشی نہ کرتا تو میں
 یقیناً رسوا ہونے والوں میں سے ہوتا۔ اے اپنی مدد سے
 مجھے تقویت دینے والے اگر تیری مدد شریکِ حال نہ ہوتی
 تو میں مغلوب و شکست خوردہ لوگوں میں سے ہوتا۔ اے وہ
 جس کی بارگاہ میں شاہوں نے ذلت و خواری کا جوا اپنی
 گردن میں ڈال لیا ہے اور وہ اس کے غلبہ و اقتدار سے خوف
 زدہ ہیں۔ اے وہ جو تقویٰ کا سزاوار ہے اے وہ کہ حسن و
 خوبی والے نام بس اُسی کے لئے ہیں۔ میں تجھ سے خواستگار
 ہوں کہ مجھ سے درگزر فرما اور مجھے بخش دے۔ کیونکہ میں
 بے گناہ نہیں ہوں کہ عذر خواہی کروں اور نہ طاقت ور ہوں
 کہ غلبہ پاسکوں اور نہ گریز کی کوئی جگہ ہے کہ بھاگ سکوں۔
 میں تجھ سے اپنی لغزشوں کی معافی چاہتا ہوں اور اُن

گناہوں سے جنہوں نے مجھے ہلاک کر دیا ہے اور مجھے اس طرح گھیر لیا ہے کہ مجھے تباہ کر دیا ہے، توبہ و معذرت کرتا ہوں، میں اے میرے پروردگار! ان گناہوں سے توبہ کرتے ہوئے تیری طرف بھاگ کھڑا

بَقْتُنِي وَأَحَاطَتْ بِي فَأَهْلَكْتَنِي مِنْهَا فَرَرْتُ إِلَيْكَ
رَبِّ تَائِبًا فَتُبْ عَلَيَّ مُتَعَوِّذًا فَأَعِزَّنِي مُسْتَجِيرًا فَلَا
تُخْذِلْنِي سَائِلًا فَلَا تَحْرِمْ مِنِّي مُعْتَصِبًا فَلَا تُسْلِمْنِي
دَاعِيًا فَلَا تَرُدَّنِي خَائِبًا دَعْوَتِكَ يَا رَبِّ مَسْكِينًا
مُسْتَكِينًا مُشْفِقًا خَائِفًا وَجَلًّا فَقِيرًا مُضْطَرًّا
إِلَيْكَ أَشْكُو إِلَيْكَ يَا إِلَهِي ضَعْفَ نَفْسِي عَنِ
الْمَسَارَعَةِ فِيمَا وَعَدْتَهُ أَوْلِيَاءَكَ وَالْمُجَانَبَةَ عَمَّا
حَذَرْتَهُ أَعْدَائِكَ وَكَثْرَةَ هُمُومِي وَوَسْوَسةَ نَفْسِي
إِلَهِي لَمْ تَفْضَحْنِي بِسِرِّي رَتِي وَلَمْ تُهْلِكْنِي بِجَرِيرَتِي

وَلَمْ تُهْلِكْنِي بِحَرِيرَتِي أَدْعُوكَ فَتُجِيبْنِي وَإِنْ كُنْتُ
 بَطِيئًا حِينَ تَدْعُونِي وَأَسْأَلُكَ كُلَّمَا شِئْتُ مِنْ
 حَوَائِجِي وَحَيْثُ مَا كُنْتُ وَضَعْتُ عِنْدَكَ سِرِّي
 فَلَا أَدْعُو سِوَاكَ وَلَا أَرْجُو غَيْرَكَ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ
 تَسْمَعُ مَنْ شَكَا إِلَيْكَ وَتَلْكَى مَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْكَ
 وَتُخْلِصُ مَنْ اعْتَصَمَ بِكَ وَتُفَرِّجُ عَمَّنْ لَا ذِيكَ
 إِلَهِي فَلَا

ہوں تو اب میری توبہ قبول فرما۔ تجھ سے پناہ چاہتا ہوں
 مجھے پناہ دے، تجھ سے امان مانگتا ہوں مجھے خوار نہ کر۔ تجھ
 سے سوال کرتا ہوں مجھے محروم نہ کر۔ تیرے دامن سے
 وابستہ ہوں مجھے میرے حال پر چھوڑ نہ دے، اور تجھ سے دعا
 مانگتا ہوں لہذا مجھے ناکام نہ پھیر۔ اے میرے پروردگار!
 میں نے ایسے حال میں کہ میں بالکل مسکین، عاجز، خوف زدہ،

ترساں، ہراساں، بے سرو سامان اور لاچار ہوں۔ تجھے پکارا ہے اے میرے معبود! میں اس اجر و ثواب کی جانب جس کا تو نے اپنے دوستوں سے وعدہ کیا ہے جلدی کرنے اور اس عذاب سے جس سے تو نے اپنے دشمنوں کو ڈرایا ہے دوری اختیار کرنے سے اپنی کمزوری اور ناتوانی کا گلہ کرتا ہوں۔ نیز افکار کی زیادتی اور نفس کی پریشان خیالی کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے میرے معبود! تو میری باطنی حالت کی وجہ سے مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور میرے گناہوں کے باعث مجھے تباہ و برباد نہ ہونے دینا۔ میں تجھے پکارتا ہوں تو تو مجھے جواب دیتا ہے؛ اور جب تو مجھے بلاتا ہے تو میں سستی کرتا ہوں۔ اور میں جو حاجت رکھتا ہوں تجھ سے طلب کرتا ہوں اور جہاں کہیں ہوتا ہوں، اپنے رازِ دلی تیرے سامنے آشکارا کرتا ہوں اور تیرے سوا کسی کو نہیں پکارتا اور نہ تیرے

علاوہ کسی سے آس رکھتا ہوں۔ حاضر ہوں! میں حاضر ہوں!!
 جو تجھ سے شکوہ کرے تو اس کا شکوہ سنتا ہے اور جو تجھ پر
 بھروسہ کرے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور جو تیرا
 دامن تھام لے اُسے (فکر و غم سے) رہائی دیتا ہے۔ اور جو
 تجھ سے پناہ چاہے اسے غم و اندوہ کو دور کر دیتا ہے۔ اے
 میرے معبود! میرے ناشکرے پن کی

تَحْرِمْنِي خَيْرَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى لِقَلَّةِ شُكْرِي
 وَاعْفِرْ لِي مَا تَعْلَمُ مِنْ ذُنُوبِي إِنْ تُعَذِّبْ فَإِنَّا
 الظَّالِمُ الْفَاسِقُ الْبُضِيعُ الْإِثْمُ الْبُقْصَرُ الْمُبْضِجُ
 الْمُغْفَلُ حَظَّ نَفْسِي وَإِنْ تَغْفِرْ فَأَنْتَ أَرْحَمُ
 الرَّاحِمِينَ۔

وجہ سے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی سے محروم نہ کر اور
 میرے وہ گناہ جو تیرے علم میں ہیں بخش دے۔ اور اگر

تو سزا دے تو اس لئے کہ میں ہی حد سے تجاوز کرنے والا،
ست قدم، زیاں کار، عاصی، تقصیر پیشہ، غفلت شعار اور
اپنے حظ و نصیب میں لاپرواہی کرنے والا ہوں۔ اور اگر تو
بخش دے تو اس لئے کہ تو سب سے رحم کرنے والوں سے
زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

یہ دعاء خداوند عالم کی نعمت کے اقرار اور اپنے گناہوں کے اعتراف کے سلسلہ میں ہے۔ اقرارِ نعمت کے معنی یہ ہیں کہ تمام نعمتوں کا سرچشمہ ذاتِ احدیت کو سمجھتے ہوئے ان پر شکر ادا کرے۔ اور اعترافِ گناہ کا مقصد یہ ہے کہ اپنے گناہوں پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے توبہ کرے۔ اس طرح نعمتوں کے اقرار سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور گناہوں کے اعتراف سے گناہ دھل جاتے ہیں۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لَا وَاللّٰهِ مَا ارَادَ اللّٰهُ مِنَ النَّاسِ الْاِخْلَاصَ اِنْ يَقْرَءُوْهُ بِالنِّعَمِ فَيَزِيْدُوْهُمْ وَبِالذَّنُوْبِ فَيُغْفِرُوْهَا لَهُمْ۔

خدا کی قسم! اللہ بندوں سے صرف دو خصلتوں کا طلب گار ہے۔ ایک یہ کہ اس کی نعمتوں کا اقرار کریں۔ تاکہ وہ ان

میں اضافہ کرے اور دوسرے یہ کہ اپنے گناہوں کا
 اعتراف کریں تاکہ وہ ان کے گناہوں کو معاف کر دے۔
 خداوند عالم کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار
 ناممکن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وان تعدوا نعمة
 الله لا تحصوها (اگر تم ان نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں
 سکتے) اس نے اپنی رحمت و ربوبیت کے پیش نظر ہر فرد کی
 ضرورت اور اسکی بقا کا سامان مہیا کر دیا ہے اور زندگی کی بقا
 کے لئے جن چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے اسی قدر
 انہیں فراوانی سے پیدا کیا ہے اور ان تک رسائی کے وسائل
 آسان کر دیئے ہیں تاکہ ہر شخص اپنی ضرورت و حاجت کے
 مطابق ان سے فائدہ حاصل کرے۔ چنانچہ ہر جاندار کی بقا
 کے لئے سب سے ضروری چیز ہوا ہے۔ اس لئے زمین کا
 کوئی قطعہ اور معمورہ عالم کا کوئی گوشہ اس سے خالی نہیں ہے

اور انسان دُنیا کے کسی حصہ میں ہو اُسے سانس لینے کے لئے
 ہوا کے تلاش کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہوا کے
 بعد پانی کی ضرورت سب سے زیادہ ہے اس لئے قدرت نے
 زمین کے نیچے پانی کا ایک وافر ذخیرہ جمع کر دیا ہے اور زمین
 کی سطح پر دریا اور چشمے رواں کر دیئے ہیں۔ اور پھر وقتاً فوقتاً
 بادلوں سے مینہ برسانے کا سامان کر دیا ہے تاکہ جہاں
 زمین کھود کر پانی نہ نکالا جاسکے وہاں دریاؤں اور چشموں سے
 اور جہاں دریا اور چشمے نہ ہوں وہاں بادلوں سے سیرابی کا
 سامان ہو سکے۔ پانی کے بعد پھر غذا کی ضرورت سب سے
 زیادہ ہے اس لئے اس نے زمین میں قوتِ نامیہ دوڑا کر
 روئیدگی کا انتظام کیا اور ہر مخلوق کی ضرورت و حاجت کے
 مطابق اس کے گرد نعمتیں پھیلادی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری
 ہے: **وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ**۔ ہم نے زمین میں

تمہاری زندگی و معیشت کا سامان مہیا کر دیا ہے۔“ اور پھر انہیں حاصل کرنے کے طریقے بتلا دیئے ہیں۔ ان نعمتوں کا تقاضا تو یہ تھا کہ منعّم کے احسانات و انعامات کو یاد رکھا جاتا اور ان نعمتوں کو معاصی میں صرف کر کے کفرانِ نعمت کا ارتکاب نہ کیا جاتا۔ مگر اکثر افراد ان نعمتوں کو فراموش کر دیتے ہیں اور بے کھٹکے اس کی معصیت کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان نعمتوں کی حق ادائیگی کی ایک ہی صورت تھی کہ اُس کے گناہوں سے بچ کر رہا جاتا۔ اور یوں تو اس کی کسی نعمت کا بھی حق ادا نہیں ہو سکتا اور اسی ادائے حق میں کوتاہی کا احساسِ خاصانِ خدا کو گناہوں سے محفوظ ہونے کے باوجود اس کی بارگاہ میں تقصیر و کوتاہی کے اقرار پر آمادہ کرتا ہے اور وہ اس کی بارگاہ میں گڑ گڑاتے اور تضرع و زاری کے ساتھ توبہ و استغفار میں مصروف رہتے ہیں اور

اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے عفو و
درگزر کی بھیک مانگتے ہیں اور اپنے اعمال پر نازاں ہونے
کے بجائے اعترافِ عجز و تقصیر ہی کو سرمایہٴ عبودیت سمجھتے
ہیں ۛ

در کوئے دوست شوکتِ شاہی نے خرمند
اقرارِ بندگی کن و دعوائی چا کری

دُعاؤہ فی الإلحاح تضرع والالحاح کے سلسلہ میں دعا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْإِلْحَاحِ
عَلَى اللَّهِ تَعَالَى

اللہ تعالیٰ سے طلب والالحاح کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دعاء:-
يَا اللَّهُ الَّذِي لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي
السَّمَاءِ وَكَيْفَ يَخْفَى عَلَيْكَ يَا إِلَهِي مَا أَنْتَ خَلَقْتَهُ
وَكَيفَ لَا تُحْصِي مَا أَنْتَ صَنَعْتَهُ أَوْ كَيْفَ يَغِيبُ
عَنْكَ مَا أَنْتَ تُدَبِّرُهُ أَوْ كَيْفَ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَهْرُبَ
مِنْكَ مَنْ لَا حَيَاتَ لَهُ إِلَّا بِرِزْقِكَ أَوْ كَيْفَ يَنْجُو
مِنْكَ مَنْ لَا مَذْهَبَ لَهُ فِي غَيْرِ مُلْكِكَ

اے وہ معبود! جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ چاہے
زمین میں ہو چاہے آسمان میں۔ اور اے میرے معبود وہ
چیزیں جنہیں تو نے پیدا کیا ہے وہ تجھ سے کیوں کر پوشیدہ

رہ سکتی ہیں، اور جن چیزوں کو تو نے بنایا ہے اس پر کس
 طرح تیرا علم محیط نہ ہو گا۔ اور جن چیزوں کی تو تدبیر و
 کار سازی کرتا ہے وہ تیری نظروں سے کس طرح او جھل رہ
 سکتی ہیں۔ اور جس کی زندگی تیرے رزق سے وابستہ ہو وہ تجھ
 سے کیوں کر راہ گریز اختیار کر سکتا ہے یا جسے تیرے ملک
 کے علاوہ کہیں راستہ نہ ملے وہ کس طرح تجھ سے آزاد ہو سکا
 ہے۔ پاک ہے تو

سُبْحَانَكَ اَخْشٰى خَلْقِكَ لَكَ اَعْلٰهُمْ بِكَ
 وَاخْضَعُهُمْ لَكَ اَعْمَلُهُمْ بِطَاعَتِكَ وَاَهْوَنُهُمْ
 عَلَيْكَ مَنْ اَنْتَ تَرْزُقُهُ وَهُوَ يَعْبُدُ غَيْرَكَ سُبْحَانَكَ
 لَا يَنْقُصُ سُلْطَانُكَ مَنْ اَشْرَكَ بِكَ وَكَذَّبَ
 رُسْلَكَ وَلَيْسَ يَسْتَطِيعُ مَنْ كَرِهَ قَضَاكَ اَنْ
 يَرُدَّ اَمْرَكَ وَلَا يَمْتَنِعُ مِنْكَ مَنْ كَذَّبَ بِقُدْرَتِكَ

وَلَا يَفُوتُكَ مَنْ عَبْدَ غَيْرِكَ وَلَا يُعَمِّرُ فِي الدُّنْيَا مَنْ
كَرِهَ لِقَائِكَ سُبْحَانَكَ مَا أَعْظَمَ شَأْنَكَ وَأَقْهَرَ
سُلْطَانَكَ وَأَشَدَّ قُوَّتَكَ وَأَنْفَذَ أَمْرَكَ سُبْحَانَكَ
قَضَيْتَ عَلَى جَمِيعِ خَلْقِكَ الْمَوْتَ مِنْ وَحْدِكَ وَمَنْ
كَفَرَ بِكَ وَكُلُّ ذَائِقِ الْمَوْتَ وَكُلُّ صَائِرٍ إِلَيْكَ
فَتَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا
شَرِيكَ لَكَ أَمَنْتُ بِكَ وَصَدَّقْتُ رُسْلَكَ وَقَبِلْتُ
كِتَابَكَ وَكَفَرْتُ بِكُلِّ مَعْبُودٍ غَيْرِكَ وَبَرِئْتُ مِنْ
عَبْدٍ سِوَاكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُصْبِحُ وَاُمْسِیْ مُسْتَقِلًّا
لِعَمَلِیْ مُعْتَرِفًا بِذَنْبِیْ مُقِرًّا بِخَطَايَاىِ اَنَا بِاسْمِ رَافِیْ عَلٰی
جو تجھے زیادہ جاننے والا ہے وہی سب مخلوقات سے زیادہ تجھ
سے ڈرنے والا ہے اور جو تیرے سامنے سرافگندہ ہے وہی
سب سے زیادہ تیرے فرمان پر کاربند ہے۔ اور تیری

نظروں میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار وہ ہے جسے تو روزی
 دیتا ہے اور وہ تیرے علاوہ دوسرے کی پرستش کرتا ہے
 پاک ہے تو۔ جو تیرا شریک ٹھہرائے اور تیرے رسولوں کو
 جھٹلائے وہ تیری سلطنت میں کمی نہیں کر سکتا۔ اور جو
 تیرے حکم قضا و قدر کو ناپسند کرے وہ تو تیرے فرمان کو
 پلٹا نہیں سکتا۔ اور جو تیری قدرت کا انکار کرے وہ تجھ سے
 اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا۔ اور جو تیرے علاوہ کسی اور کی عبادت
 کرے وہ تجھ سے بچ نہیں سکتا۔ اور جو تیری ملاقات کو ناگوار
 سمجھے وہ دنیا میں زندگی جاوید حاصل نہیں کر لیتا۔ پاک ہے
 تو۔ تیری شان کتنی عظیم، تیرا اقتدار کتنا غالب، تیری قوت
 کتنی مضبوط اور تیرا فرمان کتنا نافذ ہے۔ تو پاک و منزہ ہے
 تو نے تمام خلق کے لئے موت کا فیصلہ کیا ہے۔ کیا کوئی
 تجھے یکتا جانے اور کیا کوئی تیرا انکار کرے۔ سب ہی موت

کی تلخی چکھنے والے اور سب ہی تیری طرف پلٹنے والے ہیں۔
 تو بابر کت اور بلند و برتر ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر تو۔ تو
 ایک اکیلا ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ میں تجھ پر
 ایمان لایا ہوں، تیرے رسولوں کی تصدیق کی ہے۔ تیری
 کتاب کو مانا ہے۔ تیرے علاوہ ہر معبود کا انکار کیا ہے۔ اور
 جو تیرے علاوہ دوسروں کی پرستش کرے اس سے بیزاری
 اختیار کی ہے۔ بارِ الہا میں اس عالم میں صبح و شام کرتا ہوں
 کہ اپنے اعمال کو کم تصور کرتا، اپنے گناہوں کا اعتراف
 اور اپنی خطاؤں کا اقرار کرتا ہوں۔ میں اپنے نفس پر ظلم و
 زیادتی کے باعث ذلیل و خوار ہوں۔

نَفْسِي ذَلِيلٌ عَمِلْتُ أَهْلَكْنِي وَهَوَايَ أَرْدَانِي
 وَشَهَوَاتِي حَرَمْتَنِي فَأَسْأَلُكَ يَا مَوْلَايَ سُؤَالَ مَنْ
 نَفْسُهُ لَا هِيَئَةً لِطَوْلِ أَمَلِهِ وَبَدَنُهُ غَافِلٌ لِسُكُونِ

عُرُوقَهُ وَقَلْبُهُ مَفْتُونٌ بِكَثْرَةِ النِّعَمِ عَلَيْهِ وَفِكْرُهُ
قَلِيلٌ لِّهَا هُوَ صَائِرٌ إِلَيْهِ سُؤَالَ مَنْ قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ
الْأَمَلُ وَفَتْنَةُ الْهَوَىٰ وَاسْتَمَكَّتْ مِنْهُ الدُّنْيَا
وَإِظْلَامُ الْأَجَلِ سُؤَالَ مَنْ اسْتَكْثَرَ ذُنُوبَهُ وَاعْتَرَفَ
بِخَطِيئَتِهِ سُؤَالَ مَنْ لَا رَبَّ لَهُ غَيْرُكَ وَلَا وَلِيَّ لَهُ
دُونَكَ وَلَا مُنْقِذَ لَهُ مِنْكَ وَلَا مَلْجَأَ لَهُ مِنْكَ إِلَّا
إِلَيْكَ إِلَهِي أَسْأَلُكَ بِحَقِّكَ الْوَاجِبِ عَلَىٰ جَمِيعِ
خَلْقِكَ وَيَا سَمَكَ الْعَظِيمِ الَّذِي أَمَرْتَ رَسُولَكَ أَنْ
يُسَبِّحَكَ بِهِ وَيَجْلَالَ وَجْهَكَ الْكَرِيمِ الَّذِي لَا يَبْلَىٰ
وَلَا يَتَغَيَّرُ وَلَا يَحُولُ وَلَا يَفْنَىٰ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ
وَأَلِ مُحَمَّدٍ وَأَنْ تُغْنِيَنِي عَنْ كُلِّ شَيْءٍ بِعِبَادَتِكَ وَأَنْ
تُسَلِّيَ نَفْسِي عَنِ الدُّنْيَا بِمَخَافَتِكَ وَأَنْ تُشْنِيَنِي
بِالْكَثِيرِ مِنْ كَرَامَتِكَ بِرَحْمَتِكَ فَإِلَيْكَ

میرے کردار نے مجھے ہلاک اور ہوائے نفس نے تباہ کر دیا ہے اور خواہشات نے (نیکی و سعادت) سے بے بہرہ کر دیا ہے۔ اے میرے مالک! میں تجھ سے ایسے شخص کی طرح سوال کرتا ہوں، جس کا نفس طولانی اُمیدوں کے باعث غافل، جسم صحت و تن آسانی کی وجہ سے بے خبر، دل نعمت کی فراوانی کے سبب خواہشوں پر وارفتہ اور فکر انجام کار کی نسبت کم ہو۔ میرا سوال اس شخص کی مانند ہے جس پر آرزوؤں نے غلبہ پالیا ہو۔ جسے خواہشاتِ نفس نے ورغلا یا ہو۔ جس پر دنیا مسلط ہو چکی ہو اور جس کے سر پر موت نے سایہ ڈال دیا ہو۔ میرا سوال اس شخص کے سوال کے مانند ہے جو اپنے گناہوں کو زیادہ سمجھتا اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہو۔ میرا سوال اس شخص کا سا سوال ہے جس کا تیرے علاوہ کوئی پروردگار اور تیرے سوا کوئی ولی و

سرپرست نہ ہو اور جس کا تجھ سے کوئی بچانے والا اور نہ اس کے لئے تجھ سے سوا تیری طرف رجوع ہونے کے کوئی پناہ گاہ ہو۔ بارِ الہا! میں تیرے اس حق کے واسطے سے جو تیرے مخلوقات پر لازم و واجب ہے اور تیرے اس بزرگ نام کے واسطے سے جس کے ساتھ تو نے اپنے رسولؐ کو تسبیح کرنے کا حکم دیا اور تیری اس ذاتِ بزرگوار کی بزرگی و جلالت کے وسیلہ سے کہ جو نہ کہنہ ہوتی ہے نہ متغیر، نہ تبدیل ہوتی ہے نہ فنا تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے اپنی عبادت کے ذریعہ ہر چیز سے بے نیاز کر دے اور اپنے خوف کی وجہ سے دُنیا سے دل برداشتہ بنادے اور اپنی رحمت سے بخشش و کرامت کی فراوانی کے ساتھ مجھے واپس کر اس لئے کہ میں ہی تیری طرف گریزاں اور تجھ ہی سے ڈرتا

أَفِرُّ وَمَنْكَ أَخَافُ وَبِكَ أَسْتَعِيْثُ وَإِيَّاكَ أَرْجُو
وَلَكَ أَدْعُو وَإِلَيْكَ أَلْجَاؤُكَ أَتَقِيْ وَإِيَّاكَ أَسْتَعِيْنُ
وَبِكَ أُوْمِنُ وَعَلَيْكَ أَتَوَكَّلُ وَعَلَى جُودِكَ وَكَرَمِكَ
أَتَّكِلُ۔

ہوں اور تجھ ہی سے فریاد رسی چاہتا ہوں اور تجھ ہی سے اُمید
رکھتا ہوں اور تجھے ہی پکارتا ہوں اور تجھ ہی سے پناہ چاہتا
ہوں اور تجھ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد چاہتا
ہوں اور تجھ ہی پر ایمان لایا ہوں اور تجھ ہی پر توکل رکھتا
ہوں۔ اور تیرے ہی جود و کرم پر اعتماد کرتا ہوں۔

یہ دعاء اللہ تعالیٰ سے طلب و الحاح کے سلسلہ میں ہے۔ الحاح کے معنی طلب و سوال میں اصرار اور مسلسل و پیہم مانگنے کے ہیں۔ اگر یہ الحاح اللہ تعالیٰ سے ہو تو ممدوح اور قابل ستائش ہے؛ اور بندوں سے ہو تو نہایت مذموم ہے۔ اول تو سوال ہی بری چیز ہے چہ جائے کہ اس میں الحاح کا بھی پہلو ہو۔ یہ دنایت نفس اور پستی ضمیر کی علامت ہے۔ اس سے انسان کی عزت داغدار اور حمیت و غیرت پامال ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ سبحانہ اُسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتا ہے اور یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے بندے اپنے ایسوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ اور اُن کے سامنے گڑ گڑائیں۔ بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے مانگیں تو اُسی سے مانگیں اور الحاح و عاجزی کا ہاتھ پھیلائیں تو اُسی کے آگے ہاتھ پھیلائیں چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد

ہے:

ان الله كره الحاح الناس بعضهم على بعض في
المسئلة واحب ذلك لنفسه ان الله عز وجل
يحب ان يسأل ويطلب ما عنده۔

خداوند عالم آپس میں ایک دوسرے سے طلب و سوال میں
الحاح و اصرار کو ناپسند کرتا ہے اور اپنے لئے اُسے دوست
رکھتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر یہ چاہتا ہے کہ اس سے
سوال کیا جائے اور اس کے ہاں کی چیزوں کو طلب کیا
جائے۔“

بندہ جب اپنے معبود کے در پر دستک دیتا اُسے
پکارتا اور عجز و الحاح سے سوال کرتا ہے تو یہ اس کی دلیل
ہے کہ اس کا احساسِ عبودیت زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے
حسن ظن برقرار رکھے ہوئے ہے اور شیوۂ عبودیت یہی ہے

کہ وہ پیہم اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور اپنی حاجتیں اس کے سامنے پیش کرے۔ اور کسی حالت میں مایوس نہ ہو خواہ قبولیتِ دعا میں کتنی دیر ہو جائے۔ کیونکہ اُمید و رجاء کے جلو میں اس سے بار بار طلب کرنا خود ایک عبادت اور پسندیدہ عمل ہے۔ جس سے غفلت کرنا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت سے محروم ہونا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

رَحِمَ اللّٰهُ عَبْدًا طَلَبَ مِنْ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ حَاجَةً فَلَلَحَ فِي الدَّعَاءِ اسْتَجِيبَ لَهُ اَوْ لَمْ يَسْتَجِبْ۔

خدا اس بندے پر رحم کرے جو خدائے بزرگ و برتر سے کوئی حاجت طلب کرتا ہے تو بار بار دعا کرتا ہے چاہے اس کی دعا قبول ہو یا نہ ہو۔

دُعاء کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ اس کے پردہ میں

اللہ تعالیٰ سے لو لگی رہے۔ اور بعض چیزوں کو دُعاء سے وابستہ کرنے کی وجہ یہی ہے کہ انسان ان کے حصول کے لئے دُعاء والحا ح کرتا رہے اور گڑ گڑانے اور لپٹنے سے اس کے خزانہ پر تو کوئی اثر پڑتا نہیں کہ اُسے ناگوار گزرے اور نہ داد و دہش سے اس کے ہاں کمی ہوتی ہے کہ کسی کے بار بار مانگنے سے وہ رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہو۔ کیونکہ کمی بیشی کا سوال وہاں ہوتا ہے جہاں سرمایہ محدود ہو۔ اور جس کے مقدمات کی کوئی حد و نہایت ہی نہ ہو اس کے لئے کمی بیشی کے معنی ہی کیا۔ اور پھر یہ کہ کمی بیشی احتیاج کی علامت ہے اور وہ غنی مطلق ہے جس کے ہاں نہ عطا کرنے سے کمی اور نہ روک لینے سے اضافہ ہوتا ہے۔

دُعَاؤُهُ فِي التَّنَدُّلِ عِزُّو فِرَوْتَنِي كَ سِلْسِلَہ مِیْن دُعَا

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّنَدُّلِ
لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

اللہ تعالیٰ کے حضور تنذّل و عاجزی کے سلسلہ میں حضرت کی
دعا:-

رَبِّ اَفْحَمْتَنِي ذُنُوبِي وَانْقَطَعَتْ مَقَلَّتِي فَلَا حُجَّةَ لِي
فَاَنَا الْاَسِيرُ بِبِلِيَّتِي الْمُرْتَهَنُ بِعَمَلِي الْمُتَرَدِّدُ فِي
خَطِيئَتِي الْمُتَحَيِّرُ عَنْ قَصْدِي الْمُنْقَطِعُ بِي قَدْ
اَوْقَفْتُ نَفْسِي مَوْقِفَ الْاِذْلَاءِ الْمُنْذِبِينَ مَوْقِفَ
الْاَشْقِيَاءِ الْمُتَجَرِّينَ عَلَيْكَ الْمُسْتَخِفِّينَ بِوَعْدِكَ
سُبْحَانَكَ اَيُّ جُرَاةٍ اِجْتَرَأْتُ عَلَيْكَ وَاَيُّ تَغْرِيرٍ
غَرَرْتُ بِنَفْسِي مَوْلَايَ اَرْحَمُ كَبَوْتِي لِحَرٍّ وَجْهِي وَزَلَّةَ
قَدَمِي وَعُدُّ بِحِلْمِكَ عَلَيَّ جَهْلِي وَبِاِحْسَانِكَ عَلَيَّ

إِسَائِي فَأَنَا الْبُقْرُ بِذَنْبِي الْمُعْتَرِفُ بِخَطِيئَتِي
وَهَذِهِ يَدَيَّ وَنَاصِيَتِي

اے میرے پروردگار! میرے گناہوں نے مجھے (عذر
خواہی سے) چپ کر دیا ہے؛ میری گفتگو بھی دم توڑ چکی
ہے۔ تو اب میں کوئی عذر و حجت نہیں رکھتا۔ اس طرح میں
اپنے رنج و مصیبت میں گرفتار اپنے اعمال کے ہاتھوں میں
گروی، اپنے گناہوں میں حیران و پریشان، مقصد سے
سرگرداں اور منزل سے دور افتادہ ہوں۔ میں نے اپنے کو
ذلیل گنہگاروں کے موقف پر لا کھڑا کیا ہے۔ ان بد بختوں
کے موقف پر جو تیرے مقابلہ میں جرأت دکھانے والا اور
تیرے وعدہ کو سرسری سمجھنے والے ہیں۔ پاک ہے تیری
ذات۔ میں نے کس جرأت و دلیدی کے ساتھ تیرے مقابلہ
میں جرأت کی ہے، اور کس تباہی و بربادی کے ساتھ اپنی

ہلاکت کا سامان کیا ہے۔ اے میرے مالک! میرے منہ
 کے بل کرنے اور قدموں کے ٹھوکر کھانے پر رحم فرما
 اور اپنے حلم سے میری جہالت و نادانی کو اور اپنے احسان
 سے میری خطا و بد اعمالی کو بخش دے اس لئے کہ میں اپنے
 گناہوں کا مقرر اور اپنی خطاؤں کا معترف ہوں یہ میرا ہاتھ اور
 یہ میری پیشانی کے بال

اَسْتَكِينُ بِالْقَوْدِ مِنْ نَفْسِي اَرْحَمُ شَيْبَتِي وَنَفَادِ
 اَيَّامِي وَاقْتِرَابِ اَجَلِي وَضَعْفِي وَمَسْكَنَتِي وَقِلَّةِ
 حِيلَتِي مَوْلَايَ وَارْحَمْنِي اِذَا انْقَطَعَ مِنَ الدُّنْيَا
 اَثَرِي وَهَيَّ مِنْ الْمَخْلُوقِينَ ذِكْرِي وَكُنْتُ فِي
 الْمُنْسِيَّينَ كَمَنْ قَدْ نَسِيَ مَوْلَايَ وَارْحَمْنِي عِنْدَ
 تَغْيْرِ صُورَتِي وَحَالِي اِذَا بَلَى جَسْمِي وَتَفَرَّقَتْ
 اَعْضَائِي وَتَقَطَّعَتْ اَوْصَالِي يَا غَفْلَتِي عَمَّا يَرَادُنِي

مَوْلَايَ وَارْحَمْنِي فِي حَشْرِئِي وَنَشْرِئِي وَاجْعَلْ فِي
ذَلِكَ الْيَوْمِ مَعَ أَوْلِيَائِكَ مَوْقِفِي وَفِي أَحِبَّائِكَ
مَصْدَرِي وَفِي جَوَارِكَ مَسْكِنِي يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

(تیرے قبضہ قدرت میں) ہیں۔ میں نے عجز و سرافگندگی
کے ساتھ اپنے کو قصاص کے لئے پیش کر دیا ہے۔ بارِ الہا!
میرے بڑھاپے، زندگی کے دنوں کے بیت جانے، موت
کے سر پر منڈلانے اور میری ناتوانی، عاجزی اور بے چارگی
پر رحم فرما۔ اے میرے مالک۔ جب دنیا سے میرا نام و
نشان مٹ جائے اور لوگوں (کے دلوں) سے میری یاد محو ہو
جائے اور اُن لوگوں کی طرح جنہیں بھلا دیا جاتا ہے میں بھی
بھلا دیئے جانے والوں میں سے ہو جاؤں تو مجھ پر رحم
فرمانا۔ اے میرے مالک! میری صورت و حالت کے
بدل جانے کے وقت جب میرا جسم کہنہ، اعضاء درہم و برہم

اور جوڑو بند الگ الگ ہو جائیں تو مجھ پر ترس کھانا۔ ہائے
میری غفلت و بے خبری اس سے جواب میرے لئے چاہا جا
رہا ہے اے میرے مولا! حشر و نشر کے ہنگام مجھ پر رحم کرنا
اور اُس دن میرا قیام اپنے دوستوں کے ساتھ اور (موقفِ
حساب سے محلِ جزا کی طرف) میری واپسی اپنے دوستداروں
کے ہمراہ اور میری منزل اپنی ہمسائیگی میں قرار دینا۔ اے
تمام جہانوں کے پروردگار!

یہ دعاء اللہ تعالیٰ کے حضور تذلل و فروتنی کے سلسلہ میں ہے۔ تذلل کے معنی اظہارِ عجز و بیچارگی اور رانتہائے تضرع و خضوع کے ہیں۔ یہ تذلل و فروتنی عبادت و عبودیت کی اصل روح و حقیقت ہے اور عبادت کا اصل مقصد بھی یہی ہے کہ انسان میں کبر و نخوت اور غرور و خود پسندی کے بجائے عجز و فروتنی اور بندگی و نیاز مندی کی روح نشو و نما پائے۔ چنانچہ نماز میں قیام و قعود، رکوع و سجود سب اسی تذلل کے مظاہرے ہیں۔ اور حج کے موقع پر دو سیدھے سادے کپڑے لپیٹ کر کبھی طواف اور کبھی سر برہنہ چلچلاتی دھوپ میں سعی عجز و تذلل ہی کا مظاہرہ ہے۔ اور روزہ سے بھی یہی مقصد ہے کہ ایک محدود عرصہ تک خواہشات پر قابو اور ضبطِ نفس کے ذریعہ طغیانی و سرکشی کے جذبات کو دبایا جائے؛ اور زکوٰۃ سے بھی یہی مقصد

ہے کہ ایک طرف صرف مال کی صورت پیدا کر کے سرمایہ اندوزی سے روکا جائے کیونکہ مال و دولت کی فراوانی انسان کو فرعون صفت بنا دیا کرتی ہے اور دوسری طرف فقراء و مساکین کی معاشی حالت کو بلند کر کے ذہنیتوں کو ایک متوازن سطح پر لایا جائے تاکہ دولت کی وجہ سے پیدا ہونے والی نخوت اور دوسروں کے مقابلہ میں مالی لحاظ سے احساس برتری کا انسداد ہو جائے۔

اس تذلل کا تعلق کبھی دل سے ہوتا ہے کبھی اعضاء سے اور کبھی زبان سے۔ دل سے تذلل یہ ہے کہ بندہ اپنے دل و دماغ کو غرور و تمکنت کے جذبات سے خالی کر دے اور واقعاً اپنے کو حقیر و پست مرتبہ تصور کرے۔ اور اعضاء سے یہ ہے کہ سرِ نیاز خم کرے خاک پر رخسار رکھے زمین پر لیٹے پیٹھے اور اپنے کسی عمل سے تفوق و برتری کا

اظہار نہ ہونے دے؛ اور زبان سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے
 سامنے گڑ گڑائے، تضرع و زاری کرے، گناہوں کا اقرار
 اور توبہ و استغفار اور دُعاء و مناجات کرے۔ حضرتؑ کی یہ دعا
 تذلل کی اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور چونکہ اس دُعاء کا
 بنیادی موضوع تذلل و تواضع ہے اس لئے حضرتؑ نے عام
 افرادِ انسانی کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنے کو پیش کیا
 ہے۔ اور اُنہی چیزوں کو بیان کیا ہے جو عام افراد سے متعلق
 ہیں۔ چنانچہ اس دعا میں حضرتؑ کا یہ ارشاد کہ ”جب میرا جسم
 کہنہ، اعضاء درہم و برہم اور جوڑ بند الگ الگ ہو جائے“
 ایک عمومی حالت کا بیان ہے۔ جس میں مستثنیات ہو سکتے
 ہیں۔ چنانچہ آئمہ اہل بیتؑ کے معتلق وارد ہوا ہے کہ بعد
 مرگ ان کے اجساد مقدسہ کہنہ و بوسیدہ نہیں ہوتے جیسا کہ
 پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

انه يموت من مات منا وليس بميت ويبلى من
بلى منا وليس ببال۔

ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے
(جو بظاہر مر کر) بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ وہ حقیقت میں بوسیدہ
نہیں ہوتا۔“

دُعَاؤُهُ فِي اسْتِكْشَافِ الْهُومِ رَجُّ وَاَنْدَوِهِ كَيْدُ هُوْنِهِ لِيَدْعَا
وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي اسْتِكْشَافِ الْهُومِ۔
غَمِّ وَاَنْدَوِهِ سَيِّئَاتٍ حَاصِلَةٍ كَرْنِهِ لِيَدْعَا حَضْرَتِ كِي دَعَا:۔
يَا فَارِجَ الْهَمِّ وَكَاشِفَ الْغَمِّ يَا رَحْمَنَ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَافْرُجْ هَمِّي
وَكَشِفْ غَمِّي يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا صَمَدُ يَا مَنْ لَمْ يَلِدْ
وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدًا اَعْصِنِي
وَظَهِّرْنِي وَادْهَبْ بِبَلِيَّتِي (وَاقْرَأْ آيَةَ

اے رنج و اندوہ کے برطرف کرنے والے اور غم و الم کے دور کرنے والے۔ اے دُنیا و آخرت میں رحم کرنے والے اور دونوں جہانوں میں مہربانی فرمانے والے تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور میری بیچینی کو دور اور میرے غم کو برطرف کر دے۔ اے اکیلے اے یکتا! اے بے نیاز!

اے وہ جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ

اُس کا کوئی ہمسر ہے میری حفاظت فرما اور مجھے (گناہوں
 الْكُرْسِيِّ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَقُلْ
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ سُؤَالَ مَنْ اشْتَدَّتْ فَاقَتُهُ
 وَضَعِفَتْ قُوَّتُهُ وَكَثُرَتْ ذُنُوبُهُ سُؤَالَ مَنْ لَا يَجِدُ
 لِفَاقَتِهِ مُغِيثًا وَلَا لِضَعْفِهِ مُقَوِّيًا وَلَا لِذَنْبِهِ غَافِرًا
 غَيْرَكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ أَسْأَلُكَ عَمَلًا تُحِبُّ
 بِهِ مَنْ عَمِلَ بِهِ وَيَقِينًا تَنْفَعُ بِهِ مَنْ اسْتَيْقَنَ بِهِ

حَقَّ الْيَقِينِ فِي نَفَاذِ أَمْرِكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
وَالِ مُحَمَّدٍ وَاقْبِضْ عَلَى الصَّدَقِ نَفْسِي وَاقْطَعْ مِنْ
الدُّنْيَا حَاجَتِي وَاجْعَلْ فِيمَا عِنْدَكَ رَغْبَتِي شَوْقًا
إِلَى لِقَائِكَ وَهَبْ لِي صِدْقَ التَّوَكُّلِ عَلَيْكَ أَسْأَلُكَ
مِنْ خَيْرِ كِتَابٍ قَدْ خَلَا وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كِتَابٍ
قَدْ خَلَا أَسْأَلُكَ خَوْفَ الْعَابِدِينَ لَكَ وَعِبَادَةَ
الْخَاشِعِينَ لَكَ وَيَقِينِ الْمُتَوَكِّلِينَ عَلَيْكَ وَتَوَكَّلَ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْكَ اللَّهُمَّ

سے) پاک رکھ اور میرے رنج و الم کو دور کر دے (اس مقام
پر آیت الکرسی؛ قل اعوذ برب الناس؛ قل اعوذ
برب الفلق او رقل هو الله احد، پڑھو اور یہ کہو) بار
الہا! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اُس شخص کا سوال جس
کی احتیاج شدید، قوت و توانائی ضعیف اور گناہ فراواں ہوں

اس شخص کا سوال جسے اپنی حاجت کے موقع پر کوئی فریاد
 رس، جسے اپنی کمزوری کے عالم میں کوئی پشت پناہ اور جسے
 تیرے علاوہ اے جلالت و بزرگی والے! - کوئی گناہ کا بخشنے
 والا دستیاب نہ ہو۔ بارِ الہا! میں تجھ سے اس عمل (کی
 توفیق) کا سوال کرتا ہوں کہ جو اس پر عمل پیرا ہو تو اُسے
 دوست رکھے اور ایسے یقین کا کہ جو اس کے ذریعہ تیرے
 فرمانِ قضاء پر پوری طرح متیقن ہو تو اس کے باعث تو
 اسے فائدہ و منفعت پہنچائے۔ اے اللہ! محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
 رحمت نازل فرما اور مجھے حق و صداقت پر موت دے اور
 دُنیا سے میری حاجت و ضرورت کا سلسلہ ختم کر دے اور اپنی
 ملاقات کے جذبہ اشتیاق کی بنا پر اپنے ہاں کی چیزوں کی
 طرف میری خواہش و رغبت قرار دے اور مجھے اپنی ذات پر
 صحیح اعتماد و توکل کی توفیق عطا فرما۔ میں تجھ سے سابقہ

نوشۂ تقدیر کی بھلائی کا طالب ہوں اور سابقہ سرِ نوشتِ تقدیر کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیرے عبادت گزار بندوں کے خوف، عجز و فروتنی کرنے والوں کی عبادت، توکل کرنے والوں کے لئے یقین اور ایمان داروں کے اعتماد و توکل کا تجھ سے خواستگار ہوں۔ بارِ

اجْعَلْ رَغْبَتِي فِي مَسْأَلَتِي مِثْلَ رَغْبَةِ أَوْلِيَائِكَ فِي مَسْأَلِهِمْ وَرَهْبَتِي مِثْلَ رَهْبَةِ أَوْلِيَائِكَ وَاسْتَعِظْنِي فِي مَرْضَاتِكَ عَمَلًا لَا أَتْرُكُ مَعَهُ شَيْئًا مِنْ دِينِكَ فَخَافَةَ أَحَدٍ مِنْ خَلْقِكَ اللَّهُمَّ هَذِهِ حَاجَتِي فَأَعْظُمُ فِيهَا رَغْبَتِي وَأَظْهَرُ فِيهَا عُذْرِي وَلَقِّنِي فِيهَا حُجَّتِي وَعَافِ فِيهَا جَسَدِي اللَّهُمَّ مَنْ أَصْبَحَ لَهُ ثِقَةٌ أَوْ رَجَاءٌ غَيْرُكَ فَقَدْ أَصْبَحْتُ وَأَنْتَ ثِقَتِي وَرَجَائِي فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا فَاقْضِ لِي بِخَيْرِهَا

عَاقِبَةً وَنَجِّنِي مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ
الرَّاحِمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ
الْمُصْطَفَى وَعَلَى آلِهِ الطَّاهِرِينَ۔

الہا! طلب و سوال میں میری خواہش و رغبت کو ایسا ہی
قرار دے جیسی طلب و سوال میں تیرے دوستوں کی تمناؤں
خواہش ہوتی ہے اور میرے خوف کو بھی اپنے دوستوں
کے خوف کے مانند قرار دے اور مجھے اپنی رضا و خوشنودی
میں اس طرح برسرِ عمل رکھ کہ میں تیرے مخلوقات میں
سے کسی ایک کے خوف سے تیرے دین کی کسی بات کو
ترک نہ کروں۔ اے اللہ! یہ میری حاجت ہے اور اس میں
میری توجہ و رغبت کو عظیم کر دے۔ میرے عذر کو آشکارا
کر اور اس کے بارے میں مجھے دلیل و حجت کی تعلیم کر اور
اس میں میرے جسم کو صحت و سلامتی بخش۔ اے اللہ! جسے

بھی تیرے سوا دوسرے پر بھروسہ کیا اُمید ہو تو میں اس عالم میں صبح کرتا ہوں کہ تمام امور میں تو ہی اعتماد و اُمید کا مرکز ہوتا ہے۔ لہذا جو امور بلحاظ انجام بہتر ہوں وہ میرے لئے نافذ فرما اور مجھے اپنی رحمت کے وسیلہ سے گمراہ کرنے والے فتنوں سے چھٹکارا دے۔ اے تمام رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ اور اللہ رحمت نازل کرے ہمارے سید و سردار فرستادہ خدا محمد مصطفیٰ پر اور اُن کی پاک و پاکیزہ آل پر۔

یہ دُعا ہم و غم اور رنج و کرب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے ہے۔ دنیا میں ہر حساس آدمی کے لئے ایسے اسباب پیدا ہوتے رہتے ہیں جو دل و دماغ کو پراگندہ اور خیالات کو پاشان و پریشان کئے رہتے ہیں اور کسی طرح

انسان ان ہجوم و افکار سے بچ کر نہیں رہ سکتا اور اسے زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر حوادث سے دوچار ہونا ہی پڑتا ہے۔ اور اگر ان حوادث و آلام کا زمانہ طولانی ہو جائے تو پھر اس طرح یاس و قنوطیت اس پر چھا جاتی ہے کہ اس کے حواس کو معطل کر کے اُسے تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیتی ہے اور نتیجہً نہ کسی کام میں اس کا جی لگتا ہے اور نہ دل جمعی سے کسی کام کو سرانجام دے سکتا ہے۔ ہر وقت دل اُچاٹ، طبیعت پریشان اور حواس پراگندہ سے رہتے ہیں۔ نہ کسبِ معاش میں جی لگتا ہے اور نہ عبادت و اطاعت پر دل آمادہ ہوتا ہے۔ اس لئے غم و اندوہ کی خلش اور فکر و اندیشہ کی کھٹک کا ازالہ ضروری، اور اس کا تدارک لازمی ہے تا کہ انسان الجھنوں سے چھٹکارا پا کر دنیا و عقبی کا اہتمام و انصرام کر سکے۔ ہم اور غم میں فرق یہ ہے کہ جو فکر

واندیشہ مصیبت کے نازل ہونے سے پہلے ہو وہ ہم ہے اور
 جو مصیبت کے نازل ہونے کے بعد ہو وہ غم ہے۔ اور
 بعض کے نزدیک جس اندوہ و قلق کا چارہ ہو سکتا ہے وہ ہم
 ہے۔ جیسے فقر و افلاس، تنگی و عسرت، اور جس کے تدارک
 پر انسان قادر نہ ہو وہ غم ہے۔ جیسے کسی عزیز کی موت۔ اس
 کا علاج یہ ہے کہ جو امور قابل تدارک ہیں اللہ پر بھروسہ
 رکھتے ہوئے ان کا تدارک کرے۔ اس طرح کہ فقر و
 احتیاج کو دور کرنے کے لئے جو ذریعہ وہ اختیار کر سکتا ہے
 اُسے اختیار کرے اور اگر اس میں کامیابی حاصل نہ کر سکے تو
 صبر و شکر کا سرشتہ ہاتھ سے نہ دے۔ اور یہ خیال کرے کہ
 فکر و اندیشہ سے حالت بدل نہیں سکتی۔ لہذا جس حالت میں
 ہو حالات کے سازگار ہونے کی توقع رکھے۔ اور اگر اس رنج
 و اندوہ کا علاج اس کے ہاتھ میں نہیں ہے تو اس پر غم کرنا

بھی بے نتیجہ ہو گا۔ مثلاً کسی عزیز کے مرنے کا صدمہ ہے تو
 یہ سوچے کہ مرنے والے نے ایک نہ ایک دن بہر حال جدا
 ہونا تھا؛ اور اگر وہ جدا نہ ہوتا تو یہ مر کر اس سے جدا ہوتا۔
 تو جس سے جدا ہونا طے ہو اس کی جدائی پر اتنا صدمہ کیوں؟
 کہ صبر و شکیب کے اجر کو کھو دیا جائے اور صبر و تحمل کے
 ثواب سے محروم رہا جائے جو اس سلب ہونے والی نعمت
 سے کہیں گراں قدر گراں قیمت ہے۔ اس طرح نفس میں
 قوت اور دل میں ایک اطمینانی کیفیت پیدا ہوگی جو اس کے
 لئے تسلی و تسکیم کا سامان فراہم کرے گی۔ اور اس کے ساتھ
 اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا بھی رہے کہ وہ غموں کے
 بادلوں کو چھانٹے اور رنج و اندوہ کی اندھیاریوں کو برطرف
 کرے اور غم دنیا کو بھلا کر غم آخرت کی یاد تازہ رکھنے کی
 توفیق دے۔ چنانچہ یہ دعا ہمیں ہی تعلیم دیتی ہے، کہ انسان

دُنیا کے افکار و ہموم سے بچنے کی تو کوشش کرے اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کرے مگر اپنے دل کو فکرِ آخرت سے غافل اور اندیشہ فردا سے خالی نہ ہونے دے۔ اور یہی فکر و اندیشہ وہ ہے جو حیاتِ دینی کا تقاضا اور عبودیت کا لازمہ ہے اور اسکے ہوتے ہوئے دنیا کے افکار و ہموم خود ہی چھٹ جاتے ہیں اور دل جمعی و یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

من اصبَح وامسِی والدنِّیا اکبرہمہ جعل اللہ الفقر بین عینیہ وشتت امرہ ولم ینل من الدنِّیا الا ما قسم له ومن اصبَح و امسِی والاخرۃ اکبرہمہ جعل اللہ الغنی فی قلبہ وجمع له امرہ۔

جو شخص اپنی زندگی کے صبح و شام اس طرح بسر کرے کہ

اسے سب سے بڑی فکر دنیا ہی کی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے فقر و
 فاقہ ہی دکھاتا ہے اور اس کے معاملات کو پراگندہ کر دیتا
 ہے اور دنیا سے اُسے وہی حاصل ہوتا ہے جو اس کے مقسوم
 میں ہوتا ہے۔ اور جو زندگی کے صبح و شام اس طرح گزارتا
 ہے کہ اُسے سب سے بڑی فکر عقبی کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ
 اس کے دل میں غنا و بے نیازی بھر دیتا ہے اور اس کے
 امور کو منظم فرما دیتا ہے۔

هَمَّا الْحَقَّ بِبَعْضِ نُسخِ الصَّحِيفَةِ وَكَانَ
 مِنْ تَسْبِيحِهِ أَغْنَى زَيْنَ الْعَابِدِينَ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ

وہ دعائیں جو صحیفہ کاملہ کے بعض نسخوں
 میں درج کی گئی ہیں۔

منجملہ حضرت کی ایک دُعاء یہ ہے
 جو تسبیح و تقدیس کے سلسلہ میں ہے۔

تسبیح و تقدیس

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَحَنَانِيكَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ
 وَتَعَالَيْتِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَالْعِزُّ أَرُكَ سُبْحَانَكَ

اللَّهُمَّ وَالْعَظَمَةُ رِذَاكَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ
 وَالْكِبْرِيَاءُ سُلْطَانُكَ سُبْحَانَكَ مِنْ عَظِيمٍ مَا
 أَعْظَمَكَ سُبْحَانَكَ سُبْحَتَ فِي الْمَلَاءِ الْأَعْلَى تَسْمَعُ
 وَتَرَى مَا تَحْتَ الثَّرَى سُبْحَانَكَ أَنْتَ شَاهِدُ كُلِّ
 نَجْوَى سُبْحَانَكَ مَوْضِعُ كُلِّ شَكْوَى سُبْحَانَكَ حَاضِرُ
 كُلِّ مَلَأٍ سُبْحَانَكَ عَظِيمَ الرَّجَاءِ سُبْحَانَكَ تَرَى
 مَا فِي قَعْرِ الْمَاءِ سُبْحَانَكَ تَسْمَعُ أَنْفَاسَ الْحَيَاتَانِ فِي
 قُغُورِ الْبَحَارِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ السَّمُوتِ
 سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ

اے میرے معبود! میں تیری تسبیح کرتا ہوں تو مجھ پر کرم
 بالائے کرم فرما۔ بارِ الہا! میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور تو
 بلند و برتر ہے۔ خدایا! میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور عزت
 تیرا ہی جامہ ہے۔ بارِ الہا! میں تیری تسبیح کرتا ہوں اور

عظمت تیری ہی ردا ہے۔ اے پروردگار! میں تیری تسبیح
 کرتا ہوں اور کبریائی تیری دلیل و حجت ہے۔ پاک ہے تو
 اے عظیم و برتر تو کتنا عظمت والا ہے۔ پاک ہے تو اے وہ
 کہ ملاء اعلیٰ کے رہنے والوں میں تیری تسبیح کی گئی ہے۔ جو
 کچھ تہِ خاک ہے تو اُسے سنتا اور دیکھتا ہے۔ پاک ہے تیری
 ذات تو ہر رازدارانہ گفتگو پر مطلع ہے۔ پاک ہے تو اے وہ جو
 ہر رنج و شکوہ کے پیش کرنے کی جگہ ہے۔ پاک ہے تو اے
 وہ جو ہر اجتماع میں موجود ہے۔ پاک ہے تو اے وہ جس
 سے بڑی بڑی امیدیں باندھی جاتی ہیں۔ پاک ہے تو جو کچھ
 پانی کی گہرائی میں ہے اُسے تو دیکھتا ہے۔ پاک ہے تیری
 ذات تو سمندروں کی گہرائیوں میں مچھلیوں کے سانس لینے کی
 آواز سنتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات کہ تو آسمانوں کا وزن
 جانتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو زمین کے وزن سے باخبر

ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو سورج اور چاند کے وزن سے
 الْأَرْضَيْنِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ
 سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الظُّلُمَةِ وَالنُّورِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ
 وَزْنَ الْفَيْءِ وَالْهَوَاءِ سُبْحَانَكَ تَعْلَمُ وَزْنَ الرِّيحِ كَمْ
 هِيَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ سُبْحَانَكَ قُدُّوسٌ قُدُّوسٌ
 قُدُّوسٌ سُبْحَانَكَ عَجَبًا مَنْ عَرَفَكَ كَيْفَ لَا يَخَافُكَ
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

واقف ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو تاریکی اور روشنی کے
 وزن سے آگاہ ہے پاک ہے تیری ذات تو سایہ اور ہوا کا وزن
 جانتا ہے۔ پاک ہے تیری ذات تو ہوا کے (ہر جھونکے کے)
 وزن سے آگاہ ہے کہ وہ وزن میں کتنے ذروں کے برابر ہے۔
 پاک ہے تیری ذات تو (تصور و خیال و وہم میں آنے سے)
 پاک، منزہ اور بری ہے میں تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تعجب

ہے کہ جس نے تجھے پہچانا وہ کیونکر تجھ سے خوف نہیں
کھاتا۔ اے اللہ! میں حمد و ثنا کے ساتھ تیری پاکیزگی بیان
کرتا ہوں۔ پاک ہے وہ پروردگار جو علو و عظمت والا ہے۔

یہ دُعاء اللہ تعالیٰ کی تحمید و تسبیح کے سلسلہ میں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت، علو و اجلال اور تنزیہ و تقدیس کے پہلو بہ پہلو اُس کے علم کی وسعت کا ایسے سیدھے سادے اور دل نشین انداز سے تذکرہ کیا ہے کہ دل و دماغ پر اس کی علمی وسعت و ہمہ گیری کا نقش ثبت ہو جاتا ہے اور اس علمی وسعت کو ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے ان چیزوں کو بیان فرمایا ہے جو عام علم و مشاہدہ اور حس و ادراک کے دائرہ سے باہر ہیں۔ جیسے نور، ظلمت، سایہ اور ہوا کا وزن، سمندر کی گہرائیوں میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز، زمین کے اندر کی مخفی کائنات اور پانی کی تہ در تہ چادروں کے نیچے چھپے ہوئے عجائبات۔ مقصد یہ ہے کہ جب وہ زمین کی اندرونی تہوں اور سمندر کے اندر کی چیزوں کو دیکھتا، مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سنتا اور نور و سایہ لطف

اجسام کے وزن و مقدار کو جانتا ہے تو پھر ان سے زیادہ حواس و مشاعر سے مخفی رہنے والی چیزیں کیا ہوں گی جن کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ اُن کی نگاہ سے او جھل رہ سکتی ہیں، ظاہر ہے کہ جو زمین کے اندر اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں سے واقف ہے وہ اُس کی سطح سے بھی ضرور آگاہ ہو گا۔ اور جو سمندر کی تہہ میں مچھلیوں کے سانس لینے کی آواز سنتا ہے وہ گھونسلوں میں پرندوں کے پیچھے، کھوؤں میں حیوانوں کی آوازیں اور زمین پر انسان کی صدائیں بھی سنتا ہو گا؛ اور جو اندھیرے اور اُجالے اور سایہ و ہوا کا وزن جانتا ہے وہ دوسری چیزوں کے وزن و مقدار سے بھی پوری طرح باخبر ہو گا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

ان الله لا يخفى عليه شيء في الارض ولا في السماء۔

زمین و آسمان کی کوئی چیز (وہ زمین و آسمان کے اندر ہو یا اُن کا جز ہو) اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔“

حضرتؑ کی دُعا اس حصہ پر جو علم الہی سے متعلق ہے نظر کرنے کے بعد کم از کم اتنا تو اعتراف کرنا ہی پڑے گا کہ انسان نے تحقیق و جستجو کے بعد جن راز ہائے سر بستہ کا سراغ لگایا ہے صدیوں پہلے ان رموز و اسرار کی نقاب کشائی کی اسے دعوت دی جا چکی تھی۔ اور یہ اس کی تساہل پسندی کا قصور ہے کہ وہ اتنے عرصہ تک تحقیق و تجسس کے میدان میں گامزن نہ ہو، اور اس دعوتِ فکر و عمل کے باوجود صدہا برس چپ سادھے رہا۔ اور علی الخصوص وہ افراد زیادہ مورد الزام ہیں جن کے پاس یہ سرمایہ علمی موجود تھا اور وہ اس سے بے خبر رہے اور عملاً کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ ورنہ جو حقائق آج سامنے آرہے ہیں وہ صدیوں پہلے بے نقاب ہو چکے

ہوتے۔ چنانچہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام نے تیرہ سو برس
 پیشتر زمین و آسمان، شمس و قمر، نور و ظلمت اور سایہ و ہوا
 کے وزن اور زمین کی اندرونی تہوں، سمندروں کی گہرائیوں
 اور وہاں کی آباد کائنات کا ذکر کر کے خلائے بسیط اور کرات
 ارضی و سماوی میں فکر و تجسس کی راہ کھول دی تھی تاکہ
 انسان زمین کے ورق اُلٹے، سمندروں کی موجوں سے کھیلے
 اور فطرت کی بوقلمونیوں سے دامنِ نظر بھرے اور روشنی و
 ہوا اور اجرامِ فلکیہ کا وزن معلوم کرنے کے لئے فضا کو تسخیر
 کرے۔ ذروں کو چیرے اور ان میں ایک جہان نو کا تماشا
 دیکھے اور قدرت کی قلمرو مملکت کی وسعت و پہنائی کا اندازہ
 لگائے کہ یہ عالمی فضا کتنی بڑی کائنات کو اپنی آغوش میں لئے
 ہوئے ہے کہ ہر ذرہ اپنے مقام پر ایک دُنیا ہے جس میں
 آفتاب و ماہتاب، ستارے، سیارے ہمارے اس نظامِ شمسی

کی طرح گھوم پھر رہے ہیں۔

دل ہر ذرہ کہ بشگافی آفتابیش درمیاں بینی

حضرتؑ نے پہلے زمین کے اندرونی حصہ کا ذکر کیا ہے۔ زمین کا اندرونی حصہ بھی اس کے بالائی حصہ کی طرح مختلف اور متنوع چیزوں سے آراستہ ہے اور ماہرین طبقات الارض نے سطح ارض سے ہزاروں فٹ کی گہرائیوں اور پراسرار غاروں میں اتر کر زمین کی تہوں پر قدرت کے کندہ کئے ہوئے نقوش پڑھے تو انہیں زمین کے بالائی خطوط سے کم متنوع اور کم دلفریب نہیں پایا۔ چنانچہ جس طرح اس کی بالائی سطحوں پر کہیں ریگزار ہیں اور کہیں سر بلند پہاڑ، کہیں دریا ہیں اور کہیں سبزہ زار، کسی حصہ پر چلچلاتی گرمی پڑ رہی ہے اور کسی حصہ پر کڑکڑاتی سردی۔ کہیں مینہ کے جھالے برس رہے ہیں اور کہیں لو کے جھونکے مچل رہے ہیں۔ اسی

طرح اس کی اندرونی تہوں میں بھی کہیں بہتے ہوئے دریا
 ہیں اور کہیں رستے ہوئے چشمتے۔ کہیں سونے اور چاندی کے
 ذرات بکھرے ہوئے ہیں اور کہیں ہیرا و زمرہ ایسے
 معدنیات نشوونما پارہے ہیں۔ کہیں کھرہے اور کہیں خوش
 نمادھنک۔ کہیں سردی ہے اور کہیں گرمی۔ کہیں دریائے
 سارگیز اور ہڈیارک بہہ رہے ہیں اور کہیں آتشیں جھیلیں اور
 دوسرے سیال عناصر رواں دواں ہیں۔ ان سیال عناصر میں
 زمین کا وہ آتشیں مادہ بھی ہے کہ جو اس کے رگ وریشہ میں
 تیزی سے دوڑتا ہے تو زمین زلزلوں کی لپیٹ میں آجاتی
 ہے اور کبھی یہ کھولتا ہوا مادہ زمین کو چیرتا اور چٹانوں کو
 توڑتا ہوالاوا کی صورت میں ابل پڑتا ہے۔ اس سے زمین کی
 اندرونی حرارت و تپش کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس
 کے اوپر کی تہیں سرد ہیں مگر جوں جوں اس کے اندر

اُتر جائے اس کی حرارت بڑھتی جاتی ہے اور ۷۲۰۰ فٹ کی گہرائی میں پانی کھولنے لگتا ہے۔ بلکہ اتنی گہرائی میں پہنچ کر بھاپ کے زور سے زمین کی سطح کو چیر دیتا ہے اور گرم چشمہ کی صورت میں ابلنے لگتا ہے۔ اور جنوبی افریقہ میں بعض کانیں ۷۶۴۰ فٹ تک گہری کھودی جا چکی ہیں۔ جہاں گرمی کا یہ عالم ہے کہ اس سے بچاؤ کے خصوصی انتظامات کے بغیر وہاں ٹھہرا نہیں جاسکتا۔ اور اس کے مرکز میں تو پگھلے ہوئے لوہے کی بھٹی شعلہ فگن ہے جس کی درجہ حرارت تقریباً سطح آفتاب کے درجہ حرارت کے برابر ہے۔ پھر

سمندر اور اُس کے اندر کی دُنیا کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سمندر کی تہہ میں بھیانک خاموشی کا نظریہ نہ رکھتے تھے اور نہ ان توہمات میں مبتلا تھے جو اس دور میں عوام کے ذہنوں پر چھائے ہوئے تھے اور عقائد کی

صورت میں طبائع انسانی پر مسلط تھے۔ بلکہ وہاں کے متعلق ایک جیتی جاگتی پرولق و آباد دُنیا کا تصور رکھتے تھے۔ چنانچہ اب وہاں کی تھوڑی بہت دنیا مشاہدہ میں آچکی ہے اور تقریباً آٹھ میل تک اس کی گہرائیوں میں اُتر اور وہاں کے عجائب و نوارد کو دیکھا جا چکا ہے۔ بلکہ وہاں کی مختلف چیزوں اور جانوروں کو حاصل بھی کیا جا چکا ہے۔ اور متعدد حیوانوں اور قسم قسم کی مچھلیوں کی آوازیں کہ جن کی وجہ سے سمندر کی تہ میں سکوت و خامشی کے بجائے ہر وقت شور و ہنگامہ برپا رہتا ہے ریکارڈ کی جا چکی ہیں۔ پھر پانی کے اندر مچھلیوں کے سانس لینے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بھی اس زمانہ کے لحاظ سے حیرت انگیز چیز ہے کہ پانی کی گہرائیوں میں کیوں کر سانس لی جاسکتی ہے۔ جب کہ اس میں ہوا کا گزر ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر عصری تحقیقات نے بتایا ہے کہ پانی کے اندر حل شدہ

ہوا موجود ہوتی ہے اور مچھلیوں کے آلاتِ تنفس اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ پانی کے اندر صرف اسی حل شدہ ہوا میں عملِ تنفس جاری رکھ سکتی ہیں اور پانی سے باہر نکل آئیں تو سانس نہیں لے سکتیں۔ اس کے برعکس انسان صرف پانی سے باہر رہ کر ہی سانس لے سکتا ہے اور پانی کے اندر اس کی سانس بند ہو جاتی ہے۔ اسی لئے سمندر کی گہرائیوں میں اُترنے والوں کو آلات کے ذریعہ باہر سے آکسیجن بہم پہنچائی جاتی ہے۔ مچھلیاں کیونکہ ہمیشہ پانی میں رہتی ہیں اس لئے قدرت نے ان کے سانس لینے کا انتظام بھی پانی کے اندر کر دیا ہے۔ اس طرح کہ جب پانی اُن کے منہ میں جاتا ہے تو گلپھڑوں کے اندر پھیلے ہوئے ریشے آکسیجن کو جذب کر لیتے ہیں اور پانی گلپھڑوں کے راستے باہر نکل جاتا ہے۔ اور جن مچھلیوں کے گلپھڑے نہیں ہوتے انہیں

سانس لینے کے لئے سمندر کی سطح پر اُبھرنا پڑتا ہے۔ یہ در
 حقیقت مچھلیاں ہوتی ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ مچھلی وہی ہے جو
 پانی کے اندر رہ کر سانس لے۔ چنانچہ وہیل مچھلی اگرچہ
 مچھلی کہلاتی ہے مگر وہ مچھلی نہیں ہے اور نہ اس میں مچھلی
 کے خواص پائے جاتے ہیں۔ وہ انڈوں کے بجائے بچے
 دیتی، بچوں کو دودھ پلاتی اور سانس لینے کے لئے سطح سمندر پر
 اُبھرتی ہے۔ پھر مختلف چیزوں کے وزن کا ذکر فرمایا ہے۔
 وزن سے مراد وہ قوت ہے، جو کشش ثقل کی وجہ سے کسی چیز
 میں پیدا ہوتی ہے اور مرکز سے قرب و بعد کے لحاظ سے کم و
 بیش ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ پہلے آسمان وزمین کے وزن کا
 ذکر کیا ہے۔ آسمان کیا ہے؟؟ ہے بھی یا نہیں؟ یہ اپنے
 مقام پر طے ہوتا رہے گا۔ ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ ہماری
 نگاہ ”حد نظر“ سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ لہذا حد نظر سے

آگے کے لئے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کچھ نہیں ہے۔ رہی زمین تو وہ ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے جس کے متعلق سائنس داں یہ کہتے ہیں کہ وہ اب سے دو ارب سال پہلے سورج کی کوکھ سے پیدا ہوئی اور مختلف ادوار و حالات سے گزرنے کے بعد اس قابل ہوئی کہ اس پر کوئی ذی روح رہ سکے۔ اس کے وزن کا اندازہ ۵۹۷۶۰ سنکھ میٹرک ٹن ہے جو تقریباً ۱۵۹۷۵۰۰ سنکھ من کے مساوی ہوتے ہیں۔ مگر اس میں ۵۰ سنکھ ٹن کی کمی بیشی کا احتمال پیدا کر دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ابھی زمین کا صحیح صحیح وزن معلوم نہیں ہو سکا۔ اور پیمائش کے لحاظ سے اس کا قطر ۷۹۱۸ میل اور محیط ۲۴۸۹۹ میل ہے اور اس حجم کے ساتھ ۶۶۶۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سورج کے گرد سرگرم سیر ہے۔ پھر چاند اور سورج کے وزن کا ذکر فرمایا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت

یہ جانتے تھے کہ یہ چاند اور سورج ہمارے کرۂ ارضی کی طرح وزنی کر ہیں۔ چنانچہ چاند کا وزن زمین کے وزن کا ۱-۸ حصہ ہے۔ حصہ ہے، اور اس کا قطر ۲۱۶۳ میل ہے جو زمین کے قطر کے ایک چوتھائی سے کچھ زیادہ ہے۔ اور ۲۳۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین کے گرد رواں دواں ہے۔ اور سورج کا وزن ۷۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن اور قطر ۸۹۲۵۸۰ میل اور محیط ۲۶۷۸۵۰۰ میل ہے۔ موجودہ دور میں چاند سورج کے قطر و محیط کی پیمائش ایک معمولی بات ہے۔ کیونکہ سائنس نے صحرائے تحقیق میں سالہا سال کی سرکشی کے نتیجے میں ایسے طریقے معلوم کر لئے ہیں جن سے چاند سورج کی پیمائش کی جاسکتی ہے۔ مگر جب عالم آب و گل میں اجرام فلکیہ کی پیمائش کا کوئی تصور بھی پیدا نہ ہوا تھا اس وقت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے سورج کے طول و

عرض کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نہیں فرمایا: تسع
مائة فرسخ في تسع مائة فرسخ۔ ”۹۰۰ فرسخ x ۹۰۰ فرسخ۔“

ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا حاصل ضرب ۲۴۳۰۰۰۰
میل ہوں گے اور شرعی میل چونکہ رائج الوقت میل سے
۲۴۰ گز بڑا ہوتا ہے اس حساب سے تقریباً یہی محیط نکلے گا۔ یہ
ہے وہ علم امامت جس کے مقابلہ میں انسان لاکھ اکتشافات
و تحقیقات کے فلک بوس محل تیار کرے مگر اس کے
کنگرہ کی بلندی کو چھو نہیں سکتا۔ بہر حال یہ عظیم الشان کرہ
جس کا جرم ہماری زمین سے ۱۲۵۹۷۰۹ گنا بڑا ہے اور

۳۳۳۴۰۰ گنا بھاری ہے، اپنے محور پر زمین کی طرح گھومتا
رہتا ہے اور ۲۵ دن ۷ گھنٹہ ۴۸ منٹ میں ایک چکر کاٹ لیتا
ہے۔ پھر نور و ظلمت کے وزن کا ذکر کیا ہے۔ نور یا روشنی
کو ہم ایک احساس سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ جو شعاعی قوت سے

ہماری آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ شعاعی قوت جس کو
 ہماری آنکھ محسوس کرتی ہے مرئی و شعاعی قوت کہتے ہیں
 جو آنکھ اور مرئی چیز کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت
 رکھتی ہے۔ اس طرح کہ روشنی کی لہریں جب کسی جسم مرئی
 پر گر کر منعکس ہوتی ہیں تو وہ جسم نظر آنے لگتا ہے۔ یہ
 مرئی شعاعی لہریں بنفشی، نیلی، آسمانی، سبزہ، زرد، نارنجی، اور
 سرخ رنگوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور سفید روشنی ان تمام
 رنگوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک مادی و وزنی چیز ہے
 کیونکہ قوت اور مادہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور ہر قسم کا
 مادہ وزن رکھتا ہے۔ سر اسحق نیوٹن کا نظریہ یہ تھا کہ روشنی
 مادہ کی ایک انتہائی لطیف صورت ہے جو ذرات کی صورت
 میں منور اجسام سے بے حد سرعت کے ساتھ خارج ہوتی
 ہے۔ اس نظریہ کی بنا پر روشنی کا وزن ظاہر ہے۔ اور موجودہ

نظریات کے لحاظ سے بھی جو روشنی میں فوٹون کو ثابت کر سکتے ہیں اس کے وزن سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ فوٹون ایک مادی ہی چیز ہے۔ اور اس کے خصوصیات وہی ہیں جو الیکٹرون (برقیہ) کے ہیں۔ اور لایکٹرون مسلمہ طور پر مادی ہے۔ یہ فوٹون بیسویں صدی میں روشنی کے تجزیہ کے موقع پر دریافت ہوئے۔ یہ انتہائی چھوٹے چھوٹے نقطے ہوتے ہیں اور ارتعاشی لہروں کی صورت میں چلتے اور ہمیشہ رواں دواں اور حرکت میں رہتے ہیں اس لئے ان کا مشاہدہ حالت سکون میں ناممکن ہے:

ہستم اگر مے روم گر نہ روم نیستم

روشنی میں وزن کا امکان سب سے پہلے لیون ہارڈیولر نے انیسویں صدی کے آغاز میں ظاہر کیا اور اسی صدی کے آخر میں میکسویل نے روشنی کے وزن کو دریافت

کر لیا اور یہ بتایا کہ روشنی میں بھی ہوا کے تیز جھونکوں کی
 طرح قوت مخفی ہوتی ہے۔ جو مختصر ذروں کو اپنے راستے
 سے ہٹا دے سکتی ہے اور یہ دباؤ بہت ہی ہلکا ہوتا ہے اور عام
 حالات میں اس کا مشاہدہ بہت مشکل ہے۔ آخر سر ولیم
 کرکس نے ریڈیو میٹر ایجاد کیا جس میں چار پر ہوتے ہیں جو
 روشنی کے سامنے رکھنے سے گھومتے ہیں اور یہ دباؤ مشاہدہ
 کے حدود میں آگیا۔ پھر پیٹر لیڈیو نے ایک بہترین قسم کے
 ریڈیو میٹر سے روشنی کی پیمائش کر لی۔ یہ پیمائش ایسے پیمانے
 سے کی جاتی ہے جس میں انتہائی چھوٹے چھوٹے درجات
 ہوتے ہیں۔ چنانچہ پہلے درجہ کی لمبائی ایک ملی میٹر کا
 کروڑواں حصہ ہوتی ہے اور ایک ملی میٹر، میٹر کا ہزارواں
 حصہ ہوتا ہے اور ایک میٹر تقریباً سو استرہ گره کا ہوتا ہے۔
 جب روشنی ۳۸۰۰ درجہ سے متجاوز ہوتی ہے تو دکھائی دیتی

ہے اور ۵۵۵۰ درجہ پر پہنچ کر پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے۔ روشنی کا سب سے بڑا مرکز ہے جس کی سطح سے بلند ہونے والے آتش بار شعلے کبھی کبھی ۲۸۶۰۰۰ میل تک کی بلندیوں کو چھو لیتے ہیں اور ایک مربع سینٹی میٹر میں جو میٹر کا سواں حصہ ہوتا ہے ۵۰۰۰۰ موم بتیوں کی روشنی کے برابر روشنی بھر دیتا ہے اور تمام کرۂ زمین کو جو اس سے روشنی حاصل ہوتی ہے اس کی مقدار سورج کی پوری روشنی سے وہی نسبت رکھتی ہے جو ایک سیکنڈ کو ۷۴ سال سے ہے اور زمین سے دس گنا زائد روشنی اجسامِ فلکی میں بٹتی ہے اور باقی فضا میں منتشر ہو جاتی ہے اور چاند ایسے ۴۶۵۰۰ کرے اس کی روشنی سے روشن ہو سکتے ہیں۔ سائنسداں کہتے ہیں کہ اس تقسیم نور سے سورج کے ۴۰۰۰۰۰ ٹن کیسی مادے ایک سیکنڈ میں جل جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی اُسے ختم ہوتے ہوتے دس

ارب سال اور لگیں گے۔ بہر حال یہ روشنی کے نقطے جنہیں
 ارتعاشی لہریں مرنی صورت میں نمایاں کرتی ہیں بعض جگہ
 اتنی کم مقدار میں ہوتے ہیں کہ آنکھ پر اثر انداز نہیں ہو
 سکتے۔ ایسی جگہ تاریکی کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ یہ تاریکی
 صرف مرنی شعاعوں سے خالی ہوتی ہے۔ لہذا جس طرح
 مرنی لہروں کی وجہ سے روشنی میں دباؤ ہوتا ہے۔ ظلمت
 میں بھی غیر مرنی نقطوں کی وجہ سے دباؤ ہونا چاہئے۔ اہل
 تحقیق کی یہ کدو کاوش قابل قدر ہے کہ انہوں نے روشنی کی
 پیمائش کے آلات ایجاد کئے، روشنی کا تجزیہ کیا، اس کے
 ایک ایک جوہری نقطہ کو تولانا، پانا، اور اس کے وزن و مقدار
 کا اندازہ لگایا۔ مگر یہ کہ اس کائنات میں کتنے اجرام نورانی اور
 کتنے سورج، چاند اور سیارے ہیں اور کہاں کہاں ان کی
 روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ تو آنکھیں عاجز و درماندہ اور دور بینیں

ایک حد پر پہنچ کر سپر انداختہ نظر آئیں گی۔ چنانچہ کہکشاں کا مرکز ہمارے سورج سے ۳۰۰۰۰ نوری سال کے فاصلہ پر واقع ہے۔ نوری سال سے مراد وہ فاصلہ ہے جو روشنی اپنی رفتار سے ایک سال میں طے کرتی ہے۔ اس کہکشاں میں ۴۰ ارب سورج اور ان گنت سیارے پائے جاتے ہیں اور ہر سورج دوسرے سورج سے ۴ نوری سال کے فاصلہ پر ہے اور ان میں سے اکثر کے گرد ہمارے نظام شمسی کی طرح سیارے گھوم پھر رہے ہیں اور اس کہکشانی قسم کے نظام دس کروڑ سے زیادہ موجودہ دور بینوں سے دیکھے جا چکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی وسعت ہماری کہکشاں کی وسعت کے برابر ہے اور اتنے ہی سورج ان میں گردش کر رہے ہیں۔ اس عالم کی وسعت و بلندی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ زمین سے قریب ترین ستارے کی روشنی ۴ سال میں زمین

تک پہنچتی ہے۔ اور بعض اجرام فلکی کی روشنی کو زمین تک پہنچنے کے لئے دس لاکھ سال کی مدت درکار ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ایک چمک دیکھی گئی جس کی بلندی سے یہ اندازہ لگایا گیا کہ ۴۰ لاکھ برس پہلے کوئی ستارہ ٹوٹا ہو گا جس کی روشنی اب نظر آئی ہے اور فلکیات کے ماہر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ بعض ستارے ایسے بھی ہوں گے جن کی روشنی ابھی زمین تک پہنچی ہی نہیں ہے۔ حالانکہ روشنی کی رفتار ۱۸۶۲۸۴ میل فی سیکنڈ ہے اور سورج جو ہم سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل کے فاصلہ پر ہے اس کی روشنی ۸ منٹ ۱۸ سیکنڈ میں اور چاند کی روشنی ایک سیکنڈ میں زمین تک پہنچ جاتی ہے اور پھر یہ کہ کیسی بادل جو دس لاکھ سے ۱۵ کروڑ نوری سال تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور ان سے دور تر صحابے جن کے فاصلے دس کھرب نوری سال تک ہیں ان میں روشنی کی مقدار کتنی اور کہاں

کہاں پہنچتی ہے اور انتہاء تاریکیاں جو ہم سے کالے کوسوں
 دور ہیں ان میں خلائی شعاعیں (کاسمک ریزر) کس مقدار
 میں پائی جاتی ہیں اور کہاں کہاں ظلمتوں کے طوفان محیط
 ہیں تو اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کس کو ہو سکتا ہے۔ عصرِ
 جدید نے اگرچہ آلات و گوناگوں ایجادات سے روشنی کے
 وزن کا انکشاف کیا مگر ائمہ اہل بیتؑ نے روشنی کے وزن کا
 اس وقت ذکر کیا جب کہ نہ دور بینیں ایجاد ہوئی تھیں اور نہ
 لیباریٹریوں کا وجود تھا۔ اور عوام تو عوام خواص کے ذہن
 بھی اس تصور سے خالی تھے۔ چنانچہ یہ دُعا اُس کے لئے شاہد
 ہے۔ اس کے علاوہ اور ارشاداتِ ائمہ میں بھی اس کا تذکرہ
 ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی
 خدمت میں عرض کیا کہ اے فرزندِ رسول! مجھے ستاروں
 کے دیکھنے سے ایک خاص حظ حاصل ہوتا ہے اور ایک حد

تک مجھے اس فن میں مہارت حاصل ہے تو حضرتؑ نے بطور
امتحان اس سے دریافت کیا کہ:

كَمْ تَسْقِي الشَّمْسُ الْقَبْرَ مِنْ نَوْرِهَا وَ كَمْ تَسْقِي
الشَّمْسُ الْأَرْضَ مِنْ نَوْرِهَا۔

اچھا یہ تو بتاؤ کہ سورج کتنی مقدار میں اپنی روشنی سے چاند کو
سیراب کرتا ہے اور کتنی مقدار میں زمین کو سیراب کرتا
ہے؟

اس نے کہا یہ باتیں تو ایسی ہیں جو اس سے پہلے میں نے کبھی
سنی ہی نہیں اور نہ ان کا کبھی تصور ہوا ہے۔

پھر سایہ اور ہوا کے وزن کا ذکر کیا ہے۔ سایہ وہی
تاریک حصہ ہے جو کثیف اور غیر شفاف اجسام کے امتزاج
سے مرئی شعاعوں سے خالی ہوتا ہے۔ لیکن غیر مرئی
شعاعیں اس میں کم و بیش ہوتی ہیں۔ جس سے وہ کبھی زیادہ

تاریک اور کبھی کم تاریک ہوتا ہے۔ اور جس طرح کثیف اجسام مرئی شعاعوں کے نفوذ سے مانع ہو کر سایہ کو جنم دیتا ہے۔ اسی طرح دور روشنیوں کے تصادم سے بھی سایہ نمودار ہوتا ہے جسے ظلِ نور سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ بھی اسی طرح وزن کا حامل ہوتا ہے جس طرح تاریکی غیر مرئی شعاعوں کی وجہ سے وزن رکھتی ہے اور ہوا بھی ایک مادی اور وزن دار چیز ہے۔ یہ ہوائی کرہ زمین سے دو سو میل سے زائد بلندی تک پھیلا ہوا ہے۔ اور زمین سے متصل ہوا کثیف اور بھاری ہوتی ہے اور جوں جوں بلند ہوتی ہے لطیف و سبک ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ۲۰۰۰۰ فٹ کی بلندی پر اس قابل نہیں رہتی کہ انسان اس میں سانس لے سکے۔ سب سے پہلے حسن ابن ہشیم نے ہوا کا وزنی ہونا بتایا اور ۶۴۰۰۰ میں ڈاکٹر ویلی نے بادپیم (بیرومیٹر) ایجاد کیا اور اس کے

وزن اور دباؤ کی مقدار کو معلوم کر لیا۔ اس کا مجموعی وزن
 ۵۱۰۰ کھرب ٹن ہے اور سمندر کے کنارے ایک مربع انچ
 میں ہوا کا وزن ۷-۱۴۱۰ پونڈ ہوتا ہے اور ہر شخص ۲۰۰۰ پونڈ
 وزنی ہوا اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہے۔ اور یہ اللہ کی کرشمہ
 سازی ہے کہ اس نے انسان کے اندر ہوا بھر کر اس بوجھ کا
 احساس نہیں ہونے دیا؛ ورنہ وہ اس بوجھ کے نیچے دب کر رہ
 جاتا۔ ہوا کا وزن اگرچہ ایک حد تک معلوم کیا جا چکا ہے مگر
 یہ کہ ان میں درختوں کو بار آور کرنے والی ہواؤں، سطح سمندر
 سے بخارات اُٹھانے والی ہواؤں اور بادلوں کو حرکت میں
 لانے والی ہواؤں اور اس کی مختلف تہوں کا وزن کیا ہے
 اور دوسرے کروں اور سیاروں پر ہوا کی مقدار اور نوعیت
 کیا ہے اور ان میں آکسیجن، نائیٹروجن اور دوسری گیسوں کی
 مقدار کتنی ہے تو قیاس آرائیوں کے علاوہ یقین کے ساتھ کچھ

نہیں بتایا جاسکے گا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اور
 وہی ان ہواؤں کے محل و مقام، وزن و مقدار، اجزا اور اجزا
 کی کمیت و کیفیت سے واقف ہے اور اس کا علم کلیات و
 جزئیات، ظواہر و بواطن اور غیوب و شہود پر یکساں محیط ہے
 اور کوئی چیز اس کے دائرۃ اطلاع سے خارج، اس کے احاطہ نگاہ
 سے باہر اور اس کے علم میں پوشیدہ نہیں ہے اور نہ پوشیدہ رہ
 سکتی ہے۔ کیونکہ ذات الہی کے لئے جہل اگرچہ وہ چھوٹی سے
 چھوٹی اور مخفی سے مخفی چیز کے متعلق کیوں نہ ہو نقص ہے
 اور نقص اس کے کمال ذات کے منافی ہے۔

دُعَاءُ وَتَمْجِيدُ اللَّهِ بزرگی و عظمتِ الہی

دُعَاءُ وَتَمْجِيدُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بزرگی و عظمتِ الہی کے بیان میں حضرتؐ کی دعا
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي تَجَلَّى لِلْقُلُوبِ بِالْعِظَمَةِ وَحُتِّجَبَ
عَنِ الْآبْصَارِ بِالْعِزَّةِ وَاقْتَدَرَ عَلَى الْأَشْيَاءِ بِالْقُدْرَةِ
فَلَا

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو اپنی عظمت کے
ساتھ دلوں پر روشن و درخشاں ہے اور اپنی عزت کے ساتھ
آنکھوں سے پنہاں ہے۔ اور تمام چیزوں پر اپنے اقتدار
سے قابو رکھتا ہے۔ نہ آنکھیں اس کے دیدار کی تاب لا سکتی
الْآبْصَارُ تَثْبُتُ لِرُؤُوسِهِ وَلَا الْآوْهَامُ تَبْلُغُ كُنْهَ
عَظَمَتِهِ تَجَبَّرُ بِالْعِظَمَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَتَعَطَّفُ بِالْعِزِّ
وَالْبِرِّ وَالْجَلَالِ وَتَقْدَسُ بِالْحُسْنِ وَالْجَمَالِ وَتَمْجَدُ

بِالْفَخْرِ وَالْبَهَاءِ وَتَهْلَلُ بِالْمَجْدِ وَالْآلَاءِ وَاسْتَخْلَصَ
 بِالنُّورِ وَالضِّيَاءِ خَالِقٌ لَا نَظِيرَ لَهُ وَأَحَدٌ لَا ضِدَّ لَهُ
 وَصَمَدٌ لَا كُفُولَ لَهُ وَإِلَهُ لَا ثَانِيَ مَعَهُ وَفَاطِرٌ لَا شَرِيكَ
 لَهُ وَرَازِقٌ لَا مُعِينَ لَهُ وَالْأَوَّلُ بِلَا زَوَالٍ وَالدَّائِمُ
 بِلَا فَنَاءٍ وَالْقَائِمُ بِلَا عَنَاءٍ وَالْمُؤْمِنُ بِلَا نِهَاطٍ
 وَالْمُبْدِيُّ بِلَا أَمَدٍ وَالصَّانِعُ بِلَا أَحَدٍ وَالرَّبُّ بِلَا
 شَرِيكَ وَالْفَاطِرُ بِلَا كُلْفَةٍ وَالْفَعَّالُ بِلَا عَجْزٍ لَيْسَ
 لَهُ حَدٌّ فِي مَكَانٍ وَلَا غَايَةٌ فِي زَمَانٍ لَمْ يَزَلْ وَلَا يَزُولُ
 وَلَنْ يَزَالَ كَذَلِكَ أَبَدًا هُوَ الْإِلَهُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
 الدَّائِمُ الْقَدِيمُ الْقَادِرُ الْحَكِيمُ إِلَهِي عَبْدُكَ
 بِفَنَائِكَ سَأَيْلُكَ بِفَنَائِكَ فَقِيرُكَ بِفَنَائِكَ (ثَلَاثًا)
 إِلَهِي لَكَ يَرْهَبُ

ہیں اور نہ عقلیں اس کی عظمت کی حد تک پہنچ سکتی ہیں۔ وہ

اپنی عظمت و بزرگی کے ساتھ ہر چیز پر غالب ہے اور عزت و
 احسان و جلالت کی ردا اوڑھے ہوئے ہے۔ حسن و جمال کے
 ساتھ نقائص سے بری ہے اور فخر و سر بلندی کے ساتھ شرف
 و بزرگی کا مالک ہے اور خیر و بخشش کی فراوانی اور (عطائے)
 نعمات سے خوش ہوتا ہے اور نور و روشنی کے ساتھ (تمام
 عالم سے) امتیاز رکھتا ہے۔ وہ ایسا خالق ہے جس کا کوئی نظیر
 نہیں۔ وہ ایسا یکتا ہے جس کا کوئی مثل نہیں۔ وہ ایسا یگانہ ہے
 جس کا کوئی مد مقابل نہیں ہے۔ وہ ایسا بے نیاز ہے جس کا
 کوئی ہمسر نہیں۔ وہ خدا جس کا کوئی دوسرا نہیں۔ وہ پیدا
 کرنے والا ہے جس کا کوئی شریک کار نہیں وہ رزق دینے
 والا ہے جس کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ ایسا اول ہے جسے زوال
 نہیں۔ وہ ایسا باقی و جاوید ہے جسے فنا نہیں۔ وہ دائم و قائم
 ہے۔ بغیر کسی رنج و مشقت کے وہ امن و امان کا بخشنے والا

ہے۔ بغیر کسی حد و نہایت کے وہ ایجاد کرنے والا ہے۔
 بغیر کسی مدت کے حد بندی کے وہ صانع و موجد ہے۔ بغیر
 کسی ایک (کی اعانت) کے وہ پروردگار ہے۔ بغیر کسی
 شریک کے وہ پیدا کرنے والا ہے۔ بغیر کسی زحمت و
 دشواری کے وہ کام کرنے والا ہے۔ بغیر عجز و در ماندگی کے
 اس کی کوئی حد نہیں۔ مکان میں اور نہ اس کی کوئی انتہا ہے
 زمانہ میں۔ وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ یونہی ہمیشہ
 ہمیشہ اسے کبھی زوال نہ ہوگا۔ وہی خدا ہے جو زندہ قائم و
 دائم، قدیم قادر اور علم و حکمت والا ہے۔ بارِ الہا تیرا ایک بندہ
 حقیر تیرے ساحتِ قدس میں حاضر ہے۔ تیرا سائل تیرے
 آستانہ پر حاضر ہے تیرا محتاج و دست نگر تیری بارگاہ میں حاضر
 ہے (ان تینوں جملوں کو تین مرتبہ دہرائے) اے

الْمُتَرَهِّبُونَ وَإِلَيْكَ أَخْلَصَ الْمُبْتَهِلُونَ رَهْبَةً لَّكَ

وَرَجَاءٌ لِّعَفْوِكَ يَا إِلَهَ الْحَقِّ ارْحَمْ دُعَاءَ
 الْمُسْتَصْرِخِينَ وَاعْفُ عَن جَرَائِمِ الْغَافِلِينَ
 وَزِدْنِي إِحْسَانَ الْمُنِيبِينَ يَوْمَ الْوُفُودِ عَلَيْكَ يَا
 كَرِيمٌ۔

میرے اللہ جل جلالہ تجھ ہی سے عبادت گزار ڈرتے ہیں اور
 تیرے خوف و اُمید و عفو و بخشش کے پیش نظر عاجزی سے
 التجا کرنے والے تجھ سے لو لگاتے ہیں۔ اے سچے معبود!
 استغاثہ و فریاد کرنے والوں کی پکار پر رحم فرما اور غفلت
 میں گرفتار ہونے والوں کے گناہوں سے درگزر فرما اور
 اے کریم اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے والوں کے ساتھ اس
 دن کہ جب وہ تیرے سامنے پیش ہوں، نیکی اور احسان میں
 اضافہ فرما۔

یہ دُعاء خداوند عالم کی عظمت و بزرگی اور اُس کے اوصافِ کمال کے بیان کے سلسلہ میں ہے۔ الہی صفات کے بیان سے جہاں یہ مقصد ہے کہ انسان خدا شناسی کی منزل سے قریب ہو، وہاں یہ بھی مقصد ہے کہ معبود کی رفعت و بلندی کا تصور، اس میں نوعی رفعت و سر بلندی کا احساس پیدا کرے تاکہ وہ اس کائنات میں اپنے کو بلند درجہ سمجھتے ہوئے خالق کائنات کے علاوہ کسی اور کی پرستش و عبادت کا تصور بھی نہ کرے اور اس بلندی کے احساس کے پیش نظر اپنے عمل و کردار میں بھی بلندی پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

صفاتِ الہی میں سے پہلی صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ انسان کے قلب و ضمیر سے پنہاں نہیں ہے۔ کیونکہ ہر چیز میں اس کی نمود اور ہر شے میں اس کی جلوہ ریزی ہے۔ چنانچہ زمین، آسمان، چاند، سورج، دریا، پہاڑ اور کائنات کا ہر

ذرہ اس کے وجود کی ایک محکم برہان ہے۔ اگر کوئی شخص
 کسی نقاش کو نقش کھینچے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ یہ یقین کرنے
 پر مجبور ہے کہ وہ زندہ بھی ہے، عالم بھی ہے، قادر بھی ہے اور
 مرید بھی۔ اس لئے کہ حیات علم قدرت اور ارادہ کے بغیر
 نقاش کا ہاتھ نقش نہیں کھینچ سکتا۔ تو اگر اس کے ہاتھ کی
 حرکت کو دیکھ کر ان اوصاف کا یقین ہو جاتا ہے۔ حالانکہ
 اس حرکت کے مشاہدہ کے علاوہ اور کوئی دلیل موجود نہیں
 ہے۔ تو کیا کائنات کے نقش بدیع کو دیکھنے کے بعد صانع
 کے وجود اور اس کی صفت علم و قدرت سے انکار کی گنجائش
 ہو سکتی ہے؟ اور جس کے وجود پر اتنے شواہد موجود ہوں
 وہ چشم بصیرت سے مخفی رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! جب کہ دل
 ضمیر فطرت اور وجدان اس کے وجود کی شہادت دے رہے
 ہیں اور اس کی ہستی کے دلائل اتنے قوی ہیں کہ ہر شخص

اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہے اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد یہ تصور کہ یہ عالم بعض عناصر کے اتفاقی میل کا نتیجہ ہے عقل و فہم سے بمر اعل دور ہے اس لئے کہ ہر چیز کی تہہ میں ایک حکیمانہ نظام کار فرمانظر آتا ہے۔ اور ہر شے اپنے مقام پر ایک خاص موزونیت کی حامل دکھائی دیتی ہے جسے محض اتفاقہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ چنانچہ اس عالم کے نظم و نسق اور وضع و ساخت کو دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے کہ اس کائنات ہستی کا کوئی خالق و صانع ہے جو حکیم، مدبر اور تمام صفات کمال کا جامع ہے۔

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں سے اپنے غلبہ و عزت کی وجہ سے پوشیدہ ہے اور یہ پوشیدگی اس طرح کی نہیں ہے جس طرح شاہوں اور فرمانرواؤں کی پوشیدگی ہوتی ہے کہ وہ دروازوں پر پردے

لٹکا کر اور پہرے کھڑے کر کے رعایا کی نظروں سے پنہاں
 رہتے ہیں تا کہ اُن کے رعب و تمکنت میں فرق نہ آئے اور
 نہ اس طرح پوشیدہ ہے جس طرح چمگاڈر کی نگاہ سے سورج
 پوشیدہ ہو جاتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے نور کی تابش اور
 جمال کی طغیانی رویت سے مانع ہے۔ کیونکہ وہ اس لئے
 پوشیدہ نہیں ہے کہ نگاہوں اس کے سامنے مضحمل ہو جاتی
 ہوں؛ بلکہ وہ ذاتاً ناقابل رویت ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ دیکھے
 جانے کے قابل ہوتا تو نگاہوں کی محدود وسعت سے اُسے
 بھی محدود ہونا پڑتا۔ اور جبکہ اس ذات غیر محدود کے لئے
 محدود ہونا ناممکن ہے تو اس کے دیکھے جانے کا تصور بھی
 نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اس
 لئے اپنی ہی قوت و طاقت سے ہر چیز پر اقتدار رکھتا ہے نہ

ان سلاطین کی طرح جو لشکر و سپاہ اور اعوان و انصار کی بدولت
اقتدار حاصل کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو وہ جن سے مدد لے گا
ان کا محتاج قرار پائے گا۔ اور احتیاج ممکن کا خاصہ ہے نہ
واجب کا۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ انسانی عقلیں اس کی واقعی
حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے کہ عقل و ادراک کی
قوتیں محدود ہیں اور خدا لا محدود ہے۔ اور لا محدود، غیر محدود کا
احاطہ کر نہیں سکتا کہ عقل و فہم میں سما سکے۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ یگانہ ہے اور کائنات
کے پیدا کرنے میں کوئی اس کا معاون و شریک کار نہیں
ہے اس لئے کہ اگر دو خالق ہوں تو اُن میں سے ایک کسی کام
کو کرنا چاہے تو دوسرا اُس کا ہمنوا ہو گا یا مخالف۔ اگر ہمنوا ہے
تو اس کی ہمنوائی کا فائدہ و نتیجہ ہی کیا جب کہ وہ تنہا اس کام کو

انجام دینے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر مخالف ہے تو اس صورت میں یا وہ دونوں ناکام ہوں گے یا اُن میں سے ایک کامیاب ہو گا اور دوسرا ناکام۔ پہلی صورت میں دونوں خدا نہ رہیں گے اور دوسری صورت میں ناکام ہونے والا خدا نہ رہے گا۔ لہذا جب دوسرے کی احتیاج ہی نہیں ہے تو ایک بے کار وجود کو تسلیم کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ وہ اول ہے اس لئے کہ تمام سلسلہ موجودات اس پر منتہی ہوتا ہے اور جو تمام کائنات کا نقطہ آخر اور علت العلل ہو تو وہ یقیناً سب سے اول و اقدم ہو گا۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ مکان و زمان کے حدود سے بالاتر ہے اس لئے کہ مکان و زمان کی تقلید و حد بندی صفات اجسام میں سے ہے اور وہ جسم و جسمانیات سے منزہ

ہے۔ اور دوسرے یہ کہ زمان و مکان حادث ہیں۔ اور جب وہ کسی مخلوق و حادث کا پابند ہو گا تو واجب الوجود نہ رہے گا اور جب کہ وہ حادث قرار پایا تو اس کے لئے فنا و زوال بھی ضروری ہو گا اس لئے کہ فنا سے مانع صرف اس کا واجب الوجود ہونا ہے اور زمان و مکان کی پابندی سے وہ واجب الوجود نہ رہا۔

آٹھویں صفت یہ ہے کہ اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کا مثل و نظیر ہو گا تو یا وہ واجب الوجود ہو گا یا ممکن۔ اگر واجب الوجود ہو گا تو واجب الوجود متعدد نہیں ہو سکتے۔ اور اگر ممکن ہو گا تو ممکن و واجب ایک دوسرے کے مثل ہو نہیں سکتے۔ اس لئے کہ واجب غیر محتاج اور ممکن سراپا احتیاج ہے۔

نویں صفت یہ ہے کہ وہ ایسا خالق ہے جو تخلیق

اشیاء میں مادہ کا محتاج نہیں ہے کیونکہ احتیاج ممکن کی شان ہے اور واجب الوجود ہر قسم کی احتیاج سے کوسوں دور ہے۔

دسویں صفت یہ ہے کہ وہ رب ہے۔ رب کے معنی پالنے والے کے ہیں۔ چنانچہ یہ پرورش و نگہداشت کا سر و سامان اور تربیتِ عالم کا مسلسل اہتمام اس کی ربوبیت کا مظہر ہے اور یہ ربوبیت اتنی کامل و ہمہ گیر ہے کہ کوئی مخلوق وہ پانی کے اندر ہو یا زمین کے اوپر، دامنِ کوہ میں ہو یا وسعتِ فضا میں اپنی حاجت و ضرورت کے مطابق بقائے زندگی کے سامان سے بہرہ مند ہے۔ جس کا سلسلہ نہ کبھی قطع ہوا ہے اور نہ ہو گا۔

گیارہویں صفت یہ ہے کہ وہ عینِ حسن و سراپا جمال ہے۔ چنانچہ زمین پر سبزۂ خوابیدہ کا مخمّل فرش، پھولوں میں رنگوں کا حسین امتزاج، دریاؤں کی روانی، موجوں کی

طغیانی، آبشاروں کے زمزمے، طائروں کے نغمے، ستاروں کی چشمک، چاند کا اُتار چڑھاؤ، سورج کی ضیاء پاشی، کہکشاں کی دلاویزی اور صبح و شام کی نظر افروزی اسی کے جمال کا پر تو اور اُس کے حسن کی جلوہ آرائی کا نتیجہ ہیں۔ کیونکہ جو جمال سے عاری ہو وہ دوسری چیزوں میں رعنائی پیدا نہیں کر دے سکتا۔ لہذا کائنات ہستی کی موزونیت اور فطرت کا بناؤ خالق کے حسن و جمال کا آئینہ دار اور اس کی جمال پسندی کی دلیل ہے۔

بار ہو میں صفت یہ ہے کہ وہ مومن ہے۔ اگر مومن کا اطلاق انسان پر ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا اور اُس کے رسول اور آسمانی احکام کی تصدیق کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے ظلم و جور کا قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ نہ دُنیا میں اور نہ

آخرت میں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:
 سمی الباری عزّ و جل مومناً لانه یومن من
 عذابه من اطاعة۔

خداوندِ عالم کا نام مومن اس لئے ہے کہ اس کے اطاعت
 گزار بندے اس کے عذاب سے مامون و بے خطر ہیں۔“

بہر حال اس دُعاء کے مطالعہ سے ایک ایسی ہستی کا
 تصور سامنے آجاتا ہے جو تمام حسن و خوبی کی صفتوں کو سمیٹے
 ہوئے ہے جو عظمت و جلال و کبریائی کا بھی مالک ہے۔
 اور مجد و بزرگی و شرف کا بھی سرمایہ دار ہے جو سرتاپا نور و
 ضیا، سراپا حسن و جمال ازلی، ابدی، زندہ، قائم، توانا، بے نیاز،
 باقی و برقرار اور دائم و جاوید ہے۔ اسی سے تمام موجودات کا
 ظہور ہوا اور اسی سے ان کی بقا وابستہ ہے اور اسی کی طرف پلٹنا
 ہے۔ وہ یکتا و یگانہ اور بے مثل و بے ہمتا ہے۔ ہر چیز میں

نمایاں، ہر دل میں جلو بگر، اور پھر کہیں نہیں کہ اُسے دیکھا جا
سکے یا اس کی طرف اشارہ کیا جاسکے۔
پایا نہ یوں کہ کرتے اس کی طرف اشارہ یوں تو جہاں میں
ہم نے اُس کو کہاں نہ پایا

دُعَائِهِ فِي التَّذَلُّلِ تَذَلُّلٌ وَمَاجِزِي

وَمِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّذَلُّلِ

تَذَلُّلٌ وَمَاجِزِي كے سلسلہ میں حضرت کی دعاء:-

مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْمَوْلَى وَأَنَا الْعَبْدُ وَهَلْ يَرْحَمُ
الْعَبْدَ إِلَّا الْمَوْلَى مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْعَزِيزُ وَأَنَا
الذَّلِيلُ وَهَلْ يَرْحَمُ الذَّلِيلَ إِلَّا الْعَزِيزُ - مَوْلَايَ
مَوْلَايَ أَنْتَ الْخَالِقُ وَأَنَا الْمَخْلُوقُ وَهَلْ يَرْحَمُ
الْمَخْلُوقَ إِلَّا الْخَالِقُ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْمُعْطَى
وَأَنَا السَّائِلُ وَهَلْ يَرْحَمُ السَّائِلَ إِلَّا الْمُعْطَى مَوْلَايَ
مَوْلَايَ أَنْتَ الْمُغِيثُ وَأَنَا الْمُسْتَغِيثُ وَهَلْ يَرْحَمُ
الْمُسْتَغِيثَ إِلَّا الْمُغِيثُ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ
الْبَاقِي وَأَنَا الْفَانِي وَهَلْ يَرْحَمُ الْفَانِي إِلَّا الْبَاقِي
مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الدَّائِمُ وَأَنَا الزَّائِلُ - وَهَلْ

يَرْحَمُ الزَّائِلَ إِلَّا الدَّائِمُ۔ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْحَيُّ
وَأَنَا الْمَيِّتُ وَهَلْ يَرْحَمُ الْمَيِّتَ إِلَّا الْحَيُّ۔ مَوْلَايَ
مَوْلَايَ أَنْتَ الْقَوِيُّ وَأَنَا الضَّعِيفُ وَهَلْ يَرْحَمُ
الضَّعِيفَ إِلَّا الْقَوِيُّ مَوْلَايَ مَوْلَايَ أَنْتَ الْكَبِيرُ
وَأَنَا الصَّغِيرُ۔ وَهَلْ يَرْحَمُ الصَّغِيرَ إِلَّا الْكَبِيرُ

اے میرے آقا، اے میرے مالک! تو آقا ہے، اور میں
بندہ۔ اور بندے پر آقا کے سوا کون رحم کھائے گا۔ میرے
مولا، میرے آقا! تو عزت والا ہے اور میں ذلیل۔ اور ذلیل
پر عزت دار کے علاوہ اور کون رحم کرے گا۔ میرے
مالک، میرے مالک! تو خالق ہے اور میں مخلوق۔ اور
مخلوق پر خالق کے سوا کون ترس کھائے گا۔ میرے مولا!
میرے مولا! تو عطا کرنے والا ہے اور میں سوا لی۔ اور سائل
پر عطا کرنے والے کے علاوہ کون مہربانی کرے گا۔

میرے آقا! میرے آقا! تو فریاد رس ہے اور میں فریادی۔
 اور فریادی پر فریاد رس کے علاوہ کون رحم کرے گا۔
 میرے مالک! میرے مالک! تو باقی ہے اور میں فانی۔
 اور فانی پر دائم و جاوید کے علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے
 مولا! میرے مولا! تو زندہ ہے اور میں مردہ۔ اور مردہ پر
 زندہ کے سوا کون ترس کھائے گا۔ میرے مالک! میرے
 مالک! تو طاقتور ہے اور میں کمزور۔ اور کمزور پر طاقتور کے
 علاوہ کون رحم کرے گا۔ میرے مولا! میرے مالک! تو
 غنی ہے اور میں تہی دست اور تہی دست پر غنی کے علاوہ
 کون رحم کھائے گا۔ میرے آقا! میرے آقا! تو بہت بڑا
 ہے اور میں چھوٹا۔ اور چھوٹے پر بڑے کے سوا کون نظر
 مَوْلَايَ مَوْلَايَ اَنْتَ الْبَالِكُ وَاَنَا الْمَبْلُوكُ وَهَلْ
 يَرْحَمُ الْمَبْلُوكَ اِلَّا الْبَالِكُ۔

شفقت کرے گا۔ میرے مولا! میرے مولا! تو مالک ہے
اور میں غلام۔ اور غلام پر مالک کے سوا کون مہربانی کرے
گا۔

یہ دُعاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرّع و استرحام کے سلسلہ میں ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کو اسکے اسمائے حسنیٰ میں سے مختلف ناموں کے ساتھ یاد کیا ہے اور وہ اسماء جن جن معنی و صنفی کے حامل ہیں ان کے مقابلہ میں بطور صنعت طباق و تضاد اپنے لئے ایک اسم کا انتخاب کیا ہے جیسے مولے کے مقابلہ میں عبد، غنی کے مقابلہ میں فقیر، باقی کے مقابلہ میں فانی وغیرہ۔ یہ اندازِ خطاب، طلب و سوال کے استحقاق پر بھی روشنی ڈالتا ہے اس طرح کہ بندہ اپنے آقا سے اور فقیر غنی سے طلب نہ کرے تو کس سے رحم کی التجاء کرے اور کس کے آگے جھولی پھیلائے اور آقا و مالک کے سوا ہو بھی کون سکتا ہے، جو اپنے بندہ پر شفقت و مہربانی کرے۔ اور غنی کے علاوہ کون ہو سکتا ہے جو فقیر کی بے مانگی کو غنا و خوشحالی سے بدل سکے۔ اس بناء پر حضرت اس

کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ تو آقا و مولا ہے اور میں
 تیرا بندہ ہوں۔ اور بندہ پر نظرِ شفقت و مرحمت آقا ہی کر سکتا
 ہے۔ مولے کے معنی مالک و متصرف کے ہیں۔ یعنی اسے
 اپنے بندوں پر ہر طرح کا اختیار حاصل ہے۔ اس معنی سے
 وہی حقیقی مالک و مولا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

حُوْمُوْلَکُمْ فَنَعْمُ مُوْلَکُمْ

وہ تمہارا مولا ہے تو کیا اچھا مولا ہے۔“

پھر فرماتے ہیں کہ تو عزیز ہے اور میں ذلیل
 ہوں۔ یعنی میں تیرے آگے عاجز و سراسر افگندہ ہوں اور تو
 غلبہ و اقتدار کا مالک ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عزّت و غلبہ اور حکمت
 والا ہے۔“

اور تو خالق ہے اور میں مخلوق ہوں۔ یعنی میں تیرا پیدا کردہ ہوں اور تو میرا اور تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

هو الله خالق البارئ المصور۔

وہی اللہ ہے جو پیدا کرنے والا ہے، ایجاد کرنے والا، اور صورت گر ہے۔“

اور تو عطا کرنے والا اور میں سوا لی ہوں۔ یعنی ہر عطاء و بخشش کی انتہا تیری ذات پر ہے۔ اس لئے ہر دستِ طلب تیرے آگے بڑھتا ہے۔ اور تجھ سے مانگنے والا کبھی محروم و ناکام نہیں پلٹتا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

واتاكم من كل ما سالتهموه

تم جو کچھ اُس سے مانگا اُس نے تمہیں دیا۔“

اور تو فریاد رس ہے اور میں فریادی ہوں۔ چنانچہ وہی رنج و

قلق کو دور کرتا اور پریشان و مصیبت زدہ لوگوں کی داد فریاد سنتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویكشف السوء۔

وہ کون ہے جسے پریشان حال جب پکارے تو وہ اس کی سنتا اور دکھ درد کو دور کرتا ہے۔“

اور تو باقی ہے اور میں فانی ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کے لئے فنا ضروری ہے اور کوئی بھی موت کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:-

کل من علیہا فان ویبقى وجه ربک ذوالجلال والاکرام۔

رُوئے زمین کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور تمہارا پروردگار جو جلالت و بزرگی کا سرمایہ دار ہے باقی رہنے والا ہے۔“
اور تو دائم و جاوید ہے اور میں معرض زوال میں ہوں۔

مقصد یہ ہے کہ ہر چیز فانی و زوال پذیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے
 سوا کسی کے لئے بقا و دوام نہیں۔ صرف اسی کی شاہی و
 فرمانروائی باقی و برقرار رہنے والی ہے چنانچہ ارشادِ الہی ہے:
 لَمِنَ الْمَلِكِ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

آج کس کی بادشاہی ہے؟ اس اللہ تعالیٰ کی جو یکتا و غالب
 ہے۔“

اور تو زندہ ہے اور میں مردہ ہوں۔ خدا کے زندہ ہونے کے
 معنی یہ ہیں کہ وہ خود موجود ہے اور دوسرے کو زندگی و
 حیات بخشنے والا ہے۔ جب کائنات ہستی کی زندگی و بقا اس کی
 حیات سے وابستہ ہے اور ہر چیز اپنے وجود میں اس کی محتاج
 و دستِ نگر اور خود اس کے وجود کو مستقل حیثیت حاصل
 نہیں ہے تو وہ زندہ رہنے کے باوجود مردہ ہی کہی جانے کی
 سزاوار ہے۔ اس لئے حضرتؑ نے اس ذات کو جو سرچشمہ

حیات اور ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی حسی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنے کو مردہ کہا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ زندگی کے پہلے عدم اور زندگی کے بعد موت ہے۔ اور جو چیز عدم و موت کے درمیان واقع ہو اور وہ بھی اس طرح کہ سررشتہ حیات دوسرے کے ہاتھ میں ہو تو ایسی زندگی کا حامل مردہ ہی کہے جانے کے قابل ہے۔ اگر کوئی زندہ کہے جانے کا مستحق ہے تو وہ ذات جو عدم و نیستی سے نا آشنا اور ازلی وابدی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور نظمِ عالم قائم کرنے والا ہے۔“

تو قوی ہے اور میں ضعیف ہوں۔ یعنی تو ہر چیز پر غلبہ و اقتدار رکھتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیْ عَزِیْزٌ۔

یقیناً خدا قوی و غالب ہے۔“

اور میں عاجز و کمزور و ضعیف و ناتواں ہوں۔ چنانچہ انسان کے بارے میں ارشادِ الہی ہے:-
خَلَقَ الْاِنْسَانَ ضَعِیْفًا۔

انسان کمزور و ناتواں پیدا کیا گیا ہے۔“
اور تو غنی ہے اور میں فقیر و نادار ہوں۔ غنی کے معنی یہ ہیں کہ وہ بے نیاز اور ہر قسم کی احتیاج سے بری ہے اس کے مقابلے میں انسان سراپا فقر و احتیاج ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تم محتاج ہو۔“

تو کبیر ہے اور میں پست و صغیر ہوں۔ کبیر کے معنی یہ ہیں

کہ اس کی ذات جلال و عظمت اور کبریائی و رفعت کی مالک ہے، اور اس کے مقابلہ میں ہر فرد کم رتبہ اور پست تر ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-
 ان الله هو العلیّ الکبیر۔

یقیناً صرف اللہ تعالیٰ ہی بلند مرتبہ و بزرگ ہے۔“
 اور تو مالک ہے اور میں مملوک ہوں۔ مالک کے معنی یہ ہیں کہ خداوند عالم ذات و صفات میں ہر موجود سے مستغنی و بے نیاز ہے اور کوئی چیز اس کے قبضہ قدرت سے باہر اور اس کے حدود فرمانروائی سے خارج نہیں ہے کیونکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر اسی کی حکومت، فرمانروائی ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

اللهم مالک المملک۔

اے شاہی و جہانداری کے مالک۔“

دُعَائِهِ فِي ذِكْرِ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ذِكْرِ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

وَمِنْ دُعَائِهِ فِي ذِكْرِ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ عَلَيْهِمُ
السَّلَامُ

حضرت کی دعا جو ذکرِ آلِ محمد ﷺ پر مشتمل ہے۔

اَللّٰهُمَّ يَا مَنْ خَصَّ مُحَمَّدًا وَّآلَهُ بِالْكَرَامَةِ وَحَبَاهُمْ
بِالرِّسَالَةِ وَخَصَّصَهُمْ بِالْوَسِيْلَةِ وَجَعَلَهُمْ وَرَثَةَ
الْاَنْبِيَاءِ وَخَتَمَ بِهِمُ الْاَوْصِيَاءِ وَالْاِئِمَّةَ وَعَلَّاهُمْ
عِلْمَ مَا كَانَ وَعِلْمَ مَا بَقِيَ وَجَعَلَ اَفِيْدَةً مِنَ
النَّاسِ يَتَهَوَّوْنَ اِلَيْهِمْ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ
الطَّاهِرِيْنَ وَافْعَلْ بِنَا مَا اَنْتَ اَهْلُهُ فِي الدِّيْنِ
وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

اے اللہ! اے وہ جس نے محمد اور ان کی آل کو عزت و بزرگی
کے ساتھ مخصوص کیا اور جنہیں منصب رسالت عطا کیا اور

وسیلہ بنا کر امتیاز خاص بخشا۔ جنہیں انبیاء کا وارث قرار دیا اور جن کے ذریعہ اوصیاء اور آئمہ کا سلسلہ ختم کیا۔ جنہیں گزشتہ و آئندہ کا علم سکھایا اور لوگوں کے دلوں کو جن کی طرف مائل کیا۔ بارِ الہا! محمدؐ اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمارے ساتھ دین، دنیا اور آخرت میں وہ برتاؤ کر جس کا تو سزاوار ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر و توانا ہے۔

یہ دعاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت اطہار کے اوصاف و خصوصیات کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اور ان اوصاف و محامد میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ خداوند عالم نے انہیں ایسی عزت و رفعت اور شرف و کرامت کے خلعت سے آراستہ کیا ہے جو دُنیٰ میں کسی اور کے قد و قامت پر راست نہ آسکا۔ یہ اختصا ص اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اہل بیت کو تمام کائنات پر فضیلت و برتری عطا کی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان الله تبارك و تعالى خلق الارواح قبل الاجساد بالفی عام اعلاها و اشرفها محمد ﷺ و علی وفاطمة والحسن والحسین والائمة صلوات الله عليهم۔

خداوند عالم نے روحوں کو جسموں سے دو ہزار برس پیشتر خلق فرمایا اور ان میں سب سے بلند مرتبہ و ذی شرف محمدؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ اور اہل بیت صلوات اللہ علیہم ہیں۔“

دوسری صفت یہ ہے کہ ان میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرکزِ نبوت قرار دیا اور وحی و رسالت کا امتیاز بخشا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:-

نحن اهل البيت مفاتيح الرحمة وموضع الرسالة ومعدن الحلم (ارجح المطالب)
ہم اہل بیت، رحمت کی کنجیاں، رسالت کی منزل اور حلم و بردباری کا معدن ہیں۔“

تیسری صفت یہ ہے کہ وہ وسیلہ ہیں۔ اس طرح کہ انہی کے وسیلہ سے خدا تک رسائی ہوتی ہے، انہی کے وسیلہ

سے دعائیں قبول اور فقر و فاقہ ابتلاء و مصیبت اور رنج و اندوہ دور ہوتا ہے؛ اور عقبیٰ میں بھی ان کے شفاعت کو وسیلہ قرار دیئے بغیر نجات و کامرانی نہ ہوگی۔ اور یہ وہ مرتبہ رفیعہ ہے جس سے بلند تر مرتبہ دوسرا نہیں ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان الله وعد نبيّه الوسيلة وهى اعلیٰ درج الجنة ونهاية غاية الامنية۔

اللہ سبحانہ نے اپنے نبی ﷺ سے وسیلہ کا وعدہ فرمایا ہے اور یہ جنت کا ایک بلند ترین درجہ اور خواہش و مقصد کی حد آخر ہے۔“

چوتھی صفت یہ ہے کہ ان میں تمام انبیاء کی صفتیں یکجا تھیں۔ چنانچہ آدمؑ کی صفوت، ابراہیمؑ کی خلعت، موسیٰؑ کی ہیبت، عیسیٰؑ کی زہادت اور دوسرے انبیاء کی صفتیں

ان میں سمٹ کر جمع ہو گئی تھیں۔ اس لحاظ سے وہ انبیاء کے محاسن و کمالات اور اخلاق و اوصاف میں ان کے وارث و جانشین ہوں گے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:

نحن ورثة اولى العزم من الرسل والانبیاء
 ہم، اولو العزم نبیوں اور رسولوں کے ورثہ دار ہیں۔“

پانچویں صفت یہ ہے کہ جس طرح پیغمبر اکرمؐ خاتم الانبیاء ہیں کہ ان کے ذریعہ سلسلہ نبوت اتمام تک پہنچایا گیا، اسی طرح ان کے اہل بیت کے ذریعہ ائمہ و اوصیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔ کیونکہ نہ نبیؐ آخر الزمان کے بعد کوئی نبی آئے گا اور نہ ان کا کوئی وصی و وارث ہو گا۔ لہذا جس طرح ہمارے پیغمبرؐ آخری پیغمبر ہیں اسی طرح اُن کے اوصیاء آخری اوصیاء ہیں، اور وہ آئمہ اثنا عشر ہیں۔ چنانچہ علامہ شیخ قندوزی تحریر فرماتے ہیں:

اخبِرْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ عَنْ اَوْصِيَاءِكَ مِنْ بَعْدِكَ لَا
تَمْسُكُ بِهِمْ قَالَ اَوْصِيَاءِي

راوی کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں
عرض کیا کہ مجھے بعد میں آنے والے اپنے اوصیاء سے مطلع
فرمائیے تاکہ میں ان سے تمسک اختیار کروں۔ آپ ﷺ
الاثناعشر ----- !

(ينابيع المودة)

نے فرمایا، کہ میرے اوصیاء بارہ ہیں (اور اس کے بعد سب
کا نام بنام ذکر فرمایا ہے۔ “)

چھٹی صفت یہ ہے کہ انہیں گزشتہ و آئندہ واقعات
کا علم دیا گیا ہے۔ یہ علم عطیہ الہی اور اس سرچشمہ علم سے
حاصل کیا ہوا ہے جو ازیلی و سرمدی اور غیر محدود ہے۔ جس
کے بعد علم الہی میں شریک ہونے کا سوال پیدا ہی نہیں

ہوتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا علم عین ذات اور غیر مکتسب ہے؛ اور
 یہ القاء و الہام یا پیغمبرؐ کی وساطت سے حاصل ہوا ہے اور
 انتہائی وسعت و پہنائی کے باوجود محدود ہے۔ چنانچہ قرآن
 کریم میں جہاں جہاں علم غیب کو ذات الہی سے مخصوص کیا
 گیا ہے، اور دوسروں سے اس کی نفی کی گئی ہے اس سے ذاتی
 علم مراد ہے۔ لیکن وہ علم جو مستقبل کے بارے میں یا امورِ
 مخفیہ پر قدرت کی طرف سے خاص خاص بندوں کو حاصل ہوتا
 ہے اس کی کہیں نفی نہیں ہے۔ اور ائمہ کا علم اسی نوعیت کا
 ہے اور ان کے ارشادات میں اس کی پوری پوری وضاحت
 ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ
 ایک شخص نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب سے کہا کہ
 لقد اعطیت یا امیر المومنین علم الغیب۔ اے
 امیر المومنین! آپ کو علم غیب حاصل ہے؟“ آپ نے

فرمایا: لیس ہو بعلم غیب انما هو تعلم من ذی علم (نہج البلاغۃ) یہ علم غیب نہیں، بلکہ ایک صاحب علم (رسول) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ یونہی یحییٰ ابن عبد اللہ نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ جعلت فداک انہم یزعمون انک تعلم الغیب۔ ”میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ علم غیب جانتے ہیں۔“ حضرت نے یہ سن کر فرمایا:

سبحان اللہ ضع یدک علی راسی فواللہ ما بقیت شعرة فیہ ولا فی جسدی الا قامت (ثم قال) لا واللہ ماہی الا وراثۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (امالی شیخ مفید)

اللہ اکبر! ذرا اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر دیکھو۔ خدا کی قسم! میرے سر کے بال اور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو

گئے ہیں۔ (پھر فرمایا) یہ صرف وہ علم ہے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وراثۃً حاصل ہوا ہے۔“

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ لوگوں کی محبت و ارادت کا مرکز ہیں۔ یہ اس لئے کہ انسان فطرۃً انفرادی کی طرف جھکتا ہے جو کسی کمال کے حامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حاتم کی سخاوت، نوشیرواں کی عدالت اور رستم کی شجاعت

دلوں کو اُن کی طرف جھکا دیتی اور نظروں کو اُن کی جانب موڑ دیتی ہے۔ اور آل محمدؐ تو وہ ہیں جو اپنے ذاتی کمالات و خصوصیات کی وجہ سے عظمتِ انسانی کا معیار ہیں۔ وہ کون سا جوہر فضیلت ہے جس سے اُن کے دامن آراستہ نہ ہو۔ اور وہ کون سی صفت خوبی و کمال ہے جو اُن کے جوہر ذاتی میں جلوہ گر نہ ہو۔ لہذا ان کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے نگاہیں ان کی طرف جھکیں گی اور دل عقیدت کے جلو میں

بڑھیں گے۔ چنانچہ زندیق و ملحد اور دین و ملت سے نا آشنا افراد بھی عقیدت کے پھول ان کے قدموں پر نچھاور کرتے اور دشمن بھی لاشعوری طور پر ان کی عظمت کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ دلوں کا جھکاؤ اُس دعا کا بھی نتیجہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذریت کے بارے میں کی تھی کہ:

رَبَّنَا اِنِ اسْكَنْتَ مِنْ ذُرِّيَّتِي بُوَادَ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ
عِنْدَ بَيْتِكَ الْمَحْرَمِ رَبَّنَا لِيَقِيمُوا الصَّلَاةَ
فَاَجْعَلْ اَفْعَدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي اِلَيْهِمْ۔

اے ہمارے پروردگار! میں نے ایک ویران بستی میں تیرے محترم گھر کے پاس اپنی کچھ اولاد کو لایا ہے۔ تاکہ اے ہمارے پروردگار! وہ نماز پڑھا کریں۔ تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے۔“

دُعَائِهِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى آدَمَ - حضرت آدمؑ پر درود و صلوة

وَكَانَ مِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الصَّلَاةِ
عَلَى آدَمَ -

حضرت آدمؑ پر درود و صلوة کے سلسلہ میں حضرتؑ کی دعا۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰدَمَ وَ اٰدَمُ بَدِيعُ فِطْرَتِكَ وَاَوَّلُ
مُعْتَرِفٍ مِنَ الطّٰيِّنِ بِرُبُّوْبِيَّتِكَ وَبِكُرْحُجَّتِكَ عَلٰى
عِبَادِكَ وَالدَّلِيْلُ عَلٰى الْاِسْتِجَارَةِ بِعَفْوِكَ مِنْ
عِقَابِكَ وَالنّٰهِيْجُ سُبُلَ تَوْبَتِكَ وَالمُتَوَسِّلُ بَيْنَ
الْخَلْقِ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِكَ وَالَّذِيْ لَقِيْتَهُ مَا رَضِيْتَ بِهٖ
عَنْهُ بِمَنِّكَ عَلَيْهِ وَرَحْمَتِكَ لَهُ وَالمُنِيْبُ الَّذِيْ لَمْ
يُصِرَّ عَلٰى مَعْصِيَّتِكَ وَسَابِقُ الْمُتَذَلِّلِيْنَ بِخَلْقِ
رَاسِهٖ فِي حَرَمِكَ وَالمُتَوَسِّلُ بَعْدَ الْمَعْصِيَةِ
بِالطّٰعَةِ اِلَى عَفْوِكَ وَاَبُو الْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ اُوْذُوْا فِيْ

جَنَّبِكَ وَأَكْثَرُ سُكَّانِ الْأَرْضِ سَعِيًّا فِي طَاعَتِكَ
فَصَلِّ عَلَيْهِ أَنْتَ يَا رَحْمَنُ

بارِ الہا! وہ آدمؑ جو تیری آفرینش کے نقش بدلیع اور خاک سے
پیدا ہونے والوں میں تیری ربوبیت کے پہلے معترف اور
تیرے بندوں اور تیری مخلوقات پر تیری پہلی حجت اور
تیرے عذاب سے تیرے دامنِ عفو میں پناہ مانگنے کی راہ
دکھانے والے اور تیری بارگاہ میں توبہ کی راہیں آشکارا
کرنے والے اور تیری معرفت اور تیرے مخلوقات کے
درمیان وسیلہ بننے والے ہیں۔ وہ کہ جن پر خصوصی کرم و
احسان اور مہربانی کرتے ہوئے انہیں وہ تمام باتیں بتلا دیں
جن کے ذریعہ تو ان سے راضی و خوشنود ہوا۔ وہ کہ جو توبہ و
انابت کرنے والے ہیں۔ جنہوں نے تیری معصیت پر
اصرار نہیں کیا۔ جو تیرے حرم میں سرمنڈوا کر عجز و

فروتنی کرنے والوں میں سابق ہیں۔ وہ جو مخالفت کے بعد
 اطاعت کے وسیلہ سے تیرے عفو و کرم کے خواہشمند
 ہوئے اور اُن تمام انبیاء کے باپ ہیں جنہوں نے تیری راہ
 میں اذیتیں اٹھائیں۔ اور زمین پر بسنے والوں میں سب سے
 زیادہ تیری اطاعت و بندگی میں سعی و کوشش کرنے
 والے ہیں۔ ان پر اے مہربانی کرنے والے تو اپنی جانب
 سے اور اپنے فرشتوں اور زمین و آسمان میں بسنے والوں کی
 طرف سے رحمت نازل

وَمَلَائِكَتِكَ وَسُكَّانِ سَمَوَاتِكَ وَأَرْضِكَ كَمَ عَظَمَ
 حُرْمَاتِكَ وَدَلَّلْنَا عَلَى سَبِيلِ مَرْضَاتِكَ يَا أَرْحَمَ
 الرَّاحِمِينَ۔

فرما۔ جس طرح انہوں نے تیری قابل احترام چیزوں کی
 عظمت ملحوظ رکھی۔ اور تیری خوشنودی و رضامندی کی طرف

ہماری رہنمائی کی۔ اے تمام رحم کرنے والوں میں سب
سے زیادہ رحم کرنے والے۔

آسمان کا نیلگوں شامیانہ ستاروں کی قندیلوں سے
 آراستہ تھا۔ آفتاب و ماہتاب کی آمد شد سے بہار افروز صبحوں
 اور کیف افزا شاموں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ مگر فطرت کی
 اس رنگینی و رعنائی سے لطف اندوز ہونے والی آنکھیں ہنوز
 محو خواب تھیں۔ دریاؤں کی تہہ میں موتی اور پہاڑوں کے
 دامن میں لعل و جواہر بکھرے ہوئے تھے۔ مگر انہیں
 آویزہ تاج بنانے والی کوئی ہستی نہ تھی۔ اجزائے ارضی میں
 قوتِ نامیہ تڑپ رہی تھی۔ مگر کوئی نہ تھا جو اس سے فائدہ
 اٹھا کر زمین کو چمن و لالہ زار میں تبدیل کر تا کہ قدرت نے
 خرابہ عالم کو بسانے اور ظلمتِ کدہ دہر میں اُجالا کرنے کے
 لئے تخلیقِ آدم کی طرح ڈالی۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:
 اِنِّیْ خَالِقُ بَشَرٍ مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُونٍ۔
 میں خمیر کی ہوئی مٹی سے جو (سوکھ کر) کھنکھانے لگے ایک

بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

جب صنایعِ ازل نے مٹی کا پتلا بنایا اور اُس کی نوک
پلک درست کرنے کے بعد اس میں روح پھونکی تو زندگی
کے خدو خال نکھر آئے۔ حس و شعور کی دُنیا آباد ہو گئی اور
خدا کے آگے جھکنے والی پیشانیاں آدمؑ کے سامنے سجدۂ تعظیمی
کے لئے جھک گئیں۔ آدمؑ نے آغوشِ حیات میں کروٹ
بدلتے ہی زبان سے الحمد للہ رب العالمین کہہ کر
اپنے خالق و پروردگار کی ربوبیت کا اعتراف کیا۔ حضرت
نے مٹی سے خلق ہونے والوں میں انہیں اللہ تعالیٰ کی
ربوبیت کا پہلا معترف اسی بنا پر فرمایا ہے۔ یوں تو اس کی
ربوبیت و خالقیت کے اول معترف وہ تھے جو اولین مخلوق
تھے اور اس وقت جب کہ آدمؑ کے وجود کی بنیاد بھی نہ رکھی
گئی تھی۔ ان کی تسبیح و تقدیس کی آوازوں سے ملکوتی فضا گونج

رہی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

کنت نبیًّا و آدم بین الماء والطين۔

میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدمؑ آب و گل کے پردہ میں نہاں تھے۔“

بہر حال جب آدمؑ کی تخلیق مکمل ہو گئی تو قدرت نے کچھ عرصہ کے لئے جنت کی بہار آفرین فضاؤں میں انہیں ٹھہرایا تاکہ اپنی جائے باز گشت کو دیکھ لیں اور دنیا کی رنگینیوں میں اس کی یاد باقی رہے۔ آدم علیہ السلام اس سکون پرور فضا میں رات و آرام سے ہمکنار تھے اور عیش و نعمت میں زندگی کے دن بسر کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی ہر نعمت سے بہرہ مند ہونے کی اجازت دے رکھی تھی۔ مگر ایک خاص درخت کے پھل سے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ لا

تقرباً هذا الشجرة۔ تم دونوں اس درخت کے نزدیک
 بھی نہ جانا۔ مگر شیطان لعین جو حضرت آدمؑ کی طرف سے
 اپنے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا، اُن سے کہنے لگا کہ:
 یا آدمہ! ادلك على شجرة الخلد وملك لا يبلى۔
 اے آدمؑ! کیا میں تمہیں ہمیشگی کے درخت اور ایسی بادشاہی
 کا پتہ دوں؟ جو ناقابلِ زوال ہے۔“

آدمؑ درختِ خلد اور دائمی تقرب کے حصول کے
 لئے اس کے بہکائے میں آگئے اور اس درخت کا پھل کھالیا
 جس کے نتیجے میں قدرت کی طرف سے عتاب کے آثار ظاہر
 ہوئے۔ جنت کی فضا اجنبی سی نظر آنے لگی۔ جسم سے لباس
 تک جدا ہو گیا۔ آدمؑ یہ دیکھ کر گھبرائے۔ اپنے کتے پر نادام
 و پشیمان ہوئے اور اللہ سے سیکھے ہوئے کلمات کا واسطہ دے
 کر اس کے حضور گڑ گڑائے؛ توبہ و انابت کا ہاتھ پھیلایا۔ آخر

اللہ نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:
 فتلقى آدم من ربه كلمات فتاب عليه الله هو
 التواب الرحيم۔

آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمے سیکھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
 ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اور وہ توبہ قبول کرنے والا بڑا
 مہربان ہے۔“

توبہ قبول فرمانے کے بعد انہیں جہاں کے لئے خلق فرمایا
 تھا وہاں پر اتر جانے کا حکم دیا اور زمین کو اُن کے لئے جائے
 قرار وجائے انتفاع قرار دیا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:
 ولكم في الارض مستقرّ ومتاع الى حين۔

تمہارے لئے زمین میں ٹھہراؤ اور ایک وقتِ مقررہ تک
 فائدہ اٹھانا ہے۔“

حضرت آدمؑ کے واقعہ میں قرآنی تعبیرات کچھ

اس قسم کے ہیں جن سے ان کا گنہگار ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کا غرض بعثت کے پیش نظر معصوم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں عاصی کہا گیا ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے: وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ ۖ قَالَ إِنَّمَا أَتَىٰ بِالْبَاطِلِ ۖ وَهُوَ كَافٍ ۚ ”آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔“ اور عصیان و نافرمانی کا لازمی نتیجہ دوزخ ہے۔ جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے: وَمَنْ يَعَصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنْتَ لَهُ نَارُ جَهَنَّمَ۔

جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے اُس کے لئے یقیناً دوزخ کی آگ ہے۔“

لہذا جب آدمؑ عصیان کے نتیجہ میں دوزخ کے مستحق قرار پائے تو اُن کی عصمت کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ کیونکہ ہر وہ فعل جس کی سزا جہنم ہو وہ یقیناً گناہ اور عصمت کے منافی ہوتا ہے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ اُنہیں گمراہ اور ہدایت سے منحرف قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے فغوی ”وہ گمراہ ہو گئے۔“ غوایت کے معنی گمراہی کے ہیں۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے رُشد (ہدایت) کے مقابلہ میں اسے بیان کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

قد تبين الرشد من الغي۔

ہدایت گمراہی سے الگ ہو کر ظاہر ہو چکی۔“

تیسرا شبہ یہ ہے کہ انہیں درخت کے قریب جانے کے بعد توبہ کی احتیاج ہوئی اور توبہ کسی امرِ ناپسندیدہ ہی کہ نتیجہ میں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے ان کی توبہ کا ذکر قبولیت توبہ کے ضمن میں اس طرح کیا ہے کہ:-

فتاب عليه انه هو التواب الرحيم۔

اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ وہ یقیناً بہت توبہ قبول

کرنے والا بڑا مہربان ہے۔“

چوتھا شبہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا جس سے انہیں روکا گیا تھا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے:

الما انہکما عن تلکما الشجرة۔

کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روکا تھا۔“

اور منہی منہ کے ارتکاب ہی کا نام گناہ ہے۔

پانچواں شبہ یہ ہے کہ وہ درخت کے پاس جانے کے نتیجہ میں ظالم ٹھہرے۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:-

ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمین۔

اس درخت کے نزدیک نہ جانا ورنہ ظلم کرنے والوں میں سے ہو گے۔“

اور ظلم خواہ کسی نوعیت کا ہو عصمت کے منافی ہے۔

چھٹا شبہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے خود اپنے

نقصان رسیدہ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ان کی زبانی ارشاد ہے:

وَان لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں کھائے گا تو ہم بلاشبہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔“

اور نقصان کا ترتب گناہ ہی پر ہو سکتا ہے۔

ساتواں شبہ یہ ہے کہ وہ شیطان کے بہکانے میں آگئے جس کے بعد انہیں جنت سے نکلنا پڑا۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے:-

فَاٰزَلٰهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ۔

شیطان نے ان کو وہاں سے ڈگمگایا تو انہیں اس حالت سے جس میں تھے نکلوا دیا۔“

اور جو لغزش شیطان ملعون کے بہکانے کا نتیجہ ہو

وہ بہر حال عصمت سے سازگار نہیں ہو سکتی۔

پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ عصیان کے معنی امر الہی کی مخالفت کے ہیں۔ خواہ وہ امر بطور وجوب ہو خواہ بطور ندب و استحباب اگر امر واجبی کی مخالفت ہو تو وہ گناہ ہے جس پر سزا مرتب ہوتی ہے۔ اور اگر ندبی و استحبابی ہو تو اس کی مخالفت کو گناہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اسی طرح امر ارشادی کی مخالفت بھی گناہ نہیں ہے۔ اگرچہ امر ندبی و استحبابی کی مخالفت کو بھی عصیان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور امر ارشادی کی مخالفت پر بھی عصیان کا اطلاق ہوتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امر تہ بشرب الدوا فعصانی۔ ”میں نے اسے دوا کے پینے کا حکم دیا مگر اس نے میری نافرمانی کی۔“ اسی طرح ابن المنذر نے یزید ابن مہلب امیر خراسان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

امرتك امر اجاز ما فعصيتنى

فاصبحث مسلوب الامارة نادما

”میں نے تمہیں ایک پختہ اور سوچی سمجھی ہوئی
رائے دی مگر تم نے میری نافرمانی کی جس کے نتیجہ میں
تمہیں امارت سے محروم اور شرمسار ہونا پڑا۔“

ان دونوں مثالوں میں امر، امر ارشادی ہے جس
کی حیثیت صرف ایک مشورہ و رائے کی ہوتی ہے جس میں
مخاطب ہی کا مفاد ملحوظ ہوتا ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی پر
قہراً کچھ مفسد مرتب ہوتے ہیں۔ جیسے کسی کو سنکھیا سے
پرہیز کرنے کا مشورہ دیا جائے تاکہ وہ ہلاکت و تباہی سے
دوچار نہ ہو۔ اسی طرح حضرت آدمؑ کو درخت کا پھل کھانے
سے منع کیا گیا تاکہ وہ ان مضر توں سے بچے رہیں جو اُس
کھانے کا قہری نتیجہ تھیں۔ چنانچہ خداوندِ عالم نے حضرت

آدم علیہ السلام کو جب درخت کے پاس جانے سے منع کیا تو اُس کے مفاسد سے بھی آگا کر دیا۔ اس طرح کہ اُنہیں شیطان ملعون کی دشمنی سے متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی ان لک الاتجوع فیہا ولا تعری وانک لا تطباء فیہا ولا تضحی۔

ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں جنت سے نکال باہر کرے کہ تم بد بختی مول لو۔ بے شک تمہارے لئے یہاں یہ سامان ہے کہ تم یہاں نہ بھوکے ہوں گے نہ برہنا اور نہ پیاس اور دھوپ سے سابقہ پڑے گا۔“

اگر یہ اس قسم کی نہیں ہوتی جس کی مخالفت گناہ قرار پاتی ہے، تو بھوک، پیاس اور عریانی و تپش کے بجائے اللہ تعالیٰ اپنے غضب و انتقام کا ذکر کرتا۔ لیکن یہ کچھ نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ اس نہیں کی حیثیت صرف نہی ارشادی

کی تھی جس کی خلاف ورزی گناہ نہیں ہے؛ مگر آدمؑ کی رفعت
 و بلند پائگی کی بنا پر اسے عصیان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ
 عصیان کی نسبت صرف حضرت آدمؑ کی طرف دی گئی ہے؛
 حالانکہ حضرت حوا علیہا السلام بھی نہیں میں شریک تھیں اور
 کھانے میں بھی شریک، اور جنت سے نکلنے میں بھی شریک
 رہیں۔ مگر ہر منزل پر شریک ہونے کے باوجود ان کی
 طرف عصیان کی نسبت نہیں ہے۔ اگر یہ نہی حرمت کی بنا پر
 ہوتی تو حوا کو الگ نہ کیا جاتا؛ اور وہ اس عصیان میں بھی
 شریک قرار پاتیں۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ صرف
 ترکِ اولیٰ تھا جو نبوت کی وجہ سے عصیان کہلایا۔ اور ترکِ
 اولیٰ وہی ہے جو بعض کے اعتبار سے قابلِ مواخذہ اور بعض
 کے اعتبار سے قابلِ مواخذہ نہ ہو۔ اس لئے شریک نہیں
 ہونے کے باوجود حوا کی خلاف ورزی کو عصیان نہیں کہا

گیا۔

دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ غوایت کا مطلب یہ
ہوتا ہے کہ انسان کسی مقصد کو حاصل کرنا چاہے اور صحیح
طریق کار اختیار نہ کرنے کی وجہ سے اپنے مقصد میں ناکام
رہے۔ چنانچہ ایک شاعر کا قول ہے

فمن یلق خیرا یحمد الناس امرہ

ومن یغولم یعدم علی الغی لائمًا

”جو اپنے مقصد کو پالیتا ہے لوگ اس کی مدح و
ستائش کرتے ہیں۔ اور جو ناکام رہتا ہے اُسے اس ناکامی پر
ملامت کرنے والا بھی ملتا ہے۔“

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا اصل مقصد تقرب
الہی تھا جس کا وسیلہ اُنہوں نے درخت کے پھل کو قرار دیا۔
چنانچہ شیطان لعین نے اُس سے کہا کہ:

مانہا کما ربکما عن هذه الشجرة الا ان تکونا
ملکین او تکونا من الخالدين۔

تمہارے پروردگار نے تم دونوں کو درخت (کا پھل کھانے)
سے صرف اس لئے منع کیا ہے کہ مبادا تم دونوں فرشتے بن
جاؤ یا ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہ جاؤ۔“

چونکہ مقصد حضرت آدمؑ کا حصولِ تقرب تھا نہ
لذت اندوزی و شکم پروری؛ اس لئے بلحاظ مقصد تو پھل
کھانے کو گناہ نہیں کہا جاسکتا؛ لیکن حصولِ تقرب کا جو اسے
وسیلہ قرار دینا چاہا وہ وسیلہ ثابت نہ ہو سکا جس کے نتیجہ میں وہ
محروم و ناکام رہے اور اسی محرومی و ناکامی کو غوایت سے تعبیر
کیا گیا ہے۔

تیسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت
آدمؑ نے اپنے فعل پر نادم ہوتے ہوئے توبہ کی لیکن توبہ

کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی گناہ ہی کے نتیجہ میں ہو۔ کیونکہ توبہ کا مطلب اپنے کسی فعل یا ترک پر نادام ہونا ہے۔ اور یہ ندامت استجابی و ندبی امر کے ترک پر بھی ہو سکتی ہے۔ اور خاصانِ خدا اپنے مقام و منزلت کے پیش نظر امر مندوب کے ترک، اور فعلِ مکروہ کے ارتکاب پر نادام و پشیمان ہوتے اور اُسے گناہ تصور کرتے ہوئے اس سے توبہ کرتے ہیں۔

چوتھے شبہ کا جواب یہ ہے کہ منہی عنہ کا ارتکاب گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ نہی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تحریمی اور دوسرے تنزیہی۔ نہی تحریمی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خلاف ورزی گناہ ہو اور اس پر سزا و عقوبت صحیح ہو۔ اور نہی تنزیہی کا مطلب یہ ہے کہ اس سے کنارہ کشی پسندیدہ ہو؛ مگر اس کے ارتکاب پر سزا و عذاب نہ ہو۔ اس مقام پر نہی،

نہی تحریمی نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہ نہی تحریمی ہوتی تو اس
 پر حضرت آدمؑ سزا کے مستحق ہوتے۔ اور انبیاءؑ کی شان اس
 سے کہیں بلند تر ہے کہ اُن کے لئے سزا و عقوبت کو تجویز
 کیا جاسکے۔ اور پھر یہ کہ نہی تحریمی ایک تکلیف شرعی کی
 حیثیت رکھتی ہے۔ اور جنت مقام عمل نہیں ہے جہاں اُن
 پر امر و نہی کے ذریعہ کوئی تکلیف عائد ہوتی۔ لہذا جنت کے
 دارالجزاء ہونے کے لحاظ سے اس نہی کو نہی تنزیہی قرار دیا
 جائے گا جس کی خلاف ورزی ترکِ اولیٰ شمار ہوتی ہے، نہ
 گناہ و معصیت۔ البتہ اس ترکِ اولیٰ کا طبعی نتیجہ اس طرح
 ظاہر ہوا کہ ان کے بدن سے لباس اتر والیا گیا اور جنت سے
 اتار دیئے گئے اور اُسے سزا سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ
 وہ اسی زمین کو آباد کرنے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ممکن
 ہے کہ جنت میں اُن کے قیام کی مدت کچھ اور طویل ہو جاتی،

کہ ترکِ اولیٰ کے باعث حکمت الہی اس کی مقتضی ہوئی کہ انہیں مقصد تخلیق کی تکمیل کے لئے جلد زمین پر اُتار دیا جائے اور یہ ترکِ اولیٰ زمین کی آباد کاری کا ذریعہ قرار پا گیا۔ چنانچہ حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ:

انی جعلت معصیۃ آدم سبباً العبارة العالم

میں نے آدمؑ کی معصیت کو دنیا کی آبادی کا سبب قرار دیا۔“
پانچویں شبہ کا جواب یہ ہے کہ ظلم کے معنی حدودِ الہیہ کو نظر انداز کرنے کے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

ومن يتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرتے ہیں وہی لوگ ظالم ہیں۔“

اور یہ حدود کبھی بطورِ وجوب و الزام ہوتے ہیں اور کبھی بطورِ استحباب و ندب۔ اگر حد کی پابندی بطورِ وجوب ہو تو اس سے

متجاوز ہونا گناہ قرار پائے گا۔ اور اگر بطورِ ندب و استحباب ہو تو اس سے متجاوز ہونا ترکِ اولیٰ ہو گا۔ اور ترکِ اولیٰ عصمت کے منافی نہیں ہے۔

چھٹے شبہ کا جواب یہ ہے کہ خسران کے معنی کسی منفعت سے محرومی کے ہیں اور منفعت سے محرومی اور چیز ہے اور گناہ اور چیز ہے۔ چنانچہ مستحب امور کو ترک کرنا گناہ نہیں ہے مگر خسران یعنی ثواب سے محرومی اس میں بھی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت آدمؑ نے ترکِ اولیٰ کے ارتکاب سے ان فائدوں اور منفعتوں کو کھودیا جو انہیں حاصل تھیں۔ اور یہی نقصان و خسران ہے۔

ساتویں شبہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کا جنت سے نکلنا اور زمین پر اُترنا سزا بھگتنے کے لئے نہ تھا۔ اس لئے کہ آدمؑ تو پیدا ہی خلافتِ ارضی کے لئے ہوئے تھے۔ اور

اپنے قلم و مملکت میں آنا سزا متصور نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو آدمؑ کے لئے جنت دار العمل اور دنیا دار الجزاء ہوتی حالانکہ جنت دار الجزاء اور دنیا دار العمل ہے۔ اور پھر ایک قول کی بنا پر حضرت آدمؑ کے بہوٹ کا واقعہ توبہ کے قبول ہونے کے بعد ہوا تو جب توبہ قبول ہو گئی تو اس کے بعد سزا کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ سزا و عقاب کا کوئی محل رہتا ہے۔ چنانچہ بہوٹ آدمؑ کے سلسلہ میں ارشادِ باری ہے:-

عَصٰی اٰدَمَ رَبِّهٖ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبَاہٗ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَہَدٰی قَالِ اٰہْبِطْ مِنْہَا جَمِیْعًا۔

آدمؑ نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو وہ محرومی سے دوچار ہوئے۔ اس کے بعد ان کے پروردگار نے انہیں چن لیا۔ اور توبہ قبول فرمائی اور ان کی ہدایت کی۔ فرمایا کہ تم دونوں بہشت سے نیچے اتر جاؤ۔“

اس آیت میں ہبوط کا تذکرہ توبہ کے بعد اور اسے سزا و عقوبت کے نتیجہ کے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ صاف ظاہر ہے کہ اُن کے مقصدِ تخلیق کے پیش نظر انہیں زمین پر اُتارا اور اس قول کی تائید امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے:-

ثم بسط الله سبحانه في توبته ولقاءه كلمة رحمة و
وعده المرد الى جنته واهبطه الى دار البلية
وتناسل الذرية۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کے لئے توبہ کا دامن پھیلایا، انہیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا ان سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلاؤ محلِ افزائشِ نسل قرار دیا۔“

دُعَائِهِ فِي الْكَرْبِ وَالْإِقَالَةِ كَرْبِ وَمَصِيبَتِ سَے تحفظ اور لغزش و خطا سے

معافی

وَمِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْكَرْبِ
وَالْإِقَالَةِ

کرب و مصیبت سے تحفظ اور لغزش و خطا سے معافی کے لئے
حضرت کی دعا:-

إِلٰهِي لَا تُشِبِّتْ بِيْ عَدُوِّيْ وَلَا تَفْجَعْ بِيْ حَمِيْمِيْ
وَصَدِيْقِيْ اِلٰهِيْ هَبْ لِيْ لِحْظَةً مِّنْ لِّحَظَاتِكَ

اے میرے معبود! میرے دشمنوں کو میری حالت پر دل
میں خوش ہونے کا موقع نہ دے اور میری وجہ سے میرے
کسی مخلص و دوست کو رنجیدہ خاطر نہ کر۔ بارِ الہا! اپنی نظر
عِیْ مَا ابْتَلَيْتَنِيْ بِهِ وَتُعِيْدُنِيْ اِلٰی اَحْسَنِ عَادَاتِكَ

عِنْدِي وَاسْتَجِبْ دُعَائِي وَدُعَاءَ مَنْ أَخْلَصَ لَكَ
دُعَاءَهُ فَقَدْ ضَعُفَتْ قُوَّتِي وَقَلَّتْ حِيلَتِي وَاسْتَدَّتْ
حَالِي وَأَيْسَتْ هِمَا عِنْدَ خَلْقِكَ فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا
رَجَاؤُكَ إِلَهِي إِنَّ قُدْرَتَكَ عَلَى كَشْفِ مَا أَنَا فِيهِ
كَقُدْرَتِكَ عَلَى مَا أَبْتَلَيْتَنِي بِهِ وَإِنْ ذُكِرَ عَوَائِدُكَ
يُونُسُومِي وَالرَّجَاءُ فِي إِنْعَامِكَ وَفَضْلِكَ يُقَوِّمُنِي لِأَنِّي
لَمْ أَخْلُ مِنْ نِعْمَتِكَ مُنْذُ خَلَقْتَنِي وَأَنْتَ إِلَهِي
مَفْرَعِي وَمَلْجَأِي وَالْحَافِظُ لِي وَالذَّابُّ عَنِّي
الْمُتَحَنِّنُ عَلَيَّ الرَّحِيمُ بِي الْمُتَكَفِّلُ بِرِزْقِي فِي
قَضَائِكَ كَانَ مَا حَلَّ بِي وَبِعِلْمِكَ مَا صِرْتُ إِلَيْهِ
فَأَجْعَلْ يَا وَلِيِّي وَسَيِّدِي هِمَا قَدَّرْتَ وَقَضَيْتَ عَلَيَّ
وَحْتَمْتَ عَافِيَّتِي وَمَا فِيهِ صَلَاحِي وَخَلَاصِي هِمَا أَنَا
فِيهِ فَإِنِّي لَا أَرْجُوا لِدَفْعِ ذَلِكَ غَيْرَكَ وَلَا أَعْتَمِدُ
فِيهِ إِلَّا عَلَيْكَ فَكُنْ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ عِنْدَ

أَحْسَنَ ظَنِّي بِكَ

عنایات میں سے ایسی نظر توجہ میرے شامل حال فرما جس سے تو ان مصیبتوں کو مجھ سے ٹال دے جن میں مجھے مبتلا کیا ہے اور ان احسانات کی طرف مجھے پلٹا دے جن کا مجھے خوگر بنایا ہے۔ اور میری دعا اور ہر اُس شخص کی دعا کو جو صدق نیت سے تجھے پکارے قبول فرما۔ کیونکہ میری قوت کمزور، چارہ جوئی کی صورت ناپید، اور حالت سخت سے سخت تر ہو گئی ہے اور جو کچھ تیرے مخلوقات کے پاس ہے اس سے میں بالکل نا اُمید ہوں۔ اب تو تیری پہلی نعمتوں کے دوبارہ حاصل ہونے میں تیری اُمید کے علاوہ کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ اے میرے معبود! جن رنج و آلام میں گرفتار ہوں ان سے چھٹکارا دلانے پر تو ایسا ہی قادر ہے جیسا ان چیزوں پر قدرت رکھتا ہے جن میں مجھے مبتلا کیا ہے۔ بے شک

تیرے احسانات کی یاد میرا دل بہلاتی اور تیرے انعام و
 تفضل کی اُمید میری ہمت بندھاتی ہے۔ اس لئے کہ جب
 سے تو نے مجھے پیدا کیا ہے میں تیری نعمتوں سے محروم
 نہیں رہا۔ اور تو ہی اے میرے معبود! میری پناہ گاہ، میرا
 ملجاء، میرا محافظ و پشت پناہ، میرے حال پر شفیق و مہربان
 اور میرے رزق کا ذمہ دار ہے۔ جو مصیبت مجھ پر وارد ہوئی
 ہے تو وہ تیرے فیصلہ قضا و قدر میں اور جو میری موجودہ
 حالت ہے وہ تیرے علم میں گزر چکی تھی۔ تو اے میرے
 مالک و سردار! جن چیزوں کو تیرے فیصلہ قضا و قدر نے
 میرے حق میں طے کیا اور لازم و ضروری قرار دیا ہے ان
 چیزوں میں سے میری عافیت اور وہ چیز جس سے میری
 بہبودی اور جس حالت میں ہوں اس سے رہائی وابستہ ہے قرار
 دے۔ کیونکہ میں اس مصیبت کے ٹالنے

وَارْحَمْ ضَعْفِي وَقِلَّةَ تَكْشِفُ بِهَا حِيلَتِي وَاكْشِفْ
كُرْبَتِي وَاسْتَجِبْ دَعْوَتِي وَأَقْلِنِي عَثْرَتِي وَامْنُنْ عَلَيَّ
بِذَلِكَ وَعَلَى كُلِّ دَا عِلَّكَ أَمْرَتَيْنِ يَا سَيِّدِي بِالدُّعَاءِ
وَتَكَفَّلْتَ بِالْإِجَابَةِ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ الَّذِي لَا خُلْفَ
فِيهِ وَلَا تَبْدِيلَ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ نَبِيِّكَ وَعَبْدِكَ
وَعَلَى الطَّاهِرِينَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَأَغْنِنِي فَإِنَّكَ
غِيَاثُ مَنْ لَا غِيَاثَ لَهُ وَحِرْزُ مَنْ لَا حِرْزَ لَهُ وَأَنَا
الْمُضْطَرُّ الَّذِي أَوْجَبْتَ إِجَابَتَهُ وَكَشَفَ مَا بِهِ مِنَ
السُّوِّ فَأَجِبْنِي وَاكْشِفْ عَنِّي وَفَرِّجْ غَمِّي وَأَعِدْ
حَالِي إِلَى أَحْسَنِ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ وَلَا تُجَارِنِي
بِالْإِسْتِحْقَاقِ وَلَكِنْ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ
مُحَمَّدٍ وَاسْمَعْ وَاجِبْ يَا عَزِيزُ -

میں کسی پر اُمید نہیں رکھتا اور نہ اس سلسلہ میں تیرے علاوہ
 کسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ تو اے جلالت و بزرگی کے مالک
 میرے اس حسنِ ظن کے مطابق ثابت ہو جو مجھے تیرے
 بارے میں ہے اور میری کمزوری و بے چارگی پر رحم فرما۔
 میری بے چینی کو دور کر۔ میری دُعاء قبول فرما۔ میری
 خطاء و لغزش کو معاف کر دے اور مجھ پر اور جو بھی تجھ سے
 دعا مانگے عفو و درگزر کر کے احسان فرما۔ اے میرے
 مالک! تو نے مجھے دعا کا حکم دیا اور قبولیتِ دعا کا ذمہ لیا۔ اور
 تیرا وعدہ ایسا سچا ہے جس میں خلاف و رزی و تبدیلی کی
 گنجائش نہیں ہے۔ تو اپنے نبیؐ اور عبدِ خاص محمدؐ اور اُن کے
 اہل بیت اطہارؑ پر رحمت نازل فرما؛ اور میری فریاد کو پہنچ۔
 کیونکہ تو ان کا فریاد رس ہے جن کا کوئی فریاد رس نہ ہو۔ اور
 اُن کے لئے پناہ ہے جن کے لئے کوئی پناہ نہ ہو۔ میں ہی وہ

مضطرب و لاچار ہوں جس کی دُعاء قبول کرنے اور اس کے دکھ درد کے دور کرنے کا تو نے التزام کیا ہے۔ لہذا میری دُعاء کو قبول فرما! میرے غم کو دور اور میرے رنج و اندوہ کو برطرف فرما اور میری حالت کو پہلی حالت سے بھی بہتر حالت کی طرف پلٹا دے۔ اور مجھے استحقاق کے بقدر اجر نہ دے بلکہ اپنی اس رحمت کے لحاظ سے جزا دے جو تمام چیزوں پر چھائی ہوئی ہے اے جلالت و بزرگی کے مالک تو رحمت نازل فرما محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر اور میری دُعاء کو سن اور اسے قبول فرما، اے غالب! اے صاحبِ اقتدار!

حضرتؑ نے اس دُعاء کے شروع میں اُن مصائب
 و آلام سے بچاؤ کی التجاء کی ہے جو دشمنوں کی شمت اور
 دوستوں کے لئے اذیت کا باعث ہوتے ہیں۔ شمت کا
 مطلب یہ ہے کہ دشمن اپنے کسی حریف کو رنج و مصیبت اور
 کرب و اندوہ میں دیکھ کر بظاہر ہمدردی کا اظہار کرے اور
 باطن خوش ہو۔ اور یہ شمت اور ہمدردانہ لہجہ طنز کی
 آمیزش انتہائی روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اور انبیاء و
 خاصانِ خدا کڑوے سے کڑوے گھونٹ پینے کے باوجود ا
 سکی تلخی سے پناہ مانگتے تھے۔ چنانچہ حضرت ایوبؑ کے
 متعلق وارد ہوا ہے کہ جب اُن کی تمام کی تمام اولاد مر گئی،
 مال مویشی تلف ہو گئی اور خود مختلف بیماریوں کا ہدف بن
 گئے تو خداوندِ عالم نے ان کے صبر و شکر کے نتیجے میں انہیں
 پہلے سے بڑھ کر نعمتیں دیں۔ اس موقع پر ان سے پوچھا گیا

کہ زمانہ ابتلاء و آزمائش میں کون سی مصیبت آپ پر سب سے زیادہ گراں گزری؟ آپ نے فرمایا کہ دشمنوں کی شہادت اور اُن کا اظہارِ رنج و افسوس کے ساتھ خندہ زیر لب اسی شہادت کی تلخی کی بنا پر عباس ابن مرداس سلمیٰ کے یہ دو شعر امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی زبان سے نکل جایا کرتے تھے

فان تسللینی کیف انت فانی

صبور علی ریب الزمان

”اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہو؟ تو سنو کہ میں زمانہ کی سختیاں جھیل لے جانے میں بڑا مضبوط اور کوہِ صبر و تحمل ہوں۔“

یعز علی ان تری بی کابۃ

فیشبت عاد او یساء حبیب

”مجھے یہ گوارا نہیں کہ مجھ میں حزن و غم کے آثار دکھائی
 پڑیں کہ دشمن خوش ہونے لگیں اور دوستوں کو رنج
 پہنچے۔“

حضرت شماتِ اعداء سے دُعاے تحفظ کے بعد اللہ
 تعالیٰ کی نظرِ کرم و نگاہِ مرحمت کی التجا کرتے ہیں۔ کیونکہ
 موت و حیات، عزت و ذلت، صحت و بیماری اور فقر و غنا سب
 اسی نظرِ الہی کا کرشمہ و نتیجہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ہی کا ارشاد
 ہے:

ان لله لوحا محفوظا يلحظه في كل يوم ثلث مائة
 لحظة ليس فيها لحظة الا يحیی منها ويمیت و يعز
 و يذل و يفعل ما يشاء۔

اللہ تعالیٰ کے لئے ایک لوحِ محفوظ ہے جس پر وہ ہر روز تین

سو مرتبہ نظر ڈالتا ہے اور ہر نظر کے نتیجہ میں وہ کسی کو زندگی دیتا ہے کسی کو موت، کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلت اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔“

اس نگاہِ لطف و مرحمت کے بعد انسان صرف اُسی سے اپنی اُمیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہر فرد سے مایوس و ناامید ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رجاء صادق وہی ہے جس کے بعد دُنیا کی ہر مخلوق سے استغناء و بے نیازی ہو جائے۔ اور یہ بے نیازی اُمید و رجاء کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے بجائے دوسروں سے اُمید رکھتا ہے، وہ سراپا فقر و احتیاج نظر آتا ہے۔ اگرچہ مال و دولت رکھتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنے والا فقر و تنگ دستی میں بھی غنی و بے نیاز رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اُسے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود رزق کا ضامن و کفیل ہے اور وہ زندگی کے کسی دور

میں اس کا سلسلہ بند نہیں کرے گا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-
وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔

اس نے زمین پر چلنے پھرنے والی ہر مخلوق کی روزی کا ذمہ
لیا ہے۔“

اس کے بعد اپنے مصائب و محن کے سلسلہ میں
قضا و قدرِ الہی کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح کہ جو مصائب و آلام
مجھ پر وارد ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم اور فیصلہ قضا و قدر
کے مطابق ہیں۔ مسئلہ قضا و قدر ان دقیق مسائل میں سے ہے
جس میں سطحی ذہنیت کے لوگ غور و فکر سے اطمینان و یقین
کی روشنی حاصل نہیں کر سکتے بلکہ باریکیاں اور کاوشیں اُسے
اور پیچیدہ بنا دیتی ہیں۔ اسی لئے عوام کو اس میں غور و خوض
اور رد و کد سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ
السلام سے ایک شخص نے قضا و قدر کے متعلق دریافت کیا

تو آپ نے اُس سے فرمایا: ”بحر عمیق لا تلجہ۔ یہ ایک گہرا سمندر ہے اس میں نہ اُترو۔“ اس نے پھر پوچھا تو فرمایا: ”طریق مظلم لا تسلكہ۔ یہ ایک تاریک راستہ

ہے اس میں قدم نہ اٹھاؤ“ پھر پوچھا تو فرمایا: ”سِرُّ اللہ لا تتكلفہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔“ یہ عقل کی درماندگی اور فہم و ادراک کی نارسائی ہی ہے، جو انسان کو کبھی جبر کی طرف لے جاتی ہے اور کبھی تفویض تک پہنچا دیتی ہے۔ چنانچہ اس قضاء و قدر میں فکر و تعمق کے نتیجہ میں ایک گروہ جبر کا قائل ہو گیا اس طرح کہ انسان سے جو اچھے برے افعال صادر ہوتے ہیں وہ ان کے بجالانے پر مجبور ہے اور اپنی اچھائی، برائی، نفع و نقصان کے

سلسلہ میں اسے ذرا اختیار نہیں ہے۔ اور ایک گروہ تفویض کا قائل ہو گیا۔ اس طرح کہ انسان سے جو افعال بھی صادر ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علم و ارادہ سے باہر اور اس کی قضا و قدر سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ مگر فرقہ امامیہ نے جو راہ اختیار کی ہے وہ ان دونوں راہوں کے درمیان جاتی ہے اور دونوں سے بچ کر نکلتی ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

لا جبر ولا تفویض ولكن امر بین امرین۔

نہ جبر ہے، نہ تفویض۔ بلکہ حقیقت ان دونوں کے بین بین ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ نہ تو خدا کی طرف سے بندوں پر جبر ہے اور نہ ان کے افعال و اعمال کو اپنے قضا و قدر کے حدود سے باہر رکھا ہے۔ بلکہ انسان نیک اعمال بجالاتا ہے

تو اس لئے کہ اس کے ارادہ و اختیار کے ساتھ لطف و توفیق الہی شریک حال ہوتی ہے۔ اور برے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے تو اس لئے کہ اس نے باختیار خود ایسی صورت پیدا کر لی ہے، کہ اس سے توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اللہ اس کے خود اختیاری افعال کے نتیجہ میں اُسے گمراہیوں میں بھٹکنے کے لئے کھلا چھوڑ دیتا ہے۔ اس ”امر بین امرین“ کو اس طرح سمجھنا چاہئے کہ کسی کے گھر میں بجلی نصب ہو تو وہ جب چاہے روشنی کر سکتا ہے اور جب چاہے اندھیرا۔ مگر اس اختیار کے باوجود ایک لحاظ سے مجبور بھی ہے۔ وہ اس طرح کہ جو بجلی کے مرکز پر مسلط و کارفرما ہے وہ اسے بند کر دے تو یہ لاکھ بٹن دبائے تاروں میں برقی رو نہیں دوڑا سکتا کیونکہ بجلی کا مرکز اس کے حدود و اختیار سے باہر ہے۔

دُعَاؤُهُ مِمَّا يَخَافُهُ وَيَحْذَرُهُ۔ خوف و خطر کے موقع پر

دُعَاؤُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِمَّا يَخَافُهُ وَيَحْذَرُهُ۔

خوف و خطر کے موقع پر حضرتؐ کی دعاء

إِلٰهِي إِنَّهُ لَيْسَ يَرُدُّ غَضَبَكَ إِلَّا حِلْمُكَ وَلَا يُنْجِي
مِنْ

اے میرے معبود! تیرے غضب کو کوئی چیز روک نہیں
سکتی سوا تیرے حلم کے؛ اور تیرے عذاب سے کوئی چیز
چھڑا نہیں

عِقَابِكَ إِلَّا عَفْوُكَ وَلَا يُخَلِّصُ مِنْكَ إِلَّا رَحْمَتُكَ
وَالْتَضَرُّعُ إِلَيْكَ فَهَبْ لِي يَا إِلٰهِي فَرَجًا بِالْقُدْرَةِ الَّتِي
بِهَا تُحْيِي مَيِّتَ الْبِلَادِ وَبِهَا تَنْشُرُ أَرْوَاحَ الْعِبَادِ
وَلَا تُهْلِكْنِي وَعَرِّفْنِي الْإِجَابَةَ يَا رَبِّ وَارْفَعْنِي وَلَا
تَضَعْنِي وَانْصُرْنِي وَارْزُقْنِي وَعَافِنِي مِنَ الْآفَاتِ

يَا رَبِّ اِنْ تَرْفَعْنِي فَمَنْ يَضَعْنِي وَاِنْ تَضَعْنِي فَمَنْ
يَرْفَعْنِي وَقَدْ عَلِمْتُ يَا اِلٰهِي اَنْ لَيْسَ فِيْ حُكْمِكَ
ظُلْمٌ وَلَا فِيْ نِقْمَتِكَ عَجَلَةٌ اِنَّمَا يَعْجَلُ مَنْ يَخَافُ
الْفَوْتَ وَيَحْتَاجُ اِلَى الظُّلْمِ الضَّعِيفُ وَقَدْ
تَعَالَيْتَ عَنْ ذٰلِكَ يَا سَيِّدِيْ عَلُوًّا كَبِيْرًا رَبِّ لَا
تَجْعَلْنِيْ لِلْبَلَاءِ غَرَضًا وَلَا لِنِقْمَتِكَ نَصَبًا وَمَهْلِنِيْ
وَنَفْسِنِيْ وَاَقْلِنِيْ عَثْرَتِيْ وَلَا تُتْبِعْنِيْ بِالْبَلَاءِ فَقَدْ
تَرَى ضَعْفِيْ وَقَلَّةَ حِيلَتِيْ فَصَبِّرْنِيْ فَاِنِّيْ يَا رَبِّ
ضَعِيفٌ مُّتَضَرِّعٌ اِلَيْكَ يَا رَبِّ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ
فَاعِذْنِيْ وَاَسْتَجِيْرُ بِكَ مِنْ كُلِّ بَلَاءٍ

سکتی سوا تیرے عفو و کرم کے۔ اور تجھ سے کوئی چیز بچا
نہیں سکتی سوا تیری رحمت اور تیری بارگاہ میں تضرع و
زاری کے۔ اے میرے معبود! تو اس قدرت کے ذریعہ

جس سے مردہ زمینوں کو زندہ کرے گا اور بندوں کی (مردہ) روحوں کو زندگی دے گا، مجھے کشائش و فارغ البالی عطا کر اور تباہ و برباد نہ ہونے دے۔ اور (موت سے پہلے) قبولیت دعاء سے آگاہ کر دے۔ اے میرے پروردگار اور مجھے رفعت و سر بلندی دے اور پست کو نگوںسار نہ کر۔ اور میری امداد فرما اور مجھے روزی دے۔ اور آفتوں سے حفظ و امان میں رکھ۔ پروردگار! اگر تو مجھے بلند کرے تو پھر کون مجھے پست کر سکتا ہے، اور اگر تو پست کرے تو کون بلند کر سکتا ہے اور اے میرے معبود! مجھے بخوبی علم ہے کہ تیرے حکم میں ظلم کا شائبہ نہیں ہے اور نہ تیرے انتقام میں جلدی۔ جلدی تو وہ کرتا ہے جسے موقع کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور ظلم کرنے کی ضرورت اُسے پڑتی ہے جو کمزور و ناتواں ہوتا ہے۔ اور تو اے میرے مالک! اس

سے کہیں زیادہ بلند و برتر ہے۔ اے میرے پروردگار! مجھے
 بلا و مصیبت کا ہدف اور اپنے عذاب کا نشانہ نہ بنا۔ اور مجھے
 مہلت دے اور میرے غم و اندوہ کو دور کر۔ میری لغزش
 سے درگزر فرما اور مصیبت میرے پیچھے نہ لگا۔ کیونکہ میری
 کمزوری و بے چارگی تیرے سامنے ہے۔ تو مجھے صبر و ثبات
 کی ہمت دے۔ کیونکہ اے میرے پروردگار! میں کمزور اور
 تیرے آگے گڑ گڑانے والا ہوں۔ اے میرے پروردگار!
 میں تجھ سے تیرے ہی دامنِ رحمت میں پناہ
 مانگتا ہوں۔ لہذا مجھے پناہ دے اور ہر مصیبت و ابتلاء سے
 تیرے ہی دامن میں امان کا طلبگار ہوں

فَاجِرْنِي وَاسْتَتِرْ بِكَ فَاسْتُرْنِي يَا سَيِّدِي هَمًّا أَخَافُ
 وَأَحْذَرُ وَأَنْتَ الْعَظِيمُ أَعْظَمُ مِنْ كُلِّ عَظِيمٍ بِكَ
 بِكَ اسْتَتَرْتُ يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ يَا اللَّهُ يَا

اَللّٰهُ يَآ اَللّٰهُ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ الطَّيِّبِيْنَ
وَسَلِّمْ كَثِيْرًا۔

لہذا مجھے امان دے۔ اور تجھ سے پردہ پوشی چاہتا ہوں۔ لہذا
جن چیزوں سے میں خوف و ہراس محسوس کرتا ہوں اُن
سے اے میرے مالک اپنے دامنِ حفظ و حمایت میں
چھپالے اور تو عظیم اور ہر عظیم سے عظیم تر ہے۔ میں
تیرے اور صرف تیرے اور محض تیرے ذریعہ (پردہ حفظ
و امان میں) چھپا ہوا ہوں۔ اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ!
اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! تو محمدؐ اور
اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر رحمت اور کثیر سلامتی نازل
فرما۔

یہ دُعا دُنیا کے آلام و مصائب اور سوء انجام سے
 بچاؤ کے لئے پڑھی جاتی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے حلم کو
 اس کے غضب و انتقام سے مانع، اس کے عفو و درگزر کو
 سزا و عقوبت سے سپر اور اس کی رحمت اور اس کی بارگاہ میں
 تضرع و عاجزی کو نجاتِ اخروی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ
 اس کا حلم آڑے نہ آتا تو اس کا سیلِ غضب روکا نہ جاسکتا۔ اور
 عفو و رحمت کی کار فرمائی نہ ہوتی تو بخشش و نجات کی کوئی
 صورت پیدا نہ ہوتی۔ کیونکہ تقاضائے عدل تعزیر و عقوبت
 ہے اور اس تقاضے کو صرف رحمت ہی دبا سکتی ہے جو اُس
 کے غضب سے سابلت ہے۔ عفو و رحمت کے ذکر کے بعد
 اس کے اقتدار کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ خشک زمینوں
 میں شادابی اور مردہ میں حیات پیدا کر دے سکتا ہے۔ تو پھر
 کیا بعید ہے کہ وہ تنگی و سختی کو وسعت و کشائش سے، اور فقر و

احتیاج کو غنا و بے نیازی سے بدل دے۔ جب کہ وہی رزق
 و عافیت کا بخشے والا اور رفعت و بلندی دینے والا ہے۔ اور
 اس کے علاوہ کوئی اختیار و اقتدار نہیں رکھتا۔ وہ جسے پست
 کرنا چاہے اُسے کوئی اوج و عروج پر نہیں پہنچا سکتا، اور جسے
 ذلیل کرنا چاہے اُسے کوئی عزت و رفعت نہیں دے سکتا اور
 جسے اپنی نصرت سے محروم کرنا چاہے اُسے کوئی مدد نہیں
 دے سکتا۔ اور ان تمام صورتوں میں اُس کا عدل ہی کار فرما
 ہوتا ہے اور کسی مرحلہ پر ظلم نہیں کرتا۔ اس لئے کہ ظلم کی
 ضرورت اُسے ہوتی ہے جو کمزور و ناتواں ہو۔ اس بنا پر کہ
 اُسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ عدم تشدد کی صورت میں اقتدار و
 تسلط میں کمی رونما ہو جائے گی، اور جو ہر لحاظ سے توانا و غالب
 ہے، اُسے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے ظلم کی احتیاج ہی
 کیا ہے۔ اسی طرح وہ گنہگاروں کو سزا دینے میں جلدی

نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جلدی وہ کرتا ہے جسے یہ خطرہ ہو
 مجرم کو گنہگار اُس کے پنچہ سے نکل بھاگے گا۔ اور جس کا محیط
 اقتدار ہمہ گیر ہو اُسے یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی اس کی
 گرفت سے آزاد اور اس کے حدودِ مملکت سے باہر نکل
 جائے گا۔ اور پھر وہ ہر عظیم سے عظیم تر ہے۔ اور اس کے
 علاوہ ہر چیز اس کی مخلوق اور ہر شخص اُس کا پروردہ ہے۔
 اور اپنی زندگی و بقا میں اس کا دست نگر ہے۔ اور جو محتاج و
 دست نگر ہو وہ آزاد کیسے رہ سکتا ہے۔

حضرتؑ نے دُعاء کے آخر میں اللہ کا نام بار بار لیا
 ہے۔ یہ تکرار حظ و التذاذ اور طلب و الحاح کے لئے ہے اور
 اذکار و اوراد اور دُعا و مناجات میں خاصانِ خدا کی زبان پر اللہ کا
 نام ہی زیادہ آتا ہے اور یہ نام اس کے ناموں میں سب سے
 بلند تر، مشہور اور نمایاں ہے اور قبل اسلام جہاں اور

معبودوں کے نام تجویز کر لئے گئے تھے وہاں ایک ان دیکھی
 ہستی کا تصور بھی تھا جو اللہ جل جلالہ کے نام سے موسوم کی
 جاتی تھی۔ چنانچہ جاہلیت کے دور میں لبید کی زبان سے نکلا
 ہوا یہ شعر اس کا شاہد ہے:

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

ول نعیم لا محالة زائل

”دیکھو! اللہ کے علاوہ ہر چیز بے حقیقت اور
 ناپائیدار ہے اور ہر نعمت کے لئے بہر حال فنا و زوال ہے۔“
 اس نام میں اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے ناموں
 میں یہ فرق ہے کہ اس کے تمام ناموں کو اس نام کی طرف
 منسوب کیا جاسکتا ہے جیسے یہ کہ اللہ رحیم ہے، رحمن ہے، قادر
 ہے۔ مگر اُسے دوسرے ناموں کی طرف منسوب نہیں کیا جا
 سکتا کہ یہ کہا جائے کہ رحیم اللہ ہے، رحمن اللہ ہے، قادر اللہ

ہے۔ کیونکہ اللہ جل جلالہ اسم ذات ہے اور دوسری اسماء صفاتی ہیں۔ لہذا جس طرح اوصاف کا انتساب ذات کی طرف ہوتا ہے اسی طرح ان کے صفاتی نام اسم ذات کی طرف منسوب ہوں گے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا۔

اچھی صفتوں والے نام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں لہذا اُسے انہی ناموں سے پکارا کرو۔“

دوسرے یہ کہ یہ نام صرف خالقِ عالم کے لئے مخصوص ہے اور کسی اور پر اس کا اطلاق نہ حقیقہً ہوتا ہے نہ مجازاً۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِیًّا۔

کیا تمہارے علم میں اس کا ہمنام کوئی اور بھی ہے؟“

تیسرے یہ کہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو

جامع جمیع صفات ہے۔ اور چونکہ اسم ذات ہے لہذا ہر اس صفت پر حاوی ہو گا جو اللہ تعالیٰ کے لئے تجویز ہو سکتی ہے بخلاف دوسرے ناموں کے کہ وہ صرف ایک ایک صفت پر دلالت کرتے ہیں جیسے قادر صفت قدرت پر، عالم صفت علم پر، رحیم صفت رحمت پر۔

چوتھے یہ، کہ یہ نام معنوی اعتبار سے اس ہستی کی نشاندہی کرتا ہے جو معبودیت اور الوہیت کی حامل ہو۔ چنانچہ یہ نام اگر تالہ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے ”وہ ذات جو عبادت و پرستش کی سزاوار ہے“ اور تالہ کے معنی تعبد کے ہیں اور الہ سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے ”وہ ذات جس کی طرف مخلوقات اپنے مقاصد و حوائج کے لئے رجوع کرتی ہے۔“ اور الہ کے معنی رجوع کرنے اور سہارا ڈھونڈنے کے ہیں۔ اور ولہ سے مشتق ہے

تو اس کے معنی ہوں گے وہ ذات جس کے سمجھنے میں عقل و دانش سرگرداں اور فہم و ادراک متحیر و درمادہ ہیں اور ولہ کے معنی تحیر کے ہیں۔ اور لاء سے مشتق ہے تو اس کے معنی ہوں گے وہ صفات جو عقول و افہام سے بالاتر اور آنکھوں سے مخفی ہے۔ اور لاء کے معنی بلند و برتر اور پوشیدہ ہونے کے ہیں اور یہ تمام معانی اسی ذات کے لئے ہو سکتے ہیں جو خالق کائنات، مبدِ آوّل اور معبود حقیقی ہو۔

پانچویں یہ کہ اس نام کے حروف میں سے جتنے حروف چاہے کم کر دیجئے؛ پھر بھی اس کی دلالت اسی ذاتِ واحد و یکتا پر ہوتی ہے۔ چنانچہ سید نعمت اللہ جزائری نے کتاب مشارق الانوار سے نقل کیا ہے کہ اللہ میں سے الف نکال دیا جائے تو اللہ رہ جائے گا۔ اور لام نکال دیا جائے تو الہ رہ جائے گا۔ اور الف اور ایک لام نکال دیا جائے تو لہ رہ جائے

گا۔ اور اگر الف کے ساتھ دو لام نکال دیئے جائیں تو ہا رہ
جائے گا۔ جو واؤ کے ساتھ مل کر ہو کی صورت میں مستعمل
ہوتا ہے۔ اور یہ تمام الفاظ اسی کی ذات پر دلالت کرتے
ہیں۔

دُعَائِهِ السَّلَامُ فِي الْأَيَّامِ السَّبْعَةِ

ہفتہ کے سات دنوں میں کے پڑھنے کی دعائیں

دُعَاءُ يَوْمِ الْآحِدِ دُعَائے روزیکِ شنبہ

وَمِنْ دُعَائِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْأَيَّامِ

السَّبْعَةِ دُعَاءُ يَوْمِ الْآحِدِ

ہفتہ کے سات دنوں میں حضرت کے پڑھنے کی دعائیں

دُعَائے روزیکِ شنبہ:-

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا أَرْجُو إِلَّا فَضْلَهُ وَلَا أَخْشَى إِلَّا
عَدْلَهُ وَلَا أَعْتَبِدُ إِلَّا قَوْلَهُ وَلَا أُمْسِكُ إِلَّا بِحَبْلِهِ بِكَ
أَسْتَجِيرُ يَا ذَا الْعَفْوِ وَالرِّضْوَانِ مِنَ الظُّلْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَمِنْ غَيْرِ الزَّمَانِ وَتَوَاتُرِ الْأَحْزَانِ وَمِنْ
انْقِضَاءِ الْمُدَّةِ قَبْلَ التَّأَهُبِ وَالْعُدَّةِ وَإِيَّاكَ

أَسْتَرْشِدُ لِمَا فِيهِ الصَّلَاحُ وَالْإِصْلَاحُ وَبِكَ
 أَسْتَعِينُ قِيَمًا يَقْتَرِنُ بِهِ النَّجَاحُ وَالْإِنْجَاحُ وَإِيَّاكَ
 أَرْغَبُ فِي لِبَاسِ الْعَافِيَةِ وَتَمَامِهَا وَشُمُولِ
 السَّلَامَةِ وَدَوَامِهَا وَأَعُوذُ بِكَ يَا رَبِّ مِنْ هَمَزَاتِ
 الشَّيَاطِينِ وَأَحْتَزِرُ بِسُلْطَانِكَ مِنْ جَوْرِ
 السَّلَاطِينِ فَتَقَبَّلْ مَا كَانَ مِنْ صَلَوَتِي وَصَوْحِي
 وَاجْعَلْ

اللہ تعالیٰ کے نام سے مدد مانگتا ہوں جس کے فضل و کرم
 ہی کا اُمیدوار ہوں اور جس کے عدل ہی سے اندیشہ ہے۔
 اسی کی بات پر مجھے بھروسہ ہے اور اسی کی رسی سے وابستہ
 ہوں۔ اے عفو و خوشنودی کے مالک! میں تجھ سے ظلم و
 جور، زمانہ کے انقلابات، غموں کے پیہم ہجوم اور رنازل
 ہونے والی مصیبتوں سے پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے کہ

آخرت کا ساز و سامان اور زادِ راہ مہیا کرنے سے پہلے ہی
 مدتِ حیات ختم ہو جائے اور تجھ ہی سے ان چیزوں کی
 رہنمائی چاہتا ہوں جن میں اپنی بہبودی اور دوسروں کی فلاح
 و درستی کا سامان ہو اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ اُن
 باتوں کی جن میں اپنی فلاح و کامرانی اور دوسرے کو
 کامیاب بنانے کی صورت مضمر ہو۔ اور تجھ ہی سے خواہشمند
 ہوں لباسِ عافیت (کے پہنانے) اور اُسے اتمام تک
 پہنچانے کا اور سلامتی کے شامل حال ہونے اور اس کے
 دائم و برقرار رہنے کا اور تیرے ہی ذریعہ اے میرے
 پروردگار پناہ مانگتا ہوں شیطان کے وسوسوں سے۔ اور
 تیرے ہی تسلط و اقتدار کے ذریعہ تحفظ چاہتا ہوں
 فرمانرواؤں کے ظلم و جور سے تو میری گزشتہ نمازوں اور
 غَدِ حِیِّ وَمَا بَعْدَهُ أَفْضَلُ مِنْ سَاعَتِي وَيَوْحِيٍّ وَأَعِزَّنِي

فِي عَشِيرَتِي وَقَوْمِي وَ احْفَظْنِي فِي يَقْظَتِي وَنَوْمِي
 فَانْتَ اللَّهُ خَيْرُ حَافِظًا وَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔
 اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَبْرءُ اِلَيْكَ فِيْ يَوْمِيْ هَذَا وَمَا بَعْدَهُ مِنْ
 الْاَحَادِ مِنْ الشِّرْكِ وَ الْاِلْحَادِ وَ اُخْلِصْ لَكَ دُعَائِيْ
 تَعَرُّضًا لِاِجَابَةٍ وَ اُقِيْمْ عَلٰى طَاعَتِكَ رَجَاءً لِلْاِثَابَةِ
 فَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَيْرِ خَلْقِكَ الدَّاعِي اِلٰى حَقِّكَ
 وَ اعِزَّنِيْ بِعِزِّكَ الَّذِي لَا يُضَامُ وَ احْفَظْنِيْ بِعَيْنِكَ
 الَّتِي لَا تَنَامُ وَ اخْتِمْ بِالْاِنْقِطَاعِ اِلَيْكَ اَمْرِيْ
 وَ بِالْمَغْفِرَةِ عُمْرِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

روزوں کو قبول فرما اور کل کے دن اور اس کے بعد کے
 دنوں کو آج کی گھڑی اور آج کے دن سے بہتر قرار دے اور
 مجھے اپنے قوم و قبیلہ میں عزت و توقیر دے اور خواب و
 بیداری کی حالت میں میری حفاظت فرما۔ تو ہی وہ اللہ ہے

جو سب سے بہتر نگران و محافظ ہے اور تو ہی سب رحم کرنے
 والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اے اللہ! میں تیری
 بارگاہ میں اس اتوار اور بعد کے اتواروں میں شرک و بے
 دینی سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور قبولیت کی خاطر
 خلوص نیت کے ساتھ تجھ سے دعاء کرتا ہوں اور بامید ثواب
 تیری اطاعت و فرمانبرداری پر برقرار ہوں۔ لہذا تو بہترین
 خلاق اور حق کے نمائندے (حضرت) محمدؐ پر رحمت نازل
 فرما، اور اپنی اس عزت کے وسیلہ سے جسے مغلوب نہیں کیا
 جاسکتا مجھے عزت و بزرگی دے اور اپنی اس آنکھ سے میری
 حفاظت فرما اور جو خواب آلودہ نہیں ہوتی اور میرے ہر
 کام کا انجام اپنے دامن سے وابستگی اور میری عمر کا خاتمہ اپنی
 مغفرت و آمرزش پر قرار دے۔ بلاشبہ تو بخشنے والا اور رحم
 والا ہے۔

لمحے ساعتوں میں اور ساعتیں دنوں میں اور دن
 ہفتوں میں ڈھل کر اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں
 تبدیل ہو کر ہلکے پھلکے بادلوں کی طرح اڑتے چلے جا رہے
 ہیں جنہیں نہ کہیں ٹھہراؤ ہے نہ قرار۔ اور انہی گریز پالمحوں
 اور مختصر دنوں کے مجموعہ کا نام زندگی ہے۔ جب یہ دن سمٹ
 جائیں گے تو زندگی کا شیرازہ بکھر جائے گا اور دنوں کے ختم
 ہوتے ہی زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لحاظ سے ایک ایک
 دن بلکہ ایک ایک دقیقہ اور ایک ایک لمحہ بھی بڑی اہمیت
 رکھتا ہے۔ کیونکہ ایک دن کے گزرنے سے ہماری زندگی
 میں ایک دن کی کمی ہو جاتی ہے۔ اور یہ دن اتنا قیمتی سرمایہ
 ہے کہ جب ہاتھ سے نکل جاتا ہے، تو پھر سیم و زر کے خزانے
 بھی اس دولتِ رفتہ کو واپس نہیں لاسکتے۔ اگر زندگی کی کچھ
 قیمت ہے تو دن کی قیمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اور

زندگی کی کچھ اہمیت ہے تو دن کی اہمیت بھی مسلم ہوگی۔
یہی ایک دن ہمارے لئے تباہی و ہلاکت کا پیش خیمہ ہو سکتا
ہے اور اسی ایک دن سے زندگی کے لئے مفید نتائج حاصل
کئے جاسکتے ہیں اور زندگی کی ناہمواریوں کو ہموار کیا جاسکتا
ہے۔ وہ بھی دن ہے جو مفسدوں کو جہنم دیتا، مہلک گناہوں
میں کٹتا اور عمر گزشتہ کی نیکیوں پر پانی پھیر دیتا ہے اور وہ
بھی دن ہے جو اصلاحِ نفس، تہذیب کردار اور توبہ و انابت
میں گزرتا ہے اور پچھلے گناہوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا
لے جاتا ہے۔ دن ہونے میں دونوں برابر ہیں مگر نتائج کے
لحاظ سے ان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا زہر اور تریاق؛ اور جہنم
کے شعلوں اور فردوس کے لالہ زاروں میں۔ لہذا زندگی اور
اس کے مآب کو کامیاب بنانے کے لئے دن کے لمحات کو
کامیاب بنانے کی ضرورت ہے۔ اور دن کو کامیاب بنانے

کے لئے ہمارے سامنے وہ عملی مثالیں موجود ہیں جو آلِ محمدؐ
 کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور ان کے ایسے تعلیمات بھی ہیں جن
 کی پیروی ہماری زندگی کی کامیابی کی ضامن ہے۔ جب
 انسان ان کی قائم کردہ بنیادوں پر اپنی زندگی کی تعمیر
 کرتا ہے تو وہ صرف اپنی ہی زندگی کو کامیاب نہیں بناتا، بلکہ
 دنیائے انسانیت کے لئے ایک مثالی کردار کا نمونہ بن کر
 دوسروں کو کامیابی کی راہیں دکھاتا ہے۔ چنانچہ یہ ”ہفت
 ہیکل“ یعنی ہفتہ کے سات دنوں کی سات دعائیں ان
 تعلیمات پر مشتمل ہیں جو مبداء اور معاد سے وابستگی پیدا کر کے
 زندگی کو کامیابی کی شاہراہ پر گامزن کرتے ہیں اور ایک
 ایک دن کی اہمیت کی طرف متوجہ کر کے اللہ تعالیٰ سے لو
 لگاتے، اس کے عدل کے تقاضوں سے ڈرنے، شرک والحاد
 سے بچنے، حقوق اللہ و حقوق العباد سے عہدہ برآ ہونے، زادِ

آخرت کے مہیا کرنے اور صرف اُسی سے اُمیدیں وابستہ کرنے کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر شخص ذہنی لحاظ سے کسی اُلجھن میں یا جسمانی اعتبار سے کسی تکلیف میں مبتلا یا کسی پیش آئندہ خطرہ سے ہراساں ہوتا ہے اُسے اپنے دن کی ابتداء اس دُعاء سے کرنا چاہئے جو اس دن سے مخصوص ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سے رجوع و وابستگی مصائب و آلام، حوادث و فتن اور بلیات و آفات سے مامون و محفوظ رکھے۔

زیر نظر دعاء روز یک شنبہ کی دُعا ہے جس میں زمانے کے حوادث، دنیا کے رنج و اندوہ، شیطان کے وساوس اور سلاطینِ جور کے ظلم و ستم سے پناہ مانگی ہے اور اس کے ساتھ دُنیا و آخرت کی کامیابی، عزت و توقیر، صحت و سلامتی، صلاح و بہبودی، اعمالِ صالحہ کی توفیق، روزہ و نماز کی

پذیرائی، دُعا کی قبولیت اور حسنِ انجام اور خاتمہ بالآخر کی التجا کی
ہے اور انہی چیزوں میں زندگی کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔

دُعَاءُ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دُعَاۓ روزِ دوشنبہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يُشْهَدْ أَحَدًا حِينَ فَطَرَ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا اتَّخَذَ مَعِينًا حِينَ بَرَأَ

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہیں کہ جب اس نے زمین و
آسمان کو خلق فرمایا تو کسی کو گواہ نہیں بنایا۔ اور جب
جانداروں کو پیدا کیا تو اپنا کوئی مددگار نہیں ٹھہرایا۔ اَلُوْهِیَّةِ
التَّسْمِیَاتِ لَمْ يُشَارِكْ فِی الْاِلٰهِیَّةِ وَلَمْ یُظَاهَرْ فِی
الْوَحْدَانِیَّةِ کَلَّتِ الْاَلْسُنُ عَنْ غَایَةِ صِفَتِهِ
وَالْعُقُولُ عَنْ کُنْهِ مَعْرِفَتِهِ وَتَوَاضَعَتِ الْجَبَابِرَةُ
لِهَیْبَتِهِ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِخَشِیَّتِهِ وَانْقَادَ کُلُّ
عَظِیْمٍ لِعَظَمَتِهِ فَلَکَ الْحَمْدُ مُتَوَاتِرًا مُّتَسِقًا
وَمُتَوَالِیًا مُّسْتَوْتِثِقًا وَصَلَوَاتُہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ اَبَدًا
وَسَلَامُہٗ دَائِمًا سُرْمَدًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ یَوْمِی

هَذَا صَلَاحًا وَأَوْسَطُهُ فَلَاحًا وَآخِرُهُ نَجَاحًا
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ يَوْمٍ أَوَّلُهُ فَزَعٌ وَأَوْسَطُهُ جَزَعٌ
وَأَخِرُهُ وَجَعٌ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِکُلِّ نَذْرٍ
نَذَرْتُهُ وَکُلِّ وَعْدٍ وَعَدْتُهُ وَکُلِّ عَهْدٍ عَاهَدْتُهُ ثُمَّ
لَمْ اَفِ بِهٖ وَاَسْئَلُکَ فِی مَظَالِمِ عِبَادِکَ عِنْدِیْ
فَاَیُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبْدِکَ اَوْ اَمَةٍ مِنْ اِمَائِکَ کَانَ
لَهٗ قَبْلِیْ مَظْلَمَةٌ ظَلَمْتُهَا اِیَّاهُ فِی نَفْسِهٖ اَوْ فِی عِرْضِهٖ
اَوْ فِی مَالِهٖ اَوْ فِی اَهْلِهٖ وَوَلَدِهٖ اَوْ غِیْبَةٍ اَغْتَبْتُهُ بِهَا اَوْ
تَحَامَلْتُ عَلَیْهِ بِمِیْلٍ اَوْ هَوًی اَوْ

میں کوئی اس کا شریک، اور وحدت (و انفرادیت سے
مخصوص ہونے) میں کوئی اس کا معاون نہیں ہے۔ زبانیں
اس کے انتہائے صفات کے بیان کرنے سے گنگ اور
عقلیں اس کی معرفت کی تہہ تک پہنچنے سے عاجز ہیں۔ جابرو

سرکش اس کی ہیبت کے سامنے جھکے ہوئے، چہرے نقاب
 خشیت اوڑھے ہوئے اور عظمت والے اس کی عظمت کے
 آگے سراغندہ ہیں۔ تو بس تیرے ہی لئے حمد و ستائش ہے
 پے در پے، لگاتار، مسلسل و پیہم۔ اور اُس کے رسول پر اللہ
 تعالیٰ کی ابدی رحمت اور دائم و جاودانی سلام ہو۔ بارِ الہا!
 میرے اس دن کے ابتدائی حصہ کو صلاح و درستی، درمیانی
 حصہ کو فلاح و بہبودی اور آخری حصہ کو کامیابی و کامرانی سے
 ہمکنار قرار دے۔ اور اُس دن سے جس کا پہلا حصہ خوف،
 درمیانی حصہ بے تابی اور آخری حصہ درد و الم کے لئے ہو،
 تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ بارِ الہا! ہر اُس نذر کے لئے جو میں
 نے مانی ہو، ہر اُس وعدہ کی نسبت جو میں نے کیا ہو اور ہر
 اُس عہد و پیمان کی بابت جو میں نے باندھا ہو پھر کسی ایک
 کو بھی تیرے لئے پورا نہ کیا ہو تجھ سے عفو و بخشش کا خواستگار

ہوں اور تیرے بندوں کے ان حقوق و مظالم کی بابت جو مجھ پر عائد ہوتے ہیں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تیرے بندوں میں جس بندے کا اور تیری کینزوں میں سے جس کینز کا کوئی حق مجھ پر ہو، اس طرح کہ خود اس کی ذات یا اس کی عزت یا اس کے مال یا اس کے اہل و اولاد کی نسبت میں مظلمہ کامرتکب ہوا ہوں یا غیبت کے ذریعہ اس کی بدگوئی کی ہو یا (اپنے ذاتی) رجحان یا کسی خواہش یا رعوت یا خود پسندی یا ریا، یا عصبیت

أَنْفَةٍ أَوْ حَمِيَّةٍ أَوْ رِئَاءٍ أَوْ عَصَبِيَّةٍ غَائِبًا كَانَ أَوْ شَاهِدًا أَوْ حَيًّا كَانَ أَوْ مَيِّتًا فَقَصَّرْتُ يَدِي وَضَاقَ وَسْعِي عَنْ رَدِّهَا إِلَيْهِ وَالتَّحَلُّلُ مِنْهُ فَأَسْأَلُكَ يَا مَنْ يَمْلِكُ الْحَاجَاتِ وَهِيَ مُسْتَجِيبَةٌ لِمَشِيتِهِ وَمُسَرِّعَةٌ إِلَى إِرَادَتِهِ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ

مُحَمَّدٍ وَأَنْ تُرْضِيَهُ عَنِّي بِمَا شِئْتَ وَتَهَبْ لِي مِنْ
 عِنْدِكَ رَحْمَةً إِنَّهُ لَا تَنْقُصُكَ الْمَغْفِرَةُ وَلَا تَضُرُّكَ
 الْمَوْهَبَةُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ أُولِنِي فِي كُلِّ يَوْمٍ
 اثْنَيْنِ نِعْمَتَيْنِ مِنْكَ ثِنْتَيْنِ سَعَادَةٍ فِي أَوَّلِهِ
 بِطَاعَتِكَ وَنِعْمَةٍ فِي آخِرِهِ بِمَغْفِرَتِكَ يَا مَنْ هُوَ الْإِلَهِ
 وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ سِوَاهُ

سے اس پر ناجائز دباؤ ڈالا ہو چاہے وہ غائب ہو یا حاضر؛ زندہ ہو
 یا مر گیا ہو، اور اب اس کا حق ادا کرنا اُسے بکل کر انا میرے
 دسترس سے باہر اور میری طاقت سے بالا ہو تو اے وہ جو
 حاجتوں کے بر لانے پر قادر ہے اور وہ حاجتیں اس کی مشیت
 کے زیر فرمانا اور اس کے ارادہ کی جانب تیزی سے بڑھتی ہیں
 میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر
 رحمت نازل فرمائے اور ایسے شخص کو جس طرح تو چاہے مجھ

سے راضی کر دے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔
 بلاشبہ مغفرت و آمرزش سے تیرے ہاں کوئی کمی نہیں ہوتی
 اور نہ بخشش و عطا سے تجھے کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے اے رحم
 کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ بارِ الہا!
 تو مجھے دو شنبہ کے دن اپنی جانب سے دو نعمتیں مرحمت
 فرما۔ ایک یہ کہ اس دن کے ابتدائی حصہ میں تیری اطاعت
 کے ذریعہ سعادت حاصل ہو اور دوسرے یہ کہ اس کے
 آخری حصہ میں تیری مغفرت کے باعث نعمت سے بہرہ
 مند ہوں۔ اے وہ کہ وہی معبود ہے اور اس کے علاوہ کوئی
 گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔

اس دُعا میں ابتداء اللہ جل جلالہ کی وحدت و یکتائی،
 استغناء و بے نیازی، عظمت و کبریائی اور اُس کے صفات کی
 کمنہ حقیقت سے عقول و افہام کی در ماندگی کا تذکرہ ہے اور
 صحیفہ کی اکثر و بیشتر دُعاؤں میں اسی پر زیادہ زور دیا گیا ہے
 کہ خالق کائنات یکتا و یگانہ ہے۔ یہ اس لئے کہ ”توحیدِ خالص“
 ہی دین کا سرچشمہ اور اسلام کے قصرِ عقائد کی خشتِ اول
 ہے۔ اگر عقیدہ توحید مستحکم نہ ہو گا تو مذہب و ملت کی جو
 عمارت بھی کھڑی کی جائے گی متزلزل و ناپائیدار ہوگی۔ اس
 بنیادی و اساسی چیز کے تذکرہ کے بعد نذر، وعدہ اور عہد و
 پیمان کے ایفاء اور حقوق العباد کی اہمیت اور اس فریضہ سے
 عہدہ برآ ہونے کی دُعا یہ پیرایہ میں تعلیم دی ہے اور یہ
 طریقہ تبلیغ و تلقین براہِ راست پند و موعظت سے زیادہ موثر و
 دل نشین ہوتا ہے۔

نذر یہ ہے کہ انسان اللہ کے لئے کسی ایسے امر کے بجالانے یا ترک کرنے کا اپنے اوپر التزام کرے جس میں شرعاً رجحان پایا جاتا ہو۔ اس نذر پر طبعاً یہ فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ انسان فرائض کی پابندی کا خوگر ہو جاتا ہے اور ان سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہے۔ کیونکہ جب وہ اپنے عائد کردہ فریضہ کو اہم سمجھتے ہوئے اُسے ادا کرتا ہے تو جو فرائض اللہ نے اس پر عائد کر دیئے ہیں انہیں بھی اہمیت دے گا۔ اور غفلت سے احتراز کرتے ہوئے پابندِ فرائض ہو جائے گا۔ فقہی کتب میں نذر کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ نذرِ مجازات، نذرِ زجر اور نذرِ تبرّع۔

نذرِ مجازات یہ ہے کہ انسان نذر کو کسی مقصد و حاجت کو پورا کرنے پر منحصر کر دے۔ اس طرح کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں فلاں کارِ خیر انجام دوں گا یا فلاں امر

خیر میں اتنا روپیہ پیسہ صرف کروں گا۔

نذرِ زجر یہ ہے کہ اسے فعلِ حرام یا مکروہ کے ارتکاب یا کسی امرِ واجب یا مستحب کے ترک سے وابستہ کرے اس طرح کہ اگر میں نے کوئی نشہ آور چیز استعمال کی یا نماز کو ترک کیا تو ایک گوسفند ذبح کر کے مسکینوں پر تقسیم کروں گا۔

نذرِ تبرعہ یہ ہے کہ اُسے کسی کام کے پورا ہونے یا مقصد کے بر آنے پر موقوف نہ کرے بلکہ بقصدِ تقرب اس کا التزام کرے اس طرح کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔

بہر حال نذر کی جو بھی قسم ہو اس کا ایفاء لازم و واجب ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے: وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ ”انہیں چاہیے کہ اپنی منتیں ادا کریں۔“ اور در صورتیکہ

منت ادا نہ کرے تو اس پر کفارہ عائد ہو گا۔

وعدہ باہمی قول و قرار کا نام ہے۔ یہ قول و قرار روز مرہ کی زندگی اور معاشرہ کے تمام کاروبار میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اگر وعدہ کی پابندی کا لحاظ نہ کیا جائے تو باہمی اعتماد و وثوق ختم اور ایک عام تنفر و بے اعتمادی کا ماحول پیدا ہو جائے گا جس کے نتائج کا اخلاقی انحطاط، بے ضمیری اور پست فطرتی کی صورت میں ظاہر ہونا ضروری ہے انہی نتائج پر نظر کرتے ہوئے اسلام نے وعدہ خلافی سے بشدت منع کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔

اے ایماندارو! تم ایسی بات کہتے ہی کیوں ہو جو کرتے نہیں۔ یہ بڑی ناراضی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو

نہیں۔“

اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-
من كان يومن بالله وباليوم الآخر فليفل اذا
وعد۔

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر اعتماد رکھتا ہے اُسے
چاہئے کہ وعدہ کرے تو اُسے پورا کرے۔“

مگر اب تو معاشرہ اس طرح کا بن چکا ہے کہ نہ
وعدہ کی کوئی قیمت اور نہ قول و قرار کی کوئی اہمیت سمجھی
جاتی ہے۔ اگر کسی نے وعدہ یاد دلایا تو مسکرا کر ٹال دیا۔ یا یہ
کہہ دیا کہ وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ کا ضمیمہ بھی تو تھا۔ اب
مشیت الہی ہی نے نہیں چاہا، تو ہمارا قصور کیا ہے۔ حالانکہ

انشاء اللہ اگر عادت یا تبرکاً کہا گیا ہو تو اس سے وعدہ معلق
نہیں قرار پاتا۔ اور اگر وعدہ کو واقعاً مشیت الہی سے وابستہ کیا

ہو تو اس سے وعدہ کی خلاف ورزی، کذب بیانی میں محسوب نہ ہوگی۔ بشرطیکہ جس سے وعدہ کیا گیا ہو وہ بھی وعدہ کے وقت یہ سمجھا ہو کہ وعدہ معلق و مشروط ہے۔ ورنہ صرف انشاء اللہ سے وعدہ خلافی کا جواز پیدا نہیں کیا جاسکتا۔

عہد بھی نذر ہی کی ایک قسم ہے مگر فرق یہ ہے کہ نذر میں رجحان شرعی کا ہونا ضروری ہے؛ اور عہد ہر اُس امر کے متعلق ہو سکتا ہے جو حدود و جواز کے اندر ہو۔ اور نذر کی طرح اس کی پابندی لازم و واجب ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں کفارہ عائد ہوگا۔ چنانچہ عہد کے متعلق ارشاد الہی ہے:

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔

عہد و پیمان کو پورا کرو۔ کیونکہ عہد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔“

حقوق العباد سے مراد وہ حقوق ہیں جو انسانی
 معاشرہ میں ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں۔ ان حقوق کا
 تحفظ تمدن و معاشرت کی سر بلندی اور اخلاقی و اجتماعی
 زندگی کی آراستگی کے لئے از بس ضروری ہے۔ کیونکہ انسان
 طبعاً اپنے مفاد کے پیش نظر یا اقتدار پسندی کے جذبہ سے
 متاثر ہو کر دوسروں کے نقصان و ضرر کو در کور اعتنا نہیں
 سمجھتا۔ اپنی خواہشات کے زیر اثر کیا اپنے اور کیا بیگانے
 سب کی حق تلفی پر آمادہ ہو جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ تصادم و
 باہم آویزی ہے۔ لہذا اصلاح معاشرہ کی ایک یہی صورت
 ہوگی کہ انسان جہاں اپنے حقوق کا تحفظ چاہتا ہے وہاں
 دوسروں کے حقوق کا بھی پاس و لحاظ رکھے۔ اسلام جو پر
 امن معاشرہ اور خوشگوار ماحول کی تشکیل چاہتا ہے اس نے
 حقوق انسانی کی حد بندی کی اور انسان کے مزاج اور اسکی

طبیعت کے مقتضیات کو دیکھتے ہوئے ہر ایسے اقدام سے سختی کے ساتھ منع کیا جس سے دوسروں کے حقوق پر اثر پڑتا ہو۔ حضرتؑ نے اس دُعاء میں حقوق العباد کی اہمیت بیان کرتے ہوئے انہیں چار قسموں پر تقسیم فرمایا ہے۔ اس طرح کہ اس حق کا تعلق یا کسی شخص کی ذات سے ہوتا ہے جیسے اس کا کوئی عضو بے کار کر دینا یا اُسے زخمی کرنا یا اُسے قتل کر دینا۔ یا اُس کا تعلق اُس کی عزت و حیثیتِ عرفی سے ہوتا ہے جیسے اُسے گالی دینا، اُس پر تہمت باندھنا، بد گوئی یا تذلیل و اہانت کرنا۔ یا اُس کا تعلق مال سے ہوتا ہے۔ جیسے قرضہ لے کر ادا نہ کرنا، امانت میں خیانت کرنا، کسی مالی حق کو دبا لینا یا مالی نقصان پہنچانا۔ یا اُس کا تعلق اہل خانہ سے ہوتا ہے جیسے اس کے ناموس پر حملہ آور ہونا اور زنا وغیرہ کا ارتکاب کرنا۔ اس طرح کا خاٹمی و مجرم صرف ایک ہی فرد

کے سامنے جواب دہ نہیں ہے بلکہ تمام معاشرہ کے سامنے
 جواب دہ ہے۔ اس لئے کہ اُس نے اپنے عمل سے صرف
 ایک فرد کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ پورے نظام معاشرہ کو
 اپنے غلط کارانہ روش سے نقصان پہنچایا ہے۔ اب اگر وہ
 اپنے حرکات پر نادم ہو کر توبہ کرنا چاہے تو ان حقوق و
 مظالم سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ
 ان کا امکانی تدارک کرے۔ اس طرح کہ اگر جسمانی گزند
 پہنچایا ہو تو اپنے کو قصاص کے لئے پیش کرے یا خوشامد در
 آمد اور حسن سلوک سے اُس کی رضا کے حصول کی
 کوشش کرے اور اُسے بھل کر ائے۔ اور اگر صاحب
 حق تک رسائی نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع و زاری
 سے التجا کرے کہ وہ صاحب حق کو اس سے راضی کر دے اور
 اس کے لئے پیہم اعمال خیر بجالائے تاکہ اس کے حق کا کچھ

عوض ہو سکے۔ اور اگر غیبت، بہتان، دشنام وغیرہ سے اس کی عزت کو مجروح کیا ہو تو اس سے اظہارِ ندامت کرتے ہوئے معافی مانگے اور منت خوشامد کر کے اس حق کو بخشوائے۔ اور یہ ممکن نہ ہو تو اُس کے حق میں دُعا ئے خیر کرے اور اس کے لئے اعمالِ حسنہ بجالائے تاکہ اُس کے حق کی کچھ تلافی ہو سکے اور اس بد گوئی و الزام تراشی سے جو دوسروں کو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اس کا تاحّد امکان ازالہ کرے اور اپنی دروغ گوئی و غلط بیانی کا اقرار کرے۔ اور اگر اس کا تعلق مال سے ہو تو صاحبِ مال کو مال واپس کرے جیسے غصب، خیانت، رشوت، چوری وغیرہ سے حاصل کیا ہوا روپیہ۔ اور اگر صاحبِ حق تک پہنچانا ممکن نہ ہو، جیسے لاٹری، معما وغیرہ سے حاصل کیا ہو مال، تو صاحبِ مال کی طرف سے فقراء پر تصدق کرے۔ اور اگر مالِ حلال کے ساتھ

مخلوط ہو چکا ہو تو اس میں سے خمس ادا کرے۔ اور اگر مالی استطاعت ختم ہو گئی ہو تو اُس سے بخشوائے۔ اور اگر وہ نہ بخشے یا اس تک رسائی نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑ گڑائے اور صاحبِ حق کے لئے دُعائے مغفرت کرے اور اس کے لئے اعمالِ خیر بجالائے تاکہ خداوند عالم صاحبِ حق کو اس کے حق کا عوض دے کر اس سے راضی کر دے۔ اور اگر اہل خانہ کی ناموس و حرمت کے متعلق ہو اور انسانی شرافت کے دامن کو داغدار کیا ہو تو اس دھبے کو چھڑانا، اور مظلمہ سے سبکدوش ہونا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ اس جرم اور گھنوںے جرم کی تلافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ تاہم اس کا امکانی تدارک وہ ہے جو علامہ شیخ بہاء الدین عاملی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ صالح جزائری کے استفتاء کے جواب میں تحریر فرمایا ہے اور سید نعمت اللہ جزائری نے اسے شرح صحیفہ

میں درج کیا ہے۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگر زنا ایسی عورت سے کیا گیا ہو جو شوہر درانہ ہو اور نہ اس پر کسی قسم کا جبر و اکراہ ہو تو یہ صرف اللہ کا گناہ ہے جس پر وہ محاسبہ کرے گا۔ اور اگر شوہر دار عورت سے اس کی رضامندی سے زنا کیا گیا ہو تو یہ اللہ کا گناہ اور شوہر کی حق تلفی ہے۔ اس لئے یہ اللہ کی نافرمانی کے لحاظ سے حقوق اللہ میں شمار ہو گا۔ اور شوہر کے حق میں مداخلت کے اعتبار سے حقوق العباد میں محسوب ہو گا۔ اس بنا پر صاحبانِ حق وہ ہوں گے۔ اور ایک اللہ اور دوسرے شوہر۔

اور اگر شوہر دار عورت سے زنا جبر و اکراہ سے کیا گیا ہو تو صاحبانِ حق تین ہوں گے۔ ایک اللہ، دوسرے شوہر دار عورت تیسرے شوہر۔ تو در صورتیکہ اس میں حق العباد کی شمولیت ہو اس طرح کہ زنا میں جبر و تشدد کار فرما

ہو۔ خواہ عورت شوہر دار ہو یا بے شوہر۔ یا شوہر دار عورت
 سے زنا کیا گیا ہو چاہے اس کی رضامندی سے ہو یا نہ ہو۔ تو
 اس منظمہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ
 شوہر دار عورت کے شوہر سے اجمالاً یہ کہے کہ تمہارا ایک
 منظمہ میری گردن پر ہے جس کا تدارک ممکن نہیں ہے۔
 کیونکہ وہ نہ مالی ہے نہ بدنی۔ تم اس سے درگزر کرو اور مجھے
 معاف کر دو۔ اور اسے کھلم کھلا بیان نہ کرے اور نہ زیادہ
 اہمیت دے کہ وہ کھٹک جائے۔ اور ایک فتنہ اُٹھ کھڑا ہو اور
 طرفین کی ذلت و رسوائی کا موجب بن جائے۔ اسکے بعد اگر
 وہ معاف کر دے تو اس طرف سے چھٹکارا ہو جائے گا۔ رہا اللہ
 کا گناہ، تو اس کی بارگاہ میں اظہارِ ندامت کرتے ہوئے

گڑ گڑائے اور عفو و درگزر کی التجا کرے۔ سید جزائری رحمہ
 اللہ نے اس جواب کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے ایک خدشہ کا

بھی اظہار کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر اس مظلمہ سے سبکدوشی
 حاصل کرنے کے لئے الفاظ اس قسم کے ہوں کہ جس سے
 اصل واقعہ پر تو پردہ ہی پڑا رہے اور وہ یہ سمجھے کہ اس کے
 اہل خانہ کی نسبت اس سے کوئی معمولی لغزش ہوئی ہوگی
 (جیسے دروازہ کی اوٹ میں سے تاک جھانک کر تارہا ہو گایا
 ور غلانا چاہا ہوگا) تو بعید نہیں کہ وہ درگزر کرے اور اپنے حق
 کو معاف کر دے۔ اور اگر مظلمہ کی اصل نوعیت پر اُسے
 مطلع کیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ درگزر کرنے کے بجائے
 مرنے مارنے پر آمادہ ہو جائے گا اور یا ک فتنہ اٹھ کھڑا
 ہوگا۔ تو در صورتیکہ یہ یقین ہو کہ کھلم کھلابیان کر دینے سے
 وہ کبھی اس مظلمہ کو بھل کرے گا۔ تو یہ سمجھنا کہ اس مظلمہ
 سے برأت کا پروانہ حاصل ہو گیا، بعید از فہم ہے۔ یہ ایسا ہی
 ہے کہ زید، خالد کے ہاں سے مسلسل مالی خیانت کرتا رہے

جو ایک معتد بہ رقم بن جائے اور اب اُسے یہ خیال پیدا ہو کہ اس مظلمہ سے نجات حاصل کرے اور صاحبِ حق سے اُس کا حقِ معاف کرائے تو خالد سے یہ کہے کہ میں تمہارا خطاوار ہوں اور تمہارا کچھ مال ادھر ادھر کیا ہے وہ مجھے معاف کر دیجئے تاکہ میں اس مظلمہ سے نجات پاؤں اور اپنے مقام پر وہ یہ سمجھتا ہو کہ اگر میں نے رقم کی صحیح مقدار بتادی تو وہ کبھی معاف نہیں کرے گا اور اپنے مال کا مطالبہ کرے گا لیکن خالد ایک معمولی رقم سمجھ کر معاف کر دیتا ہے اور وہ اس سے یہ سمجھ لیتا ہے کہ اب مظلمہ برطرف ہو گیا۔ حالانکہ مظلمہ اسی صورت میں برطرف ہو سکتا ہے جب اُسے رقم کا کچھ اندازہ ہو۔ اسی طرح مسئلہ زیر بحث میں مظلمہ سے چھٹکارا اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب جرم کی اصل نوعیت آشکارا ہو جائے۔

سید رحمہ اللہ کا یہ خدشہ اس طرح برطرف کیا جا سکتا ہے کہ وہ مظلمہ جو ناموس سے متعلق ہوتا ہے، قابل تدارک نہیں ہوتا۔ اور مالی مظلمہ چاہے کتنا ہی گراں بار کیوں نہ ہو قابل تدارک ہے۔ اس طرح کہ وہ صحیح رقم ظاہر کرنے کے بعد اُسے واپس لوٹا کر عہدہ برآ ہو سکتا ہے اور اگر استطاعت نہ ہو تو بالاقساط یہ اپنے خدمات پیش کر کے سبکدوشی کی صورت پیدا کر دے سکتا ہے۔ اور اس میں کسی فتنہ کے پیدا ہونے کا اندیشہ بھی نہیں ہے۔ لیکن ناموس کے معاملہ میں کسی تدارک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور واضح طور پر بیان کرنے میں فتنہ و شورش کے برپا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ لہذا اس محل کو اس مورد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جب کہ یہاں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔

دُعَاءُ يَوْمِ الثَّلَاثَاءِ دُعَائے روزِ سہ شنبہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُ حَقُّهُ كَمَا يَسْتَحِقُّهُ حَمْدًا كَثِيرًا
وَأَعُوذُ بِهِ مِنْ شَرِّ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ
إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي وَأَعُوذُ بِهِ مِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الَّذِي
يَزِيدُنِي ذَنْبًا إِلَى ذَنْبِي وَاحْتَرِزُ بِهِ مِنْ كُلِّ جَبَّارٍ
فَاجِرٍ وَسُلْطَانٍ جَائِرٍ

سب تعریف اللہ جل جلالہ کے لئے ہے اور وہی تعریف کا
حقدار اور وہی اس کا مستحق ہے۔ ایسی تعریف جو کثیر و
فراواں ہو۔ اور میں اپنے ضمیر کی برائی سے اس کے دامن
میں پناہ مانگتا ہوں۔ اور بے شک نفس بہت زیادہ برائی پر
اُبھارنے والا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے اور میں
اللہ ہی کے ذریعہ اس شیطان کے شر و فساد سے پناہ چاہتا ہوں

جو میرے لئے گناہ پر گناہ بڑھاتا جا رہا ہے۔ اور میں ہر
سرکش، بدکار اور ظالم بادشاہ اور چیرہ

وَعَدُوِّ قَاهِرٍ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنْ جُنْدِكَ فَاِنَّ
جُنْدَكَ هُمْ الْغَالِبُوْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ حِزْبِكَ فَاِنَّ
حِزْبَكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ اَوْلِيَّائِكَ فَاِنَّ
اَوْلِيَّائِكَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَللّٰهُمَّ
اصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ فَاِنَّهَا عِمَصَةٌ اَمْرِيْ وَاصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيْ
فَاِنَّهَا دَارُ مَقَرِّيْ وَآلِيَّهَا مِنْ مُّجَاوِرَةِ اللِّئَامِ مَفَرِّيْ
وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَالْوَفَاةَ رَاحَةً لِّيْ
مِنْ كُلِّ شَرٍّ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ
وَتَمَامِ عِدَّةِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ
الطَّاهِرِيْنَ وَاصْحَابِهِ الْمُتَجَبِّبِيْنَ وَهَبْ لِيْ فِي
الشُّلْثَاءِ ثَلَاثًا لَا تَدْعُ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا غَمًّا اِلَّا

أَذْهَبَتْهُ وَلَا عُدُوًّا إِلَّا دَفَعَتْهُ بِبِسْمِ اللَّهِ خَيْرِ
 الْأَسْمَاءِ بِسْمِ اللَّهِ رَبِّ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ أَسْتَدْفِعُ
 كُلَّ مَكْرُوهِهِ أَوَّلَهُ سَخَطُهُ وَأَسْتَجْلِبُ كُلَّ مُحْبُوبٍ
 أَوَّلَهُ رِضَاهُ فَاخْتِمْ لِي

دست دشمن سے اُس کے دامنِ حمایت میں پناہ گزین
 ہوں۔ بارِ الہا مجھے اپنے لشکر میں قرار دے کیونکہ تیرا لشکر
 ہی غالب و فتحمند ہے۔ اور مجھے اپنے گروہ میں قرار دے
 کیونکہ تیرا گروہ ہی ہر لحاظ سے بہتری پانے والا ہے۔ اور
 مجھے اپنے دوستوں میں سے قرار دے کیونکہ تیرے
 دوستوں کو نہ کوئی اندیشہ ہوتا ہے اور نہ وہ افسردہ و غمگین
 ہوتے ہیں۔ اے اللہ! میرے لئے میرے دین کو آراستہ
 کر دے اس لئے کہ وہ میرے ہر معاملہ میں حفاظت کا
 ذریعہ ہے۔ اور میری آخرت کو بھی سنوار دے کیونکہ وہ

میری مستقل منزل اور دنی و فرومایہ لوگوں سے (پتپچھا چھڑا کر) نکل بھاگنے کی جگہ ہے۔ اور میری زندگی کو ہر نیکی میں اضافہ کا باعث اور میری موت کو ہر رنج و تکلیف سے راحت و سکون کا ذریعہ قرار دے۔ اے اللہ! محمدؐ جو نبیوں کے خاتم اور پیغمبروں کے سلسلہ کے فرد آخر ہیں، ان پر اور ان کی پاک و پاکیزہ آل اور برگزیدہ اصحاب پر رحمت نازل فرما اور مجھے اس روز سے شنبہ میں تین چیزیں عطا فرما۔ وہ یہ کہ میرے کسی گناہ کو باقی نہ رہنے دے مگر یہ کہ اُسے بخش دے۔ ورنہ کسی غم کو مگر یہ کہ اُسے برطرف کر دے۔ اور نہ کسی دشمن کو مگر یہ کہ اُسے دور کر دے۔ بسم اللہ کے واسطہ سے جو (اللہ تعالیٰ کے) تمام ناموں میں سے بہتر نام (پر مشتمل) ہے اور اللہ جل لال کے نام کے واسطہ سے جو زمین و آسمان کا پروردگار ہے۔ میں تمام ناپسندیدہ چیزوں کا دفعیہ

چاہتا ہوں۔ جن میں اوّل درجہ پر اس کی ناراضی ہے اور تمام
پسندیدہ چیزوں کو سمیٹ لینا چاہتا ہوں جن میں سب سے
مقدم اس کی رضامندی ہے
مِنْكَ بِالْغُفْرِ اِنْ يَا وِلِيَّ الْاِحْسَانِ۔

اے فضل و احسان کے مالک تو اپنی جانب سے میرا خاتمہ
بخش و مغفرت پر فرما۔

سرنامہ دُعا میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے مستحق
 حمد ہونے کا تذکرہ ہے۔ اور اس کا استحقاق اس سے ظاہر
 ہے کہ وہ تمام خوبیوں اور اچھی صفتوں کا مالک ہے۔ اور
 حمد کے معنی اچھی صفتوں کے بیان کے ہوتے ہیں۔ لہذا
 ہر مدحت و ثناء اسی کے لئے ہوگی اور ہر حمد و ستائش کا وہی
 سزاوار ہوگا۔ اس استحقاق کے تذکرہ کے بعد نفسِ امارہ اور
 اس کی باطل کوششوں سے پناہ مانگی ہے۔ کیونکہ انسان کا سب
 سے بڑا دشمن خود اُسی کا نفس ہے جو شیطانی وسوسوں سے
 متاثر ہو کر اچھی باتوں کو چھوڑ دیتا اور برے منصوبوں میں
 لگ جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہی
 شریک حال ہو تو اس کے مہلکوں سے نجات حاصل ہو سکتی
 ہے۔ چنانچہ قرآنِ عزیز میں زینِ مصریٰ حضرت یوسفؑ
 کی زبانی ارشاد ہوا ہے:

وَمَا اَبْرَأُ نَفْسِي اِنْ النِّفْسُ لَامَارَةٌ بِالسَّوْءِ
الامار حم ربی۔

میں اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ نفس تو
بہت زیادہ برائی پر اُبھارنے والا ہے۔ مگر اس صورت میں
کہ میرا پروردگار رحم کرے۔“

پھر شیطان لعین کی فتنہ سامانی، بد کرداروں کی
شوریدہ سری، فرمانرواؤں کی ستم کوشی اور دشمنوں کی چیرہ
دستی سے بچاؤ کے لئے اللہ تعالیٰ کو پناہ گاہ قرار دیا ہے
کیونکہ وہی شیطان کے حربوں کو کند کرنے والا اور
بد کرداروں، ظلم حکمرانوں اور فتنہ انگیز دشمنوں سے حفظ و
نگہداشت کرنے والا ہے۔ نفس امارہ اور شیطان لعین سے
پناہ مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی فوج اور اسکے گروہ اور اس
کے دوستوں کی جماعت میں محسوب ہونے کی دعاء فرمائی

ہے۔ کیونکہ اللہ کی فوج نے کبھی شکست نہیں کھائی اور روزِ ازل سے غلبہ اس کے پائے نام ہو چکا ہے۔ اس غلبہ سے مراد ظاہری غلبہ نہیں ہے جو مادی فتوحات کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ فوج کے بلبوتے اور قوت و طاقت کے سہارے سے حریفوں کو زیر کر لینا غلبہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے مخصوص و برگزیدہ بندے کبھی دشمنوں سے زیر نہ ہوتے اور پھر جو غلبہ طاقت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے وہ طاقت کے ذریعہ ختم بھی ہو جاتا ہے۔ فوج خداوندی کی ہار جیت کو دنیوی فتح و شکست پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ وہ بظاہر ناکام ہو کر بھی کامیاب اور شکست کھا کر بھی فاتح و کامران ہوتی ہے۔ کبھی اس کی فتح ظاہری فتح کے لحاظ سے ہوتی ہے اور کبھی اس کی فتح اس میں مضمر ہوتی ہے کہ وہ بظاہر شکست کھا کر دلوں کو تسخیر کرے۔ اور حق و صداقت

کی صورت میں اپنی دائمی فتح کے آثار کو چھوڑ جائے اور یہی فتح
 حقیقی فتح ہے۔ جو نصب العین کی کامیابی سے وابستہ ہے اور
 اللہ جل جلالہ کا گروہ وہ ہے جو حق و صداقت کی راہ پر استوار
 صلاح و ہدایت کا روشن مینار اور احیائے دین و اعلائے کلمۃ
 اللہ کے لئے ہمہ تن وقف ہے اس کی زندگی کا مقصد ہی دنیا کو
 خدا پرستی کی راہ دکھانا اور جان جو کھوں میں ڈال کر منزل
 صدق و صفا کی طرف لے چلنا ہے۔ اسی کے نتیجہ میں
 اُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ کی آواز نے ہر طرح کی بہتری
 اس کے لئے مخصوص کر دی ہے اور دوستانِ خدا وہ ہیں جو
 اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کے لئے دلوں کو اس کی
 یاد، زبانوں کو اسکے ذکر اور محرابِ عبادت کو تسبیح و تہلیل سے
 آباد رکھتے ہیں اور خوفِ خدا کے گھر کر لینے کی وجہ سے انہیں
 کوئی خوف ہر اسان نہیں کرتا اور نہ رنج و اندوہ سے انہیں

دوچار ہونا پڑتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

خدا کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہو گا نہ انہیں کوئی رنج و غم ہو گا۔“

علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں تحریر کیا ہے کہ خوف کا تعلق مستقبل سے ہوتا ہے اور حزن کا تعلق زمانہ گزشتہ سے مقصد یہ ہے کہ انہیں نہ آخرت میں کوئی خوف و خطرہ ہو گا اور نہ انہیں دنیا اور دنیا کے ساز و سامان کے چھوڑنے کا غم ہوتا ہے۔ وہ دنیا میں ہر قسم کے خدشوں اور اندیشوں سے پاک اور آخرت میں امن و سکون کی چھاؤں میں منزل گزیں ہوں گے۔ پھر دین کی اصلاح و آراستگی کی دعا ہے۔ اس لئے کہ دین ہی انسان کو فرائض و حقوق کی طرف توجہ دلاتا اور اُن پر کاربند رہنے کی تلقین کرتا اور ایذا

رسانیوں، فتنہ انگیزیوں، برائیوں اور حق تلفیوں سے روکتا
 ہے اور معاشرہ کے نظم و انضباط کا کفیل، مدنیت و
 اجتماعیت کے حدود کا پاسبان اور اخلاق و اعمال کا نگران
 ہے۔ پھر ایسی زندگی کا سوال کیا ہے جو عبادت و اطاعت
 میں صرف ہو۔ اس لئے کہ دنیوی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ
 اخروی زندگی کو سنوارا جائے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی چند روزہ
 اور وہاں کی زندگی دائمی و سرمدی ہے اور اسے عبودیت کے
 تقاضوں پر عمل کرنے سے ہی سنوارا جاسکتا ہے۔ اور ایسی
 موت کی خواہش کی ہے جو سکون و راحت کا پیغام لے کر
 آئے۔ کیونکہ دنیا میں لاکھ سر و سامانِ راحت موجود ہوں
 اہل ایمان و ایقان کو حقیقی راحت موت کے بعد ہی حاصل
 ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد
 ہے:

لیس للمومن راحة دون لقاء الله۔

لقائے الہی کے علاوہ مومن کے لئے اور کہیں راحت نہیں۔“

آخر دُعاء میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تین خواہشیں پیش کی ہیں۔ ایک گناہوں کے بخشش، دوسرے غم و اندوہ کا تدارک اور تیسرے دشمنوں سے تحفظ۔ لہذا ان مقاصد کے لئے اس دُعاء کو ہر سہ شنبہ کے روز پڑھنا چاہئے تاکہ خداوندِ عالم دُنیا میں غم و فتنہ سے نجات اور آخرت میں مغفرت و خوشنودی سے سرفراز کرے۔

دُعَاءُ يَوْمِ الْاَرْبَعَاءِ دُعَائے روزِ چہارِ شنبہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا
وَجَعَلَ النَّهَارَ نَشُورًا لَكَ الْحَمْدُ اَنْ

تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے رات پردہ بنایا اور
نیند کو آرام و راحت کا ذریعہ اور دن کو حرکت و عمل کے لئے
قرار دیا۔ تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے کہ تو

بَعَثْتَنِيْ مِنْ مَّرْقَدِيْ وَلَوْ شِئْتَ جَعَلْتَهُ سَرْمَدًا
حَمْدًا دَائِمًا لَا يَنْقَطِعُ اَبَدًا وَلَا يُحْصٰى لَهُ الْخَلَائِقُ
عَدَدًا اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْ خَلَقْتَ فَسَوَّيْتَ
وَقَدَّرْتَ وَقَضَيْتَ وَاَمَمْتَ وَاَحْيَيْتَ وَاَمَرَضْتَ
وَشَفَيْتَ وَعَافَيْتَ وَاَبْلَيْتَ وَعَلٰى الْعَرْشِ
اُسْتَوَيْتَ وَعَلٰى الْمُلْكِ اِحتَوَيْتَ اَدْعُوكَ دُعَاءَ مَنْ
ضَعُفَتْ وَسِيْلَتُهُ وَاِنْقَطَعَتْ حِيْلَتُهُ وَاَقْتَرَبَ اَجَلُهُ

وَتَدَالِي فِي الدُّنْيَا أَمَلَهُ وَاشْتَدَّتْ إِلَى رَحْمَتِكَ
 فَاقْتُهُ وَعَظَمْتُ لِتَفْرِيطِهِ حَسْرَتُهُ وَكَثُرَتْ زُلَّتُهُ
 وَعَثَرَتُهُ وَخَلَصْتُ لَوَجْهِكَ تَوْبَتُهُ فَصَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ
 خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ
 الطَّاهِرِينَ وَارْزُقْنِي شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَحْرِمْنِي صُحْبَتَهُ إِنَّكَ أَنْتَ أَرْحَمُ
 الرَّاحِمِينَ اَللّٰهُمَّ اقْضِ لِي فِي الْاَرْبَعَاءِ اَرْبَعًا اجْعَلْ
 قُوَّتِي فِي طَاعَتِكَ وَنَشَاطِي فِي عِبَادَتِكَ وَرَغْبَتِي فِي
 ثَوَابِكَ وَزُهْدِي قِيَمًا يُوجِبُ لِي اَلْيَمَّ

نے مجھے میری خواب گاہ سے زندہ اور سلامت اٹھایا۔ اور اگر تو
 چاہتا تو اسے دائمی خواب گاہ بنا دیتا۔ ایسی حمد جو ہمیشہ ہمیشہ
 رہے؛ جس کا سلسلہ قطع نہ ہو اور نہ مخلوق اس کی گنتی کا شمار
 کر سکے۔ بارِ الہا! تمام تعریف تیرے ہی لئے ہے کہ تو نے

پیدا کیا تو ہر لحاظ سے درست پیدا کیا۔ اندازہ مقرر کیا اور
 حکم نافذ کیا، موت دی اور زندہ کیا۔ بیمار ڈالا اور شفا بھی
 بخشی۔ عافیت دی اور مبتلا بھی کیا۔ اور تو عرش پر متمکن ہوا
 اور ملک پر چھا گیا۔ میں تجھ سے دعا مانگنے میں اس شخص کا
 ساطرِ تحمل اختیار کرتا ہوں جس کا وسیلہ کمزور، چارہ کار ختم
 اور موت کا ہنگام نزدیک ہو۔ دنیا میں اس کی امیدوں کا
 دامن سمٹ چکا ہو اور تیری رحمت کی جانب اس کی احتیاج
 شدید ہو اور اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اُسے بڑی حسرت اور
 اس کی لغزشوں اور خطاؤں کی کثرت ہو اور تیری بارگاہ میں
 صدقِ نیت سے اس کی توبہ ہو چکی ہو۔ تو اب خاتم الانبیاء محمدؐ
 اور اُن کی پاک و پاکیزہ آلؑ پر رحمت نازل فرما اور مجھے محمدؐ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب کر اور مجھے ان کی ہم
 نشینی سے محروم نہ کر۔ اس لئے کہ تو تمام رحم کرنے والوں

سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ بارِ الہا! اس روزِ چہار شنبہ میں میری چار حاجتیں پوری کر دے۔ یہ کہ اطمینان ہو تو تیری فرمانبرداری میں، سرور ہو تو تیری عبادت میں، خواہش ہو تو تیرے ثواب کی جانب، اور کنارہ کشی ہو تو اُن چیزوں سے جو تیرے دردناک عذاب کا باعث ہیں۔ بے شک تو جس

چیز کے لئے چاہے اپنے
عِقَابِكَ اِنَّكَ لَطِيفٌ لِّمَا تَشَاءُ۔

لطف کو کار فرما کرتا ہے۔

سرنامہ دُعاء میں شب و روز کی آمد و شد اور اس پر
 مترتب ہونے والے فوائد کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس دُعاء
 میں اور ”دُعائے صبح و شام“ میں بھی رات کا تذکرہ پہلے اور
 دن کا ذکر بعد میں ہے۔ یہ اس لئے کہ قمری مہینوں اور
 تاریخوں کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے اسے
 دن پر تقدم حاصل ہے۔ یا اس لئے کہ خاصانِ خدا کے لئے
 رات اللہ سے لو لگانے اور محرابِ عبادت کو آباد کرنے کا
 وقت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ دن کے مقابلہ میں اُسے
 اقد میت کا مستحق سمجھتے ہیں یا اس لئے کہ قرآن مجید کے
 اسلوب و ترتیب بیان سے مطابقت برقرار رہے اس شب و
 روز کی تقسیم سے زندگی کے کاروبار دو حصوں پر تقسیم ہو گئے
 ہیں۔ ایک حرکت و عمل اور سروسامان معیشت مہیا
 کرنے کے لئے، اور ایک سکون و راحت کے لئے۔ چنانچہ

دن کاروبار کے لئے ہے جو سورج کی تیز روشنی سے درخشاں
 ہوتا ہے تاکہ کاروبار مشاغل میں کوئی خلل پیدا نہ ہو، اور
 رات آرام کے لئے ہے جس میں چاند کی ہلکی شعاعیں نور پاشی
 کرتی ہیں تاکہ اُن کی پرسکون چھاؤں میں آرام کیا جاسکے۔
 قدرت نے دن کو براہِ راست سورج کی سنہری کرنوں سے
 روشن کیا اور راتوں کو روشن کرنے کا انتظام اس طرح کیا کہ
 جب سورج کی روشنی زمین پر پڑے تو وہ منعکس ہو کر چاند کو
 روشن کرے۔ اور چاند مختلف صورتیں بدل کر زمین کو
 روشن کرتا رہے۔ اس طرح کہ پہلے بتدریج روشنی میں ترقی
 ہو اور پھر بتدریج تنزل تاکہ اس تبدیلی و تنوع سے اس کی
 کشش کم نہ ہونے پائے اور اس کے اتار چڑھاؤ کی گوناگوں
 کیفیتیں نظر افروزی کا سامان مہیا کرتی رہیں۔ پھر شب و روز
 کی مدت انسان کے قوائے عمل اور آرام و استراحت کی

ضرورت کے لحاظ سے اتنی موزوں و مناسب ہے جو فطرت سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ اگر دُنیا میں مسلسل دن رہتا تو زمین سورج کی شعاعوں سے جل کر روئیدگی کی قوت کھودیتی۔ اور انسان کے لئے مناسب آرام کی صورت پیدا نہ ہوتی۔ اور بعید نہیں کہ وہ کار و کسب کی مشغولیتوں سے گھبرا کر موت کا سہارا ڈھونڈنے لگتا۔ اور اگر مسلسل رات رہتی تو اندھیرے سے احتما کر دیواروں سے سر ٹکرانے لگتا۔ چنانچہ انہی احکام و مسالِح کی طرف دعوتِ فکر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ان فی خلق السَّمُوتِ وَالْاَرْضِ وَاختِلَافِ اللَّیْلِ
وَالنَّهَارِ الْآیَاتِ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤہُ الْبَاقِ۔

بلاشبہ زمین و آسمان کی خلقت اور شب و روز کی آمد و شد میں اہلِ دانش کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

اس کے بعد انسانی خلقت کا ذکر فرمایا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کو حکمت بالغہ سے متضاد عناصر میں ترکیب و ایتلاف اور ترکیب میں توازن و اعتدال کو کار فرما کیا اور انسان کو موزونی و تناسب کے سانچہ میں ڈھال کر حسن و دل آویزی کا مرقع اور اپنی جمال پسندی کا آئینہ دار بنایا۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:

الذی خلقک فسوّاک

وہ جس نے تجھے پیدا کیا تو ہر طرح سے نوک پلک درست کر کے

فعدلک فی ای صورۃ ما شاء ربک۔

پیدا کیا اور تیرے (اعضاء میں) توازن و اعتدال قائم کیا اور جس صورت میں اس نے چاہا تیرے جوڑ آپس میں ملا دیئے۔“

اگر انسانی نشو و ارتقاء کے مراتب اس کے اعضاء کی ترکیب و ترتیب اور اُن اعضاء کے مختلف وظائف و اعمال پر نظر کی جائے تو اس کے ہر گوشہ میں ایسی حکمت کا فرمانظر آئے گی جسے ایک بے شعور مادہ کی اندھا دھند تخلیق کا نتیجہ نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ انسانی صورت اور اس کی زیبائی خدو خال کی رنگینی اور اُس کے نقش و نگار کی دلفریبی دیکھ کر عقل سلیم یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوگی کہ یہ کسی مدبر و حکیم صانع کی نقش آرائی کا کرشمہ ہے۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

ان الصورة سانية اكبر حجة لله على خلقه وهي الكتاب الذي كتبه بيده۔

انسانی صورت مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی حجت و دلیل ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس کے نقوش اس نے خود

اپنے ہاتھ سے کھینچے ہیں۔“

نقشِ آرائے فطرت نے اس انسانی صحیفہ کو اس طرح سجا ہے کہ ہر خط میں خطِ نورس کی تازگی، ہر خم میں خمِ ابرو کی کشش اور ہر نقطہ میں خالِ رخِ زیبا کی حسنِ آرائی سمٹ آئی ہے۔ یہ جسم و صورت کی زیبائی اعضاء کے تناسب سے وابستہ ہے۔ اس طرح کہ ہر عضو اپنے مناسب حال مقام پر ہے اور وہی مقام اُسے زیب دیتا اور اُس کے لئے موزوں و مناسب ہے جو بلند ہے اُسے بلندی زیب دیتی ہے اور جو پست ہے وہ پستی ہی کے قابل ہے۔ جو طاق ہے اُسے طاق ہی ہونا چاہئے اور جو جفت ہے اُسے جفت ہی ہونا چاہئے۔ اگر ان میں رد و بدل کر دیا جائے تو تمام حسن و رعنائی ختم ہو جائے۔ چنانچہ سر کو مرکزِ جمال و محلِ عقل و شعور ہونے کی وجہ سے سب سے بلند مقام پر جگہ دی اور اس کے گرد و پیش

حواسِ خمسہ کے پہرے بٹھا دیئے۔ اس طرح کہ اس کے
 دونوں طرف باریک پردوں میں حاسہ سماعت پیدا کیا اور
 ان پردوں کے گرد کان بنائے جس میں ٹیڑھے میڑھے
 راستے ہیں۔ تاکہ آواز پیچ و خم کھاتی ہوئی اُن پردوں سے
 ٹکرائے اور سخت و ہولناک آوازوں کے براہِ راست
 ٹکرانے سے بچٹ نہ جائیں۔ اور ان میں ایک شور و متعفن
 مادہ پیدا کر دیا تاکہ سوتے میں یا بے خبری کی حالت میں
 کیڑے مکوڑے اندر گھسنے نہ پائیں۔ اور دونوں لبوں کے
 اندر دانتوں کی باڑھ کھینچ کر اس میں زبان کو بند کر دیا اور
 اُسے مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ قرار دیا۔ اور ناک کے
 بالنسوں میں قوتِ شامہ پھیلا دی تاکہ خوشبو کو راستہ دے اور
 بدبو کو دماغ میں گھسنے سے روک دے اور پیشانی کے نیچے اور
 سر کے بالائی حصہ میں آنکھوں کے دیدبان کھڑے کر

دیئے تاکہ دوست و دشمن اور موافق و مخالف کی فوراً اطلاع ہو سکے اور ان میں نور کی تخلیق کر کے اس کی حفاظت کا اس طرح سامان کیا کہ پہلے اسے سات پردوں میں چھپایا۔ پھر ان پردوں کے آگے پھاٹک لگائے اور ان پر پلکوں کی چلمنیں ڈال دیں تاکہ خس و خاشاک اور گرد و غبار کے حملہ سے بچاؤ ہو سکے اور جسم کے ہر ہر حصہ میں قوتِ لامسہ دوڑا کر اس حصہ جسم کے لئے حفاظتِ خود اختیاری کا سامان کر دیا۔

یہ حواسِ خمسہ اپنے محسوسات کو مخصوص آلات و عصبی نظام کے ذریعہ دماغ تک پہنچاتے ہیں اور قوتِ حافظہ تمام نقوش کو جمع کرتی جاتی ہے اور جدا جدا عنوانات سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس طرح کہ انسان جب چاہے یادداشت کے ورقوں میں سے ان تمام متعلقہ نقوش کو جو کسی موقع پر

درکار ہوں اس طرح نکال لے جس طرح کسی کتب خانہ میں
 سے کسی کتاب کو ڈھونڈ لیا جاتا ہے۔ اور پھر قوتِ گویائی کے
 ذریعہ پورے پورے مرقعے ایک ذہن سے دوسرے ذہن
 میں منتقل کئے جاسکتے ہیں۔ اور ضبطِ تحریر میں لا کر انہیں
 دوام بھی بخشا جاسکتا ہے۔ اور یہ وہ کمال ہے جو انسانی
 استعداد سے وابستہ ہے۔ اگرچہ انسان کو بہت سے حیات و
 قوی نہیں بھی دیئے گئے لیکن اس کی شعوری دنیا میں کوئی خلا
 نہیں ہے۔ مثلاً وہ پانی کے اندر ایک محدود عرصہ سے زیادہ
 ٹھہر نہیں سکتا، حالانکہ مچھلیاں اور دوسرے آبی جانور پانی میں
 رہتے، گھر بناتے اور متلاطم موجوں میں پرسکون زندگی
 گزارتے ہیں۔ وہ اپنے دست و بازو سے فضا میں پرواز نہیں
 کر سکتا حالانکہ کبوتر، باز اور دوسرے پرندے فضا میں پرواز
 کرتے ہیں۔ وہ اندھیرے میں چیزوں کو دیکھ نہیں سکتا

حالانکہ رات کو اُڑنے والے شکاری پرندے گھاس میں رینگنے
 والے سانپوں، چوہوں اور کیڑوں کو بلندی پر سے دیکھ لیتے
 ہیں اور جسے ہم اندھیرا کہتے ہیں وہ ان کے لئے اُجالا اور جسے
 ہم سکوت کہتے ہیں وہ اُن کے لئے شور و ہنگامہ ہوتا ہے۔ اور
 پروانے میلوں سے شمع کی خوشبو اور اُن خوشبوؤں کو جن کا
 ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، سونگھ لیتے ہیں۔ اور یہی قوت
 شامہ اُن کے لئے بصارت کا کام دیتی ہے۔ اور ہرن کی دُنیا
 میں تو خوشبوئیں بڑی فراواں ہیں۔ جو ہمارے لئے سبزہ
 زار ہے وہ اس کے لئے فضائے عطر بیز ہے جس کی مختلف
 خوشبوئیں اس کے مثام میں بسی ہوئی ہیں۔ اور کتے اور
 گھوڑے بعض آوازوں کو سن لیتے ہیں جو ہمیں سنائی نہیں
 دیتیں اور بعض جانوروں کو زلزلہ، بارش، آندھی اور
 دوسرے آفات کا علم پہلے سے ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ

نصیر الدین طوسی رحمہ اللہ کے متعلق یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی مقام پر آبادی کے باہر ایک شخص کے ہاں ٹھہرے۔ گرمی کا موسم تھا آپ نے مکان کی چھت پر بستر لگوا دیا۔ صاحب خانہ نے کہا کہ آپ چھت کے بجائے حجرے کے اندر آرام فرمائیں تاکہ بارش کی وجہ سے آپ کو بے آرام نہ ہونا پڑے اس لئے کہ آج رات کو بارش آئے گی۔ محقق رحمہ اللہ نے ہواؤں کا رخ دیکھا اور فلکی اوضاع کا جائزہ لیا اور کہا کہ بارش کے قطعاً کوئی آثار نہیں ہیں اور وہ چھت ہی پر سو گئے۔ کچھ دیر گزری ہوگی کہ بارش شروع ہو گئی۔ محقق کو صاحب خانہ کی پیشینگوئی پر حیرت ہوئی اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیسے علم ہو گیا کہ آج رات بارش ہوگی۔ اُس نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک کتا ہے وہ جس رات کو بارش برسا ہوتی ہے چھت کے بجائے نیچے رہتا ہے اور آج

بھی وہ نیچے رہا اور چھت پر نہیں گیا۔ جس سے مجھے اندازہ ہو
 گیا کہ آج رات بارش ہوگی۔ اسی طرح بعض سطح سمندر پر
 شکار کرنے والے پرندے آنے والے طوفان سے مطلع ہو
 جاتے ہیں اور اُس کی آمد سے پہلے خشکی پر چلے جاتے ہیں۔
 اور شہد کی مکھیاں بن دیکھے سمت کو پہچان لیتی ہیں۔ چنانچہ
 انہیں کسی ڈبیہ میں بند کر کے کسی بھی سمت چھوڑا جائے وہ
 سمت پہچان کر جدھر سے لائی گئی ہیں اُدھر ہی پرواز کریں
 گی۔ ان حیات سے ہم بالکل نا آشنا ہیں اور ان حیات کے
 فقدان کا ہمیں کچھ احساس بھی نہیں ہے کہ شعور میں کوئی
 خلل واقع ہو۔ بلکہ حواسِ خمسہ میں سے کوئی حاسہ شروع ہی
 سے نہ ہو تو اس کا بھی کوئی احساس نہیں ہوتا۔ ایک پیدائشی
 اندھے کو اپنی بصارت کے نہ ہونے کا بس اتنا ہی غم ہے جتنا
 ایک عام آدمی کو پروں کے نہ ہونے کا۔ اس کی دُنیا میں

اگرچہ بصارت نہیں ہے مگر اس سے اس کے شعور میں کوئی خلل نہیں واقع ہوتا۔ اور نہ شعور میں کوئی کمی اور نہ زندگی میں کوئی خلا محسوس کرتا ہے۔ اس لئے بعض حیات کے نہ ہونے کے باوجود ہر شخص کی زندگی اپنے مقام پر شعوری لحاظ سے مکمل ہے۔ بشرطیکہ کسی شعور سے آشنا ہونے کے بعد اُسے کھویا نہ ہو۔ اور ہمارے احساسات صرف اسی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمارے ذہن میں آباد ہے اور انہی حیات پر اپنی دنیا تعمیر کرتے ہیں جس سے آشنا ہوتے ہیں۔

دُعَاءُ يَوْمِ الْخَبِيسِ دُعَاءُ رُوزِ بَیْخَشَنَبِه

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ اللَّيْلَ مُظْلِمًا بِقُدْرَتِهِ
وَجَاءَ بِالنَّحَارِ مُبْصِرًا بِرَحْمَتِهِ وَكَسَانِي ضِيَاءَهُ وَأَنَا
فِي نِعْمَتِهِ اللَّهُمَّ فَكَمَا أَبْقَيْتَنِي لَهُ فَأَبْقِنِي لِأَمْثَالِهِ
وَصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَلَا تَفْجَعْنِي فِيهِ
وَفِي غَيْرِهِ مِنَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ بِإِزْتِكَابِ الْمَحَارِمِ
وَاكْتِسَابِ الْمَآثِمِ وَارْزُقْنِي خَيْرَهُ وَخَيْرَهُ مَا فِيهِ
وَحَيْرَ مَا بَعْدَهُ وَاصْرِفْ عَنِّي شَرَّهُ وَشَرَّ مَا فِيهِ
وَشَرَّ مَا بَعْدَهُ اللَّهُمَّ إِنِّي بِذِمَّةِ الْإِسْلَامِ أَتَوَسَّلُ
إِلَيْكَ وَبِحُرْمَةِ الْقُرْآنِ أَعْتَمِدُ عَلَيْكَ
وَبِمُحَمَّدٍ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
اسْتَشْفِعُ لَدَيْكَ فَأَعْرِفِ اللَّهُمَّ ذِمَّتِي الَّتِي رَجَوْتُ
بِهَا قَضَاءً

سب تعریف اس اللہ جل جلالہ کے لئے ہے جس نے اپنی
 قدرت سے اندھیری رات کو رخصت کیا اور اپنی رحمت سے
 روشن دن نکالا اور اس کی روشنی کا زرتار جامہ مجھے پہنایا اور
 اس کی نعمت سے بہرہ مند کیا۔ بارِ الہا! جس طرح تو نے اس
 دن کے لئے مجھے باقی رکھا اسی طرح اس جیسے دوسرے
 دنوں کے لئے زندہ رکھ۔ اور اپنے پیغمبر محمدؐ اور اُن کی آلؑ
 پر رحمت نازل فرما اور اس دن میں اور اس کے علاوہ اور
 راتوں اور دنوں میں حرام اُمور کے بجالانے اور گناہ و
 معاصی کے ارتکاب کرنے سے رنجیدہ خاطر نہ کر۔ اور مجھے
 اس دن کی بھلائی اور جو اس کے بعد ہے اس کی بھلائی عطا
 کر۔ اور اس دن کی برائی اور جو کچھ اس دن میں ہے اس کی
 برائی اور جو اس کے بعد ہے اُس کی برائی مجھ سے دور کر
 دے۔ اے اللہ! میں اسلام کے عہد و پیمان کے ذریعہ تجھ

سے تو سل چاہتا ہوں اور قرآن کی عزت و حرمت کے واسطہ سے تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں شفاعت کا طلبگار ہوں۔ تو اے میرے معبود! میرے اس عہد و پیمان پر نظر کر جس کے وسیلہ سے

حَاجَتِي يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ اقْضِ لِي فِي
الْخَبِيسِ خَمْسًا لَا يَتَّسِعُ لَهَا إِلَّا كَرَمُكَ وَلَا
يُطِيقُهَا إِلَّا نِعْمُكَ سَلَامَةٌ أَقْوَى بِهَا عَلَى طَاعَتِكَ
وَعِبَادَةٍ أَسْتَحِقُّ بِهَا جَزِيلَ مَثُوبَتِكَ وَسَعَةً فِي
الْحَالِ مِنَ الرِّزْقِ الْحَلَالِ وَأَنْ تُؤْمِنَنِي فِي مَوَاقِفِ
الْخَوْفِ بِأَمْنِكَ وَتَجْعَلَنِي مِنْ طَوَارِقِ الْهُومِ
وَالْغُومِ فِي حِصْنِكَ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
وَاجْعَلْ تَوَسُّلِي بِهِ شَافِعًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ نَافِعًا إِنَّكَ

أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔

حاجت بر آری کا امیدوار ہوں۔ اے رحم کرنے والوں میں
سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔ بارِ الہا! اس روز پنجشنبہ
میں میری پانچ حاجتیں بر لاجن کی سمائی تیرے ہی دامنِ
کرم میں ہے اور تیری ہی نعمتوں کی فراوانی ان کی متحمل ہو
سکتی ہے۔ ایسی سلامتی دے جس سے تیری فرمانبرداری کی
قوت حاصل کر سکوں۔ ایسی توفیقِ عبادت دے جس سے
تیرے ثوابِ عظیم کا مستحق قرار پاؤں۔ اور سرِ دست رزقِ
حلال کی فراوانی اور خوف و خطر کے مواقع پر اپنے امن کے
ذریعہ مطمئن کر دے اور غموں اور فکروں کے ہجوم سے اپنی
پناہ میں رکھ۔ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور اُن
سے میرے توسل کو قیامت کے دن سفارش کرنے والا، نفع
بخشے والا قرار دے۔ بے شک تو رحم کرنے والوں میں سب

سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

اس دُعاء کے شروع میں رات کے رخصت ہونے
 کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ اور دن کی آمد کو اس کی
 رحمت کا کرشمہ قرار دیا ہے۔ قدرت کا مظاہرہ اس طرح
 ہے کہ زمین ایسا عظیم ترین کرہ اس کے ادنیٰ اشارے سے
 پر کاہ کی طرح اُڑتا اور ہر وقت گردش میں رہتا ہے اور اسی
 گردش کے نتیجہ میں موسموں کی تبدیلی، سورج کے طلوع و
 غروب کی نمود اور شب و روز کی تخلیق ہوتی ہے۔ اس طرح
 کہ جو حصہ سورج کے سامنے آتا ہے وہاں دن اور جو حصہ
 اس کے سامنے نہیں آتا وہاں رات ہوتی ہے۔ جس سے
 ہماری آنکھوں کے سامنے کبھی اندھیرا اور کبھی اجالا ہو جاتا
 ہے۔ اور یہ بالکل ایسا ہے جیسے کسی کمرہ میں روشنی کے بعد
 اندھیرا اور اندھیرے کے بعد روشنی کر دی جائے۔ اور
 رحمت کا کرشمہ اس طرح ہے کہ دن کے وجود سے بے

شمار فوائد و منافع وابستہ ہیں۔ اس سے کرۂ ارضی کی حیات اور
 اس پر بسنے والوں کی زندگی وابستہ ہے چنانچہ سورج کی کرنیں
 جب سمندر سے بخارات اٹھاتی ہیں تو وہ ابر بن کر برستے
 اور پیاسی زمین کو سیراب کرتے ہیں جس سے زمین کی قوت
 نشو و نما بھرتی اور اس میں روئیدگی آتی ہے۔ اور اسی دن کی
 حرارت سے کھیتیاں پکتی اور پھل پختہ ہوتے ہیں۔ جو انسان
 و حیوان کی زندگی و بقا کا سامان کرتے ہیں۔ اسی کی روشنی
 سے سبزہ و نبات کا رنگ نکھرتا اور پتھروں میں رنگ
 آمیزی ہوتی ہے جو لعل و یاقوت و زمرد کی صورت میں
 چمکتے، جگمگاتے اور نگاہوں کو خیرہ کرتے ہیں۔ دن رات
 کے ادلنے بدلنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت پر دلیل
 لانے کے بعد زندگی و بقا کا سوال کیا ہے۔ یہ خواہش زندگی
 کی چاہت اور حظ اندوزی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے

کہ آخرت کے لئے زیادہ سے زیادہ سرو سامان کریں اور
 اپنے خالق کی رضا و خوشنودی کا سرمایہ فراہم کریں۔ چنانچہ
 اس دُعاء میں جو چیزیں طلب کی ہیں ان میں پہلی چیز یہ ہے
 کہ میں صحت و سلامتی چاہتا ہوں تو اس لئے کہ زندگی کے
 لمحات کو مقصدِ حیات کی تکمیل میں صرف کروں اور اپنے
 معبود کی اطاعت و فرمانبرداری کی قوت حاصل کر سکوں۔
 اور عبادت کے ذریعہ ثوابِ اخروی کا مستحق قرار پاؤں اور
 خوف و خطر کے مقامات پر اس کے عذاب و عتاب سے
 محفوظ رہوں۔ اور غم و اندوہ سے نجات اور رزقِ حلال کا
 سوال کیا ہے تو اس لئے کہ رزق و معیشت کی تنگی اور غم و
 اندوہ کی فراوانی کے خیالات کو پراگندہ اور ذہن کو منتشر
 کر دیتی ہے اور ذہن میں یکسوئی نہ ہو تو طبیعت پوری توجہ
 کے ساتھ عبادات و اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ غرض

آپ کی زندگی کا مقصد اولین اللہ تعالیٰ سے وابستگی اور اس کی
رضا جوئی تھا۔ اور آپ کی پوری زندگی اسی محبوب ترین مشغلہ
میں بسر ہوئی۔

دُعَاءُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ دُعَاءِ رُزْجَمَةِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْأَوَّلِ قَبْلَ الْإِنْشَاءِ وَالْآخِرِ
 بَعْدَ فَنَاءِ الْأَشْيَاءِ الْعَلِيمِ الَّذِي لَا يَنْسَى
 مَنْ ذَكَرَهُ وَلَا يَنْقُصُ مَنْ شَكَرَهُ وَلَا يَخِيبُ مَنْ
 دَعَاهُ وَلَا يَقْطَعُ رَجَاءَ مَنْ رَجَاهُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ
 وَكَفَى بِكَ شَهِيدًا وَ أَشْهَدُ جَمِيعَ مَلَائِكَتِكَ
 وَسُكَّانِ سَمَوَاتِكَ وَحَمَلَةِ عَرْشِكَ وَمَنْ بَعَثْتَ مِنْ
 أَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَأَنْشَأْتَ مِنْ أَصْنَافِ خَلْقِكَ
 إِنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا
 شَرِيكَ لَكَ وَلَا عَدِيلَ وَلَا خُلْفَ لِقَوْلِكَ وَلَا
 تَبْدِيلَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو پیدا کرنے اور
 زندگی بخشنے سے پہلے موجود تھا اور تمام چیزوں کے فنا

ہونے کے بعد باقی رہے گا۔ وہ ایسا علم والا ہے جو اُسے یاد رکھے اُسے بھولتا نہیں۔ جو اس کا شکر ادا کرے اُس کے ہاں کمی نہیں ہونے دیتا۔ جو اُسے پکارے اُسے محروم نہیں کرتا۔ جو اُس سے اُمید رکھے اُس کی اُمید نہیں توڑتا۔ بارِ الہا! میں تجھے گواہ کرتا ہوں اور تو گواہ ہونے کے لحاظ سے بہت کافی ہے۔ اور تیرے تمام فرشتوں اور تیرے آسمانوں میں بسنے والوں اور تیرے عرش کے اٹھانے والوں اور تیرے فرستادہ نبیوں اور رسولوں اور تیری پیدا کی ہوئی قسم قسم کی مخلوقات کو اپنی گواہی پر گواہ کرتا ہوں کہ تو ہی معبود ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تو وحدۃ لا شریک ہے تیرا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ تیرے قول میں نہ وعدہ خلافی ہوتی ہے اور نہ کوئی تبدیلی۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے خاص

عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَدَّى مَا حَمَلْتَهُ إِلَى الْعِبَادِ وَجَاهَدَ
 فِي اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْجِهَادِ وَأَنَّهُ بَشَرٌ مِمَّا هُوَ حَقُّ
 مِنَ الثَّوَابِ وَأَنْذَرَهُمَا هُوَ صِدْقٌ مِنَ الْعِقَابِ
 اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنِي عَلَى دِينِكَ مَا أَحْيَيْتَنِي وَلَا تُزِغْ
 قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي وَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ
 أَنْتَ الْوَهَّابُ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
 وَاجْعَلْنِي مِنْ أَتْبَاعِهِ وَشِيعَتِهِ وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَتِهِ
 وَوَفِّقْنِي لِإِدَاءِ فَرَضِ الْجُمُعَاتِ وَمَا أُوجِبَتْ عَلَى
 فِيهَا مِنَ الطَّاعَاتِ وَقَسَمْتَ لِأَهْلِهَا مِنَ الْعَطَاءِ
 فِي يَوْمِ الْجَزَاءِ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

بندے اور رسول ہیں۔ جن چیزوں کی ذمہ داری تو نے اُن
 پر عائد کی وہ بندوں تک پہنچا دیں۔ انہوں نے خدائے
 بزرگ و برتر کی راہ میں جہاد کر کے حق جہاد ادا کیا اور صحیح

صحیح ثواب کی خوشخبری دی اور واقعی عذاب سے ڈرایا۔ ابراہیم! جب تک تو مجھے زندہ رکھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اور جب کہ تو نے مجھے ہدایت کر دی تو میرے دل کو بے راہ نہ ہونے دے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا کر۔ بے شک تو ہی (نعمتوں کا) بخشنے والا ہے۔ محمدؐ اور اُن کی آلؑ پر رحمت نازل فرما اور ہمیں اُن کے اتباع اور ان کی جماعت میں سے قرار دے اور اُن کے گروہ میں محشور فرما اور نمازِ جمعہ کے فریضہ اور اس دن کی دوسری عبادتوں کے بجالانے اور ان فرائض پر عمل کرنے والوں پر قیامت کے دن جو عطائیں تو نے تقسیم کی ہیں انہیں حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ بے شک تو صاحبِ اقتدار اور حکمت والا ہے۔

یہ دُعاء جمعہ کے دن پڑھی جاتی ہے۔ جمعہ سید
 الایام اور نزولِ برکات کا دن ہے اور اس کی آخری ساعت
 قبولیتِ دعاء کے لئے مخصوص ہے۔ سید نعمت اللہ جزائری
 رحمہ اللہ نے جمعہ کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ
 خداوندِ عالم نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا۔ جن
 میں پہلا دن یک شنبہ اور چھٹا دن جمعہ اور اُس دن تمام
 مخلوقات کو ایک مقام پر جمع کیا اس لئے اسے جمعہ کہا
 جاتا ہے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ
 لہا سمیت الجمعة جمعة۔ جمعہ کو جمعہ کیوں کہتے ہیں؟
 تو آپ نے فرمایا:

لان الله جمع فيها خلقه لولاية محمد صلى الله عليه
 وآله وسلم واهل بيته۔

خداوندِ عالم نے اس دن مخلوقات کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور اُن کے اہل بیتؑ کی محبت و ولایت پر جمع کیا، اس لئے
اسے جمعہ کہا جاتا ہے۔“

اس دُعاء میں خداوند عالم کے چند اہم خصوصیات و
صفات بیان فرمائے ہیں جو عقیدہ توحید کے تحفظ کے
لئے اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اوّل
بھی ہے اور آخر بھی۔ یہ اولیت و آخریت زمان و مکان کے
لحاظ سے نہیں ہے کہ دونوں کا ایک ذات میں اجتماع نہ ہو
سکے بلکہ یہ اولیت و آخریت زمان و مکان سے ماوراء ہے۔
اس کی اولیت کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو کسی لحاظ سے اس
پر تقدم نہیں ہے اور آخریت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے
علاوہ کوئی سرمدی وابدی نہیں ہے۔ چنانچہ خود اسی کا ارشاد
ہے:

هو الاول والاخر۔

وہی سب سے پہلے اور سب سے آخر ہے۔“

دوسری صفت یہ ہے کہ جو اُسے یاد کرتا ہے وہ اُسے فراموش نہیں کرتا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اُس کے حافظہ و ذہن سے نہیں اُترتا کیونکہ اُس کے ہاں بھول چوک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے یاد رکھنے والے کو جزا دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

فاذ کروانی اذ کر کم۔

تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔“

تیسری صفت یہ ہے کہ جو اس کا شکر ادا کرتا ہے اُسے زیادہ سے زیادہ نعمتیں دیتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

لئن شکرتم لازیدنکم۔

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا۔“

چوتھی صفت یہ کہ جو اُسے پکارتا ہے اُس کی سنتا
 ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-
 ادعونی استجب لکم۔

تم مجھے پکارو۔ میں تمہاری بات قبول کروں گا۔
 پانچویں صفت یہ کہ وہ آس رکھنے والوں کی آس
 نہیں توڑتا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:-
 ولا یبأس من روح اللہ الا لقوم الکفرون۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔
 چھٹی صفت یہ کہ وہ ایک اکیلا ہے۔ چنانچہ اس
 عقیدہ توحید کی اہمیت کے پیش نظر تمام کائنات کو گواہ کر
 کے اللہ تعالیٰ کی وحدت و یکتائی کی گواہی دی ہے اور قرآن
 مجید میں اس گواہی کا اس طرح تذکرہ ہے:-

شهد اللہ انہ لا الہ الا هو والملئکۃ واولوا

العلم۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور تمام صاحبانِ علم گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔“

ساتویں صفت یہ، کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:-

لا شريك له وبذلك امرت وانا اول المسلمين۔

اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلم ہوں۔“

آٹھویں صفت یہ ہے کہ اس کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔ چنانچہ ارشادِ الہی ہے:-

لم يكن له كفوا احد۔

اس کا کوئی ہمسر نہیں۔“

نویں صفت یہ کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ چنانچہ

ارشادِ الہی ہے:-

ان الله لا يخلف الميعاد۔

بے شک خدا اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔“

دسویں صفت یہ کہ اس کی بات میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بات میں تبدیلی کی ضرورت اُسے پڑتی ہے جو عاجز یا نتائج سے بے خبر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ دونوں باتیں ناممکن ہیں۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:-
ما یبدل القول لدی۔

میرے ہاں بات نہیں بدلا کرتی۔“

”توحید کی گواہی کے بعد رسالت کی گواہی دی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت و رسالت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہاں عبدیت کا ذکر پہلے اور رسالت کا ذکر بعد میں ہے۔ کیونکہ عبدیت عبد و معبود کے درمیان اور

رسالت خدا اور مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ تو جو چیز جنبہ الٰہیت سے متعلق ہے اُسے پہلے اور جو جنبہ مخلوق سے متعلق ہے اُسے بعد میں بیان کیا ہے۔ شہادتین کے بعد راہ ہدایت پر ثبات قدم کی دُعا کی ہے کہ وہ ہدایت کرنے کے بعد ضلالت و کجروی سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کی دُعا یہ ہے:

رَبَّنَا لَا تَزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

اے ہمارے پروردگار! جب کہ تو نے ہمیں ہدایت کی تو ہمارے دلوں کو بے راہ نہ ہونے دے اور اپنی بارگاہ سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے۔“
خداوند عالم کی طرف ہدایت کے بعد جو دلوں کی بے راہ روی کی نسبت

دی گئی ہے اس کے معنی یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہدایت سے منحرف اور بے راہ کرتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ گناہوں اور بے راہ رویوں کے نتیجہ میں سلب توفیق کر لیتا ہے اور کوئی باختیار خود گمراہ ہوتا ہے تو وہ بجز مانع نہیں ہوتا چنانچہ قرآن مجید میں واضح طور سے ارشاد ہوا ہے۔ فلما زاغوا زاغ اللہ قلوبہم۔ جب وہ خود بے راہ ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو بے راہ ہونے دیا۔“

دُعَاءُ يَوْمِ السَّبْتِ دُعَائے روزِ شنبہ

بِسْمِ اللّٰهِ کَلِمَةُ الْمُعْتَصِبِينَ وَمَقَالَةُ الْمُتَحَرِّزِينَ
وَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ جَوْرِ الْجَائِرِينَ وَكَيْدِ
الْحَاسِدِينَ وَبَغْيِ الظَّالِمِينَ وَأَحْمَدُهُ فَوْقَ حَمْدِ
الْحَامِدِينَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْوَاحِدُ بِلَا شَرِيْكَ وَالْمَلِكُ
بِلَا تَمْلِيْكَ لَا تُضَادُّ فِيْ حُكْمِكَ وَلَا تُنَازِعُ فِيْ
مُلْكِكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ
رَسُوْلِكَ وَاَنْ تُوزِعَنِيْ مِنْ شُكْرِ نِعْمَاكَ

مدد اللہ تعالیٰ کے نام سے جو حفاظت چاہنے والوں کا کلمہ کلام
اور پناہ ڈھونڈنے والوں کا وردِ زبان ہے۔ اور خداوند تعالیٰ
سے پناہ چاہتا ہوں ستم گاروں کی ستم رانی، حاسدوں کی فریب
کاری اور ظالموں کے ظلم ناروا سے۔ میں اس کی حمد کرتا

ہوں (اور سوال کرتا ہوں کہ وہ اس حمد کو) تمام حمد کرنے والوں کی حمد پر فوقیت دے۔ بارِ الہا! تو ایک اکیلا ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور بغیر کسی کے مالک بنائے تو مالک و فرمانروا ہے۔ تیرے حکم کے آگے کوئی روک کھڑی نہیں کی جاسکتی اور نہ تیری سلطنت و فرمانروائی میں تجھ سے ٹکر لی جاسکتی ہے۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے عبد خاص اور رسول حضرت محمدؐ پر

مَا تَبْلُغُ بِي غَايَةَ رِضَاكَ وَأَنْ تُعِينَنِي عَلَى طَاعَتِكَ
وَلِزُومِ عِبَادَتِكَ وَاسْتِحْقَاقِ مَثُوبَتِكَ بِلُطْفِ
عِنَايَتِكَ وَتَرْحُمَنِي وَصُدِّدَنِي عَنْ مَعَاصِيكَ مَا
أَحْيَيْتَنِي وَتُوفِّقَنِي لِمَا يَنْفَعُنِي مَا أَبْقَيْتَنِي وَأَنْ
تُشْرَحَ بِكِتَابِكَ صَدْرِي وَتُحَاطَّ بِتِلَاوَتِهِ وَزُرِّي
وَتُمْنَحَنِي السَّلَامَةَ فِي دِينِي وَنَفْسِي وَلَا تُوحِشْ بِي

أَهْلَ الْأَنْسَى وَتُتِمَّ أَحْسَانُكَ فَيَمَّا بَقِيَ مِنْ عُمْرِي كَمَا
أَحْسَنْتَ فَيَمَّا مَضَى مِنْهُ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

رحمت نازل فرما اور اپنی نعمتوں پر ایسا شکر میرے دل میں
ڈال دے جس سے تو اپنی خوشنودی کی آخری حد تک مجھے
پہنچا دے۔ اور اپنی نظر عنایت سے اطاعت، عبادت کی
پابندی اور ثواب کا استحقاق حاصل کرنے میں میری مدد
فرمائے اور جب تک مجھے زندہ رکھے گناہوں سے باز رکھنے
میں مجھ پر رحم کرے؛ اور جب تک مجھے باقی رکھے ان
چیزوں کی توفیق دے جو میرے لئے سودمند ہوں اور اپنی
کتاب کے ذریعہ میرا سینہ کھول دے اور اس کی تلاوت
کے وسیلہ سے میرے گناہ چھانٹ دے اور جان و ایمان کی
سلامتی عطا فرمائے اور میرے دوستوں کو (میرے
گناہوں کے باعث) وحشت میں نہ ڈالے اور جس طرح

میری گزشتہ زندگی میں احسانات کتنے ہیں اسی طرح بقیہ
زندگی میں مجھ پر اپنے احسانات کی تکمیل فرمائے۔ اے
رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

اس دُعاء کا عنوان دُعاۓ یوم السبت ہے۔ سبت ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں۔ اس دن یہود کو دُنیا کے جھمیلوں سے الگ رہ کر عبادت و ذکرِ الہی میں مصروف رہنے کا حکم دیا تھا۔ اور سبت کے لغوی معنی کار و کسب کے چھوڑنے اور آرام و استراحت کرنے کے ہیں۔ اس لئے اس دن کا نام یوم السبت یعنی روزِ تعطیل قرار پایا گیا۔

حضرتؑ نے سرنامہ دعا میں اسمِ جلالت کو حفاظت و نگہداشت چاہنے والوں کی زبان کا کلمہ و ورد قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس کے اسماءِ حسنیٰ میں سب سے زیادہ یہی نام زبانوں پر آتا ہے۔ اور کیا دعاء و مناجات ہو اور کیا فریاد و استغاثہ، زیادہ تر وہ اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور حفظ و امان طلبی کے موقع پر یہی نام سب سے زیادہ موزوں بھی ہے کیونکہ اسے اللہ کہا ہی اس لئے جاتا ہے کہ ینالہ الیہ کل مخلوق۔

ہر مخلوق اس کی طرف رجوع ہوتی اور اس سے پناہ چاہتی ہے۔ "اور یہ اللہ کا لفظ چونکہ اسم ذات ہے جو معنوی لحاظ سے اس کی تمام صفتوں کو حاوی ہے اس لئے جب ہم اُسے اللہ کہہ کر پکارتے ہیں تو گویا اس کی ایک ایک صفت کے ساتھ پکارا ہے۔ اب ایک فقیر، فقر و احتیاج کے ازالہ کے لئے اُسے اللہ کہہ کر پکارتا ہے تو گویا اُسے غنی کہہ کر پکار رہا ہے کیونکہ یہ نام اس کے غنی و بے نیاز ہونے کا آئینہ دار ہے۔ اور ایک مریض شفاء کے لئے اُسے اس نام سے پکارتا ہے تو گویا اُسے شافی کہہ کر مخاطب کر رہا ہے کیونکہ یہ نام اس صفت پر بھی حاوی ہے۔ اور کوئی مظلوم اُسے اس نام سے پکارتا ہے تو گویا اُسے عادل و منتقم کہہ کر للکار رہا ہے، کیونکہ یہ نام اس کے عادل ہونے کا بھی پتہ دیتا ہے۔ اسی جامعیت کے لحاظ سے حضرات نے ستمگاروں کے ستم، حاسدوں کے عناد اور

ظالموں کے ظلم و جور سے اس نام کے ذریعہ پناہ چاہی ہے۔
 کیونکہ اس ایک نام سے اس کی تمام صفتوں کی طرف ذہن
 منتقل ہو جاتا ہے۔ اور اُس کی ان صفتوں کا تقاضا یہ ہے کہ
 دل سے اس کی عظمت کا اعتراف اور زبان سے اس کی تحمید
 و ستائش کی جائے۔ چنانچہ دشمنوں کے مقابلہ میں طلبِ
 اعانت و امداد کے بعد اس کی حمد سرائی کی ہے جس میں اس
 کی وحدت و یکتائی اور بلاشرکتِ غیرے سلطنت و فرمانروائی
 کا ذکر کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہے،
 اور کوئی چیز اُس کے محیط اقتدار سے باہر نہیں ہے۔ لہذا ہر
 حاجت و خواہش اور تمنا و آرزو کو اُسی کے سامنے پیش کیا جا
 سکتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود
 بھیجنے کے بعد کہ جو دُعاء کا زیور اور قبولیت کا ضامن ہے اس
 کی بارگاہ میں شکرِ نعمت، اطاعت، دوامِ عبادت اور اجتنابِ

معاصی کی توفیق اور شرح صدر، عفو گناہ، دین کی سلامتی اور
 جان کی عافیت کا سوال کیا ہے، اور خاتمہ دُعا پر یہ التجا کی ہے
 کہ اے معبود! جس طرح تو نے زندگی کے اُن لمحوں میں جو
 گزر گئے مجھ پر پیہم احسانات کئے ہیں، اسی طرح زندگی کے
 بقیہ لمحوں میں مجھ سے اپنے احسانات و انعامات کا سلسلہ قطع
 نہ کرنا، بلکہ انہیں اتمام تک پہنچانا اس لئے کہ: الاحسان
 بالاتمام۔!

بتائید خدائے توانا ترجمہ و حواشی صحیفہ کاملہ روز جمعہ، دوازدہم ماہ ربیع
الثانی، سال ہزار و سہ صد و ہفتاد و نوباً تمام رسید
واللہ هو المسئول ان يجعله خالصاً لوجهه
الکریم و یتیم علی احسانه العظیم، و یحشرنی و
یحشر والدی فی زمرة اصحاب الیمین بحرمة محمد
وآله المنتجبین۔“

More Books Application On Play Store

By Anwar Husain J. Husain

Link	Fatawa/Author	Books Application	
Download	حضرت آیت اللہ العظمیٰ الحاج آقای سید علی الحسینی السیستانی	Al Haj (Urdu)	الحج
Download	مولانا السید حسین مہدی الحسینی	Sahifa E Namaz (Urdu)	صحیفہ نماز
Download	حضرت آیت اللہ العظمیٰ الحاج آقای سید علی الحسینی السیستانی	Jadid Fiqhi Masail (Urdu)	جدید فقہی مسائل
Download	حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی الحسینی خامنه ای مد ظلہ العالی	Fiqhi Masail Ka Majmua (Urdu)	فقہی مسائل کا مجموعہ
Click to see all Application of Anwar Husain J. Husain			

About

App. Developer: Anwar Husain J. Husain

Email:indianshiaorg@gmail.com

Mumbai, India